Fiction Shelve

دیباچہ

بقلم

نگاہ راحیل

@nigah_raheel_official

انتساب!

یہ ناول میں "اللہ" کے نام کرتی ہوں، وہی ہے جس نے مجھے لکھنے کی صلاحیت بخشی۔

وہی ہے جس کی رضا کی خاطر میں نے یہ ناول لکھا، وہی ہے جس نے مجھ سے

یہ ناول لکھوایا۔

پیش لفظ!

سب تعریفیں اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔اور سارا شکر بھی اللہ کا!

"دیباچہ" یہ ناول میں نے پندرہ سال کی عمر میں لکھنا شروع کیا اور اسے ختم میں نے سولہ سال کی عمر میں کیا ہے۔۔اس ناول کو میں نے ایک سال اور سات مہینوں میں ختم کیا۔

دیباچہ میرا پہلا ناول ہے، یہ میرے دل کے بہت قریب ہے۔

دیباچہ کا معنی کیا ہے؟اس ناول کا نام میں نے دیباچہ ہی کیوں رکھا؟اس کا جواب آپ کو ناول پڑھ کر ملے گا۔

میں چاہتی ہوں اس ناول کو پڑھ کر آپ "صراط مستقیم" کو پہچان کر اس کی طرف ہر روز ایک نیا قدم بڑھائیں۔

یہ ناول میں نے کیوں لکھا؟

اس کی وجہ صرف ایک ہے۔۔اور وہ ہے **"اللہ کی رضا"**۔اللہ نے مجھے لکھنے کی صلاحیت بخشی۔۔ یہ میرا فرض بنتا ہے کہ میں اپنے قلم کا استعمال اس کی رضا کے لیے کروں۔

اس ناول میں آپ کو بہت سے کردار ملیں گے۔۔ہر کردار سے آپ کو کوئی ایک نہیں۔۔بلکہ بہت سے اسباق سیکھنے کو ملیں گے۔

اگر آپ ان اسباق میں سے صرف ایک سبق سے ہی کچھ سیکھ کر۔۔اسے اپنی روزمرہ کی زندگی پر لاگو کرلیں۔۔تو میں سمجھ جاؤں گی کہ میرا اس کتاب کو لکھنے کا مقصد پورا ہو گیا۔

اس ناول کو پائیہ تکمیل تک پہنچانے میں، میں اللہ کا جتنا شکرادا کروں وہ کم ہے۔

اس کے بعد میں اپنے والدین کی نہایت شکرز گزار ہوں جنہوں نے اس سفر کے دوران میری ہمت بندھائی اور میری حوصلہ افزائی کی۔میری چھوٹی بہنوں اور میرے چھوٹے بھائی کا بھی بہت بہت شکریہ۔

میرے تمام ریڈرز کا بھی بہت بہت شکریہ جنہوں نے اس ناول کو پڑھا،اسے سراہا اور اسے بے حد پیار دیا۔آپ لوگوں کی سپورٹ میرے لیے بہت معنی رکھتی ہے۔

جویریہ عمران کی بھی میں بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے اس ناول کی الفاریڈنگ میں میری خوب مدد کی۔

امید کرتی ہوں آپ کو یہ ناول پسند آئے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دیباچہ از نگاہ راحیل

باب نمبر1

"شروعات"

"شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔

روز جزا کا مالک ہے۔

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما۔

ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایانہ ان کا راستہ جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے۔"

(سورۃالفاتحہ۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆

نیویارک

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی۔

UNITED NATIONS GENERAL ASSEMBLY

تاریخ تھی 10 جنوری2022 ۔

سورج کی تیز کرنیں آج آسمان پر چھائی تھیں۔ویسے ان دنوں نیویارک میں اس طرح کا موسم کم ہی ہوا کرتا۔گھڑی پر صبح کے دس بج رہے تھے۔

اقوام متحدہ۔۔ جہاں بہت سی قوموں کے نمائندے موجود تھے۔۔ جہاں سفارت کاری کی بازگشت گونجتی۔یہ وہ جگہ تھی جہاں بہت سی نشستوں کی قطاریں۔۔ مختلف ممالک کے جھنڈوں کی نمائش۔۔

جہاں اختلافات پر بات کرنے اور ان کا حل نکالنے کی خواہش بظاہر ہر کسی کے دل میں تھی۔۔ لیکن ۔۔کچھ صرف امن وامان کے نمائندے ہونے کا دکھاوا کرتے۔

اقوام متحدہ میں موجود تمام افراد تقریر کرنے والی شخصیت کو تقریر کرنے کے لیے روسٹرم کے قریب آتا دیکھ رہے تھے۔

تقریر کرنے والی شخصیت بہت پر اعتماد اور باوقار نظر آرہی تھی۔

(اس کی آنکھیں بڑی اور روشن تھیں جس میں بہت سے خواب بسے تھے۔۔ایسے خواب جو مظلوموں کے حق میں ہوں اور ظالم کے خلاف۔چہرے کا رنگ صاف اور شفاف۔۔ برف کی طرح سفید۔گلابی رخسار حسن میں مزید اضافہ کرتے۔

وہ گہرے نیلے رنگ کے عبایے اور سکارف میں ملبوس تھی۔ یہ رنگ اس پر خوب جچتا یوں کہ یہ اسی کے لیے بنایا گیا ہو۔)

وہ اب روسٹرم کے سامنے کھڑی تھی۔ایک نظر اس نے سامنے موجود نشستوں پر بیٹھے لوگوں کو دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لی۔آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔۔جذبہ۔۔ہمت۔۔ہمدردی۔۔امید۔

"نینا احسن" نے اپنی تقریر کا آغاز کیا۔اس کی آواز کافی رعب دار تھی۔

" شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ "نشستوں پر بیٹھے تمام افراد کی نظریں اس پر جمی تھیں۔

"آج میں یہاں جن مسائل پر بات کرنے آئی ہوں وہ مسائل کئی عرصے سے چل رہے ہیں۔ لیکن ان مسائل کے حل شاید کوئی نکالنا ہی نہیں چاہتا۔"اس نے اپنے رعب دار لہجے کو قائم رکھتے ہوئے کہا۔

" مسئلہ فلسطین اور مسئلہ کشمیر کئی عرصے سے چلتا آرہا ہے لیکن افسوس ان کا حل آج تک نہیں نکل سکا۔" یہ الفاظ تھے جو وہاں نشتسوں پر موجود کچھ لوگوں کے دلوں کے لیے اطمینان بخش تھے اور کچھ کا سکون ہلاک کردینے والے۔

" اقوام متحدہ کا مقصد دنیا میں امن قائم رکھنا ہے اور انسانوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ آخر فلسطین اور کشمیر میں امن کیوں نہیں ہے؟ "اس کی آواز کچھ بلند ہوئی تو کچھ کے چہروں کے تاثرات بدلے۔۔ماتھے پر بل ابھرے۔

"آخر فلسطین اور کشمیر میں موجود لوگوں کے حقوق کی حفاظت کیوں نہیں ہو رہی؟ میرا آج یہاں آنے کا مقصد یہ تھا کہ میں آپ(اقوام متحدہ) کو ان کے فرائض یاد

کروا کر ان فرائض کو پورا کرنے کی اہمیت کا احساس دلاؤں۔" ایک امید تھی جو اس سے یہ سب کہلوا رہی تھی۔۔ لیکن یہ صرف ایک امید نہیں تھی۔۔ یہ تو ایک جذبہ تھا اپنے مظلوم مسلمانوں کے لیے۔

" اقوام متحدہ نے دنیا میں ہونے والے بہت سے مسائل کا حل نکالا ہے مجھے امید ہے کہ آپ کشمیر اور فلسطین کے مسائل کا حل بھی ضرور نکالیں گے کیونکہ اللہ نے آپ کو یہ طاقت اور اقدار بخشا ہے کہ آپ ان مسائل کا حل نکال سکیں۔"

نشستوں پر موجود افراد کے چہروں پر مختلف قسم کے تاثرات تھے۔

"دنیا یہ جان لے کہ فلسطین صرف فلسطینیوں کا ہے اور کشمیر صرف پاکستان کا ہے۔"

بلند آواز میں اس نے کہا تو کئی لوگوں کے دل یہ سن کر جیسے جل کر راکھ سے ہو گئے۔ یہ آگ ان کے چہروں اور آنکھوں سے بھی نمایاں ہونے لگی تھی۔

" بانی پاکستان قائداعظمؒ نے فرمایا کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔"

" اگر بھارت اور اسرائیل اپنے غیر قانونی کاموں سے باز آجائیں تو یہی ان کے لیے بہتر ہوگا ورنہ!۔۔

ورنہ یہ جان لیں کہ باطل ہمیشہ مٹ جاتا ہے اور حق ہمیشہ دنیا پر چھا جاتا ہے۔" اس نے پر اعتماد انداز میں کہا اور کچھ ہی دیر مزید اپنی تقریر جاری رکھنے کے بعد اس نے اپنی تقریر کا اختتام کیا۔

اس کی تقریر کے اختتام کے بعد چند افراد کے چہروں پر خوشی۔۔امید۔۔ سکون۔۔اور بھی بہت کچھ تھا۔۔کچھ لوگ کسی گہری سوچ میں گم ۔۔ اور کچھ لوگوں کے چہروں پر طیش کے تاثرات خوب نمایاں تھے۔

جن لوگوں کے چہروں پر طیش کے تاثرات آشکار تھے،وہ لوگ اقوام متحدہ میں موجود **"اسرائیلی نمائندے"** اور **"ہندو نمائندے"** تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ترکی

استنبول

City's Nişantaşı

آسمان پر گہرے سیاہ بادل چھائے تھے جن کے کچھ ہی دیر میں برسنے کے امکان تھے۔ٹھنڈی ہوا کی لہریں ارد گرد رقص کر رہی تھیں۔اس ماحول میں مٹی کی ہلکی سی خوشبو بھی نمایاں تھی۔

نشانتاشا استنبول کے ضلع شیشلی میں واقع ایک متحرک جگہ ہے جہاں اعلیٰ درجے کے فیشن بوتیک، وضع دار کیفے اور خوبصورت ریستوراں موجود ہیں۔نشانتاشا کو استنبول کے سب سے زیادہ فیشن ایبل اور متمول علاقوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔

منظر تھا نشانتاشا کے ایک شاپنگ مال کا۔ شیشے کے دروازے۔۔سنگ مرمر کا بنا فرش جو فانوس کی پرفتن روشنی سے چمک رہا تھا۔ مختلف پرفیومز کی خوشبو کیفے کی تازہ کافی کے ساتھ گھل مل سی جاتی۔

معمول کے مطابق آج بھی یہاں لوگوں کی بہت بھیڑ تھی۔ بچے، بوڑھے، مرد حضرات، عورتیں سب سٹیز نشانتاشا میں اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

مالز کا سٹور روم عام طور پر لوگوں کی نگاہ سے دور بنایا جاتا ہے۔اس مال کا سٹور روم بھی اس کے تہہ خانے میں واقع تھا۔لوگوں کی تعداد کو محدود کرنے کے لیے یہاں بھاری دروازے لگائے گئے تھے۔ یہ کافی کشادہ تھا۔شیلفنگ یونٹس کی قطاریں ہی قطاریں نظر آتیں۔

یہاں موجود تین ترک شہری آپس میں ترک زبان میں کچھ بات چیت کر رہے تھے۔ وہ تینوں گھبراہٹ نہیں۔۔بہت گھبراہٹ کا شکار لگ رہے تھے۔

"براق بے !آپ فکر مت کریں ابھی بھی پندرہ منٹ باقی ہیں۔"

(ماتھے پر بکھرے سیاہ بال اور سیاہ آنکھوں والے ایلدار ازجان نے اپنے بائیں جانب کھڑے شخص سے کہا۔ وہ سفید ٹی شرٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس تھا۔)

"بھاڑ میں گئے پندرہ منٹ !احمت اس نیلی تار کو جلدی نکالو۔"براق نے تیز لہجے میں کہتے ہوئے اپنے ساتھ کھڑے شخص کو ہدایت کی۔

(ان تینوں میں سے سب سے زیادہ دانشور **"براق یامان"** تھا۔اس کی نیلی آنکھوں میں ایک چمک تھی جو ہر قسم کے اندھیرے کو مٹانے کی قوت رکھتی۔بلانڈ(سنہرے) بال نفاست سے پیچھے کو سیٹ کیے ہوئے تھے۔۔ہلکی سی بڑھی شیو۔چہرے کا رنگ صاف اور شفاف تھا۔سیاہ لانگ اوور کوٹ اور جینز میں ملبوس وہ ایک مشکل کو ختم کرنے کی کوشش میں لگا تھا۔اس کی شخصیت واقعی کافی شاندار اور وجاہت سے بھرپور تھی۔)

احمت ایک رنگ برنگی تاروں سے بھر پور چیز، جس کے اوپر ایک ٹائمر موجود تھا،اس کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"براق بے !میرے خیال سے اس لال والی تار کو نکالنا چاہیے۔"احمت نے قدرے بلند آواز میں براق سے مخاطب ہو کر کہا۔

(بھوری آنکھیں اور سیاہ بال جو ایک چھوٹی پونی میں بندھے ہوئے تھے، احمت الپ ان تینوں میں سب سے زیادہ پریشان لگ رہا تھا۔ وہ بھوری ٹی شرٹ کے اوپر ایک سیاہ مفلر اور سیاہ جینز میں ملبوس تھا۔ قد درمیانہ تھا۔ براق کا قد ان تینوں کی نسبت دراز تھا۔)

وہ تاروں سے بھر پور چیز دراصل ایک **"ٹائم بم"** تھی۔ احمت الپ نے جیسے ہی ٹائم بم پر لگی لال والی تار کو نکالا تب ہی ٹائم بم پر لگے ٹائمر کی گنتی پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی۔ اس ہی کے ساتھ ان تینوں کے دل کی دھڑکنیں بھی۔

براق کے ماتھے پر بل زیادہ نمایاں ہوئے۔ایک گہری سوچ میں وہ چند لمحے کے لیے ڈوب سا گیا۔

دوسری جانب وہ دونوں پہلے سے زیادہ گھبراہٹ اور پریشانی کا شکار ہو گئے۔

"احمت پیچھے ہٹو مجھے سمجھ آ گئی ہے اسے کیسے روکنا ہے۔" احمت کو ٹائم بم کے سامنے سے پیچھے کرتے ہوئے وہ اس کے پاس کھڑا ہوا۔

براق یامان ٹائم بم پر لگی کچھ تاروں کو نکالنے اور ادھر ادھر کرنے لگا۔اس کی آنکھوں میں کچھ تھا جو وہ دونوں سمجھ نہ سکیں۔

کچھ ہی دیر میں ٹائم بم کے اوپر لگا ٹائمر اور تیز ہو گیا، اور پھر ٹائمر پر صرف پندرہ سیکنڈ رہ گئے، براق اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے تھا۔

وہ دونوں سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ اب کیا ہو گا۔ یا شاید وہ دونوں جان گئے تھے کہ اس کا انجام اب کیا ہونے والا ہے۔ لیکن اس کا تو انہیں ہمیشہ سے معلوم تھا۔ آخر وہ تینوں ترک فوج کے اعلیٰ عہدے کے افسر تھے، شہادت تو ایک نہ ایک دن انہیں نصیب ہونی ہی تھی۔

ٹائمر پر صرف پانچ سیکنڈ رہ گئے۔ ان دونوں کے چہروں پر ایک عجیب سے تاثرات نمایاں ہوئے جیسے ایک شخص اپنے سامنے موت کو دیکھ کر حواس باختہ سا ہو جاتا ہے ویسی ہی کچھ کیفیت ان دونوں کی بھی تھی اس وقت لیکن براق ایسا نہیں تھا۔ وہ مختلف تھا۔ بہادر تھا۔

"اللہ حق کے ساتھ ہے۔" براق نے ان دونوں کی اس کیفیت کو دیکھ کر کافی پر اعتماد انداز میں کہا تو براق کے ساتھ یہ الفاظ احمت اور ایلدار نے بھی بہت جوش کے ساتھ دہرائے کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ اللہ نے ان کے لیے کوئی راہ نکال لی ہے۔

براق نے تبھی ٹائم بم کے درمیان میں لگی نیلی تار کو کھینچ کر نکال دیا۔

یہ ایک آخری کام تھا جس سے یا تو ان کی اور باقی سب کی جان جاتی یا بچ جاتی۔ اس کے چہرے پر امید تھی اور باقی دونوں کے چہروں پر اب خوف موجود نہ تھا۔

براق اور ان دونوں کی نظریں ٹائمر پر جمی تھی۔ ٹائمر پر چلتی ہوئی گنتی ایک دم رک گئی۔ ساتھ ہی ان تینوں کی سانسیں بحال ہوئیں۔

"آپ نے۔۔آپ نے کر دکھایا براق بے۔" احمت نے ایک خوش گوار لہجے میں اس سے کہا۔یہ سن کر ایلدار کے چہرے پر بھی مسکراہٹ ابھری۔ان دونوں کی نگاہوں میں براق کے لیے ستائش کی چمک خوب واضح تھی۔

ان تینوں کے چہرے پر سے تناؤ کی لکیریں اب غائب ہو چکی تھیں۔

"میں نے کچھ نہیں کیا احمت۔جو بھی کرتا ہے۔۔خدا کرتا ہے۔۔ہم انسان تو بس وسیلہ بنتے ہیں۔" اس نے کندھے اچکا کر عاجزانہ انداز میں کہا۔اس کا جواب سن کر وہ دونوں لاجواب ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نینا اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقریر کرنے کے کچھ ہی دیر بعد اسمبلی سے باہر جانے لگی کہ اسے کوئی قدرے بلند آواز میں پکارنے لگا۔

اس نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو دور سے ایک لڑکی اسے پکارتے ہوئے اس کے پاس تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے آرہی تھی۔

"نینا مادام !نینا مادام!۔" اس لڑکی کی آواز میں بہت کچھ تھا۔۔خوشی۔۔ستائش۔۔اور بے یقینی۔

(وہ بڑی نیلی آنکھوں اور سفید رنگت والی **"میرائے یامان"** تھی جو ایک گلابی سکارف جسے ترک طرز کے مطابق چہرے کے ارد گرد لپیٹا گیا تھا،اور ایک گہرے گلابی رنگ کے لانگ فراک میں ملبوس تھی۔)

"Merhaba! I'm Miray Yaman"

(مرحبا !میں میرائے یامان ہوں۔)

اس نے بہت خوش دلی سے نینا کو اپنا تعارف کروایا۔

نینا کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ وہ دونوں چند لمحے آپس میں انگریزی زبان میں گفتگو کرنے لگیں۔

"میں نے آپ کی آج کی تقریر سنی اور مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے فلسطین اور کشمیر کے مسائل پر بات کی۔" اس نے چند لمحے بعد اس سے کہا تو نینا کو یوں محسوس ہوا کہ وہ اس سے کافی متاثر تھی اور اسے غلط محسوس بھی نہیں ہوا تھا۔ میرائے یامان واقعی اس سے کافی متاثر تھی۔

"بہت شکریہ ! میرے خیال سے ہر کسی کو کشمیر اور فلسطین کے مسائل پر بات کرنی چاہیے کیونکہ یہ مسائل ایسے ہیں جن کا حل نکالنا باقی تمام دنیا میں چلنے والے مسائل سے زیادہ اہم ہے۔"

اس نے جواب میں کہا۔

میرائے نے نینا کی باتیں سنتے ہوئے اپنے پاس موجود بھورے ہینڈ بیگ میں سے ایک کاپی اور ایک پین نکالا اور اس کی طرف بڑھایا۔

"میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں، میں نے آپ کے تمام تجزیے سنے ہیں اور آپ کا ہر تجزیہ بہت لاجیکل ہوتا ہے، آپ واقعی ایک بہت قابل اینکر پرسن ہیں۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا آپ مجھے اپنا آٹوگراف دے سکتی ہیں۔" اس نے بہت امید کے ساتھ نینا سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

(نینا کے جو تجزیے "اردو" زبان میں ہوتے وہ انگریزی کے "سب ٹائٹلز" کے ساتھ سوشل میڈیا پر موجود ہوتے۔اس کے علاوہ دوسرے ممالک کے صحافیوں سے کی جانے والی گفتگو اور تجزیے ویسے ہی انگریزی زبان میں ہوتے۔۔تو کسی دوسرے ملک کے شخص کے لیے ان تجزیوں کو سننا کوئی مشکل کام نہ تھا۔)

میرائے نے اپنی نوٹ بک اور اپنا پین نینا کی طرف بڑھایا۔اس نے وہ نوٹ بک اور پین لیا اور پھر میرائے کو اس پر آٹو گراف دینے لگی۔میرائے کے چہرے پر اس وقت اس قدر خوشی تھی کہ الفاظ اس کی خوشی کو بیان کرنے کے لیے کم پڑ جاتے۔

"میں بھی آپ ہی کی طرح ایک سوشل ورکر ہوں اور میری بہت بڑی خواہش تھی کہ میں آپ سے ملوں۔مجھے بہت خوشی ہے کہ میری یہ خواہش آج پوری ہو گئ۔" وہ اسے مزید اپنے بارے میں بتانے لگی۔

(نینا ایک صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سوشل ورکر بھی تھی۔یہاں تک کہ وہ ایک "Humanitarian" کی حیثیت سے ہی اقوام متحدہ میں تقریر کرنے آئی تھی۔)

وہ میرائے کی باتیں سننے کے ساتھ ساتھ اس کی نوٹ بک پر اب آٹو گراف لکھ چکی تھی۔اس نے میرائے کو اس کی نوٹ بک پکڑائی اور پوچھا۔

"کیا آپ ترکش ہیں؟" سوال نینا کی طرف پوچھا گیا۔

"جی !آپ کو کیسے معلوم ہوا؟" میرائے حیران ہوئی۔

"آپ نے جب مرحبا کہا تو مجھے شک ہوا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔یہ سن کر میرائے بھی مسکرائی۔

"آپ کو کیسے پتا کہ مرحبا ترک بولتے ہیں؟"میرائے نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔
"میں آج کل ترکی پر ایک ڈاکومنٹری بنا رہی ہوں جس میں۔۔میں ترکی کی زبان، تہذیب، روایات اور ترکی کے بہت سے معاملات اور مسائل کو پڑھ رہی ہوں۔اسی وجہ سے مجھے شک بلکہ یقین ہو گیا تھا کہ آپ ترکش ہیں۔"وہ کہہ رہی تھی تو ساتھ ساتھ اپنی کلائی میں پہنی رسٹ واچ پر وقت بار بار دیکھ رہی تھی۔
" اگر آپ ترکی پر ایک ڈاکومنٹری بنا رہی ہیں تو میں اس میں آپ کی کافی مدد کر سکتی ہوں۔" میرائے نے فوراً خوش دلی سے اسے پیشکش کی۔
"اگر ایسا ہے تو۔۔"اس نے چند لمحے سوچا۔
"ٹھیک ہے یہ بہت ہی اچھا خیال ہے۔ آپ میرا کارڈ رکھ لیں اس پر میرا فون نمبر لکھا ہوا ہے۔ "اس نے مسکرا کر اپنے سیاہ ہینڈ بیگ سے ایک چھوٹا سا کارڈ نکالا اور اسے میرائے کو تھمایا۔
"بہت شکریہ ! نینا مادام۔" اس نے انتہائی خوشی کے عالم میں کہا۔
(اس کا خوش ہونا بنتا بھی تھا۔۔ایک شخص جس کے آپ فین ہوں۔۔ جس سے آپ موٹیویٹ ہوتے ہوں۔۔اگر آپ اس سے ایک بار بات بھی کر لو تو وہ آپ کے لیے بہت خوشی کی بات ہوتی ہے۔یہاں تو اسے اس کا فون نمبر تک مل گیا تھا۔)

" سنو ! تمھیں مجھے نینا مادام بلانے کی ضرورت نہیں ہے جسٹ کال می نینا، کیونکہ اب سے ہم دوست ہیں۔ ہیں نا؟"اس نے میرائے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔وہ بالکل ساکت سی اسے دیکھنے لگی۔دل کو یقین ہی جیسے نہ آرہا ہو۔نینا اس کے اس رویے کو نا سمجھ پائی جس کی بناپر اس نے تشویش کا اظہار کیا تو میرائے نے فوراًاس کا ہاتھ تھام لیا۔اور پھر ایک بار نہیں بلکہ کئی بار اس نے نینا کو "شکریہ "کہا۔وہ آج انتہائی خوش تھی۔چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ سٹیز نشانتاشا کے شاپنگ مال کے باہر کھڑا تھا۔چہرے پر اب ایک اطمینان تھا۔اس کے سنہرے بال بار بار ٹھنڈی ہوا کے چلنے کے باعث ہلکے سے ماتھے پر گرتے جنہیں وہ اتنی ہی بار پیچھے کرتا۔وہ اپنا موبائل کان کے ساتھ لگائے دمیر بے سے گفتگو کرنے میں مصروف تھا۔

(سامنے کچھ ہی فاصلے پر لمبی کھلی اور خوبصورت سڑکیں تھیں جن پر ٹریفیک ایک ترتیب کے ساتھ چل رہی تھی۔موسم کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا کہ جلد ہی استنبول کو بارش لپیٹ لے گی۔)

"دمیر بے !آج تو اللہ نے ہم سب کو بچا لیا لیکن یہ مت بھولیں کہ ایسا دوبارہ بھی ہوسکتا ہے۔" اس نے انہیں خطرے کا احساس دلایا۔

"براق ! مجھے یہ سب پہلے سے معلوم ہے۔ تمہیں مجھے بار بار ایک بات بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔سمجھ آئی؟دوسری بات یہ کہ آج شام تم تینوں سے میرا ملنا ضروری ہے۔ میں تمہیں ایڈریس سینڈ کرتا ہوں۔"انہوں نے اپنی بات بہت ہی سرد مہری سے کہہ کر فون کھٹک سے بند کردیا۔

براق کو اس بات پر بالکل حیرت نہیں ہوئی کیونکہ وہ ان کے اس طرح کے رویے سے واقف تھا۔
"اگر آج وہ ٹائمر رک نہ پاتا تو کتنے لوگ موت کی نیند سو جاتے، اللہ کا بہت شکر ہے کہ آج اس نے ان سب لوگوں کو ایک خطرناک سانحہ سے بچا لیا۔" اس کا دل اس وقت سے وہیں اٹکا تھا۔
ایک دم پیچھے سے براق کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ دماغ میں خطرے کا سگنل ابھرا۔اس نے بغیر کچھ سوچے سمجھے اس ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ کر مروڑ دیا۔

"براق بے !کیا ہوگیا؟ میں ہوں ایلدار۔"اس نے تکلیف کے ساتھ براق سے کہا۔
اس نے ایلدار کا ہاتھ تب ہی چھوڑ دیا۔
"اف واللہ ! واللہ ! ایلدار تم ایسے چوروں کے انداز میں ہمیشہ کیوں آتے ہو؟ " براق نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اکتا کر کہا۔
"تم ڈر گئے تھے نا؟"ایلدار نے اب کی بار مسکرا کر پوچھا تو براق کے ماتھے پر بل نمایاں ہوئے۔
(تیز چلتی ہوئی ٹھنڈی ہوا ایلدار کے سیاہ بال بار بار ماتھے پر لاتی جن کو اب بار بار ہٹا کر ایلدار تھک چکا تھا۔)
"میں اللہ کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا۔" براق نے پر اعتماد انداز میں سنجیدگی سے کہا۔
تب ہی ان دونوں کی نظریں شاپنگ مال کے دروازے کی جانب بڑھی جہاں سے اب ان کا تیسرا ساتھی "احمت الپ" شاپنگ مال سے باہر آرہا تھا۔

احمت کو آتا دیکھ کر براق اور ایلدار کے چہروں پر مسکراہٹ ابھری۔
"ایک تمہاری ہی کمی رہ گئ تھی۔"احمت جب ان کے قریب آیا تو براق نے مسکرا کر کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈرائیور سیاہ رنگ کی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔نینا کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔اس کے برابر میں اس کی اسسٹنٹ **"عریشہ"** بیٹھی تھی۔
"نینا میڈم آپ کو نہیں لگتا کہ اب آپ کو تھوڑا سنبھل کر ہر قدم اٹھانا ہو گا۔"
(سیاہ بال ایک جوڑے میں بندھے ہوئے تھے، سفید شرٹ کے اوپر ایک چھوٹا سیاہ کوٹ اور سیاہ سکرٹ میں ملبوس عریشہ نے نینا سے کچھ پریشان کن لہجے میں کہا۔)
"میں سمجھ گئ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے عریشہ کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔
"سنو بات صرف اتنی ہے کہ اگر میں آج اسرائیل اور بھارت کے ظلم سے ڈر گئ تو میں ان لوگوں کی کبھی مدد نہیں کر پاؤں گی جو روز کشمیر اور فلسطین میں ناحق قتل کر دیے جاتے ہیں۔" وہ کہہ رہی تھی تو اس کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔عریشہ یہ سن کر خاموش ہو گئی اور کھڑکی سے باہر نیویارک کی صاف ستھری سیدھی جاتی سڑک کو دیکھنے لگی۔
"آخر کیا فائدہ آپ کے اقوام متحدہ جا کر فلسطین اور کشمیر کے مسائل پر بات کرنے کا؟ جبکہ آپ اور میں دونوں یہ بات اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ فلسطین اور کشمیر کا مسئلہ کبھی ختم نہیں ہو گا۔"اس نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔نینا کے ماتھے پر بل پڑے۔

(کھڑکی کھلی تھی جس میں سے تازی ٹھنڈی ہوا گزر رہی تھی۔)
"یو نو واٹ! لوگ یہی تو چاہتے ہیں کہ ہم یہ یقین کر لیں کہ ہم فلسطین اور کشمیر کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔"اس نے قدرے بلند آواز میں کہا تو ڈرائیور نے ایک مرتبہ ہلکی سی نظر پیچھے دہرائی اور پھر دوبارہ سے ڈرائیونگ کرنے لگا۔ وہ انگریزی سمجھ سکتا تھا، اردو نہیں۔
"اگر ظلم کے خلاف کوئی بھی شخص آواز نہ اٹھائے تو یہ معاشرہ انسانوں کے رہنے کے لیے نہیں ہے بلکہ جانوروں کے لیے ہے اور جہاں تک بات فلسطین اور کشمیر کے مسائل کے حل ہونے کی ہے۔ تو یہ جان لو کہ اللہ نے قرآن پاک میں وعدہ کیا ہے کہ باطل کا انجام ہمیشہ برا ہی ہوتا ہے۔"نینا نے اپنی بات مکمل کی تو اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔ عریشہ کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آتا اور جاتا۔
" نینا میڈم لیکن۔۔"
عریشہ نے کچھ کہنا چاہا مگر اس نے سننا نہ چاہا۔
"تم میری ایک اور بات سن لو اور سمجھ بھی لو۔ اللہ نے انسانوں کو اس دنیا میں بلاوجہ نہیں بھیجا بلکہ ہر انسان کا اس دنیا میں آنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں تب تک کشمیر اور فلسطین میں ہونے والے ظلم کے خلاف آواز اٹھاتی رہوں گی۔ چاہے پوری دنیا ہی میرے خلاف کیوں نہ ہو جائے میں حق کا راستہ کبھی نہیں چھوڑوں گی۔"اس نے پر اعتماد انداز میں کہا تو اب عریشہ کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ تینوں سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ براق ان تینوں میں سب سے آگے تھا اور باقی دونوں اس کے پیچھے قدم ملاتے ہوئے چل رہے تھے۔ وہ سوچوں کے دائرے میں گم تھا اور باقی دونوں ایک دوسرے سے مخاطب تھے۔

" ویسے دمیر صاحب ہم سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

احمت نے ناسمجھی کے عالم میں ایلدار سے پوچھا۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں ان سے ملنے جاتا کیا؟"

اس نے مسکرا کر کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"ویسے ایلدار اگر تمہیں معلوم بھی ہوتا تب بھی تم ان سے ملنے ضرور جاتے کیونکہ تم ان کے غصے سے کچھ زیادہ ہی ڈرتے ہو۔"

احمت نے ایلدار کو طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

ان دونوں کی گفتگو جاری رہی اور اس کی خاموشی بھی۔ بادلوں کی گرج اب ہلکی سی محسوس ہونے لگی تھی۔ استنبول کی یہ دوپہر سیاہ بادلوں کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

چند لمحے گزر گئے۔ وہ تینوں ابھی بھی ویسے ہی چل رہے تھے۔ براق کی خاموشی ان دونوں نے بھی نوٹ کی تھی لیکن ابھی تک اس کی خاموشی کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش ان دونوں میں سے کسی نے نہیں کی تھی۔ وجہ شاید وہ دونوں جانتے بھی تھے۔۔ لیکن پھر بھی ابھی تک پوچھا نہیں تھا۔

"براق بے! آپ اب ریلیکس ہو جائیں۔" احمت نے جب کہا تو براق نے اس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"میں ٹھیک ہوں احمت۔" اس نے ابرو اچکا کر معمولی سے انداز میں کہا۔

"لیکن آپ کی خاموشی یہ بتا رہی ہے کہ آپ ابھی تک ٹینشن میں ہیں۔"

(احمت کو لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی تک صبح والے واقعے کی فکر اور پریشانی میں ہی کھویا ہوا تھا لیکن کون جانے کہ براق یامان کو کن کن باتوں کی فکر اور پریشانی تھی۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ان دونوں کے درمیان خاموشی قائم تھی۔ڈرائیور کار ایک محدود رفتار کے ساتھ چلا رہا تھا۔

"نینا میں تمہاری اسسٹنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ تمہاری پرانی دوست بھی ہوں۔مجھے صرف تمہاری فکر ہے۔تمہارے پہلے ہی دشمن کم ہیں جو تم اب اور اپنے دشمن بنا رہی ہو۔"اس خاموشی کو عریشہ نے ایک پریشان کن لہجے میں توڑا۔

"تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" نینا نے اب کی بار سرسری سے انداز میں کہا۔

"اگر آپ کو کچھ ہو گیا؟ آپ یہ کیوں نہیں سمجھ رہیں کہ آپ کی جان کو خطرہ ہے۔"

اب کی بار عریشہ سے رہا نہ گیا اور اس کے دل میں جو تھا اس نے فوراً کہہ ڈالا۔

"عریشہ !بس اب مجھے اس ٹوپک پر کوئی بات نہیں کرنی۔"

نینا نے اپنے چہرے پر ناگواری کے تاثرات قائم کرتے ہوئے کہا تو اب عریشہ بالکل خاموش ہو گئی۔

رینو یک ہوٹل تک باقی کا سفر خاموشی سے ہی گزرا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Tuğra Restaurant, Istanbul, Turkey

استنبول کی یہ شام کافی پر فتن تھی۔آسمان سے بارش کے نرم قطرے زمین پر برس رہے تھے۔

سرمئی اور چاندی کے رنگوں کا آسمان پر بسیرا تھا۔

وہ تینوں تعورا ریستوراں میں دمیر صاحب کا انتظار کر رہے تھے۔

(نیلے رنگ کے کارپیٹس پر سفید اور سیاہ کرسیاں میزوں کے ارد گرد رکھی تھیں۔میزوں کو خوبصورت سفید چادروں سے ڈھکا گیا تھا۔سفید دیواروں کے اوپر خوبصورت ڈیزائنز بنے ہوئے تھے۔یہ شان و شوکت کا ایک شاہکار تھا۔یہاں آنے والے سیاح ترکوں کے کھانوں سے صحیح معنوں میں لطف اندوز ہوتے۔ان کے کھانوں میں عثمانی کھانوں کے ذائقوں کی جھلک موجود تھی۔)

ایک میز کے ارد گرد موجود تین کرسیوں پر وہ تینوں بیٹھے تھے۔براق بار بار گھڑی پر وقت دیکھ رہا تھا۔

احمت اور ایلدار کے چہروں پر اب بیزاری۔۔تھکن۔۔اور اکتاہٹ صاف آشکار تھی۔

" آخر کب آئیں گے دمیر صاحب؟"

یہ سوال ایلدار ایک بار نہیں کئی بار پوچھ چکا تھا۔

"تم ان کی عادت سے تو واقف ہو ایلدار۔"

احمت بھی ایک ہی جواب بار بار دے کر اب تھک چکا تھا۔

"کیا تم دونوں تھوڑی دیر کے لیے خاموش نہیں رہ سکتے؟"

ان دونوں کی بلاوجہ کی گفتگو سے تنگ آکر براق نے کہا۔وہ دونوں خاموش ہو گئے۔احمت نے میز پر دونوں بازو رکھیں اور ان پر اپنا سر جھکا لیا یوں کہ وہ اب بہت تھک چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

The Renwick, Hotel in Manhattan, New York

(رینوک ہوٹل نیویارک کے شہر مڈ ٹاؤن من ہاٹن کے قلب میں واقع ہے۔ایسٹ 40ویں اسٹریٹ پر واقع، یہ ٹائمز اسکوائر، گرینڈ سینٹرل ٹرمینل اور ایمپائر اسٹیٹ بلڈ نگ جیسے مشہور مقامات کے قریب ہے۔اس کا مرکزی مقام اسے کاروباری اور تفریحی مسافروں دونوں کے لیے ایک مقبول انتخاب بناتا ہے۔اپنی جدید سہولیات اور تاریخی دلکشی کے امتزاج کے ساتھ، رینوک ہوٹل ہلچل سے بھرے شہر میں ایک آرام دہ ماحول فراہم کرتا ہے۔)

یہ منظر رینوک ہوٹل کے ایک کمرے کا تھا جو اس نے اپنے لیے بک کروایا تھا۔

وہ ہاتھ میں کافی کا کپ اٹھائے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی ۔ کھڑکی کے پردے ہٹے تھے اور باہر سے آسمان پر پھیلے شام کے پر فتن رنگ دکھائی دے رہے تھے۔سورج غروب ہونے والا تھا۔

تبھی نینا کے موبائل کی اسکرین روشن ہوئی۔اس نے اپنے موبائل کو ساتھ رکھی میز پر سے اٹھایا۔

جب اس نے موبائل کی اسکرین پر کال کرنے والی شخصیت کا نام دیکھا تو اس کے چہرے پر خوشی تمتمانے لگی۔

نینا کی سب سے اچھی دوست، نینا کا ہمیشہ ہر مشکل میں ساتھ دینے والی خاتون اور ہمیشہ نینا کا بھلا چاہنے والی، اس کی والدہ کی کال تھی۔

"اسلام وعلیکم !امی۔"

اس نے نہایت خوش دلی سے سلام کیا۔

" وعلیکم اسلام !نینا کیا حال ہے تمہارا؟"

جواب بہت ہی نرم لہجے میں آیا۔

"امی میں بالکل ٹھیک ہوں الحمد اللہ۔آپ اور بابا کیسے ہیں؟ علی اور اریحہ کیسے ہیں؟"

اس نے ایک کے بعد ایک سوال بہت تیزی سے پوچھے۔اس کی عادت تھی کہ جب بھی وہ بہت خوش یا پریشان ہوتی تو یوں ہی تیزی سے بولتی۔

" ہاں !ہاں !ہم سب بالکل خیریت سے ہیں۔میں نے تم سے کہنا تھا کہ تم نے اقوام متحدہ میں تقریر بہت اچھی کی ہے۔میں نے کچھ دیر پہلے ہی انسٹا گرام پر تمہاری تقریر سنی۔"انہوں نے اسے سراہا تو وہ تشکر سے بھرے لہجے میں مسکرائی۔

" بہت شکریہ امی۔"

" نینا !مجھے بہت خوشی ہے کہ تم فلسطین اور کشمیر میں ہونے والے ظلم کے خلاف بہت بہادری سے آواز اٹھاتی ہو لیکن بیٹی !اپنا بہت خیال رکھو۔مجھے اور تمہارے بابا کو ہر وقت تمہاری فکر رہتی ہے۔"

اب کی باران کے لہجے میں فکر تھی۔

" امی آپ میری فکر مت کیا کریں۔مجھے اپنا خیال رکھنا آتا ہے۔آپ بس اللہ سے میرے لیے دعا کیا کریں کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔" اس نے فوراً کہا۔

" نینا !میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں۔"جواب ہمیشہ کی طرح نرم لہجے میں ہی آیا۔

" امی مغرب کی نماز کا وقت ہونے والا ہے۔میں آپ سے کچھ دیر بعد بات کروں گی اللہ حافظ۔"

دور دراز کی مساجد سے اذانوں کی آواز جب آنے لگی تو اس نے کہا۔

" اللہ حافظ !اپنا خیال رکھنا۔"

" آپ بھی امی اپنا بہت خیال رکھیے گا۔"

اس نے حلیمہ صاحبہ سے کہا اور پھر فون رکھ دیا۔

(حلیمہ صاحبہ نے فون رکھ کر ایک گہرا سانس لیا۔ ان کی آنکھوں میں نمی خوب واضح تھی۔نینا کے اکثر یوں دوسرے ممالک کے وزٹ ہوتے رہتے۔۔اور اس کے ہر مرتبہ یوں چلے جانے پر حلیمہ صاحبہ پریشان رہتیں۔

آخر وہ ماں تھیں۔۔اپنی بیٹی کی دوری وہ کیسے برداشت کر سکتی تھیں؟

لیکن پھر بھی وہ نینا کو کبھی فورس نہیں کرتی تھیں کہ وہ ان کی وجہ سے گھر رک جائے۔۔کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ نینا ان کا سر کبھی نہیں جھکائے گی!۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ تینوں دمیر صاحب کا انتظار کرتے ہوئے اب کافی تھک چکے تھے۔وہ ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔ وقت کافی گزر چکا تھا۔شام کے سائے بس سمٹنے والے تھے۔

" آخر دمیر صاحب کیوں نہیں آئے ابھی تک۔"

ایلدار نے اکتاہٹ سے بھرے لہجے میں کہا۔سامنے بیٹھے دونوں افراد یہ سن کر خاموش رہے۔اس کا جواب ان دونوں کے پاس نہیں تھا۔

"ایلدار خاموش ہو جاؤ دمیر صاحب آگئے ہیں۔"

براق نے دور سے آتے ایک شخص کو ان کی میز کے سامنے آتے دیکھا تو ایلدار سے کہا اور وہ میز کے ساتھ رکھی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ایلدار اور احمت نے بھی جیسے ہی دمیر صاحب کو اپنے تک آتا دیکھا تو وہ بھی فوراً کھڑے ہو گئے۔

سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس وہ ادھیڑ عمر شخص ان تک آئے اور انہیں سنجیدگی سے دیکھا۔سیاہ گلاسز پہننے کے باوجود بھی ان کی آنکھوں کی چمک خوب واضح تھی۔

" مرحبا ! آیئے دمیر صاحب بیٹھیے۔"
براق نے انہیں سنجیدگی سے سلام کرتے ہوئے کہا۔وہ جواب میں کچھ کہے بغیر کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گئے۔ان کے بیٹھنے کے بعد وہ تینوں بھی اپنی نشستوں پر بیٹھے۔
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
مغرب کی اذان ہو چکی تھی۔آسمان پر شام کے گہرے رنگوں کا بسیرا تھا۔
وہ فرش پر جائے نماز پھیلائے نماز پڑھنے میں مصروف تھی۔فرش کا رنگ سمندر کی طرح نیلا تھا ۔۔ بالکل صاف اور شفاف۔
نماز میں سلام پھیرنے کے بعد اس نے اپنے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لیے اٹھائے۔
"میرے اللہ! آپ رحمٰن ہیں۔آپ رحیم ہیں۔رحیم و کریم ہیں۔آپ کی نعمتوں، رحمتوں اور برکتوں کا بہت بہت شکریہ۔" دعا کی شروعات وہ ہمیشہ اللہ کی حمد و ثناء سے کرتی۔
"اللہ تعالیٰ میرے دل کا حال صرف آپ ہی جانتے ہیں۔" اس نے وقفہ لیا۔
"اللہ ! جب لوگ مجھے بار بار خوف دلاتے ہیں اس بات کا کہ اگر میں باطل کے خلاف حق کی آواز اٹھاؤں گی تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔میں تب صرف یہی سوچتی ہوں کہ جب زندگی اور موت آپ کے ہاتھ میں ہے تو میں کیوں آپ کے علاوہ کسی اور سے ڈروں۔" اس کی بڑی سیاہ آنکھوں میں نمی اتر آئی جیسے کسی صاف اور شفاف شیشے کے اوپر نمی کی ایک لہر ابھر آئی ہو۔
" اللہ ! میرے تمام گناہوں کو معاف فرمادیں۔میری تمام غلطیوں کو معاف فرمادیں۔"
" مجھے ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر آپ کا انعام ہوا، اور مجھے ان لوگوں کی راہ سے ہمیشہ محفوظ رکھ جن پر آپ کا غصہ ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔"

اس کی آنکھیں اب برسنے لگی تھیں۔ نماز میں جب بھی وہ اللہ کے سامنے دعا کے لیے پیش ہوتی تو یوں ہی اس کی آنکھیں برستیں۔

(آنکھوں کا اللہ کے سامنے برسنا ہی انسان کو اس دنیا میں اور آخرت میں کامیابی عطا کرتا ہے۔)

"اللہ مجھے ہمیشہ ثابت قدم رکھنا۔ مجھے تمام گناہوں سے بچا اور جو میرے حق میں بہتر ہے وہ میرے حق میں فرما دے۔ آمین۔" اس نے اپنی دعا کا اختتام کیا۔

نماز پڑھنے کے بعد اس کے چہرے پر سکون اور خوشی کی روشنی آشکار تھی۔ یہ سکون اور خوشی اسے ہمیشہ تب ہی ملتی جب وہ نماز ادا کرتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ تینوں ان کی بات کافی سنجیدگی سے سن رہے تھے۔ جب سے وہ آئے تھے تب سے وہ سٹیز نشانتاشا کے بارے میں ہی گفتگو کیے جا رہے تھے۔ مگر اب وہ اصل بات کی جانب بڑھیں۔

"صرف دندار بے کے کہنے پر میں نے تم تینوں کو اپنی ٹیم میں شامل کیا۔ دندار بے نے کہا تھا کہ تم تینوں بہت قابل فوجی ہو۔" انداز اب کافی سنجیدہ تھا۔ یوں لگا کہ اب وہ ان تینوں کو بہت سی باتیں سنانے والے تھے جو ان کے اوپر ناگوار گزرتیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔

"آج میں یہ بتانا چاہوں گا کہ دندار بے بالکل ٹھیک تھے۔" اب کی بار ان کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ ان تینوں کے چہروں پر بھی خوشی کے تاثرات ابھرے۔

" بہت شکریہ دمیر صاحب۔"

براق یامان نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

"تم تینوں کے لیے میرے پاس ایک بہت اہم خبر ہے۔"

دمیر صاحب کچھ سنجیدہ ہوئے۔

" وہ کیا؟ "احمت نے فوراً پوچھا۔

" وہ شخص جس نے سٹیز نشانتاشا شاپنگ مال میں ٹائم بم لگوایا۔۔"وہ کہہ رہے تھے تو ان تینوں کے ماتھے پر بل آشکار ہوئے۔

"وہ شخص جو کہ ہمارا اور ترکی کا سب سے بڑا دشمن ہے،اس شخص کا نام معلوم ہو گیا ہے۔" انہوں نے اپنی بات کا اختتام کیا اور ایک گہری سانس لی۔ براق کی آنکھوں میں ایک سرخی کی لہر ابھری۔

" آخر کون ہے وہ ظالم انسان؟"براق کے پوچھنے سے پہلے ہی ایلدار نے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچتے ہوئے سوال کر ڈالا۔

" اس ظالم کا نام ہے **"مرات"**۔"دمیر صاحب نے چند لمحے بعد جواب دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے گہرے سائے ہر طرف پھیلے تھے۔چاروں اطراف میں آسمان تک پہنچنے والے قدیم اور گھنے درختوں کا جال بچھا تھا جس وجہ سے چاند کی روشنی ٹھیک سے پر نہیں پھیلا پا رہی تھی۔

"میں کہاں ہوں؟"

جامنی رنگ کا لباس اور سیاہ سکارف میں ملبوس نینا احسن نے نا سمجھی سے ارد گرد دیکھتے ہوئے اپنے آپ سے سوال کیا۔وہ اس کے لیے ایک انجان جگہ تھی جہاں وہ اب موجود تھی۔ یہ ایک جنگل تھا۔

" نینا۔" اس کے کان میں کسی نے سرگوشی کی۔

وہ یک دم ڈر سی گئی کیونکہ اس گھنے جنگل میں اس کے سوا اور کوئی شخص موجود نہ تھا۔

چاند کی روشنی کی ہلکی سی لکیر درختوں سے گزر رہی تھی جس وجہ سے اسے ارد گرد کے مناظر دکھائی دے رہے تھے۔

اچانک فضائیں تیز ہو گئیں۔۔بہت تیز۔اس کے دل کی دھڑکنیں بھی ان فضاؤں کی رفتار کی طرح ہی تیز ہونے لگیں۔چہرے پر نا سمجھی اور خوف اب مزید بڑھ گیا۔

اور پھر اسے اطراف میں سے بہت سے لوگوں کی چیخوں کی آوازیں آنے لگیں۔

" آخر کون ہے یہاں؟"

اس نے گھبراہٹ کا شکار ہوتے ہوئے چیخ کر کہا۔چاروں اطراف میں اس کے یوں چیخ کر بولنے کی آواز گونجنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دیباچہ
(نگاہ راحیل)

یہ جنگل کس کا ہے میرا خیال ہے میں جانتا ہوں
اگرچہ اس کا گھر گاؤں میں ہے
وہ مجھے یہاں رکتا ہوا نہیں دیکھے گا
نہ ہی اپنا برف سے بھرا ہوا جنگل دیکھنے آئے گا
یہ میرے چھوٹے سے گھوڑے کو بڑا عجیب لگتا ہے
جنگل کے پاس فارم ہاؤس کے بغیر رکنا
جنگل اور منجمد جھیل کے درمیان
سال کی تاریک ترین شام کو
وہ اپنے ساز کی گھنٹیوں کو زور سے ہلاتا ہے
یہ پوچھنے کے لیے کہ آیا یہاں رکنا ہماری غلطی تو نہیں
اور آنے والی مزید آوازیں تو بس
ہلکی ہوا کے چلنے اور برف کے نرم گالوں کی ہیں

جنگل دلکش، تاریک اور گھنا ہے
لیکن مجھے وعدے نبھانے ہیں
اور سونے سے پہلے مجھے میلوں دور جانا ہے
اور سونے سے پہلے مجھے میلوں دور جانا ہے۔

(روبرٹ فروسٹ کی نظم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کچھ ہی فاصلے پر سے اب گرج چمک کی آواز سنائی دے رہی تھی جو جلد ہی آنے والے برفانی طوفان کا پیغام پہنچا رہی تھی۔افق پر گہرے بادل چھانے لگے اور چاند ان گہرے بادلوں کے سائے میں ڈوبنے لگا۔ارد گرد تیز ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں جس کے باعث اس کی ریڑھ کی ہڈی تک کانپ اٹھی۔

اور پھر برفباری کی شدت سے اچانک آسمان تیز رفتاری سے گونج اٹھا۔موٹے موٹے فلیکس آسمان سے گر رہے تھے۔یہ سب بہت سحر انگیز سا تھا۔وہ وہیں ساکت سی کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ارد گرد موجود گھنے درخت برف کے بوجھ تلے دب رہے تھے۔

اس نے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائےاور اس گھنے جنگل میں آگے بڑھنے شروع کیا۔ وہ ارد گرد نظریں دہراتی ناسمجھی سے چل رہی تھی۔ٹھنڈ کے باعث اب اس کا جسم کپکپانے لگا تھا۔اور اس سردی کی شدت میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہو رہا تھا۔

برفباری کے اس شور میں اب دور سے آتی بھیڑیوں کی چیخوں کی آواز کا بھی اضافہ ہو گیا۔اس کے کانوں تک جب ان بھیڑیوں کی آواز پہنچی تو وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔خاموشی سے سامنے دیکھنے لگی۔سامنے سیاہ گہرے سائے تھے جس میں برفباری کی شدت اس منظر کو دھندلا رہی تھی۔وہ آوازیں ادھر سے ہی آرہی تھیں۔اس نے ایک گہری سانس لی۔

وہاں اس کے سامنے گھنے درختوں کے درمیان سے بھیڑیوں کا ایک گروہ آتا ہوا اسے دیکھ کر رک گیا۔وہ ان سے کچھ فاصلے پر ہی کھڑی تھی۔

تمام بھیڑیوں کی نظریں نینا پر تھیں۔

اس نے وہاں سے بھاگ جانے کی بجائے ادھر ادھر نگاہ دہرانا شروع کی کہ شاید یہاں اسے کچھ اپنی مدد کے لیے مل جائے۔

دائیں جانب دیکھنے پر اسے ایک درخت کی ٹوٹی ہوئی لکڑی دکھائی دی۔ وہ زمین پر اس سے بالکل کچھ ہی فاصلے پر گری تھی۔ وہ چھوٹے قدم چلتی اس لکڑی کے قریب گئی۔ ایک نظر اس لکڑی پر تھی تو ایک نظر ان بھیڑیوں پر۔ اس کی دل کی دھڑکنیں بہت تیز تھیں۔

اس نے جھک کر وہ لکڑی اٹھائی تو وہ بھیڑیے یہ دیکھ کر فوراً اس کی جانب بڑھیں اور ایک ایک کر کے انہوں نے اس کے اوپر چھلانگ لگانا شروع کر دی۔ وہ گھاس پر گر گئی۔ ہاتھ میں لکڑی ابھی بھی موجود تھی۔

اس نے اپنے بچاؤ کی خوب کوشش کی مگر وہ بھیڑیے اپنے پنجوں سے اس کے چہرے اور جسم کو لہو لہان کرنے میں کامیاب رہے۔ وہ تکلیف کے عالم میں چیخ رہی تھی مگر اس کی مدد کے لیے کوئی بھی شخص وہاں موجود نہ تھا۔

کچھ ہی لمحے بعد اس نے اپنے ہاتھ میں تھامی وہ درخت کی ٹوٹی ہوئی لکڑی ان میں سے ایک بھیڑیے کی آنکھ میں اپنی پوری قوت سے دے ماری اور وہ بھیڑیا فوراً بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا اور وہاں سے بھاگنے لگا۔

اس ایک بھیڑیے کو دیکھ کر باقی بھیڑیے بھی وہاں سے خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے۔

وہ گھاس پر زخمی حالت میں گری ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ، پاؤں اور چہرے میں سے بھیڑیوں کے نوکیلے ناخن لگنے کی وجہ سے خون بہہ رہا تھا۔ برفباری اب مزید تیز ہو چکی تھی۔ اس کا

دل ڈوب رہا تھا مگر پھر بھی اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن وہ کھڑی نہیں ہو پائی۔
اس نے اپنے بائیں طرف موجود گھنے درخت کی ٹہنی کا سہارا لیتے ہوئے کھڑے ہونے کی کوشش کی اور وہ اس میں بہ مشکل کامیاب ہو گئی۔ چند لمحے وہاں کھڑی رہی اور گہری سانس لی۔ اور پھر اس کی نظر درخت کے پیچھے گئی۔ اس کے چہرے پر موجود پریشانی اور گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا۔
مشکلات جیسے اس کے انتظار میں تھیں۔
اس درخت سے پیچھے ایک گہری کھائی تھی۔ دور دور تک پہاڑ تھے۔ ایسا نظارہ دیکھ کر اس کو چکر آنے لگے اور اس کا پاؤں ڈگمگا کر کھائی کی طرف کو پھسل گیا۔
اس نے تبھی اس درخت کی ٹہنی کو تھام لیا اور وہ کھائی میں گرنے سے بچ گئ۔
اب وہ حواس باختہ سی تھی اور اس نے بغیر کچھ سوچے سمجھے بھاگنا شروع کر دیا۔
وہ تیز قدموں کے ساتھ بھاگتے جا رہی تھی اور برف کا طوفان بھی بس تیز۔۔ بہت تیز ہو رہا تھا، اتنا تیز کہ اب اس کا سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔
زمین ایک برف کا قالین بن چکی تھی۔ اس کے قدم کچھ فاصلہ طہ کرنے کے بعد رک گئے یوں کہ اب ان میں مزید چلنے کی قوت نہ تھی۔ اس کی نظر برف کے قالین پر گئی تو اسے وہاں کچھ دکھائی دیا۔ تیز برفباری کی وجہ سے سب مناظر دھندلے سے تھے۔ وہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے غور سے برف میں موجود اس شے کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔
"یہ !یہ تو کوئی پرندہ ہے۔"

اس نے زیر لب کہا۔اس کی آواز میں گھٹن تھی۔

"کیا یہ چکور ہے؟"

اس پرندے کو چند لمحے مزید غور سے دیکھنے کے بعد اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

وہ پرندہ برف کی قید میں پھنسا ہوا تھا۔وہ یہ سب بالکل ساکت سی کھڑی دیکھ رہی تھی۔

اور پھر

الارم کلاک کی گھنٹی بجنے کی آواز نے اسے نیند کے آغوش سے جگادیا۔

اپنے آپ کو رینوک ہوٹل میں اپنے بک کروائے گئے کمرے کے بیڈ پر پاکر نینا یہ سمجھ گئی کہ وہ سب مناظر ایک خواب کے تھے۔ ایک عجیب خواب کے۔اس کے چہرے پر ابھی بھی نا سمجھی۔۔خوف۔۔اور بے یقینی کے تاثرات موجود تھے۔

اس نے سائیڈ ٹیبل سے الارم کلاک اٹھائی اور اسے بند کیا۔پھر وقت دیکھا۔

وہ اسی وقت بیڈ سے اٹھ گئی۔ فجر کی نماز کا وقت تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ تینوں دمیر صاحب کی گفتگو نہایت متوجہ ہو کر سن رہے تھے۔

"سنا ہے کہ مرات بہت خطرناک ہے۔"

دمیر صاحب نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے ان تینوں سے سنجیدہ انداز میں کہا۔

(سامنے رکھی میز پر کافی کے چار مگز پڑے تھے جن میں اب کافی موجود نہیں تھی۔وہ چاروں کافی پی چکے تھے۔)

(بہت دلکش، خوبصورت اور ایک محل جیسا گھر۔ دیواروں پر ہر طرف خوبصورت تصویریں۔ سیڑھیاں سرخ کارپٹ سے ڈھکی تھیں۔

سیڑھیوں سے اوپر جاتے ہی دائیں طرف ایک انتہائی وسیع اور خوبصورت بیڈ روم تھا۔ سنگھار میز کے سامنے ایک دراز قد آدمی کھڑا تھا۔ اس نے اپنے سر پر ایک بھوری ہیٹ پہن رکھی تھی۔

سیاہ جیکٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس اس شخص نے ایک سیاہ کپڑے کا ٹکڑا اپنے ہاتھ میں تھاما۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک چمک ابھری اور ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ۔)

"مرات کی کوئی تصویر نہیں ہے کیا۔"

احمت نے پوچھا تو اس کے دل میں یہ امید ضرور تھی کہ "مرات" کی کوئی تصویر تو ضرور ہو گی۔

"نہیں ! اس ظالم کی کوئی تصویر نہیں ہے۔"

انہوں نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیوں؟ "براق نے فوراً اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتے ہوئے پوچھا۔

(مرات نے اپنا چہرہ اس سیاہ کپڑے کے ٹکڑے کے ساتھ اس طرح سے ڈھکا کہ صرف اس کی دو آنکھوں کے سوا اور کچھ آشکار نہیں ہو رہا تھا۔ اپنے آپ کو یوں سنگھار میز کے شیشے میں دیکھ کر اس کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھی۔)

"کیونکہ ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جہاں جاتا ہے۔۔"

دمیر صاحب نے چند لمحے کا وقفہ لیا۔ وہ تینوں انہیں سننے کے منتظر تھے۔

"وہ جہاں جاتا ہے وہاں اپنے چہرے کو ایک سیاہ کپڑے سے چھپائے رکھتا ہے جس وجہ سے اس کو پہچاننا بہت مشکل ہے۔میرے پاس اس کی ایک یہی تصویر ہے۔"

دمیر صاحب نے اپنے کوٹ کی جیب میں سے ایک تصویر نکالتے ہوئے کہا۔وہ تصویر انہوں نے براق کی جانب بڑھائی۔اس نے وہ تصویر اپنے ہاتھ میں فوراً تھامی اور اسے چند لمحے غور سے دیکھا۔

(وہ تصویر کسی ویران اور بنجر سی عمارت کی لگ رہی تھی۔ ایسی عمارت جس کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہاں صدیوں سے کوئی نہیں گیا۔)

"کون یقین کرے گا کہ یہ ویران عمارت کبھی ایک شاپنگ مال ہوا کرتی تھی۔ "

دمیر صاحب نے افسوس سے براق کے ہاتھ میں اس تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

(اس تصویر میں اس ویران عمارت کے سامنے ایک شخص چہرے پر سیاہ کپڑا ڈالے اور ایک سیاہ لمبا کوٹ پہنے کھڑا تھا۔اس کے ہاتھ میں ایک پستول تھی۔

"پتا نہیں کیوں مگر مجھے ایسا لگتا ہے یہ ہیٹ میں نے پہلے کہیں دیکھی ہے۔"

مرات کی پہنی ہوئی بھوری ہیٹ کو دیکھتے ہوئے براق زیر لب بڑبڑایا۔احمت اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"کیا آپ نے کچھ کہا ؟ "احمت کے پوچھنے پر براق نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ تصویر ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔"

دمیر صاحب نے چند لمحے بعد کچھ مایوس کن انداز میں کہا۔

"مجرم تک پہنچنے کے لیے میرے لیے یہی ایک تصویر کافی ہے۔"

براق نے کافی پر اعتماد انداز میں اس تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔اس کی نیلی آنکھوں کی چمک اور پر اعتماد انداز کو دیکھ کر دمیر صاحب حیران رہ گئے۔

(وہ شاید یہ بھول رہے تھے کہ یہ الفاظ براق یامان نے کہے تھے!

وہ براق یامان جو سب کو حیران کر دینے میں ماہر تھا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 12 جنوری، 2022 ۔

سورج کی تیز روشنی نے اپنے پر ہر سو پھیلائے ہوئے تھے۔آسمان پر سورج کے ساتھ ساتھ روئی جیسے بادلوں کا جال بھی بچھا تھا جس وجہ سے ارد گرد ہلکی سی ٹھنڈی ہوا بھی رقص کر رہی تھی۔

چاروں اطراف میں اونچے لمبے درخت موجود تھے جو سورج کی روشنی کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔درمیان میں ہی ایک چھوٹا سا کاٹیج (چھوٹا گھر) موجود تھا جہاں سے کافی شور آرہا تھا۔

"مجھے جلدی وہ فائلز ڈھونڈ کر دو کہیں وہ یہاں پہنچ نہ جائے۔"

اس کاٹیج میں موجود ایک بوڑھا آدمی اپنے سامنے کھڑے شخص سے بہت بے چینی اور پریشانی کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

"آپ فکر کیوں کرتے ہیں بابا! آپ کی فائلز مل جائیں گی۔"

سامنے کھڑا شخص الماری کی جانب بڑھتے ہوئے انہیں تسلی دے رہا تھا۔اس نے الماری کھولی، چند لمحے اس میں موجود چیزیں ادھر ادھر کیں اور پھر اسے مطلوبہ فائلز مل گئیں۔اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"ابا میں نے کہا تھا نا کہ فائلز مل جائیں گی۔"

اس نے وہ فائلز اس بوڑھے شخص کی جانب بڑھاتے ہوئے کافی فاتحانہ انداز میں کہا۔

"شکر ہے اللہ کا کہ یہ فائلز مل گئیں۔ آیاز بیٹے !تم جانتے ہو اگر یہ فائلز نہ ملتیں تو۔۔"

وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکے۔کاٹیج کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔وہ دونوں بے یقینی سے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"بابا آپ رکیے میں دیکھتا ہوں کون ہے۔"

آیاز یہ کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا،ایمرے بے نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر کچھ کہہ نہ پائے۔آیاز نے دروازے کا لاک آہستگی سے کھولا اور باہر نکلا۔ارد گرد نگاہ دہرائی تو کوئی نظر نہ آیا۔ اس کے دل کو اطمینان سا ملا۔

"بابا یہاں تو کوئی نہیں ہے۔"

کاٹیج میں اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔یہ سن کر جیسے ایمرے بے کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک کرنٹ سا دوڑا۔یہ جیسے ایک اچھا سگنل نہیں تھا۔

"آیاز ! وہاں سے ہٹ جاؤ۔ "

ایمرے بے چلائے۔آیاز نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتا،دور سے گولی چلنے کی آواز گونجی اور وہ گولی سیدھا آیاز کے سر پر لگی۔ وہ اسی وقت زمین پر گر گیا۔اس کے سر میں سے بہتا ہوا خون دیکھ کر ایمرے بے کے ہاتھ میں موجود فائلز زمین پر گر گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ سنگھار میز کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔وہ اپنے لمبے اور گھنے سیاہ بال ایک طرف کو کیے ان پر آہستگی سے کنگی کر رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں آج نا سمجھی اور پریشانی کی ملی جلی لہریں موجود تھیں۔ وہ ایک حسین اور دلکش سبز رنگ کے لانگ فراک میں ملبوس تھی۔

"آخر اس خواب کا کیا مطلب تھا؟"

وہ دل ہی دل میں یہ سوال اپنے آپ سے کئی مرتبہ کر چکی تھی لیکن اس کا جواب اسے اب تک نہیں مل سکا تھا۔اس کے موبائل کی سکرین روشن ہوئی تو اس نے موبائل کو سنگھار میز پر سے اٹھایا۔

"اوہ ! انسٹا گرام پر کامنٹس۔
وقت ہی نہیں مل سکا کامنٹس دیکھنے کا۔"

اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔انسٹا گرام کا کامینٹ سیکشن کھولنے کے بعد اس نے باری باری سارے کامنٹس پڑھنا شروع کیے۔ایک کے بعد ایک کامنٹ اس کے چہرے پر خوشی اور امید لا رہا تھا۔کامینٹ سیکشن کشمیر اور فلسطین کے ٹاپک سے بھرا ہوا تھا۔

سب کامنٹس کشمیر اور فلسطین کی فیور میں تھے۔وہ موبائل ہاتھ میں تھامے کھڑکی کی جانب بڑھی۔

اس نے موبائل بند کیا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔باہر تیز بارش ہو رہی تھی جس وجہ سے کھڑکی پر بارش کے قطرے نمایاں تھے۔نیویارک آج کاف حسین لگ رہا تھا۔

(ایسا موسم نینا کا سب سے پسندیدہ موسم تھا۔تیز بارش میں بھیگتے ہوئے قدرت کے نظارے یقیناً کافی دلکش اور پر فتن ہوتے ہیں۔)

وہ یہ خوبصورت منظر خاموشی کے سائے میں ڈوب کر دیکھ رہی تھی جیسے اس منظر نے اسے اپنے سحر میں جکڑ لیا ہو۔

(اس دن بھی ایسا ہی موسم تھا۔ اسے اچھے سے یاد تھا۔
وہ اپنی زندگی کا وہ وقت آخر کیسے بھول سکتی تھی، جب اس کی زندگی بدلنا شروع ہوئی۔)

کچھ سال پہلے۔

یہ منظر ایک وسیع اور خوبصورت ہال کا تھا۔ پورے ہال میں ایک ترتیب کے ساتھ نشستوں کی قطاریں تھیں۔ سامنے ہی ایک اسٹیج کھڑا تھا جو سب کی توجہ اپنی طرف کھینچے ہوئے تھا۔ اسٹیج پر ایک کے بعد ایک طالب علم آ کر کوئی تقریر کرتا یا نغمہ وغیرہ سناتا اور ہال تالیوں کے شور سے گونج اٹھتا۔
اب اسٹیج پر روسٹرم کے سامنے کھڑی ایک لڑکی تقریر کر رہی تھی۔ زیادہ تر لوگ اب اس کی تقریر متوجہ ہو کر نہیں سن رہے تھے کیونکہ ہر کسی کو ایک ہی وقت کا انتظار تھا۔

امتحان کے نتائج کا!۔

اسلام آباد بارش کی بوندوں سے بھیگ رہا تھا۔ بارش اور مٹی کی خوشبو ماحول میں ارد گرد پھیلی تھی۔ درختوں کے پتے مسلسل بارش کے قطروں کو خود میں سمانے میں مگن تھے۔
تیز چلتی ہوئی ٹھنڈی ہوا دل کو تسکین پہنچاتی۔

سفید فراک میں ملبوس، سیاہ کندھے تک آتے بال جو ایک پونی میں بندھے تھے، وہ لڑکی اپنی نشست پر بیٹھی اپنے والد صاحب سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔اس کی بڑی سیاہ آنکھوں میں آج ایک خاص چمک تھی۔ چہرے پر یقین تھا۔

"بابا! یہ لڑکی کب اپنی تقریر ختم کرے گی؟"

اسٹیج پر تقریر کرتی ہوئی شخصیت کو دیکھتے ہوئے نینا احسن نے بیزاری کے عالم میں کہا۔

"نینا صبر کرو تھوڑا سا۔"

احسن صاحب نے اس سے کہا۔

بابا مجھ سے انتظار نہیں ہو رہا کہ کب۔۔"

وہ کہتے ہوئے رکی۔

"یہ اعلان کیا جائے گا کہ آٹھویں جماعت میں اول آئی ہیں نینا احسن!"

اس نے کافی پر اعتماد انداز میں کہا۔اس کے چہرے کی مسکراہٹ مزید بڑھ گئی۔

"نینا خاموش ہو جاؤ۔ شور مت کرو۔"

احسن صاحب نے اسے تاکید کی۔

"اوکے!۔"

اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"ویسے کیا تمہیں یقین ہے کہ تم ہی فرسٹ آؤ گی؟"

یہ سوال حلیمہ صاحبہ نے اس سے کیا تھا۔ان کا سوال سن کر وہ زیر لب مسکرائی۔

"امی ! مجھے پورا یقین ہے کہ میں ہی فرسٹ آئی ہوں گی۔"

اس نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے گردن اونچی کر کے کہا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟"

سوال فوراً پوچھا گیا۔ان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"کیونکہ میرے علاوہ اور کوئی فرسٹ آ ہی نہیں سکتا۔"

نینا نے ابرو اچکا کر کافی فخر سے کہا۔یہ بات حلیمہ صاحبہ کو اچھی نہیں لگی کیونکہ یہ پر اعتمادی نہیں تھی۔

"ایسے نہیں کہتے نینا۔"

انہوں نے تھوڑا سنجیدہ ہو کر اس سے کہا۔

"اف !امی میرا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ دیکھ لینا آج بھی میں ہی فرسٹ ہوں گی۔"

حلیمہ صاحبہ نے اب کی بار اس سے کچھ نہیں کہا اور وہ اسٹیج کی جانب متوجہ ہو گئیں۔

اسٹیج پر موجود لڑکی تقریر ختم کر کے اب جا رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد ایک رعب دار شخصیت اسٹیج پر آئیں اور روسٹرم کے سامنے کھڑی ہوئیں۔وہ مس آمنہ تھیں۔۔نینا کی سب سے پسندیدہ ٹیچر۔نینا ان کی ہر بات کافی متوجہ ہو کر سنتی۔

"اسلام و علیکم !امید کرتی ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گے۔"

انہوں نے اپنی بات کا آغاز کیا۔

" آج ہم سب کا یہاں پر اکٹھا ہونے کا مقصد یہ ہے کہ جن طلباء نے بہت محنت سے امتحانات میں کامیابی حاصل کی ہےان کا اعلان کیا جائے اور انہیں ان کی محنت کا صلہ دیا جائے۔"

وہ نرم لہجے میں کافی گرم جوشی سے اپنی بات کہہ رہی تھیں۔

"امتحانات کا اعلان کرنے سے پہلے میں آپ سب سے کچھ کہنا چاہوں گی۔"

انہوں نے چند لمحے کا وقفہ لیا۔ نشستوں پر موجود تمام افراد ان کی طرف متوجہ تھے۔

"علامہ اقبال کو کون نہیں جانتا، ان کی شاعری نے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا۔ان کے الفاظ قابل تعریف ہیں۔آج میں آپ کے ساتھ ان کے کچھ خوبصورت الفاظ شئیر کرنا چاہوں گی۔"

نینا کو اس وقت صرف امتحانات کے نتائج کا انتظار تھا۔ وہ اس وقت بس یہ چاہتی تھی کہ مس آمنہ جلدی سے اپنی باتیں ختم کریں اور امتحانات کے نتائج کا اعلان کریں۔

"علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ

تو جاہل صوفی اور کم عقل ملا کی باتوں میں اس قدر آیا

کہ تو نے قرآن سے ہدایت لینا ہی چھوڑ دیا۔"

مس آمنہ کہہ رہی تھیں تو ان کی آنکھوں میں کچھ خاص تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی نینا ان کے الفاظ کی جانب متوجہ ہوئی۔

"تجھے قرآن سے صرف اتنا سروکار رہ گیا

کہ جب تیرے بوڑھے کی روح اٹک گئی

تو، تو لیس لے کر بیٹھ گیا۔۔"

انہوں نے ایک گہری سانس لی۔نینا کا ذہن ان کے الفاظ کا تعقب کرنے میں گم سا تھا۔

"افسوس !کہ تو نے قرآن سے صرف مرنا ہی سیکھا۔"

یک دم نینا کے دل پر ایک بوجھ سا پڑا۔آنکھوں میں ایک ہلکی سی نمی اتر آئی۔وہ ان کے الفاظ اب مزید غور سے سن رہی تھی۔

"کاش !جس قرآن سے تو نے مرنا ہی سیکھا

تو اس سے جینا بھی سیکھ لیتا۔"

انہوں نے اپنی بات کا اختتام کیا۔اب وہ امتحانات کے نتائج کا اعلان کرنے والی تھیں۔وہ وقت آ گیا تھا جس کا نینا کو بہت انتظار تھا لیکن اب اس کے چہرے پر کچھ عجیب سے تاثرات کا بسیرا ہو چکا تھا۔وہ امتحانات کے نتائج کے لیے اب پہلے کی طرح بے تاب نظر نہیں آ رہی تھی۔

اس کے ذہن میں بہت سے سوالوں نے گھر کر لیا تھا۔

"کیا میں نے قرآن سے جینا سیکھا ہے؟"سوال اس کے ذہن میں ابھرا تو دل پر بوجھ مزید بڑھ گیا۔

"کیا میں قرآن میں بتائے گئے اللہ کے احکامات پر عمل کرتی ہوں؟"اگلا سوال اس کے ذہن کے پردوں پر جب ابھرا تو اس کی آنکھوں میں نمی مزید گہری ہو گئی۔

نہیں !ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں بس بہت زیادہ سوچ رہی ہوں۔"

اس نے خود کو تسلی دینا چاہی لیکن اس کا دل اور دماغ دونوں ہی کہیں رک سے گئے تھے۔

"ایسا ہی ہے، یہ سچائی ہے، میں تو قرآن پاک کے احکامات کو ٹھیک سے جانتی ہی نہیں۔"

تسلی کا کوئی فائدہ نہ ہوا، جو سچ تھا اس کا اقرار اس کے دل نے کر دیا۔

"میں اللہ کے احکامات کے بارے میں جتنا جانتی ہوں ، وہ بھی میں نے بس لوگوں سے ہی سنا ہے۔ قرآن کس معاملے میں کیا کہتا ہے یہ مجھے معلوم ہی نہیں۔"

"کیا میں صرف نام کی مسلمان ہوں؟"

اس کے دل میں ایک دم ویرانی سی چھانے لگی۔ اسے ایسا لگا جیسے وہ کسی سے دور تھی۔۔ بہت دور۔

"اللہ تعالیٰ میں تو آپ سے بہت دور ہوں۔ میں یہ فاصلہ کیسے ختم کروں؟"

اس کی آنکھیں برسنا چاہتی تھیں لیکن اس نے اس برسات کو روکا اور تب ہی اسے محسوس ہوا کہ کوئی اسے پکار رہا تھا۔

"Naina Ahsan! Please come on the stage to receive your award.

Please give a big hand to her.

She got 1st position in class 8th".

تالیوں کی گونج میں مس آمنہ نینا کو اسٹیج پر کافی گرم جوشی کے ساتھ بلا رہی تھیں۔

وہ موقع آگیا تھا جس کا نینا کو بہت انتظار تھا۔ لیکن اب اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا کہ اسے اس کامیابی کی کوئی خوشی ہی نہیں۔

"نینا بیٹی جاؤ، تمہیں سب اسٹیج پر بلا رہے ہیں۔"

احسن صاحب نے نینا سے کہا تو وہ اپنی کرسی سے اٹھی۔اس کے چہرے کے تاثرات کچھ بدلے۔وہ اسٹیج کی جانب بڑھی۔آنکھوں میں بہت کچھ تھا جو کوئی دیکھ لیتا تو یوں سمجھتا کہ اس کی آنکھوں میں موجود نمی یا آنسو اس خوشی کی بنا پر ہیں جو اسے اپنی کامیابی سے ملی ہے۔مگر درحقیقت یہ آنسو تو تکلیف۔۔دکھ۔۔اور پچھتاوے کے تھے۔

اسٹیج پر مس آمنہ اور ان کے ساتھ کھڑی اسکول کی پرنسپل صاحبہ ایوارڈ ہاتھ میں تھامے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

مس آمنہ بار بار روسٹرم کے سامنے کھڑے مائیک میں نینا کا نام پکار رہی تھیں۔

اس کے اسٹیج پر پہنچتے ہی مس آمنہ کے ساتھ کھڑی پرنسپل صاحبہ نے نینا کو ایوارڈ ہاتھ میں تھمایا۔ اس نے وہ ہاتھ میں پکڑا ایوارڈ دیکھا جس پر اس کا نام جگمگا رہا تھا۔اس کی آنکھوں کی نمی میں مزید اضافہ ہو گیا۔اس ایوارڈ کو اپنے ہاتھ میں دیکھ کر اس کا پچھتاوا مزید بڑھ گیا۔

" She is a very Hardworking Student.

There is no doubt in it that she is the Pride of our School."

مس آمنہ اب مائیک میں نینا احسن کی تعریفیں کر رہی تھیں لیکن نینا اس طرف متوجہ نہیں تھی۔

اسے اپنی تعریفیں سن کر کوئی خوشی بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی کیونکہ اس کے دل و دماغ میں اس وقت علامہ اقبال کہ وہ الفاظ جو کچھ ہی دیر پہلے مس آمنہ نے کہے تھے،وہ سما چکے تھے۔

نینا نے نم آنکھوں کے ساتھ احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ کی جانب دیکھا۔ان کے چہروں پر خوشی کے تاثرات خوب واضح تھے۔اس کی آنکھوں میں نمی کو دیکھ کر وہ یہ ہی سمجھے کہ یہ نمی اس کی کامیابی کی خوشی کی وجہ سے ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد میں اب ہر جانب رات کے سیاہ گہرے سائے کا جال پھیل چکا تھا۔آسمان پر چاند کی ٹکیہ گہرے بادلوں کے سائے میں چھپی ہوئی تھی۔نینا اپنے بیڈروم میں موجود تھی۔وہ کھڑکی سے باہر آسمان کو اداس نظروں سے دیکھ رہی تھی۔بال اب ڈھیلی سی پونی میں بندھے تھے۔وہ ایک ہلکے گلابی رنگ کا فراک پہنے ہوئے تھی۔اس کے گلابی گال اب سرخ ہو رہے تھے۔وہ جب بھی پریشان یا اداس ہوتی تو اس کے گالوں پر سرخی کی لہریں ابھر آتیں۔

"آخر میں اللہ کے احکامات کے بارے میں کیسے جانوں؟"

اس نے نم آنکھوں کے ساتھ دل ہی دل میں سوچا۔

"میں کیا کروں؟"

اس نے بے بسی کے ساتھ اپنے آپ سے سوال کیا۔چند ہی لمحے بعد اس کے ذہن کے پردوں پر کچھ ابھرا۔پہلے اس کی آنکھوں میں بے یقینی۔۔اور پھر حیرانی چھا گئی۔

"اوہ !میں کتنی بیوقوف ہوں۔"

اپنا ہاتھ ماتھے پر مارتے ہوئے اس نے افسوس سے کہا۔وہ فوراً اپنے کمرے باہر نکلی اور تیز قدم چلتی ہوئی حلیمہ صاحبہ کے پاس باورچی خانہ میں گئی۔

حلیمہ صاحبہ برتن دھونے میں مصروف تھیں۔وہ سب رات کا کھانا کھا چکے تھے۔اس نے چند لمحے انہیں دیکھا اور پھر کہنے کے لیے الفاظ ڈھونڈے۔حلیمہ صاحبہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور دوبارہ سے وہ برتن دھونے میں مصروف ہو گئیں۔

"امی ! آپ نے سارے سپارے وغیرہ کہاں رکھے ہوئے ہیں؟"

اس نے کافی پرجوش انداز میں پوچھا۔یہ سوال سن کر حلیمہ صاحبہ کے چہرے پر ناسمجھی کی لہر ابھری۔ انہوں نے تھوڑا سوچا۔

"شیلف کے اوپر پڑے ہوئے ہیں۔"

اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کہا۔وہ ابھی بھی ساتھ ساتھ برتن ہی دھو رہی تھیں۔

"امی وہ والے نہیں۔"

نینا نے فوراً کہا۔

"پھر کون سے؟"

حلیمہ صاحبہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے ناسمجھی کے ساتھ پوچھا۔

"امی وہی سارے سپارے وغیرہ جو آپ نے ایک کارٹن میں رکھے ہوئے ہیں۔"

نینا نے انہیں یاد دلانے کی کوشش کی۔حلیمہ صاحبہ اب سارے برتن دھو چکی تھیں۔وہ اب اس کی جانب مڑیں۔

"اچھا وہ !وہ کارٹن تو میں نے سٹور روم کی الماری کے اوپر رکھا ہوا ہے۔"

انہوں نے چند لمحے بعد کہا تو نینا کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ابھری۔

"اوکے !تھینک یو امی۔"

وہ یہ کہتے ہوئے تیز قدم چلتی باورچی خانہ سے باہر چلی گئی۔

"لیکن تمہیں اس کارٹن میں سے کیا چاہیے؟"

انہوں نے تھوڑا بلند آواز میں پوچھا لیکن تب تک نینا وہاں سے جا چکی تھی۔

"اللہ !اس لڑکی کو ہدایت دے۔ ہونہہ۔"

وہ نینا کے یوں ان کی بات کا جواب دیے بغیر چلے جانے پر افسوس سے سر ہلاتی ہوئیں دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف ہو گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر سٹور روم کا تھا۔وہ وہاں موجود تھی۔اس نے ایک کرسی الماری کے سامنے رکھی ہوئی تھی اور وہ اس کرسی پر کھڑی ہو کر الماری کے اوپر چیزیں ادھر ادھر کر رہی تھی۔

چند لمحے تک چیزیں ادھر سے ادھر کرنے کے بعد وہ تھک سی گئی۔ لیکن اسے امید تھی کہ اسے وہ کارٹن ضرور مل جائے گا۔اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی امید تھی کہ اس کارٹن میں اسے ترجمے کے ساتھ قرآن مجید بھی ضرور ملے گا۔اس نے دوبارہ الماری کے اوپر چیزیں ادھر ادھر کرنا شروع کیں تو اب کی بار چند ہی لمحے بعد اس کے ہاتھ ایک کارٹن لگا۔اس پر کافی دھول مٹی جمع تھی۔

اس نے وہ کارٹن اٹھانے کی کوشش کی۔وہ کارٹن کافی بھاری تھا لیکن پھر بھی اس نے اسے اٹھا لیا۔

وہ اس کارٹن کو اٹھاتے ہوئے کرسی سے نیچے اتری۔

سامنے ہی کچھ ڈبے پڑے تھے جن پر اس نے اس کارٹن کو رکھ دیا۔

اس کارٹن کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا کہ جیسے اسے صدیوں سے کسی نے کھولا ہی نہیں۔اس نے اس پر موجود دھول مٹی کو ایک کپڑے سے صاف کیا اور پھر اسے کھولنا شروع کیا۔

جب وہ کارٹن کھلا تو نینا کے معصوم چہرے پر ایک دم خوشی کے بہت سے تاثرات ابھرے۔ اسے یقین تھا کہ یہاں وہ جسے ڈھونڈ رہی ہے وہ اسے ضرور ملے گا۔

وہ ایک ایک کر کے ہر کتاب کو دیکھنے لگی۔

ہر کتاب کسی خاص عنوان کے اوپر لکھی گئی تھی جیسے گواہی کے احکام، قسم کے احکام اور انسانوں کے حقوق وغیرہ۔وہ کچھ دیر تک یوں ہی ساری کتابیں نکال کر دیکھتی رہی۔

اس نے اپنی تلاش جاری رکھی۔ لیکن اسے وہ نہ مل سکا جس کی اسے تلاش تھی۔

اسے ایک دم کچھ مایوسی ہوئی۔دل کے کسی کونے میں اسے ایسا محسوس ہوا کہ یہاں اسے ترجمے کے ساتھ قرآن مجید نہیں مل پائے گا تو اسے اپنی تلاش اب روک دینی چاہیئے۔

اس نے ایک نظر کارٹن میں دہرائی جس میں اب صرف کچھ ہی کتابیں باقی تھیں۔اس نے اس میں سے ایک کتاب نکالی۔

وہ کتاب تھی وراثت کے احکام پر۔اس کی مایوسی میں مزید اضافہ ہوا۔

اس نے اس کتاب کو ایک طرف موجود ایک ڈبے پر رکھا اور چند لمحے بعد اس کارٹن میں دوبارہ دیکھا۔

وہاں تین کتابیں موجود تھیں۔ وہ سب سے اوپر پڑی سبز رنگ کی کتاب کو دیکھنے لگی۔

اس کتاب پر سفید رنگ میں کچھ لکھا تھا۔

"تفسیر القرآن!، جلد نمبر1 ۔"

اس نے اس کتاب کی سبز جلد پر لکھے گئے روشن الفاظ کو زیر لب پڑھا۔

پہلے وہ حیران ہوئی اور پھر اس کی حیرانی خوشی اور شکر میں تبدیل ہو گئی۔اسے قران مجید ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ مل گیا تھا۔اس نے اپنے ہاتھ اس مقدس کتاب کی جانب بڑھائیں لیکن پھر اسے یاد آیا کہ یہ کوئی عام سی کتاب نہیں ہے جسے یوں ہی ہاتھ میں تھام لیا جائے۔اس کو ہاتھ میں تھامنے کے لیے انسان کا پہلے باوضو ہونا ضروری ہے۔

اس نے اس کتاب کو دیکھتے ہوئے اپنے آپ سے عہد کیا کہ وہ آج اسے ضرور پڑھے گی۔اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی جب اس نے اپنے آپ سے یہ عہد کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اپنے بیڈ روم میں موجود تھی۔وہ صوفے پر بیٹھی تھی اور اس کے سامنے ایک میز پڑی تھی۔ اس نے اپنے سر پر ایک دوپٹہ لے رکھا تھا۔آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔چہرے پر ایک امید تھی۔ اس وقت جب اس کے گھر کے ہر کمرے کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں، صرف اس کا کمرہ روشن تھا۔ کھڑکی پردوں سے ڈھکی ہوئی تھی لیکن اس کے باوجود ٹھنڈی ہوا کی لہریں اس میں سے گزر کر کمرے میں ہر سو پھیل رہی تھیں۔

اس نے میز پر قرآن کی تفسیر کو احترام کے ساتھ رکھا۔۔وہ تفسیر رحل میں موجود تھی۔کمرے کا دروازہ اس نے لاک کر رکھا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی بھی اسے دیکھے اور یہ سوال کرے کہ اچانک اس نے قرآن کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھنے کا کیوں فیصلہ کیا؟اچانک یہ تبدیلی اس میں کیسے آئی؟

ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ کہیں کسی کی تعریف یا ستائش اس کی اس "عبادت" کو ریاکاری میں نہ تبدیل کر دے۔

(جب عبادت کا مقصد دوسروں کی تعریف اور ستائش حاصل کرنا بن جائے تو وہ "عبادت" نہیں بلکہ "ریاکاری" بن جاتی ہے۔)

خیر اس نے تمام سوچوں کو اپنے ذہن سے دور بھگایا اور حاضر دماغی کے ساتھ قرآن کی تفسیر کا پہلا صفحہ کھولا۔ صفحہ کے سب سے اوپر تعوذ لکھا تھا۔ اس نے چند لمحے بعد تعوذ پڑھنا شروع کیا۔

"میں پناہ مانگتی ہوں اللہ کی شیطان مردود کے شر سے۔"

تعوذ پڑھنے کے بعد اس نے اس کا ترجمہ پڑھا۔

اس کمرے میں ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ ایسا سکون جو اب اس کے دل میں بھی بھر چکا تھا۔ ایسا سکون اس کے دل کو پہلے کبھی میسر نہ ہوا۔

(کھڑکی سے باہر آسمان پر اب بادلوں کے گرجنے کی آواز گونج رہی تھی جو اس بات کی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ کچھ ہی دیر بعد یہ بادل اپنے پورے زور و شور سے برس پڑیں گے۔)

صفحے پر اب تعوذ کے نیچے کی سطروں پر تعوذ کی تفسیر تحریر تھی۔ اس نے ایک نظر اس کی تفسیر پر ڈالی اور پھر اسے پڑھنا شروع کیا۔

"اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جب آپؐ قرآن پڑھنے لگیں تو اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کی پناہ طلب کیجیے۔" وہ ہر لفظ پر انگلی پھیرتے ہوئے زیر لب پڑھ رہی تھی۔

"پناہ کے معنی ہیں محفوظ رکھنا۔ پناہ کسی دشمن سے یا پھر کسی نقصان پہنچانے والی چیز سے مانگی جاتی ہے۔"

"شیطان سے پناہ کے معنی ہیں شیطان سے حفاظت۔ چونکہ شیطان غیر محسوس طور پر انسان کی فکر پر اثر انداز ہوتا ہے اس لیے اس سے پناہ مانگی جاتی ہے۔"

وہ کافی متوجہ ہو کر تفسیر پڑھ رہی تھی اور اسی دوران اس کے ذہن کے پردوں پر ایک سوال ابھرا۔

" آخر اس کا کیا مطلب ہوا کہ شیطان انسان کی فکر پر غیر محسوس طور پر اثر انداز ہوتا ہے؟ "

سوال نے اسے چند لمحوں کے لیے تفسیر پڑھنے سے روکا۔اس نے تفسیر پر سے نظریں ہٹا کر اپنے کمرے کی کھڑکی کی جانب دیکھا۔چند لمحے ساکت سی بیٹھی اس سوال کے بارے میں سوچتی رہی۔اور پھر اس نے ایک فیصلہ کیا کہ وہ اپنے تمام سوالوں کے جواب یہ تفسیر پڑھنے کے بعد خود ڈھونڈے گی۔اس نے کھڑکی کی جانب سے نظریں ہٹائیں اور دوبارہ اپنی توجہ تفسیر پڑھنے پر کی۔

"اللہ کی پناہ کے معنی ہیں اللہ کی طرف سے حفاظت۔"

"کسی دشمن سے یا کسی بھی نقصان پہنچانے والی چیز سے پناہ دینے والی ہستی دشمن کی طاقت سے بہت زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔"

"چونکہ شیطان ہم سب انسانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے۔اس لیے شیطان سے پناہ مانگی جاتی ہے۔"

"اور اللہ تو وہ ہے جس کے سامنے یہ شیطان اور کسی بھی شے کی کوئی طاقت۔۔ کسی کام کی نہیں۔" اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

(اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک تعوذ جو کہ ہر مسلمان بچپن سے پڑھتا آرہا ہے، اس پر غور و فکر کرنے پر ہمیں کتنی زیادہ معلومات ملتی ہیں ۔)

اور پھر اس کے ذہن کے پردوں پر ایک اور سوال ابھرا۔

"اگر قرآن کی ہر بات میں اتنی زیادہ معلومات ہیں تو یہ باتیں ہمیں ہمارے والدین یا ہمارے اساتذہ کرام وغیرہ کیوں نہیں بتاتے؟"سوال نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔
"انہیں شاید ان باتوں کا پتا نہیں ہے۔لیکن کیوں؟"اگلے سوال نے اسے مزید سوچنے پر مجبور کیا۔
("آخر ایسا کیوں ہے کہ ہمارے والدین یا اساتذہ کرام ہمیں اس طرح سے قرآن کے بارے میں کیوں نہیں بتاتے؟"جواب وہ کچھ ہی دیر بعد سمجھ گئی تھی جس پر اسے کافی افسوس بھی ہوا۔)
"اف نینا !جسٹ فوکس!"
اس نے سر جھٹکتے ہوئے کہا اور واپس تفسیر کی جانب متوجہ ہوئی۔
اس نے تسمیہ پڑھنا شروع کی۔
"شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔"
تسمیہ کی عربی کے بعد اس کا ترجمہ تحریر تھا۔۔عربی اور ترجمہ پڑھنے کے بعد اس نے جب تسمیہ کی تفسیر کے اوپر نظر دہرائی تو وہ حیران رہ گئی۔
("تسمیہ کی اتنی لمبی تفسیر!۔"وہ یقیناً کافی حیران تھی۔)
("اس میں کتنی زیادہ معلومات ہوں گی۔"اس نے دل ہی دل میں کہا۔)
"حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نماز کے ختم ہونے کو نہیں پہچانتے تھے جب تک بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل نہ ہوتی۔"
"بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت کے ساتھ نازل ہوئی ہے(ماسوائے سورۃ التوبہ)اور یہ سورۃ نمل میں دو بار آئی ہے اس طرح اس کا نزول 114 بار ہوا ہے۔

"سورۃالفاتحہ کی سات آیات ہیں اور یہ سات آیات تب ہی مکمل ہوتی ہیں جب بسم اللہ الرحمن الرحیم کو سورۃ الفاتحہ کا جز قرار دیا جائے۔"

وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی۔

اس نے پھر زیر لب سورۃالفاتحہ پڑھی اور اس کی ہر آیت کو تسمیہ سمیت اپنے ہاتھوں کی انگلیوں پر گنا۔تسمیہ سمیت ہی سورۃالفاتحہ کی آیات "سات "بنتی تھیں۔

اسے یہ تو معلوم تھا کہ ہر سورت کی تلاوت کرنے سے پہلے تسمیہ پڑھنی لازم ہے لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ ہر سورت کا حصہ ہے۔

چند ہی لمحے بعد اس نے اگلی آیت پڑھنا شروع کی۔

"ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔"

اس آیت کی تفسیر سے پہلے سورۃ الفاتحہ کا تعارف لکھا تھا۔

"الفاتحہ کے معنی ہیں دیباچہ۔"

"دیباچہ کے معنی ہوتے ہیں شروعات۔"

اس کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھی۔

"شروعات !کس چیز کی شروعات؟"

سورۃالفاتحہ کے معنی جان کر اس نے زیر لب اپنے آپ سے سوال کیا۔اس نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر جواب تک نہ پہنچنے پر اس نے تفسیر کو پڑھنا جاری کیا۔

"اس آیت میں لفظ الحمد نکلا ہے حمد سے۔حمد کے دو معنی ہوتے ہیں۔"

"ایک معنی ہوتا ہے اللہ کی تعریف بیان کرنا۔"

"اور دوسرا معنیٰ ہوتا ہے اللہ کا شکر ادا کرنا۔"

(کھڑکی سے باہر اب بادلوں کے گرجنے کی آواز میں اب بارش کے زور و شور سے برسنے کی آواز بھی شامل ہو چکی تھی۔اس کے کمرے کی کھڑکی پر گرے پردے اب تیز ہوا کی وجہ سے لہرا رہے تھے۔)

"حمد کا تعلق قابل تعریف کارناموں سے ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے زمین، شمس و قمر، تمام مخلوقات، یہ دنیا، ستاروں اور ہر شے کو بنایا ہے، ان سب کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس پر اللہ کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔"

اس کے بعد اب شکر کا تعلق تحریر کیا گیا تھا اس صفحے پر جس کو متوجہ ہو کر وہ پڑھ رہی تھی۔

"شکر کا تعلق ان خاص انعامات سے ہوتا ہے جو کسی خاص ذات سے متعلق ہوں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو احسن تقویم پر پیدا کیا ہے، کسی کو صحت اور رزق کی فراوانیوں سے مالامال کیا ہے۔ ایسی تمام نعمتوں کے اعتراف کو شکر کہا جاتا ہے۔"

"ہر طرح کی نعمتوں کے شکر اور ہر طرح کی تعریف کا مالک صرف اللہ ہے۔"

"اگر مخلوق میں سے کوئی شخص کوئی قابل تعریف کارنامہ سر انجام دے اور اس پر اس کی تعریف کی جائے تو وہ حقیقت میں اللہ ہی کی تعریف ہو گی کیونکہ قابل تعریف کام کرنے کی صلاحیت اور توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔"

"گویا ہر طرح کی تعریف کا مستحق اللہ ہی ہے۔"

وہ چند لمحوں کے لیے رک گئی۔اس کے دل کو جیسے یک دم بہت سے گلٹ نے گھیر لیا تھا۔اس کی آنکھوں میں نمی کی ایک لہر امڈ آئی جس وجہ سے اس کی آنکھیں بالکل ایسی لگتیں جیسے ایک صاف اور شفاف شیشے کے اوپر نمی کی ایک روشن لہر امڈ آئی ہو۔

"اس آیت میں لفظ العالمین "عالم" سے نکلا ہے۔تمام مخلوقات ایک عالم ہیں۔"

"زمانہ کے لحاظ سے ہر دور کے لوگ ایک عالم ہیں۔دور بدلنے پر عالم بھی بدل جاتے ہیں۔"

"اس طرح عالم کی سینکڑوں اور ہزاروں اقسام بن جاتی ہیں۔"

"ان تمام عالموں کی تربیت اور پرورش کرنے والی اللہ ہی کی بلند و برتر ذات ہے۔"

"ہر طرح کی تعریف کا مالک صرف اللہ ہی ہے کیونکہ وہ تمام جہانوں کا تربیت کرنے والا ہے۔"

وہ اس آیت کی تفسیر مکمل کر چکی تھی۔اس نے تفسیر کو مؤدب طریقے سے بند کیا اور اسے چوما پھر اپنے دل کے ساتھ لگایا۔اس کی سیاہ بڑی آنکھوں میں اب ندامت جھلک رہی تھی اور اس کا ذہن کئی سوالوں سے بھرپور تھا۔ایک گہری سانس لینے کے بعد وہ صوفے سے اٹھی اور اپنے کمرے کی الماری کی جانب بڑھی۔الماری کا دروازہ کھول کر اس نے رحل میں موجود قرآن کی تفسیر کی کتاب کو الماری کے سب سے اوپر والے خانے میں رکھ دیا۔

چند لمحے بعد وہ اپنے کمرے کے صوفے پر دوبارہ آکر بیٹھی۔آسمان سے اب بارش مزید برس رہی تھی ۔آسمان رو رہا تھا جس طرح سے اس کا دل اس وقت ندامت کے آنسو بہا رہا تھا۔

یہ ندامت آخر کس بات پر تھی؟

یہ اس کی زندگی کی ایک بہت بڑی غلطی یا پھر ایک بہت بڑے گناہ پر تھی۔
"اگر آج میں نے یہ تفسیر نہ پڑھی ہوتی تو میں کبھی اپنی اس غلطی کو نہ پہچان پاتی۔"
اس کی آنکھیں مزید نم ہو گئیں۔ وہ یک دم ماضی کے بھول بھلیا میں کھو گئی۔
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
("میں نے ایسا کیوں کیا؟"
ماضی کو یاد کرتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں اپنے آپ سے سوال کیا۔)
یہ منظر ایک مصروف کمرہ جماعت کا تھا۔ تمام نشستوں پر طلبہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔
ٹیچر ابھی تک کمرہ جماعت میں نہیں آئی تھیں۔ وہ سب سے آگے والی کرسی پر بیٹھی تھی جس کے ساتھ ایک اور کرسی پر اس کی ہم عمر لڑکی بیٹھی تھی اور سامنے ایک بینچ پڑا تھا جس پر مختلف کتابیں ،نوٹ بکس اور اسٹیشنری کا سامان بکھرا تھا۔
"ویسے انعم تمہیں کیا لگتا ہے اس بار کون فرسٹ آئے گا؟"
نینا نے اپنے بالوں کی بنی ہوئی پونی کو ٹھیک کرتے ہوئے اپنے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھی انعم سے کہا۔
"اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے، ہر کوئی جانتا ہے کہ تمہاری جگہ اور کوئی نہیں لے سکتا۔"
انعم نے شانے اچکا کر ہلکا سا مسکرا کر کہا تو نینا نے بھی فخر سے شانے اچکائے۔
"نینا تمہیں اتنی خوش فہمی کیوں ہے؟"

یہ آواز ان کے پیچھے والے بینچ کی جانب سے آئی تھی۔نینا اور انعم نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔وہ بھوری آنکھوں والی فرحین تھی جو نینا سے مخاطب تھی۔

اوہ! پہلی بات مجھے کوئی خوش فہمی نہیں ہے اور دوسری بات مجھے یہ یقین ہے کہ میری جگہ اور کوئی نہیں لے سکتا۔"

نینا نے اب کی بار اپنی قابلیت پر مزید فخر کرتے ہوئے ابرو اچکا کر کہا۔

"آخر تمہیں اتنا غرور کیوں ہے؟"

فرحین نے فوراً اس سے پوچھا تو نینا کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات جھلکے۔

"یہ غرور نہیں ہے یہ میرا اپنے اوپر یقین ہے۔"

اس نے اب کی بار اپنے الفاظ چبا چبا کر ادا کیے۔

"نینا ! تم جانتی ہو غرور یا تکبر کی ایک نشانی کیا ہوتی ہے؟"

فرحین نے چند لمحے بعد اس سے پوچھا تو نینا کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات مزید بڑھے۔

"اف ! پلیز اب اپنا لیکچر دینا مت شروع کر دینا۔"

اس نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا جیسے وہ اس کی باتوں سے اکتا گئی تھی۔

"جب ایک انسان تکبر جیسی بری صفت میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ یہ جان نہیں پاتا کہ اسے غرور ہے

وہ الٹا کہتا ہے کہ یہ پراعتمادی ہے۔"

اب کی بار جب فرحین نے کہا تو اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔یہ سن کر نینا کی آنکھوں میں سرخی کی ہلکی سی ایک لہر ابھری۔

"جسٹ شٹ اپ!"

اس نے بلند آواز میں کہا تو اس کے ساتھ بیٹھی انعم نے اس کا کندھا تھپتھپایا تا کہ وہ اپنا غصہ قابو میں رکھے۔

"اور تم جانتی ہو کہ پراعتمادی کہتے کس کو کہتے ہیں؟ اگر۔۔"

فرحین نے مزید کچھ کہنا چاہا لیکن نینا نے اس کی اجازت نہیں دی۔

"کیا اگر؟ اپنا منہ بند کرو، میں تمہاری باتوں کو برداشت کر رہی ہوں اور تم بولے ہی جا رہی ہو۔"

اس نے تیز لہجے میں اسے خاموش کروانے کی ناکام کوشش کی۔

"اگر تم پراعتمادی جیسی اعلیٰ صفت کو جان جاتی تو آج یہ سب نہ کہہ رہی ہوتی۔"

فرحین نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے بات ختم کی۔نینا چند لمحے اس کا چہرہ طیش کے عالم میں دیکھتی رہی اور پھر اس نے چہرہ موڑ لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک دم اپنے ماضی کی بھول بھلیا سے باہر نکلی۔اس کی آنکھیں بالکل برسنے والی تھیں یا شاید برسنا شروع ہو گئی تھیں لیکن اس کا اسے علم نہیں ہو سکا تھا۔

"آخر میں یہ کیوں نہیں سمجھ پائی کہ یہ سب صلاحیتیں تو مجھے اللہ نے ہی دی ہیں ورنہ میری کیا اوقات۔۔

مجھے چاہیے تھا کہ میں اللہ کا شکر ادا کروں۔۔الٹا میں تکبر میں مبتلا ہو گئی۔"

اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔اس وقت اسے پچھتاوے نے ہر طرف سے گھیر رکھا تھا۔

چند ہی لمحوں بعد اس کے ذہن کے پردوں پر کچھ ابھرا۔اسے یاد آیا۔۔اس نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں کچھ اور بھی پڑھا تھا۔

" شیطان کو اپنے تکبر کی وجہ سے ہی جنت سے نکالا گیا تھا۔"

اس نے صوفے کے ساتھ ٹیک لگایا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"تکبر تو شیطان کی صفت ہے۔۔کیا اللہ مجھے۔۔"

وہ ایک دم خاموش ہو گئی۔دل کی دھڑکنیں مزید تیز ہو گئیں۔

"کیا اللہ مجھے معاف کر دے گا؟"

اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور زیر لب خود سے سوال کیا۔اور پھر اس کی سیاہ آنکھیں برسنے لگیں۔۔ زور و شور سے۔۔بالکل ویسے ہی جیسے باہر آسمان کے آنسو برس رہے تھے۔

نینا اپنے آنسو روک نہیں پا رہی تھی۔۔

اور وہ شاید یہ آنسو روکنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

کیونکہ

یہ آنسو تھے ندامت کے،یہ آنسو تھے توبہ کے۔۔

اور توبہ کے آنسو جتنے بھی ہوں، ہمیشہ کم ہی ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کوئی زور سے دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔وہ یک دم اپنے خیالوں سے باہر نکلی اور اس نے ایک نظر دروازے کی جانب دیکھا۔وہ اس کمرے کی الماری کی جانب بڑھی اور اس میں سے ایک سکارف باہر نکالا۔اس سکارف کو اپنے چہرے کے ارد گرد لیا۔

(گہرے سبز رنگ کے لانگ فراک اور سفید سکارف میں وہ ہمیشہ کی طرح بہت حسین لگ رہی تھی۔)
وہ تیز قدم چلتی ہوئی دروازے کی طرف گئی۔
اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے ہی اس نے سامنے کھڑی عریشہ کو دیکھا جس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات خوب واضح تھے۔
"خیریت تو ہے نینا میڈم؟"
عریشہ نے پریشانی کے عالم میں اس سے پوچھا۔
(اس کے بال ایک ڈھیلے سے جوڑے میں بندھے تھے۔ وہ ایک گلابی رنگ کی شرٹ اور نیلی جینز میں ملبوس تھی۔)
"ہاں ! بالکل خیریت ہے۔ کیوں کیا ہوا؟"
نینا نے اطمینان سے اسے جواب دیا۔ وہ دروازے کے سامنے سے ہٹی یوں کہ اس نے عریشہ کو کمرے میں آنے کی اجازت دی۔ عریشہ فوراً کمرے میں داخل ہوئی۔
"میں آپ کو کافی دیر سے کالز کر رہی تھی۔ آپ فون نہیں اٹھا رہی تھیں۔"
اس نے جیسے شکوہ کیا تھا۔ نینا نے اس کی بات نظرانداز کی۔
"اچھا ! تمہیں کوئی کام تھا کیا؟"
نینا کے سوال پر عریشہ تھوڑا حیران ہوئی کہ اس نے اس کی بات کا جواب دینا بھی پسند نہیں کیا۔
"کیا آپ اب بھی مجھ سے ناراض ہیں؟"
عریشہ نے ہچکچاتے ہوئے اس سے پوچھا تو نینا کے چہرے پر ہلکی سی ناگواری کی لہر ابھری۔

"نہیں میں کیوں تم سے ناراض ہوں گی۔"
نینا نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔
"اگر آپ کو میری کوئی بھی بات بری لگی ہو تو پلیز مجھے معاف۔۔"
عریشہ اپنی بات مکمل نہ کر پائی۔
"اوہ !عریشہ تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں اپنی اتنی اچھی دوست سے ناراض ہوں گی۔"
نینا نے اس کے کندھے کو تھپتھپا کر کہا تو عریشہ کے چہرے پر ایک روشن سی مسکراہٹ امڈ آئی۔
"تم مجھے کالز کیوں کر رہی تھی؟"
اس نے چند لمحے بعد پوچھا تو عریشہ نے فوراً اپنے ماتھے پر اپنا ہاتھ مارا یوں جیسے وہ کچھ بتانا بھول گئی ہو۔
"آپ کی آج کسی سے بہت اہم میٹنگ تھی نا۔"
اس نے کہا تو نینا نے اثبات میں سر ہلایا۔
"ہاں مجھے یاد ہے۔ تمہارا بتانے کا شکریہ۔"
اس نے مختصر سا جواب دیا۔
"ویسے آپ کی میٹنگ کس سے ہے؟"
عریشہ نے تھوڑا ہچکچا کر یہ سوال پوچھا جس پر نینا کے چہرے کے تاثرات بدلے۔
"عریشہ اگر تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے تو تم یہاں سے جا سکتی ہو۔"
اس نے تھوڑا سخت لہجے میں اس سے کہا۔ یہ سن کر عریشہ کے چہرے پر ایک رنگ آیا اور گیا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور خاموشی سے دروازے کی جانب بڑھی۔ دروازہ بند کر کے وہ اس کے کمرے سے چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد نینا نے ایک نظر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ بارش اب تک تھم چکی تھی۔ بارش کی خوشبو ابھی تک تازہ دم تھی۔ یہ خوشبو اسے بہت پسند تھی۔ نیویارک اب بارش کے بعد کے موسم سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

وہ کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہوگئی اور پھر اس کے موبائل کی اسکرین جگمگائی۔

اس نے میز پر سے اپنا موبائل اٹھایا اور اسکرین پر دیکھا۔ کسی انجان نمبر سے وٹس ایپ پر میسجز آرہے تھے۔ اس نے وٹس ایپ کھولا اور وہ اس انجان نمبر سے آئے گئے میسجز پڑھنے لگی۔ وہ نمبر پاکستان کا نہیں تھا۔

"Selam! It's my number...

Miray Yaman..."

یہ میسجز پڑھتے ہوئے اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔ وہ بھی جواباً میسج ٹائپ کرنے لگی۔

سلام ! کیسی ہو تم؟"

اس نے میسج لکھا اور سینڈ کر دیا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہیں؟"

جواب فوراً آیا۔

کچھ دیر وہ دونوں رسمی سی گفتگو کرتی رہیں۔

"کیا ہم مل سکتے ہیں ؟ وہ دراصل۔۔

مجھے تین دن بعد ترکی واپس جانا ہے۔۔"

رسمی سی گفتگو کے بعد میرائے کا جو میسج نینا کو موصول ہوا اس پر اسے تعجب ہوا۔

"اچھا! مجھے تو لگا تھا کہ تم ایک یا دو ہفتے کے لیے نیویارک میں ہی رہو گی۔۔"

چند ہی لمحے بعد نینا نے اسے میسج سینڈ کیا۔

"دراصل۔۔ مجھے ایک بہت اہم کام ہے۔۔ آپ دعا کریں کہ بس وہ کام ہو جائے۔"

میرائے نے نیونارک سے جلدی جانے کی وجہ اسے بتائی۔

"انشا اللہ! اگر تمہاری نیت صاف ہے تو پھر اللہ تمہیں ضرور کامیاب کرے گا۔"

نینا نے مسکراتے ہوئے میسج ٹائپ کیا۔

"انشا اللہ۔"

اس کا میسج موصول ہوتے ہی میرائے نے زیر لب کہا۔ دل ہی دل میں میرائے کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ نینا۔۔ **"نینا احسن"** سے یوں بات کر رہی تھی۔

"ویسے تم مجھ سے ملنا کیوں چاہتی ہو؟"

نینا کا اگلا میسج جب اسے موصول ہوا تو اس نے جواب دینے میں تھوڑی سے تاخیر کی۔ وہ جواب دینے کے لیے الفاظ تلاش کر رہی تھی۔

"دراصل۔۔"

"مجھے آپ کو ایک تحفہ دینا ہے۔"

میرائے کی طرف سے جواب موصول ہوا تو نینا کچھ سمجھ نہ پائی۔

"تحفہ؟ لیکن کیوں؟"

اس نے ناسمجھی سے میسج ٹائپ کیا اور اسے سینڈ کر دیا۔

"یہ میں آپ کو ابھی نہیں بتاؤں گی۔۔

"بس آپ مجھے یہ بتا دیں کہ کیا ہم آج مل سکتے ہیں؟"

اس نے تھوڑا سوچا۔وہ آج میرائے سے نہیں مل سکتی تھی۔

"آج میں تھوڑا مصروف ہوں۔ہم کل مل سکتے ہیں۔"

نینا نے چند لمحے بعد اسے میسج سینڈ کیا۔اس کا میسج موصول ہوتے ہی میرائے کا دل خوشی سے کھل اٹھا۔

"تو پھر کل کافی ڈن؟"

اس نے پرجوش سے انداز میں میسج سینڈ کیا۔

"ہاں ڈن۔"

نینا نے بھی مسکراتے ہوئے اسے سینڈ کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر نیویارک کی ایک بہت ہی مشہور کافی شاپ کا تھا۔ماحول میں کافی کی میٹھی سی خوشبو رقص کر رہی تھی۔موسم آج کل کی نسبت کافی مختلف تھا۔آسمان پر سورج ہر طرف اپنے پر پھیلائے ہوئے تھا لیکن پھر بھی موسم گرم نہیں تھا۔۔ٹھنڈا ہی تھا۔نیویارک میں ان دنوں سورج کے نکلنے کے باوجود بھی خنکی کا ہی بسیرا رہتا۔

وہ ایک سفید کرسی پر بیٹھی کسی کا انتظار کر رہی تھی۔وہ ایک سرخ لانگ کوٹ اور سیاہ سکارف میں ملبوس تھی جو اس پر کافی جچ رہا تھا۔اس کی نیلی آنکھوں میں اس وقت بے چینی تھی۔

اور پھر کچھ ہی دیر بعد اس کی نیلی آنکھیں چمک اٹھیں جب اس نے دور سے آتی نینا احسن کو دیکھا۔وہ ہمیشہ کی طرح ایک عبایے اور سکارف میں ملبوس تھی جس میں وہ کافی باوقار اور پراعتماد لگتی۔

میرائے کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

نینا کی نظر جب میرائے پر گئی تو اس کا چہرہ بھی خوشی سے کھل اٹھا اور وہ اس کی ٹیبل کی جانب بڑھی۔

(کافی شاپ کی بڑی کھڑکیاں سورج کی روشنی کی لہروں کو چمکدار لکڑی کے فرش پر رقص کرنے کی دعوت دے رہی تھیں۔پس منظر میں نرم جاز موسیقی کی آواز بج رہی تھی جس کے ساتھ یہاں موجود لوگوں کی گفتگو کی گونج مل رہی تھی۔)

جب وہ اس کی ٹیبل تک پہنچی تو میرائے اسے ویلکم کرنے کے لیے کرسی سے کھڑی ہوئی۔

"Hoşgeldiniz (ویلکم)۔"

اس نے ایک خوشگوار لہجے میں نینا سے کہا۔

"Teşekkür ederim(شکریہ)۔".

نینا نے ابرو اچکا کر کہا تو میرائے یک دم حیران رہ گئی۔

"واہ! آپ کو ترکچے (ترک زبان)تو بہت اچھے سے آتی ہے۔"

میرائے نے اس سے قابل تحسین انداز میں کہا۔

"شکریہ۔"

اس نے مسکرا کر کہا۔وہ ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھی اور پھر میرائے بھی اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔

چند لمحے وہ دونوں رسمی سی گفتگو کرتی رہیں اور پھر میرائے نے ویٹر کو بلایا۔

"جی میم !آپ کیا آرڈر کرنا چاہیں گی؟"

ویٹر جب ان کی ٹیبل کے قریب پہنچا تو اس نے میرائے سے پوچھا۔
"ایسا کریں ہم دونوں کے لیے کافی لے آئیں۔"
"فلیور؟"
میرائے نے نینا کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔
"Cappuccino..."
اس کا جواب سنتے ہی میرائے ایک دم مسکرائی۔اس کے مسکرانے کی وجہ نینا کو سمجھ نہ آئی۔
"میم آپ کونسا فلیور۔۔"
"French vanilla..."
میرائے نے فوراً کہا۔
"اوکے میم ! تھینکس۔۔"
ویٹر آرڈر لینے کے بعد وہاں سے جانے لگا۔
"تم مسکرا کیوں رہی تھی؟"
اس ویٹر کے جاتے ہی نینا نے متذبذب سے انداز میں پوچھا۔
"وہ دراصل مجھے کسی کی یاد آگئی تھی۔"
میرائے نے ابرو اچکا کر ہلکا سا مسکرا جواب دیا۔
"کس کی یاد؟"
اس نے چند لمحے بعد پوچھا تو میرائے کے چہرے پر یک دم ہلکی سی اداسی کی لہر ابھری جس کی وجہ نینا کو سمجھ نہ آئی۔

"آبے کی۔"اس نے ایک گہری سانس لے کر جواب دیا۔

(آبے ترک زبان میں بڑے بھائی کو کہتے ہیں۔)

"کیوں؟"اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے ناسمجھی سے پوچھا۔

"انہیں بھی کافی کا یہ فلیور بہت پسند ہے۔مجھے ان سے ملے ہوئے بہت عرصہ ہوگیا ہے۔"اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"کیوں؟ وہ کہاں رہتے ہیں؟"سوال فوراً پوچھا گیا۔

"وہ ایک افسر ہیں، وہ ہر وقت بہت مصروف رہتے ہیں، وہ اگر گھر آئیں گے بھی تو کچھ ہی دیر بعد چلے جائیں گے۔"اس نے اب کی بار کہا تو اس آنکھوں میں بہت کچھ تھا جو نینا سمجھ نہ سکی۔

"اوہ !اب ایک افسر ہونا کوئی آسان کام تو نہیں۔"

نینا نے نرم لہجے میں اس سے کہا یوں کہ اسے تسلی دے رہی ہو۔

"ہاں ! یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن۔"

وہ کہتے ہوئے رکی اور کچھ سوچنے لگی۔

"لیکن کیا؟"

جب میرائے نے اپنی بات مکمل نہ کی تو اس نے پوچھا۔

"مجھے لگتا ہے انہوں نے بس کام کو ہی اپنی زندگی بنا لیا ہے۔میں مانتی ہوں ایک افسر کی بہت سی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان اپنی فیملی کو وقت نہ دے۔"

میرائے کی بات میں دم تھا۔۔یہ نینا نے دل ہی دل میں مانا۔

"یہ بات تم نے بالکل درست کہی۔ ہر انسان کو ہر چیز میں ایک لمٹ رکھنی چاہیے۔"

اس نے کہا۔

"تم جانتی ہو مجھے اور آنے کو اب ایسا لگتا ہے کہ براق آبے گھر ہوتے ہوئے بھی ہم سے کہیں بہت دور ہیں۔"میرائے کی اس بات پر نینا کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کہے۔

اسے تو یہ بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ میرائے اسے یوں اپنے گھر کی باتیں کیوں بتا رہی ہے۔

"تم انہیں سمجھانے کی کوشش کر کے دیکھو۔"

اس نے کافی سوچ کر اسے ایک مشورہ دیا۔

"میں نے بہت بار کوشش کی ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں۔"

اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"خیر میں بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی۔ میں نے آپ کو یہاں جس کام کے لیے بلایا تھا میں وہ تو بھول ہی گئی۔"

وہ جیسے خود بھی اپنی باتوں سے اب اکتا رہی تھی اس لیے اس نے موضوع تبدیل کیا۔

"کوئی بات نہیں۔"

نینا نے ہلکا سا مسکرا کر کہا جیسے وہ اس کی باتوں سے اکتا نہیں رہی تھی۔

میرائے اپنے ہینڈ بیگ میں کچھ تلاش کرنے لگی۔ ویٹر ان کی کافی لے آیا تھا۔ اس نے ٹرے میں سے دو کافی کے کپ اٹھا کر ان کی ٹیبل پر نفاست کے ساتھ رکھے۔ میرائے ابھی بھی اپنے ہینڈ بیگ میں کچھ تلاش کر رہی تھی۔

پتا نہیں کیوں مگر نینا کو میرائے پر افسوس ہو رہا تھا۔

(" خاندان میں اگر کوئی ایک شخص بھی موجود نہ ہو تو وہ خاندان ادھورا ہوتا ہے۔ انسان کا ذہنی طور پر حاضر ہونا بہت ضروری ہے۔ جو انسان ذہنی طور پر کہیں حاضر نہ ہو تو اس کی موجودگی کسی کام کی نہیں۔"

نینا نے دل ہی دل میں سوچا۔)

"یہ رہا آپ کا تحفہ۔"

میرائے کی آواز پر وہ اپنی سوچوں کے دائرے سے باہر نکلی۔ میرائے نے اس کی طرف اس کا تحفہ بڑھایا۔ اس کی آنکھیں یک دم چمک اٹھیں۔

اس کو وہ چیز تحفے میں ملی تھی جو اسے سب سے زیادہ پسند تھی۔ **وہ چیز جو آپ کو ہمیشہ فائدہ دیتی ہے۔ ایک کتاب۔**

اس کتاب کا کور نیلے رنگ کا تھا جس پر سفید حروف میں کچھ تحریر تھا۔

"Bravery: A Blessing..."

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی میں تمارا شکریہ ادا کیسے کروں۔"

نینا نے خوشی کے عالم میں اس سے کہا تو میرائے مسکرائی۔

"ایک طریقہ ہے۔"

میرائے نے کافی کا ایک گھونٹ بھرتے ہوئے تھوڑا سوچ کر کہا۔
"اچھا !اور وہ کیا؟"
اس نے پوچھا۔
"جب آپ ترکی آئیں گی تو۔"
وہ کہتے کہتے مسکرائی۔
"تو؟"
نینا نے بھی مسکرا کر پوچھا اور کافی کا ایک گھونٹ لیا۔
"تو یہ کہ۔۔ آپ کو ترکی (ترکیہ /ترکیے)کی ہر جگہ کا وزٹ میں کرواؤں گی۔"
اس نے جیسے ایک فیصلہ سنا دیا تھا جس پر نینا کی مسکراہٹ مزید بڑھی۔اسے میرائے کی باتیں بہت معصومانہ لگ رہی تھیں۔
"اچھا تو یہ طریقہ ہے۔ ٹھیک ہے پھر ترکی کی ہر جگہ کا وزٹ تم ہی مجھے کرواؤ گی۔"
اس نے کہا تو میرائے ایک فاتحانہ انداز میں مسکرانے لگی۔
کچھ دیر ان کے درمیان خاموشی رہی۔وہ دونوں ارد گرد کے ماحول سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔
"ویسے آپ نے ترکیہ آنا کب ہے؟"
اس نے سوال کیا۔
وہ دونوں اب کافی پی چکی تھیں۔
"مارچ میں۔"

اس نے جواب دیا۔

"کونسی تاریخ؟"

اگلا سوال فوراً پوچھا گیا۔

"وہ ابھی کنفرم نہیں ہے۔۔ جب کنفرم ہو جائے گا تو میں تمہیں بتادوں گی۔"

نینانے اسے یہ تسلی دلوائی کہ وہ اسے اپنے ترکیے آنے کی تاریخ ضرور بتائے گی۔

(میرائے کے دل میں کہیں نہ کہیں ایک شک تھا کہ شاید نینا اس سے ترکیے میں آکر نہ ملے یا شاید یہ ان کی آخری ملاقات ہو۔

شاید اسے میرائے کی دوستی اتنی اچھی نہیں لگی؟

یہ عجیب سے شک و شبہات میرائے کے دل کو کھائے جارہے تھے۔)

"ٹھیک ہے۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"میرائے!۔" نینا نے اسے چند لمحے بعد پکارا۔

"ہاں؟" اس نے فوراً اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"تم نے مجھے کتاب ہی تحفے میں کیوں دی؟"

نینانے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ۔۔مجھے آپ کی شخصیت دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ کو کتابیں تو بہت پسند ہوں گی۔"

اس نے تھوڑا سوچ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ! تمہیں تو لوگوں کی شخصیت پہچاننے کا بھی فن آتا ہے۔"

نینا نے اس کے اس فن کو سراہا۔

"آپ پاکستان واپس کب جا رہی ہیں؟"

"تین دن بعد۔"

اور یہ سن کر میرائے کے چہرے پر حیرانی اور بے یقینی کے تاثرات ابھرے۔

"آپ ! آپ نے بتایا ہی نہیں۔"

اس نے شکوہ کن لہجے میں کہا۔

"تم نے پوچھا ہی نہیں۔"

نینا نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

یہ سن کر میرائے یک دم خاموش ہو گئی جیسے اسے نینا کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔نینا کو اس کے یوں خاموش ہو جانے کی وجہ سمجھ آ گئی تھی۔

"میرائے!تم میری ایک بات یاد رکھنا۔جتنا سوال ہو اتنا ہی جواب ہو۔غیر ضروری معلومات انسان کو ہمیشہ نقصان ہی دیتی ہیں۔"

اس نے اب کی بار کچھ سنجیدگی سے اسے ایک کافی کار آمد نصیحت کی جسے سن کر میرائے نے اثبات میں سر ہلایا یوں کہ وہ اس کی بات اچھے سے سمجھ گئی ہو لیکن در حقیقت وہ اس کی بات کی گہرائی نہیں سمجھ پائی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چند دن بعد۔

New York John F. Kennedy International Airport (JFK).

آسمان پر سورج گہرے بادلوں کے سائے میں ڈوب چکا تھا۔ خنکی آج کافی زیادہ تھی۔

میرائے ائیر پورٹ پر موجود تھی۔

(ائیر پورٹ پر دنیا کے کونے کونے سے آنے والے مسافروں کی بھیڑ تھی۔

جیسے ہی کوئی شخص ٹرمینل پر قدم رکھتا، ہلچل مچانے والی آوازوں کی سمفنی کے ساتھ اس کا استقبال ہوتا۔

یہاں پر موجود وسیع کھڑکیوں کے ذریعے یہ قدرتی روشنیوں سے منور تھا۔

چمکدار فرشوں پر سوٹ کیس گھومنے کی آواز۔۔ متعدد زبانوں میں انٹر کام کے اعلانات۔۔ اور مختلف زبانوں میں مسافروں کی چہچہاہٹ کی آوازیں رقص کر رہی تھیں۔)

اس کی نیلی آنکھوں میں آج خوشی کی ایک خاص چمک تھی

کیونکہ وہ آج اپنے وطن واپس جا رہی تھی۔

(کچھ مسافر چیک ان کاؤنٹر کی طرف بھاگ رہے تھے تو کچھ حفاظتی چوکیوں سے گزرتے ہوئے یا راہداریوں کی قطار میں کھڑی دکانوں کی صف میں مختصر وقفہ لینے کے لیے کھڑے تھے۔)

(میرائے نے اپنی کلائی میں پہنی رسٹ واچ کو دیکھا۔ اس کی فلائٹ کا وقت ہو چکا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور بینچ سے اٹھی۔ وہ اب اپنا سوٹ کیس تھامے اپنی منزل تک جانے لگی۔)

نیو یارک کا یہ سفر وہ کبھی نہیں بھولے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میرا ئے یامان کے نیویارک سے جانے کے چند دن بعد۔

آج وہی موسم تھا جو نینا کو بالکل پسند نہیں تھا۔آسمان پر چمکدار سورج اپنی کرنیں ہر سو پھیلائے ہوئے تھا۔اس کی سنہری چمک آنکھوں کو مسحور کر دیتی۔

نینا ائیر پورٹ پر موجود تھی۔عریشہ بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔

(عریشہ اپنے لیے کافی لے آئی تھی اور بینچ پر بیٹھ کر اس کافی سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔اس نے نینا کو بھی کافی کی آفر کی لیکن اس نے یہ آفر قبول نہ کی۔

"ایسے موسم میں کافی کون پیتا ہے ؟"نینا نے اس کی آفر کے بدلے میں جواب دیا۔)

وہ آج کافی خوش تھی، ظاہر سی بات ہے ہر شخص کو اپنے ملک واپس لوٹنے کی خوشی تو ہوتی ہی ہے۔

(ائیر پورٹ پہنچنے سے پہلے کئی بار اسے حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب کال کر چکے تھے۔اب بھی اسے حلیمہ صاحبہ کے بار بار میسجز آ رہے تھے جس میں وہ اس سے بار بار اس کی فلائٹ کے متعلق پوچھی جا رہی تھیں۔وہ بھی ان کے ہر میسج کا جواب چہرے پر قائم ایک خوبصورت اور نرم مسکراہٹ کے ساتھ دیتی۔)

(اس نے موبائل پر وقت دیکھا تو بینچ پر ساتھ بیٹھی عریشہ کو مخاطب کیا۔ان کی فلائٹ کا وقت ہو چکا تھا۔وہ دونوں اپنی منزل کی طرف چلنے لگیں۔)

نیو یارک کا یہ سفر اسے بھی کبھی نہیں بھولے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لاہور، پاکستان۔

سگریٹ کا دھواں ہر سو پھیلا تھا۔
(وہ سیاہ شلوار قمیص میں ملبوس تھا۔ کھڑکی سے آتی ہوئی چمکتی دھوپ اس کے چہرے پر سیدھا آ کر گر رہی تھی۔
اس نے اپنے سیاہ بال جیل کی مدد سے ماتھے سے پیچھے کو سیٹ کیے ہوئے تھے۔
اس کی آنکھیں بھی سیاہ تھیں۔ وہ سگریٹ کا ایک کش لینے کے بعد اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا۔اس نے ایک مردانہ شال اپنے کندھوں پر لے رکھی تھی۔)
اپنے سامنے رکھی میز پر پاؤں ٹکائے وہ صوفے پر بازو پھیلائے کافی شاہانہ سے انداز میں بیٹھا تھا۔
اس کی تمام تر توجہ ایل ای ڈی کی اسکرین پر پاکستان کے وزیراعظم کی چلنے والی تقریر پر تھی۔
"پاکستان کے ہر حصے کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔
ہر حصے کا مطلب آپ اچھے سے سمجھ لیں۔
کشمیر!
کشمیر بھی پاکستان کا ہی حصہ ہے۔"
وزیراعظم کے الفاظ اس کے چہرے پر تناؤ بڑھا رہے تھے۔
"جو شخص میرے ملک کا دشمن ہے یا پھر وہ میرے ملک کے دشمنوں کے ساتھ دوستی یا ہمدردی رکھتا ہے تو وہ یہ جان لے کہ اس کا انجام پوری دنیا دیکھے گی اور کچھ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ مجھے ان کی حقیقت نہیں معلوم۔آپ اپنی یہ غلط فہمی دور کر لیں۔"

وزیر اعظم کی تقریر میں ادا کیے گئے یہ الفاظ جیسے اس کے دل و دماغ میں طیش کی آگ کو مزید بھڑ کا گئے تھے۔

"میکائیل ملک" نے ایل ای ڈی کا کنڑول میز پر سے اٹھایا اور پھر اس نے ایل ای ڈی بند کر دی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"میکائیل صاحب ! آپ کی چائے۔"

(اس کے گھر کی ملازمہ **"عنایہ بی بی"** غلط وقت پر آگئی تھیں۔ وہ بوڑھی عورت ہاتھ میں چائے کا کپ لیے کچھ ہی فاصلے پر کھڑی تھی۔ وہ سر پر دوپٹہ اوڑھے معمولی سے لباس میں ملبوس تھی اور وہ اس کے جواب کی منتظر تھیں۔ ان کے چہرے پر جھریاں ہی جھریاں تھیں۔)

میکائیل نے ایک نظر عنایہ بی بی کو دیکھا اور پھر انہیں ہاتھ سے چائے کا کپ سامنے میز پر رکھنے کا اشارہ کیا۔ اس میز پر جس پر وہ مغرور سے انداز میں پاؤں ٹکائے ہوئے تھا۔

عنایہ بی بی وہ چائے کا کپ میز پر رکھنے کے لیے جھکی ہی تھیں کہ میکائیل ملک نے اپنا ہاتھ اپنی پوری طاقت کے ساتھ چائے کے کپ پر دے مارا۔ چائے کا کپ زمین پر گر کر ایک زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ گیا۔

عنایہ بی بی یک دم کچھ سمجھ ہی نہیں پائیں۔ وہ بالکل ساکت سی کھڑی چائے کے ٹوٹے ہوئے کپ کو دیکھتی رہیں۔ انہیں میکائیل سے اس طرح کی حرکت کی توقع نہ تھی۔

(وہ شاید یہ بھول رہی تھیں کہ وہ میکائیل ملک تھا

جس کا اپنے غصے پر قابو رکھنا بالکل ناممکن تھا۔

اور اس غصے کو اپنے سے کمزور لوگوں پر اتارنا اس کا سب سے پسندیدہ کام تھا۔)

"جاہل عورت !میں تمہیں تنخواہ اس بات کی دیتا ہوں کیا۔"
اس نے ایک گہری سانس لی اور صوفے سے اٹھا۔اپنی طیش سے بھری نگاہوں سے اس نے عنایہ بی بی کو دیکھا جو سہمے ہوئے اسے دیکھ رہی تھیں۔
"میں نے تمہیں کب کا چائے لانے کا کہا ہوا ہے۔"
وہ بلند آواز میں ان پر چیخا۔
"صاحب جی وہ۔۔۔آپ نے جب کہا میں چائے لے آئی۔"
انہوں نے بمشکل اپنے گلے سے آواز نکالتے ہوئے کہا۔
"مطلب میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"
اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے مزید بلند آواز میں کہا۔اب کی بار عنایہ بی بی سے جواب نہ دیا گیا۔ وہ خاموش رہیں۔
("اتنی بے عزتی !آخر میرا قصور کیا ہے؟"انہوں نے دل ہی دل میں سوچا۔
وہ یہ الفاظ صرف سوچ سکتی تھیں لیکن انہیں زبان تک لانے کی ہمت ان میں نہ تھی۔)
"میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔اگر تم نے یہاں کام کرنا ہے تو میرے اصولوں کی پیروی کرنی ہوگی ورنہ اپنا بوریا بستر اٹھاؤ اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ تمہاری ان حرکتوں کے باوجود تم یہاں اب تک جو کام کر رہی ہونا! اس کی وجہ صرف میرے مرحوم والد صاحب ہیں ورنہ تم جیسے نوکروں کی یہاں کوئی جگہ نہیں۔"
وہ ان کی مسلسل تذلیل کیے جا رہا تھا۔۔ان کی عمر کا لحاظ کیے بغیر۔

(میکائیل ملک ایسا ہی تھا۔ طیش کے عالم میں ادب و احترام۔۔ سب کچھ بھول جانے والا۔)

اس بوڑھی عورت کا چہرہ بالکل سرخ ہو گیا تھا۔ میکائیل ابھی تک اس پر چیخ رہا تھا۔

"اب کھڑی کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو۔"

"Get lost! "

عنایہ بی بی یہ سن کر تیز قدم چلتی ہوئی ڈرائنگ روم سے باہر نکلیں۔ وہ اب باورچی خانہ میں جا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کچھ دیر بعد۔

میکائیل کا غصہ اب تک ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھا اب بس سگریٹ کے کش لینے میں مگن تھا جب اس کے آئی فون کی اسکرین جگمگائی۔ اس نے ایک نظر فون کی اسکرین پر ڈالی۔

اسکرین پر روشن نمبر کو دیکھ کر اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے فون پک کیا۔

"میں یہ بیان دے دوں گا۔ لیکن۔۔"

فون پر کچھ دیر روزمرہ کی گفتگو کے بعد جب دوسری جانب سے ایک شخص نے وہ سوال کیا جس کا اسے انتظار تھا، تو اس نے جواب دیا لیکن وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔

"ہاں ! تمہیں جو بھی چاہیے وہ تمہیں مل جائے گا بس یہ کام آج ہی ہو جانا چاہیے۔"

دوسری جانب سے ایک شخص نے بھاری مردانہ آواز میں اسے حکم دیا۔

"ہاں ! تم اس کی فکر مت کرو۔"

میکائیل نے فوراً جواب دیا۔

"ویسے تم کبھی یہ مت سمجھنا کہ تم مجھ پر کوئی احسان کر رہے ہو۔"

اس نے اب کی بار ابرو اچکا کر مزید کہا تو دوسری جانب سے ایک زوردار قہقہہ لگا کر ہنسنے کی آواز آئی۔

"اچھا !اور وہ کیوں؟"

دوسری جانب سے یہ سوال پوچھا گیا۔اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ میکائیل ملک کا تمسخر اڑا رہا ہو۔

"کیونکہ یہ ایک بزنس ہےاور اس بزنس میں ہم دونوں کا بہت منافع ہے۔"

اس نے شانے اچکا کر سنجیدگی سے کہا۔

اس کا یہ جواب سن کر دوسری طرف سے کوئی پھر مسکرایا۔ اب میکائیل نے فون کھٹک سے بند کر دیا اور عادت کے مطابق سگریٹ دوبارہ پینے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عنایہ بی بی باورچی خانے میں موجود تھیں۔ چولہے پر دوپہر کا کھانا پک رہا تھا۔ وہ چولہے کے پاس کھڑی تھیں۔ تبھی ارم باورچی خانے میں داخل ہوئی۔وہ بھی ان کے گھر میں کام کرنے والی ایک ملازمہ تھی جس کو کچھ ہی مہینے پہلے اس گھر میں کام کے لیے رکھا گیا تھا۔ وہ ایک انیس بیس سال کی لڑکی تھی جو اپنی مجبوریوں کی بنا پر یہاں کام کرنے آئی تھی۔

وہ باورچی خانہ میں عنایہ بی بی کی کھانا پکانے میں مدد کے لیے آئی تھی۔بہت ہی کم عرصے میں اس کی عنایہ بی بی سے کافی اچھی بات چیت شروع ہو گئی تھی۔اس نے جب ان کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات کو دیکھا تو اس نے ناسمجھی کا اظہار کیا۔

"کیا ہوا عنایہ بی بی؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟"

اس کے سوال کا جواب عنایہ بی بی نے نہیں دیا۔انہیں یوں پریشان دیکھ کر اسے غصہ آنے لگا۔
"عنایہ بی بی ! بتائیں مجھے کیا ہوا ہے آپ کو؟"
اس نے انہیں جواب دینے پر اصرار کیا۔
"بیٹی کیا ہوگا مجھے ہمیشہ سے ہم غریبوں کے ساتھ یہی تو ہوتا آ رہا ہے۔"ان کی آنکھوں کی نمی بڑھ گئی۔
"دن رات محنت کرنے کے باوجود بھی ہمیں ان مغرور لوگوں کے ہاتھوں ذلیل ہی ہونا پڑتا ہے۔"ایک آنسوان کی آنکھ سے لڑھکتا ہوا ٹھوڑی تک پہنچا جسے انہوں نے ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔
"میکائیل صاحب اتنا غصہ کیوں کرتے ہیں؟"
ارم نے چند لمحے بعد پوچھا۔
"بیٹی ! تمہیں ابھی کچھ نہیں معلوم۔تمہیں ابھی یہاں آئے ہوئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔اگر تم نے یہ دیکھا ہوتا کہ میکائیل صاحب نے بیگم صاحبہ کے ساتھ۔۔"
وہ اس کے سوال پر جیسے اپنی ساری بھراس نکالنا شروع ہو گئی تھیں لیکن اسی بھراس کے دوران وہ اپنی زبان سے کچھ ایسا کہنے لگی تھیں جو انہیں شاید نہیں کہنا چاہیئے تھا۔وہ ایک دم گھبرا گئیں۔انہیں احساس ہو گیا تھا کہ وہ کچھ ایسا بولنے والی تھیں جو ایک بھیانک طوفان لا سکتا تھا۔
"کیا کیا انہوں نے بیگم صاحبہ کے ساتھ؟"
ارم نے وہ سوال کیا جس کا انہیں ڈر تھا۔عنایہ بی بی کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔وہ چند لمحے کچھ بول ہی نہ سکیں۔
"ک۔۔ک۔۔کچھ نہیں۔"

انہوں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔
"اور تم یہاں کیا کر رہی ہو۔جاؤ جا کر اپنا کام کرو اور مجھے بھی اپنا کام کرنے دو۔"
انہوں نے مزید کہا۔
ارم ان کی بات سن کر وہاں سے جانے لگی۔اس کے چہرے پر بہت کچھ تھااور اس کا ذہن کئی سوالوں سے بھرا ہوا تھا۔
"آخر کیا ہوا تھا بیگم صاحبہ کے ساتھ؟"
اس کے دل ودماغ میں بار بار یہ سوال اٹھ رہا تھا جس کا جواب اب اسے ہر صورت چاہیئے تھا۔
☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگرچہ ہمیں آپ کے نقصان پر رونا پڑے
آپ ہمارے دلوں میں اس محفوظ جگہ پر رہتے ہیں
جہاں کوئی طوفان یا رات یا درد آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔

آپ کی محبت صبح کی مانند تھی
جس نے ہماری زندگی کو روشن کیا
اندھیرے کے نیچے بیداری رنگ کی ایک اور مہم جوئی کروائی۔

آپ کی آواز میں ہمیں ایک نیا گیت ملا
جس نے سب کچھ روشن کر دیا
جو کچھ بھی آپ نے اپنی نظروں میں سمایا۔

آپ کے وجود میں خوشی تیز تھی
آپ نے پھولوں جیسی مسکراہٹیں بکھیر دیں
دل کی تبدیلی پر
آپ کا ذہن ہمیشہ روشن رہا
چیزوں میں حیرت کے ساتھ۔

اگرچہ یہاں آپ کے دن مختصر تھے
آپ کی روح زندہ، بیدار، مکمل تھی
ہم اب ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھتے
اپنے ناموں کی پرانی دوری سے۔

اب آپ سانسوں کی تال کے اندر رہتے ہیں
جتنا ہم اپنے آپ سے قریب ہیں۔

اگرچہ ہم آپ کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے
ہم جانتے ہیں کہ ہماری روحیں آپ کو دیکھ سکتی ہیں۔
آپ ہمیں دیکھ کر مسکراتے ہیں
جس میں ہم اپنی بہترین تطہیر لاتے ہیں۔

ہم آپ کو نہ ڈھونڈیں صرف یاد میں
جہاں ہم آپ کے بغیر تنہا ہو جائیں گے
آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو موجودگی میں تلاش کریں۔
ہمارے علاوہ جب دلکشی روشن ہوتی ہے۔
جب مہربانی چمکتی ہے

اور موسیقی ابدی لہجے میں گونجتا ہے
جب آرکڈز زمین کو روشن کرتے ہیں۔

سیاہ ترین موسم بہار میں بدل گیا ہے
امید کے ساتھ یہ سیاہ غم پھول
ہر دل میں جو آپ سے محبت کرتا ہے۔

آپ ہماری حوصلہ افزائی کرتے رہیں
فیاض دل کے ساتھ ہر دن میں داخل ہونا
ہمت اور محبت کی دعوت کی خدمت کرنا۔

جب تک ہم آپ کا خوبصورت چہرہ دوبارہ نہ دیکھیں
اس سرزمین میں جہاں کوئی جدائی نہیں
جہاں ہمارے ذہن سے سارے آنسو پونچھ جائیں گے
اور جہاں ہم آپ کو دوبارہ کبھی نہیں کھویں گے۔

(By John O’Donohue)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد، پاکستان۔

سورج اسلام آباد کے پہاڑوں کے درمیان جیسے جیسے ڈوب رہا تھا، ویسے ہی آسمان رنگوں کے شاہکار میں تبدیل ہو رہا تھا۔ نارنجی۔۔گلابی۔۔اور سونے کے رنگ آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔ سورج کی روشنی کی آخری کرنیں زمین کو چھو رہی تھیں۔

اس پس منظر میں، صاف اور شفاف مخملی آسمان پر دور ہیروں کی مانند ستارے ہلکے سے ابھر رہے تھے۔اور چاند۔۔ایک روشن ہلال۔۔آسمان پر سجا تھا جو دنیا پر ایک نرم اور دلفریب چمک ڈالتا۔

وہ ایک وسیع اور خوبصورت کمرہ تھا جہاں حلیمہ صاحبہ موجود تھیں۔ وہ اس کمرے میں ان چیزوں کو ترتیب سے رکھنے میں مصروف تھیں جن کی ترتیب خراب ہوئی پڑی تھی۔ ویسے نینا نیویارک جانے سے پہلے اپنے کمرے میں ہر شے کو ترتیب سے رکھ کر گئی تھی لیکن اس کے جانے کے بعد اس کے کمرے میں اریحہ کا آنا جانا لگا ہی رہتا۔اس وجہ سے اس کے کمرے میں رکھی کچھ چیزوں کی تریب صحیح نہیں تھی۔

"بس نینا آنے والی ہو گی اور میرا کام ابھی تک ختم نہیں ہوا۔"

حلیمہ صاحبہ تیز لہجے میں زیر لب بڑبڑا رہی تھیں اور ساتھ ساتھ تمام چیزوں کو آخری بار ترتیب دے رہی تھیں۔

تب ہی انہیں کسی کے تیز قدموں کی آواز آئی۔وہ پیچھے مڑیں اور انہوں نے کمرے کے دروازے کی جانب ابرو اکٹھے کرتے ہوئے دیکھا۔

"امی !نینا آ گئی !۔"

اریحہ نے کمرے میں داخل ہوئے بغیر دروازے کے پاس کھڑے رہ کر ہی جیسے اعلان کیا۔ حلیمہ صاحبہ کا چہرہ کھل اٹھا۔۔آنکھوں میں ایک خاص چمک اور نمی سی ابھر آئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"اسلام وعلیکم امی!"

حلیمہ صاحبہ کے لونگ روم میں داخل ہوتے ہی نینا نے انہیں خوش دلی سے سلام کیا اور پھر ان کی جانب بڑھ کر انہیں پیار سے گلے لگالیا۔اریحہ بھی ساتھ ہی کھڑی تھی۔نینا نے اپنا ہینڈ بیگ سامنے پڑی میز پر رکھ دیا تھا اور ساتھ ہی اس کا سوٹ کیس پڑا تھا۔

"ہائے میری جان۔آگئی تم۔اللہ کا بہت شکر ہے۔"

حلیمہ صاحبہ کی آواز بھر آئی تھی اور یہ نینا کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔وہ جب کسی دوسرے ملک جاتی یا کسی دوسرے شہر بھی۔۔تو گھر واپس آنے پر حلیمہ صاحبہ یوں ہی اس سے ملتیں اور بالکل اسی طرح سے ان کی آنکھیں اور آواز ان کی اداسی کو بیان کرتے۔

(نینا کی نیویارک سے پاکستان کی فلائٹ صبح کی تھی۔اور نیویارک سے پاکستان کا راستہ چودہ گھنٹے سے بھی زیادہ کا ہے،اسی وجہ سے اسے آتے ہوئے شام ہو گئی تھی۔)

" اریحہ میڈم !کیا حال ہے آپ کا؟"

اب کی بار اس نے ساتھ کھڑی اریحہ کو مخاطب کیا جو اپنی چھوٹی سیاہ روشن آنکھوں سے ان دونوں ماں بیٹی کی گفتگو سن رہی تھی۔اس کی آنکھیں نینا جیسی نہیں تھیں اور نہ ہی حلیمہ صاحبہ جیسی۔اس کی آنکھیں تو احسن صاحب کی آنکھوں کی طرح تھیں۔

"شکر ہے آپ کو میں یاد آئی۔"اس نے خوش گوار لہجے میں مسکرا کر کہا تو حلیمہ صاحبہ اور نینا بھی کھل کر مسکرانے لگیں۔

"خیر۔۔آپ کیسی ہیں؟میں نے آپ کو بہت یاد کیا۔"اب کی باراس نے بھی نینا سے گلے ملتے ہوئے کہا۔وہ پندرہ سولہ سال کی ایک خوبصورت اور معصوم سی لڑکی تھی جو شلوار قمیص میں ملبوس ایک دوپٹہ اپنے کندھوں پر پھیلائے ہوئے آج اس گھر میں موجود ہر شخص کی طرح کافی خوش لگ رہی تھی۔

"میری جان!میں نے بھی تمہیں بہت یاد کیا۔"

اس نے پیار سے اسے کہا۔

"امی !بابا اور علی کہاں ہیں؟"

اس نے ارد گرد نگاہ دہراتے ہوئے سوال کیا۔

"تمہارے بابا کی دفتر میں کوئی بہت اہم میٹنگ تھی۔وہ کہہ رہے تھے کہ وہ آج دفتر سے جلدی آ جائیں گے۔اور علی۔۔تم تو جانتی ہی ہو ایک وکیل کے ہر وقت کورٹ کچہری کے چکر لگتے ہی رہتے ہیں اسی وجہ سے بس۔۔ لیکن وہ کہہ رہا تھا وہ جلدی آنے کی کوشش کرے گا۔"

انہوں نے یوں کہا جیسے یہ ان کے گھر کا ایک معمول ہو اور واقعی میں یہ ان کے گھر کا معمول ہی تھا۔

" ٹھیک ہے امی !میں فریش ہو کر آتی ہوں۔باقی باتیں اب کھانے کے ساتھ۔"

اس نے یہ کہتے ہوئے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا،سوٹ کیس لیا اور لونگ روم سے باہر نکلنے لگی۔

"ہاں ٹھیک ہے تم بس فریش ہو کر آؤ۔میں کھانا لگاتی ہوں۔میں نے تمہاری پسندیدہ بریانی بنائی ہے۔"

اور پھر نینا کے قدم رکے۔اس نے پیچھے مڑ کر حلیمہ صاحبہ کو دیکھا۔

"YOU'RE THE BEST."

اس نے اپنے ہاتھ سے تھمز اپ (بہت خوب) کا سائن بناتے ہوئے خوش دلی سے کہا تو حلیمہ صاحبہ کے چہرے پر مسکراہٹ مزید بڑھی۔

انہوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جیسے اس کی تعریف کے بدلے شکریہ کہا۔اور پھر نینا وہاں سے جانے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آسمان کے مخملی سیاہ اور گہرے نیلے کینوس پر چاند روشن تھا۔۔بہت روشن۔۔ستارے اس گہرے نیلے اور سیاہ کینوس پر بکھرے ہوئے تھے۔یہ ستارے روشن جگنو کی مانند تھے۔۔جو خاموشی سے ٹمٹما رہے تھے۔

احسن صاحب اور علی نینا کے گھر پہنچنے کے ایک دو گھنٹے بعد آ گئے تھے۔ان سے کافی دیر بات چیت کرنے کے بعد حلیمہ صاحبہ نے ڈائننگ روم میں کھانا لگا دیا تھا۔وہ سب ڈائننگ ٹیبل کے ارد گرد نفاست سے رکھیں کرسیوں پر براجمان تھے۔بریانی کی خوشبو ماحول میں رقص کر رہی تھی۔

"اور بتاؤ علی آج کونسا کیس ہارے؟"

کھانا کھاتے ہوئے نینا علی سے مخاطب ہوئی۔اس کی آنکھوں میں سے شرارت کے تاثرات خوب جھلک رہے تھے۔

"ارے اینکر صاحبہ! آپ کو غلط فہمی ہے۔میں ہمیشہ کی طرح آج بھی اپنا کیس جیت کر ہی آیا ہوں۔"

علی نے بریانی کا ایک لقمہ لینے کے بعد کندھے اچکا کر کہا۔وہاں بیٹھے باقی لوگ مسکرانے لگیں۔

("نینا کی غیر موجودگی میں گھر کی ساری رونق ہی غائب ہو جاتی ہے۔"
حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔)
"چلو !یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔"
نینا نے مسکرا کر کہا۔
"نینا !میں نے تمہاری اقوام متحدہ میں کی گئی تقریر سنی۔ماشااللہ!۔تم نے تو کمال ہی کر دیا۔"
چند لمحے بعد احسن صاحب نے اسے کافی قابل ستائش انداز میں کہا۔ان کے انداز میں نینا کے لیے عزت۔۔محبت۔۔اور۔۔فخر بھی تھا۔اس نے احسن صاحب کو مسکرا کر دیکھا۔
" بہت شکریہ بابا۔یہ سب کچھ آپ اور امی کی اچھی تربیت کی وجہ سے ہی ہے۔"
اس نے ابرو چکا کر نرمی سے کہا تو اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھیں حلیمہ صاحبہ نے اس کے کندھے پیار سے تھپتھپائے۔
" وہ بات تو ٹھیک ہے بیٹی تمہاری لیکن سارا کچھ صرف ہماری وجہ سے نہیں ہے۔ انسان کو اللہ نے **قوت ارادہ و اختیار** عطا کیا ہے۔ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ۔۔ میں اور تمہاری والدہ (انہوں نے حلیمہ صاحبہ کی جانب دیکھا) تمہیں نصیحتیں کرتے لیکن تم ان پر عمل نہ کرتی۔"
وہ کہہ رہے تھے تو وہ ان کی بات سن کر ساتھ ساتھ دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیتی۔
"مطلب یہ کہ۔۔"
نینا نے چند لمحے بعد کچھ کہنا چاہا لیکن اریحہ نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

"مطلب یہ کہ آپ نے اپنے لیے اس راہ کا انتخاب خود کیا ہے۔"

اس نے شانے اچکا کر کہا تو سب مسکرانے لگیں۔ وہ سب جانتے تھے کہ اس نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استنبول، ترکی۔

آسمان پر چمکتا ہوا سورج ایک نئے دن کی یاد دہانی کروا رہا تھا۔ سورج کے اطراف میں سفید روئی کی طرح کے بادل اپنا بسیرا کیے ہوئے تھے۔ ارد گرد چلتی ہوا بالکل تازہ تھی۔ گھاس پر شبنم کے قطرے اب ہیروں کی طرح مزید چمک رہے تھے جو دراصل سورج کی بڑھتی ہوئی روشنی کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

وہ دونوں کھانے کی میز پر بیٹھے ہوئے ناشتہ کر رہے تھے۔ وہ ناشتہ کرنے کے ساتھ ساتھ بار بار اپنے موبائل کی اسکرین کو آن کر کے دیکھتا۔ اور جیمرے خاتون ہر مرتبہ ایک ناگواری سے بھری نظر اس پر ڈالتیں۔ وہ شاید یہ جانتا بھی نہیں تھا کہ اس کے یوں بار بار ناشتہ کے دوران موبائل کو استعمال کرنے کی وجہ سے اس کی والدہ اسے کتنی مرتبہ ناگواری سے دیکھ چکی ہیں۔ انہیں اس کی اس حرکت پر کافی غصہ آرہا تھا۔

"براق !آج میرائے آ رہی ہے۔"

جیمرے خاتون نے اسے مخاطب کیا تو وہ ابھی بھی موبائل کی اسکرین پر نظریں ٹکائے ہوئے موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

"براق ! تم سن رہے ہو میں کیا کہہ رہی ہوں؟"

انہوں نے اب کی بار اسے جیسے جھڑکا۔

"میں نے سن لیا ہے آنے۔"

براق نے موبائل کو کھانے کی میز پر رکھتے ہوئے ابرو اچکا کر کہا۔انہیں لگا تھا کہ اس نے ان کی بات نہیں سنی تھی لیکن وہ شاید یہ بھول گئی تھیں کہ براق یامان بہت حاضر دماغ تھا۔

وہ اب اطمینان سے پلیٹ میں موجود چلبر کھا رہا تھا۔

(ترکیہ /ترکیے میں انڈوں اور دہی سے تیار کیا گیا ایک نسخہ چلبر کہلاتا ہے۔)

جیمرے خاتون ابھی بھی اس کا چہرہ ناگواری سے گھور رہی تھیں۔

"واہ !تو تم مجھے پہلے جواب نہیں دے سکتے تھے۔"

انہوں نے شکوہ کن لہجے میں کہا۔

"آنے!ایک بہت ہی اہم میسج آیا ہوا تھا وہ پڑھ رہا تھا۔"

اس نے وضاحت کی۔

"تمہارا ذہن کس طرف ہوتا ہے براق؟"

انہوں نے فوراً سنجیدگی سے پوچھا۔اس نے ایک نظر انہیں دیکھا اور کچھ کہنا چاہا لیکن تب ہی اس کے موبائل کی اسکرین روشن ہوئی۔

اس نے اپنا موبائل میز پر سے اٹھایا اور اسکرین پر دیکھا۔اسکرین پر روشن نمبر ایلدار کا تھا۔اس نے ایک گہری سانس لی اور فون پک کیا۔جیمرے خاتون کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات اب مزید بڑھ گئے تھے۔

"براق !وہ ایمرے ہے۔"

دوسری جانب سے ایلدار نے ہچکچاتے ہوئے کہا اور پھر خاموش ہو گیا۔ ایمرے بے کا نام سن کر براق کے چہرے پر نا سمجھی کے تاثرات ابھرے۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا کھانے کا چمچ سامنے رکھی پلیٹ میں رکھا۔

"کیا ہوا ہے ایمرے چچا کو؟ بتاؤ ایلدار۔"

اس نے تھوڑا بلند آواز میں پوچھا تو جیمرے خاتون کے چہرے پر بھی ایمرے بے کا نام سن کر حیرت اور نا سمجھی کے تاثرات جھلکے۔

" ایمرے بے کے .بیلگراد (جنگل کا نام) والے کاٹیج سے آیاز کی ڈیڈ باڈی ملی ہے اور۔۔ایمرے بے۔۔ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔"

ایلدار نے ہچکچاتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔ براق کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھیں۔۔بہت تیز۔ چہرے پر تناؤ بھی صاف آشکار تھا۔ اس نے بغیر کچھ کہے فون بند کیا اور کرسی کھینچ کر باہر نکلا۔

جیمرے خاتون اس کا چہرہ نا سمجھی کے عالم میں دیکھ رہی تھیں۔ وہ دروازے کی طرف تیز قدم چلتا ہوا جانے لگا تو جیمرے خاتون نے اس کو بازو سے پکڑ کر روکا۔

"براق ! کیا ہوا ہے؟ کیا سب خیریت تو ہے؟"

انہوں نے پریشانی کے عالم میں اس سے پوچھا۔ براق چند لمحے خاموش رہا جیسے کہنے کے لیے الفاظ تلاش کر رہا ہو۔ اس کی آنکھوں میں اب سرخی اور نمی کی ملی جلی لہریں موجود تھیں جو جیمرے خاتون کے دل کو ڈبو رہی تھیں۔

"آیاز اب نہیں رہا۔"

اس نے کہا تو اس کے انداز میں بہت کچھ تھا۔۔ طیش۔۔ غم۔۔بے یقینی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آسمان کے رنگ مدھم پڑ گئے تھے۔سورج ڈھل رہا تھا۔نارنجی۔۔گلابی۔۔اور ہلکی جامنی رنگت شام کے جذبات کی عکاسی کررہے تھے۔درختوں کی شاخیں شام میں چلتی ہوئی ہلکی پھلکی ہوا کی وجہ سے لہراتیں۔ایک اداسی کی فضا قائم تھی۔۔یوں لگتا جیسے دنیا ایک اور دن کے ڈھل جانے کا ماتم بنا رہی ہو۔

لونگ روم کی بتیاں جلنے کے باوجود بھی بجھی ہوئی ہی لگ رہی تھیں۔۔جیسے ان کا دل بجھا ہوا تھا۔وہ ادھر تنہا تھیں۔ان کے کندھے آگے کی طرف جھکے ہوئے تھے۔آنکھیں بوجھل تھیں۔ان کا دل ودماغ کئی سوچوں میں گم تھا۔

آیاز جیمرے خاتون کے لیے بہت عزیز تھا۔وہ براق سے ایک دوسال ہی چھوٹا تھا۔اس کا یوں اس دنیا سے چلے جانا ان کے گھر میں موجود ہر شخص کے لیے ہی کافی تکلیف کا سبب تھا۔

میرائے کچھ دیر پہلے ہی گھر پہنچی تھی۔جیمرے خاتون کی یہ حالت دیکھ کر وہ کچھ سمجھ نہیں پائی۔لیکن پھر جب انہوں نے اسے سب بتایا تو وہ بھی یک دم حیران رہ گئی۔۔اور پریشان بھی۔

جیمرے خاتون کو کچھ دیر حوصلہ اور تسلی دینے کے بعد اس نے انہیں لونگ روم میں بھیجا اور خود وہ فریش ہونے گئی تھی۔

براق ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔

یہ شام یقیناً ایک غم کی شام تھی

اور یہ غم پہنچانے والا کون تھا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"آنے !آخر یہ سب ہوا کیسے ؟"

میرائے نے پوچھا۔ وہ چند لمحے پہلے ہی فریش ہو کر آئی تھی اور جیمرے خاتون کے ساتھ برابر میں صوفے پر آ کر بیٹھی تھی۔

(شام بھی اب ڈھل چکی تھی۔ آسمان پر سیاہ گہرے سائے کا جال بچھا تھا جس پر چاند کی روشنی ہر سو پھیلے ہوئے تھی۔)

"مجھے خود نہیں معلوم۔"

انہوں نے شانے اچکا کر جواب دیا۔ انہیں براق نے جتنا بتایا تھا۔۔ وہ صرف وہی جانتی تھیں۔ اور پھر ہر طرف ایک طویل خاموشی کا بسیرا ہو گیا۔

کچھ دیر بعد اس خاموشی میں کسی نے خلل پیدا کیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ دونوں چوکنا ہوئیں۔

جیمرے خاتون لونگ روم سے باہر نکلیں اور انہوں نے دروازے کی جانب دیکھا۔ میرائے بھی ان کے ساتھ ہی کھڑی دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

براق گھر میں داخل ہو چکا تھا اور انہیں دیکھ کر وہ چند لمحے کے لیے رکا۔ ایک گہری سانس لی اور پھر چھوٹے چھوٹے قدم لیتا ہوا ان کی جانب بڑھا۔

براق کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔ اس کی آنکھیں بھاری اور مدھم نظر آ رہی تھیں۔ وہ ان کے قریب آیا اور سر ہلا کر جیسے اشارے سے سلام کیا ہو۔ اور پھر لونگ روم میں چلا گیا۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچھے لونگ روم میں آئیں۔

وہ سیدھا صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے ٹیک لگا کر بیٹھا۔ اس کے کندھے دن بھر کی تکلیف کے باعث بھاری ہوئے پڑے تھے۔ اس نے چند لمحے کے لیے آنکھیں بند کر ڈالیں۔

جیمرے خاتون اور میرائے اس کے برابر میں صوفے پر آکر بیٹھیں۔ وہ اسے سننے کی منتظر تھیں۔

اس نے آنکھیں کھولیں اور ایک نظر ان دونوں کو دیکھا پھر ایک گہری سانس لی۔

" آنے !آیاز کو ہم نے دفنا دیا ہے۔"

اس نے بھاری آواز میں کہا تو جیمرے خاتون کی آنکھوں میں نمی مزید بڑھ گئی۔

"اور ایمرے چچا لاپتہ ہیں۔"

چند لمحے بعد اس نے مزید کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریک آسمان پر جھلکتے ہوئے چاند کی روشنی نیٹٹوریم کے پول کے پانی پر رقص کر رہی تھی۔ پانی کا صاف اور شفاف نیلا رنگ چاند کی روشنی کے باعث چمک رہا تھا۔ ارد گرد چلتی ہوا ٹھنڈی اور کرکری تھی۔

وہ نیٹٹوریم میں موجود تھا۔ ایک گہری سوچ میں ڈوبا ہوا وہ وہاں چہل قدمی کر رہا تھا۔

"آخر ایمرے چچا کہاں ہوں گے؟"

یہ سوال وہ اپنے آپ سے دل ہی دل میں کئی بار پوچھ چکا تھا۔ اور جتنی بار وہ اپنے آپ سے یہ سوال پوچھتا۔۔اس کے چہرے پر تناؤ کے تاثرات مزید بڑھ جاتے۔

اور پھر کسی کے قدموں کی آواز پر وہ اپنی سوچوں کے دائرے سے باہر نکلا۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرائے اس کے قریب آرہی تھی۔

"کیا ہوا میرائے؟ تم ابھی تک سوئی نہیں؟"

جب وہ اس کے سامنے آکر کھڑی ہوئی تو اس نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

" ہاں بس یونہی۔ پتا نہیں کیوں۔"

اس نے کندھے اچکا کر جھوٹ بولنے کی ناکام کوشش کی۔ براق جان گیا تھا کہ وہ جھوٹ کہہ رہی ہے۔ براق کے سامنے جھوٹ بولنا بہت مشکل کام تھا۔اس کی تشویش سے بھری نگاہیں اپنے اوپر دیکھ کر میرائے نے ایک گہری سانس لی جیسے اب اسے اس کو سچ بتانا ہی پڑے گا۔

"آج مجھے بابا کی بہت یاد آ رہی ہے۔"

اس نے لب کاٹتے ہوئے کہا تو اس کی نیلی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"میرائے !بابا کی یاد ہمیں کب نہیں آتی؟

ان کی یاد تو ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے۔"

اس نے اس کے کندھے نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے کہا تو وہ زخمی سے انداز میں ہلکا سا مسکرائی۔

"ہاں !کاش بابا ہمارے ساتھ ہوتے۔"

اس نے حسرت بھرے انداز میں کہا۔

"اللہ کے فیصلے وہ خود بہتر جانتا ہے۔ہم اللہ کے فیصلوں پر سوال اور اعتراض نہیں کر سکتے۔ہم اللہ کے فیصلوں کو کبھی نہیں سمجھ سکتے۔تم بس یہ دعا کیا کرو کہ بابا جہاں ہیں انہیں وہاں اعلیٰ مقام حاصل ہو۔"

اس نے تھوڑا سوچ کر کہا۔میرائے نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ وہاں سے جانے لگی۔وہ جانتا تھا کہ اب وہ اپنے کمرے میں جا کر خوب آنسو بہائے گی۔ لیکن وہ ابھی اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کبھی کبھی انسان بالکل بے بس ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ابھی تک نیٹٹوریم میں موجود تھا۔اب وہ پول کے سامنے بیٹھا تھا۔رات اب گہری ہو چکی تھی۔۔

بہت گہری۔

"اللہ !یہ کیسی آزمائش ہے۔"

وہ زیر لب آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔اس کا دل شکستہ تھا۔۔آنکھیں بوجھل۔

"پہلے بابا چلے گئے۔۔پھر آیاز۔۔ اور پھر۔۔ایمرے چچا۔"

اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔چند لمحے خاموش رہا۔اس خاموشی کے باوجود اس کی نیلی آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔

"وہ جہاں کہیں بھی ہوں گے میں انہیں ڈھونڈ لوں گا۔"

اس نے دل ہی دل میں اپنے آپ سے عہد کیا۔رات کی تاریکی اور آسمان پر روشن چاند اس کے اس عہد کے گواہ بنے یہ منظر خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

"بابا !مجھے آپ کی نصیحتیں یاد ہیں۔"

اس نے اب کی بار آسمان پر روشن چاند کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے زیر لب کہا۔

اور پھر۔۔

اس کا دل ودماغ ماضی کی یادوں کے سمندر میں ڈوبنے لگا۔۔جس میں وہ اس وقت خود ڈوبنا چاہ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگرچہ یہاں آپ کے دن مختصر تھے
آپ کی روح زندہ، بیدار، مکمل تھی
ہم اب ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھتے

اپنے ناموں کی پرانی دوری سے۔

کچھ سال پہلے۔

وقت کی رفتار پیچھے کو جا رہی تھی۔۔بہت پیچھے۔کیلنڈر پر تاریخیں الٹ رہی تھیں اور پھر ایک جگہ آ کر رک گئیں۔یہ وہی جگہ تھی جہاں اب ایک نہیں دو افراد موجود تھے۔

نیٹٹوریم میں وہ دونوں افراد پول کے سامنے بیٹھے تھے۔دونوں کے درمیان کچھ دیر پہلے ہی تھوڑی سی گفتگو ہوئی تھی اور پھر خاموشی چھا گئی تھی۔رات گہری تھی۔۔بے حد گہری۔آسمان پر روشن چاند کافی پر فتن لگ رہا تھا۔

"بابا !کیا آپ پریشان ہیں؟"

سوال پوچھنے والے لڑکے کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی۔اس کی نیلی آنکھوں میں اپنے ساتھ بیٹھے شخص کے لیے پریشانی تھی۔اس کے ساتھ بیٹھے شخص نے ایک نظر اسے مسکرا کر دیکھا۔اس کی سیاہ آنکھوں میں بہت کچھ تھا جو وہ لڑکا سمجھ نہ سکا۔

"نہیں بیٹے !میں پریشان نہیں ہوں۔"

یامان بے شکست خوردہ لہجے میں مسکرائے۔براق کو ان کے یوں تسلی دینے پر بھی اطمینان نہ پہنچا۔وہ اپنے باپ کو اچھے سے جانتا تھا۔ان کے ہر ایک رویے سے وہ پوری طرح واقف تھا۔آج وہ پریشان نہیں۔۔بہت پریشان تھے۔۔یہ وہ اچھے سے جانتا تھا۔اور وہ اپنی پریشانی کو کیوں چھپا رہے تھے۔۔یہ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"براق !میں تمہیں آج کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں۔لیکن۔۔"انہوں نے ایک وقفہ لیا۔وہ انہیں سننے کا منتظر تھا۔

"شرط یہ ہے کہ تم انہیں ہمیشہ یاد رکھو گے۔"

انہوں نے اسے جتاتے ہوئے کہا۔

"بابا !میں آپ کی کہی گئی کوئی بات آج تک نہیں بھولا۔"

اس نے کافی پر اعتماد انداز میں یامان بے سے کہا۔

"بہت خوب۔"انہوں نے اس کے کندھے تھپتھپائے۔

"تو اب میں جو کچھ کہنے جا رہا ہوں اسے غور سے سننا۔"

انہوں نے اسے تاکید کی۔اس نے اثبات میں سر ہلایا۔یامان بے آسمان پر روشن چاند کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگیں۔براق نے بھی ان کی نظروں کا تعقب کرتے ہوئے چاند کو دیکھا۔

"بیٹے !تم جانتے ہو کہ حضرت لقمٰن نے اپنے بیٹے کو کچھ نصیحتیں کی تھیں۔وہ نصیحتیں میں آج تمہیں بتانے جا رہا ہوں۔"

انہوں نے چند لمحے بعد اسے نرمی سے کہا۔

"آپ کو ان نصیحتوں کے بارے میں کیسے معلوم؟"

براق نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ نصیحتیں دراصل قرآن کی آیات میں موجود ہیں۔"

انہوں نے فوراً جواب دیا تو براق کی آنکھوں میں ایک چمک سی ابھری۔

"کون سی سورت میں؟"

سوال فوراً پوچھا گیا۔

"سورت لقمان میں۔"

جواب بھی فوراً دیا گیا۔

"اچھا بابا !تو۔۔"

اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن یامان بے نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہاں ! تو اب مزید کوئی سوال نہیں۔اب میں چاہتا ہوں تم میری بات خاموشی سے اور غور سے سنو۔"

انہوں نے اس سے کہاتواس نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلادیا۔وہ اب پول کے نیلے پانی پر لہراتی ہوئی چاند کی روشنی کو دیکھ رہاتھا۔یامان بے نے ایک نظر اسے دیکھااور پھر آسمان کی تاریکی میں روشن چاند کو دیکھنے لگیں۔انہوں نے ایک گہری سانس لی اور پھر وہ کہنا شروع ہوئے۔

"(حضرت لقمان نے کہا کہ)اے میرے بیٹے !بے شک اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو پھر خواہ وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمینوں میں (تب بھی)اللہ اسے حاضر فرما دے گا۔"

"بے شک اللہ بڑا باریک بین باخبر ہے۔"

(وہ اپنی نظریں آسمان پر جمائے ہوئے سنجیدگی سے قرآن کی ان آیات کا ترجمہ اسے سنارہے تھے۔ انہیں ان آیات کا ترجمہ زبانی یاد تھا۔براق پول کے پانی کے اوپر نظریں جمائے ہوئے تھا لیکن اس کا ذہن اپنے باپ کے الفاظ کو صرف سن نہیں رہا تھا بلکہ اسے ہمیشہ یادرکھنے کی کوشش بھی کررہا تھا۔)

"اے میرے بیٹے !نماز قائم کرو۔"

"اور نیکی کا حکم کرو۔"

(انہوں نے نرمی سے ایک نظر اسے دیکھا جو ان کی باتیں کافی متوجہ ہو کر سن رہا تھا۔)

"اور برائی سے منع کرو۔"

"اور تمہیں جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرو۔"

"بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔"

(یامان بے نے اب کی بار براق کے ارد گرد اپنے بازو پھیلاتے ہوئے اس کے ماتھے پر چوما۔ وہ ان کی باتیں سن بھی رہا تھا اور سمجھ بھی۔۔ لیکن پھر بھی اس وقت اس کے ذہن میں بہت سے سوالوں نے گھر کر لیا تھا۔)

(" بابا مجھے آج یہ سب کیوں بتا رہے ہیں؟"

یہ سوال کئی بار اس کے دل و دماغ میں ابھرتا لیکن اس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔)

"اور لوگوں سے بے رخی نہ کرو۔"

"اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔"

"بے شک اللہ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔"

(انہوں نے اب کی بار اسے دیکھا اور دھیرے سے سر ہلا دیا جیسے اس سے پوچھ رہے ہوں کہ جو وہ کہہ رہے ہیں اسے سمجھ آ رہا ہے یا نہیں۔ براق نے بھی ہلکا سا مسکرا کر سر ہلا دیا جیسے وہ ان کی کہی ہر بات سمجھ رہا ہو۔)

"اور اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کرنا۔"

"اور اپنی آواز نیچی رکھو۔"

"یقیناً آوازوں میں سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔"

یامان بے نے اپنی بات مکمل کی۔ اب وہ براق کی طرف متوجہ ہوئے جو اب پول کے پانی پر نظریں جمائے ہوئے اپنی سوچوں میں گم ساتھا۔ وہ اسے دیکھ کر ہلکا سا مسکرائے۔

" تمہیں یہ باتیں سمجھ میں آئیں کیا؟"

انہوں نے اس سے نرمی سے پوچھا تو وہ ایک دم اپنی سوچوں کی خلاء سے باہر آیا اور ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"جی بابا ! مجھے سمجھ آ گئی ہے۔"

اس نے کافی یقین سے کہا۔

"امید کرتا ہوں جو تم کہہ رہے ہو ویسا ہی ہو۔"

انہوں نے ابرو اچکا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"بابا ! آپ مجھے آج یہ سب کیوں بتا رہے ہیں؟"

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد براق کے دل کو جو سوال کھٹک رہا تھا اس نے وہ پوچھ ڈالا۔ وہ یہ سن کر زیرلب مسکرائے جیسے وہ اسی سوال کی توقع کر رہے ہوں۔

" میں جانتا تھا تم یہ سوال ضرور پوچھو گے اور اس کا جواب یہ ہے کہ۔۔"

انہوں نے ایک وقفہ لیا۔

"براق میں چاہتا ہوں جب میں اس دنیا میں نہ ہوں تو تمہیں اس زندگی کو گزارنے کے اصول معلوم ہوں۔"

انہوں نے کہا تو اب کی بار ان کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی کی لہر امڈ آئی۔ براق کا دل یک دم ڈوبا تھا۔

"بابا !آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟"

اس نے فوراً مغموم سے لہجے میں پوچھا۔
"آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہی رہے گیں۔آپ کو کبھی کچھ نہیں ہوگا۔"
اس نے انہیں گلے لگاتے ہوئے پیار سے کہا۔
"بیٹے !موت تو برحق ہے۔"
انہوں نے اسے تھپتھپاتے ہوئے کہاتوان کے لہجے اور چہرے کے تاثرات میں بہت کچھ تھا۔ان کی ابھی کی جانے والی اور اس سے پہلے والی بات نے براق کو بے سکون کر دیا تھا۔
"براق ! ایک آخری نصیحت سن لو میری پھر بے شک تم جا کر سو جاؤ۔"
انہوں نے اس سے کہاتواب ان کا لہجہ کافی سنجیدہ تھا۔وہ ان کے برابر میں بیٹھا خاموشی سے ان کی نصیحت سننے کے لیے منتظر تھا لیکن ان کے اس جملے نے اسے مزید بے سکون کر دیا تھا۔
("آخری نصیحت۔۔کیا مطلب ؟"
اگر انہوں نے نصیحت کہا ہوتا تو وہ بے سکون نہ ہوتا۔لیکن انہوں نے آخری نصیحت کہا تھا۔۔جس وجہ سے وہ بے سکون ہو گیا تھا۔)
"بابا !آپ کہیے جو کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں۔"
"مجھے نیند نہیں آ رہی۔"
اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنے باپ سے کہاجو کہ بالکل سچ تھا۔اس کے باپ کی گئی گفتگو نے واقعی اس کی نیند اڑادی تھی۔
"اچھا !تو سنو۔بیٹےاس دنیا میں تمہیں بہت سے دوست ملیں گے۔اچھے دوست تمہارے لیے ایک نعمت ہوتے ہیں۔"

"لیکن میری ایک بات کبھی مت بھولنا۔اس دنیا میں تمہارے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے منافق دوست۔"

یامان بے کی آنکھوں میں مزید نمی ابھر آئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے سائے سمٹ چکے تھے۔سورج اب آسمان پر چاند کی جگہ لے چکا تھا۔یہ صبح براق کی زندگی میں ایک نیا موڑ لانے والی تھی۔یہ صبح اس کی زندگی کا ایک نیا آغاز تھا۔

جہاں یہ صبح کسی کے لیے ایک اختتام تھا۔۔ویسے ہی یہ کسی کے لیے ایک نئی شروعات تھی۔

وہ بیڈ پر لیٹا تھا۔۔آنکھیں دھیرے سے کھول کر ارد گرد دیکھا۔کمرے میں ہر طرف سورج کی روشنی پھیل چکی تھی۔۔پردے کھڑکیوں پر گرے ہوئے تھے تب بھی سورج کی کرنوں کی روشنی اس قدر تیز تھی کہ اس نے کمرے کو بھی روشن کر دیا تھا۔وہ آنکھیں رگڑتا ہوا بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا۔ اور پھر اسے کچھ سنائی دیا۔یہ بہت سی آوازیں تھیں۔۔اوران آوازوں میں جیمرے خاتون کی آواز سب سے اونچی تھی۔وہ پہلے کچھ سمجھ نہ پایا۔

"کیا آنے رو رہی ہیں؟"

وہ زیر لب نا سمجھی سے بڑبڑاتا ہوا بیڈ سے اٹھا اور تیز قدم لیتا کمرے سے باہر کو نکلا۔کمرے سے باہر نکل کر جیمرے خاتون کی رونے کی آواز مزید اونچی ہو گئی۔اس کی بے چینی بڑھی اور اس کے قدم تیز ہوئے۔۔یہاں تک کہ وہ تقریبا دوڑتا ہوا سیڑھیوں سے نیچے اترا۔

سیڑھیوں سے نیچے اتر کر اپنے سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے قدموں تلے جیسے زمین ہی نکل گئی ہو۔ وہ بالکل ساکت سا کھڑا رہا۔

(سیڑھیاں اتر کر سامنے ہی لونگ روم آتا۔ سیڑھیوں کے ساتھ ہی کچھ فاصلے پر یامان بے اور جیمرے خاتون کا کمرہ تھا۔ ان کے گھر میں دو لونگ روم تھے۔ جو لونگ روم ایک طرف کو واقع تھا وہ زیادہ تر مہمانوں کے لیے رکھا گیا تھا۔)

فرش پر **"یامان بے"** کی لاش کفن میں لپٹی ہوئی پڑی تھی جس کے ساتھ ہی جیمرے خاتون سر جھکائے سسکیاں لیتے ہوئے اشک بہا رہی تھیں۔ وہ یہ منظر بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا۔۔ آنکھیں نم ہو گئیں۔ اور پھر اس کی آنکھوں نے برسنا چاہا لیکن اپنی والدہ کی اس حالت کو دیکھ کر اس نے اپنے آنسو ضبط کیے اور مٹھیاں بھینچیں۔

(" بابا !رات کو مجھے وہ نصیحتیں اس لیے کر رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ۔۔"

اس کی آنکھیں یک دم حیرت سے پھیلی تھیں۔ اس کو اب اپنے کافی سوالات کے جوابات مل رہے تھے اور کئی نئے سوالات اب اس کے ذہن میں گھر بھی کر رہے تھے۔)

وہ جیمرے خاتون کی طرف تیز قدم چلتا ہوا بڑھا۔ انہیں پیار سے گلے لگایا۔ جیمرے خاتون کی سسکیوں کی آواز مزید بڑھ گئی۔ اس نے ان کے کندھوں پر دھیرے سے تھپتھپایا یوں کہ انہیں حوصلہ دے رہا ہو۔ لیکن وہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں پا رہی تھیں۔

(آخر ہر عورت کے لیے یہ ماننا کہ اس نے جس شخص کے ساتھ اپنی ساری زندگی گزارنے کے خواب دیکھے ہوں۔۔ وہ اس دنیا سے ہی رخصت ہو گیا ہے۔۔ یقیناً کافی مشکل ہوتا ہے۔)

"آنے یہ سب کیسے ہوا؟"

اس نے بمشکل اپنی زبان سے الفاظ ادا کیے۔ جیمرے خاتون نے اس کی بات نہیں سنی۔۔ وہ اپنے ہی غم میں نڈھال تھیں اور بس بلکل بلک کر روئے جا رہی تھیں۔

"تمہارے بابا کو شہادت نصیب ہوئی ہے براق۔"

دروازے سے اندر گھر میں داخل ہوتے ہوئے ایمرے چچا نے براق کو اپنی والدہ کو یوں تسلی دیتے ہوئے دیکھ کر کہا۔اس نے ایک نظر انہیں نم آنکھوں کے ساتھ دیکھا اور پھر دوبارہ جیمرے خاتون کی طرف متوجہ ہوا۔

" آنے !آپ مت روئیں۔

بابا تو شہید ہوئے ہیں۔"اس نے ایک وقفہ لیا۔

"اور شہید کبھی نہیں مرتا۔

وہ تو ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔"

اس نے مزید کافی معنی خیز انداز میں کہا۔اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔دل نے آج ایک پختہ عہد کر لیا تھا جو اس کی زندگی بدلنے والا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کچھ دن بعد

افق پر گلابی۔۔نارنجی۔۔گہرے جامنی اور گہرے زرد رنگوں کا بسیرا تھا۔سورج غروب ہو رہا تھا۔۔ غروب ہوتے سورج کو دیکھ کر یوں لگتا جیسے یہ غروب ہوتا سورج بالکل ان کے آشیانے کی خوشیوں کے غروب ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں موجود تھا۔میز پر اپنی ڈائری کے صفحات پھیلائے ہاتھ میں ایک پین پکڑے وہ ان پر کچھ تحریر کرنے میں مصروف تھا۔وہ ڈائری پر اب ایک سوال لکھ رہا تھا۔

"بابا کو شہید کس نے کیا اور کیوں کیا؟"

یہ سوال لکھنے کے بعد براق کے لکھتے ہوئے ہاتھ چند لمحے کے لیے رکے۔اس نے اپنا پین میز پر رکھا اور کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔آنکھیں بند کیں اور ایک گہرا سانس لیا۔

(یامان بے کی شہادت کے بعد براق اور میرائے کی جیمرے خاتون سے کوئی بات نہ ہو سکی۔جیمرے خاتون سارا سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتیں۔براق ان کے لیے کھانا لے کر جاتا تو وہ انکار کر دیتیں۔لاکھ اصرار کرنے پر وہ تھوڑا بہت کھانا کھا لیتیں۔لیکن پھر بھی ان کی حالت بہت خراب تھی۔ایسے میں گھر کا سارا انظام براق کو ہی سنبھالنا تھا۔میرائے چھوٹی تھی۔۔اس کا خیال بھی براق ہی رکھتا۔

ایسے حالات میں میرائے بھی ڈسٹرب نہیں۔۔بہت ڈسٹرب تھی۔وہ اپنی پڑھائی پر بھی صحیح سے توجہ نہیں دے پا رہی تھی لیکن براق اسے اپنی پڑھائی پوری توجہ کے ساتھ کرنے کی بار بار تاکید کرتا رہتا۔ایمرے چچا اور ان کی بیوی بھی کئی مرتبہ ان کے گھر آتے جاتے رہتے۔

براق جیمرے خاتون سے یہ سوال پوچھنا چاہتا تھا کہ اس کے باپ کو شہید کرنے والا کون ہے۔لیکن ان حالات میں ان سے یہ سوال پوچھنا اسے کافی مشکل لگ رہا تھا۔)

"میں کیسے معلوم کروں کہ بابا کو شہید کس نے کیا؟"

اگلا سوال جب اس کے ذہن میں ابھرا تو اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔اس کے ذہن کے پردوں پر کچھ جھلکا۔اسے یاد آیا کہ یامان بے کو ڈائری لکھنے کا کافی اشتیاق تھا۔وہ اپنی زندگی کے ہر خوشی اور غم کے لمحات اپنی ڈائری میں تحریر کرتے۔براق کو بھی ڈائری لکھنے کی عادت ان ہی سے ملی تھی۔

"ضرور ان کی ڈائری سے مجھے کچھ معلومات مل جائیں گی۔"

اس نے دل ہی دل میں کافی امید کے ساتھ سوچا۔

وہ کرسی کھینچ کر اٹھا اور تیز قدم چلتا ہوا اسٹڈی روم میں گیا۔

اس نے اسٹڈی روم میں ارد گرد نگاہ دہرائی۔

چاروں اطراف میں گہرے بھورے رنگ کے ریکس میں مختلف کتابیں نفاست کے ساتھ رکھی گئی تھیں۔ یامان بے کو کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ یہی شوق براق کو بھی تھا۔ وہ ہر کتاب پھر خواہ وہ مذہب، سیاست، ادب یا تاریخ کے متعلق ہو۔۔ ان سب کو برابر شوق اور توجہ کے ساتھ پڑھتا۔

("آج یہ سٹڈی روم کتنا بے رونق لگ رہا ہے۔"

اس نے دل ہی دل میں مغموم سے انداز میں سوچا۔ یامان بے اگر کبھی سارا دن گھر میں موجود ہوتے تو وہ زیادہ تر اسٹڈی روم میں ہی رہتے۔ یامان بے کے جانے کے بعد صرف یہ اسٹڈی روم ہی نہیں۔۔ بلکہ پورے گھر میں بے رونقی چھا گئی تھی۔)

وہ چھوٹے چھوٹے قدم بڑھتا ہوا وہاں رکھی ایک میز کے پاس آگیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک نمی سی ابھر آئی۔ میز پر کچھ کتابیں ایک ترتیب کے ساتھ رکھی گئی تھیں۔ وہ چند لمحے میز اور اس پر پڑی ان کتابوں کو دیکھتا رہا۔

"بابا نے اپنی ڈائری ضرور ادھر ہی کہیں رکھی ہو گی۔"

اب کی بار وہ ان کتابوں کو ادھر ادھر کرتے ہوئے خود کو تسلی دینے والے انداز میں زیر لب کہہ رہا تھا۔

کافی وقت گزر گیا۔ وہ میز کے تمام درازوں میں اور ہر کتاب کو ادھر ادھر کر کے دیکھ چکا تھا لیکن اسے یامان بے کی ڈائری نہیں مل سکی۔ اس کے چہرے پر تناؤ کی لہریں ابھریں۔ وہ کچھ مایوس سا ہو گیا۔ میز کے ساتھ رکھی کرسی کو وہ کھینچ کر اس پر بیٹھا۔ دو تین گہری سانسیں لیں۔

اس میز کے ایک کونے پر براق اور اس کے خاندان کی تصویر ایک فریم میں سجی ہوئی وہاں پڑی تھی۔

اس کی نظر اس فریم کی جانب گئی۔ تصویر میں نظر آتے یامان بے کو دیکھ کر اس کے ذہن کے پردوں پر ان کے کچھ الفاظ نمودار ہوئے۔

"براق ! کبھی بھی مایوس نہ ہونا۔"

یہ نصیحت وہ اسے کئی بار کیا کرتے تھے۔ ان الفاظ نے جیسے اس کی ہمت بندھائی تھی۔ وہ ایک دم کرسی سے اٹھا۔ اب کی بار اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

اس اسٹڈی روم میں کتابوں کی ایک الماری بھی تھی۔ وہ الماری کی جانب بڑھا۔ الماری کا دروازہ کھولتے ہی اس نے اس کے ہر خانے میں کتابیں ادھر سے ادھر کرنا شروع کیں۔ اس کے دل و دماغ میں ایک امید تھی۔

وہ کچھ دیر تک یونہی کتابیں ادھر سے ادھر کرنے میں مصروف رہا اور پھر۔۔

وہ لمحہ آیا جس کا اسے انتظار تھا۔

الماری کے سب سے اوپر والے خانے میں ایک کونے پر یامان بے کی ڈائری پڑی تھی۔ اس ڈائری کو وہاں پڑا دیکھ کر براق کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی۔ اس نے فوراً ڈائری پکڑی اور واپس میز کے ساتھ رکھی کرسی پر آکر بیٹھا۔ اس ڈائری کا کور سفید تھا اور بارڈرز سیاہ رنگ کے تھے۔

ڈائری کے صفحات اپنے سامنے پھیلائے وہ اب مکمل توجہ کے ساتھ ان کی ڈائری کو پڑھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد۔

اس نے ڈائری بند کی۔ میز پر رکھے فوٹو فریم پر ایک نظر دہرائی۔ براق کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔

" بابا !کے ساتھ اتنا برا ہوا۔۔کتنے دکھ کی بات ہے کہ۔۔
بابا کے سچے دوست نے ہی ان کے ساتھ غداری کی۔"
اس نے تکلیف کے ساتھ اس تصویر کو دیکھتے ہوئے سر جھٹکا۔
"آخر دوست ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟"
اب کی بار وہ زیر لب بڑبڑایا تو اس کی نیلی آنکھوں میں طیش کی بنا پر سرخی بھی اتر آئی تھی۔
(یامان بے نے اپنی ڈائری میں تحریر کیا تھا کہ ان کا دوست۔۔ جس پر انہیں سب سے زیادہ بھروسہ تھا اسی نے انہیں دھوکہ دیا۔ وہ دوست ان کے دشمن کی صفوں میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ان کا کافی پرانہ دوست تھا۔ اس بات کی انہیں بالکل امید نہ تھی۔
اگر کوئی دوست دھوکہ دے تو دکھ ہوتا ہے۔۔
لیکن اگر کوئی پرانہ دوست۔۔ جس کے ساتھ آپ نے کافی وقت گزارا ہو اور جس سے آپ کو دھوکہ کھانے کی امید ہی نہ ہو۔۔ اس کا دیا گیا دھوکہ آپ کے دل کو شیشے کی ٹوٹی ہوئی کرچیوں کی مانند بنا دیتا ہے۔)

"دندار !میں تم سے اس کا بدلہ ضرور لوں گا۔"

اب کی بار اس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتے ہوئے لب بھینچ کر خود سے کہا۔
اور پھر وہ کرسی سے اٹھا۔ یامان بے کی ڈائری پکڑی اور اسٹڈی روم کی بتیاں بجھا کر باہر نکلا۔ وہ اب سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔
کمرے میں پہنچ کر اس نے میز پر موجود اپنی ڈائری کو دیکھا۔ ساتھ ہی اس نے یامان بے کی ڈائری بھی میز پر رکھ دی۔ اس نے میز پر رکھے پین کو اٹھایا اور پھر اپنی ڈائری پر کچھ تحریر کرنے لگا۔

" میں براق! آج اپنے آپ سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جس راہ کا انتخاب میرے بابا نے کیا۔میں بھی اسی راہ پر چلوں گا۔"

(اس نے اپنے آپ سے عہد کیا

اور وہ جانتا تھا کہ وہ اس عہد کو ضرور پورا کرے گا

کیونکہ

وہ عہد توڑنے والوں میں سے نہیں تھا!۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے سائے اب کافی گہرے ہو چکے تھے۔چاند کی روشنی ابھی تک نیٹاٹوریم کے پول کے نیلے پانی پر رقص کر رہی تھی۔وہ یک دم اپنی سوچوں کے دائرے سے باہر آیا۔آنکھیں نم تھیں۔

اس نے اپنی انگلی کے پور سے نم آنکھوں کو صاف کیا۔

اور پھر اس نے کلائی میں پہنی رسٹ واچ پر ٹائم دیکھا۔وہ کھڑا ہوا۔

"بابا ! میں ایمرے چچا کو ڈھونڈ لوں گا۔"

آسمان پر چاند کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں کہا۔اور پھر وہ نیٹاٹوریم سے جانے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آفتاب افق پر ایک فاتحانہ انداز میں چمک رہا تھا۔بادلوں کی سرسراہٹ آسمان پر سستی کے ساتھ رقص کر رہی تھی۔سورج کی چمکدار روشنی بادلوں کے خلاء میں سے گزر رہی تھی۔پرندے خوش گوار دھنوں کے ساتھ صبح کے عظیم رنگوں کا استقبال کر رہے تھے۔

استنبول کی یہ صبح میرائے کے لیے بہت خاص تھی۔ بہت دنوں بعد وہ اس سے ملنے جا رہی تھی۔

اس کا چہرہ آج کسی پھول کی طرح بہت کھلا ہوا لگ رہا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔ سنگھار میز کے سامنے کھڑے ہوئے وہ اب اپنے چہرے پر کیے گئے میک اپ کا آخری بار جائزہ لے رہی تھی۔ میک نہ بہت ہلکا تھا اور نہ بہت زیادہ۔۔ میک اپ درمیانہ تھا جس میں اس کا حسین چہرہ مزید حسین لگ رہا تھا۔ وہ ایک لانگ فراک میں ملبوس تھی۔ چہرے کے ارد گرد سکارف لیا ہوا تھا۔

سنگھار میز پر پڑے موبائل کی اسکرین جب جگمگائی تو اس کے چہرے کی مسکراہٹ مزید بڑھی۔ اس نے موبائل فوراً اٹھایا اور اسکرین پر روشن میسج کو دیکھا۔

"کتنا وقت ہے؟"

میسج کے جواب میں وہ کچھ ٹائپ کرنے لگی۔

"ابھی کچھ دیر انتظار کرو۔"

اس نے ابرو اچکاتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر میسج سینڈ کیا۔

دوسری جانب سے میسج سین ہو چکا تھا لیکن جواب نہیں آیا۔ اس نے موبائل بند کیا اور اپنے ہینڈ بیگ میں ڈالا اور پھر تیز قدم چلتی ہوئی اپنے کمرے سے باہر نکلی۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر کر آگے بڑھنے لگی تو جیمرے خاتون باورچی خانہ سے باہر آئیں۔ وہ یقیناً اس کے تیز قدموں کی آواز سن کر ہی باورچی خانہ سے باہر آئی تھیں۔

"کدھر جا رہی ہو؟ آج تو۔۔"

میرائے کو یوں تیزی سے جاتا دیکھ کر انہوں نے ناسمجھی کی حالت میں اس سے کچھ کہنا چاہا لیکن میرائے نے ان کی بات کاٹ دی۔

" جی میں جانتی ہوں آج سنڈے ہے مگر۔۔میری ایک پرانی دوست۔۔ کل امریکہ سے ترکی واپس آئی ہے۔بس میں اسی سے ملنے جا رہی ہوں۔"

اس نے سوچ سوچ کر کہااور پھر جیمرے خاتون کے چہرے پر مزید ناسمجھی کی لہروں کو دیکھ کر وہ وہاں سے مڑی اور مزید تیز قدم چلتے ہوئے چلی گئی۔ جیمرے خاتون اسے یوں جاتا دیکھ کر کچھ سمجھ ہی نہیں پائیں۔

"یہ لڑکی آج تک کسی دوست سے ملنے کے لیے اتنا تو خوش نہیں ہوئی۔"

انہوں نے ناسمجھی سے دل ہی دل میں سوچا اور پھر واپس باورچی خانہ میں جانے لگیں۔

(جیمرے خاتون کی آنکھیں نیلی تھیں۔

بالکل براق اور میرائے کی طرح۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

غیروں پہ نہ کھل جائے کہیں راز دیکھنا

میری طرف بھی غمزہ غماز دیکھنا

BODRUM, TÜRKIYE.

آفتاب اور بادلوں کی جنگ میں اس بار آفتاب کو فتح نصیب ہوئی۔آفتاب کی روشنی افق پر اب مزید فاتحانہ انداز میں چمک رہی تھی۔ بادلوں کی ہلکی ہلکی لہریں آسمان پر منڈلا رہی تھیں۔

ساحل سمندر کی لہریں تیز نہیں۔۔ بہت تیز تھیں۔سمندر کا پانی سورج کی تیز روشنی کی وجہ سے چمک رہا تھا۔ریت بھی سورج کی روشنی کی وجہ سے چمک رہی تھی۔ہوا اپنے ساتھ ساحل سے ٹکرانے والی لہروں کی تال کی آواز کو لے کر رقص کر رہی تھی۔

آج اتوار تھا۔۔لوگوں کی بھیڑ اکثر اتوار کے دن بہت ہوتی لیکن آج بھیڑ کم ہی تھی۔ارد گرد ایک آرام دہ ماحول قائم تھا۔

وہ ریت پر بیٹھی بار بار اپنے ساتھ بیٹھے شخص کو گھور رہی تھی جو اس کی طرف متوجہ ہی نہ تھا۔وہ تو سامنے ساحل سمندر کو دیکھتے ہوئے اس دلفریب منظر سے محظوظ ہو رہا تھا۔

وہ شخص بار بار اپنے ماتھے پر گرتے سیاہ بال پیچھے کر رہا تھا جو کہ تیز ہوا کی وجہ سے اس کے ماتھے پر گر رہے تھے۔

"ایلدار !ہم کب تک یونہی سب سے چھپ چھپ کر ملتے رہیں گے؟"

میرائے نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا تو ایلدار اب کی بار اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"مجھے آنے سے بار بار جھوٹ بولنا نہیں پسند۔"

اس نے مزید کہا۔

ایلدار نے چند لمحے اسے خالی نظروں سے دیکھا اور پھر تیز آتی پانی کی لہروں کو دیکھنے لگا۔

"کیوں؟ تمہیں میرا ساتھ اب تھکا دینے لگا ہے؟"

اس نے پانی کی لہروں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اف !ایلدار تم ہر بار بات کو اس طرف کیوں لے جاتے ہو؟"

میرائے نے جیسے اکتا کر کہا۔

"تم اچھے سے جانتے ہو میں کیا بات کر رہی ہوں؟"

"تم آخر کب۔۔"

اس نے مزید کہنا چاہا لیکن اس نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

" تمہیں یہ بات کیوں نہیں سمجھ آتی کہ میں ابھی تمارے گھر والوں سے ہمارے بارے میں بات نہیں کر سکتا۔"

اس نے بے بسی کے عالم میں کہا تو میرائے کے ماتھے پر لکیریں ابھریں۔

"لیکن کیوں؟ آخر مسئلہ کیا ہے؟"

اس نے فوراً جیسے اسے جھڑکا۔

" دیکھو میرائے !میں تم سے سچ کہوں گا۔"اس نے ایک وقفہ لیا۔

"تمہارے گھر والوں اور مجھ میں بہت فرق ہے۔تم لوگوں کے رہنے کا سٹینڈرڈ مجھ سے بہت ہائی ہے۔"اس نے صاف گوئی سے کہا تو میرائے چند لمحے کے لیے خاموش ہو گئی۔

"ایلدار !تمہیں کیا لگتا ہے کہ ہم لوگ اس طرح کی سوچ رکھتے ہیں؟تم شاید ابھی تک مجھے اور میرے گھر والوں کو جان ہی نہیں سکے۔"اس نے اب کی بار مغموم سے لہجے میں کہا۔

یہ سن کر ایلدار یک دم خاموش ہو گیا۔وہ اب ساحل سمندر کی تیز لہروں کی جانب پھر سے متوجہ ہو گیا۔میرائے اسے تیکھی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"تم ایک بار براق آبے سے بات کر کے تو دیکھو۔"

اس نے اب کی بار کچھ نرمی سے کہا۔

" میرائے !میں تمہیں کسی بھی حالت میں کھونا نہیں چاہتا۔"
اس نے اب کی بار اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔
" تم جانتے ہو مجھے پورا یقین ہے کہ براق آبے اس بات پر بہت خوش ہوں گے۔"
اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔
"اگر تم کہو تو میں بات کروں آبے سے؟"
اس نے چند لمحے بعد پوچھا۔ایلدار نے ایک گہری سانس لی اور اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔
" نہیں !ایسا مت کرنا۔"
اس نے تھوڑا سنجیدگی سے کہا۔وہ یک دم کچھ گھبرا سا بھی گیا تھا۔
"تو پھر تم ہی بتاؤ کب بات کرو گے تم؟"
اب کی بار اس کے بار بار سوال کرنے پر ایلدار کے چہرے پر تناؤ کے تاثرات ابھرے۔
" واللہ !میرائے تم بس یہ یقین رکھو کہ وہ وقت دور نہیں جب ہم ایک ہوں گے۔"
اس نے کہا تو میرائے کے چہرے پر خفگی کے تاثرات صاف ظاہر ہوئے۔
"پتا نہیں کس صدی میں آئے گا وہ دن۔ہونہہ !۔"
اس نے خفگی کے عالم میں کہا اور سوچوں کے دائرے میں کھو کر ریت پر انگلی پھیرنے لگی۔
"کیا تمہیں مجھ بر اعتبار نہیں؟"
اس نے اب کی بار مسکرا کر سوال کیا۔وہ اس کا جواب جانتا تھا۔

" ایلدار تمہیں ویسے اب یہ بات کرنی نہیں چاہیے تھی۔ تمہیں اب بھی ایسا ہی لگتا ہے کہ مجھے تم پر اعتبار نہیں۔"

اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے فوراً کہا۔ یہ سن کر ایلدار زیر لب مسکرایا۔ میرائے کو اس کی مسکراہٹ اس وقت بالکل اچھی نہیں لگی۔

" میرے خیال سے اب مجھے گھر جانا چاہیے۔"

وہ اداس سے لہجے میں یہ کہتے ہوئے کھڑی ہو گئی اور جانے ہی لگی تھی کہ ایلدار نے فوراً اس کی کلائی تھام لی۔ اس کی گرفت کافی مظبوط تھی۔

(ہوا کی تیز لہریں اس کے گال چھو کر گئیں۔ اس نے ایلدار سے منہ پھیڑ رکھا تھا۔ اس کی کلائی تھامنے کے باوجود بھی اس نے ایلدار کی جانب مڑ کر نہ دیکھا۔)

" کیا تم یہ بھول گئی کہ تم نے مجھ سے اجازت نہیں لی۔"

ایلدار نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا تو میرائے کے چہرے پر ایک مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"اچھا تو کیا ایلدار ازجان مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیتا ہے؟"

اس نے زیر لب ہلکا سا مسکرا کر پوچھا اور اس کی جانب گردن موڑ کر دیکھا۔ ایلدار کی نظریں اسی پر جمی تھیں۔

"جاؤ !ایلدار ازجان تمہیں الوداع کہتا ہے۔"

وہ بھی زیر لب مسکرایا۔ اس نے میرائے کی نازک کلائی چھوڑ دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 2

"لڑیں گے ہم حق اور سچ کے لیے"

اب ہوا

ایک طوفانی 'تباہ کن

زبردست تباہی لانے والی عفریت ہے

انسان کے تمام کاموں کو تباہ و برباد کر دینے والی

وادیوں سے

گھاٹیوں سے

اور انہیں گھماتے ہوئے بھیج دیتی ہے

ریزہ ریزہ کر کے اچھال دیتی ہے۔

لیکن یہ سب

اس کی (فطرت) نہیں

اس کا مرکز سچائی ہے

دائمی ٹھہراؤ

روشن نیلا آسماں

اور وہ سب جو تم سنتے ہو

میٹھی سرگوشیاں ہیں

بہت دور

اور غیر اہم۔

(ڈاکٹر ہارٹ مین کی نظم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 20 جنوری 2022۔

استنبول میں سردیوں کے مہینوں میں آسمان ایک منفرد تصویر پیش کرتا۔افق سیر ولین اور آزور کے رنگوں سے رنگا ہوا تھا جس پر سفید روئی کی مانند بادل پورے وسعت میں سستی کے ساتھ بہہ رہے تھے۔آفتاب کی کرنیں اگرچہ گرمیوں کی طرح شدید نہیں تھیں لیکن پھر بھی ان میں ایک ہلکی سی چمک موجود تھی جو نیچے شہر کے تمام مناظر کو روشن کرتی۔ سردیوں میں

ٹھنڈی ہوا کے ہر طرف بسیرے کے باوجود سورج کی روشنی ایک آرام دہ گرم جوشی فراہم کرتی۔

معمول کے مطابق آج بھی وہ تینوں ایلدار کے گھر میں موجود تھے۔وہ گھر تھا تو چھوٹا سا لیکن پھر بھی بہت دلکش تھا۔یہ منظر ڈرائنگ روم کا تھا جو آرام دہ سیاہ صوفوں سے مزین تھا۔ایک دیوار اپر لگی بڑی کھڑکیوں سے قدرتی روشنی کمرے میں داخل ہو کر ہر سو رقص کر رہی تھی۔

براق ایک صوفے پر ٹانگوں کی قینچی بنائے براجمان تھا۔اس کے برابر میں رکھے دونوں صوفوں پر ایک طرف ایلدار براجمان تھا تو دوسری جانب احمت۔

"آج ایمرے چچا کو لاپتہ ہوئے تقریباً ایک ہفتہ گزر گیا۔"

براق نے ان تینوں کی جانب ایک نظر دہرا کر کہا۔اور پھر اس نے افسردگی سے سر جھٹکا۔

(وہ افسردہ تھا۔۔کیونکہ وہ اس شخص کو نہیں بچا سکا جس نے اس کے باپ کے گزر جانے کے بعد کافی حد تک اس کے اور اس کے گھر والوں کے رہن سہن۔۔کھانے پینے۔۔کا خیال رکھا۔۔وہ غصہ میں نہیں۔۔شدید غصہ میں تھا۔۔کیونکہ۔۔ایک فوجی۔۔بہادر فوجی۔۔اور انتہائی دانشور ہونے کے باوجود وہ اپنے دشمن سے اپنے چچا کو بچا نہیں سکا۔)

"براق بے! ہم نے انہیں ڈھونڈنے کی پوری کوشش کی لیکن۔۔"

ایلدار نے براق کی آنکھوں میں اترنے والی نمی کو بھانپ کر کچھ کہنا چاہا مگر وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔

"لیکن ! ہم انہیں نہیں ڈھونڈ سکے۔"

اس نے تراخ سے کہا تو وہ خاموش ہو گیا۔اس نے اور احمت نے شرمندگی اور افسوس سے سر جھکا لیا۔

وہ جب سے ایلدار کے گھر آئے تھے۔۔تب سے ان تینوں کے درمیان ہونے والا یہ پہلا مکالمہ تھا۔۔جس کی شروعات بھی براق نے ہی کی تھی کیونکہ باقی دونوں ساتھیوں کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔وہ دونوں اسے تسلیاں ہی دے سکتے تھے جس کی اسے ضرورت نہیں تھی

کیونکہ

براق یامان تسلیوں پر نہیں حقیقت پر یقین رکھتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

افق پر چھائے گہرے بادلوں نے آفتاب کی کرنوں کا راستہ روک رکھا تھا۔ایسا موسم نینا احسن کو سب سے زیادہ مقبول تھا۔

یہ منظر نینا کے بیڈروم کا تھا۔وہ اپنے کمرے میں موجود میز کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھی تھی۔ سامنے رکھی میز پر ایک نوٹ بک کے صفحات پھیلائے وہ اس پر کچھ تحریر کرنے میں مصروف تھی۔

(سیاہ بال ایک ڈھیلی سی پونی میں بندھے تھے جس کی وجہ سے بالوں کی ہلکی سی لہریں اس کے گالوں کا دھیرے سے آکر لمس لیتیں جسے وہ کئی بار جھٹکتی۔ وہ نوٹ بک پر قلم کے ساتھ جو بھی تحریر کر رہی تھی۔۔ وہ اس کے چہرے پر خوشی لا رہا تھا۔ آج اس کی آنکھوں میں بھی ایک خاص چمک تھی۔)

"میکائیل ملک سے سوالات۔"

وہ نوٹ بک پر جو بھی تحریر کر رہی تھی۔۔اس کا عنوان یہ تھا۔

آج میکائیل ملک کا انٹرویو تھا نینا احسن کے شو **"چھ سوالات ود نینا احسن"** میں۔ وہ اس انٹرویو کا کافی عرصے سے انتظار کر رہی تھی۔ کافی انتظار کرنے کے بعد وہ وقت آگیا تھا جس کا اسے انتظار تھا۔

(اس کا شو "چھ سوالات ود نینا احسن" عوام الناس کے درمیان کافی مقبول تھا۔ اس شو کی ریٹنگ باقی چینلز کے شوز کے مقابلے میں ہمیشہ ٹاپ پر رہتی۔ وہ جس چینل کے لیے کام کرتی تھی۔۔ وہ چینل بھی صرف نینا احسن کے اس شو کی وجہ سے ہی بہت مقبولیت حاصل کر پایا تھا۔)

وہ نوٹ بک پر کچھ لکھتے ہوئے رکی۔ ایک گہری سانس لی اور قلم نوٹ بک کے ساتھ رکھ دیا۔ وہ نوٹ بک پر میکائیل ملک سے آج پوچھے جانے والے سوالات تحریر کر چکی تھی۔ اس نے ایک نظر ان تحریر کردہ سوالات پر ڈالی اور پھر زیر لب مسکرائی۔ آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی۔ یہ سوالات میکائیل ملک اور نینا احسن۔۔ دونوں کی زندگیوں میں کافی تبدیلی لانے والے تھے۔

لیکن کون جانے کہ یہ تبدیلی نینا کی زندگی کو پہلے سے مشکل بنا دے

یا پھر

بہترین!۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر میرائے کے بیڈروم کا تھا جہاں وہ الماری کھولے کھڑی تھی۔الماری میں سے ایک کے بعد ایک سوٹ نکال کر وہ دیکھتی اور پھر اسے دوبارہ ہینگر میں لٹکا کر الماری میں واپس رکھ دیتی۔اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات نے گھر کیا ہوا تھا۔آنکھوں میں آج ایک خاص چمک کا بسیرا تھا۔آخر آج اس کی سالگرہ تھی۔۔اس نے خوش تو ہونا ہی تھا۔لیکن اس سے بھی زیادہ خوشی اسے کسی اور بات کی تھی۔

"کیا میں جو بھی کر رہی ہوں وہ ٹھیک ہے؟"

الماری میں سے آج کے دن کے لیے کپڑے ڈھونڈتے ہوئے اس کے دل و دماغ میں سوال ابھرا۔اس کے ہاتھ میں ایک ہینگر تھا جس پر ایک سوٹ لٹکا ہوا تھا۔اس نے اس سوٹ کو ایک نظر دیکھا اور پھر اسے بیڈ پر ایک طرف رکھا اور خود بھی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

اس کے چہرے پر بہت سے تاثرات نے گھر کیا ہوا تھا۔کئی سوالات اور سوچیں اس کے ذہن میں بار بار امڈ رہی تھیں۔

"ایسے چھپ چھپ کر ملنا ٹھیک تو نہیں ہے۔۔

لیکن۔۔"

اس نے سوچوں میں ڈوبے ڈوبے سے انداز میں زیر لب خود کلامی کی اور پھر کچھ سوچنے لگی۔

جیسے خود کو ایک غلطی یا پھر۔۔گناہ۔۔کرنے پر وضاحتیں دینا چاہ رہی ہو۔

"لیکن! جب آپ کو معلوم ہو کہ آپ کی شادی اسی شخص سے ہونی ہے تو پھر آپ اس سے مل سکتے ہو۔"

اس نے خود کو تسلی دینے والے انداز میں زیر لب کہا اور پھر بیڈ سے اٹھی اور اس پر پڑا ہوا ہینگر بھی اٹھایا جس میں وہ سوٹ لٹک رہا تھا۔اس سوٹ کو ایک نظر دوبارہ دیکھنے کے بعد اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ آج یہی سوٹ پہنے گی۔وہ اب اس سوٹ کو استری کرنے کے لیے جانے لگی۔

بظاہر اس نے اپنی سوچوں سے چھٹکارا پا لیا لیکن۔۔

دل ہی دل میں کہیں گلٹ موجود تھا۔۔وہ جانتی تھی کہ وہ غلط کر رہی ہے۔۔

لیکن کبھی کبھی انسان اس دنیا سے اتنی محبت کرنے لگتا ہے کہ وہ غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح نہیں کہہ پاتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد، پاکستان۔

دوپہر کے رنگوں نے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ دھوپ کی شدت کافی کم تھی۔۔

افق پر بہتے بادل اور تیز چلتی ہوئی ٹھنڈی ہوا۔۔ لہراتے ہوئے درخت۔۔ اسلام آباد میں

ایک پر سکون ماحول فراہم کیے ہوئے تھے۔

ابھی شو کا آغاز ہونے میں کچھ منٹ باقی تھے۔ یہ منظر نیوز نیٹ ورک کے اسٹوڈیو کا تھا جہاں وہ مرکز میں اپنی نشست پر بیٹھی تھی۔

(وہ آج ایک سرمئی رنگ کے عبایے اور سکارف میں ملبوس تھی جس میں ہمیشہ کی طرح وہ پر کشش۔۔ حسین۔۔ باوقار اور۔۔ پر اعتماد لگتی۔)

اس کے سامنے ایک میز رکھی تھی جس کے ساتھ وہ شخص اپنی نشست پر بیٹھا تھا جس کا انٹرویو آج اس نے لینا تھا۔

پیشہ ور افراد کی ٹیم کے لوگوں میں سے ایک کے بعد ایک شخص آکر اس سے ملتا اور وہ اسے فائنل تیاریوں کے بارے میں بتاتے۔ اور پھر۔۔

کیمرا ز نیوز نیٹ ورک کے ہلچل سے بھرے اسٹوڈیو میں اپنی نگاہیں ہر جانب پھیلانے لگے۔۔ ناظرین پردے کے پیچھے بیٹھے پیچیدہ آرکیسٹریشن کی ایک جھلک دیکھ رہے تھے۔

"چھ سوالات ود نینا احسن" شو کا آغاز ہو چکا تھا۔

(پردے کے پیچھے پروڈیوسر مانیٹر پر اپنی نظریں جمائے ہوئے تھے۔ تمام ورکرز براڈکاسٹ کے ہر پہلو کو احتیاط سے مربوط کر رہے تھے۔ کچھ ورکرز کی انگلیاں کی بورڈ پر سفر کر رہی تھیں کیونکہ وہ کیمرے کے زاویوں۔۔ کیو گرافکس۔۔اور آڈیو لیول کو مانیٹر کر رہے تھے۔ کنٹرول روم میں ڈائیریکٹر ہمیشہ کی طرح موجود تھا جس کا مقصد انٹرویو کو ٹریک پر رکھنے کے لیے رہنمائی فراہم کرنا تھا۔۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اس شو میں اسے کسی قسم کی کوئی رہنمائی دینی کی ضرورت نہیں کیونکہ۔۔اینکر **"نینا احسن"** تھی۔)

وہ موقع آگیا تھا جس کا نینا کو بے صبری سے انتظار تھا۔

میکائیل ملک کافی اطمینان کے ساتھ اپنی نشست پر بیٹھا تھا۔۔ کیونکہ اسے یہ لگتا تھا کہ آج بھی اس سے پوچھے جانے والے سوالات اس کے مزاج کے مطابق ہی ہوں گے۔

لیکن

یہ اس کی غلط فہمی تھی۔

کیونکہ سوال پوچھنے والی شخصیت نینا احسن تھی جس کو دیکھ کر یہ صاف معلوم ہوتا کہ وہ تھی ایک

"ایک بہادر لڑکی۔"

(میکائیل سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا۔۔جب بھی اسے کسی انٹرویو کے لیے بلایا جاتا۔۔اس کا لباس یہ ہی ہوتا۔انٹرویو شروع کرنے سے پہلے وہ اپنے اسسٹنٹ **"اسلم"** کے ذریعے نینا تک

اور اس کے چینل کے ڈائیریکٹر اور پروڈیوسر تک یہ ہدایات پہنچا چکا تھا کہ میکائیل ملک کن سوالوں کے جواب دینا پسند کرتا ہے اور کن کے نہیں۔

اسلم کو پروڈیوسر اور ڈائیریکٹر نے یہ یقین دہانی کروائی تھی کہ میکائیل ملک سے ایسے ہی سوالات پوچھے جائیں گے جن کے جوابات اس کے پاس ہوں گے۔ان کا جواب سن کر اسلم کو تسلی ہو گئی تھی اور اس نے یہ ہی تسلی میکائیل ملک کو بھی دے دی تھی۔

لیکن وہ اسلم یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ ان کی بات کے اصل معنی کیا تھے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر باورچی خانہ کا تھا جہاں جیمرے خاتون موجود تھیں۔کھڑکیوں سے سورج کی کرنیں بہتی ہوئیں بیکنگ کے اجزاء اور برتنوں کی ایک صف سے مزین کاؤنٹر ٹاپس پر ہلکی سی چمک ڈالتیں۔وہ ایک ایپرن کو پہنے ہوئے۔۔کسی مکینیکی سے انداز میں کیک بیک کر رہی تھیں۔۔ جیسے انہیں اس کام میں خوب مہارت حاصل ہو۔

(سورج کی روشنی اب مدھم تھی۔۔وقت دوپہر کا تھا۔جیمرے خاتون نے براق کو پہلے ہی یہ تنبیہ کر دی تھی کہ وہ آج ہر حال میں گھر جلدی آئے۔

حالانکہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے کہنے کے باوجود بھی اس نے جلدی نہیں آنا لیکن پھر بھی انہوں نے اپنا فرض پورا کیا۔انہوں نے اسے صبح ناشتے کے وقت میرائے کے سامنے کافی سختی

سے کہا تھا کہ وہ آج جلدی گھر آئے۔۔یہ انہوں نے صرف میرائے کے لیے کیا تھا۔۔ورنہ وہ بھی جانتی تھیں کہ ایک فوجی کے لیے گھر کے لیے وقت نکالنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔)

"میرائے کو بہت پسند آئے گا یہ کیک۔"

وہ زیر لب بڑبڑائیں۔انہیں اپنی قابلیت پر کوئی شک نہیں تھا۔

(وہ چاکلیٹ کیک بیک کر رہی تھیں۔میرائے کو یہ واقعی بہت پسند تھا۔

ان کے گھر میں جب بھی کسی کی سالگرہ ہوتی۔۔ہمیشہ جیمرے خاتون ہی کیک بناتیں۔ان کو کھانا پکانے میں بہت عبور حاصل تھا۔

ان کے رشتہ داروں اور دوستوں کے مطابق

جیمرے خاتون سے اچھا کھانا آج تک کوئی نہیں پکا سکا۔

دوسروں سے اپنی اس صلاحیت کا اعتراف سن سن کر اور خود بھی اپنی اس صلاحیت کا اعتراف کر کر کے ان کے دل میں اس بات پر کافی غرور بس چکا تھا کہ ان سے اچھا کھانا کوئی نہیں بنا سکتا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"اسلام و علیکم! ناظرین۔۔

تو آپ دیکھ رہے ہیں پروگرام "چھ سوالات و دنیا احسن۔۔"

نینا نے اپنے شو کا آغاز کرتے ہوئے پر جوش انداز میں کیمرے کی نگاہوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور آج کے ہمارے مہمان ہیں۔۔پاکستان کے معروف سیاستدان۔۔ **میکائیل ملک**۔"

اس نے کہا تو تمام کیمراز کی نگاہیں میکائیل ملک کی جانب بڑھیں۔وہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ لیے۔۔چہرے پر اپنا رعب و دبدبہ قائم کیے۔۔اس کی بات سنتا رہا۔

(پردوں کے پار۔۔نیوز نیٹ ورک کے اس اسٹڈوڈیو سے بھی باہر۔۔کئی گھروں میں۔۔کئی دکانوں پر اور کئی جگھوں پر ٹیلی ویژن پر یا موبائل کی اسکرین پر لائیو براڈ کاسٹ کے ذریعے یہ پروگرام دیکھا جا رہا تھا۔

وہ سب بھی لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی کی اسکرین پر اپنی نظریں جمائے ہوئے تھے۔علی بھی آج گھر جلدی آگیا تھا۔اس پروگرام کو ان سب میں سے سب سے زیادہ اشتیاق سے اگر کوئی دیکھ رہا تھا تو وہ تھے "احسن صاحب" جو اپنی بیٹی کو ہمیشہ اس طرح ٹی وی کی اسکرین پر دیکھ کر بہت فخر محسوس کرتے اور ساتھ ہی ساتھ دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے انہیں اتنی لائق بیٹی دی۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ان کے تینوں بچوں میں سب سے زیادہ بہادر۔۔لائق۔۔اور سمجھدار اولاد "نینا احسن" ہی تھی۔اس بات کا اعتراف انہوں نے کبھی اس کے سامنے کیا تو نہیں اور شاید وہ کبھی نہ کریں لیکن اس سے فرق نہیں پڑتا۔)

"بہت شکریہ! آپ کا ہمارے شو میں آنے کا۔"

میکائیل کی طرف متوجہ ہو کر نینا نے ایک معمولی سی مسکراہٹ کے ساتھ ایک مکینیکی سے انداز میں کہا۔اس نے جواباً مسکرا کر تشکر والے انداز میں اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جیسا کہ آپ جانتے ہیں ملک صاحب کہ۔۔میں آپ سے آج چھ سوالات پوچھوں گی۔۔"

اس نے ایک وقفہ لیا۔

"امید کرتی ہوں کہ۔۔

آپ ان کے جوابات بالکل ٹھیک دیں گے۔"

آخری فقرہ نینا نے تھوڑا جتانے والے انداز میں ادا کیا۔۔جس کی سمجھ میکائیل کو اس وقت تو نہیں آئی لیکن بہت جلد کافی اچھے سے اس کی سمجھ آنے والی تھی۔

"تو آج کا میرا پہلا سوال آپ کے کچھ روز پہلے دیے گئے بیان پر ہے۔"

اس نے اب کی بار سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔

"جی!جی۔"

وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا دھیمے سے انداز میں کہہ رہا تھا لیکن اسے یہ سمجھ نہیں آ پائی کہ وہ اس کے کون سے بیان کی بات کر رہی تھی؟کم از کم اس بیان کی تو ہرگز نہیں جس کا اسے ڈر تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اطمینان سے اس کا سوال سننے لگا۔

"آپ کا بیان کہ ۔۔

(اس نے سامنے رکھے کاغذ کے صفحے پر اپنی نگاہ دہرائی جس پر آج کیے جانے والے سوالات اور معلومات لکھی تھیں۔)

"وزیر اعظم صاحب کو چاہیے کہ اپنے ملک کے مسائل کی پہلی فکر کریں اور ۔۔

ان کا حل بھی نکالیں ۔۔

بعد میں یہ کشمیر کے معاملات کو دیکھیں۔"

اس نے میکائیل کا چند روز پہلے دیا گیا بیان دہرایا تو یہ سن کر میکائیل کے ماتھے پر بل نمایاں ہوئے۔اس نے تب ہی کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن نینا ابھی مزید کہہ رہی تھی۔

"تو میرا آپ سے سوال یہ ہے کہ ۔۔

کیا کشمیر ہمارے ملک کا حصہ نہیں ہے؟"

اس نے سوال کیا۔۔کافی سنجیدگی سے۔۔اس نے سوال سنا۔۔کافی بے یقینی سے۔

(اس کے اعصاب تنے۔۔ماتھے پر بل مزید نمایاں ہوئے۔وہ جیسے یک دم کافی گھٹن کا شکار ہو گیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کے جواب میں کیا کہے۔)

"ملک صاحب! سب آپ کے جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔"

نینا نے کہا تو اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔ یہ چمک ہمیشہ اس کی آنکھوں میں تب اُمڈتی جب وہ سمجھ جاتی کہ سامنے والا اس کے سوال سے گھبرا گیا ہے۔

میکائیل اپنی نشست سے تھوڑا آگے کو ہوا اور سمٹتے ہوئے اس نے خود کو بظاہر مظبوط دکھانے کی کوشش کی۔

"نینا صاحبہ! آپ یہ دیکھیے کہ ہمارے ملک میں کتنے مسائل ہیں۔۔ غریب کے پاس کھانے کو روٹی نہیں ہے۔۔ رہنے کے لیے چھت نہیں ہے۔۔ پاؤں میں پہننے کو چپل تک نہیں ہے۔۔

اور ہم ان مسائل کو دیکھنے کی بجائے کشمیر کے مسائل پر بات کریں۔۔" وہ رٹے رٹائے جملے کہہ رہا تھا تو نینا کے چہرے پر ایک گہری معنی خیز مسکراہٹ ابھری جس نے میکائیل کو چند لمحوں کے لیے کنفیوز کر دیا تھا۔

"یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟" اس نے اپنی بات مکمل کر کے ایک گہرا سانس لیا۔۔ اسے لگا جیسے اب یہ بات یہاں ختم ہو جائے گی لیکن یہ اس کی غلط فہمی تھی۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔"

نینا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو یہ سن کر میکائیل نے اپنے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچ لی۔

"خیر میں آپ کو یہ بتاتی چلوں کہ ہمارے دشمن تو یہی چاہتے ہیں کہ۔۔ ہم کشمیر کو اپنے وطن کا حصہ نہ سمجھیں۔۔ اور افسوس کے ساتھ جب ہمارے سیاست دان ہی کشمیر کو پاکستان کا حصہ تسلیم نہیں کریں گے۔۔ تو پھر کیسے ہم اپنے مسائل کا حل نکالیں گے۔۔

کشمیر کا مسئلہ ہمارا بھی مسئلہ ہے۔"

وہ سنجیدگی سے اپنی بات کہہ رہی تھی تو میکائیل لب بھینچتے ہوئے اسے گھوری جا رہا تھا۔

"کشمیر پاکستان کا حصہ ہے تو سہی لیکن۔۔"

میکائیل نے مزید کہنے کے لیے الفاظ ڈھونڈنا چاہے لیکن اسے کوئی الفاظ نہ مل سکیں۔آج اسے اپنا آپ کافی عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔یوں اتنے سارے کیمراز کی نگاہیں اس پر جمی تھیں اور وہ تھا کہ۔۔اپنے دفاع میں ٹھیک سے کچھ کہہ بھی نہیں پا رہا تھا۔

"چلیں اگر آپ اس بات کا جواب نہیں دے سکتے تو ہم اگلے سوال کی جانب موو کرتے ہیں۔"

اس نے میکائیل سے جواب نہ پا کر کہا تو اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے۔ماتھے کے نمایاں بل ذرا سے غائب ہوئے۔۔کچھ لمحوں کے لیے دل کو سکون ملا لیکن۔۔وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا سکون بہت جلد ہی بے سکونی میں بدلنے والا تھا۔

"ملک صاحب !آپ کے اس بیان پر کئی لوگوں نے یہ بھی سوال اٹھایا ہے کہ۔۔

یہ بیان آپ نے کسی کے کہنے پر دیا ہے۔۔کیا یہ سچ ہے ؟"

اگلے سوال نے اسے بالکل ہی ہکا بکا کر دیا۔وہ اس سوال کی تو بالکل ہی توقع نہیں کر رہا تھا۔

(اس کے بیان سے متعلق یہ نیوز کافی وائرل ہوئی تھی لیکن کسی بھی صحافی نے اس بارے میں اس سے سوال نہیں کیا تھا۔۔یوں کہ میکائیل نے اپنے ورکرز کے ذریعے جن میں "اسلم" کا نام سب سے نمایاں تھا۔۔ان سب کی زبان چند پیسوں کے ذریعے بند کروادی تھی۔)

"آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

اس کی آواز اس بار قدرے بلند تھی۔

"آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ میں نے یہ بیان کسی ملک دشمن کے کہنے پر دیا ہے۔"

میکائیل کہہ رہا تھا تو اس کے انداز میں کافی کچھ تھا۔۔بے سکونی۔۔بے چینی۔۔گھبراہٹ۔۔خوف۔۔طیش۔۔اور بھی بہت کچھ!۔لیکن اس کی نسبت نینا کافی پرسکون تھی۔

"میں نے تو آپ سے پوچھا ہے۔"

اس نے کندھے اچکا کر کافی پراعتماد انداز میں کہا۔اس کے اس جملے نے میکائیل کو مزید حواس باختہ کر دیا۔

"یہ کیمراز بند کرو۔"

اب کی بار وہ اپنے حواسوں کو قابو میں نہ رکھ پایا اور کیمراز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تقریباً چلایا۔نینا مسکرائی۔۔اس کی مسکراہٹ میکائیل کو زہر لگی۔

"یہ کیمراز بند نہیں ہو سکتے۔"

اس نے نفی میں سر ہلا کر دھیرے سے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ جیسے وہ ایک شکاری ہو اور وہ اس کا شکار جو اس کے جال میں پھنس چکا ہو۔ میکائیل اس بات کی بالکل توقع نہیں کر رہا تھا۔

چند لمحے اسے سرخ ہوتی نگاہوں سے دیکھنے کے بعد وہ اپنی نشست کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا اور دھیرے سے مسکرایا۔

(پروگرام لائیو جا رہا تھا۔۔ وہ اس وقت مزید کچھ کہہ کر اپنا نام خراب نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔)

"بتاؤ لڑکی! تمہیں کتنے پیسے ملے ہیں میری مخالف پارٹیز سے؟"

اس نے نفرت سے بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔ نینا نے یہ سن کر سر جھٹکا جیسے وہ اس کا تمسخر اڑا رہی ہو۔

"اب آپ جواب سے بھاگ رہے ہیں ملک صاحب۔"

اس نے ابرو اچکا کر کہا۔

"اچھا! تو تمہیں جواب چاہیے۔"

اس نے لب بھینچے۔۔ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچیں۔۔ اور نینا کو نفرت سے بھری کاٹ کھانے والی نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاں!۔"

اس بار نینا کی آواز بھی تھوڑی بلند تھی۔

(اس پورے پروگرام میں نینا کی آواز بلند نہیں ہوئی تھی۔۔اگر کسی کی آواز بلند ہوئی تھی تو وہ میکائیل تھا۔ لیکن اب نینا کی آواز بھی کچھ بلند ہونے لگی تھی۔)

(کنٹرول روم میں موجود ڈائیریکٹر اور ورکرز یہ سب دیکھ رہے تھے لیکن اس کے باوجود کسی نے بھی نینا کو سوال بدلنے کی ہدایات نہیں دی تھیں۔۔ لیکن ڈائیریکٹر نے نینا کے یک دم کچھ بلند آواز میں بولنے پر اسے ریلیکس ہونے کی ہدایات دیں۔)

"تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ سب الزام ہیں۔۔

امید ہے آپ کو اس جواب سے تسلی ہو گئی ہو گی۔"

اس نے اب کی بار کندھے اچکا کر کہا۔ وہ اسی جواب کی توقع کر رہی تھی۔

"ملک صاحب! اگر ہم یہ بات چھوڑ دیں کہ یہ بیان آپ نے کس کے کہنے پر دیا۔۔تب بھی۔۔یہ بات تو کہنی ٹھیک ہو گی۔۔کہ ایسے بیان ملک کے دشمن ہی دیتے ہیں۔"

اس نے اپنے الفاظ چبا چبا کر ادا کیے تو میکائیل ہکا بکا رہ گیا۔ وہ مٹھیاں بھینچتے ہوئے اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا اور نینا کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت نینا کے لیے صرف نفرت تھی۔۔یا شاید نفرت چھوٹا لفظ تھا۔

"تم!۔۔تم مجھے ملک کا دشمن کہہ رہی ہو۔"

اس نے طیش کے عالم میں کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں صرف آپ کے بیان کے متعلق اپنی رائے دے رہی ہوں۔"

نینا نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا۔

(پروگرام لائیو جا رہا تھا۔۔ناظرین یہ پروگرام کافی اشتیاق سے دیکھ رہے تھے۔۔ان کے لیے یہ ایک سنسنی خیز پروگرام کی مانند تھا۔۔لیکن دوسری جانب احسن صاحب کے ماتھے پر فکر اور پریشانی کی بنا پر بل نمایاں تھے۔)

میکائیل اب یہاں پر رکنا نہیں چاہتا تھا۔۔اس کے تنے ہوئے اعصاب مزید تنے اور وہ بھاری قدم لیتا ہوا اسٹوڈیو سے جانے لگا۔نینا نے اسے روکا نہیں بس جب وہ یہاں سے جا رہا تھا تو اتنا ضرور کہا اس نے کہ

"ابھی تو چار سوال رہتے تھے ملک صاحب۔"

میکائیل جا چکا تھا لیکن اس نے اس کا یہ جملہ سن لیا تھا۔

"تو ناظرین! جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ میکائیل ملک۔۔ہم سب کے سوالات کے جوابات دیے بغیر چلے گئے۔۔تو میں اس شو کا اختتام اس سوال سے کرنا چاہوں گی کہ۔۔"

اس نے کیمرا ز کی نگاہوں میں جھانکتے ہوئے کہا اور پھر ایک وقفہ لیا۔

" قائداعظم نے ہی فرمایا ہے کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔۔

پھر اگر شہ رگ ہی مسائل سے دوچار ہو تو ملک کیسے چل سکے گا؟"

اس نے پروگرام کا اختتام اس سوال سے کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

افق پر سیاہ مخملی تاریکی کا بسیرا ہو چکا تھا۔ہیروں کی طرح ٹمٹماتے ستارے افق کو مزید دلکش بنا رہے تھے۔چاند بھی افق پر ستاروں کے ساتھ چمک رہا تھا۔کبھی کبھی آسمان پر بادل جھلکتے اور ستاروں اور چاند کو اپنے سائے تلے دبا دیتے۔۔اور کبھی چاند اور ستاروں کی روشنیاں ان گھرے بادلوں پر قابض آجاتیں۔

لیکن اس اندھیرے میں اب وحشت۔۔اور۔۔آگ کا اضافہ ہو چکا تھا۔

بدلہ کی آگ!

یہ منظر اسلام آباد کے ایک معروف ہوٹل کا تھا جس کے کمرے میں وہ ٹھہرا تھا۔وہ اسلام آباد کے مہنگے ترین ہوٹلز میں سے ایک تھا۔

وہ کمرے میں تیز قدم کے ساتھ داخل ہوا تو اس کے ساتھ ہی ایک ادھیڑ عمر شخص بھی داخل ہوا۔وہ اسلم تھا۔۔اس کا اسسٹنٹ۔۔لیکن یہ کہنا بھی غلط نہیں ہوگا کہ وہ میکائیل کی ہر غلطی۔۔ہر گناہ میں۔۔برابر کا شراکت دار تھا۔

(یہ اس ہوٹل کا عظیم الشان سویٹ تھا جس میں وہ ٹھہرا تھا۔سنگ مرمر کے فرش۔۔پیچیدہ کرسٹل فانوس کی چمکیلی روشنی کمرے میں رقص کر رہی تھی۔۔کمرے کا دروازہ کھولتے ہی جو

پہلی چیز توجہ اپنی طرف مبذول کرتی وہ اسلام آباد کے اسکائی لائن کا دلکش نظارہ تھا۔۔ کھڑکیاں شاندار ریشمی پردوں سے ڈھکی تھیں۔۔اور کمرے کا مرکزی نقطہ بلاشبہ شاہی سائز کا عالیشان بیڈ تھا۔)

میکائیل کمرے میں داخل ہوتے ہی بھاری قدم کے ساتھ ٹہلنے لگا یوں کہ وہ اپنے غصہ پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔اسلم مؤدب سے انداز میں کھڑا اسے پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کے غصے کو کس طرح ٹھنڈا کرے۔چند لمحے بعد میکائیل نے اپنے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچی اور اسے پوری قوت کے ساتھ ایک دیوار پر دے مارا۔اس کو یوں طیش کے عالم میں دیکھ کر اسلم پر جیسے لرزا طاری ہو گیا۔

اس نے ایک نظر اسلم کی جانب بڑھائی۔

کھردری ہوئی پیشانی۔۔ طیش کے عالم میں چھوٹی آنکھیں۔۔چہرے پر تناؤ اور بھینچے ہوئے لب۔۔اس کے اندر طیش کی آگ کو خوب واضح کر رہے تھے۔

"اس نے ٹھیک نہیں کیا۔۔اس کو اس کی قیمت چکانی پڑے گی۔" اس نے لب کاٹتے ہوئے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے جیسے فیصلہ سنایا۔اس نے اپنی نظریں اسلم سے پھیر لیں۔

"میکائیل صاحب! آپ بتایئے کیا کرنا ہے اس کا۔۔آپ جو کہیں گے وہ ہو جائے گا۔۔بس آپ ایک مرتبہ حکم کریں۔"

اسلم نے یوں اس سے یہ سب کہا جیسے وہ کوئی بادشاہ ہو اور وہ اس کا غلام۔ میکائیل نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اس کی آنکھیں اب مزید سرخ ہوئی پڑی تھیں۔ اور پھر اس کے چہرے پر ایک خوفناک مسکراہٹ قائم ہوئی۔

"اس کو تو میں اتنا ذلیل کروں گا۔۔ کہ یہ کسی کو اپنا منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔"

اس نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔ اسلم نے یہ سن کر خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

(وہ اور میکائیل کل ہی لاہور سے اسلام آباد آئے تھے۔ ان کے یہاں آنے کی خاص وجہ یہ انٹرویو ہی تھا۔۔ میکائیل کے لیے یہ انٹرویو خاصی اہمیت رکھتا تھا کیونکہ یہ انٹرویو اس چینل پر براڈکاسٹ ہونا تھا جس کی ریٹنگ سب چینلز میں سے ٹاپ پر تھی۔۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ انٹرویو نینا احسن کرنے جا رہی تھی جو پاکستان کی معروف صحافیوں میں سے ایک تھی۔

صرف یہ ہی نہیں۔۔ نینا کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ وہ ایک معروف صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک **"کم عمر معروف صحافی"** بھی ہے۔۔ اس کی عمر پچیس سال تھی۔۔ اس سے عمر میں کئی گنا بڑے صحافی اس کے سوالات کے آگے خاموش ہو جاتے یا گھبرا جاتے۔ اس کی قابلیت کے چرچے صرف پاکستان میں ہی نہیں۔۔ بین الاقوامی سطح پر بھی بہت تھے۔

آج کے انٹرویو کے بعد میکائیل ملک کی ساکھ کو بہت بڑا نقصان پہنچا تھا۔۔ سوشل میڈیا۔۔ نیوز نیٹ ورک کے ہر چینل پر۔۔ یہ انٹرویو زیر بحث آیا ہوا تھا اور میکائیل کی جس بات پر سب سے

زیادہ تنقید کی جارہی تھی وہ یہ تھی کہ اس نے کیمراز بند کروانے کا کیوں کہا؟اور پروگرام چھوڑ کر کیوں چلا گیا؟)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ کار خود ڈرائیو کر کے گھر لوٹی تھی۔

(اس کی ڈرائیونگ اسکلز اس کی طرح ہی شاندار تھیں۔ڈرائیونگ اس نے احسن صاحب سے سیکھی تھی اور احسن صاحب یہ بات کافی فخر سے کہتے تھے کہ

"علی سے زیادہ اچھی ڈرائیونگ نینا کو آتی ہے۔")

اس کو انٹرویو کے بعد بھی کئی کام تھے جس کی وجہ سے

اسے گھر آتے ہوئے دیر ہو گئی تھی۔اس نے حلیمہ صاحبہ کو اس بارے میں پہلے ہی بتادیا تھا کہ اسے گھر آتے ہوئے دیر ہو جائے گی۔

وہ گھر کے داخلی دروازے کی جانب بڑھی۔۔ایک گہری سانس لی جیسے گھر کو دیکھ کر اس کے دل میں سکون۔۔اطمینان قائم ہو گیا ہو۔

(گھر ہے ہی ایسی جگہ۔۔جہاں پہنچ کر انسان کو صرف اور صرف سکون نصیب ہوتا ہے۔بس شرط یہ ہے کہ ماحول کیسا ہے گھر کا۔۔اگر ماحول ٹھیک نہیں تو گھر گھر نہیں۔۔قید خانہ بن جاتا ہے۔)

اس نے گھنٹی بجائی۔۔پورا گھر گھنٹی کی آواز سے گونج اٹھا۔۔ایسا لگا جیسے گھر میں کوئی موجود ہی نہ ہو۔

"اس قدر خاموشی! اللہ ہی خیر کرے۔"

وہ دروازے کے پاس کھڑی تھی۔۔بالکل تنہا۔۔لان میں بھی خاموشی کا بسیرا تھا جس طرح سے اس وقت اسے گھر میں سے خاموشی محسوس ہو رہی تھی۔

اور پھر اس خاموشی میں کسی نے خلل پیدا کیا۔۔دھیرے سے چلتے قدموں کی آواز۔۔اور پھر کسی نے دروازہ کھولا۔

نینا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

دروازہ کھلتے ہی سامنے احسن صاحب کھڑے تھے۔انہیں دیکھ کر نینا کے چہرے پر مسکراہٹ مزید بڑھی لیکن اس کی مسکراہٹ یک دم کچھ کم ہوئی جب اس نے احسن صاحب کے چہرے پر پریشانی۔۔اور فکر کے تاثرات کو دیکھا۔

"اسلام وعلیکم بابا!۔"

وہ انہیں سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوئی۔

"وسلام!۔"ان کا لہجہ اسے کافی مختلف لگا۔وہ گھر میں داخل ہوئی تو انہوں نے دروازہ فوراً بند کیا اور ایک گہری سانس لی یوں کہ انہوں نے اس کے گھر آجانے پر خدا کا شکر ادا کیا ہو۔

"بابا کو کیا ہوا ہے؟"

اس نے دل ہی دل میں سوچا لیکن اس کا جواب وہ پھر بھی جانتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر ایلدار کے گھر کا تھا۔ وہ تینوں اس سے پہلے آرمی کی بیس پر موجود تھے۔۔ وہاں سے وہ تینوں اب ایلدار کے گھر آگئے تھے۔ براق ان دونوں سے کچھ بات کرنا چاہتا تھا۔۔ اہم بات۔ وہ تینوں ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ صوفے پر براجمان وہ اب آپس میں گفتگو کرنے میں مصروف تھے۔

ڈرائنگ روم کی کھڑکیوں کے پردے گرے ہوئے تھے۔۔ پھر بھی کچھ ہی دیر میں ڈھلنے والے سورج کی روشنی ان پردوں میں سے ہلکی سی گزر کر کمرے کی مصنوعی روشنیوں کے ساتھ پھیل رہی تھی۔

"ایلدار اور احمت!۔۔ ہمیں جو بھی کرنا ہے جلد ہی کرنا ہوگا۔"

براق نے ہمیشہ کی طرح اپنے سنجیدگی سے بھرے لہجے میں ان دونوں سے کہا۔ ان دونوں نے یہ سن کر جواباً اثبات میں سر ہلایا اور اسے مزید سننے کے منتظر رہے۔

"میں جانتا ہوں ایمرے چچا کو مرات نے ہی اغوا کیا ہے۔"

اور اس کا اگلا جملہ ان دونوں کے لیے ناقابل یقین تھا۔ان دونوں کے چہروں پر یہ سن کر پہلے بے یقینی کی لہریں ابھریں۔۔پھر حیرانی کی اور پھر ناسمجھی کی۔

"آپ کو کیسے معلوم؟"

احمت نے ناسمجھی کے عالم میں پوچھا۔یہ سن کر براق کے چہرے پر ایک گہری مسکراہٹ قائم ہوئی۔

"سب سے پہلی بات۔۔مرات کے لگائے گئے ٹائم بم کو ہم نے ڈفیوز کیا۔"

براق نے انہیں اب وہ باتیں گنوانا شروع کیں جس کی بنا پر وہ اس نتیجے تک پہنچا تھا کہ مرات نے ہی ایمرے چچا کو اغوا کیا ہے۔

"دوسری بات یہ کہ۔۔(اس نے ایک وقفہ لیا۔)

وہ جان گیا ہو گا کہ ایمرے چچا مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔"

اس کے یہ الفاظ ان دونوں کو مزید حیران کر دینے کے لیے کافی تھے۔

"کیا مطلب؟"

کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد ایلدار نے ناسمجھی سے پوچھا۔احمت نے بھی براق کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"مطلب یہ کہ جس دن ایمرے چچا مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔۔اس ہی دن انہیں اغوا کیا گیا۔"

اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"تو اس کا مرات سے کیا تعلق؟"

اس نے فوراً سوال کیا۔اس سے پہلے احمت نے بھی کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر ایلدار کے فوراً سوال کرنے پر وہ خاموش ہو گیا۔۔یوں کہ وہ بھی یہ ہی سوال پوچھنا چاہ رہا تھا۔

"ایلدار! وہ مجھے مرات کے بارے میں کچھ اہم معلومات دینا چاہتے تھے۔"

اس نے ابرو اچکا کر جواب دیا۔وہ دونوں ہکا بکا رہ گئے۔چند لمحے وہاں خاموشی قائم رہی۔

"آپ نے ہمیں اس ملاقات کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟"

اب کی بار جب احمت نے سوال کیا تو اس کے لہجے میں بہت کچھ تھا۔۔شکوہ۔۔بے یقینی۔۔اور نا سمجھی۔

"کیا اب میں تم لوگوں کو اپنے آنے جانے کی خبر دیا کروں؟"

براق نے جواباً اسے جھڑکا۔احمت یک دم خاموش ہو گیا اور اپنا سر شرمندگی سے جھکا لیا۔۔کیا معلوم یہ شرمندگی تھی یا براق کے یوں جھڑکنے پر یا ملاقات کے بارے میں نہ بتانے کی بنا پر پیدا ہونے والے غصے کو چھپانے کی ایک کوشش۔

"مرات کو کس نے بتایا ہو گا اس بارے میں؟"

اس نے اب کی بار کچھ سوچتے ہوئے اس سے سوال کیا۔ایلدار نے اس کا یہ سوال سن کر براق کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"اس ملاقات کا علم صرف مجھے اور ایمرے چچا کو تھا۔۔ ہو سکتا ہے اس تک یہ خبر کسی نے پہنچائی ہو۔"

اس نے شانے اچکا کر صاف گوئی سے اپنا ہر لفظ چبا چبا کر کہا۔

"آخر کون ہو سکتا ہے وہ؟"سوال ایلدار کی طرف سے پوچھا گیا۔

"معلوم نہیں۔۔ مگر یہ ممکن ہے کہ ہمارے درمیان کوئی غدار موجود ہو۔"

براق نے کہا تو اب کی بار اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔یہ سن کر احمت کے جسم میں جیسے ایک کرنٹ سا دوڑا اور اس کے اعصاب تنے۔۔ایک نظر اس نے براق کو دیکھا اور پھر ایلدار کو۔۔اس کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔۔خوف۔۔ گھبراہٹ کی لہریں۔۔پریشانی اور بے یقینی۔

"کیا تم کچھ کہنا چاہتے ہو احمت؟"

براق نے اس کی یوں حواس باختہ سی حالت دیکھ کر آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے پوچھا۔

"ن۔۔ن۔۔ نہیں براق بے۔"

اس نے بمشکل گلے سے آواز نکالتے ہوئے کہا۔براق نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر ڈرائنگ روم کا تھا۔۔وہ دونوں میز کے ساتھ رکھے صوفے پر براجمان تھے۔۔اور وہ میز کے دوسری طرف رکھے صوفے پر بیٹھی۔۔ہاتھ میں پانی سے بھرا شیشے کا گلاس لیے ہوئے تھی۔پانی پینے کے بعد اس نے گلاس سامنے رکھی میز پر رکھا اور ان دونوں کو ایک نرم مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا۔اس سے پہلے وہ دونوں اس سے معمولی سی حال چال کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

"نینا! کیا تمہیں نہیں لگتا کہ تم نے یہ انٹرویو کچھ ٹھیک نہیں کیا؟"

کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد احسن صاحب نے اس سے کہا تو وہ یک دم حیران ہوئی۔اور پھر اس نے ابرو اچکائے جیسے اسے ان کی بات سمجھ آگئی ہو۔

"جی آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔۔ابھی اس کے چار سوال رہتے تھے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔اس کی حس مزاح بہت اچھی تھی۔۔لیکن انہیں اس وقت اس کی کسی بات پر ہنسی آنا نا ممکن تھا۔

"نینا! میں یہ نہیں کہہ رہا۔"انہوں نے تراخ سے کہا تو وہ یک دم خاموش ہوئی۔

"بابا پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟۔۔پلیز کھل کر بات کریں۔"اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"دیکھو نینا! تم نہیں جانتی میکائیل کو۔۔یہ جو سیاستدان ہوتے ہیں نا۔۔یہ جب چاہیں کسی بھی انسان کے ساتھ۔۔کچھ بھی۔۔(اس بات پر انہوں نے تھوڑا زور دیا) کر سکتے ہیں۔"

انہوں نے اس سے وہی کچھ کہا جو ایک باپ اپنی بیٹی سے کہہ سکتا تھا۔۔وہ ایک روایتی باپ تھے۔۔اپنی بیٹی کو ان باتوں سے خوف دلانا چاہ رہے تھے جس کا خوف اس کے دل میں بالکل نہیں تھا۔

"بابا! آخر میکائیل کیا کر سکتا ہے؟" وہ لمحے بھر کے لیے رکی۔اس کے بولنا کا انداز ہمیشہ کی طرح ویسا ہی تھا۔۔دھیما۔۔گہرا۔۔اور سنجیدہ۔

کیا وہ مجھے بے عزت کرے گا؟" اس نے مزید کہا۔

"کیا وہ مجھ سے میرا رزق چھین لے گا؟"

"یا پھر۔۔وہ مجھ سے میری زندگی چھین لے گا؟" اس نے اپنی بات مکمل کی۔

احسن صاحب خاموش ہو گئے۔انہیں دل ہی دل میں خوشی ہوئی کہ نینا یہ جانتی تھی کہ وہ اسے میکائیل کی کن باتوں سے خوف زدہ کر رہے تھے لیکن وہ یہ بھول گئے تھے کہ نینا تھی **"ایک باہمت لڑکی۔"**

"بابا! جب جان' رزق اور عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے تو پھر ڈر کیسا؟"

اس نے احسن صاحب کو دیکھتے ہوئے اب کی بار کافی پر اعتماد انداز میں کہا تو احسن صاحب کے ماتھے پر بل نمایاں ہوئے۔ وہ صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہیں یوں کھڑا ہوتا دیکھ کر وہ اور حلیمہ صاحبہ بھی صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کاش تم نے اس فیلڈ کا انتخاب نہ کیا ہوتا۔" انہوں نے کچھ افسردگی سے سر ہلاتے ہوئے اس سے کہا اور پھر بھاری قدم چلتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ حلیمہ صاحبہ بھی ان کے پیچھے کمرے میں چلی گئیں۔ احسن صاحب کے الفاظ نے جیسے نینا کا دل توڑ کر رکھ دیا۔۔ اس کی آنکھوں میں ایک نمی کی لہر ابھر آئی جسے اس نے انگلی کے ایک پور سے صاف کیا اور پھر ایک زخمی سے انداز میں مسکرائی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استنبول کے آسمان پر کچھ ہی دیر پہلے آتش گیر نارنجی رنگ کی روشنی پھیلی تھی جو اب نرم گلابی اور گہرے ارغوانی رنگوں کے سائے میں بغیر کسی رکاوٹ کے ڈوب رہی تھی۔ بادل کسی برش کے اسٹروک کی طرح آسمان کے کینوس پر رقص کر رہے تھے۔

یہ منظر تھا اسی محل جیسے گھر کا۔۔ سیڑھیاں سرخ قالین سے ڈھکی تھیں۔۔ وسیع لاؤنج بہت سی مصنوعی سفید روشنیوں کی چمک سے روشن تھا۔

وہ گھر میں داخل ہوا۔۔دھیرے سے چلتا ہوا لاؤنج تک آیا اور صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا۔اس کے پیچھے ایک اور شخص بھی لاؤنج میں آیا اور برابر والے صوفے پر اسی کی طرح ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا۔اس نے ایک نظر مرات کو مسکرا کر دیکھا۔

"مرات بے! کیا اسے معلوم ہوا کہ آپ کون ہیں؟"

ایرن نے سوال کیا۔وہ اسی کا ہم عمر تھا۔۔سیاہ بال جیل کے ساتھ سیٹ کیے گئے تھے۔۔سرمئی پر کشش آنکھیں اور دراز قد۔۔ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس وہ بھی مرات سے کچھ کم نہیں تھا۔۔اسی کی طرح ہینڈسم۔۔اور۔۔خطرناک سازشیں چلنے والا۔

اس کی بات سن کر مرات زیر لب مسکرایا۔اس نے سامنے میز پر رکھی سگریٹ اٹھائی اور جینز کی جیب سے ایک لائٹر نکالا اور اس سگریٹ کو جلایا۔پھر ایک سگریٹ کا گہرا کش لیا اور اسے معنی خیز نگاہوں سے دیکھا۔سگریٹ کا دھواں ہر سو پھیل چکا تھا۔

"کیا تمہیں لگتا ہے وہ مجھے اتنی آسانی سے ڈھونڈ لے گا؟"

اس نے کافی اعتماد کے ساتھ سوال پر سوال کر ڈالا۔

"نہیں! لیکن براق بہت چالاک ہے۔"

اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے جیسے خطرے کے بارے میں آگاہ کیا۔یہ سن کر مرات قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔اس کے یوں ہنسنے کی وجہ ایرن کی سمجھ میں نہ آئی۔

"آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟"اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"تم نے بات ہی ایسی کی ہے۔"اس نے شانے اچکا کر فوراً جواب دیا۔

ایرن کچھ شرمندہ سا ہو گیا۔

"تم جانتے ہو ایرن۔۔ براق کو جس دن پتا چلے گا کہ میں کون ہوں۔۔ وہ دن اس کی تباہی کا دن ہو گا۔"

اس نے اب کی بار کہا تو اس کی آنکھوں میں نفرت کی لہریں خوب واضح تھیں۔۔اور اس نفرت کے باعث وہ کتنا آگے تک پہنچنے والا تھا اس کا اندازہ کسی کو نہیں تھا۔

"کیا اس کا آپ پر کبھی شک بھی نہیں گیا؟"

ایرن نے چند لمحے بعد پوچھا۔

"شک کا پتا نہیں۔۔ مگر اس نے آج مجھے تقریباً پکڑ ہی لیا تھا۔"

اس نے ابرو اچکا کر کہا۔۔اور سگریٹ کا ایک کش بھرا۔

"اچھا! پھر؟"

سوال پھر فوراً پوچھا گیا۔

"پھر کچھ نہیں۔۔وہ بے وقوف نہیں پہنچ سکا میرے تک۔۔ کیونکہ۔۔

مرات تک پہنچنے کے لیے مرات ہی کی اجازت چاہیئے ہوتی ہے۔"

اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کافی یقین اور اعتماد سے کہا۔اور پھر وہ دونوں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگیں۔۔یوں جیسے فتح ملنے سے پہلے ہی فتح کے خواب دیکھ کر جشن منا رہے ہوں۔

"میں سوچتا ہوں جس دن اسے پتا چلے گا کہ آپ ہی ا۔۔"

وہ روانی میں کہتا ہوا اس کا وہ نام لینے لگا تھا جس نام سے براق مرات کو جانتا تھا۔

"ش۔۔ش۔۔خاموش ہو جاؤ ایرن۔۔دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

مرات نے اپنے لبوں پر انگلی رکھتے ہوئے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔اور پھر وہ مسکرایا اور سگریٹ کے کش بھرنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جیمرے خاتون میرائے کی سالگرہ کے لیے کیک تیار کر چکی تھیں۔انہوں نے کیک کو ڈائنگ ٹیبل پر نفاست کے ساتھ رکھا اور پھر ایک نظر اسے دیکھا۔ان کے چہرے پر ایک نرم اور شفیق سی مسکراہٹ قائم ہو گئی۔۔وہ جب بھی اپنے بچوں کے لیے کوئی کام کرتیں۔۔ان کے دل کو اسی طرح کی تسکین نصیب ہوتی۔جب یامان بے حیات تھے۔۔تب جیمرے خاتون ان کے لیے بھی یوں مختلف ڈشز بنایا کرتیں اور ہر بار یامان بے ان کی ڈشز کی خوب تعریف کرتے۔

"میرائے! دیکھو میں نے تمہارے لیے کیک بنایا ہے۔"

انہوں نے تھوڑا بلند آواز میں اسے پکارا۔۔ قدموں کی آواز۔۔ وہ ڈائنگ روم سے باہر نکلیں اور سیڑھیوں کی جانب دیکھا۔

میرائے کافی احتیاط سے سیڑھیاں اتر رہی تھی یوں کہ اس نے پیروں میں سرخ ہائی ہیلز پہن رکھی تھیں۔۔ سیاہ لمبا فراک اور چہرے پر کیا ہلکا سا میک اپ لیکن ڈارک ریڈ لپ اسٹیک اس کے چہرے کو کافی دلکش بنا رہی تھی۔ اس نے اپنے سنہرے بال جو کندھے سے کچھ انچ نیچے کو آتے تھے۔۔ انہیں آج باندھا نہیں ہوا تھا بلکہ کھلا ہی چھوڑا ہوا تھا۔

وہ سیڑھیاں اتر کر دھیرے سے چلتی ان کے قریب آئی۔ اس کی نیلی آنکھیں آج مسرت کی بنا پر کافی چمک رہی تھیں۔

"اے ماشاءاللہ! میرائے تم کتنی پیاری لگ رہی ہو۔"

انہوں نے اس کو نرم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کافی پیار سے کہا۔ اور پھر کچھ لمحے اس کی تعریف میں کافی کچھ کہتی رہیں۔

"بہت شکریہ آنے۔" انہوں نے اس کی تعریفوں کے پل باندھنا بند کیے تو اس نے گرم جوشی کے ساتھ انہیں شکریہ کہا۔

اور پھر جیمرے خاتون اسے ڈائنگ روم میں لے کر گئیں۔۔ اور اسے کیک دکھایا۔

اس نے ڈائنگ ٹیبل پر رکھے اس کیک کو دیکھا۔۔ اس کا دل اس کیک کی میٹھی سی خوشبو اور رغبت سے لبریز ہو گیا۔

(کیک کی اوپری سطح پر جیسے مخملی سی چاکلیٹ کی لہر موجود تھی۔۔اس کی نم سطح اس کے ذائقے دار ہونے کی طرف اشارہ کرتی۔ یہ ہوم میڈ کیک صرف بہت ہی میٹھا اور لذیذ نہیں تھا۔۔بلکہ یہ محبت سے کی گئی محنت تھی۔۔جسے کافی احتیاط اور دیکھ بھال کے ساتھ تیار کیا گیا تھا۔۔اس میں سادہ سے اجزاء کو جذبے۔۔مہارت اور محبت کے ساتھ تبدیل کیا گیا تھا۔)

"یہ تو دکھنے میں بہت اچھا لگ رہا ہے آنے۔"

اس نے کہا تو جیمرے خاتون کھل کر مسکرائیں۔۔جیسے انہیں ان کی محنت کا پھل وصول ہو گیا ہو۔

"یہ کھانے میں بھی بہت مزے کا ہو گا۔۔تم بس کھا کر دیکھنا۔"

انہوں نے اس سے کافی یقین سے مسکرا کر کہا تو اس نے بھی مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ظاہر سی بات ہے۔۔آخر یہ کیک میری پیاری آنے نے جو بنایا ہے۔"

وہ یہ کہتے ہوئے بچوں کی طرح ان کے ساتھ لپکی۔۔انہوں نے اس کے کندھوں کو شفقت کے ساتھ تھپتھپایا۔

وہ دونوں کچھ دیر آپس میں ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہیں اور پھر میرائے کو اپنے موبائل کے بجنے کی آواز آئی۔ موبائل اس کے بیڈروم میں پڑا تھا۔ کال کے رنگ ہونے کی ہلکی سی آواز ڈائنگ روم تک آرہی تھی۔

"آنے لگتا ہے میری کال آرہی ہے۔۔ میں چیک کر کے آئی۔"

وہ یہ کہہ کر کمرے میں تیز قدموں کے ساتھ تقریباً دوڑی۔ وہ جانتی تھی کہ کس کی کال ہو گی۔

کمرے میں پہنچ کر وہ فوراً بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی جانب بڑھی جہاں اس کا موبائل پڑا تھا۔ موبائل ہاتھ میں لیتے ہی اس نے اس کی روشن اسکرین پر نظر ڈالی جس پر وہ نمبر جگمگا رہا تھا۔ اس کا چہرہ مزید کھل اٹھا۔۔ آنکھیں بھی مزید روشن ہو گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈائنگ روم میں واپس آئی جہاں جیمرے خاتون اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ وہ اب ڈائنگ ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسی پر براجمان تھیں اور اسے دیکھ کر دھیرے سے مسکرائیں۔

"آنے! براق آبے نے کب تک آنا ہے؟"

ان کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"میں نے اسے کال کی تھی۔۔وہ کہہ رہا تھا بس تھوڑی دیر میں آجائے گا۔"

انہوں نے سوچ سوچ کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے! کوئی بات نہیں۔" اس نے کہا تو اس کے لہجے میں سے ناگواری صاف جھلک رہی تھی۔ کچھ لمحے خاموشی سے گزرے۔ جیمرے خاتون نے ڈائننگ ٹیبل پر کیک کور کھا ہوا تھا جس کو اب انہوں نے ایک پلیٹ کے ساتھ ڈھک لیا تھا۔

"آنے! وہ اب تک کیوں نہیں آئے۔۔اتنی دیر ہو گئی ہے۔" میرائے کے چہرے پر غصہ۔۔ناگواری اور اداسی خوب واضح تھی۔

"تھوڑا صبر کرو۔۔براق آتا ہی ہو گا۔"

انہوں نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی لیکن وہ نہ سمجھی۔

"اگر انہوں نے اتنی دیر کرنی تھی تو آپ نے مجھے اتنی جلدی تیار ہونے کو کیوں کہا۔۔اور خوامخواہ آپ نے اتنی جلدی یہ کیک بھی بنالیا۔۔شام ہونے والی ہے۔۔بلکہ شام تو کب کی ہو چکی ہے۔" وہ منہ بسورتے ہوئے بس روانی میں کہے جا رہی تھی۔۔اور جیمرے خاتون سر پر ہاتھ رکھے اس کی باتیں خاموشی سے سنی جا رہی تھیں۔

"اف! اس لڑکی کا میں کیا کروں۔۔صبر ہی نہیں ہے اس میں۔"

انہوں نے ناگواری سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے زیر لب کہا۔۔اور پھر ان کی نظریں اپنے موبائل کی اسکرین پر گئیں۔ایک میسج پڑھے جانے کا منتظر تھا۔۔انہوں نے اسے پڑھا تو یک دم ان کا چہرہ جیسے بجھ سا گیا۔میرائے ان کے چہرے کا یوں بجھا پن محسوس کر گئی اور اس کا دل بے چین ہو گیا۔

"کیا ہوا آنے۔"اس نے تشویش اور بے چینی کے عالم میں پوچھا۔

"براق کا میسج آیا ہے کہ وہ لیٹ ہے۔"انہوں نے ہچکچا کر اسے بتایا تو یک دم میرائے کے دل پر ایک بوجھ سا پڑا۔۔اس کا دل ڈوب سا گیا۔

"بھلا یہ کیا بات ہوئی۔"اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور خاموش ہو گئی۔۔اس میں اب مزید کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی۔آنکھیں بھیگ گئیں تھیں۔۔بس برسنے کی منتظر تھیں۔

"چلو تم اداس مت ہو۔۔ہم دونوں مل کر سیلیبریٹ کر لیتے ہیں تمہاری برتھ ڈے۔"

انہوں نے اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو وہ کرسی کھینچ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں! مجھے اب کوئی سیلیبریشن نہیں کرنی۔۔آپ یہ کیک اٹھا کر۔۔"

وہ بلند آواز میں کہہ رہی تھی تو اسے یک دم کچھ کھٹکا۔۔جیمرے خاتون مسکرا رہی تھیں۔۔لیکن کیوں؟۔۔یہ وہ سمجھ نہ پائی۔

"آپ کو ہنسی آ رہی ہے۔"

اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے۔۔چہرے پر تناؤ قائم کیے ہوئے طنزیہ کہا تو وہ اب کی بار کھل کر ہنسنے لگیں۔اس کی تشویش مزید بڑھ گئی۔۔اور چہرہ غصے سے سرخ ہونے لگا۔۔یوں کہ اس کی آنکھیں بس برسنے ہی لگی تھیں۔

" کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ میرائے تم ابھی تک ایک چھوٹی بچی ہی ہو۔"

اسے یہ آواز پیچھے سے آئی۔۔اس نے مڑ کر دیکھا تو کچھ ہی فاصلے پر اس کے سامنے براق کھڑا تھا جو اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"آبے!آپ؟"اس نے حیرانی اور ناسمجھی سے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کیسا لگا سرپرائز؟"اس نے زیر لب مسکرا کر سوال پر سوال کر ڈالا۔

میرائے کا چہرہ یک دم کھل اٹھا۔۔اور پھر اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔۔اس نے زیر لب مسکراتے ہوئے ہاتھوں کی پشت سے اپنی آنکھیں اور گال رگڑیں اور پھر مزید مسکرانے لگی۔

اس کا دل ہلکا ہو گیا تھا۔

اسے ناراض براق نے کیا تھا۔۔اور اس کی ناراضی کو ختم بھی براق نے ہی کیا

آخر وہ براق یامان تھا

جو ٹوٹے دلوں کو جوڑنے کا فن جانتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

" Doğum Günün Kutlu Olsun"

(HAPPY BIRTHDAY TO YOU.)

ڈائنگ روم کے ساتھ ساتھ پورے گھر میں اسپیکرز پر لگے سالگرہ کے گانے کی آواز گونج رہی تھی۔لوگ کم تھے بلکہ صرف تین ہی افراد تھے اس گھر میں لیکن پھر بھی۔۔

چند سچے دل کے مالک افراد بہت سے منافق لوگوں سے بہتر ہوتے ہیں۔

ڈائنگ ٹیبل پر رکھے چاکلیٹ کیک پر اب بہت سی لکیریں بن چکی تھیں۔۔کیک اب بہت سے حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔وہ تینوں اب ڈائنگ ٹیبل کے ارد گرد رکھی کرسیوں پر براجمان تھے اور کیک کھانے میں مصروف تھے۔

"براق آبے! میرا گفٹ؟"

جب سب نے کیک کھالیا تو میرائے نے براق سے فوراً پوچھا۔یہ سن کر براق لمحے بھر کے لیے خاموش ہو گیا۔

"اوہ! وہ تو میں۔۔"وہ بولتے ہوئے رکا۔

"میں بھول گیا۔"

اور پھر ایک ہی سانس میں اس نے یہ تین لفظ کہہ ڈالے۔۔وہ میرائے کے رد عمل سے اب خوب واقف تھا۔

"کیا؟"اس کی آواز بلند تھی۔

براق نے کچھ ندامت بھرے انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔اس کا چہرہ یک دم بجھ سا گیا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ گالوں کے ساتھ ٹکائے اور نظریں جھکا کر اپنے سامنے رکھی پلیٹ کو خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔

جیمرے خاتون اس کا یوں بجھا ہوا چہرہ دیکھ کر کچھ افسردہ ہوئیں۔۔انہیں براق سے یہ امید نہیں تھی۔

اور پھر براق نے اپنی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے میرائے کا تحفہ نکالا۔اس نے اپنا ہاتھ میرائے کی جانب بڑھایا تو میرائے نے نظریں اٹھا کر اس کے ہاتھ میں موجود اس فوٹو فریم کو دیکھا۔اس فوٹو فریم میں تصویروں کا ایک کولاج بنا تھا۔اس کا بجھا ہوا چہرہ یک دم کھل اٹھا۔۔چہرے پر ایک روشن مسکراہٹ قائم ہوئی اور اس نے اسے تشکر اور محبت بھری نظروں سے دیکھا۔

"آبے! یہ تو۔۔بہت خوبصورت ہے۔۔یہ میری زندگی کا سب سے اچھا تحفہ ہے۔"اس نے گرم جوشی کے ساتھ اس سے کہا تو وہ مسکرایا۔وہ کتنے ہی لمحے اس تصویر کو خاموشی سے مسکرا کر دیکھتی رہی۔

(اس فوٹو فریم کے کولاج میں موجود تصویروں میں سے ایک تصویر میں وہ کم عمر تھی۔۔اور

اس وقت وہ یامان بے کے ساتھ کھڑی تھی اور کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔۔ایک تصویر میں وہ براق کے ساتھ تھی اور ایک میں جیمرے خاتون کے ساتھ۔۔پھر ایک تصویر میں وہ تینوں تھے مگر یامان بے نہیں۔۔اور ایک آخری تصویر بھی تھی اس میں جس میں وہ تنہا تھی۔۔ ہاتھوں میں پھولوں کا ایک گلدستہ تھامے وہ اسے دیکھ کر خوش دلی سے مسکرا رہی تھی۔)

میرائے کو ایسا لگا کہ وہ جو چاہتی تھی اسے وہی ملا۔۔ایک مکمل خاندان۔۔پھر چاہے وہ ایک تصویر میں ہی ہو۔۔

وہ تھا تو مکمل۔

"میں جانتا تھا تمہیں یہ پسند آئے گا۔"

اس نے کندھے اچکا کر مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

(براق جانتا تھا کہ میرائے کو ابھی اس تحفے کی بہت ضرورت تھی کیونکہ کچھ دن پہلے ہی اس نے براق سے کہا تھا

"آج مجھے بابا کی بہت یاد آرہی ہے۔")

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سالگرہ منانے کے بعد وہ تینوں کچھ دیر آپس میں لاؤنج میں بیٹھ کر بات چیت کرتے رہیں اور پھر جیمرے خاتون اور براق اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ میرائے وہاں سے اٹھ کر نیٹٹوریم میں آئی اور وہاں چہل قدمی کرنے لگی۔

(چاند کی روشنی کے رنگ پول کے صاف اور شفاف نیلے پانی کے ساتھ مل رہے تھے۔ ہوا تیز نہیں چل رہی تھی۔۔ مگر بھی خنکی کی فضا ہر سو قائم تھی۔)

("آنے سے کیسے اجازت لوں میں؟"

وہ یوں ہی سوچوں کے سائے میں ڈوبے ڈوبے سے انداز میں چلتی ہوئی رکی۔ وہ چہرے سے کافی پریشان اور کنفیوزڈ لگ رہی تھی۔

"ہاں! ایک آئیڈیا!۔" وہ ابرو اچکاتے ہوئے زیرلب مسکرائی۔)

وہ اب کی بار تیز قدموں کے ساتھ جیمرے خاتون کے کمرے تک گئی۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔۔ دروازہ پورا کھول کر اس نے انہیں پکارنے کے لیے کمرے میں جھانکا۔۔ جیمرے خاتون عشاء کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ انہیں نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر اس کے قدم رکے۔۔ وہ دروازے کے ساتھ ٹیک لگ کر کھڑی ہوئی اور انہیں خاموشی سے نماز پڑھتا ہوا دیکھنے لگی۔ انہیں یوں دیکھ کر اس کے دل میں ایک عجیب سی گھٹن ہو رہی تھی۔۔ وہ بھی پہلے نماز پڑھا کرتی تھی لیکن بہت کم۔۔ اور اب تو اس نے نماز پڑھنا بالکل ہی چھوڑ دیا تھا۔

گھر سے باہر جاتے ہوئے سکارف کرنے کا بھی جیمرے خاتون نے ہی اس سے کہا تھا۔۔ورنہ اگر انہوں نے نہ کہا ہوتا تو شاید وہ سکارف کبھی شروع نہ کرتی۔

جیمرے خاتون نے نماز میں سلام پھیڑا اور پھر دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی میرائے کو دیکھا۔وہ مسکرائیں تو وہ ان کی جانب متوجہ ہوئی۔

"آنے! مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔"

اس نے وہیں کھڑے رہتے ہوئے کچھ ہچکچا کر پوچھا۔

"ہاں کہو۔"

انہوں نے نا سمجھی سے کہا۔

"آنے! وہ گونجا نے مجھے ابھی بلایا ہے۔۔اب وہ میری بیسٹ فرینڈ ہے۔۔تو بس اسی وجہ سے وہ چاہتی ہے کہ میری برتھ ڈے سیلیبریٹ کرے۔"

وہ اپنے الفاظ کافی سوچ سوچ کر ادا کر رہی تھی۔۔جیمرے خاتون تھوڑا حیران ہوئیں۔

"تم اسے گھر بلا لیتی۔"

انہوں نے چند لمحے بعد کہا تو وہ ایک دم گھبرا سی گئی۔

"جی! میں نے کہا تھا اسے لیکن وہ نہیں مانی۔۔"(اس نے تھوک نگلا اور ایک گہرا سانس لیا۔)

وہ کہہ رہی تھی کہ وہ خود میری برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنا چاہتی ہے۔۔اور۔۔ابھی تو صرف آٹھ بجے ہیں۔۔میں دس بجے تک آجاؤں گی۔"

اس نے اپنی بات مکمل کی اور دوبارہ ایک گہرا سانس لیا۔۔دل کی دھڑکنیں اس وقت بہت تیز تھیں۔۔وہ جانتی تھی کہ وہ اپنی ماں سے اس وقت جھوٹ بول رہی ہے جب وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی اللہ کی بارگاہ میں حاضر تھیں۔

"لیکن اس وقت۔۔"انہوں نے تھوڑا سوچا۔

"وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گی۔۔پلیز۔۔آج تو میری برتھ ڈے ہے۔"

اس نے اب کی بار التجائیہ انداز میں کہا۔۔اور پھر ایک اداس سا چہرہ بنا کر وہ ان کے ساتھ فرش پر گھٹنوں کے بل آکر بیٹھی۔اس کا یوں اداسی سے بھرا چہرہ دیکھ کر وہ بے بس ہو گئیں۔

"اچھا ٹھیک ہے چلی جاؤ تم۔"

انہوں نے کہا تو ان کا دل و دماغ ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

یہ سن کر وہ فوراً اٹھی اور انہیں شکریہ کہتے ہوئے کمرے کے دروازے تک پہنچی۔

"میرائے!۔"

وہ کمرے سے نکلنے ہی لگی تھی جب جیمرے خاتون نے اسے پکارا۔اس نے پیچھے مڑ کر انہیں دیکھا۔

Fiction Shelve

"میرا بھروسہ کبھی مت توڑنا۔"

ان کے انداز میں کچھ عجیب سا تھا جس نے میرائے کے دل میں ایک پھندا ڈال دیا۔۔پہلے اسے یوں لگا کہ انہیں شاید معلوم ہو گیا ہے کہ وہ کس سے ملنے جارہی ہے پھر اس نے ان سوچوں کو اپنی غلط فہمی سمجھ کر ذہن سے جھٹکا۔

"نہیں آنے۔۔م۔۔میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔"

اس نے ہلکا سا مسکرا کر انہیں جیسے تسلی دی ہو۔۔جیمرے خاتون نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا اور پھر دعا کے لیے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں اٹھائے۔وہ اب دعا مانگنے میں مشغول ہو گئی تھیں۔وہ چند لمحے وہیں ساکت سی کھڑی انہیں دیکھتی رہی۔

("یہ محبت بھی انسان سے کتنا کچھ کروا لیتی ہے۔"

دل ہی دل میں میرائے نے سوچا۔

وہ شاید یہ بھول گئی تھی کہ جو محبت انسان سے جھوٹ اور گناہ سرزد کروائے وہ محبت نہیں رہتی بلکہ۔۔وہ تبدیل ہو جاتی ہے۔۔

ایک گناہ میں

اور

ایک سزا میں۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کمرے میں ایک طویل خاموشی کا سایہ پھیلا ہوا تھا۔احسن صاحب بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔وہ پہلے موبائل پر کچھ میسجز اور میلز وغیرہ چیک کر رہے تھے اور اب انہوں نے فون بند کر کے اسے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔حلیمہ صاحبہ پہلے صوفے پر بیٹھ کر کوئی کتاب پڑھ رہی تھیں اور اب وہ کتاب بند کر کے بیڈ پر ان کے برابر میں آ کر بیٹھیں۔

"کاش !نینا ہمیں سمجھ سکتی۔"

احسن صاحب نے حلیمہ صاحبہ سے کہا تو انہوں نے ایک دم ان کی جانب دیکھا۔ان کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔۔تکلیف۔۔پریشانی۔۔دکھ۔۔فکر۔۔اور نہ جانے کیا کیا۔

"ہوں !۔۔لیکن مجھے لگتا ہے کہ۔۔ہمیں اس کو سپورٹ کرنا چاہیے۔۔ایسے وہ اپنے آپ کو بہت تنہا محسوس کرے گی۔"

حلیمہ صاحبہ نے ان کی بات سننے کے چند لمحے بعد نرمی سے کہا۔

"ہاں !لیکن۔۔یہ اسی کے بھلے کے لیے ہے۔۔تم جانتی نہیں ہو ہمارے یہاں کہ سیاست دانوں کو۔۔اور اس نے تو ماشااللہ سے۔۔میکائیل ملک سے ٹکر لے لی ہے۔"

وہ کہہ رہے تھے تو اب کی بار ان کے الفاظ میں نینا کے لیے تعریف اور ستائش بھی تھی اور فکر بھی۔

"احسن! وہ حق کے لیے لڑ رہی ہے۔۔اور ہمیں اس کا ساتھ دینا ہو گا۔"

انہوں نے اب کی بار تھوڑا سنجیدگی سے کہا تو احسن صاحب نے یک دم ان کی جانب دیکھا۔۔ اور پھر خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔یوں کہ ان کی بات سے سو فیصد اتفاق کر لیا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نینا کے بیڈ روم کی چند بتیاں روشن تھیں اور چند بجھی ہوئیں۔وہ کچھ دیر پہلے ہی عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی اور اب بس وہ سونا چاہتی تھی۔ تھکن اتنی تھی کہ اسے اس وقت گہری نیند سونا رب کا سب سے قیمتی تحفہ لگ رہا تھا۔

وہ آہستگی سے بیڈ پر آ کر بیٹھی۔۔اس کا ذہن کافی ساری باتوں میں الجھا ہوا تھا۔

"کیا بابا صحیح کہتے ہیں؟"

اس نے بھاری دل کے ساتھ زیر لب خود سے سوال کیا تو دل اور دماغ نے اس کا جواب اسے فوراً دیا۔

"کاش بابا مجھے سمجھ سکتے۔"

وہ زیر لب بڑبڑائی تو اس کی آنکھوں میں نمی امڈ آئی۔اس کا ذہن اس وقت جیسے بہت سی جنگیں ایک ہی وقت میں لڑ رہا تھا۔وہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ بجھانے لگی تو یک دم اس کے ذہن کے پردوں پر کچھ ابھرا۔۔کچھ روشن ہوا۔

وہ فوراً بیڈ سے اٹھی۔۔ کمرے کی الماری تک گئی۔۔اسے کھولا اور بالائی خانے میں رکھا قرآن مجید احتیاط کے ساتھ نکالا۔ سر پر دوپٹہ ٹھیک سے لیا اور قرآن مجید ہاتھ میں تھامے وہ صوفے پر آکر بیٹھی۔

(رات اب کافی گہری ہو چکی تھی۔۔ کمرے کی کھڑکیاں ریشمی پردوں سے ڈھکی تھیں۔۔ پردے باہر چلنے والی تیز اور ٹھنڈی ہوا کے باعث لہرا رہے تھے۔)

(وہ قرآن مجید کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ دو مرتبہ پڑھ چکی تھی اور اب وہ تیسری بار اس کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھ رہی تھی۔)

اس نے سورۃ الفاتحہ پڑھنا شروع کی۔۔ تعوذ۔۔ تسمیہ۔۔ پہلی اور دوسری آیت۔۔ان سب کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھنے کے بعد اب باری تیسری آیت کی تھی۔

"بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔"

اس نے پہلے اس آیت کی عربی میں تلاوت کی۔۔اس کی آواز کافی خوبصورت اور نرم تھی۔۔۔ اور پھر اس نے اس آیت کی تفسیر پڑھنا شروع کی۔

(حالانکہ وہ پہلے بھی قرآن کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ دو بار مکمل کر چکی تھی مگر قرآن کا تو یہ معجزہ ہے کہ اسے بار بار پڑھنے سے ہر بار آپ کو کسی نئی بات کا علم ہوتا ہے کیونکہ قرآن کی معلومات محدود نہیں۔)

"رحم کا معنی ہوتا ہے بہت بہت رحم کرنے والا۔"

(وہ اپنی انگلی قرآن کی تفسیر کے صفحے پر لکھی سطروں پر ہر لفظ زیر لب ادا کرنے کے ساتھ پھیرتی۔ آنکھوں میں وہ چمک اُمڈ آئی تھی جو ہمیشہ قرآن پڑھتے ہوئے آتی۔)

"اس کا ایک اور معنی ماں کی ممتا یا ماں کی کوکھ بھی ہے۔ یہ معافی دینا اور کسی کو سخت غصہ ہونے کے باوجود چھوڑ دینے کو بھی کہتے ہیں۔ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی اس میں رحم کا عنصر بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔"

(وہ پڑھ رہی تھی۔۔ دل میں سکون کی لہریں قائم ہوئے جا رہی تھیں۔)

"رحیم کا معنی ہے بار بار رحم کرنے والا۔"

"وہ جس کی فطرت میں بہت رحم ہو۔"

"اگر اللہ رحمن اور رحیم نہ ہوتا تو دنیا کبھی آباد نہ رہ سکتی بلکہ کب کی فنا ہو چکی ہوتی۔"

(اس نے صفحہ پلٹا۔ ایک گہری سانس لی۔۔ اور اگلے صفحے پر تحریر کردہ سطور پڑھنے لگی۔)

"ہمیں اکثر لگتا ہے کہ اگر ہم سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے تو اللہ تو ہم سے ناراض ہو گیا ہو گا۔"

"ایسا نہیں ہوتا' یہ خصلت تو انسانوں کی ہے 'اللہ کی نہیں۔ اللہ تو انسان کی بہت سی غلطیوں اور گناہوں کو اس کی صرف ایک نیکی پر بھی نظر انداز کر دیتا ہے۔ مگر انسان تو آپ کی تمام اچھائیوں کو آپ کی ایک برائی پر فراموش کر دیتے ہیں۔"

(یہ پڑھنے کے بعد وہ چند لمحے رکی۔اس نے آنکھیں بند کیں۔

"اللہ! میرے جانے انجانے میں کیے گئے تمام گناہوں کو معاف فرمادے۔"

دل ہی دل میں اس نے اللہ سے اپنے ہر گناہ کی معافی مانگی۔۔اور پھر آنکھیں کھولیں اور دوبارہ صفحے پر لکھی ان سطور کی جانب متوجہ ہوئی۔)

"انسان کو جب ایسا لگنے لگے کے وہ بالکل پرفیکٹ ہے تو وہ یہ جان لے کہ انسانوں میں نبی کریم ﷺ کے علاوہ اور کوئی پرفیکٹ ہو ہی نہیں سکتا۔ہر انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں اور سب سے بہتر انسان وہ ہے جو ان غلطیوں کی معافی مانگ کر ان سے سیکھے۔"

(صفحہ پلٹنے کی ہلکی سی آواز کمرے میں لہرائی۔)

"غلطیوں سے سیکھنا ایک آرٹ ہے اور جو یہ آرٹ سیکھ لے 'اسے کامیابی سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

"اس لیے ہمیشہ اللہ سے معافی مانگتے رہنا چاہیے۔اگر کبھی ایسا لگے کہ ہم سے کوئی گناہ نہیں ہوا تب بھی معافی مانگ لینی چاہیے کیونکہ کچھ گناہ اور غلطیاں ایسی ہوتی ہیں جو آپ کو معلوم بھی نہیں ہوتیں۔"

(اس آیت کی تفسیر مکمل ہو چکی تھی۔اب اس نے اگلی آیت پڑھنا شروع کی۔)

"روزِ جزا و سزا کا مالک ہے۔"

(اس نے پہلے اس آیت کی عربی میں تلاوت کی اور پھر اس کا ترجمہ پڑھا۔)

"اس آیت میں روز آخرت پر ایمان اور روز آخرت میں اللہ کے عملی اقتدار و اختیار کا ذکر ہے۔ یعنی اللہ ہر انسان کو اس کے اچھے اعمال کا اچھا اور برے اعمال کا برا بدلہ دے گا۔"

"وہ ایسا بدلہ دینے کی اور اپنے اس فیصلے کو نافذ کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔"

(اس نے چند لمحے کا وقفہ لیا اور دوبارہ تفسیر پڑھنا شروع کی۔)

"اعمال کے بدلہ کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سے ضابطے اور قوانین ہیں۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر مذکور ہے۔ مثال کے طور پر اللہ نیکیوں کا بدلہ جسے چاہے گا بہت زیادہ بھی دے سکتا ہے۔"

"مگر برائی کا بدلہ اتنا ہی دے گا جتنی اس نے برائی کی ہو۔ یا یہ کہ جرم کی سزا کسی دوسرے کو نہیں دی جائے گی۔"

"یا یہ کہ کوئی مجرم کسی صورت میں سزا سے نہیں بچ سکے گا۔۔وغیرہ وغیرہ۔"

"اور ان سب چیزوں کا ذکر قرآن میں بہت سے مقامات پر آیا ہے۔"

(اس نے ایک نظر پورے صفحے پر دہرائی اور زیر لب تشکر بھرے انداز میں مسکرائی۔۔وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی وہ کم تھا۔۔کیونکہ اللہ نے اسے اس قابل کیا تھا کہ وہ اس کی نازل کردہ مقدس اور سب سے عظیم کتاب کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ سمجھ بھی رہی تھی۔)

"قیامت کا وعدہ تو سچا ہے۔۔اس دن ہر کسی کو انصاف ملے گا۔۔اس دن کسی قسم کی رشوت یا سفارش کام نہیں آئے گی۔"

"ہاں! یہ بات سچ ہے کہ قیامت کے دن نبی کریم ﷺ سفارش کریں گے۔۔ لیکن وہ سفارش بھی اللہ کی اجازت سے ہی کریں گے۔۔اور اللہ ہی فیصلہ فرمائے گا کہ وہ کن کے لیے سفارش کریں۔"

(اس آیت کی تفسیر مکمل ہو چکی تھی۔)

("اگر اس جہاں میں انصاف نہ مل سکا تو دوسرے جہاں میں ہی سہی!۔۔میں اپنی پوری کوشش کروں گی کہ حق کے لیے لڑتی رہوں۔۔ باقی جو اللہ کو منظور۔"

نینا زیر لب بڑبڑائی۔۔اس کی آنکھیں نم تھیں جن میں سے ایک چمک ابھر رہی تھی۔)

اب باری اگلی آیت کی تھی۔

"اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔"

"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔"

یہ آیت وہ جب بھی پڑھتی۔۔اس کا اللہ پر توکل اور ایمان پہلے سے زیادہ بڑھ جاتا۔۔اور اس کے اندر خوداعتمادی پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی۔

("اللہ! جب ہم صرف آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور صرف آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔۔ تو پھر۔۔ ہم کیوں آپ کے سوا کسی اور سے ڈریں؟"

اس نے دل ہی دل میں کہا۔)

اب اس کی آنکھیں تھکاوٹ کی وجہ سے بوجھل ہونے لگی تھیں۔اور اس کا ذہن بھی اب کافی تھک چکا تھا جس وجہ سے اب اگر وہ اس آیت کی تفسیر پڑھتی تو شاید وہ اسے ٹھیک سے سمجھ نہ پاتی۔۔اس لیے اس نے قرآن مجید کو احترام کے ساتھ بند کیا اور اسے رہل میں رکھنے کے بعد الماری کے سب سے بالائی خانے میں رکھ دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اپنے بیڈ پر جا کر لیٹی۔کمرے کی تمام بتیاں بجھ چکی تھیں۔۔اس نے دھیرے سے آنکھیں بند کیں اور سونے کی کوشش کی۔

"شکر ہے اللہ کا کہ میرے پاس دنیا کو دکھانے کے لیے ثبوت ہیں میکائیل ملک کے بارے میں۔"

آنکھیں بند کرتے ہی اس کے ذہن میں میکائیل ملک کا لیا گیا آج کا انٹرویو ابھرا تو اس نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔

"میکائیل ملک! ابھی تو یہ صرف ٹریلر تھا۔"

اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ قائم کیے اس نے دل ہی دل میں کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 12 جنوری'2022۔

نیویارک۔

("تم مجھے کالز کیوں کر رہی تھی؟"

اس نے چند لمحے بعد پوچھا تو عریشہ نے فوراً اپنے ماتھے پر اپنا ہاتھ مارا یوں جیسے وہ کچھ بتانا بھول گئی ہو۔

"آپ کی آج کسی سے بہت اہم میٹنگ تھی نا۔"

اس نے کہا تو نینا نے اثبات میں سر ہلایا۔)

یہ منظر تھا نیویارک کے ایک ریستوراں کا۔۔جہاں شہر کی دلکشی اس ریستوراں کے جدید خوبصورت مناظر سے آکر ملتی۔دیورایں اتنی نفاست اور خوبصورتی سے سجی ہوئی تھیں کہ وہ شہر کے متحرک ثقافتی مناظر کی عکاسی کرتی۔مختلف پکوان کی خوشبو ہوا میں لہرا رہی تھی۔۔جو وہاں موجود لوگوں کو طمانیت بخشتی۔وہ یہاں ایک کونے پر رکھی میز کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔وہ اس سے عمر میں کچھ چھ سات سال بڑا تھا۔

("ویسے آپ کی میٹنگ کس سے ہے؟"

عریشہ نے تھوڑا ہچکچا کر یہ سوال پوچھا جس پر نینا کے چہرے کے تاثرات بدلے۔

"عریشہ اگر تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے تو تم یہاں سے جا سکتی ہو۔"

اس نے تھوڑا سخت لہجے میں اس سے کہا۔)

وہ ریستوراں میں داخل ہوئی۔۔ ہمیشہ کی طرح عبایے اور سکارف میں ملبوس وہ کافی پر کشش اور پر اعتماد دکھائی دیتی۔ چند قدم چلنے کے بعد اس نے ارد گرد نگاہ دہرائی تو اسے کونے پر رکھی ایک میز کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا وہ شخص دکھائی دیا جس سے وہ آج ملنے آئی تھی۔ اس شخص نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔۔ اپنی رسٹ واچ پر وقت دیکھا تو وہ دنگ رہ گیا۔۔ وہ بالکل وقت پر آئی تھی۔۔ ایک منٹ بھی اوپر نیچے نہیں ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر زیر لب مسکرایا۔

وہ چھوٹے قدم چلتی ہوئی ان کی میز تک پہنچی۔ وہ اسے دیکھ کر اپنی کرسی سے اٹھے۔

"خوش آمدید! نینا صاحبہ۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے میز کی دوسری جانب رکھی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"بہت شکریہ۔" اس نے دھیرے سے ایک رسمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور میز کی دوسری جانب رکھی کرسی پر بیٹھی۔ جب وہ بیٹھ گئی تو عباس احمد نے بھی اپنی نشست سنبھال لی۔

"تو بتایئے نینا صاحبہ! کیا لیں گی آپ؟" اس نے اس سے سوال کیا۔

"کافی۔" اس نے چند لمحے بعد جواباً کہا۔

"ٹھیک ہے۔ "اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر ویٹر کو بلایا۔ ویٹر کو دو کپ کافی کا آرڈر دیا۔۔ ویٹر آرڈر لینے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔۔ عباس احمد پھر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"میکائیل ملک سے متعلق آپ مجھے کیا معلومات دینا چاہتے تھے؟"

اصل بات کی شروعات نینا نے کی۔ اس کے چہرے پر اب حد درجہ کی سنجیدگی تھی۔ عباس احمد نے ایک گہرا سانس لیا۔

"نینا صاحبہ! میکائیل ملک جیسا لوگوں کو نظر آتا ہے۔۔ وہ ویسا ہے نہیں۔ "اس بات پر نینا کو کئی شک نہیں تھا۔

"کیوں؟ ایسی کیا بات ہے؟ "لیکن اس نے پھر بھی وجہ پوچھنا مناسب سمجھی۔

"اس سے پہلے میں آپ کو کچھ بتاؤں۔۔ آپ یہ ویڈیو دیکھ لیں۔ "انہوں نے بغیر کوئی تمہید باندھے کہا اور پھر میز پر رکھے اپنے موبائل کو ہاتھ میں لیا۔ اس کی اسکرین روشن ہوئی۔ چند لمحے بعد انہوں نے اس پر ایک وڈیو آن کی اور موبائل نینا کی طرف بڑھایا۔ اس نے نا سمجھی سے پہلے عباس احمد کے چہرے کو دیکھا اور پھر ان کے موبائل کو۔۔ نینا نے موبائل اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کی روشن اسکرین پر چلتی وہ وڈیو دیکھنے لگی۔

اس کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گزرتا۔۔ اس کے جیسے ہوش اڑ گئے تھے۔

"یہ۔۔ یہ تو۔۔ راجیش ہے۔۔ وہی دہشت گرد تنظیم کا سربراہ۔۔ جو کئی سالوں سے پاکستان۔۔ اور افغانستان میں تباہی مچاتا آرہا ہے۔ "اس نے حواس باختگی کے عالم میں دھیرے

سے کہا تا کہ آس پاس موجود لوگ کچھ سن نہ سکیں۔۔حالانکہ وہ دونوں آپس میں اردو میں ہی بات کر رہے تھے لیکن پھر بھی احتیاط ضروری ہوتی ہے۔

"ہاں! یہ وہی ہے۔۔ سمجھیں اگر ہم میکائیل کا چہرہ سامنے لے آئیں۔۔تو ہم اس راجیش کو بھی پکڑوانے میں مدد کر سکتے ہیں۔"عباس احمد سینے پر بازو لپیٹے سنجیدگی سے اسے یہ سب بتا رہا تھا۔وہ خاموش ہوئی۔۔کچھ سوچا۔

کیاان کی یہ ملاقات پاکستان میں ہوئی؟"

وہ نینا سے اسی سوال کی توقع کر رہا تھا۔

"نہیں! لندن میں۔"یہ سن کر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

(اسے یہ سن کر کوئی حیرانی نہیں ہوئی تھی۔۔اس کے ذہن کے پردوں میں بھی کہیں نہ کہیں لندن ہی موجود تھا۔۔وہ جانتی تھی کہ میکائیل جیسا شخص جو اپنی ساری زندگی پاکستان کی خدمت کے لیے وقف کرنے کی باتیں کرتا ہے۔۔اس کے آدھے سے زیادہ رشتہ دار وہیں رہائش پذیر ہیں اور تو اور اس کی جائیدادیں لندن میں ہی موجود تھیں۔۔ جس کی ساری ڈیٹیلز انٹرنیٹ پر موجود تھیں۔۔یوں سمجھ لینا اچھا تھا کہ ان لوگوں کے لیے اپنے ہر جرم کو چھپانے کے لیے سب سے مؤثر جگہ "لندن"ہی تھی۔)

"اور کب ہوئی؟"اگلا سوال پوچھا گیا تو عباس احمد نے کچھ لمحے سوچا۔

"پچھلے مہینے کی 14 تاریخ کو۔"اس نے جواب دیا۔

"میکائیل یہ بھول گیا کہ وہ اپنے ہی ملک کا سودا کر رہا ہے۔" چند لمحے بعد نینا نے کہا تو اس کے لہجے میں بہت کچھ تھا۔۔ دکھ۔۔ تکلیف۔۔ نفرت۔

"لالچ اور حرص سب بھلا دیتا ہے۔"

اس نے ایک ہی جملے میں سارا مسئلہ واضح کیا۔

(ویٹر ان کی ٹیبل کے قریب آیا۔۔ ٹرے میں نفاست کے ساتھ رکھے وہ کافی کے کپ اس نے باری باری ان دونوں کے سامنے رکھیں۔۔ اور پھر چلا گیا۔)

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میکائیل کا اس دہشت گرد تنظیم سے رابطہ ہے جسے ایڈاور ٹرین انڈیا کرتا ہے۔"

ایک گہری سوچ مین ڈوبے ہوئے۔۔ وہ جیسے معاملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

عباس نے کافی کا ایک گھونٹ بھرا۔

(یہ وہ دہشت گرد تنظیم تھی۔۔ جسے ایڈ اور ٹرین انڈیا کی وہ حکومت کرتی جو اپنے ہی ملک میں موجود مسلمانوں کی حق تلفی کئی سالوں سے کرتی آ رہی ہے۔ وہ الگ بات تھی کہ حکومت کبھی بھی ڈائریکٹ اپنا نام ایسے کاموں میں نہ آنے دیتی۔۔ وہ یہ کام اپنے ملک سے تعلق رکھنے والے ایسے لوگوں کے ذریعے کرواتی جن کا ریکارڈ پہلے سے ہی خراب ہوتا۔۔ جس طرح سے راجیش ۔۔ ایک ہندوستانی دہشت گرد۔۔ جس کا اتا پتا کافی عرصے سے کسی کو معلوم نہیں ہو سکا تھا۔۔

اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس کو یوں دنیا سے چھپا لینے میں ہندوستانی حکومت کا ہی ہاتھ تھا۔)

"ہاں! اور میکائیل ہمیشہ انڈیا ہی کی فیور کرتا ہے۔"

عباس احمد نے اس کی بات سن کر شانے اچکاتے ہوئے کہا۔۔ نینا نے افسوس کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔

(کئی بار پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات ہوتے۔۔ جن میں یہ خدشات پائے جاتے کہ اس میں ہندوستان کا عمل دخل شامل ہے۔۔ لیکن میکائیل ملک وہ شخص تھا جو ہر بار اس بات کی نفی کرتا۔۔ بلکہ وہ ہر مرتبہ یہ بھی کہتا کہ ہندوستان سے تعلقات بہتر بنانا بہت ضروری ہے۔۔ وہ یہ کیسے بھول سکتا تھا کہ ہر مرتبہ ان کی طرف دوستی کا بڑھایا گیا ہاتھ وہ کس طرح سے جھڑک دیتے۔ مسئلہ ہندوستان کے لوگوں کا یا عوام کا نہیں تھا۔۔ حکومت کا تھا۔)

"میرے پاس ایک کال ریکارڈنگ بھی ہے میکائیل کی۔۔ جس میں وہ اسی تنظیم کے سربراہ سے مشورہ کر کے۔۔ بیانات دینے کے بارے میں بات کر رہا تھا۔"

چند لمحے بعد اس نے چہرے پر سنجیدگی قائم کیے ہوئے اسے بتایا تو اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک چمک ابھری۔۔ وہ زیر لب مسکرائی اور اس نے کافی کا کپ اپنے لبوں سے لگا کر کافی کے ایک دو گھونٹ بھرے۔

"ٹھیک ہے! آپ مجھے وہ کال ریکارڈنگ اور یہ وڈیو سینڈ کر دیں۔"

اس نے عباس احمد سے کچھ معنی خیز انداز میں اس وڈیو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اس نے اسے کچھ دیر پہلے دکھائی تھی۔۔عباس احمد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہاں! میں کر دیتا ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ویسے صرف یہ سب کافی نہیں ہو گا میکائیل کی غداری ثابت کرنے کے لیے۔"

اب کی بار اس نے کہا تو عباس کے چہرے پر نا سمجھی کے اثرات ابھرے۔

"کیوں؟" اس نے فوراً پوچھا اور کافی کا کپ میز پر رکھا۔

"کیونکہ۔۔ان سب کو بہت آسانی سے جعلی قرار دیا جا سکتا ہے۔" اس نے ابرو اچکا کر جواب دیا۔

"یعنی ہمیں مزید پختہ ثبوت اکٹھے کرنے ہوں گے۔" اس کے چہرے پر تناؤ سا ابھرا۔

"جی! ویسے آپ نے یہ سب ثبوت مجھے ہی کیوں دیے؟" اس نے اب کی بار آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے تشویش کے عالم میں پوچھا۔

(اس کے کافی کے کپ میں ابھی آدھی سے بھی کچھ زیادہ کافی پڑی تھی۔۔لیکن وہ اب اسے پی نہیں رہا تھا۔۔کافی ٹھنڈی ہو رہی تھی۔)

"تاکہ آپ میکائیل کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے لاسکیں۔۔اور پاکستان کو اس خطرناک شخص کے ہاتھوں سے بچاسکیں۔۔آپ ہی اس کام کو انجام دینے کے قابل ہیں۔"اس نے کہا تو اس کے انداز میں نینا کے لیے ستائش۔۔عزت۔۔اور امید تھی۔

"لیکن اس کام کے لیے اور بھی بہت سے سینئر صحافی ہیں۔۔آپ نے ان کا انتخاب کیوں نہیں کیا؟"اس کی تشویش اب تک قائم تھی۔

(اس نے بھی کافی کا کپ سامنے میز پر رکھ دیا۔۔اس کی کافی بھی اب ٹھنڈی ہو رہی تھی۔)

"وہ سب آپ کے جیسے بہادر نہیں ہیں۔۔وہ سب گھبرا جاتے اس کام سے۔۔کیونکہ۔۔وہ سب اسٹریس نہیں برداشت کر پاتے۔۔لیکن آپ ان جیسی نہیں ہیں۔"اس کی آنکھوں میں نینا کے لیے ایک خاص چمک تھی۔نینا چند لمحے خاموش رہی۔

(اس نے کافی کا کپ میز پر سے اٹھایا اور اس میں موجود باقی کافی پینا شروع کی۔عباس احمد اس کے اگلے سوال کا منتظر تھا۔وہ اب کافی پی چکی تھی۔کافی کا خالی کپ اس نے میز پر رکھا اور ایک گہری سانس لی۔)

"اور اگر میں ہار گئی؟"اس نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔۔اس کے مسکرانے کی وجہ وہ سمجھ نہ سکی۔

"حق پر چلنے والا انسان کبھی نہیں ہارتا۔۔وہ یا تو غازی ہوتا ہے یا پھر شہید۔۔اور آپ بھی ابھی ایک جنگ ہی لڑ رہی ہیں۔۔حق اور سچ کی!۔"وہ کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوا اور ایک ہاتھ کی

مٹھی بھینچ کر کر کہہ رہا تھا۔۔کافی امید سے۔۔وہ سن رہی تھی کافی یقین سے۔اس کے یہ الفاظ نینا کے ذہن میں گھر کر گئے۔

"آپ کو مزید ثبوت دینے کے لیے میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔۔لیکن اگلی مرتبہ ہم یہاں نہیں ملیں گے۔" کرسی کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اس نے کہا تو وہ کچھ سمجھ نہ پائی۔

"کیوں؟" اس نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ میرے مخالفین کو شک ہو گیا ہے کہ میں یہاں ہوں۔۔میں یہاں سے شفٹ ہو رہا ہوں۔" اس نے صاف گوئی سے فوراً بتایا۔

"کہاں؟"

"ترکیے۔" یہ سن کر وہ حیران ہوئی۔

"میں بھی کچھ دنوں بعد ترکیے آرہی ہوں۔۔ایک ڈاکومنٹری کے سلسلے میں۔"

اس نے اسے بتایا تو اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ابھری۔

"بہت خوب! پھر تو میں کوشش کروں گا کہ جب تک آپ ترکیے میں موجود ہیں۔۔میکائیل کے خلاف ٹھوس ثبوت اکٹھے کر کے آپ کو دے دوں۔" اس نے کندھے اچکا کر اپنا پلان اسے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں پاکستان میں ہی مل لیتا اگر مجھے تھریٹ نہ ہوتی۔" چند لمحے بعد اس نے کہا تو اس کی آنکھوں میں اب کی بار ایک نمی سی ابھری۔

"کوئی بات نہیں عباس صاحب۔۔ ٹھیک ہے ایسے بھی۔۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔" اس نے جواباً کہا۔

(عباس احمد بھی اسی کی طرح ایک صحافی وہ چکا تھا۔۔ جس نے ملک کی بڑی بڑی معروف شخصیات کے راز افشاں کیے تھے۔۔ اور اسی کی بنا پر اب اس کا پاکستان آنا بالکل ناممکن ہو چکا تھا۔۔ وہ پاکستان اب کبھی چاہ کر بھی نہیں جا سکتا تھا۔۔ کیونکہ اسے ملنے والی تھریٹز کی تعداد کافی زیادہ تھی۔۔ لیکن اس سب کے باوجود بھی وہ اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹا تھا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد میں صبح سویرے افق پر گلابی۔۔ نارنجی اور سونے کے نازک رنگوں نے اپنا جال بچھایا ہوا تھا۔۔ سورج کی گرم کرنوں نے شہر کو گھیر رکھا تھا۔۔ ہلکی سی چلتی ٹھنڈی ہوا تر و تازہ تھی۔۔ جو درختوں کے نازک پتوں کو آہستگی سے جھنجوڑ رہی تھی۔۔ پرندوں کی نرم چہچہاہٹ ماحول میں گونج رہی تھی جو ارد گرد سکون کی فضا قائم کرتی۔

ڈائنگ ٹیبل پر ناشتے کے لیے برتن رکھے گئے تھے۔۔ وہ سب کچھ ہی دیر پہلے ناشتہ کر رہے تھے اور اب وہ ناشتہ مکمل کر چکے تھے۔۔ بس اریحہ کا تھوڑا سا ناشتہ باقی رہتا تھا۔۔ وہ یوں ہی سست رفتاری سے کھانا کھاتی۔

احسن صاحب دفتر جانے کے لیے کرسی سے اٹھنے ہی لگے تھے کہ تب ہی نینا نے انہیں روک لیا۔

"بابا! رکیے۔۔مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

اس نے نرمی سے کہا تو وہ سب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

احسن صاحب نے ایک نظر اسے دیکھا اور دوبارہ اپنی کرسی سنبھالی۔۔ان کے چہرے پر نینا کے لیے خفگی صاف واضح تھی۔۔ لیکن اس خفگی سے زیادہ پریشانی اور فکر۔

"کہو۔۔کیا کہنا ہے ؟"انہوں نے روکھے سے انداز میں اس سے پوچھا۔وہ لمحے بھر کے لیے خاموش ہوئی۔

"بابا! وہ آپ جانتے ہیں نا کہ مجھے ڈاکومنٹری بنانے کے سلسلے میں ترکیے جانا ہے۔"

"تو؟"انہوں نے روکھا پن قائم رکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کی اجازت ہے ؟"اس نے فوراً اجازت مانگی تو وہ طنزیہ انداز میں زیر لب مسکرائے۔

"نینا! میرے ہاں یا نہ کہنے سے تم نے کون سا سن لینا ہے۔۔تم نے تو وہی کرنا ہے جو تمہارا دل چاہے گا۔"انہوں نے کندھے اچکا کر اس پر طنز کیا۔

"بابا! آپ مجھ سے اب تک ناراض ہیں ؟"اس نے پریشان کن انداز میں ان سے پوچھا۔۔تو اب کی بار ان کا دل اس کے سامنے مزید سخت نہ رہ سکا۔

"بیٹا! میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔۔مجھے بس خوف ہے کہ۔۔ کہیں تم کسی کی لگائی گئی آگ میں جل کر۔۔ برباد نہ ہو جاؤ۔"انہوں نے اپنا ہر لفظ کافی سوچ سوچ کر ادا کیا۔وہ واقعی کافی پریشان تھے۔۔ورنہ انہوں نے کبھی نینا کو اس طرح سے کچھ نہیں کہا تھا۔

ان کی بات سن کر وہ ہلکا سا مسکرائی۔۔اس کے مسکرانے کی وجہ کسی کو سمجھ نہ آئی۔

"آپ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ تک کیا چیز لے گئی تھی؟"اس نے نظریں جھکاتے ہوئے پوچھا تو احسن صاحب یک دم کچھ سمجھ نہ سکیں۔۔وہ اس سوال کی توقع اس

سے اس وقت نہیں کر رہے تھے۔۔بلکہ وہاں موجود کوئی بھی شخص اس سے اس سوال کی توقع نہیں کر رہا تھا۔۔لیکن بہت جلد ان سب کو سمجھ آنے والی تھی کہ وہ ان سب کو کیا سمجھانا چاہ رہی تھی۔

"انہوں نے بتوں کو توڑا تھا۔"

احسن صاحب نے تھوڑا سوچ کر جواب دیا۔۔وہ ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ وہ ان سے یہ سب کیوں پوچھ رہی تھی۔

"ام۔۔نہیں۔"اس نے نظریں جھکائے ہوئے۔۔ نفی میں سر ہلا کر کہا۔

"پھر کیا؟"احسن صاحب پہلے تھوڑا حیران ہوئے اور پھر انہوں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"انہوں نے نمرود کے آگے اپنا سر نہیں جھکایا تھا۔۔اور سب سے بڑا بت تو **"نمرود کا نفس"** تھا جسے حضرت ابراہیمؑ نے سب کے سامنے توڑا تھا۔" وہ کہہ رہی تھی تو سب اسے مکمل خاموشی کے ساتھ سن رہے تھے۔

"حضرت ابراہیمؑ نے تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔" اس نے مزید کہا۔

"نمرود سے یہ بات برداشت نہ ہوئی۔۔اس وجہ سے اس نے حضرت ابراہیمؑ کو جلانے کے لیے آگ لگوائی۔" اس نے ایک وقفہ لیا اور نظریں اٹھا کر باری باری ان سب کو دیکھا جو اس کی بات یک سو ہو کر سن رہے تھے۔

"جانتے ہیں یہ آگ کیا تھی؟" اس نے اب کی بار احسن صاحب کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا۔۔اور زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

وہاں موجود کسی بھی شخص کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ نینا کی آنکھیں اس وقت بھیگ چکی تھیں۔۔وہ جب بھی یوں انبیاء کرامؑ کے واقعات انہیں بتاتی یا دین کے بارے میں کوئی بات کرتی۔۔اس کی آنکھیں اسی طرح نم ہو جاتیں۔

"یہ آگ نمرود کا ظلم تھی۔" کسی کی طرف سے جواب نہ ملنے پر اس نے خود ہی جواب دیا۔

"اور حضرت ابراہیمؑ انصاف تھے۔" اس نے مزید کہا۔ وہاں موجود ہر ایک شخص کے چہرے پر حیرانی کے تاثرات ابھرے۔

"وہ آگ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں جلا سکی۔۔ جس سے ہمیں کیا بات سمجھ آئی؟"

اس نے نم آنکھوں کے ساتھ ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ انصاف کو ظلم کبھی مٹا نہیں سکتا۔" اس نے ایک گہرا سانس لے کر امید اور یقین سے بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اللہ کبھی بھی انصاف کو نہیں مٹنے دیتا۔" اور پھر اس نے اپنی بات مکمل کی۔

احسن صاحب چند لمحے خاموش رہے۔۔ باقی افراد بھی ان ہی کی طرح خاموش رہے۔

"نینا! مجھے تم پر فخر ہے۔۔ تم جس راہ پر چل رہی ہو۔۔ اس پر ثابت قدم رہنا۔۔ اور ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔"

انہوں نے نینا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شفقت سے کہا تو اس نے نم آنکھوں کے ساتھ انہیں دیکھا اور تشکر بھرے انداز میں اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چاند اور ستارے آسمان کے مخملی سیاہ کینوس پر ٹمٹما رہے تھے۔۔ ہوا تیز تھی۔۔ ٹیکسی اس کے گھر کے سامنے آکر رکی۔ وہ ٹیکسی سے باہر نکلی۔۔ ٹیکسی ڈرائیور کو اس کا کرایہ دیا اور پھر وہ ٹیکسی وہاں سے جانے لگی۔ جب وہ ٹیکسی وہاں سے چلی گئی تو اس نے ایک گہرا سانس لیا اور ارد گرد نگاہ دہرائی۔ وہ یہاں پہلی مرتبہ آئی تھی۔

پھر اس نے ایک نظر سامنے والے گھر پر دہرائی۔۔وہ ایک چھوٹا سا گھر تھا۔۔جس سے اس کو کافی رغبت تھی۔وہ اس گھر کی جانب بڑھی اور داخلی دروازے کے سامنے جا کر رکی۔قدم کچھ منٹ کے لیے زنجیر ہوئے۔۔کئی سوچوں نے ذہن کے پردوں پر اپنا قبضہ جمالیا جسے اس نے فوراً سے جھٹکا۔وہ ابھی تک اپنے سالگرہ والے لباس میں ہی ملبوس تھی۔۔بس فرق یہ تھا کہ اب اس نے اپنے سر کو ایک گہرے سرخ رنگ کے سکارف سے ڈھک رکھا تھا۔

داخلی دروازے کے ساتھ گھر کی بیل کا سوئچ تھا۔۔اس نے بیل بجائی۔۔گھر کی خاموشی میں خلل پیدا ہوا۔۔بیل کی آواز گونج رہی تھی۔اور پھر دروازہ فوراً کھل گیا۔اس کا دل عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔۔وہ اس سے کئی مرتبہ باہر کسی ریستوراں میں۔۔ہوٹل میں یا ساحل پر مل لیتی تھی مگر یوں رات کے وقت۔۔وہ بھی اس کے گھر پر۔۔ایسا اس نے کبھی نہیں کیا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی سامنے کھڑا شخص اسے دیکھ کر مسکرایا۔اسے دیکھ کر وہ بھی یک دم مسکرائی۔۔آنکھیں چمک اٹھیں۔

"یقین نہیں تھا کہ تم آؤ گی۔"اس نے کچھ حیرانی سے مسکرا کر کہا۔

"اگر یقین نہیں آ رہا تو میں چلی جاتی ہوں۔"اس نے جواباً اسے چھیڑا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔۔آؤ۔"وہ یہ کہتا ہوا راستے سے ہٹا اور اسے اندر آنے کو کہا۔

اس نے لمحے بھر کو کچھ سوچا اور پھر دھیرے سے مسکرا کر گھر میں داخل ہوئی۔۔سامنے کا منظر واضح نہیں تھا۔۔اس کا دل و دماغ یک دم کچھ سمجھ نہ سکا اور پھر وہ پیچھے مڑی۔۔ہر طرف

صرف اور صرف اندھیرا تھا۔۔اس سے پہلے اسے داخلی دروازے کے بند ہونے کی آواز آئی تھی۔۔اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔

"ایلدار! کہاں گئے تم؟"اس نے حواس باختگی کے عالم میں پوچھا مگر کوئی جواب نہ آیا۔۔ہر سو ایک عجیب سی خاموشی تھی جو اس کے دل کو مارنے کے لیے کافی تھی۔

"ایلدار!۔"وہ اب بھرائی ہوئی آواز میں بلند آواز میں چیخی مگر کوئی جواب نہ آیا۔۔اس کے دل کی دوڑ تیز نہیں۔۔بہت تیز ہو گئی۔ذہن عجیب سے اندیشے لگانا شروع ہو گیا۔۔اور پھر اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔۔بہت نم۔

کسی نے اس کی آنکھوں کو اپنے ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔۔وہ لمحے بھر کے لیے جہاں تھی وہیں ساکت سی کھڑی رہ گئی۔۔سانس جیسے یک دم بالکل بند ہو گیا ہو۔

اور پھر

بتیاں جل گئیں۔۔ہر طرف روشنی پھیل گئی۔۔سالگرہ کے گانے کی آواز گونجنے لگی۔

ایلدار نے اپنا ہاتھ میرائے کی آنکھوں سے ہٹایا۔

“Doğum günün kutlu olsun aşk.”

(“Happy birthday to my love.”)

ایلدار نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو اس کی جان میں جان آئی۔اس نے اپنی انگلی کے پور سے اپنی نم آنکھوں کو صاف کیا۔۔اس کے گھر میں داخل ہوتے ہی کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر لاؤنج ایریا تھا۔۔لاؤنج کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔۔اس کا دل کھل اٹھا۔وہ تیز قدموں کے ساتھ لاؤنج میں گئی اور ارد گرد نظریں یوں دہرائیں جیسے وہ اس لاؤنج کے منظر کے سحر میں ڈوب گئی ہو۔

(لاؤنج گلاب کے پھولوں سے۔۔مختلف رنگوں کی فیری لائٹس۔۔دلفریب گیت۔۔دل کو پرسکون کر دینے والی مہک سے سجا ہوا تھا۔مرکز میں موجود ایک میز پر اس کے لیے سالگرہ کا کیک رکھا گیا تھا۔)

"ایلدار یہ سب بہت خوبصورت ہے۔"

اس نے لاؤنج کی دلکش سجاوٹ کو دیکھ کر کہا۔۔اسے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ سجاوٹ ایلدار نے خود کی تھی۔۔اور یہ حقیقت تھی۔۔یہ سب ایلدار نے خود ہی کیا تھا۔

"اوہ پلیز!۔۔تم مجھے خوش کرنے کے لیے یہ سب کہہ رہی ہو۔"اس نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا اور اس کی جانب بڑھا۔

"اف ایلدار! تم پھر شروع ہو گئے۔"وہ اس سے واقف تھی۔۔اسے اپنی تعریف سننا نہیں پسند تھا۔۔اور اس کے لیے اس کی تعریف کرنا سب سے پسندیدہ کام تھا۔

"یہ سچ ہے۔"اس نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔وہ اب بالکل اس کے سامنے کھڑا تھا۔

اب کی بار اس نے اس کی بات کو نظر انداز کیا اور میز پر رکھے کیک کی جانب متوجہ ہوئی۔

"اللہ! اللہ!۔۔یہ تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔" اس نے کھکھلا کر کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سالگرہ کا کیک کاٹنے کے بعد۔۔اب وہ دونوں لان میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ہوا تر و تازہ اور کرکری تھی۔۔جو ماحول کو پر سکون بناتی۔۔میرائے نے یک دم آسمان پر روشن چاند کی ٹکیہ کو دیکھا اور زیر لب مسکرائی۔

"تو بتاؤ ایلدار از جان۔۔تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو۔" اس نے گردن اونچی کرتے ہوئے پوچھا تو ایلدار مسکرایا۔

"کچھ بھی۔۔سوائے چاند اور تارے توڑ کر لانے کے۔" اس نے شانے اچکا کر چاند کو دیکھ کر مسرت بھرے انداز میں جواب دیا تو وہ بھی کھلکھلا کر ہنسی۔

"اچھا تو۔۔میرا تحفہ کہاں ہے؟"

چند لمحے یوں ہی چہل قدمی کرتے ہوئے اسے یاد آیا۔

ایلدار پہلے خاموش رہا۔۔پھر کچھ سوچا۔۔اور پھر اس نے اپنے لانگ کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔۔اور ایک سرخ رنگ کی ڈبیہ باہر نکالی۔وہ اس کے ہاتھ میں اس سرخ رنگ کی ڈبیہ دیکھ کر یک دم چونک گئی۔۔وہ اس کی بالکل توقع نہیں کر رہی تھی۔

اس نے وہ سرخ ڈبیہ کھولی اور اسے میرائے کی جانب بڑھایا۔۔اس میں ایک چمچماتی۔۔نازک سی انگوٹھی پڑی تھی۔۔اس کی آنکھیں خوشی سے نم ہو گئیں۔۔وہ چند لمحے سحر زدہ سی ہو کر اس انگوٹھی کو دیکھنے لگی۔

"ایلدار! کیا واقعی۔۔میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی؟"

اس نے ایلدار کی سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"اگر یہ خواب ہے تو میں چاہوں گا کہ یہ خواب کبھی ختم نہ ہو۔"اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔۔اس نے نظریں جھکا لیں۔۔اور زیر لب مسکرائی۔۔اس کے گال لان میں لگے گلاب کے پھولوں کی طرح سرخ پڑ رہے تھے۔

یہ دن اس کی زندگی کا بہت اہم دن تھا۔

ایلدار نے اس سرخ ڈبیہ سے وہ نازک انگوٹھی نکالی۔۔اور اسے میرائے کی رنگ فنگر میں پہنانا شروع کیا۔۔البتہ اس کی نگاہیں میرائے پر ہی جمی تھیں جو نظریں جھکائے کسی سحر میں ڈوبی ڈوبی سی لگ رہی تھی۔

"میں چاہتی ہوں کہ ہم ہمیشہ ایسے ہی رہیں۔۔ہم کبھی جدا نہ ہوں۔"

جب ایلدار نے اسے انگوٹھی پہنائی تو اب کی بار اس نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔۔اس کی آنکھیں اب مزید نم تھیں۔

"ہمیں اس دنیا کی کوئی طاقت جدا نہیں کر سکتی۔"

اس نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیتے ہوئے جیسے اسے یقین دلایا۔۔وہ زیر لب تشکر سے بھرے انداز میں مسکرانے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے ٹھیک دس بجے وہ اپنے گھر لوٹی۔۔ایلدار نے اس سے کہا تھا کہ وہ اسے گھر چھوڑ آئے گا۔۔مگر اس نے ٹیکسی میں جانا ہی مناسب سمجھا۔

وہ گھر لوٹی تو اس نے ارد گرد چاروں اطراف میں اپنی نگاہیں دہرائیں۔۔کوئی نہیں تھا وہاں۔۔ یقیناً جیمرے خاتون سو چکی تھیں۔۔اور شاید براق بھی۔۔وہ گھر کی چابیاں ساتھ لے کر ہی گئی تھی۔۔اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر اپنی انگلی میں پہنی اس انگوٹھی کو دیکھا جو اسے **"اس"** کی یاد دلاتی۔

"ایلدار! تم مجھے بہت عزیز ہو۔"

اس نے اس انگوٹھی کو الفت سے دیکھتے ہوئے زیر لب کہا اور پھر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔

(اسے اس وقت یہ خوف لاحق تھا کہ اگر براق نے اس سے پوچھ لیا کہ وہ کہاں گئی تھی۔۔ تو وہ کیا کہے گی اس سے؟۔۔ مگر دل ہی دل میں اس نے خود کو تسلی دی کہ جیمرے خاتون نے اسے ضرور بتادیا ہو گا کہ وہ گونجا سے ملنے گئی تھی۔۔ اس لیے اسے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Selimiye Barracks,Turkiye.

استنبول میں افق پر اب رات کی تاریکی کی جگہ آفتاب کی تیز کرنوں نے گھر کر لیا تھا۔۔ موسم صاف تھا۔۔ ہوا بھی تروتازگی فراہم کرتی۔۔ مگر آسمان پر آج بادلوں کا بسیرا بہت کم تھا۔۔ وہ جیسے سورج کی کرنوں کے درمیان کھو سے گئے تھے۔

وہ سیاہ رنگ کی کار کی ڈرائیوگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔۔ دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا۔۔ کار لاک کی اور لمبے ڈگ بھرتا چلنے لگا۔ اس نے آنکھوں پر سیاہ سن گلاسز لگائے ہوئے تھے جو سورج کی تیز کرنوں کے باعث چمک رہے تھے۔۔ اس کا چہرہ بھی یوں ہی روشن تھا۔۔ جس پر رعب و دبدبہ قائم تھا۔۔ وہ آج کافی فاتحانہ انداز میں قدم بڑھا رہا تھا۔۔ سیاہ لمبا کوٹ اور سیاہ جینز۔۔ ہمیشہ کی طرح شاندار اور وجاہٹ سے بھرپور شخصیت۔

وہ آرمی کے ہیڈ کوارٹرز کے داخلی دراوازے سے داخل ہوا تو ہموار قدموں کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔۔ کئی فوجی اسے دیکھ کر ایک مکینیکی سے انداز میں رکتے اور اسے سیلیوٹ کر کے سلام پیش کرتے۔۔ وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا ان کے سلام کا جواب دیتا۔

دونوں اطراف میں مختلف کمرے تھے۔۔اور پھر وہ اس کمرے کے دروازے تک پہنچا اور یک دم رکا۔

"اندر آسکتا ہوں دندارے؟" اس نے بلند آواز میں پوچھا۔

"آؤ براق! مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔" دروازے کی دوسری جانب سے آواز آئی تو وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔۔وہ دندارے کا کمرہ تھا۔۔اس نے دروازہ کھٹرک سے بند کیا۔

کمرے کی دیواروں پر مختلف مانیٹرز۔۔نقشے۔۔اور ترکیے کے بارے میں معلومات سے مطابق چارٹس لگے تھے۔۔مرکز میں ایک شیشے کی میز رکھی تھی جس کے دونوں طرف ایک ایک کرسی رکھی گئی تھی۔ایک کرسی پر وہ براجمان تھے۔۔انہوں نے خالی پڑی کرسی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے خوش دلی سے اسے بیٹھنے کو کہا۔۔براق ان کی جانب بڑھا۔۔اور کرسی دھکیل کر اس پر بیٹھا۔۔اس نے سن گلاسز اتار کر سامنے میز پر رکھیں۔

(دندارے کی عمر تقریباً ساٹھ اکسٹھ سال تھی۔۔چہرے پر جھریاں ہی جھریاں تھیں۔۔بال سفید تھے۔۔مگر پھر بھی ان کی شخصیت کا رعب و دبدبہ قائم تھا۔)

"تو بتائیے دندارے! کیا کہنا تھا آپ کو؟" اس نے سنجیدگی کے ساتھ پوچھا۔

انہوں نے گفتگو کی شروعات سے پہلے اسے چائے یا کافی آفر کی تھی۔۔مگر اس نے وہ آفر کافی مؤدبانہ انداز میں ٹھکرا دی تھی۔

"براق میں نے ایک فیصلہ لیا ہے۔" انہوں نے ایک گہرا سانس لے کر اس سے کہا تو اس نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"کیسا فیصلہ؟"

اس نے بے ساختہ پوچھا۔

"دمیرے!۔۔انہیں اب آرام کرنا چاہیے۔۔اس طرح کے مشکل مشنز۔۔اب ان کے بس کا کام نہیں۔۔اس لیے۔۔" انہوں نے ایک وقفہ لیا۔۔وہ انہیں سننے کا منتظر تھا۔

"اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہیں کمانڈر ان چیف مقرر کر دوں۔" انہوں نے صاف گوئی سے اس کو اپنا فیصلہ سنایا۔۔اس کے چہرے پر تاثرات تبدیل نہیں ہوئے۔۔یوں کہ اسے یہ سن کر کوئی خوشی نہ ہوئی ہو۔

"کیوں؟ خیریت تو ہے؟" اس نے تشویش بھری نگاہوں سے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا تو وہ حیران ہوئے۔

(کوئی اور فوجی ہوتا تو یہ سن کر بہت خوش ہوتا۔۔اس کے لیے اس سے بڑی بات ہی کوئی نہ ہوتی۔۔لیکن وہ براق یامان تھا۔۔اسے ان سب باتوں سے کچھ فرق نہ پڑتا۔)

"براق! تم مجھے غلط سمجھنا کب چھوڑو گے؟" انہوں نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

(اس نے یہ سنا تو اس کے ذہن کے پردوں پر کچھ جھلکا۔۔

"دندار! میں تم سے اس کا بدلہ ضرور لوں گا۔")

وہ زیر لب مسکرا دیا۔۔انہیں تشویش ہوئی۔

"میں آپ کو غلط نہیں سمجھ رہا۔"اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"ایوت ایوت! (ہاں ہاں!)۔۔دمیربے اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔۔انہیں اب آرام کی ضرورت ہے۔۔تم فوجیوں کو لیڈ کرنا اب ان کے بس کی بات نہیں رہی۔"وہ کہہ رہے تھے تو ان کی بات اسے کافی بے معنی لگ رہی تھی۔۔بلکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اس سے حقیقت چھپا رہے تھے۔

(اور حقیقت یہ تھی کہ۔۔وہ دمیربے سے کافی مایوس ہوئے تھے۔۔حالانکہ وہ براق سے عمر میں کافی بڑے تھے۔۔پھر بھی انہیں براق بہتر کمانڈر کے عہدے کے لیے سب سے زیادہ اہل لگ رہا تھا۔۔یہ سچ تھا کہ دمیربے نے اپنے جتنے مشنز میں کامیابی حاصل کی تھی۔۔اس کا سو فیصد سہرا براق کے سر ہی جاتا۔۔اور یہ بات کسی سے چھپی بھی نہیں تھی۔)

"ٹھیک ہے! میں تیار ہوں۔"اس نے کچھ سوچنے کے بعد حامی بھر لی۔

"میں جانتا تھا۔"انہوں نے ابرو اچکا کر مسکرا کر کہا۔

"اب اگر آپ کو اور کچھ نہیں کہنا تو میں اب اپنی بات شروع کروں؟"

اس نے چند لمحے بعد ان سے کہا۔۔وہ اب پہلے سے بھی زیادہ سنجیدہ تھا۔

"ہاں کہو! میں سن رہا ہوں۔" انہوں نے جواباً کہا۔

"آپ کو یاد ہے جب مجھے لگا تھا کہ۔۔آپ نے ہی بابا کو دھوکہ دیا اور انہیں شہید کیا۔۔"

وہ اپنی بات کہہ رہا تھا تو دندار بے کے چہرے پر ناگواری کی لہریں ابھریں۔

"تم یہ سب کیوں دہرا رہے ہو؟" انہوں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔" اس نے فوراً تھوڑا بلند آواز میں کہا۔۔وہ خاموش ہو گئے۔

"ہوں!۔" انہوں نے لب کاٹتے ہوئے کہا۔۔ان سے یوں بات صرف براق میں ہی کرنے کی ہمت تھی۔۔اور وہ بھی براق کو ان سے یوں بات کرنے کی پوری اجازت دیتے۔۔اس کی وجہ ان کی یامان بے کے ساتھ دوستی تھی۔۔اور تو اور انہیں براق میں بھی یامان بے کا ہی عکس نظر آتا۔

"تو۔۔جب آپ نے مجھے بابا کی وہ ڈائری دی۔۔جو انہوں نے آپ کو مرنے سے پہلے دی تھی۔۔مجھے دینے کے لیے۔۔" اس نے وقفہ لیا۔

"اور مجھے وہ خط دیا جو انہوں نے آپ کو لکھا۔۔"

"ہاں! ہاں! آگے بڑھو۔" دندار بے سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔

اس نے ایک گہری سانس لی اور کرسی سے تھوڑا آگے کو ہو کر بیٹھا۔

"میں نے جب وہ ڈائری اور خط پڑھا۔۔تب مجھے معلوم ہوا کہ بابا کو دھوکہ ۔۔اور ظاہر سی بات ہے ان کو شہید بھی آپ نے نہیں۔۔بلکہ **"کاراب"** نے کیا۔"اس نے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچتے ہوئے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"براق! مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی تم یہ سب دوبارہ کیوں دہرا رہے ہو؟"ان کی ناسمجھی میں مزید اضافہ ہوا۔

"اس میں یہ تو پتا چل گیا کہ کاراب نے بابا کو دھوکہ دیا۔۔لیکن کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ کاراب کا ایک بیٹا بھی تھا؟"اس نے پوچھا تو دندار بے یک دم خاموش ہو گئے۔۔وہ آخر ان سے کیا پہیلیاں بجھوا رہا تھا۔

"ام۔۔مجھے ٹھیک سے یاد نہیں۔۔میں کبھی کاراب کے خاندان سے ملا نہیں۔۔اور نہ ہی میں نے تمہارے بابا کی ڈائری میں ایسا کچھ پڑھا۔"اور اپنے کہے گئے آخری الفاظ پر انہیں خوب پچھتاوا ہوا۔

"تو مطلب آپ نے بابا کی ڈائری پڑھی تھی۔"اس نے زیر لب طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔۔دندار بے ہکا بکا رہ گئے۔

"خیر جو خط اور ڈائری آپ نے نے مجھے دی۔۔اس میں کاراب کے خاندان کے بارے میں کچھ نہیں تھا۔۔لیکن مجھے بابا کی صرف ایک ڈائری نہیں ملی تھی۔۔بلکہ مجھے ان کی دو ڈائریز ملی تھیں۔"اس نے صاف گوئی سے کہا تو دندار بے مزید حیران رہ گئے۔

"دوسری ڈائری؟" انہوں نے بے یقینی کے عالم میں پوچھا۔۔ براق نے ان سے پہلے کبھی یامان بے کی دوسری ڈائری کا ذکر نہیں کیا تھا۔

"ایوت! بابا کے لاکر سے۔" اس نے شانے اچکا کر فاتحانہ انداز میں کہا۔۔ وہ چند لمحے اس کا چہرہ بے یقینی اور حیرانی سے دیکھتے رہے۔

"اچھا آگے بتاؤ۔" انہوں نے کہا تو وہ دوبارہ اپنی بات کہنا شروع ہوا۔

"اس ڈائری میں مجھے معلوم ہوا کہ کارا بے کا ایک بیٹا بھی ہے۔"

"تو تم مجھے اس بارے میں کیوں بتا رہے ہو؟"

"آپ جانتے ہیں اس کے بیٹے کا نام کیا ہے؟" اور اس سوال پر آکر وہ چند لمحے خاموش ہوئے۔

"نہیں۔" نفی میں سر ہلاتے ہوئے اب کی بار انہوں نے اسے تیکھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مرات۔" اور پھر دندار بے کی دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔۔ وہ بالکل ساکت سے رہ کر اس کا چہرہ بے یقینی سے گھورنے لگے۔

(وہ شاید یہ بھول گئے تھے کہ وہ جس سے مخاطب تھے وہ براق یامان تھا۔۔ سب کو حیران اور لاجواب کر دینے میں ماہر۔)

"جب میں نے مرات کا نام سنا دمیر بے سے۔۔تب تو مجھے زیادہ شک نہیں ہوا۔۔ لیکن جب انہوں نے مجھے وہ تصویر دکھائی۔۔ جس میں مرات نے ایک ہیٹ پہن رکھی تھی۔"

وہ کہہ ہی رہا تھا کہ تب ہی دندار بے نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تو؟"انہوں نے بے چینی کے عالم میں پوچھا۔

"یہ وہی ہیٹ تھی جو کارابے پہنا کرتا تھا۔"اس نے اطمینان کے ساتھ کہا۔۔انہوں نے ایک گہری سانس لی اور پھر اپنی کرسی کے ساتھ ٹیک لگا یا۔۔چہرے پر تناؤ خوب واضح تھا۔

"تمہیں کیسے معلوم ؟"چند لمحے بعد انہوں نے پوچھا۔

براق زیرلب مسکرایا۔۔اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں سے دو تصویریں نکال کر دندار کے سامنے میز پر رکھیں۔۔ایک تصویر کارابے کی تھی جو اسے یامان بے کی دوسری ڈائری سے ملی ۔۔اور دوسری تصویر مرات کی تھی جو اسے دمیر بے نے دی۔

دندار بے نے باری باری میز پر رکھیں ان دو تصویروں کو دیکھا اور پھر وہ جیسے سناٹے میں رہ گئے۔۔دل ہی دل میں انہیں اس بات پر اب مزید یقین ہو گیا تھا کہ براق بلا کا دانشور تھا۔

"تو اس کا مطلب مرات کارابے کا بیٹا ہے۔"انہوں نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں! ایسا ہی ہے۔"اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"تب تو اس کو ڈھونڈنا زیادہ اہم ہو گیا ہے۔"

"صرف ڈھونڈنا ہی نہیں بلکہ۔۔اس کو موت کے گھاٹ اتارنا بھی۔"اس نے اب کی بار دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر کہا۔۔اس کی آنکھوں میں سرخی کی ایک لہر امڈ آئی تھی۔

"ٹھیک ہے براق۔۔ لیکن۔۔یہ کام اب تم صرف دو فوجیوں کے ساتھ نہیں کرو گے۔"

"میں جانتا تھا۔"اس نے کندھے اچکا کر کہا۔۔دندار بے نے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔

اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں سے اب کی بار ایک فہرست نکالی اور اسے میز پر ان دو تصویروں کے ساتھ رکھا۔

"یہ کیا ہے؟"انہوں نے اس فہرست کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔لیکن اس فہرست کو دیکھ کر انہیں سمجھ آگئی تھی کہ وہ فہرست کس بارے میں تھی۔

"یہ ان گیارہ فوجیوں کے نام ہیں جن کو میں اپنی ٹیم میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔"اس نے زیر لب معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"سمجھو تمہارا کام ہو گیا۔"انہوں نے بھی مسکرا کر خوش دلی سے اسے یقین دلایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

منظر اسی محل جیسے گھر کا تھا۔۔اب کی بار بھی وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھے تھے۔۔کپ میں موجود کافی وہ پی چکا تھا۔۔مرات نے کافی نہیں پی۔

"براق کتنا بے وقوف ہے۔"

اس نے تمسخر سے بھرپور لہجے میں کہا تو ایرن بھی مسکرایا۔

"آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے؟" وہ اس سوال کا جواب جانتا تھا۔۔ مگر پھر بھی اس نے پوچھا۔

"اسے میرے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہی معلوم ہو سکے گا کہ میں۔۔" وہ چند لمحے کے لیے رکا۔۔ آنکھوں میں ایک خاص چمک امڈ آئی۔۔ ایرن اسے سننے کا منتظر تھا۔

"کہ میں کاراب کا بیٹا ہوں۔۔ وہی کاراب۔۔ جس نے۔۔ اس کے باپ کو مارا۔۔ لیکن وہ کبھی یہ نہیں جان پائے گا کہ میں اس کے کتنا قریب ہوں۔" اس نے کافی فاتحانہ انداز میں کہا۔۔ اور پھر قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔۔ ہمیشہ کی طرح وہ فتح سے پہلے ہی اپنی فتح کا جشن منا رہا تھا۔

اس نے اپنی جیکٹ کی جیب سے سگریٹ نکالی۔۔ اور پھر لائٹر سے اسے جلایا۔۔ پھر اس کے دو تین گہرے کش لیے۔

"وہ کچھ ہی فوجیوں پر بنی ہوئی بے کار سی ٹیم کے ساتھ آخر کیا کر سکے گا؟"

اس نے چند لمحے بعد ایرن سے سوال کیا۔۔ پھر بھی وہ اس کا جواب جانتا تھا۔

"کچھ بھی نہیں۔۔ وہ صرف اپنا وقت ہی ضائع کرے گا۔" جواب بالکل اس کی توقع کے مطابق آیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

SECRET BASE OF ARMY,

ISTANBUL,TÜRKIYE.

یہ منظر فوج کے اس خفیہ اڈے کا تھا جو خاص طور پر براق کو دیا گیا تھا۔۔اسے کمانڈر ان چیف مقرر کر دیا گیا تھا۔۔سورج کی آنکھوں کو چند دھیا دینے والی کرنیں دیواروں پر پھیلی کھڑکیوں سے گزر کر سیدھا اس کے چہرے پر آ کر گرتیں اور اس کی نیلی آنکھوں میں موجود چمک کو مزید روشن کرتیں۔

دونوں اطراف میں فوجیوں کی ایک نظم و ضبط پر حامل قطاریں کھڑی تھیں۔۔مرکز میں فاصلہ تھا۔۔وہ فوجی وردی میں ملبوس مرکز میں کھڑا تھا۔۔ایک قطار کی شروعات میں احمت کھڑا تھا۔۔اور دوسری قطار کی شروعات میں ایلدار۔

فوجی وردی میں براق یامان مزید رعب و دبدبہ سے بھرپور شخصیت میں ڈھل جاتا۔۔یہ وردی اس پر خوب سجتی۔

"تو میرے بہادر سپاہیوں۔۔" وہ بھاری قدم چلتا ہوا ایک دم بلند آواز میں بولا۔۔سب سپاہی مزید چوکنا اور سنجیدہ ہوئے۔

"تم سب یہ تو جانتے ہو کہ ہمارا دشمن کون ہے۔" وہ کہہ رہا تھا تو اس کی آواز میں ایک جنون تھا۔۔ جو وہاں موجود باقی سپاہیوں کے دلوں میں بھی وطن عزیز کے لیے مر مٹ جانے کی آگ کو مزید بھڑکاتا۔

"وہ جو کوئی بھی ہے۔۔ کوئی طوفان نہیں۔۔ جو سب کچھ تباہ کر کے ہاتھ نہ آسکے۔"

اس نے گردن اونچی کرتے ہوئے مزید بلند آواز میں کہا۔۔ باقی سپاہیوں کی آنکھوں میں بھی ایک خاص چمک اُمڈ آئی۔۔ یہاں اس وقت صرف براق کے الفاظ اور اس کے بھاری قدموں کی آواز گونج رہی تھی۔

"ہو سکتا ہے وہ ہمارے بہت قریب ہو۔۔" وہ کہتے کہتے رکا اور ایک شکیہ سی نظر سب فوجیوں کی جانب دہرائی۔

"یا اس کا کوئی مخبر ہمارے درمیان موجود ہو۔" اس نے مزید کہا۔۔ سب سپاہیوں کے دلوں میں کہیں نہ کہیں ایک دوسرے کے لیے شک کی لہریں ابھریں۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ۔۔" اس نے کہتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔

(کمرے میں دیوراوں پر ہر جانب مانیٹرز۔۔ مختلف نقشے۔۔ چارٹس۔۔ اور دیگر افراد کی تصاویر لٹکی تھیں جن میں سے کچھ کے اوپر سرخ سیاہی سے کراس بنا ہوا تھا۔۔ اور کچھ پر کراس نہ ہونے کا مطلب یہ تھا کہ ان پر یہ کراس لگانے کی تیاری کی جا رہی تھی۔۔ ان تصاویر میں ایک

تصویر "براق یامان" کی تھی۔۔اس کی تصویر پر کراس نہیں لگا تھا۔۔لیکن اس تصویر کا یہاں ہونے کا مطلب یہ تھا کہ اس پر بھی کراس لگانے کی تیاری زور و شور سے کی جا رہی تھی۔

"جس دن وہ مجھے اس نام سے جانے گا۔۔جس سے وہ مجھے جانتا ہے۔۔"وہ اس کی تصویر کو تیکھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"وہ دن اس کی زندگی میں ایک بھیانک طوفان لے آئے گا۔۔"اس نے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچ کر کہا تو ساتھ کھڑے ایرن نے بھی براق یامان کی تصویر کو گھورا۔

"اور مجھے وہ خود نہیں جان پائے گا۔۔میں اسے خود اپنے بارے میں بتاؤں گا۔۔مگر ابھی نہیں۔"اس نے کہا تو اس کی آنکھوں میں ایک ویرانگی سی چھائی تھی۔وہ زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"مرات! تم تو واقعی ماسٹر مائنڈ ہو۔"اس کے مزید کچھ کہے بغیر ایرن نے کہا۔۔وہ جانتا تھا کہ اس کی بات کا کیا مطلب تھا۔)

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا نام تبدیل کر کے ہمارے درمیان موجود ہو۔"

براق نے اپنی بات مکمل کی۔۔اور ایک نگاہ دونوں قطاروں میں کھڑے فوجیوں پر دہرائی۔۔

سب چہرے سے سنجیدہ اور پر عظم معلوم ہوتے۔

لیکن ایک فوجی کے تاثرات اسے کھٹکے۔۔احمت چہرے سے کچھ پریشان معلوم ہوتا۔۔

وہ نہ جانے کیوں گھبرا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استنبول کو شام کے سرمئی۔۔نارنجی۔۔اور گلابی رنگوں نے گھیر لیا تھا۔۔سورج غروب ہو رہا تھا۔۔پرندے اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے۔

وہ خوفیہ فوجی اڈے سے بھاری قدم چلتا باہر کو آ رہا تھا۔۔ایک سرسری سی نگاہ اردگرد دہرائی اور پھر سیدھا اپنی کار کی جانب بڑھا۔کار کا دروازہ کھولتے ہی اس کے کانوں میں کسی کی آواز پہنچی۔۔

اس نے دروازہ بند کیا اور مڑ کر دیکھا۔۔کچھ ہی فاصلے پر ایک درخت کے نیچے اسے احمت کھڑا ہوا دکھائی دیا۔وہ اس کی جانب بڑھا۔۔وہ جب اس تک پہنچا تو لمحے بھر کے لیے وہ شاکڈ

رہ گیا۔۔وہ سگریٹ پی رہا تھا اور ساتھ ساتھ فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔۔احمت کو اس کی موجودگی کا احساس نہ ہوا۔۔

"ہاں !ہاں ! میں آپ کو ساری اطلاع۔۔"اس نے فون پر کسی سے کہتے ہوئے ایک سرسری سی نگاہ دہرائی تو براق کو اپنے ساتھ دیکھ کر وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔۔اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

اس نے فون فوراً سے بند کر ڈالا۔۔اور چند لمحے براق کو دیکھا۔۔اس کے چہرے پر بہت سے تاثرات تھے۔۔حیرانی۔۔بے چینی۔۔بے یقینی۔۔اور خوف۔

"احمت! تم نے کب سے سگریٹ پینا شروع کیا؟" احمت کی جانب سے جب کچھ نہ کہا گیا تو اس نے پوچھا۔

"وہ۔۔وہ۔۔بس کچھ دن پہلے ہی۔" اس کی آواز کسی گہری کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"اچھا! کس سے بات کر رہے تھے؟" سوال فوراً پوچھا گیا۔۔اس نے لمحے بھر کے لیے کچھ سوچا۔

"ک۔۔ک۔۔کسی سے نہیں۔۔بس وہ آنے پوچھ رہی تھیں کہ میں کب تک گھر آؤں گا۔" اس نے جیسے الفاظ ڈھونڈتے ہوئے کہا۔

"کیوں خیریت ہے؟" سوال پھر فوراً پوچھا گیا۔

"ان کی طبعیت تھوڑی خراب ہے شاید۔" اس نے اب کی بار براق سے نظریں چرا کر فون کی اسکرین کو دیکھتے ہوئے کہا جواب روشن نہیں تھی۔

"اوہ! اللہ انہیں جلد صحت یاب کرے۔۔تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟" احمت کی سانسیں یک دم رک سی گئیں۔۔وہ اس سے اس سوال کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"ن۔۔ن۔۔نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔۔ایلدار کہاں ہے؟" اس نے اب کی بار بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ایلدار۔۔(براق نے فوجی اڈے کے داخلی دروازے کی جانب نگاہ دہرائی)وہ دیکھو۔۔آگیا ایلدار۔"اس نے کہہ کر ایک نظر احمت کو دیکھااور پھر دھیرے سے نفی میں سر ہلا کر زیر لب مسکرایا۔۔یوں جیسے اس کا تمسخر اڑا رہا ہو۔۔احمت نے نظریں جھکا لیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ کچھ ہی دیر پہلے جیمرے خاتون کے ساتھ باورچی خانہ میں تھی۔۔اور اب وہ اپنے کمرے میں واپس آئی تھی۔

کمرے میں آتے ہی اس کا جو پہلا کام تھا اس نے وہی کیا۔۔بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر سے اپنا موبائل اٹھایا۔۔اس کی اسکرین روشن تھی۔

ایک ٹیکسٹ موبائل کی روشن اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔۔اس نے وہ ٹیکسٹ پڑھا۔۔اور پھر ٹیکسٹ بھیجنے والے کا نام بھی اس نے دوبارہ پڑھا۔

“Miray! I am coming.”

یہ ٹیکسٹ نینا احسن کی طرف سے اسے بھیجا گیا تھا۔۔اس کا منہ خوشی اور حیرانی کے عالم میں کھلا کا کھلا رہ گیا۔

اس نے اسے خوش دلی سے "آئی ایم ویٹنگ "کا جواب سینڈ کرنے کے بعد اپنی انگلی میں پہنی اس انگوٹھی کو دیکھا جو اسے ایلدار نے دی تھی۔۔ پھر اس نے نینا کے ٹیکسٹ کو دوبارہ دیکھا۔۔ اور زیر لب مسکرائی۔۔

وہ حیران تھی۔۔ کس طرح اسے وہ سب مل رہا تھا جو وہ چاہتی تھی۔۔ایک اچھا ہمسفر۔۔اور ایک اچھی دوست۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لاہور' پاکستان۔

آفتاب کی کرنیں کھڑکیوں سے گزر کر باورچی خانہ میں پھیل چکی تھیں۔یہ منظر باورچی خانہ کا تھا جہاں وہ اور تین چار اور ملازم موجود تھے۔

"جلدی مکمل کرو سب اپنا کام۔۔ میکائیل صاحب آتے ہی ہوں گے۔"

عنایہ بی بی انہیں حکم دیتے ہوئے خود بھی ساتھ ساتھ سبزیاں کاٹ رہی تھیں۔

(میکائیل اسلام آباد سے انٹرویو دینے کے بعد اب واپس آ رہا تھا۔۔حالانکہ انٹرویو تو کچھ دن پہلے ہوا تھا مگر اسے اسلام آباد میں مزید کچھ اور کام بھی تھے۔)

باورچی خانہ میں ارم داخل ہوئی۔۔ عنایہ بی بی نے ایک نظر ارم کو دیکھا اور پھر دوبارہ سبزیاں کاٹنا شروع ہو گئیں۔۔ارم ان کی جانب تیز قدموں کے ساتھ بڑھی۔

"عنایہ بی بی! مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" اس نے بے چینی کے عالم میں کہا تو انہوں نے اس کی بات کو زیادہ اہمیت نہ دی۔۔ اور ساتھ ساتھ سبزیاں کاٹتی رہیں۔

"کہو۔۔ مگر جلدی۔۔ کیونکہ مجھے بہت کام ہیں۔" وہ معمولی سے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"آپ کو مجھے بیگم صاحبہ کے بارے میں بتانا ہی ہوگا۔" وہ یک دم ہکا بکارہ گئیں۔۔ انہوں نے سبزیاں کاٹنا چھوڑیں۔۔ اور ایک نظر اسے دیکھا جو ان کے الفاظ سننے کی منتظر تھی۔

"تم پھر شروع ہو گئی۔۔ یہاں سے چلی جاؤ۔" انہوں نے گھبراہٹ کا شکار ہو کر اس سے کہا۔

"کیا میکائیل صاحب نے بیگم صاحبہ کو مارا تھا؟" اس نے دھیمے سے انداز میں سرگوشی کرنے والے انداز میں کہا۔۔ عنایہ بی بی کے پیروں تلے زمین ہی نکل گئی۔۔ انہوں نے عجیب پریشان کن اور گھبراہٹ سے بھرپور کیفیت کے ساتھ ارم کو دیکھا۔

"خا۔۔ خا۔۔ خاموش ہو جاؤ۔۔ کسی نے سن لیا تو۔" انہوں نے آہستہ آواز میں اسے کہا اور پھر رکیں۔

"اگر آپ نہیں بتائیں گی تو میں بار بار پوچھوں گی۔" اس نے اب کی بار ضد کی۔۔

عنایہ بی بی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے لونگ روم میں لے گئیں۔۔ جہاں اس وقت کوئی بھی موجود نہیں تھا۔۔ انہوں نے ایک گہرا سانس لیا اور اسے دیکھا۔۔ ان کی نظروں میں بہت کچھ تھا۔۔ غصہ۔۔ خوف۔۔ رنج۔

"تمہارا کیا مسئلہ ہے۔۔کیوں اپنے آپ کو اور مجھے مصیبت میں ڈالو گی؟" انہوں نے بے چینی اور خوف کے عالم میں اس سے کہا۔۔ جیسے اسے کسی خطرے سے ڈرا رہی ہوں۔

"پلیز!۔۔مجھے بتائیے۔"

"اف!۔" انہوں نے افسردگی سے سر جھٹکا۔۔انہیں اس وقت اس بات کا شدت سے افسوس ہو رہا تھا کہ آخر اس وقت وہ اپنی زبان پر قابو کیوں نہیں رکھ سکیں۔۔کیوں انہوں نے ارم کو بیگم صاحبہ اور میکائیل ملک کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا۔

"میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔۔آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے کیا؟" اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔ انہوں نے پھر ایک گہری سانس لی اور ارد گرد نگاہ دہرائی۔۔دروازہ دھیرے سے بند کیا۔۔اور اس کی جانب بڑھیں۔

"اچھا! اچھا! تو سنو۔" انہوں نے اس کے اصرار کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔۔اور پھر اسے بتانا شروع کیا۔۔وہ تجسس کے ساتھ ان کی بات سننے لگی۔

"میکائیل صاحب ماریہ بیگم کو بہت چاہتے تھے۔"

ان کی آنکھوں میں ایک ہلکی سی نمی ابھری اور پھر انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 3

"وہ میرا محسن"

منافقت کے لیے ایک ضرب المثل ہے

برائی نہ دیکھو

برائی نہ سنو

برائی نہ بولو۔

جب شیطانی کج روی

بند دروازوں کے پیچھے چھپ جائے

جو چار دیواری کے اندر موجود ہے۔

گناہ کیا ہے اور کیا نہیں؟

ادراک کی نظر میں ہے

لیکن دکھاوے کے اندر

گناہ گاری

اور دھوکہ دہی

خاموشی میں بہت کچھ کھو جاتا ہے۔

پھر بھی وہ عذاب میں مبتلا ہیں

جب بے گناہی ختم ہو جاتی ہے

زبانیں گھبراہٹ سے بزدل ہوں جو

نتیجے میں ہونے والے تشدد سے ڈریں۔

روزمرہ کے خیالات متزلزل

جو ہمارے درمیان چلتے ہیں

بدسلوکی

ٹوٹا ہوا

بھولا ہوا

گمراہ۔

لفظوں کی طرح اوپر نیچے

جب تک آپ غلط بٹن نہیں دبائیں گے

پھر تمام مسافروں کو انکار کر دیا جاتا ہے۔

خاموش گناہوں میں

برائی۔۔شرمساری

جن کے دلوں پر پٹیاں بندی ہیں

آہستہ آہستہ بڑھاپا پتھر میں

جیسا کہ افسوسناک جبر جیت جاتا ہے۔

وہ چہرے جو میں نے دیکھے ہیں

اپنے گھروں میں اجنبی ہیں

معاشرے میں رہنے کے لیے جدوجہد کرنا

ایک مسترد شدہ اور مایوس ترجیح۔

ہم سب پھلتے پھولتے ہری بھری چراگاہوں کی تلاش میں ہیں

ایک ایسی جگہ جو کچھ کبھی نہیں تھی

کچھ پہلے سے زیادہ بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں

لیکن ہر جال دوسرے جال کی طرف لے جاتا ہے۔

دکھ سہنے کا ایک فن ہے

اندھیرے میں تم امید نہیں دیکھ سکتے

چپکے چپکے گناہوں میں بہت کچھ ضائع ہو جاتا ہے۔

(نظم سائلینٹ سنز۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"میکائیل صاحب ماریہ بیگم کو بہت چاہتے تھے۔"

ان کی آنکھوں میں ایک ہلکی سی نمی ابھری اور پھر انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔

دو سال پہلے۔

یہ منظر ایک وسیع اور عالیشان بیڈ روم کا تھا۔۔ کمرے میں لگے فانوس کی سنہری روشنی ہر سو جھلملا رہی تھی۔۔ یہ کمرہ روشن ہی روشن تھا۔۔ مرکز میں رکھا کنگ سائز بیڈ۔۔ بڑی اور لمبی کھڑکیاں خوبصورت مخملی پردوں سے ڈھکی تھیں۔

وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی تھی۔۔ لمبے سیاہ بالوں کو آہستگی سے کنگی کر رہی تھی۔۔ کنگی کرنے کے بعد اس نے خود کو سنگھار میز کے آئینے میں دیکھا۔۔ اس کے یاقوتی لبوں پر ایک بے حد دلفریب مسکراہٹ اُمڈ آئی۔ وہ آج معمول کے مطابق کافی زیادہ سجی سنوری سی لگ رہی تھی۔

(چونکہ ماریہ کا تعلق ایک بہت ہی معزز خاندان سے تھا۔۔ اسی لیے وہ خود بھی کافی سلجھی ہوئی۔۔ ہر کام نفاست سے انجام دینے والی شخصیت کی مالک تھی۔

اس کے خاندان والے میکائیل ملک جتنے امیر کبیر نہیں تھے لیکن پھر بھی میکائیل ملک نے اس سے شادی کی۔۔ اسے زندگی میں محبت اگر کبھی ہوئی تھی تو وہ صرف "ماریہ" سے۔

ماریہ کے گھر والوں نے ہمیشہ اسے عزت اور محنت سے کمایا گیا لقمہ حلال کھلایا۔۔

ہمیشہ اسے یہی کہتے کہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کا دیا ہے۔۔اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہمیشہ اسے محب الوطنی کے بھی خوب اسباق پڑھائے۔۔یہی وجہ تھی کہ ملک سے محبت اس کے دل میں کوٹ کوٹ کر بسی تھی۔

وہ نہ اپنے ملک پر کسی قسم کا سمجھوتہ کر سکتی تھی اور نہ ہی کسی کو اپنے ملک پر کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کی اجازت دیتی۔

میکائیل سے شادی سے پہلے بھی اس کے ماں باپ نے اسے یہ باور کروایا کہ اب وہ ایک سیاست دان کی بیوی بننے جا رہی ہے تو اب اس پر بھی کئی ذمہ داریاں عائد ہوں گی۔۔

جن کا مقصد صرف اور صرف ملک کی "خدمت" ہو گا۔اور وہ ان ذمہ داریوں کو احسن انداز میں پورا کرنے کے لیے دل وجان سے تیار تھی۔)

"آج میکائیل بہت خوش ہو گا۔"

وہ خوش دلی سے مسکرا کر زیر لب بڑبڑائی۔اسے آج اس کے گھر آنے کا بے تابی سے انتظار تھا۔

آخر آج دن ہی کچھ ایسا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔۔بے حد گہرے۔یہ منظر ڈائنگ روم کا تھا جہاں وہ موجود تھی۔۔وہ اس کا انتظار کرتے ہوئے اب کافی تھک چکی تھی اور اسی بنا پر اس نے تھکن کے عالم میں ڈائنگ ٹیبل پر سر جھکا لیا تھا یوں کہ اس کے سیاہ بال ایک طرف کو گر رہے تھے۔

وہ ابھی ابھی ہی گھر لوٹا تھا۔۔ڈائنگ روم میں قدم رکھتے ہی اس نے اس پری پیکر کو دیکھا اور اس کی نظریں گہری ہوئیں۔۔چہرے پر ایک مسکراہٹ امڈ آئی۔

وہ اس کے قریب بڑھا۔۔اور پھر اس تک پہنچ کر اس نے دھیرے سے کہا۔

"آج تم میرا انتظار کرتے ہوئے تھک گئ؟" یہ سنتے ہی وہ یک دم گھبرا کر اٹھی۔

"آپ۔۔۔آپ کب آئے؟" آنکھیں میچتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی۔

"بس کچھ ہی دیر پہلے۔"

وہ یہ کہتا ہوا ڈائنگ ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسی پر آ بیٹھا۔

"واہ! تم نے آج اتنا کچھ بنایا۔" ڈائنگ ٹیبل پر موجود مختلف کھانے کی ڈشز دیکھ کر اس نے کافی حیرانی اور خوش دلی سے کہا۔

"جی۔۔۔امید ہے آپ کو پسند آئے گا۔" اس نے کچھ بے دلی سے کہا۔۔اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ آج کے دن کی اہمیت بھول گیا ہے۔

"تم نے کھانا کھالیا؟"سوچوں میں گم سی کھڑی ماریہ کو دیکھ کر اس نے پوچھا۔وہ کھانا شروع کر چکا تھا۔

"نہیں۔۔وہ میں۔۔"اس نے سوچا۔۔کیا اسے بتادے کہ وہ اس کا آج انتظار کیوں کر رہی تھی؟یا نہیں؟

"آؤ بیٹھو۔۔۔کھانا کھاؤ۔"جواب نہ پا کر اسے سمجھ آگئی۔وہ خاموشی سے کرسی کھینچ کر اس کے برابر والی کرسی پر آکر بیٹھی۔

اس نے بھی اب کھانا شروع کر دیا تھا۔۔دو تین لقمے لینے کے بعد اس نے ایک گہری سانس لی اور میکائیل کو دیکھا جو محویت سے کھانا کھا رہا تھا۔۔وہ اس کی تعریف کی بھی منتظر تھی۔۔لیکن اس نے اس کی اور نہ ہی اس کے کھانے کی۔۔کوئی تعریف نہ کی۔

"میکائیل۔۔"وہ پلیٹ میں چمچ ہلاتے ہوئے بولی۔

"ہاں؟"وہ ابھی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"آپ کو یاد ہے آج کیا ہے؟"اس نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

یہ سن کر اس کے ماتھے پر سوچ کی گہری شکنیں نمایاں ہوئیں۔اور تب ہی اس کے موبائل کی اسکرین جگمگائی۔۔اس نے کھانے کی پلیٹ کے ساتھ رکھا اپنا موبائل اٹھایا۔

"**اسلم کالنگ۔**"موبائل کی اسکرین پر یہ الفاظ روشن تھے۔

اس نے فون فوراً ریسیو کیا اور پھر۔۔ کرسی کھینچ کر اٹھا۔۔ فون کان کے ساتھ لگائے وہ اب اسلم سے بات کرتا ہوا لان تک جانے لگا۔ ماریہ کرسی پر ہی بیٹھی رہی۔۔ خالی نگاہوں سے اسے یوں جاتا دیکھتی رہی۔

"کاش!۔۔۔ میکائیل آپ کبھی مجھے وقت دے سکتے۔" اس نے زیرِ لب کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ کھانا اس کی پلیٹ میں ابھی موجود تھا۔۔ لیکن اس کی بھوک اب اڑ چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

افق پر سورج کی کرنیں آج کھل کر نہیں پھیلی تھیں۔۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ افق پر بادل بھی آج خاصے کثیر تعداد میں پھیلے تھے جنہوں نے سورج کی کرنوں کا راستہ روک رکھا تھا۔

میکائیل رات کو اسلم سے فون پر بات کرنے کے بعد کسی کام سے گھر سے چلا گیا۔۔ اور پھر وہ رات کو دیر سے ہی آیا تھا۔۔ تب تک ماریہ سو چکی تھی۔

صبح اٹھتے ہی وہ باورچی خانہ میں گئی۔۔ عنایہ بی بی کو ناشتہ بنانے کا کہہ کر وہ سیدھا ڈائننگ روم میں گئی۔۔ اور پھر اس کی آنکھیں یک دم کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

وہ یہاں موجود تھا۔۔ اسے بالکل توقع نہ تھی۔ دل اسے یہاں دیکھ کر خوش نہیں۔۔۔ بے حد خوش ہوا۔۔ لیکن اس نے بظاہر اپنی اس خوشی کو چھپایا اور خفگی ظاہر کی۔

"اسلام وعلیکم!۔" وہ ڈائننگ ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسی پر براجمان تھا اور اسے دیکھ کر اپنی

مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔۔وسلام!۔"اس نے سر جھٹکتے ہوئے کہااور پھر ہمیشہ کی طرح اس کے برابر والی کرسی پر آبیٹھی۔

(عنایہ بی بی اس کا ناشتہ لے آئی تھیں۔۔میکائیل ناشتہ کر چکا تھا۔ناشتہ دینے کے بعد عنایہ بی بی وہاں سے چلی گئیں۔ماریہ خاموشی سے ناشتہ کرنے لگی۔میکائیل اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا اسے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتا رہا۔)

"تو آپ مجھ سے ناراض ہیں؟"ایک طویل خاموشی کے بعد اس نے کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر پوچھا۔

"نہیں۔۔میں آپ سے کیوں ناراض ہونے لگی۔۔ناراض تو اپنوں سے ہوا جاتا ہے۔"اس نے طنزیہ کہا۔۔نظریں جھکی ہوئی تھیں۔۔چہرے پر ابھی تک خفگی کے تاثرات قائم تھے۔

اس کا جواب سن کر وہ مسکرایا۔

"اوہو۔۔آج تو میری بیگم صاحبہ مجھ سے کچھ زیادہ ہی ناراض ہیں۔۔اور شاید یہ آپ کا حق بھی ہے۔"اس نے شرارت بھری نگاہوں سے اسے تکتے ہوئے کہا۔

"میں بھول گیا تھا کہ کل ہماری انیورسری تھی۔۔اور یہ میری غلطی بھی ہے۔"اس کا لہجہ نرم تھا۔۔اس کا ایسا لہجہ صرف ماریہ کے لیے ہی تھا۔

"تو؟" وہ اپنی بات مکمل نہ کر پایا جب ماریہ نے روکھے سے انداز میں کہا۔

"تو یہ کہ۔۔میں اس غلطی کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔" اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

"اچھا! اور وہ کیسے؟" اس نے ابرو اچکائے۔ وہ ناشتہ کر چکی تھی۔ برتن سمیٹنے کے لیے اس نے عنایہ بی بی کو آواز دی۔

"آج رات تیار رہنا۔۔۔ہم ڈنر پر چلیں گے۔" اس نے مسکرا کر کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ماریہ کی آنکھوں میں بھی ایک خاص چمک امڈ آئی۔۔وہ اپنے سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھتی رہی جو شلوار قمیص کے اوپر گہرے بھورے رنگ کی مردانہ شال لیے اسے ہمیشہ کی طرح سحر زدہ سا کر دیتا۔

وہ وہاں سے جانے لگا تو وہ اسے بے حد خوبصورت نگاہوں سے وہاں سے جاتا دیکھتی رہی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لاہور کو رات کی تاریکی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔۔موسم کافی ٹھنڈا تھا۔۔صبح افق پر چھائے گئے بادل ابھی بھی افق پر اپنا رعب و دبدبہ قائم کیے ہوئے تھے جس کی بنا پر چاند ان بادلوں کے سائے میں بالکل گم ہو گیا تھا۔

وہ جامنی رنگ کی ساری میں ملبوس تھی۔۔کانوں میں نازک سلور جھمکے پہنے ہوئے۔۔ گردن کے گرد ایک نازک سلور کلر کا لاکٹ چمک رہا تھا۔۔سیاہ لمبے گھنگریلے بال ایک طرف کو کیے۔۔وہ کافی دل نشین لگ رہی تھی۔

اس نے اپنا سنہرا روپ سنگھار میز کے آئینے میں دیکھا اور زیر لب مسکرائی۔

کچھ ہی لمحے بعد اسے کار کے ہارن کی آواز آئی۔

"میکائیل آ گئے۔" وہ زیر لب بڑبڑائی اور اپنا ہینڈ بیگ لیا۔

اور بیڈ روم کی بتیاں بجھانے کے بعد وہ کمرے سے نکلی۔۔چہرے پر خوشی کی کئی لہریں نمایاں تھیں۔۔وہ تیز قدموں کے ساتھ اس کی کار تک گئی۔

وہ کار میں ہی اسٹیرئنگ سنبھالے۔۔اس کا انتظار کر رہا تھا۔اسے دیکھ کر وہ یک دم مسکرایا۔

وہ اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر کار میں بیٹھی۔۔خوش دلی سے اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں کی چمک اس کی کاجل سے لبریز آنکھوں کو مزید دلفریب بنا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہوا میں خنکی پہلے سے کئی زیادہ معلوم ہوتی۔۔بادل مزید گہرے ہو چکے تھے۔۔خوب امکان تھا کہ یہ کچھ ہی دیر میں برس پڑیں گے۔

یہ منظر لاہور کے معروف ترین ہوٹل کا تھا۔۔فانوس کی چمکیلی روشنی عالیشان فرنشنگ اور

خوبصورت سجاوٹ پر اپنے پر پھیلائے ہوئے تھی۔۔ یہاں آج معمول کے مطابق لوگوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔

وہ دونوں کھانے کا آرڈر دے چکے تھے۔۔ ویٹر ان کا کھانا کچھ ہی دیر میں لے آیا تھا۔ وہ دونوں اب ڈنر کرنے میں مصروف تھے۔۔ ایک دوسرے سے ابھی تک کوئی بات نہیں کہی تھی۔

"آج تم بہت حسین لگ رہی ہو۔" کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔۔
وہ زیر لب مسکرائی۔

"پہلے نہیں لگتی؟" اس نے دائیں والی آنکھ دباتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں پہلے بھی لگتی ہو۔۔ مگر آج تم پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی ہو۔" اور جواب فوراً دیا گیا۔۔ وہ کھلکھلائی۔

"اچھا بس۔۔ بس۔۔ اتنی تعریف مت کریں۔" ہاتھ سے اسے اشارہ کرتے ہوئے اس نے کھانے کا ایک بائٹ لیا۔۔ اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ وہ اس کی ایسے ہی تعریفیں کرتا رہے۔

"ماریہ! ایک بات پوچھوں؟" اس کے چہرے پر سوچ کی لکیریں نمودار ہوئیں۔

"جی۔" اس نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو؟" اس سوال کی اسے توقع نہ تھی۔۔ یہ کیسا سوال تھا؟ کیا وہ اب تک نہیں جان پایا تھا کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتی ہے؟

"ام۔۔اس کا جواب میں کیسے دوں۔۔" اس نے تھوڑا سوچا اور لب دانتوں سے کترے۔

"دیکھیں۔۔میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں۔۔اتنی کہ شاید آپ کے لیے اپنی جان بھی دے دوں۔۔" وہ نرمی سے کہہ رہی تھی اور وہ اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سن رہا تھا۔

"لیکن اگر آپ کبھی غلط ہوں گے۔۔تب میں آپ کا ساتھ نہیں دوں گی۔" آخری جملہ اس نے کافی سوچ کر کہا۔

"یہ تو محبت نہ ہوئی۔" میکائیل نے شانے اچکائے۔

"نہیں! میکائیل۔۔محبت اسی کو کہتے ہیں۔۔ صحیح کام میں ساتھ دینے کو۔۔اور غلط کام میں ساتھ چھوڑ دینے کو۔" اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔

"اچھا! اور وہ کیوں؟" سوال فوراً پوچھا گیا۔

"غلط کام میں ساتھ دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں آپ کا برا چاہتی ہوں۔۔"

"کیونکہ غلط کام کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔اور محبت کرنے والا اپنے محبوب کے لیے کبھی برا نہیں چاہے گا۔" اس نے اپنی بات مکمل کی اور دوبارہ کھانا کھانے لگی۔۔نہ جانے کیوں میکائیل کا دل یک دم جلنے لگا تھا۔۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ ماریہ ایسا کچھ کہے۔۔اسے ماریہ سے کافی محبت تھی اور اسی وجہ سے وہ چاہتا تھا کہ وہ یہی کہے کہ وہ اس کا "ہر" کام میں ساتھ دے گی۔

لیکن ماریہ کے مطابق "ہر" کام میں ساتھ دینا محبت نہیں ہوتا۔

(''میں تو ماریہ کا ہر کام میں ساتھ دے سکتا تھا۔۔تو اس کا مطلب کیا مجھے ماریہ سے محبت نہیں؟''

اس نے یک دم دل و دماغ میں چلنے والے خیالات کو جھٹکا۔۔اور خاموشی سے ماریہ کو دیکھنے لگا۔
(

ان دونوں کے درمیان مزید کوئی بات نہ ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈنر کے بعد وہ دونوں گھر لوٹے۔۔راستے میں ان دونوں کے درمیان تھوڑی بہت ہی بات چیت ہوئی۔۔اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ راستے میں میکائیل کو کبھی اسلم کی کال تو کبھی کسی اور پولیٹیکل ورکر کی کال آجاتی۔۔اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ ماریہ کے ''محبت والے نظریے'' سے خاصا بددل ہوا تھا۔۔اور اس بات کو ماریہ نے بھی نوٹ کیا تھا۔

رات گہری تھی۔۔بے حد گہری۔۔آسمان پر چھائے بادل برسے بغیر ہی روانہ ہو گئے تھے۔۔آسمان پر اب پورا گول چاند روشن تھا۔۔رات کی تاریکی میں چاند کی روشنی کافی دل فریب لگ رہی تھی۔ہوا اب بھی ٹھنڈی۔۔اور تیز تھی۔

ان کے بیڈروم میں ہر سو اندھیرا چھایا تھا۔۔تمام بتیاں بجھی تھیں۔۔وہ نیند کی وادیوں میں گم تھی۔

اور پھر اس کے کانوں میں ایک آواز آئی۔۔وہ کسمسائی۔۔اور اٹھی۔ میکائیل کمرے میں نہیں تھا۔اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ آن کیا اور ارد گرد دوبارہ آنکھیں میچتے ہوئے دیکھا۔

وہ آواز دوبارہ اس کے کانوں میں آئی۔۔کوئی کسی سے بات کر رہا تھا۔

"میکائیل کہاں گئے؟" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکلی۔

وہ اس وقت ایک لمبے سرخ رنگ کے ریشمی نائٹ گاؤن میں ملبوس تھی۔۔بال ایک ڈھیلے سے جوڑے میں بندھے تھے۔

ان کا بیڈروم بالائی منزل پر تھا۔۔ساتھ کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو اتنا استعمال میں نہیں تھا۔اسے میکائیل کی آواز اس کمرے سے آئی۔۔وہ چھوٹے قدم چلتی ہوئی اس کمرے تک گئی اور اس کے دروازے کے سامنے ٹھہر گئی۔۔دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔

وہ اس کی باتیں سننے لگی۔

وہ خاموشی سے اس کی باتیں سن رہی تھی جو وہ فون پر کسی شخص سے کر رہا تھا۔۔اس کا نام بھی میکائیل کی زبان سے نکلا تھا۔۔**"راجیش"** یہی نام تھا جو اس کی زبان سے نکلا تھا۔۔اس کے بارے میں کون نہیں جانتا تھا۔۔میکائیل کی باتیں سن کر اس کے پیروں تلے زمین ہی نکل گئی تھی۔

میکائیل اس شخص سے بہت سے بیانات دینے کی ہامی بھرتے ہوئے ان کے بدلے میں بھاری رقم مانگ رہا تھا۔۔اور اس کے مطابق یہ صرف ایک بزنس تھا۔

اس کی باتیں سنتے ہوئے اس کی آنکھیں کب برسنا شروع ہوئیں۔۔وہ جان ہی نہیں پائی۔

("میکائیل۔۔۔ایسا۔۔کیسے کر سکتے ہیں؟"

اس نے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے جیسے خود کو چلا چلا کر رونے سے روکا تھا۔۔اور خود سے زیر لب کہا۔)

اور پھر اس نے الوداعی جملے کہہ کر فون رکھ دیا۔۔ماریہ نے ایک گہری سانس لی اور حواس باختگی سے ارد گرد نگاہ دہرا کر اپنے کمرے کی جانب تقریباً دوڑی۔

کمرے میں پہنچتے ہی وہ دروازہ بند کرنے لگی۔۔لیکن وہ ناکام رہی۔۔میکائیل نے دروازہ بند نہیں ہونے دیا۔۔اس کی آنکھوں میں کچھ عجیب سا تھا جو ماریہ کے دل میں خوف کی لہروں کو مزید ہوا دے رہا تھا۔

وہ اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے چند قدم پیچھے کو ہوئی۔۔میکائیل کمرے میں داخل ہوا۔۔دروازہ کھٹرک سے بند کر دیا۔

"تو تم نے سب سن لیا؟" کچھ لمحے اسے تاسف سے دیکھنے کے بعد اس نے پوچھا۔

ماریہ کوئی جواب نہ دے پائی۔۔اس کے لب جیسے سل گئے تھے۔۔اس کی آنکھوں میں خوف کے ساتھ ساتھ طیش کی بھی کئی لہریں آشکار تھیں۔ماریہ سے کوئی جواب نہ پا کر میکائیل کی آنکھیں مزید سرخ ہونے لگیں۔

اس کا چہرہ وہی تھا لیکن نہ جانے آج ماریہ کو میکائیل کا چہرہ کافی مختلف لگا۔۔وہ اس کے اس روپ سے پہلی بار آشنا ہوئی تھی۔

"ماریہ دیکھو۔۔۔جیسا تم سمجھ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہے۔" وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ماریہ اس کا یقین نہیں کرے گی۔۔وضاحتیں دینے لگا۔۔اس کی وضاحتیں سنتے ہوئے اس کا دل مزید جلنے لگا اور وہ تیز قدموں کے ساتھ اس کی جانب بڑھی۔

ایک زوردار تھپڑ اس نے میکائیل کے گال پر رسید کیا۔۔وہ اس کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"تم۔۔کس قدر بے غیرت نکلے۔۔اپنے ہی ملک کا سودا کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی۔" وہ لب کچلتے ہوئے سرخ پڑتی آنکھوں کے ساتھ اسے کہہ رہی تھی تو وہ بت بنا اسے دیکھ رہا تھا۔

"ماریہ! تم جو سمجھ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہے۔۔یہ صرف ایک بزنس ہے۔" اس نے چند لمحے بعد اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ابرو اچکا کر کہا۔۔جیسے یہ کوئی بڑی بات نہ تھی۔

ماریہ کو اس کا یہ انداز زہر لگا تھا۔۔آج اس کی آنکھوں میں میکائیل کے لیے نفرت اس کے لیے محبت سے کئی گنا زیادہ تھی۔

"بزنس مائے فٹ!۔۔تم نے اس آدمی کے ساتھ ہاتھ ملا لیا جس نے پتا نہیں ہمارے کتنے ہی لوگوں کو شہید کر دیا۔۔کتنے ہی معصوم بچوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔" وہ اپنا ہر لفظ چبا چبا کر کہہ رہی تھی۔

میکائیل نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔۔اس کی برداشت اب ختم ہوگئی تھی۔

اس نے طیش کے عالم میں لب کچلتے ہوئے اس کے بازو اپنی گرفت میں لیے۔۔اس کی گرفت کافی مظبوط تھی۔۔وہ کراہ کر رہ گئی۔۔اس کو اپنے قریب کرتے ہوئے وہ اب اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"دیکھو ماریہ! تم اس معاملے سے دور رہو۔۔میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ۔۔"اس کے رخسار دبوچتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا تو اس نے بمشکل اپنا بازو چھڑوایا۔۔اور بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر نکلی۔اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑ رہا تھا۔

"تم دیکھنا میکائیل! میں تمہاری حقیقت دنیا کے سامنے لا کر ہی دم لوں گی۔"یہ سچ تھا کہ وہ اس سے خوف زدہ تھی لیکن پھر بھی وہ سچ بولنے سے نہیں گھبرائی۔۔وہ حق کا ساتھ دینے والی تھی۔

وہ بھاگتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔۔اس کا سانس پھول رہا تھا۔۔اس نے سیڑھیاں اترنا چاہیں لیکن وہ ایسا نہ کر پائی۔۔میکائیل نے اس کی کلائی اپنی مضبوط گرفت میں جکڑ لی۔

"ماریہ تم جانتی ہو میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔۔لیکن۔۔"اسے اپنے قریب کرتے ہوئے وہ لال انگارہ بنتی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تم سے کئی زیادہ محبت مجھے اپنی عزت سے ہے اور میں اس بات کی کسی کو اجازت نہیں دوں گا کہ کوئی میری عزت کو پامال کرے۔" وہ تنفر سے کہتا ہوا ماریہ کی نازک کلائی مروڑ رہا تھا اور وہ بے بسی سے اسے تکلیف سے بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم جیسے لوگوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔۔صاف صاف کہو۔۔تمہیں محبت صرف اپنی دولت سے ہے۔" اس کی آواز اب قدرے بلند تھی۔

میکائیل نے ابرو اچکائے۔

"یہی سمجھ لو۔۔۔مگر اب تم یہ سوچو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں۔" اس کے چہرے پر ایک خباثت سے بھری مسکان اڈی۔

ماریہ یہ سن کر سناٹے میں رہ گئی۔ خطرہ ہر جانب تھا۔ماریہ اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔۔یہ وہ چہرہ نہیں تھا جسے ماریہ پہچانتی تھی۔یہ تو ایک بہت ہی مختلف چہرہ تھا۔

"ماریہ! میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گا۔" اس کی آواز میں اب کی بار کچھ تکلیف نمایاں ہوئی۔

وہ کچھ سمجھ نہیں پائی کہ وہ کیا کرنے جا رہا تھا۔۔اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی۔۔

میکائیل نے اس کی کلائی چھوڑ دی اور اسے اپنی پوری قوت کے ساتھ سیڑھیوں کی جانب دھکیل دیا۔۔اسے میکائیل سے اس ردعمل کی بالکل توقع نہ تھی۔۔اس کی چیخ پورے گھر میں گونج اٹھی تھی۔

سیڑھیوں سے گرتی ماریہ کو دیکھتے ہوئے میکائیل قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔۔ جیسے وہ بادشاہ تھا اور اپنے اوپر سوال اٹھانے والے شخص کو ختم کر رہا ہو۔

آخری سیڑھی پر منہ کے بل گری ماریہ اب اپنی دبی دبی آخری سانسیں لے رہی تھی۔۔اس کے ماتھے پر سے خون کی لکیریں امڈ رہی تھیں۔

میکائیل اپنے مغرور سے انداز میں سیڑھیوں سے نیچے اترتا آخری سیڑھی تک آیا۔۔اور ماریہ کے سامنے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا۔۔اسے تنفر کے ساتھ دیکھنے لگا۔

"تم۔۔ تمہیں سزا ضرور ملے گی میکائیل۔" اس نے دبی دبی سے آواز میں اچٹتی سی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔

میکائیل نے مسکرا کر سر جھٹکا۔اور پھر اس نے اس کو سیدھا کیا۔۔اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا اور اسے تمسخر سے بھرے انداز میں دیکھا۔

"کسے سزا ملے گی اور کسے جزا، اس کا فیصلہ ہمیشہ میں کرتا ہوں۔" اس نے تنفر سے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

وہ اسے بے بس نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔اب اس میں مزید کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی۔۔

شاید! وہ بچ جاتی لیکن۔۔میکائیل نے اس کی گردن اپنے دونوں ہاتھوں سے دبوچ لی۔۔

تکلیف کی مزید کئی لہریں اس کے جسم میں دوڑیں لیکن اب اس میں چیخنے چلانے کی قوت باقی نہیں تھی۔

وہ اس کی گردن اپنی پوری قوت کے ساتھ دبا رہا تھا۔۔اسے دیکھ کر یہ ہی معلوم ہوتا کہ

"میکائیل ملک صرف اور صرف ظلم کرنا جانتا تھا۔" اور وہ ظلم چاہے دوسروں پر ہو یا پھر اپنے اوپر۔۔وہ بس ظلم کرنا ہی جانتا تھا۔

ماریہ کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔۔اور پھر یہ آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔۔اس کا کمزور وجود اب مزید حرکت نہیں کر رہا تھا۔

رات کی تاریکی اور چاند کی دلفریب روشنی اس بھیانک منظر کی گواہ بنے یہ سب خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

موجودہ دن۔

عنایہ بی بی اپنے بات مکمل کر چکی تھیں۔۔ان کی آنکھیں اس دوران متواتر آنسو بہاتی رہیں۔۔ دوسری جانب ارم یہ سب سن کر سکتے میں رہ گئی تھی۔

عنایہ بی بی نے دوپٹے سے اپنی آنکھیں رگڑیں اور لونگ روم میں ارد گرد نگاہ دہرائی۔۔وہاں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔۔لونگ روم کا دروازہ بھی بند ہی تھا۔

"گھر کے سب ملازم کہاں تھے اس وقت؟" ایک طویل خاموشی کے بعد ارم نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ہم سب ملازموں کے کوارٹرز تو تم نے دیکھ ہی رکھیں ہیں۔۔گھر سے بالکل ایک طرف کو ہیں۔۔اور ویسے بھی وہ وقت آدھی رات کا تھا۔" انہوں نے شانے اچکائے۔

"آپ کو یہ سب کیسے معلوم؟" ارم نے انہیں تشویش سے بھری نگاہوں سے دیکھا۔

"ارم! اس وقت میں میکائیل صاحب کے گھر میں اپنا کچھ سامان بھول گئی تھی۔۔وہی لینے کے لیے میں آئی تھی اور جب میں نے یہ سب دیکھا تو۔۔" انہوں نے وقفہ لیا۔۔آواز روہانسی تھی۔

"تو؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"میں باورچی خانہ میں چھپ گئی تھی۔۔اور پھر میں خاموشی سے یہ سب دیکھتی رہی۔" انہوں نے افسوس سے سر جھٹک کر کہا۔۔ان کے تاثرات یہ بتا رہے تھے کہ وہ اپنی بے بسی یا بزدلی پر خوب شرمندہ تھیں۔

"آپ نے کچھ کیا کیوں نہیں؟" اس نے نا سمجھی اور بے یقینی کے عالم میں پوچھا۔

"میں کیسے کر سکتی تھی کچھ؟۔۔مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ میکائیل صاحب ماریہ بیگم کے ساتھ یہ کریں گے۔" انہوں نے صاف لاعلمی کا اظہار کیا۔

"اف اللہ! اس قدر ظالم ہو سکتے تھے میکائیل صاحب میں یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

اس نے تنے ہوئے اعصاب کے ساتھ لب کچلتے ہوئے کہا۔۔اور پھر عنایہ بی بی نے دیکھا کہ ارم کی آنکھیں بھی نم ہونے لگی تھیں۔۔بہت نم۔۔یوں کہ بس برسنے والی ہوں۔

"ماریہ بیگم کی ڈیتھ کی وجہ انہوں نے کیا قرار دی؟"اس نے بھیگے بھیگے سے لہجے میں پوچھا۔

"انہوں نے بس یہ کہہ دیا کہ وہ سیڑھیوں سے گر کر مر گئیں۔"انہوں نے صاف گوئی سے کہا۔

"چچ!۔"اس نے سر جھٹکا۔

"ان کے ماں باپ نے معاملے کی تہ تک جانے کی کوشش نہیں کی؟"اسے حیرت تھی۔

"انہیں شک ہوا تھا میکائیل پر لیکن۔۔"عنایہ بی بی کے چہرے پر سوچ کی لکیریں رونما ہوئیں۔

"لیکن کیا؟"ان کے مزید کچھ نہ کہنے پر اس نے سوال کیا۔

"جب انہوں نے ماریہ صاحبہ کی لاش کا پوسٹ مارٹم کروایا۔۔تو ایک ڈاکٹر نے رپورٹز میں یہ ثابت کر دیا تھا کہ ان کی گردن پر نشانات تھے۔۔مگر وہ۔۔"وہ کہتے ہوئے رکیں۔۔کچھ دیر سوچا۔

"وہ کیا؟"وہ مزید سننے کے لیے کافی بے چین تھی۔

"وہ کچھ دنوں بعد ہارٹ اٹیک سے مر گیا۔" انہوں نے ابرو اچکاتے ہوئے تکلیف سے بھرے لہجے میں کہا۔ نظروں نظروں میں ان دونوں نے ایک دوسرے سے ایک ہی خدشہ کا اظہار کیا۔۔ کہ وہ ڈاکٹر ہارٹ اٹیک سے نہیں مرا ہوگا۔

"چچ۔۔ان رپورٹز کا کیا ہوا؟" اس نے افسوس سے سر جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ رپورٹز جعلی قرار دے دی گئیں۔" انہوں نے دکھ بھرے انداز میں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

ارم کے چہرے پر سوچ کی لکیریں مزید بڑھ گئیں۔۔وہ اب خاموش رہی۔۔آنکھیں بہت نم تھیں۔

"میں نے یہ بات تمہیں صرف اس لیے بتائی ہے کیونکہ تم بہت اصرار کر رہی تھی۔۔ورنہ یہ بات میرے ساتھ ہی دفن ہو جانی تھی۔۔اب خدا کا واسطہ۔۔یہ بات کسی کو نہ بتانا۔۔ سمجھ آئی؟" وہ اس سے تیز لہجے میں کہہ رہی تھیں تو وہ ان کی طرف متوجہ نہیں تھی۔۔وہ تو اپنی ہی سوچوں میں گم سی تھی۔

"آپ کے پاس کوئی بھی ثبوت نہیں؟" اس نے ان کی بات مکمل نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" انہوں نے نفی میں سر ہلا کر زخمی سے انداز میں کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 1 مارچ 2022۔

عبایے اور اسکارف میں ملبوس وہ اپنی نشست سنبھالے ہوئے تھی۔۔اس کے برابر والی نشست عریشہ کی تھی۔۔

ونڈو سیٹ اسے ملی تھی۔۔نینا کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

ہوائی جہاز سے باہر اسلام آباد کو دیکھنا ایک دم توڑ دینے والا منظر پیش کر رہا تھا۔۔مارگلہ کی دلکش پہاڑیوں کے درمیان شہری زمین کی تزئین کا ایک خوبصورت منظر دکھائی دیتا۔۔سر سبز وشاداب پہاڑ۔۔دلفریب موسم۔۔اسلام آباد واقعی **"امن کا شہر"** ہے۔

"اسلام آباد! مجھے تمہارا امن یاد آئے گا۔" اس نے کھڑکی سے باہر نیچے گزرتے اسلام آباد کے خوبصورت مناظر کو دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں خود سے کہا۔

(اسلام آباد ایک ایسا شہر ہے جہاں قدرت کے کرشمے آپ سے بات کرتے ہیں۔ جہاں لوگ اپنے ساتھ ہونے والے واقعات کا گواہ قدرت کو بنا لیتے ہیں۔)

اس کی اور عریشہ کی منزل "ترکیے" تھی۔۔وہ دونوں صبح سات بجے کی فلائٹ سے ترکیے کے لیے روانہ ہوئی تھیں۔۔پاکستان سے ترکیے کا سفر تقریباً چار سے پانچ گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔۔یہ سفر زیادہ لمبا نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استنبول میں آفتاب کی تیز کرنیں افق پر ہر سو رقص کرنے میں ناکام تھیں کیونکہ افق پر بادل بھی چپکے چپکے سے پھیلے تھے جوان کرنوں کو پوری طرح سے افق پر بکھرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ارد گرد چلتی تیز اور کرکری ہوا دل کو سکون فراہم کر رہی تھی۔

یہ منظر تھا ترکیے کی خفیہ فوجی بیس کا جو براق یامان کو ملی تھی۔

وہ دونوں اس کے آفس میں موجود تھے۔۔وہ میز کے ساتھ رکھی کرسی پر براجمان تھا۔۔نیلی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔۔فوجی وردی میں ہمیشہ کی طرح اس کا رعب ودبدبہ بڑھ جاتا۔

میز کی دوسری جانب رکھی دونوں کرسیوں پر ایلدار اور احمت براجمان تھے۔وہ اس کی بات غور سے سننے میں محو تھے اور وہ اپنی بھاری آواز میں ان سے سنجیدگی سے کہے جا رہا تھا۔

"جہاں تک مجھے اطلاع ملی ہے۔۔مرات کا اگلا حدف۔۔

İstinye Park Alışveriş Merkezi(شاپنگ مال) ہے۔۔جہاں وہ خود بھی موجود ہوگا۔"ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچے وہ سنجیدگی سے انہیں آگاہ کر رہا تھا۔

"آپ کو یہ خبر کس نے دی؟"

احمت نے تجسس سے بھری نگاہوں سے براق کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں اپنے دشمن کی ہر بات سے واقف ہوں۔"اس نے فاتحانہ انداز میں شانے اچکائے۔

یہ سن کر ایلدار اور احمت لاجواب ہوئے۔

"اب میری بات غور سے سنو۔"چند لمحوں کی خاموشی کے بعد براق اپنی کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوا اور ان دونوں سے کہا۔

اور پھر اس نے ان دونوں کو وہ پلان بتانا شروع کیا۔۔ جس کو سن کر ان دونوں نے دل ہی دل میں یہ اعتراف کیا کہ براق ان کی سوچ سے بھی زیادہ دانشور اور ذہین تھا۔۔جو کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر تھا استنبول ائیر پورٹ کا۔۔ جیسے ہی ہوائی جہاز استبول کے قریب پہنچا۔۔ شہر کی اسکائی لائن کے دلکش نظارے اور آبنائے باسفورس کے چمکتے ہوئے پانی کے ساتھ ساتھ جدید فلک بوس عمارتوں نے ان کا استقبال کیا۔

نینا نے **"چاروں موسموں کی سرزمین"** پر اپنا پہلا قدم رکھا۔اس نے ارد گرد ایک بے حد خوبصورت نگاہ دہرائی۔

یہ ترکیے تھا۔

سلاطین کا وطن ترکیے۔

وہ دونوں استنبول ائیر پورٹ پر موجود تھیں۔مسافروں کی ارد گرد ہلچل مچی تھی۔۔ٹرمینل پر بھی لوگوں کا رش تھا۔۔ماحول میں اسپیکر سے ہونے والے مختلف اعلانات کی آواز مسافروں کے شور کے ساتھ مل جاتی۔استنبول کے یورپی جانب ائیر پورٹ کا اسٹریٹجک مقام مسافروں کو شہر کے مرکز اور اس سے باہر تک آسان رسائی فراہم کرتا۔

وہ قدم بڑھا رہی تھی۔۔اس کا اس سر زمین پر لینے والا ہر قدم اس کی زندگی میں ایک کے بعد ایک نئی تبدیلی لانے والا تھا۔۔یہ اسے جلد ہی معلوم ہو جانا تھا۔

نینا کے ساتھ قدم ملاتی گھٹنوں تک آتی شرٹ اور جینز میں ملبوس عریشہ بھی ارد گرد کے ماحول سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔اس نے اپنے بالوں کی ایک پونی بنائی ہوئی تھی۔

یہاں ائیر پورٹ پر **"سیودا ازدمیر"** ان کا انتظار کر رہی تھی۔وہ سیاحوں کی گائیڈ تھی۔۔اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے نینا کو ڈاکومنٹری بنانے میں بھی مدد کرنی تھی۔

وہ دونوں ایک بینچ کی جانب بڑھیں جہاں ان کی نگاہیں کچھ ہی فاصلے پر کھڑی سیودا ازدمیر سے جا ملیں۔

وہ نینا کو دیکھ کر کافی خوش دلی سے مسکرائی اور ان کی جانب تیز قدموں کے ساتھ بڑھی۔۔اس کے کندھے تک آتے سنہرے رنگ کے بال ایک جوڑے میں بندھے تھے۔۔وہ ہلکے گلابی رنگ کے لانگ فراک میں ملبوس تھی۔۔وہ کافی خوش شکل تھی۔

لیکن!

نینا کے سامنے عریشہ اور سیودا کا حسن ماند پڑ جاتا۔۔کیونکہ نینا تھی ہی ایسی۔۔

پرکشش اور منفرد۔

"مرحبا! نینا۔" اس کے قریب آتے ہی اس نے کافی پرجوشی سے کہا۔

"مرحبا! مرحبا۔" نینا نے بھی اتنی ہی پرجوشی سے اسے کہا۔

سیودا کی آنکھیں سبز رنگ کی تھیں جن میں آج کافی چمک موجود تھی۔۔کچھ دیر ان سے سفر کے متعلق معمولی سی بات چیت کرنے کے بعد وہ اب ان دونوں کو لے کر ائیرپورٹ سے باہر نکلی۔

ائیرپورٹ سے باہر ان تینوں کے لیے ایک ٹیکسی کھڑی تھی۔

سیودا ٹیکسی کی جانب بڑھی۔۔اور پھر ان دونوں کو بھی وہاں آنے کا اشارہ کیا۔۔ان دونوں نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔آنکھوں آنکھوں میں ہی ٹیکسی میں روانہ ہو جانے کی ہامی بھری اور ٹیکسی کی جانب بڑھیں۔

(ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد سیودا نے انہیں ہوسٹل چھوڑنا تھا۔۔ہوسٹل پہنچنے سے پہلے ٹیکسی میں ہی نینا نے حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب کو فون کیا اور انہیں یہ بتایا کہ وہ ترکیے پہنچ گئی ہے۔۔ اور چند منٹ مزید اس نے ان سے بات کی۔۔پھر فون رکھ دیا۔

وہ دونوں چیئرز ہوسٹل میں ٹھہری تھیں۔چیئرز ہوسٹل استنبول میں سلطان احمت میں ایک بہترین اور خوبصورت مقام پر واقع ہے۔چند مشہور اور دلکش مقامات جیسے آیا صوفیہ، نیلی مسجد اور توپکاپی پیلس اس سے صرف ایک دو منٹ کی دوری پر ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کی تاریکی میں چاند کی روشنی پول میں موجود نیلے پانی کو چمکنے کا موقع دے رہی تھی۔

ارد گرد مچلتی ہوا تروتازگی فراہم کر رہی تھی۔ایسے میں وہ نیٹٹوریم میں موجود تھی۔

اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں ٹکائے وہ پول کے پانی کے اوپر رقص کرتی چاند کی دلفریب چمک کو دیکھ رہی تھی۔ سنہرے بال ڈھیلی سی پونی میں بندھے تھے۔۔نیلی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ڈوبی سی لگتیں۔

براق وہاں سے گزر رہا تھا۔۔وہ سیاہ رنگ کے ٹراؤزر اور سفید رنگ کی ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔۔اس کا حلیہ دیکھ کر یہ صاف معلوم ہوتا کہ وہ بس سونے جا رہا تھا۔۔اور ایسا ہی تھا۔۔وہ سونے ہی جا رہا تھا لیکن تب ہی اس کی نظر میرائے کی جانب گئی۔

چند سیکنڈ کے لیے اس کے قدم رکے۔۔کچھ سوچا۔۔اور پھر وہ اس کی جانب بڑھا۔

"کیا کر رہی ہو میرائے؟"اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے پوچھا تو وہ یک دم اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر نکلی۔

"کچھ نہیں بس یونہی بیٹھی ہوئی تھی۔"اس نے ابرو اچکائے اور وہ کھڑی ہونی لگی جب براق نے اسے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔

وہ وہیں بیٹھی رہی۔۔ براق بھی اس کے برابر میں آکر بیٹھا۔

"evet(ٹھیک ہے۔)"اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ کسی وجہ سے پریشان ہے۔

"ایسی کون سی بات ہے جو تمہیں پریشان کر رہی ہے؟"چند لمحے بعد اس نے پوچھا تو وہ چونکی۔

"ک۔۔ کوئی بات نہیں ہے۔"اس نے ہچکچاتے ہوئے جھوٹ بولنے کی کوشش کی لیکن وہ یہ بھول گئی تھی کہ براق یامان کے سامنے جھوٹ بولنا بہت مشکل کام ہے۔

"ایوت! تو تمہارا ویلفیر سنٹر کیسا جا رہا ہے؟۔۔ آج کل تم وہاں بہت کم جاتی ہو؟"اس نے پوچھا تو اس کے اعصاب تنے۔۔ وہ اس سے نظریں پھیر کر پول کے پانی کو دیکھنے لگی۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔ بس آج کل مصروفیات بڑھ گئی ہیں۔"اس نے شانے اچکائے اور نظریں جھکائی رکھیں۔ براق کے چہرے پر ایک نرم مسکراہٹ قائم ہوئی۔

"مصروفیات؟ کیسی مصروفیات؟"اس نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔ وہ میرائے سے ہمیشہ یونہی دوستانہ انداز میں بات کرتا۔

"ام۔۔ وہ۔۔"

وہ کچھ کہہ نہ سکی کیونکہ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اسے کیا جواب دے۔

"میرائے! میں تم سے ایک بات کہوں؟" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا تو اس نے یک دم اسے دیکھا۔۔ میرائے کو اس کے انداز میں اس بار کچھ مختلف لگا۔

"ایوت! ایوت!۔" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔ دل کی دھڑکنیں کچھ تیز ہوئیں۔۔ جیسے وہ کچھ گھبرا سی گئی ہو۔

"کیا تم مجھے سچ بتاؤ گی؟" اور اگلے سوال کو سن کر وہ مزید گھبرا گئی۔

"ک۔۔ کیسا سچ؟" اس نے بمشکل آواز نکالی۔

"ایوت تو تم مت بتاؤ۔۔ میں خود ہی بتا دیتا ہوں۔" اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھے بغیر بے حد گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

(لیکن اسے دل ہی دل میں شک ہو گیا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔۔ مگر پھر بھی اپنی تسلی کے لیے اس نے پوچھا۔)

"ایلدار۔" اور یہ نام سن کر وہ بالکل ساکت سی رہ گئی۔۔ براق اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ چہرے پر ابھی بھی ایک ہلکی سی مسکراہٹ قائم تھی۔

"بتاؤ کیا تم ایلدار کو نہیں چاہتی؟" اور اس نے پر سکون لہجے میں پوچھا۔

وہ چند لمحے خاموش رہی۔۔ ارد گرد دیکھا اور ایک گہری سانس لی۔

"آبے! وہ۔۔" وہ کہتے کہتے رکی۔۔ نظریں پھیریں اور بالکل خاموش رہی۔

"اوہ! تو تم مجھ پر بالکل اعتبار نہیں کرتی۔"اس نے تاسف سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"Hayır (نہیں! نہیں) آبے۔۔مجھے اعتبار ہے آپ پر۔"اس نے فوراً کہا۔

"تو پھر بتاؤ کیا سچائی ہے؟"اب کی بار اس نے چند لمحے کچھ سوچا۔

"ایوت! یہ سچ ہے۔"پھر صاف صاف کہہ ڈالا۔

وہ اب نظریں جھکائے اس سننے کی منتظر تھی جواب اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"ایلدار بہت اچھا لڑکا ہے۔۔ تمہیں اس سے بہتر شخص کبھی نہیں مل سکتا۔"اور یہ سن کر وہ حیران ہوئی۔۔ساتھ ساتھ اس کے دل میں خوشی کی بھی کئی لہریں دوڑیں۔۔

شاید وہ یہ بھول گئی تھی کہ وہ جس سے مخاطب تھی وہ براق یامان تھا

حیران کر دینے میں ماہر۔

"آبے!۔۔تو کیا آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں؟" براق نے مزید کچھ نہ کہا تو اس نے پوچھا۔۔

اب کی بار اس کا لہجہ کچھ آرام دہ تھا۔۔ہر قسم کے خوف سے دور۔

"نہیں۔۔بس مجھے یہ دکھ ہے کہ تم نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا۔"اس نے تاسف سے کہا۔

"مجھے معاف کر دیں۔"اس نے فوراً نرم لہجے میں کہا۔۔ براق کو وہ اس وقت بہت معصوم لگی۔۔وہ فوراً مسکرایا۔

"کوئی بات نہیں میرائے۔۔ تم بس یہ بتاؤ کہ آخر تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔۔ کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں رہا؟" اس نے اب کی بار اس کے کندھے نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"نہیں آبے! ایسی بات نہیں ہے۔۔ مجھے تو۔" وہ روانی میں کہتے ہوئے ایک دم رکی۔۔ جیسے اسے مزید کچھ نہیں کہنا تھا۔

"تو کیا؟" اور وہ مزید سننا چاہتا تھا۔

"مجھے تو ایلدار نے منع کیا تھا۔" ایک گہری سانس لے کر اس نے دھیمے لہجے میں کہہ ڈالا۔

"چچ!۔۔ کیوں؟" اس نے سر جھٹکا۔۔ اس کا جواب وہ بھی ٹھیک سے نہیں جانتی تھی۔

"کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ پہلے وہ financially stable ہو جائے۔" چند لمحے اس سوال کا جواب سوچنے کے بعد اس نے کہا۔۔

(اسے یاد تھا۔۔ ایلدار ہمیشہ اس سے یہی کہتا کہ وہ براق کو اس لیے اپنے اور میرائے کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا کیونکہ ابھی اس کے مالی حالات ایسے نہیں تھے کہ وہ شادی جیسی ذمہ داری سنبھال سکے۔)

"تمام۔۔ تم کیا چاہتی ہو؟" براق نے معمولی سے انداز میں پوچھا۔

اس کا سوال سن کر وہ خاموش رہی۔۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔

"دیکھو میرا ئے اگر وہ پہلے financially stable ہونا چاہتا ہے تو اس میں کوئی برائی نہیں۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"لیکن ہم نے کبھی کسی کو جج نہیں کیا۔۔ تو اسے ایسا کیوں لگتا ہے کہ ہم اس کو اپنے سے کمتر سمجھیں گے؟" اس نے اب کی بار اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بے حد دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"ہر کسی کی کچھ ویلیوز ہوتی ہیں۔۔ کچھ preferences ہوتی ہیں۔۔ ہمیں انہیں چیلنج نہیں کرنا چاہیے۔" اس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تمام!۔۔ آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔" کچھ سوچنے کے بعد اس نے کہا۔۔ وہ اس کی بات سمجھ رہی تھی۔

"میں ہمیشہ صحیح کہتا ہوں۔" شانے اچکاتے ہوئے اس نے ہمیشہ کی طرح بہت اعتماد سے کہا۔۔ وہ مسکرائی۔

"کیا میں ایلدار کو بتا دوں کہ آپ جانتے ہیں ہمارے بارے میں؟"

"اس کا فیصلہ تم خود کرو۔" اور یہ سن کر اس کے چہرے پر سوچ کی لکیریں واضح ہوئیں۔

"اگر ایلدار کو معلوم ہوا کہ براق آبے ہمارے بارے میں جانتے ہیں تو اسے یہی لگے گا کہ میں نے انہیں بتایا اور پھر وہ مجھ پر کبھی اعتبار نہیں کرے گا۔۔ اس لیے۔"

"تو کیا فیصلہ کیا تم نے؟" وہ سوچ ہی رہی تھی کہ تب ہی براق نے پوچھا۔

"میں ایلدار کو نہیں بتاؤں گی۔" اس نے سر دھیرے سے نفی میں ہلا کر اپنا فیصلہ سنایا۔

"تمام!۔۔ جیسے تمہاری مرضی۔" اس نے بے حد خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔۔اور پھر نرمی سے اس کے کندھے تھپتھپا دیے۔

براق سے بات کر کے میرائے کے دل پر بوجھ کافی کم ہو گیا تھا۔پہلے وہ اپنے ذہن میں چلنے والے انتشار سے اس قدر پریشان ہو گئی تھی کہ اسے سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔۔ کیا براق کو بتائے؟

اور پھر جب اسے معلوم ہوا کہ براق ان دونوں کے بارے میں جانتا ہے اور اسے کوئی اعتراض بھی نہیں۔۔ تو اس کا دل یک دم بہت ہلکا ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 3 مارچ 2022۔

İstinye Park Alışveriş Merkezi

آج اس کا ترکیے میں تیسرا دن تھا۔پہلے دن تو وہ کہیں نہیں جا سکی اور دوسرے دن بھی وہ ہوسٹل میں ہی رہی۔۔ سفر کی وجہ سے کافی تکان ہو گئی تھی اسے بھی اور عریشہ کو بھی۔ لیکن آج سیودا کے ساتھ وہ دونوں استنئے پارک کے ایک شاپنگ مال میں آئی تھیں۔۔

نینا کو یہاں ترکیے کے بارے ڈاکومنٹری کے لیے کافی معلومات اکٹھی کرنی تھیں۔۔یہاں ایسی بہت سی چیزیں تھیں جن کے بارے میں وہ اپنی ڈاکومنٹری میں لکھ سکتی تھی۔۔اور عریشہ تو یہاں صرف اور صرف شاپنگ کے لیے آئی تھی۔

(استنئے پارک استنبول کے استنئے کوارٹر میں ایک شاپنگ سنٹر ہے۔۔جہاں 291 سٹورز ہیں اور ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔۔اس کے ساتھ ساتھ اس میں چار سطح کی زیر زمین پارکنگ ہے۔

مرکز میں بند اور کھلی ہوا والے دونوں حصے ہیں۔۔اوپن ایریا سیکشن میں ایک سبز مرکزی پارک ہے جو سڑک کے کنارے خریداری کی پیشکش کرتا ہے۔۔اور مرکز میں ایک مستند ترک فوڈ بازار بھی شامل ہے۔۔جو ایک روایتی ترک بازار ہے۔۔جو ترکی کے فن تعمیر اور تاریخ سے متاثر ہے۔)

افق پر سورج آج زور و شور سے چمک رہا تھا۔۔روئی کی مانند سفید بادل چپکے چپکے سے نیلے افق پر لہراتے۔۔بادلوں کو آج سورج سے مات مل چکی تھی۔ارد گرد چلتی ہوئی ہوا زیادہ تیز نہیں تھی۔

نینا آج ایک میرون کلر کے عبایے اور ہلکے گلابی رنگ کے سکارف میں ملبوس تھی۔۔چہرہ میک اپ سے خالی تھا پھر بھی اس کی بڑی سیاہ آنکھیں۔۔سفید صاف اور شفاف رنگت۔۔اور گلابی رخسار حسن کا پیکر تھے۔

وہ اپنے ہاتھ میں ایک نوٹ بک تھامے ارد گرد کی اشیاء کا مشاہدہ کرتی اور ان کے بارے میں اہم نکات اپنی نوٹ بک میں لکھ لیتی۔ دوسری جانب عریشہ اور سیودا شاپنگ میں مصروف تھیں۔۔ سیودا کچھ منٹوں بعد اس کے پاس آتی اور اسے ارد گرد کی کچھ اشیاء کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات دیتی اور پھر دوبارہ شاپنگ میں لگ جاتی۔

وہ تینوں شاپنگ مال کی بالائی منزل پر تھے۔۔ارد گرد لوگوں کا رش تھا۔۔ بالائی منزل پر موجود کھڑکیوں سے سورج کی روشنی اندر آ کر ہر سو رقص کر رہی تھی۔

"سیودا! اب نیچے چل کر چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔۔ یہاں پر اور کچھ خاص نہیں ہے۔" عریشہ ہینگر میں لٹکے ایک لمبے فراک کو دیکھتی ہوئی منہ بناتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"تمام تمام!۔" سیودا نے ہامی بھرتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں نینا کے پاس گئیں جو ان دونوں سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑی تھی۔ انہوں نے اسے بتایا کہ اب انہیں شاپنگ مال کی سب سے آخری منزل پر جانا ہے۔۔اس نے نوٹ بک اور پین اپنے سیاہ رنگ کے ہینڈ بیگ میں ڈالی۔۔اور ان دونوں کے ساتھ چلنے لگی۔

سورج کی تیز روشنی کھڑکی سے گزرتی ہوئی یک دم اس کے چہرے سے ٹکرائی تھی۔۔اس کا چہرہ مزید کھل اٹھا تھا۔

وہ تینوں شاپنگ مال کے اوپری حصے کے مرکز میں واقع لفٹ کی جانب بڑھیں۔۔اس لفٹ کو ایک کشادہ ایٹریئم نے گھیرا ہوا تھا جو جدید تعمیراتی عناصر جیسے چیکنا شیشے کے پینل۔۔ پالش دھات کے ایکسنٹز۔۔اور عصری لائٹنگ فکسچر سے مزین تھا۔

لفٹ کے چوڑے دروازے کھلے۔۔ان تینوں کے ساتھ دو تین افراد بھی لفٹ میں داخل ہوئے۔۔لفٹ کو اندر سے اعلیٰ معیار کے دھات جیسے برش شدہ دھات سے اور آرائشی فنش سے مزین کیا گیا تھا۔۔اس کو اندر سے وسیع و عریض دکھانے کے لیے آئینے کو حکمت عملی کے ساتھ رکھا گیا تھا۔

لفٹ چل پڑی تھی۔۔نینا اس دوران خاموشی سے کھڑی رہی۔۔ لیکن عریشہ اور سیودا ایک دوسرے سے باتوں میں مصروف رہیں۔۔ سیودا کی کچھ ہی دنوں میں ان سے بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی۔۔وہ کافی نرم مزاج اور ہر کسی کے ساتھ دوستانہ انداز اپنانے والی لڑکی تھی۔۔

نینا عریشہ کی طرح بہت زیادہ باتونی نہیں تھی اسی لیے وہ ان دونوں کی باتیں خاموشی سے سن رہی تھی اور کبھی کبھی وہ دونوں اس سے بھی اپنی گفتگو کے دوران کچھ پوچھ لیتیں تو وہ اس کا مختصر سا جواب دے دیتی۔

چند منٹوں بعد لفٹ اپنی منزل پر آ کر رکی۔۔ لفٹ کے دروازے سیدھا سب سے آخری والے فلور میں کھلے تھے۔۔وہ تینوں چونکہ لفٹ میں سب سے آگے کھڑی تھیں۔۔اسی بنا پر وہ تینوں سب سے پہلے لفت سے نکلیں۔۔

اور لفٹ سے نکل کر سامنے کا منظر دیکھ کر ان کے قدم زنجیر ہوئے۔

لفٹ میں موجود باقی افراد بھی باہر نکلے اور وہ بھی سامنے کا منظر دیکھ کر بالکل ساکت سے رہ گئے۔

وہاں ہر طرف خوف کی فضا قائم تھی۔۔ہر سو خطرہ ہی خطرہ تھا۔

سیاہ لباس میں بہت سے نقاب پوش آدمی وہاں موجود تھے جنہوں نے اپنے ہاتھوں میں مشین گنز اٹھائی ہوئی تھیں۔اور وہ مشین گنز انہوں نے وہاں موجود ہر شخص پھر خواہ وہ آدمی ہو ۔۔عورت ہو یا کوئی بزرگ۔۔ان کے سروں پر تان رکھی تھی۔

"hareket etme (ہلنا مت!)۔"ان نقاب پوش افراد میں سے ایک آدمی ان تینوں کو دیکھ کر چلایا۔نینا اور عریشہ کچھ سمجھ نہ سکیں۔۔ان دونوں نے ناسمجھی سے ساتھ کھڑی سیودا کو دیکھا۔

"وہ کہہ رہے ہیں یہاں سے ہلنا مت۔"اس نے سرگوشی کرنے والے انداز میں سہم کر کہا۔

ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کچھ نقاب پوش افراد ان تینوں کی جانب بڑھیں۔۔اور ان تینوں کے ساتھ ساتھ لفٹ سے نکلنے والے باقی لوگوں کے ہاتھ بھی انہوں نے پیچھے کی طرف باندھ دیے۔۔کسی نے کوئی مزاحمت نہ کی۔۔اس وقت مزاحمت کرنے کی کسی میں ہمت نہ تھی سوائے اس کے۔۔

باقیوں کی طرح ان میں سے ایک نقاب پوش آدمی نے نینا کے سر پر بھی مشین گن تان دی۔۔

وہ کچھ نہ بولی۔۔ لیکن طیش کے عالم میں اس کی سانس پھول رہی تھی اور آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔

"اگر کسی نے پولیس کو بلانے کی کوشش کی تو انجام کا ذمہ دار وہ خود ہو گا۔" ان نقاب پوش افراد میں سے ایک نے بلند آواز میں سب لوگوں کو تنبیہ کی۔

سب لوگوں پر لرزا طاری ہو چکا تھا۔۔ ہر کوئی سہم کر ایک دوسرے کو دیکھ رہا تھا۔۔ ایسے میں اگر کسی کے چہرے پر خوف کی لہریں موجود نہیں تھیں تو وہ "نینا احسن" تھی۔

اور پھر اوپر والے فلورز سے بھی لوگوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں آنا شروع ہوئیں۔۔ جس سے یہ بات سب کو سمجھ آگئی تھی کہ یہ پورا مال ان لوگوں نے اپنے کنٹرول میں لے لیا تھا۔

"کون ہو تم لوگ؟" وہ شخص جو نینا کے سر پر مشین گن تانے ہوئے تھا۔۔ اس سے نینا نے انگریزی میں سخت لہجے میں پوچھا۔۔ اس کے ہاتھ ابھی بھی بندھے ہوئے تھے۔

"لڑکی! تمہیں معلوم ہو جائے گا جلد ہی۔۔ جب ہم تم سب کو یہاں موت کے گھاٹ اتار کر چلے جائیں گے۔" اس شخص نے ترک زبان میں ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا جس کی سمجھ نینا کو بالکل نہ آئی۔۔ اس نے ہاتھ چھڑانے چاہیں لیکن اس شخص کی گرفت مزید مضبوط ہو گئی۔

تب ہی کسی کے قدموں کی آہٹ کی آواز آئی۔۔ ان نقاب پوش افراد کے ساتھ باقی ڈرے سہمے لوگ بھی بائیں جانب متوجہ ہوئے۔

چھ فٹ لمبا قد۔۔سیاہ شرٹ کے اوپر سیاہ لیدر کی جیکٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس براق یامان ان کی طرف ایک فاتحانہ انداز میں آ رہا تھا۔۔اس کے سنہرے بال ہمیشہ کی طرح جیل سے ایک طرف کو سیٹ کیے ہوئے تھے۔۔نیلی آنکھوں میں آج کچھ خاص تھا۔ایک امید۔

کسی کو فتح کر لینے کی امید!۔

لیکن وہ یہاں تنہا نہیں تھا۔

اس کے ساتھ ایلدار از جان بھی تھا۔۔ماتھے پر بکھرے سیاہ بال۔۔گہرے بھورے رنگ کا لانگ کوٹ اور سیاہ جینز زیب تن کیے۔۔وہ بھی خاصا پر جوش لگ رہا تھا۔

ان دونوں کو اپنے قریب آتا دیکھ کر وہ نقاب پوش افراد چوکنا ہوئے۔۔انہوں نے آنکھوں آنکھوں میں ہی ایک دوسرے کو اشارہ کیا۔۔جیسے وہ اسی کے منتظر ہوں۔

"ایلدار! دیکھ رہے ہو تم شکاری خود اپنے جال میں آ پھنسا ہے۔" براق نے ایک آنکھ دباتے ہوئے ان نقاب پوش افراد کا تمسخر اڑانے والے انداز میں کہا۔

"وہی دیکھ رہا ہوں براق بے!۔"اس نے بھی معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

ان دونوں کی نگاہیں اب ان نقاب پوش افراد پر ٹکی تھیں۔

"sen!(تم!۔)" براق اپنی بھاری آواز میں ان نقاب پوش افراد سے مخاطب ہوا۔

(سب نقاب پوش افراد کے ساتھ ساتھ ان سب سہمے ہوئے لوگوں کی نگاہیں بھی اس وجیہہ اور بہادر مرد پر جمی تھیں۔)

"تم جانتے ہو آج تم لوگوں کا ماسٹر مائنڈ بھی ہمارا شکار بنے گا۔" اس نے شانے اچکاتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔۔ ایلدار معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

(لوگ حیران تھے۔۔ یہ دو افراد اتنے سارے لوگوں کا سامنا کیسے کریں گے۔)

"دیکھتے ہیں کون کس کا شکار بنتا ہے۔" ایک نقاب پوش افراد نے تنفر سے کہا۔

نینا براق سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑی تھی۔۔ چونکہ وہ لوگ آپس میں ترک زبان میں بات کر رہے تھے اس لیے وہ ان کی باتیں سمجھ نہ سکی۔۔

لیکن اسے یہ تو معلوم تھا کہ وہ ایک دوسرے سے باتوں میں مصروف تھے۔۔ اور یہ اس کے لیے اچھا موقع تھا۔۔ اور اس نے اس موقع کا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی کی۔۔

اس نے اپنی سیاہ ہائی ہیلز اس نقاب پوش شخص کے پاؤں پر دے ماری جو اس کے سر پر مشین گن تانے کھڑا تھا۔ وہ شخص یک دم بوکھلا سا گیا۔۔

براق کی نظریں اس لڑکی پڑ گئیں جو اب مال کے دروازے تک بھاگ رہی تھی۔۔ اس نے دو قدم آگے بڑھائیں اور پھر رک گیا۔۔

ان نقاب پوش افراد میں سے ایک شخص نے نینا کو اپنی پوری قوت کے ساتھ بازو سے پکڑ لیا۔۔ اس کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ نینا نے تکلیف سے آنکھیں میچ لیں۔۔

اس نقاب پوش شخص نے نینا کو فرش کی طرف زور سے پھینکا۔۔وہ گھٹنوں کے بل فرش پر جا گری۔۔ جسم میں یک دم شدت سے درد کی لہر دوڑی۔

اس نقاب پوش آدمی نے نینا کے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھے اور اپنی گرفت میں لے لیے۔۔ پھر اپنے ہاتھ میں پکڑی مشین گن اس کے سر پر تان دی۔۔اس نقاب پوش شخص کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ابھر آئی۔

"تمہیں بھاگنے کا بہت شوق ہے۔"وہ ترک زبان میں کہہ رہا تھا۔۔ لیکن نینا خوب سمجھ رہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔

"چلو یہاں کی تباہی کی شروعات ہم تم ہی سے کرتے ہیں۔"وہ قہقہ لگا کر ہنسا۔۔ یہاں موجود سہمے ہوئے لوگوں پر اب مزید لرزہ طاری ہو گیا تھا۔

"bir! Iki!üç!(ایک!دو!تین!۔)"اس نقاب پوش شخص نے گنتی شروع کی۔

اور پھر اس نے مشین گن لوڈ کرنا شروع کی۔۔ عریشہ یہ دیکھ کر یک دم چلائی لیکن ایک نقاب پوش شخص نے اس کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔۔وہ ہربرا کر رہ گئی۔

نینا کے سر پر مشین گن تانے اس نقاب پوش آدمی نے اب مشین گن کے ٹریگر پر انگلی رکھی۔۔ اب صرف ایک زوردار آواز کی دیر تھی۔۔

جونیناحسن کی اس دنیا سے تمام راہیں جدا کردینے والی تھی

جونینا کے وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینے والی تھی۔

نینا نے آنکھیں میچ لیں اور ایک گہری سانس لی۔۔آنکھیں کھولیں۔۔اس کا چہرہ بے خوف تھا۔اس کی اس بے خوفی اور بہادری کا براق دور سے مشاہدہ کرر رہا تھا۔۔دل ہی دل میں کئی ستائشی جملے اس نے اس بہادر لڑکی کے لیے کہہ ڈالے۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔"

اور یہ وہ الفاظ تھے جونینا کی زبان سے خود بخود ادا ہوئے۔۔اس کے دل میں ایک سکون سا مچلنے لگا۔۔وہ زیر لب مسکرائی۔۔وہ اس دن سے نہیں خوف کھاتی تھی۔۔

(آخر وہ شخص موت سے کیسے خوف کھا سکتا ہے جو ساری زندگی اپنی آخرت کی فکر کرتا ہو۔۔اور جو اپنی آخرت کی بہتری کے لیے ہی ہر کام کرتا ہو۔)

اور پھر وہ زوردار اور بھیانک آواز پورے مال میں گونج اٹھی۔۔اسے تیز گرم سلاخ سی سینے میں گھستی محسوس ہوئی۔۔ عریشہ اور سیو دا زور سے چلائیں۔۔صرف وہ دونوں ہی نہیں۔۔ وہاں موجود تمام ڈرے سہمے لوگ بھی چلائے۔

مشین گن سے گولی چل چکی تھی۔۔

اس زوردار اور بھیانک آواز نے اس کی تمام راہیں اس دنیا سے جدا کردی تھیں۔

سرخ خون فرش پر بہنے لگا تھا۔

"اگر ظلم کے خلاف کوئی بھی شخص آواز نہ اٹھائے تو یہ معاشرہ انسانوں کے رہنے کے لیے نہیں ہے بلکہ جانوروں کے لیے ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آفتاب کی کرنیں اور ارد گرد چلتی ہوا کھڑکیوں کے پردوں سے گزر کر کمرے میں پھیل رہی تھی۔۔پردے باہر چلنے والی ہوا کے باعث لہرا رہے تھے۔

حلیمہ صاحبہ اپنے کمرے میں موجود تھیں۔۔فرش پر جائے نماز بچھائے انہوں نے سلام پھیرا۔۔وہ ظہر کی نماز پڑھ چکی تھیں۔

اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لیے انہوں نے ہاتھ اٹھائے۔۔اور کچھ لمحے دعا کرتی رہیں۔دل کو اچانک ایک عجیب سی ٹھیس پہنچی۔۔انہوں نے بے اختیار اپنا ہاتھ سینے پر رکھا۔۔آنکھوں کے سامنے سے نینا کی تصویر گزری۔

"اللہ! میری بیٹی کی حفاظت فرما۔"

ان کے دل پر یک دم بہت سا بوجھ پڑ گیا تھا۔۔پہلے آنکھیں نم ہوئیں اور پھر ان کی آنکھیں برسنا شروع ہوئیں۔۔جیسے کچھ تھا جو ان کے دل نے محسوس کر لیا تھا۔

(نینا کے ہمیشہ اس طرح سے دوسرے ملک جانے پر وہ یونہی پریشان اور اداس رہتیں۔۔ لیکن آج وہ اس کے لیے کچھ زیادہ ہی پریشان ہو رہی تھیں۔)

وہ ماں تھیں۔۔اپنی اولاد کی تکلیف انہیں کیسے محسوس نہیں ہو سکتی تھی؟

وہ اب اپنے آنسو دوپٹے سے صاف کرتے ہوئے تسبیح کے دانے گرانا شروع ہوئیں۔۔اور نہ جانے کتنی دیر وہ یونہی تسبیح کے دانے گراتی رہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر اس ویلفئیر سینٹر کا تھا جہاں وہ کافی دنوں سے نہیں آئی تھی۔۔اور شاید آج بھی نہ آتی اگر کل اسے کسی نے یہ باور نہ کروایا ہوتا کہ وہ یہاں کافی دنوں سے نہیں آئی تھی۔

وہ کچھ دیر ورکرز سے بات کرتی رہی۔۔ یہاں کام کرنے والے ورکرز بھی اسے آج یہاں دیکھ کر کافی حیران ہوئے تھے۔۔ان کی حیرانی میرائے نے نوٹ کی تھی اور اس کا جواب بھی اس نے صاف صاف یہ ہی دیا کہ اس کی مصروفیات کافی بڑھ گئی ہیں اسی وجہ سے وہ یہاں نہیں آ سکی۔

وہ اب اپنے ویلفئیر سینٹر سے باہر نکل رہی تھی۔۔ یہ ویلفئیر سینٹر اسی کا تھا جس کی افتتاح اس نے دو سال پہلے کی تھی لیکن ابھی تک یہ صرف معمولی سی خدمات ہی انجام دے پایا تھا۔۔وجہ صرف یہ تھی کہ میرائے اس کو ٹھیک سے وقت نہیں دے رہی تھی۔

اس نے اپنی موبائل کی اسکرین کو بیزاری کے عالم میں دیکھا اور دوبارہ سے وہی نمبر ڈائل کیا

جس پر وہ کافی دیر سے ٹرائے کر رہی تھی لیکن ہمیشہ کی طرح اس بار بھی جواب موصول نہ ہوا۔

اس نے اپنی کار کا دروازہ کھولا۔۔فرنٹ سیٹ پر ڈرائیور بیٹھا تھا۔۔وہ بیک سیٹ پر بیٹھی تھی۔۔ ڈروائیور کو کار ڈرائیو کرنے کا کہا تو اس نے مؤدب سے انداز میں اثبات میں سر ہلایا اور کار ڈرائیو کرنا شروع کی۔

میرائے نے دوبارہ اس نمبر پر کال ملائی۔

"اف اللہ! نینا فون کیوں نہیں اٹھا رہی؟" جواب نہ موصول ہونے پر وہ ناگواری سے زیرلب بڑبڑائی۔

اس نے اب کی بار نینا کو بہت سے میسجز سینڈ کیے اور پھر فون کو ناگواری سے اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ دیا۔۔پھر ایک گہری سانس لی اور کھڑکی سے باہر گزرتے ہوئے مناظر دیکھنے لگی۔

(نینا نے اسے بتایا تھا کہ ہو ترکیے آگئی ہے۔۔اسی لیے وہ اسے بار بار کال کر رہی تھی تاکہ اس سے مل سکے لیکن اب اس کے یوں فون نہ اٹھانے پر اس کا دل کافی دکھا تھا۔۔وہ کیا جانے کہ وہ فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھی۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سرخ خون کی لہریں فرش پر بہہ رہی تھیں۔وہ شخص زمین پر گرا ہوا تھا۔۔یہ وہی نقاب پوش شخص تھا جو نینا کے سر پر مشین گن تانے ہوئے کھڑا تھا۔

نینا کے چہرے پر اس وقت حیرانی اور بے یقینی کے ملے جلے تاثرات نے گھر کیا ہوتھا۔۔اسے اس سب کی توقع نہ تھی۔۔وہ تو سمجھی تھی کہ آج اس کا آخری دن تھا۔۔

لیکن!

وہ یہ بھول گئی تھی کہ جب تک خدا نہ چاہے کوئی کسی کو موت یا زندگی نہیں دے سکتا۔

کچھ لمحے پہلے۔

"bir! Iki!üç!(ایک!دو!تین!۔)"

اس نقاب پوش شخص نے گنتی شروع کی۔

کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر کھڑا براق یہ منظر دیکھ رہا تھا۔۔اس نے اس لڑکی کو بھی دیکھا جو بالکل بے خوف تھی۔۔اس نے ابرو اچکاتے ہوئے ایلدار کو آنکھ سے اشارہ کیا۔۔ایلدار سب سمجھ گیا تھا۔

ایلدار نے ایک گہری سانس لی اور چھوٹے چھوٹے قدم لیتا آگے کو بڑھا۔۔ براق پیچھے ہی رہا اور پھر وہ بھی چھوٹے قدم لیتا اتنا پیچھے کو گیا کہ سب کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔۔

اس وقت سب کی نظریں نینا اور اس پر مشین گن تانے ہوئے نقاب پوش شخص پر جمی تھیں۔۔ یوں کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔

وہ اب مال کے ایک دراز سفید ستون کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔۔اپنی جیب سے پستول نکالی۔۔اور پھر اس شخص کا نشانہ باندھا جو نینا کے سر پر مشین گن تانے کھڑا تھا۔

براق نے ٹریگر پر ہاتھ رکھا۔۔اور پھر گولی چلادی۔۔ایک زوردار اور دل دہلا دینے والی آواز مال میں گونجی تھی۔

یہ آواز سن کر نینا بھی یک دم کانپ سی گئی تھی۔۔اسے یوں دیکھ کر براق زیر لب مسکرایا۔

وہ گولی سیدھا اس نقاب پوش شخص کے سینے کو چیرتے ہوئے گزری تھی۔۔وہ حواس باختہ سا ہو کر فرش پر جا گرا۔۔اس کی موت موقع پر ہی واقع ہو گئی۔

"آخر براق کے نشانے سے کون بچ سکتا تھا۔"

نینا نے چہرہ موڑ کر اس شخص کو دیکھا جو اس کا **"محسن"** تھا۔۔وہ شخص جسے اللہ نے اسے بچانے کے لیے **"وسیلہ"** بنا کر بھیجا تھا۔

سیاہ آنکھوں نے پہلی بار ان نیلی آنکھوں میں دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔۔لیکن۔۔وقت تھما نہیں۔۔وقت تھم بھی نہیں سکتا تھا۔۔ہر طرف ابھی بھی خوف پھیلا تھا۔

نینا فرش سے اٹھی اور کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر کھڑیں سیودا اور عریشہ کے پاس بھاگی۔

براق اسے یونہی چند لمحے دیکھتا رہا۔وہ حیران تھا کہ یہ لڑکی موت کو اپنے اتنا قریب دیکھنے کے باوجود گھبرائی نہیں۔۔

دل نے ایک بار پھر کئی ستائشی جملے اس لڑکی کے لیے کہہ ڈالے۔

عریشہ اور سیودا کے پاس نینا اس لیے بھاگی تھی کیونکہ وہ نقاب پوش افراد جنہوں نے سیودا اور عریشہ کے اوپر نظر رکھی ہوئی تھی۔۔وہ اب براق کی طرف متوجہ تھے۔۔صرف یہی نہیں ۔۔باقی نقاب پوش افراد بھی اب براق یامان کی طرف ہی متوجہ تھے۔

ایلدار بھی اب براق کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔۔دونوں کے ہاتھوں میں پستول تھی۔۔براق کی نیلی آنکھیں اب سرخ تھیں۔۔سفید اور شفاف چہرے پر سبز رگیں تنی ہوئی تھیں۔

تب ہی مال کے داخلی دروازے جہاں پر کئی نقاب پوش افراد راستہ روکے ہوئے تھے۔۔اس طرف سے بہت سی گولیاں چلنے کی آواز گونجی۔۔ساتھ ہی لوگوں کے چلانے کی آواز بھی ماحول میں گولیوں کی آواز کے ساتھ پھیل گئی۔

مال کے داخلی دروازے کا راستہ جن نقاب پوش افراد نے روکا ہوا تھا وہ اب فرش پر زخمی حالت میں اوندھے منہ گرے تھے۔۔کچھ تو اسی وقت ہی موت کے گھاٹ اتر گئے تھے۔۔

لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو ان کے چہروں پر امید اور مسرت کی کئی لہریں دوڑیں۔

ان سب نقاب پوش افراد کی اس حالت کا ذمہ دار تھا بھوری آنکھوں والا **احمت** جو سرمئی ٹی شرٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس تھا۔۔وہ یہاں اکیلا نہیں آیا تھا۔اس کے ساتھ اور بھی بہت سے فوجی افسران تھے۔

یہ منظر دیکھ کر ایلدار اور براق کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔۔چہروں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ قائم ہوئی۔

ان سب فوجیوں نے براق۔۔ایلدار۔۔اور احمت کی رہنمائی لیتے ہوئے سب سے پہلے تو یہاں مال میں موجود عام لوگوں کو نکالا۔۔کچھ افسران مال کی اوپری منزل پر گئے اور وہاں موجود عام لوگوں کو نکالا۔

لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ نقاب پوش افراد یہ سب خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔انہوں نے بھی انہیں روکنے کی خوب کوشش کی لیکن ان کی تعداد چونکہ اب براق اور اس کی ٹیم میں موجود فوجی افسران سے کم ہو گئی تھی اس لیے وہ چاہ کر بھی کچھ نہ کر سکے۔

جن نقاب پوش افراد نے انہیں روکنے کی کوشش کی۔۔

انہیں بعد میں اپنی اس مزاحمت پر خوب پچھتاوا ہوا۔۔انہیں بری طرح لہولہان کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ ان میں چلنے پھرنے کی بھی ہمت نہیں رہی تھی۔۔

اور کچھ تو مار پیٹ کی تکلیف برداشت ہی نہیں کر سکے اور اس دنیا سے جہنم واصل کر دیے گئے۔

سب عام شہری وغیرہ شاپنگ مال سے حفاظت کے ساتھ نکال لیے گئے تھے۔کوئی عام شخص اب اس مال میں موجود نہیں تھا۔

اگر کوئی مال میں موجود تھا تو وہ تھے چند نقاب پوش افراد اور براق کے ساتھ اس کی ٹیم۔

حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ نقاب پوش افراد وہاں سے بھاگنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے حالانکہ کئی نقاب پوش افراد کو براق اور اس کی ٹیم نے ان کے سامنے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

"تم لوگ بھی مرنا چاہتے ہو؟" براق نے لب کچلتے ہوئے ان نقاب پوش افراد کو دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

وہ نقاب پوش افراد اس کی بات سن کر قہقہہ لگا کر ہنسنے لگیں۔۔ان کا یوں ہنسنا براق کو زہر لگا۔

چند لمحے وہ یونہی ہنستے رہیں۔۔ براق نے اپنی پستول لوڈ کی۔۔ٹریگر پر ہاتھ رکھا۔۔اور ایک نقاب پوش شخص کا نشانہ باندھا۔

اور تب ہی یک دم خاموشی چھا گئی۔۔ان کے قہقہے بند ہو گئے۔۔ براق کو لگا کہ وہ اس کے یوں پستول ان کی طرف بڑھانے پر خوف زدہ ہو گئے تھے لیکن ایسا نہیں تھا۔

کسی کی آہٹ کی آواز آئی۔۔سب متوجہ ہوئے۔

ایک سفید ستون کے پیچھے سے آتا وہ ایک درمیانے قد والا شخص تھا جو سر پر ایک بھورے رنگ کی ہیٹ پہنے ہوئے تھا۔۔اور چہرے کو ایک سیاہ کپڑے کے ٹکرے سے ڈھکا ہوا تھا۔

یہ ہیٹ براق نے پہلے بھی کہیں دیکھ رکھی تھی۔

ہاں! یہ وہی ہیٹ تھی جو کاراب پہنا کرتا تھا۔

مطلب یہ وہی تھا۔۔ براق کا سب سے بڑا دشمن۔۔وہ جس کی تلاش براق کو یہاں لائی تھی۔۔

مرات کا راب !۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مرات اب مرکز میں کھڑا تھا۔۔ارد گرد وہ بچے کھچے نقاب پوش افراد کھڑے تھے جن کے ہاتھوں میں اب مشین گنز بھی موجود نہیں تھیں۔۔اور جن کے ہاتھ میں مشین گن موجود تھی وہ گولیوں سے خالی تھی۔

"آخر تم آہی گئے مرات۔" براق نے چبا چبا کر بولا۔۔پستول ابھی بھی ہاتھ میں ہی تھامی ہوئی تھی۔

مرات مسکرایا۔۔اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

"ہاں! میں آگیا۔" اس نے شانے چوڑے کرتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم؟" براق اس کی جانب کچھ قدم بڑھا اور بھینچے ہوئے جبڑے۔۔ غصیلی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم جانتے نہیں ہو مجھے؟" اس بار اس کے انداز میں کچھ تھا جو براق سمجھ نہ سکا۔

"تم اپنے چہرے سے یہ کپڑا ہٹاؤ گے تو ہی مجھے پتا چلے گا کہ تم کون ہو۔" اس نے طنزیہ کہا۔۔وہ جواباً قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔۔ براق نے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچ لی۔

"براق بے! لگتا ہے اس کا چہرہ دیکھنے کے قابل نہیں ہے اس لیے یہ۔۔اپنا چہرہ چھپائے رکھتا ہے۔"احمت نے اس کا تمسخر اڑایا۔۔ براق جواباً زیر لب مسکرایا۔

"اچھا! تو آج تم لوگ دیکھ ہی لو کہ میں کون ہوں۔"اس نے اپنا ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا اور پھر اپنے چہرے پر ہاتھ رکھا۔۔وہ اب اپنے چہرے سے وہ سیاہ کپڑا اتار رہا تھا۔۔ براق اسے کاٹ کھانے والی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

اس نے وہ کپڑا دور اچھال دیا۔۔اور اسے لب کاٹتے ہوئے دیکھنے لگا۔

اس کا چہرہ دیکھ کر براق کے چہرے کے تاثرات بدلے۔۔ناسمجھی ہی ناسمجھی تھی اس کے چہرے پر۔

وہ چہرہ ایک **انجان چہرہ** تھا جسے آج تک براق نے نہیں دیکھا تھا۔

وہ کون تھا؟ براق جان نہیں سکا۔

"تم مجھے نہیں جانتے براق لیکن میں تمہیں اچھے سے جانتا ہوں۔"اس نے اپنے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کافی فاتحانہ انداز میں کہا۔ براق کی سانس پھولنے لگی۔

"askerler (سپاہیوں) ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتار دو۔"اس نے بلند آواز میں تمام فوجی افسران کو حکم دیا۔

وہ سب فوجی براق کا حکم سن کر ان کی طرف بڑھیں۔۔ براق نے بھی پستول سنبھال لی اور مرات کو زہر خندہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس کی جانب بڑھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہر طرف ایک بار پھر بھگدڑ مچ گئی۔۔ گولیوں کی زوردار اور بھیانک آواز مال میں ہر سو گونج رہی تھی۔۔اس کے ساتھ ساتھ وہ نقاب پوش افراد فوجی افسران سے بری طرح پٹ رہے تھے۔۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی معافی تلافی تک نہ آیا۔

نقاب پوش افراد میں سے زیادہ ترموت کی وادیوں میں گم ہو چلے تھے۔۔اور بس کچھ ہی ایسے تھے جو زخمی حالت میں فرش پر اوندھے منہ لیٹے تھے۔

اس دوران مرات نے بھی فائرنگ جاری رکھی تھی لیکن آخر میں اس کی پستول میں گولیاں ختم ہو گئیں۔اس کے پاس اب بھاگنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔۔

وہ سب چھوڑ کر بھاگا۔۔اپنی پوری قوت سے۔۔ لیکن۔۔اس کی بھاگنے کی تمام کوششیں بے کار رہیں کیونکہ براق اپنے دشمن کو بھاگنے نہیں دیتا۔

اب اس مال میں ان نقاب پوش افراد کا سربراہ

یعنی

مرات کارابے!

تنہا تھا۔۔اس کی مدد کے لیے کوئی موجود نہ تھا۔

براق تیز قدموں کے ساتھ اس کی جانب بڑھا۔۔اسے بازو سے پکڑا اور ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر دے مارا کیا۔۔وہ بوکھلا کر فرش پر گر گیا۔۔اس کے تو چاروں طبق ہی روشن ہو گئے تھے۔۔یہاں تک کہ اس کے ہونٹ کے ایک طرف سے خون کے قطرے ابھرے۔

وہ فوجی افسران کی قید میں تھا یا یوں کہنا بہتر تھا کہ وہ **براق یامان** کی قید میں آگیا تھا۔

"تومرات ! یہ مت سمجھنا کہ کھیل اب ختم۔۔ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے۔"

اس کے قریب مزید قدم بڑھاتے ہوئے اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا اور پھر۔۔ فوجی افسران کو حکم دیا کہ اسے یہاں سے لے کر جائیں۔۔کہاں ؟

ترکیے کی خفیہ فوجی بیس میں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ تینوں ٹیکسی میں سوار تھیں۔۔سیودا آگے والی سیٹ پر بیٹھی تھی۔۔بیک سیٹ پر وہ دونوں بیٹھی تھیں۔۔ڈرائیور ٹیکسی چلا رہا تھا۔۔ٹیکسی کی رفتار نہ بہت زیادہ تھی اور نہ ہی بہت کم۔

تینوں کے چہروں پر پریشانی اور فکر کے تاثرات ابھی تک چھائے تھے۔

اس دوران نینا ٹیکسی کی کھڑکی سے باہر خالی نگاہوں سے استنبول کے گزرتے مناظر دیکھ رہی تھی۔۔حالانکہ اس کا دل و دماغ کچھ دیر پہلے والے واقع کی سوچ بچار میں ہی مصروف تھا۔

"سیودا! تمہارے ترکیے میں یہ سب بھی ہوتا ہے۔" عریشہ نے تھوڑا آگے ہوتے ہوئے سیودا سے طنزیہ انداز میں کہا۔ سیودا یہ سن کر مسکرائی۔

"ایسا عام طور پر نہیں ہوتا لیکن تم یہ دیکھو کہ کسی کو جانی نقصان نہیں ہوا۔۔ تمہیں ماننا پڑے گا کہ ہمارے فوجی افسران بہت قابل اور بہادر ہیں۔" اس نے کافی فخر سے کہا۔۔

بات اس کی بالکل ٹھیک تھی۔۔وہاں کسی بھی شخص کو سوائے ان نقاب پوش افراد کے۔۔ نقصان نہیں پہنچا تھا۔

"ہاں! ہمارے بھی کچھ کم نہیں۔" اس نے ابرو اچکائے۔۔اور سیٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔ نظریں اب کھڑکی سے باہر تھیں۔

"ویسے نینا تم بہت بہادر ہو۔" کچھ لمحے بعد سیودا نے اس سے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"لیکن ایک بات کہوں۔۔ برا تو نہیں مانو گی؟" اس نے چہرہ اس کی طرف موڑ کر پوچھا۔۔وہ تھوڑا ہچکچائی تھی۔

"ہاں کہو۔" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم تھوڑی **"جلد باز"** بھی ہو۔۔ مطلب اگر تم نے بھاگنے کی کوشش نہ کی ہوتی تو تم خطرے میں نہ پڑتی۔" اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

نینا اس کی بات سن کر خاموش رہی۔۔اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔۔کیونکہ وہ جانتی تھی کہ سیوداسچ کہہ رہی ہے کہ وہ بہت جلد باز ہے۔

بس شاید نینا یہ تسلیم نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس نے بنا جواب دیا لب کاٹتے ہوئے نظریں پھیریں اور کھڑکی سے باہر کے مناظر دوبارہ دیکھنے لگی۔

سیودانے بھی چہرہ موڑلیا۔۔اس نے نوٹ کرلیا تھا کہ نینا کو اس کی بات بری لگی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آئے دن بدلتے ہیں زباں کا بیان

منافق بھی یہی اور انہی کا میزان

یہ منظر تھا ترکیے فوج کی خوفیہ بیس کا۔۔جس کے تہہ خانے کے کمرے میں وہ موجود تھا۔ کمرے کی دیورایں موٹی موٹی تھیں۔۔یہ کمرہ بہت وسیع نہیں تھا۔۔صرف دو تین ہی روشن دان تھے یہاں۔۔اور ہر سواندھیرے کے سائے رقص کررہے تھے۔

روشن دان سے گزرتی آفتاب کی کرنیں مشکل سے اس اندھیر نگری میں کچھ روشنی کرنے میں کامیاب ہورہی تھیں۔

وہ مرکز میں رکھی کرسی سے جکڑا بیٹھا تھا۔۔اس کی کلائیاں کمر کے پیچھے رسیوں کے ساتھ مضبوطی سے بندھی تھیں۔۔ٹخنے بھی اسی طرح مجبور تھے۔۔اس کے پیر کرسی کی ٹانگوں کے

ساتھ مضبوطی سے بندھے تھے۔۔جو اس کے فرار ہونے کی ہر کوشش کو ناکام بنا رہے تھے۔۔

منہ چیتھڑے ہوئے کپڑے کے ساتھ بندھا تھا جو اس کی آواز کو دبا رہا تھا۔

وہ بے چینی سے آنکھیں اس کمرے کے گرد گھما رہا تھا۔

کمرے کی خاموشی اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ وہاں مرات کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔وہ کچھ لمحے فرار ہونے کی کئی کوششیں کرتا رہا لیکن سب بے سود رہا۔

اور پھر۔۔اچانک اس دل دہلا دینے والی خاموشی میں کسی نے خلل پیدا کیا۔

کسی کے قدموں کی آہٹ!۔

ان قدموں کی آواز تیز ہوتی گئی۔۔بہت تیز۔

کچھ لمحے میں ہی وہ قدموں کی آواز غائب ہو گئی۔۔اور مرات کی سانسیں بھی تیز ہو گئیں۔کسی نے اس کا چہرہ اس چیتھڑے ہوئے کپڑے سے آزاد کیا۔

وہ حواس باختہ ہو کر اس شخص کو دیکھنے لگا۔۔اس کی سانسیں ابھی بھی تیز تھیں۔

اس کے سامنے وہ تینوں کھڑے تھے۔

"خوش آمدید مرات!۔"ایک فاتحانہ انداز میں براق نے مسکرا کر کہا۔

سامنے ایک اور کرسی پڑی تھی۔۔ براق نے کرسی کھینچی۔۔اور ٹانگ پر ٹانگ جماتے ہوئے اس کرسی پر بیٹھا۔اس کی نیلی آنکھوں پر روشن دان سے گزرتیں آفتاب کی سنہری کرنیں گریں تو اس کی آنکھیں مزید چمک اٹھیں۔

"براق! تمہیں کیا لگتا ہے تم جیت گئے؟"اس نے تنفر سے کہا۔۔ براق کو یہ سن کر کچھ عجیب لگا۔

(مرات اس کی قید میں تھا۔۔یعنی اسے شکست نصیب ہوئی تھی۔۔ لیکن پھر بھی وہ یہ سب کہہ رہا تھا۔۔اسے کافی تعجب ہوا۔)

"تم اب بھی یہ کہہ رہے ہو؟"اس نے کافی حیرت سے پوچھا۔

"ہاں! میں اب بھی یہ کہہ رہا ہوں۔"اس نے لب کاٹتے ہوئے کہا اور کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوا۔

"تم جانتے ہو مرات! میرا دشمن مجھ سے کبھی چھپ نہیں پایا۔"کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اس نے کہا تو اب کی بار اس کے دل میں عجیب سی کش مکش موجود تھی۔

"اب میں جو سوال پوچھوں اس کے جواب مجھے دو۔"کرسی سے آگے ہوتے ہوئے۔۔ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچ کر اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

پیچھے کھڑے ایلدار اور احمت بھی اب مزید چوکنا ہوئے۔

"جیسے تم نے کہا اور میں نے مان لیا۔" مرات نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا۔

"ماننا تو تمہیں پڑے گا۔" اس کی نیلی آنکھوں میں سرخی کی کئی لہریں امڈ آئیں۔

مرات اسے لب کچلتے ہوئے خاموشی سے گھورتا رہا۔

"ایمرے چچا کہاں ہیں؟"

اس نے سنجیدگی سے سوال کیا۔۔ مگر یہ اس کا آخری سوال نہیں تھا۔ اس نے اپنے سوالات جاری رکھیں۔ مرات نے کچھ نہیں کہا۔۔ بس اسے تنفر کے ساتھ دیکھتا رہا۔

"اونور کہاں ہے؟" اس نے مزید پوچھا۔

(اونور وہ شخص تھا جس کے لیے مرات اور اس کا باپ کارابے کام کیا کرتے۔۔ یوں کہنا بہتر تھا کہ وہ برائی کی دنیا کا **"بادشاہ"** تھا۔)

"براق تم یہاں مجھ سے سوال کر رہے ہو۔۔ چلو میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔" مرات کی آنکھوں میں اس بار کچھ عجیب سا تھا۔۔ اس کا لہجہ بھی اتنا ہی عجیب تھا۔

وہ کرسی سے تھوڑا آگے ہوا۔۔ ایک گہری سانس لی۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارے ساتھ جتنے بھی لوگ ہیں وہ تمہارے خیر خواہ ہیں؟" وہ اپنے الفاظ چبا چبا کر کہہ رہا تھا۔۔ براق نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔

"چلو میں صاف الفاظ میں کہتا ہوں۔۔ تم جانتے ہو۔۔ تمہاری تمام خبریں مجھ تک کون پہنچاتا ہے؟" براق کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئیں۔۔ وہ لب کچلنے لگا۔

تم جانتے ہو تمہارے ساتھ کون غداری کر رہا ہے؟" وہ یہ کہتا ہوا کرسی کی پشت کے ساتھ ایک پر سکون انداز میں ٹیک لگا گیا۔

"کون؟" اب کی بار اس نے پوچھا تو وہ تھوڑا ہچکچایا۔۔ اور گھبرایا بھی۔

"وہ شخص ہے۔۔ "اس نے کہنے کے لیے لب کھولے لیکن وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔

ایک زوردار آواز پورے تہہ خانے میں گونج اٹھی۔۔ پستول سے نکلی اس گولی نے اس کے سر کو چیر کر رکھ دیا۔۔ خون اس کے سر سے بہنے لگا تھا۔۔ وہ حواس باختگی کے ساتھ مرات کو بس دیکھتا رہ گیا۔

اور پھر اس نے حواس باختگی کے ساتھ پیچھے مڑ کر دیکھا۔۔ احمت کے ہاتھ میں پستول تھی۔۔ اس کے چہرے پر کئی تاثرات نے گھر کیا ہوا تھا۔

براق کرسی سے اٹھا۔۔ وہ اور ایلدار اب پستول ہاتھ میں پکڑے احمت کو ساکت سے دیکھ رہے تھے۔

"احمت! یہ تم نے کیا کیا؟" براق چلایا اور اس کی طرف تیز قدموں کے ساتھ بڑھا۔

احمت خوف زدہ سا ہو کر کچھ قدم پیچھے ہوا۔۔ نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"احمت! بتاؤ یہ کیا کیا؟"اس کے مزید قریب بڑھتے ہوئے وہ بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

ایلدار بت بنا یہ سب منظر خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

وہ اب احمت کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔۔اور احمت۔۔اس کے لب تو جیسے سل ہی گئے تھے۔۔وہ کچھ نہیں بولا۔۔خاموش رہا اور نظریں جھکائے رکھیں۔

اس کے جواب نہ دینے پر براق کے دل میں طیش کا شعلہ مزید بھڑک اٹھا۔۔

اس نے ایک کھینچ کر ایک تھپڑ احمت کے منہ پر رسید کیا یوں کہ وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹا لیکن پھر بھی کچھ نہیں بولا۔

ایلدار پر لرزہ طاری ہو گیا۔۔وہ جانتا تھا۔۔براق کو جب بھی غصہ آتا۔۔وہ ہمیشہ اپنے غصے پر قابو رکھنے کی کوشش کرتا لیکن جب یہ طیش کی آگ بڑھ جاتی تو وہ یوں ہی اپنے حواس کھو بیٹھتا۔

"کیا تم ہی وہ غدار ہو؟"اس نے پھولتی ہوئی سانس کے ساتھ پوچھا۔۔نہ جانے کیوں اس کا دل دماغ کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

احمت نے ابھی بھی کوئی جواب نہ دیا۔۔اس کی بھوری آنکھیں البتہ اب کچھ نم سی تھیں۔۔اس کی یہ نم آنکھیں دیکھ کر براق کے دل کو کچھ ہوا۔۔اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں اور دو تین سانسیں لیں۔

(براق کی احمت سے دوستی فوج میں آنے سے پہلے بھی تھی۔۔وہ دونوں ایک ہی کالج میں پڑھے تھے اوراس کے بعداس سے آگے کا سفر ان دونوں نے اکٹھے ہی کیا۔۔ براق کو اس سے کم از کم اس حرکت کی امید نہ تھی۔)

"ایلدار! جاؤاسے بند کر دو وہاں جہاں ہم غداروں اور مجرموں کو بند کرتے ہیں۔"اس نے چند لمحے کچھ سوچتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے ایلدار کو حکم دیا۔

ایلدار نے اس کا حکم سن کر مؤدب سے انداز میں اثبات میں سر ہلایا اور احمت کی جانب بڑھا۔۔ احمت اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔۔ایلدار اسے لے کر اب تہہ خانے کے اس کمرے میں بند کر رہا تھا جہاں وہ غداروں اور مجرموں کو رکھتے۔

احمت نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر براق کو نہیں دیکھا۔۔اس کی نیلی آنکھوں میں یک دم نمی کی ہلکی سی لہر اُمڈ آئی۔

(اپنوں کا دھوکہ انسان کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔)

ان دونوں کے یہاں سے چلے جانے کے بعد وہ اب اس کمرے میں تنہا تھا۔۔اس نے ارد گرد زخمی سے انداز میں دیکھا۔۔اور پھر۔۔

اس کے ذہن کے پردوں پر یک دم یامان بے کے الفاظ اجاگر ہوئے۔

"اس دنیا میں تمہارے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے منافق دوست۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

احمت کو تہہ خانے کے کمرے میں بند کروا کر ایلدار واپس اس کمرے میں آیا جہاں براق موجود تھا اور اس کے ساتھ مرات کی لاش بھی موجود تھی۔

براق کرسی پر بیٹھا تھا۔۔ٹانگ پر ٹانگ جمائے۔۔ایک ہاتھ کی مٹھی ٹھوڑی کے نیچے ٹکائے۔۔وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔۔اس کے چہرے کے تاثرات اس کے دل و دماغ میں چلنے والی جنگ کو آشکار کر رہے تھے۔۔ماتھے پر کئی سلوٹیں نمایاں تھیں۔

"براق بے! آپ ٹھیک تو ہیں؟"ایلدار اس کی جانب بڑھا اور اس کے ساتھ مؤدب سے انداز میں کھڑا ہونے کے بعد اس نے پوچھا۔

براق یک دم اپنے خیالات کے دائرے سے باہر نکلا۔اس نے ایک نظر ساتھ کھڑے ایلدار کو دیکھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔احمت کو بند کر دیا تم نے؟"اس نے دھیمے اور زخمی سے لہجے میں پوچھا۔

"ایوت بے! آپ۔۔"وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن براق نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

"جب تک وہ اپنا منہ نہ کھولے اسے وہیں رکھنا۔"شہادت کی انگلی اس کی جانب بڑھاتے ہوئے اس نے بے حد سختی سے کہا۔

"جیسا آپ کا حکم۔۔مرات کا کیا کرنا ہے؟"وہ سر جھکائے پوچھ رہا تھا۔

"کسی بھی طرح سے یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ مرات مر گیا ہے۔۔ورنہ ہم اونور تک نہیں پہنچ پائیں گے۔"اس نے معنی خیز انداز میں صاف گوئی سے کہہ ڈالا۔

"آپ کو یقین ہے کے کہ اونور اس کے پیچھے آئے گا۔"اس نے اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آئے گا۔۔میرا اندازہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔۔میں ہمیشہ صحیح ہوتا ہوں۔"اس نے شانے اچکائے۔۔دل و دماغ یہ سب کہتے ہوئے ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

اس نے ابھی اتنا بڑا دھوکہ کھایا تھا پھر بھی وہ یہ سب صرف اپنی ذات کی تسکین اور اپنی شکست کو تسلیم نہ کرنے کے لیے ہی کہہ رہا تھا۔۔ایسا ایلدار کو لگا۔

"اس کی لاش کا کیا کرنا ہے؟"مرات کی کرسی پر پڑی لاش کی طرف نگاہیں دہراتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"اسے ٹھکانے لگادو۔۔ایسی جگہ جہاں کوئی نہ پہنچ پائے۔"یہ کہتے ہوئے براق کرسی سے اٹھا۔

ایلدار نے جواباً اثبات میں سر ہلادیا۔

براق اب مڑا اور تہہ خانے کے اس کمرے سے باہر نکلنے لگا۔۔ایلدار بھی اس سے قدم ملاتا ہوا تہہ خانے کے اس کمرے سے باہر نکلا۔۔براق کے قد تیز تھے۔۔بہت تیز۔

"بے! آپ کو کیا لگتا ہے؟احمت نے ایسا کیوں کیا ہوگا؟"

وہ دونوں اب تہہ خانے کی راہداری سے گزر رہے تھے جب ایلدار نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

براق کے قدم جمے تو اس کے قدم بھی جم گئے۔

"تم جانتے ہو ایلدار! چاہے سلطان محمت فاتح ہو یا سلطان سلیمان۔۔انہوں نے بھی منصب کی خاطر اپنے ہی بھائیوں کو اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا۔" وہ کہہ رہا تھا تو اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا اور معنی خیز بھی۔۔اور پھر اس نے ایک وقفہ لیا۔

ایلدار اسے مزید سننے کا منتظر تھا۔

"اب ان کو اس حد تک جانتے ہو کس نے پہنچایا؟" اس نے مزید کہا۔۔ایلدار نے سوالیہ نگاہوں سے براق کو دیکھا۔

"لالچ نے۔اور شاید مجبوری نے!۔" اس کے لہجے میں بہت کچھ تھا۔۔زخمی پن۔۔شکست خوردگی۔۔تکلیف۔۔دکھ۔۔اور نہ جانے کیا کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کی تاریکی نے شہروں کی ملکہ کو گھیر لیا تھا۔۔افق پر رات کے گہرے سائے کے درمیان چاند روشن تھا۔۔ارد گرد لہراتی ٹھنڈی ہوا کی رفتار نہ بہت تیز تھی اور نہ ہی بہت کم۔

یہ منظر استنبول کے اس ہوسٹل کے کمرے کا تھا جہاں وہ دونوں ٹھہری تھیں۔

کمرے میں دو سنگل بیڈ رکھے گئے تھے۔۔اور کچھ ہی فاصلے پر ایک صوفہ پڑا تھا۔۔ایک سنگل بیڈ پر وہ کمبل اوڑھے نیند کی وادیوں میں گم ہوئی پڑی تھی۔

ساتھ والے سنگل بیڈ پر وہ بیٹھی تھی۔۔اس نے ٹھنڈ کے باعث کمبل ٹانگوں پر اوڑھا ہوا تھا۔۔ ایک سیاہ رنگ کی شال اس نے اپنے کندھوں پر لپیٹی ہوئی تھی۔۔بال ڈھیلے سے جوڑے میں بندھے تھے جس کے باعث اس کے سیاہ ریشمی بالوں کی کچھ لہریں اس کے چہرے پر ٹکی تھیں۔

دیوار پڑ لٹکی وال کلاک رات کے دو بجا رہی تھی۔اس کے سنگل بیڈ کے ساتھ رکھی ٹیبل پر موجود نائٹ لیمپ کی روشنی سیدھا اس کی ڈائری پر آکر گر رہی تھی۔

(اس نے آج حلیمہ صاحبہ سے بات بھی کی تھی۔۔ان کو اس بات کا یقین بھی دلایا تھا کہ وہ یہاں بالکل خیریت سے ہے۔

وہ انہیں بتانا چاہتی تھی کہ آج اس کے ساتھ مال میں کیا واقعہ پیش آیا۔

لیکن جب اسے حلیمہ صاحبہ نے یہ بتایا کہ ان کی طبیعت کچھ خراب ہے۔۔تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ انہیں ابھی کچھ نہیں بتائے گی۔ورنہ وہ اور پریشان ہو جائیں گی اور اسی بنا پر ان کی طبیعت بھی زیادہ خراب ہو سکتی تھی۔)

وہ ہاتھ میں پین پکڑے ڈائری کے صفحات پر کچھ تحریر کرنے میں مصروف تھی۔۔اسے ڈائری لکھنے کا شوق بچپن سے تھا۔۔اور تو اور اس کے گھر میں ڈائری لکھنے کا شوق صرف اسے اور حلیمہ صاحبہ کو ہی تھا۔

"اللہ تعالیٰ! میرا یہاں آنے کا مقصد پورا کر دینا۔آمین۔"

اس نے اپنی ڈائری پر تحریر کیا۔۔اور پھر ایک گہری سانس لے کر ڈائری بند کر دی۔۔

سائیڈ ٹیبل کے دراز میں اس نے ڈائری رکھی (جو کہ اس نے صبح ہوتے ہی واپس اپنے بیگ میں ڈال لینی تھی تاکہ کوئی پڑھ نہ سکے)۔۔اور پھر اس نے نائٹ لیمپ بند کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ گھر دیر سے ہی لوٹا۔۔اس کے گھر لوٹنے تک جیمرے خاتون سو چکی تھیں یوں وہ ان سے نہیں مل سکا۔۔میرائے جاگ رہی تھی لیکن اس کے آنے کی خبر اسے نہ ہوئی۔

وہ تیز قدموں کے ساتھ سیدھا اپنے کمرے میں گیا۔۔پہلے فریش ہو کر آیا۔۔الماری کھولی اور اس میں سے تاریخ پر مبنی ایک کتاب نکالی اور صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔وہ اس وقت سفید رنگ کی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔۔آنکھیں بوجھل سی تھیں۔

اسے ابھی نیند نہیں آرہی تھی۔۔یا شاید وہ یہ جانتا تھا کہ اس کے ذہن میں چلنے والے خیالات کی جنگ اسے سونے نہیں دے گی۔

اپنے آپ کو ان خیالات کی دنیا سے باہر نکالنے کے لیے وہ کتاب کو کافی غور سے پڑھ رہا تھا۔۔ لیکن پھر بھی سب بے سود ہی رہا۔

اچانک اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔۔اس نے کتاب سے سر ہٹا کر دروازے کی جانب دیکھا۔۔اور پھر اس نے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت دی۔

دروازہ فوراً کھلا۔۔سامنے میرائے کھڑی تھی جو ایک ہلکے سبز رنگ کے نائٹ سوٹ میں ملبوس تھی۔۔ سنہرے بال ایک ڈھیلی سی پونی میں بندھے تھے۔

"آجاؤ میرائے۔"اس نے اسے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کچھ تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔

میرائے نے ہلکا سا مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔۔اور پھر وہ کمرے میں داخل ہوئی۔

براق اب اپنی کتاب بند کر رہا تھا۔۔ میرائے اس کے برابر میں صوفے پر آکر بیٹھی۔

"تم اب تک سوئی نہیں؟"کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد اس نے پوچھا۔

"بس مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔۔آپ کیوں اب تک جاگ رہے ہیں؟"اس نے ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔۔ براق ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔۔ نیلی بوجھل آنکھوں میں نمی کی لہر مزید گہری ہوئی۔

"انسان تب تک نہیں سو سکتا جب تک اس کا ذہن ہر قسم کی جنگ سے آزاد نہ ہو۔" اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔۔ میرائے کو اس کی بات ٹھیک سے سمجھ نہ آئی۔

"کیا ہوا براق آبے؟" کم از کم وہ یہ تو سمجھ گئی تھی کہ وہ پریشان تھا۔

"کچھ نہیں بس یوں سمجھ لو کہ۔۔ جب آپ کو اپنوں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے نا۔۔ تو آپ کو واپس فکس ہونے میں تھوڑا وقت لگتا ہے۔" اس نے اب کی بار اسے زخمی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔ اس کا دل بھی اس کی نیلی آنکھوں کی طرح ہی بوجھل تھا۔

"اپنے آخر کیوں دھوکہ دیتے ہیں؟"

"اپنے دھوکہ نہیں دیں گے تو اور کون دے گا؟" براق نے شانے اچکائے۔ وہ یہ سن کر خاموش رہی۔

"آج نیوز میں استنئیے پارک کے شاپنگ مال کے بارے میں آ رہا تھا۔۔ ہر کوئی آپ کی بہت تعریف کر رہا ہے۔" اس نے کہا تو اب کی بار اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

(یہ سچ تھا کہ استنئیے پارک والا واقع خاصا مشہور ہو گیا تھا اور آج نیوز میں ہر طرف براق یامان کی بہادری کے ہی چرچے تھے۔)

"ہوں!۔" براق نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ اسے جیسے اس بات میں کوئی دلچسپی ہی نہ تھی۔

میرائے بھی صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور خاموشی سے اس کے کمرے سے چلی گئی۔۔وہ جانتی تھی کہ وہ پریشان ہے۔۔اس لیے وہ ابھی زیادہ بات نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 5 مارچ 2022۔

شہروں کی ملکہ کو آفتاب کی تیز اور آنکھوں کو چندھیا دینے والی روشنی نے گھیر لیا تھا۔۔موسم صاف۔۔اور شفاف تھا۔۔سفید روئی کی مانند بادل بھی وقفے وقفے سے افق پر جھلملاتے ہوئے دکھائی دیتے۔۔ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی۔

وہ دونوں ہوسٹل کے کمرے میں موجود تھیں۔۔عریشہ موبائل کی اسکرین اسکرول کر رہی تھی اور نینا لیپ ٹاپ پر ترکیے کی مشہور جگہوں کے متعلق ایک آرٹیکل پڑھ رہی تھی۔

آج ان دونوں کا ترکیے میں پانچواں دن تھا۔۔استنئیے پارک والے واقعے کے بعد وہ دونوں مزید کسی جگہ پر گھومنے نہیں گئی تھیں۔۔لیکن سیوداان سے ملنے آتی رہی تھی۔۔وہ انہیں ترکیے کی کافی نئی جگہوں کے بارے میں بتانے کے ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی یقین دلاتی رہی کہ اب ایسا کچھ نہیں ہوگا۔

نینا تو چلنے کو تیار تھی لیکن عریشہ نہیں۔۔وہ اس دن والے واقعے سے کافی پریشان تھی۔

کمرے میں خاموشی پھیلی تھی۔۔وہ دونوں اس وقت ایک دوسرے سے بات بھی نہیں کر

رہی تھیں۔۔کہ تب ہی اس خاموشی میں خلل پیدا ہوا۔۔دروازے پر کسی نے دستک دی۔

ان دونوں نے سوالیہ نگاہوں سے دروازے کو دیکھا۔عریشہ فون بند کر کے بستر سے اٹھی اور دروازے کی جانب بڑھی۔

"کون ہے؟"

"ben!(میں!)سیودا۔"عریشہ کے پوچھنے پر جواب آیا۔

عریشہ یک دم مسکرائی۔۔اور اس نے دروازہ کھولا۔۔نینا نے بھی لیپ ٹاپ بند کر دیا۔۔اس کے چہرے پر ایک بے حد خوبصورت مسکراہٹ قائم ہوئی۔

سیودا کمرے میں داخل ہوئی تو عریشہ اس سے کافی خوش دلی سے ملی۔۔اس کے بعد نینا بھی بیڈ سے اٹھی اور اس سے جا کر ملی۔

"مرحبا!۔"سیودا اس سے ملنے کے بعد صوفے پر آ بیٹھی۔

"تو کیا لو گی سیودا؟کافی یا چائے؟"نینا نے خوش دلی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں میں تمہیں بس کچھ بتانے آئی ہوں۔"وہ نفی میں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اچھا بتاؤ۔"وہ اس کے برابر میں صوفے پر آ کر بیٹھی۔۔سیودا نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہاری ڈاکومنٹری کیسی جا رہی ہے؟"اس نے ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک لیکن ابھی بھی بہت کچھ باقی ہے۔"اس نے صاف گوئی سے کہا۔۔اس نے ان دو دنوں میں ڈاکومنٹری میں جو کچھ لکھا تھا وہ کافی نہیں تھا۔۔اسے ابھی بہت سی جگہوں پر جانا تھا اور معلومات اکٹھی کرنی تھیں۔

"اچھا تمہیں کچھ کہنے سے پہلے میں تمہیں یہ دینا چاہتی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے ہینڈ بیگ میں سے ایک خوبصورت انویلیپ نکالا۔۔اور اسے مسکراتے ہوئے نینا کو ہاتھ میں تھمایا۔

"یہ کیا ہے ؟"اس نے پہلے اس انویلیپ کو ناسمجھی سے دیکھا اور پھر سیودا کو۔

(عریشہ بھی کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر موجود بیڈ پر بیٹھی ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔)

"خود دیکھ لو۔"اس نے شانے اچکائے۔

اس نے وہ انویلیپ کھولا۔۔اس میں ایک خوبصورت کارڈ موجود تھا۔۔وہ کارڈ اس نے اپنے ہاتھ میں لیا۔۔اس پر سنہرے چمکتے ہوئے الفاظ میں تحریر تھا

"Sevda özdemir weds Yusuf Altan"

یہ الفاظ پڑھ کر وہ خوشی اور حیرت سے چونکی۔

"سیودا! بہت مبارک ہو۔" یہ کہتے ہوئے اس نے سیودا کو پیار سے گلے لگالیا۔بہت ہی کم عرصے میں سیودا کی ان دونوں سے اچھی خاصی دوستی ہوگئی تھی۔

"تمام! تمام! اتنا خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ابھی کوئی شادی نہیں ہو رہی۔۔ صرف منگنی ہو رہی ہے۔" اس نے گلے ملنے کے بعد بتایا۔

"جو بھی ہو۔۔یہ بات بہت خوشی کی ہے۔"

"ایوت! اور تم آ رہی ہو۔" اور یہ سن کر نینا نے ایک نظر عریشہ کو دیکھا جس کی آنکھوں میں یہ صاف لکھا تھا کہ انہیں جانا چاہیئے۔

"سیودا! میں وہاں کسی کو جانتی بھی نہیں ہوں گی۔۔میں وہاں کیا کروں گی؟" اس نے اب کی بار تھوڑا ہچکچا کر کہا۔۔سیودا کے چہرے پر ناگواری کی کچھ لہریں اٹھیں۔

"!Lütfen (پلیز!) نینا۔" اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔

"نہیں سیودا ایسے اچھا نہیں لگتا۔" وہ راضی نہ ہوئی۔

"بس میں نے کہہ دیا تو کہہ دیا۔۔تم آ رہی ہو۔۔اور دیکھو یہ تمہاری ڈاکومنٹری کے لیے بھی اچھا ہے۔" وہ اب اسے وہاں آنے کے فائدے بتانے لگی۔

"اچھا! اور وہ کیوں؟" اس نے بھنویں اکٹھی کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ۔۔ایسے تم جان سکو گی کہ ہم ترکوں کی کیا روایات ہیں۔۔ہمارے ہاں منگنیاں وغیرہ کیسے ہوتی ہیں۔۔سمجھ آئی؟" اس نے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں سیودا!۔۔بس۔۔" اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا لیکن سیودا نے اصرار

کر نا نہ چھوڑا۔ عریشہ وہاں جانا چاہتی تھی لیکن نینا کی وجہ سے وہ کچھ نہیں بول رہی تھی۔

"نینا! تمہیں ادھر بہت سے لوگ جانتے ہیں۔۔ تم ادھر بور نہیں ہو گی۔۔اور دیکھو میری زندگی کا اتنا بڑا دن ہے۔۔ میری بات مان لو۔"اس کی آنکھوں میں اب ہلکی سی نمی امڈ آئی۔۔ نینا کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔

"ٹھیک ہے!!!!۔"اس نے کہا تو سیودا نے اسے فوراً گرمی سے گلے لگا لیا۔۔ ساتھ ہی عریشہ بھی اس کی جانب بڑھی اور اسے گلے لگا لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر تھا براق یامان کے گھر کا۔۔ وہ لونگ روم میں موجود تھا۔۔ صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے اس کی آنکھیں موبائل کی اسکرین پر جمی تھیں۔۔ آج کام زیادہ نہیں تھا تو وہ دوپہر میں ہی گھر آ گیا تھا۔۔ایسے دن صرف کبھی کبھی ہی اسے نصیب ہوتے۔

جیمرے خاتون لونگ روم میں داخل ہوئیں۔۔ایک نظر صوفے پر بیٹھے براق کو دیکھا جس کی نگاہیں موبائل کی اسکرین پر جمی تھیں۔۔ان کے چہرے پر ناگواری کے ہلکے سے تاثرات ابھرے۔

("ایک تو اگر کسی دن یہ گھر جلدی آ جائے تو موبائل کی جان ہی نہیں چھوڑتا۔۔ ہونہہ۔" انہوں نے دل ہی دل میں کہا۔۔اس کے باوجود بھی کہ جب وہ آیا تھا تو ان سے اور میرائے سے

کافی دیر تک بات چیت کرتا رہا۔۔ لیکن پھر بھی انہیں اس کے یوں فارغ وقت میں موبائل استعمال کرنے پر اکثر غصہ آجاتا۔)

"براق تم بھی چلو گے سیودا کی منگنی پر۔۔آخر وہ تمہاری فرسٹ کزن ہے۔" اس کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھنے کے بعد انہوں نے اس سے پوچھا۔

براق نے موبائل بند کیا۔۔اور صوفے سے تھوڑا آگے کو ہوا۔

"نہیں! آنے آپ پلیز مجھے مت فورس کریں۔" اس نے صاف انکار کر دیا۔۔ جیمرے خاتون اسی بات کی توقع کر رہی تھیں اس سے۔

"ٹھیک ہے مت آؤ تم۔۔ادھر سب کے گھر والے ان کے ساتھ ہوں گے۔۔اور میرے ساتھ کوئی نہیں ہوگا۔" ان کے پاس بھی ایک ہتھیار تھا۔۔کافی مضبوط ہتھیار۔۔ **"ایموشنل بلیک میلنگ"**۔

"آنے میرا ئے جا تو رہی ہے آپ کے ساتھ۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"اب تم چپ کر جاؤ۔" انہوں نے خفیف سے لہجے میں کہا۔

براق چند لمحے خاموش رہا۔۔ کچھ سوچا۔

"آنے! ادھر نازلی بھی ہوگی اور وہ اپنی فضول باتوں سے میرا سر کھائے گی۔۔ میرے اندر اتنی ہمت نہیں کہ میں اس کی فضول باتوں کا جواب دوں۔" اس نے اکتاہٹ سے کہا۔

"ایسے مت کہو۔۔وہ جیسی بھی ہے تمہاری ہونے والی منگیتر ہے۔"انہوں نے اسے ٹوکا۔

"منگنی ہو گی تو منگیتر بنے گی نا۔"اس نے لب دانتوں میں دباتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا تم نے؟"سب سننے اور سمجھنے کے باوجود بھی انہوں نے پوچھا۔

"میں آپ کو نازلی کے لیے انکار کر چکا ہوں۔"اس نے صاف گوئی سے کہا۔۔یہ سن کر وہ مزید خفا ہو گئیں۔

"آخر کیوں؟دیکھو یا تو ہو اس کے پیچھے کوئی وجہ ہو۔۔تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو مجھے بتاؤ۔۔میں کل ہی اس کے گھر رشتہ لے جاؤں گی۔"وہ پھر اسی بات پر آگئی تھیں۔۔براق سر پکڑ کر رہ گیا۔

"نہیں آنے مجھے کوئی نہیں پسند۔"اس نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی۔

"تو پھر انکار کی کیا وجہ ہے؟"انہوں نے بھی بحث ختم نہ کی۔

"بس!ابھی میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

"شادی کا کون کہہ رہا ہے صرف منگنی کر لو۔۔27 کے ہونے والے ہو تم۔"انہوں نے اسے باور کروانے کی کوشش کی۔

"آنے!اس بارے میں ہم بعد میں بات کریں گے۔"اس نے بیزار ہوتے ہوئے کہا۔

"اچھا! تو تم چل رہے ہو نا۔۔اب دیکھو جب آ نے اتنی بار کہیں تو بات مان لینی چاہیئے !۔"اور یہ سن کر وہ مسکرایا۔

"ایوت!!!!۔"ان کا کندھا نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے اس نے اپنی ماں کے آگے ہتھیار ٹال دیے۔

(وہ بھی آخر براق یامان۔۔کمانڈران چیف کی والدہ تھیں۔۔اپنی بات منوانے کا ہنر انہیں اچھے سے آتا تھا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آنکھوں سے حیا ٹپکے ہے انداز تو دیکھو

ہے بوالہوسوں پر بھی ستم ناز تو دیکھو

Esma Sultan Mansion.

آج کی شام حسین تھی۔۔بہت حسین۔

افق پر شام کے گلابی۔۔نارنجی۔۔سرمئی اور سنہرے رنگ ایک دوسرے میں بغیر کسی رکاوٹ کے گھل مل کر ایک پر فتن منظر پیش کر رہے تھے۔۔انہی رنگوں سے لبریز بادلوں کے جھونکے بھی افق پر تیر رہے تھے۔۔ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی بھی نمودار ہو رہی تھی۔

(اسما سلطان ایک تاریخی مینشن ہے۔۔جو اورتا کی میں بوسفورس پر استنبول کے قریب واقع ہے۔

یہ تین منزلوں پر مشتمل ہے اور سب کی سب انتہائی دلکش ہیں۔

اسما سلطان ایک کثیر مقصدی تقریب کا مقام ہے۔)

(سفید رنگ کی کرسیاں اور میزیں جو سفید میز پوش سے ڈھکی ہوئی تھیں۔۔ بھرپور سجاوٹ۔۔روشنیاں۔۔ قہقہے۔

یہ سب بہت ہی دلفریب دکھ رہا تھا۔)

یہ تقریب اوپن ایریا میں ہو رہی تھی جس وجہ سے سبز مخملی گھاس پر گرتی فانوس کی روشنیاں چمک رہی تھیں۔وہ فانوس کی روشنیاں بالکل ایسی تھیں جیسے رات کے وقت جگمگاتے جگنو ہوں۔

پس منظر میں نرم جاز موسیقی کی آواز رقص کر رہی تھی۔

ایسے میں ایک میز کے ساتھ۔۔ایک کرسی پر وہ براجمان تھی اور دوسری کرسی پر عریشہ۔

(نینا کو یہاں کافی لوگ جانتے تھے۔۔اس کی اقوام متحدہ والی تقریر کو سوشل میڈیا پر **"پانچ ملین"** سے زیادہ ویوز ملے تھے۔۔ایسے میں اس کی تقریر نہ صرف پاکستان میں بلکہ دوسرے مسلم ممالک میں بھی کافی پسند کی گئی تھی۔

جو کوئی بھی یہاں اس سے ملتا۔۔ وہ اس کی تقریر کی اور خود اس کی بھی۔۔ بہت تعریف کرتا۔۔ ان ستائشی جملوں کو سننے کے بعد وہ دل ہی دل میں اللہ کا لاکھ شکر ادا کرتی۔۔ کیونکہ در حقیقت اسے ستائش۔۔ اور عزت اللہ ہی دینے والا تھا۔)

کچھ ہی فاصلے پر ایک میز کے ساتھ تین کرسیاں پڑی تھیں۔۔

ایک کرسی خالی تھی۔۔ دوسری کرسی پر لمبے فراک اور ترک طرز کے مطابق سکارف چہرے کے ارد گرد لپیٹے جیمرے خاتون براجمان تھیں۔۔

اور تیسری کرسی پر وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔۔ سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس۔۔ سنہرے بال نفاست سے جیل کے ساتھ ایک طرف کو سیٹ کیے ہوئے۔۔ اس کی شخصیت ہمیشہ کی طرح سب کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

"میرائے کہاں ہے؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے جیمرے خاتون کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہیں ہو گی۔" انہوں نے لاپروائی سے کہا۔۔ وہ تو مگن تھیں یہاں گونجنے والے نرم جاز موسیقی کی دھن میں۔

براق کے چہرے پر بے زاری۔۔ تھکن۔۔ اور ناگواری کے تاثرات نے گھر کیا ہوا تھا۔۔ اس نے سرسری سی نگاہ ارد گرد دہرائی تو اسے کچھ ہی فاصلے پر کھڑی ہلکے گلابی رنگ کا لانگ فراک اور اسی رنگ کا سکارف چہرے کے ارد گرد لپیٹے ہوئے میرائے نظر آئی۔۔ لیکن وہ چونکا۔

میرائے کے ساتھ وہ لڑکی جس سے وہ گلے مل رہی تھی۔۔

یہ وہی لڑکی تھی جسے وہ اچھے سے جانتا تھا۔۔آخر اس کا چہرہ وہ کیسے بھول سکتا تھا۔

گہرے نیلے رنگ کی لانگ اسکرٹ کے اوپر سیاہ رنگ کا بلاؤز۔۔سفید صاف اور سفاف چہرہ ایک گہرے نیلے رنگ کے سکارف سے ڈھکا تھا۔۔وہ نینا احسن ہی تھی۔

میرائے اب اس سے کافی پر جوشی اور خوش دلی سے باتیں کر رہی تھی۔

(فانوس سے ایک شاہی چمک نکلنا شروع ہوئی۔)

براق اسے چند لمحے خاموشی سے دیکھتا رہا۔۔وقت اب تھمنے لگا تھا۔۔اس کی نگاہیں پہلے ان سیاہ آنکھوں کو دیکھتی رہیں اور پھر اس کے مسکراتے ہوئے سرخ پڑتے چہرے کا مشاہدہ کرتی رہیں۔

دل ہی دل میں اس نے اعتراف کیا کہ اس نے اس جیسی مسکان پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

(یہاں تک کہ وہ چمک اس جگہ میں جزب ہونے لگی۔)

"نینا آؤ میں تمہیں اپنی فیملی سے ملواتی ہوں۔" کچھ لمحے آپس میں باتیں کرنے کے بعد میرائے نے نینا سے کہا۔۔نینا نے چند لمحے سوچا اور پھر مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ چلنے لگی۔

(عریشہ اس کے ساتھ نہیں گئی۔۔وہ اس کا ٹیبل پر ہی انتظار کرتی رہی۔)

وہ اسے اپنی ٹیبل تک لے کر جا رہی تھی۔۔نینا کی نگاہیں یک دم اس شخص پر گئیں جو سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس بظاہر ارد گرد دیکھ رہا تھا۔۔اس کے ذہن پر کچھ جھلکا۔۔یہ وہی شخص تھا۔۔اس کا **"محسن"**۔۔اور پھر میرائے کے قدم وہیں آکر رک گئے۔

نینا کو حیرت ہوئی۔

"آنے! یہ نینا ہے۔۔مین نے بتایا تھانا۔"اس نے سب سے پہلے جیمرے خاتون سے اس کا تعرف کروایا۔

جیمرے خاتون یہ سن کر مسکرائیں اور اپنی کرسی سے اٹھیں۔

"تمام! تمام! مجھے یاد آگیا۔"انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بے حد نرم لہجے میں کہا۔

نینا دھیرے سے ان کی جانب بڑھی۔۔کرسی پر بیٹھا وہ شخص اسے اب دوبارہ دیکھ رہا تھا۔۔نینا نے جیمرے خاتون کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے اپنے لبوں کے ساتھ لگالیا۔۔جیمرے خاتون یک دم کھل کر مسکرائیں۔

(یہ ترکوں کا رواج تھا جسے وہ یہاں رہ کر بہت اچھے سے جان گئی تھی۔یہاں جب کسی بڑے سے ملتے ہیں تو آپ ان کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہیں۔)

"sedece mutlu kal!(ہمیشہ خوش رہو!۔)"اس کے سر پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

نینا جواباً مسکرائی اور پھر اس نے میرائے کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔۔اس نے انگریزی میں جیمرے خاتون کے کہے گئے الفاظ کا مطلب اسے بتایا۔

یہ سن کر اس نے بھی جواباً ترک زبان میں ہی شکریہ کہا۔۔ جیمرے خاتون نے ایک بار پھر اس کے سر پر نرمی سے ہاتھ پھیرا۔

براق یونہی کرسی پر بیٹھا نینا کو خاموشی سے دیکھتا رہا۔۔وہ چاہ کر بھی اپنی نگاہیں اس سے نہیں ہٹا پا رہا تھا۔

(اور پھر وہ شاہانہ چمک ان دونوں میں بھی جذب ہونے لگی۔)

"نینا یہ میرے بھائی ہیں۔۔ براق۔۔ براق یامان۔"اور پھر میرائے نے نینا کا تعرف برق سے کروایا۔یہ سن کر نینا نے ایک نظر براق کو دیکھا جو کرسی سے دھیرے سے اٹھ رہا تھا۔

(وہ کھڑا ہوا تو اسے اس کو دیکھنے کے لیے سر اٹھانا پڑا۔۔اس کا قد اس سے اتنا اونچا تھا کہ وہ اس کے کندھے تک مشکل سے آتی ہو گی۔)

(اور پھر وہ سلاطین کی سرزمین کا سلطان بن گیا۔)

"اور آپ یہ نینا ہے۔۔ میری بہت اچھی دوست !۔"اس نے ہاتھ سے نینا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے براق سے کہا۔۔اس نے جواباً معنی خیز انداز میں ہلکا سا مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"مرحبا!۔" براق نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

"مرحبا!۔" جواباً اس نے بھی معمولی سے لہجے میں کہا۔۔اور پھر اس سے نظریں پھیر لیں۔

(اور وہ پاک سرزمین کی سلطانہ بن گئی۔)

"دوبارہ مل کر خوشی ہوئی۔" اس نے زیر لب اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو میرائے چونکی۔

"آپ لوگ پہلے بھی مل چکے ہیں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔۔نینا نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن تب ہی براق کہنے لگا

"ہاں! ہم مل چکے ہیں پہلے بھی۔"

"کب؟" میرائے کی حیرت ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی۔

"اس دن شاپنگ مال میں یہ بھی موجود تھی۔" اور یہ سن کر نینا بھی دھیرے سے مسکرائی۔۔نظریں ابھی بھی براق سے نہیں ملی تھیں۔

"اللہ اللہ! تب ہی۔"

میرائے نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے جیسے خود کلامی کی تو **سلاطین کی سرزمین کا سلطان** اور **پاک سرزمین کی سلطانہ** دونوں چونکے۔

"کیا تب ہی؟" نینا نے ناسمجھی سے پوچھا۔۔براق بھی یہی پوچھنا چاہ رہا تھا۔

"تب ہی تو میں کہوں کہ تم اس دن میرے میسجز اور فون کا جواب کیوں نہیں دے رہی تھی۔"

اور یہ سن کر وہ تینوں مسکرائیں۔۔ جیمرے خاتون بھی ان کے ساتھ ہی مسکرائیں۔

(جیمرے خاتون واپس کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔۔ ان کی نگاہیں کبھی براق پر جاتیں تو کبھی نینا پر۔۔ براق کی نیلی آنکھوں میں موجود وہ خاص چمک جیمرے خاتون اچھے سے نوٹ کر رہی تھیں۔)

"میں معافی چاہتی ہوں اس دن میں آپ کو شکریہ نہیں کہہ سکی۔" نینا نے کچھ جھجک کر براق سے کہا۔۔ وہ ایسی ہی تھی۔۔ لہجہ اور انداز بے تکلف نہیں تھا۔۔ نظریں جھکی ہوئی تھیں۔۔ یہ بات اسے براق کی نظروں میں مزید پر کشش بنا رہی تھی۔

"اس کی ضرورت نہیں یہ میرا فرض ہے۔" اس نے نینا کی طرف دیکھتے ہوئے ابرو اچکاتے ہوئے کہا۔

یہ سن کر یک دم نینا نے براق کو دیکھا جو اسے ہی معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔ اس نے فوراً نظریں پھیر لیں۔۔ براق کے لبوں پر خود بخود اس کے یوں نظریں پھیر لینے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ امڈی۔ اس کی نیلی آنکھوں میں آج کچھ خاص تھا۔۔ بہت خاص۔

"چلو نینا! میں تمہیں باقیوں سے ملواتی ہوں۔" میرائے نے کہا تو سلطان کی نگاہیں بھی یک دم سلطانہ سے ہٹیں۔

"تمام!۔"نینا نے جواباً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

(ترک زبان کا تھوڑا اثر اس پر بھی آگیا تھا۔)

نینا نے رخ موڑا اور میرائے کے ساتھ جانے لگی۔۔وہ اسے یوں جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

(کچھ **منفرد** تھا اس میں۔۔کچھ مختلف جو یہاں موجود اور کسی میں نہیں تھا۔ایسا براق کو لگا اور جو واقعی سچ بھی تھا۔یہی بات نینا کو سب سے پر کشش بناتی۔)

براق یونہی اسے چند لمحے جاتا دیکھنے کے بعد اپنی کرسی پر آکر بیٹھنے ہی لگا کہ تب ہی اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔

"Hey! Handsome."

براق نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں نازلی کھڑی تھی۔اسے دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگواری کی کئی لہریں دوڑ آئیں۔۔کچھ لمحے پہلے چھائے ہوئے خوبصورت رنگ غائب ہو گئے۔

(نازلی کا چہرہ بے تحاشہ میک اپ سے بھرپور تھا۔۔سنہرے بال جن کی اسٹریکنگ ہوئی تھی۔۔ایک اونچے بن مین بندھے ہوئے تھے اور سائیڈ سے ایک لٹ نکلتی ہوئی اس کی ٹھوڑی کو چھو رہی تھی۔

اس نے بغیر آستینوں والا ایک لمبا سیاہ رنگ کا چمکیلا فراک پہن رکھا تھا۔یہ وہ واحد لڑکی نہیں تھی جس کا لباس اس طرح کا ہو۔وہاں موجود زیادہ تر لڑکیوں کا لباس کچھ ایسا ہی تھا۔)

"تم تو مجھے بھول ہی گئے براق۔" اس نے اب اس کے قریب ہوتے ہوئے کافی بے تکلفی سے کہا۔اس کا قد براق سے صرف چند انچ ہی چھوٹا تھا۔

(جیمرے خاتون کرسی سے اٹھیں۔۔وہ بظاہر یہاں موجود کسی مہمان سے ملنے جارہی تھیں لیکن اصل میں وجہ یہ ہی تھی کہ براق اور ازلی ایک دوسرے سے بات کر سکیں۔)

"میں کسی کو نہیں بھولتا۔۔البتہ اگر میرا ملنے کا موڈ نہ ہو تب میں کسی سے نہیں ملتا۔" اس نے اس سے جان چھڑاے والے انداز میں کہا۔

"اللہ اللہ! اتنا غرور۔۔ایک ہم ہی ہیں جو آپ کے لاکھ نظر انداز کرنے کے باوجود بھی آپ کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑتے۔" اس نے فوراً مسکرا کر کہا تو براق کو اس کا یوں ہنسنا زہر لگا۔

"تم پیرس کب جارہی ہو؟" اس نے بات گھمائی۔

"ابھی نہیں!۔۔میں کچھ دن اور یہاں رکنا چاہتی ہوں۔" اور یہ سن کر براق کا دل مزید کھٹا ہوا۔

"تمام!۔" چہرے پر ناگواری کی لہریں اب بہت۔۔بہت بڑھ چکی تھیں۔

(نازلی نے اپنی ساری زندگی پیرس میں ہی گزاری۔اس کا وہاں اچھا خاصا کاروبار بھی شروع ہو گیا تھا۔

وہ ایک بہت ہی کامیاب بزنس وومین تھی۔۔اور اس کا سہرا اس کے والد **"یوسف بے"** کے سر جاتا تھا جنہوں نے اسے کاروبار میں انویسٹ کرنے کے لیے اپنے کاروبار میں سے اچھی خاصی رقم دی تھی۔

وہ اپنے ماں باپ سے ملنے کے لیے ترکیے واپس آئی تھی۔۔ لیکن پھر۔۔ابھی تک وہ یہاں سے واپس پیرس نہیں گئی۔

کیونکہ وہ کسی کا انتظار کر رہی تھی۔

"کسی کے انکار کا اقرار میں بدلنے کا انتظار۔")

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر4

"بساط"

تم بتا نہیں سکتے

کہ کتنا جھوٹ ہے اس دنیا میں۔

جعلی روحیں

جو مہلک لاش کی طرح چلتی ہیں۔

تم اسے نہیں دیکھ سکتے

جب تک وہ سب کچھ تمہارے سامنے نہ دکھائے۔

صحیح وقت اور لمحے کے لیے۔

جب تمہیں احساس ہوا کہ لوگوں کے پاس ماسک (دوہرے چہرے) ہیں۔

اور تم نہیں جانتے کہ کس پر بھروسہ کرنا ہے۔

وہ اپنی تلخ حقیقت کو چھپاتے ہیں۔

عوام کی نظروں سے۔

جعلی مسکراہٹیں۔

تماشوں کی تخلیق

صرف انہی سے شروع ہوئی

جھوٹ پر جینے کے لیے۔

کہ انہوں نے ارد گرد ڈال دیں

اپنی زہریلی باتیں۔

یہ آپ کے ذہن کو متاثر کریں گی۔

اصل رنگ جلد دکھائی دے گا۔

اس سے ان کی جلد پر اثر پڑے گا۔

بالکل گرگٹ کی طرح۔

زندگی کے عجائبات میں

جعلسازی سے بچنے کی کوشش کرنا۔

تم انہیں نہیں پڑھ سکتے

جب تک وہ اسے نہ دکھائیں۔

موسیقی واحد حقیقی دوست ہے۔

جس پر تم بھروسہ کرو۔

یہ تمہیں ہر وقت حقیقی رکھتا ہے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ زندگی تمہیں کیا دیتی ہے۔

یہ تمہارے لیے وہاں ہوگا!۔

(بدر کی نظم!۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسما سلطان مینشن اب سلطانہ اور سلطان کی ملاقات کی وجہ سے مزید شاہی۔۔دلفریب۔۔اور حسین بن چکا تھا۔

براق کی ٹیبل سے کچھ ہی فاصلے پر موجود ٹیبل کے گرد تین کرسیاں رکھی تھیں جن پر وہ تینوں براجمان تھیں۔ میرائے اس وقت نینا سے ہمیشہ کی طرح نہایت پر جوشی اور خلوص کے ساتھ گفتگو کرنے میں محو تھی۔۔ ایسے میں عریشہ خاموشی سے بس ان دونوں کی باتیں سنتی اور ساتھ ساتھ موبائل کی اسکرین اسکرول کرتی۔۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تینوں ترک کافی بھی پی رہی تھیں۔

"نینا! تم میرے گھر کب آ رہی ہو؟" کچھ دیر کے بعد میرائے نے کافی خوش دلی سے پوچھا۔۔ اور کافی کا ایک گھونٹ بھرا۔

"میرائے! میں تمہارے گھر۔۔" ابرو اکٹھے کرتے ہوئے اس نے سوچا۔۔ کافی کا مگ ابھی ہاتھ میں ہی تھا۔

"تم بس آ رہی ہو میرے گھر۔۔ تمہیں ابھی پتا نہیں ہے کہ ترک بہت ہی مہمان نواز قوم ہے۔" اس کی بات کاٹتے ہوئے اس نے کافی فخر سے شانے اچکا کر کہا۔۔ نینا جواباً مسکرائی۔

"تمام! تمام! میں جانتی ہوں کہ تم لوگ بہت ہی مہمان نواز قوم ہو۔۔ لیکن ہم پاکستانی بھی کسی سے کم نہیں۔" اس نے بھی گردن اونچی کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔ اور کافی کے ایک دو گھونٹ لیے۔

"تمام! تو تم کل آ رہی ہو! ہے نا؟" اور اس نے جیسے ہی یہ فیصلہ سنایا۔۔ وہ چند لمحے کے لیے پھر سوچوں کی وادیوں میں گم ہو گئی۔

"وہ میں۔۔" اس نے سوچ سوچ کر کوئی بہانہ گھڑنا چاہا لیکن گھڑ نہیں پائی۔

"لتفین (پلیز) نینا!۔" وہ اصرار کرنے لگی۔۔ اور اس نے کافی کا مگ سامنے میز پر رکھ دیا۔ نینا نے کچھ لمحے اسے ٹالنے کی کوشش کی لیکن میرائے نہ ٹلی۔

"اچھا ٹھیک ہے میں آ جاؤں گی۔" اس نے دھیرے سے مسکرا کر کہا تو میرائے کا چہرہ کھل اٹھا۔

"وعدہ؟" کرسی سے تھوڑا آگے ہوتے ہوئے اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

(میز پر رکھے کافی کے مگ میں اب کافی تھوڑی سی ہی موجود تھی جو اب ٹھنڈی ہو رہی تھی۔)

"ہاں وعدہ!۔" ایک ٹھنڈی سانس لے کر اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔۔ اور کافی کے آخری گھونٹ بھرے۔

"تم وعدہ نبھاؤ گی نا؟" لہجہ اب اس کا مزید تیز ہو گیا۔۔ نینا تھوڑا حیران ہوئی کہ اسے آخر اس پر شک کیوں ہو رہا تھا کہ وہ وعدہ نہیں نبھائے گی؟ لیکن وہ ٹھیک بھی تھی۔۔ یہ سچ تھا کہ نینا اس کے گھر آنے سے کترا رہی تھی۔

"میرا ئے! جس طرح ترک بہت ہی مہمان نواز قوم ہے نا اسی طرح ہم پاکستانیوں کو بھی وعدے نبھانا اچھے سے آتا ہے۔" اس نے اس کے ہاتھ نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے جیسے اسے یقین دلایا۔۔ اور کافی کا خالی مگ سامنے رکھی میز پر رکھ دیا۔

"چلو یہ تو اب تب ہی معلوم ہو گا جب تم اپنا وعدہ پورا کرو گی۔" اس نے بھی ایک طرح سے اسے چیلنج کر دیا۔

اس نے اب میز پر رکھا اپنا کافی کا مگ اٹھایا۔۔ کافی ٹھنڈی ہونے کے باوجود بھی وہ کافی پینے لگی۔

"تم فکر مت کرو۔۔ مجھے وعدے نبھانا اچھے سے آتا ہے۔" اس نے کافی اعتماد سے ابرو اچکاتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کی گفتگو جاری رہی۔۔ اور عریشہ اب موبائل کی اسکرین پر نظریں جمائے۔۔ کافی پیتے ہوئے۔۔ بالکل بھی ان دونوں کی طرف متوجہ نہ تھی۔

کچھ قدم دور جاؤ تو اس گول میز کے قریب وہ دونوں کھڑے تھے۔۔ ابھی تک وہ بیزاری سے کھڑا اس کی باتیں سن رہا تھا۔۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے کوئی بھی چیز ملے اور وہ اسے نازلی کے منہ پر دے مارے تا کہ اس کا منہ تو بند ہو۔

Fiction Shelve

نازلی اس کے چہرے پر اکتاہٹ کے تاثرات سمجھ گئی تھی لیکن اس کے باوجود بھی وہ ابھی تک یہاں سے نہیں گئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے براق۔۔میں نے تمہیں ادھر بہت مس کیا۔۔مگر اب تم سے مل کر میری ساری اداسی ختم ہو گئی ہے۔چلو کوئی پلان بناتے ہیں۔۔کہیں ڈنر پر یا پھر لنچ پر چلتے ہیں۔"وہ ہمیشہ کی طرح کافی بے تکلفی سے اس سے کہہ رہی تھی۔۔اور یہ کہتے ہوئے وہ اس کے تھوڑا قریب ہوئی تو براق یک دم پیچھے ہٹا۔

"میں نہیں چل سکتا۔"اکتاہٹ سے کہتے ہوئے اس نے شانے اچکا کر کہا۔۔نازلی کے تاثرات کچھ بگڑے۔

"لیکن کیوں؟"چہرے پر مصنوعی سے دکھ کے تاثرات قائم کرتے ہوئے اس نے پوچھا تو براق نے ایک گہری سانس لی۔۔اور اسے بیزاری سے دیکھا۔

"کیونکہ یہ میرے اصولوں کے خلاف ہے۔"یہ کہتے ہوئے وہ سر جھٹک کر لمبے ڈگ بھرتا ہوا جانے لگا۔

"براق! براق! میری بات تو سنو۔۔"

نازلی اسے جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی نوبت ہی نہ آئی۔۔وہ جا چکا تھا۔وہ بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ پلٹی اور اپنی ٹیبل کی جانب بڑھی جہاں یوسف بے (نازلی کے والد) موجود تھے۔کچھ ہی دیر پہلے یوسف بے سے جیمرے خاتون اور میرائے آکر ملی تھیں لیکن براق ان سے نہیں ملا تھا۔

وہ تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا جب یک دم اس کے قدم زنجیر ہوئے۔۔نیلی آنکھیں اس سیاہ آنکھوں والی لڑکی کی جانب بڑھیں جو میرائے یامان سے خوش دلی سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔

(وہ ان کی ٹیبل سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑا تھا۔۔یوں کہ میرائے کی پشت تھی اس کی طرف اور نینا اس کے سامنے والی کرسی پر براجمان تھی۔ساتھ والی کرسی پر عریشہ بیٹھی تھی جس کی نظریں ابھی تک موبائل کی اسکرین پر جمی تھیں۔)

وقت ایک بار پھر اس کے لیے تھمنے لگا۔۔ارد گرد وہ شاہانہ چمک پھر رقص کرنے لگی۔۔وہ ارد گرد کی دنیا سے بے نیاز ہو کر صرف اسے۔۔اپنی سلطانہ کو دیکھنے لگا۔

(جیمرے خاتون واپس اپنی ٹیبل تک آئیں۔۔کرسی کھینچ کر بیٹھیں اور ارد گرد نگاہ دہرائی۔۔انہیں کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر کھڑا براق دکھائی دیا۔۔ان کی نگاہوں نے اس کا تعقب کیا اور پھر۔۔ان کی نگاہیں اس کے تعقب میں گئیں جس پر اس کی نگاہیں جمی تھیں۔)

اسے دیکھ کر پتا نہیں کیوں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس میں کوئی خاص بات ہو۔

اور خاص بات تو واقعی اس میں تھی۔

(پس منظر میں چلتے رومانوی نرم جاز موسیقی کی آواز مزید بڑھ سی گئی۔۔ جیمرے خاتون اس سیاہ آنکھوں والی لڑکی کو اور پھر براق کو دیکھنے کے بعد معنی خیز انداز میں زیر لب مسکرائیں۔)

براق یامان کے چہرے پر موجود ناگواری اور بیزاری کے تاثرات کی جگہ اب گہرے۔۔ نرم اور الفت سے بھرے تاثرات نے لے لی۔۔ اس سب کے باوجود بھی وہ اپنے دل پر یقین نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔۔ ذہن بار بار ان خیالات کو جھٹک رہا تھا۔

(جس کرسی پر یوسف بے براجمان تھے اس کے برابر والی کرسی پر ہی نازلی ٹانگ پر ٹانگ جمائے۔۔ گردن اونچی کیے بیٹھی تھی۔ اس نے لاشعوری طور پر گردن موڑ کر ارد گرد دیکھا تو اسے وہ دکھائی دیا۔۔ اس کے چہرے پر ناسمجھی کے تاثرات ابھرے۔

وہ ایسے کیوں کھڑا تھا۔۔ اور کسے دیکھ رہا تھا۔۔ وہ پہلے سمجھ نہ سکی۔ اور پھر اس کی نظریں بھی اس پڑ گئیں۔۔ وہ سیاہ آنکھوں والی لڑکی جس کے رخسار ہنس ہنس کر سرخ پڑ گئے تھے۔

نازلی نے فوراً سر جھٹکا۔۔ اور ان سب خیالات کو ذہن سے نکال دینے پر زور دیا۔۔ وہ جیسا سوچ رہی ہے ویسا کچھ نہیں ہے۔۔ اس نے خود کو تسلی دی۔۔ اور واپس اس کی طرف گردن موڑ کر متوجہ ہوئی۔)

وہ خاموشی سے کھڑا اسے یونہی دیکھتا رہا۔۔دنیا سے بے نیاز ہو کر۔۔اور سیاہ آنکھوں نے ایک بار بھی ان نیلی آنکھوں میں نہیں دیکھا۔

شاید جو رنگ براق کے دل پر چھائے تھے۔۔انہوں نے نینا کے دل کو اپنے حصار میں نہیں لیا تھا۔

وہ اسے یوں ہی دیکھتا رہتا اگر دور سے آتا وہ ویٹر جس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھا اور اس پر کافی کے دو خالی مگ پڑے تھے۔۔وہ اس سے ٹکرا نہ جاتا۔ براق گڑ بڑا کر رہ گیا۔۔کافی کے مگ خالی تھے۔۔ اس لیے بچت ہو گئی ورنہ کافی اس کے اوپر گر جاتی۔

وہ اس ویٹر سے معذرت کرتا ہوا جانے لگا۔ صرف ایک مرتبہ مڑ کر اس سیاہ آنکھوں والی لڑکی کو دیکھا اور پھر دھیرے سے ہنس کر سر جھٹکا۔۔

اسما سلطان مینشن سے باہر نکلا۔۔موبائل سیاہ کوٹ کی جیب سے نکالا۔۔کچھ لمحے وہاں کھڑے رہ کر میسجز دیکھے اور پھر موبائل بند کر کے کوٹ کی جیب میں واپس ڈال دیا۔ایک گہری سانس لی۔۔ اسے کچھ ہی دیر پہلے اندر گھٹن محسوس ہونے لگی تھی۔۔نازلی کے ساتھ وہ ایسے ہی بیزار ہو جاتا۔

وہ اب واپس پلٹا اور اسما سلطان مینشن میں جانے لگا۔۔ابھی اسے یہاں آدھا گھنٹہ مزید رکنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آنکھ نہ لگنے سے سب احباب نے

آنکھ کے لگ جانے کا چرچا کیا

سیودا کی منگنی کی تقریب ختم ہوئی۔۔ تو سب مہمان اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ ایسے میں وہ تینوں بھی تقریباً چالیس منٹ تک اپنے گھر لوٹ گئے۔ جیمرے خاتون کافی تھک گئی تھیں۔۔ اسی لیے وہ سیدھا اپنے کمرے میں آرام کرنے کے لیے چلی گئیں۔

میرائے بھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔ اور براق بھی۔

وہ ابھی ابھی باتھ روم سے فریش ہو کر نکلا تھا۔ چہرے پر تکان کے ہلکے پھلکے سے تاثرات تھے۔۔ سنہرے بال گیلے تھے۔ وہ سنگھار میز کی جانب بڑھا اور اس پر سے کنگی اٹھا کر اپنے بال پیچھے کی طرف سیٹ کیے۔ وہ اس وقت ٹراؤزر اور شرٹ میں ملبوس تھا۔

اس کے کمرے کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔۔ اس نے سنگھار میز کے آئینے میں دیکھا کہ کمرے کے آدھے کھلے دروازے کے باہر سے وہ گزری تھی۔۔ یقیناً وہ یہ ہی دیکھنے آئی تھی کہ براق سویا ہے یا نہیں۔

(اگر وہ سو رہا ہوتا تو وہ وہاں سے چلی جاتی اور اگر جاگ رہا ہوتا تو وہ تب تک نہ آتی جب تک وہ اسے آنے کو نہ کہتا۔ اور وہ ہمیشہ اسے اندر آنے کا کہتا۔۔ پھر وہ دونوں کافی دیر تک خوب باتیں کرتے۔)

براق نے اسے پکارا۔۔ کمرے کے باہر چلتے ہوئے قدموں کی آواز یک دم رکی اور پھر ان قدموں کی آواز اسے اپنے قریب آتی محسوس ہوئی۔ میرائے نے کمرے کا دروازہ جو آدھا کھلا تھا اسے دھکیلا۔۔اور کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ اس وقت نائٹ گاؤن میں ملبوس تھی۔۔ سنہرے بال کیچر میں بندھے تھے۔

"آؤ میرائے! بیٹھو۔۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے ہمیشہ کی طرح نرمی سے کہا۔

"ایوت! کہیے آبے۔" صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے کشن اپنی گود میں رکھ کر کہا۔ براق سامنے بیڈ پر آکر بیٹھا۔

وہ لب کاٹتے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔۔ جیسے وہ جو کہنا چاہ رہا تھا وہ کہہ نہیں پا رہا تھا۔ میرائے نے ابرو اکٹھے کرتے ہوئے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔۔اس نے ایک گہری سانس لی۔

"مجھے ایک بات بتاؤ۔۔ وہ لڑکی جو آج تمہارے ساتھ تھی۔۔ سیاہ آنکھوں والی۔۔ کیا نام تھا اس کا۔۔" اس نے معمولی سے انداز میں کہتے ہوئے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا جیسے اس کا نام یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

(جب کہ اس کا نام اسے یاد تھا۔۔ وہ کیسے بھول سکتا تھا؟)

"نینا! نینا احسن نام ہے اس کا۔" وہ کھنکھاری۔

"تمام! وہی لڑکی۔۔" سر ہلاتا ہوئے وہ رکا۔۔کچھ سوچا۔

"اس سے تمہاری دوستی کب ہوئی؟" اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اس سے سوال کیا۔اس کی نیلی آنکھوں میں آج کچھ خاص تھا۔۔بہت خاص۔۔جو میرائے شاید سمجھ رہی تھی۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا مگر آپ میری بات غور سے سنتے ہی کہاں ہیں۔" اس نے کچھ شکوہ کن لہجے میں کہا۔۔لیکن براق نے جواباً کچھ نہ کہا۔۔جیسے اس نے اس کی بات سرے سے ہی نظرانداز کر دی ہو۔

"خیر اس سے میری دوستی تب ہوئی۔۔جب میں یو این جی اے گئی تھی۔" اس نے کہنا شروع کیا۔۔وہ اب اسے سن رہا تھا۔

"تمام۔۔پھر؟" وہ مزید کہنے لگی تھی جب اس نے پوچھا۔۔میرائے اس کا تجسس۔۔بے چینی دیکھ کر زیر لب مسکرائی۔

"جب میں نے اسے تقریر کرتے ہوئے سنا تو مجھے اس کی تقریر بہت۔۔بہت پر اثر لگی۔" اس نے دوسری بار "بہت" پر کافی زور دیا۔

"اور میں نے نینا کے بہت سے تجزیئے بھی سنے ہیں جو کہ انگلش کیپشنز کے ساتھ ہوتے ہیں۔۔ تب ہی سے میں اس کی فین بھی ہوں۔" وہ روانی میں سب کہے جارہی تھی تو براق کے چہرے پر حیرانی کے تاثرات جھلکے۔

"تجزیئے؟" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں! وہ ایک صحافی ہے۔" اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"واللہ! تو وہ ایک صحافی ہے۔" اس نے ستائشی انداز میں کہا۔ میرائے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ آج اس کا انداز واقعی کافی مختلف تھا۔

(کہیں نہ کہیں میرائے کو یوں لگا کہ براق متاثر تھا "نینا احسن سے "۔۔اور دوسری طرف براق یامان یہ سن کر لاجواب ہو گیا تھا کہ نینا احسن ایک صحافی ہے۔)

"آبے! ایک بات پوچھوں؟" اسے سوچوں کی بھول بھلیاں میں گم دیکھ کر اس نے پوچھا۔۔اب کی بار وہ زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"ایوت! ضرور۔" اپنے خیالات کی دنیا سے باہر نکل کر اس نے کہا۔

"آپ اس کے بارے میں اتنا کیوں پوچھ رہے ہیں؟" اور یہ سوال سن کر وہ تھوڑا چونکا۔۔اس کے اعصاب تنے۔۔وہ میرائے سے اس سوال کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"میں ایک فوجی افسر ہوں۔۔اور اپنے ارد گرد موجود ہر شخص کی خبر رکھنا میرا فرض ہے۔"اس نے اس کو "دوسری طرف" سوچنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے بات بناتے ہوئے کافی فخر سے کہا۔

میرائے نے ہنس کر سر جھٹک دیا۔۔براق تھوڑا محتاط سا ہوا۔

"کیا واقعی یہ فرض ہے؟"اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"ایوت ہے یہ فرض اور فرض سے زیادہ یہ میرا اصول ہے۔"اس نے ہمیشہ کی طرح صاف گوئی سے کہہ ڈالا۔

"میری اور بھی بہت سی دوستیں ہیں۔۔آپ نے ان کے بارے میں اتنا کبھی نہیں پوچھا۔"

اس نے ایک آنکھ دباتے ہوئے اسے چھیڑا۔اس نے جواباً اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے چہرے پر مصنوعی سنجیدگی قائم کی۔۔اور دوسری طرف میرائے کے لب بھرپور مسکراہٹ سے پھیل گئے۔

"مجھے اب نیند آرہی ہے۔تم جاسکتی ہو یہاں سے۔"اس نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ناگواری سے کہا۔

"تمام! میں چلی جاتی ہوں۔۔ویسے آپ کو ایک بات بتا دیتی ہوں۔۔احسان مند رہیں گے آپ میرے۔" صوفے سے اٹھتے ہوئے اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"کیسی بات؟ جلدی بولو۔۔میرے پاس تمہاری فضول باتوں کا وقت نہیں ہے۔" اس نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا۔۔اس کی آنکھیں اب تھکن کے باعث کچھ بوجھل ہو رہی تھیں۔

"نینا کی وہ تقریر جو اس نے یو این جی اے میں کی تھی۔۔وہ یوٹیوب پر موجود ہے۔" اس نے اس کے تھوڑا قریب ہو کر سرگوشی کرنے والے انداز میں کہا اور پھر لب دباتے ہوئے مسکرائی۔

براق کے چہرے پر یک دم کئی تاثرات جھلکے۔۔چہرہ کچھ سرخ ہوا۔

"میرائے! تم یہاں سے جاتی ہو یا نہیں۔" صوفے سے کشن اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے تنگ آکر اس نے تھوڑا بلند آواز میں کہا۔

"جا رہی ہوں۔۔فکر نہ کریں آپ۔" وہ تیز قدموں کے ساتھ بھاگتے ہوئے مسکرا کر کہہ رہی تھی۔دروازہ بند کرنے سے پہلے اس نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا اور پھر مسکرانے لگی۔۔براق نے ہاتھ میں پکڑا کشن اس کی طرف پھینکا تو وہ دروازہ فوراً بند کر کے وہاں سے چلی گئی۔۔کشن دروازے سے ٹکرا کر فرش پر گر گیا۔

"پاگل لڑکی۔" کشن فرش سے اٹھاتے ہوئے وہ زیر لب بڑبڑایا۔۔اور پھر بیڈ پر واپس آکر بیٹھا۔۔ یک دم اس کے چہرے پر ایک بے حد خوبصورت مسکراہٹ بکھر گئی۔۔اور اس نے مسکرا کر سر جھٹک دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

براق کے کمرے سے نکلنے کے بعد اس کے قدم جیمرے خاتون کے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔وہ ان کے کمرے کے دوازے پر پہنچی۔۔دروازہ بند تھا۔اس نے دروازے پر دستک دی۔ وہ یقیناً ابھی نہیں سو رہی ہوں گی۔۔کیونکہ اگر وہ سو رہی ہوتیں تو ان کے کمرے کی بتیاں بجھی ہوتیں۔

اس کے دروازہ کھٹکھٹانے پر جیمرے خاتون نے اسے اندر سے آواز دی۔۔اس نے فوراً دروازے کا ہینڈل گھمایا اور کمرے میں داخل ہوئی۔

کمرے کی کچھ بتیاں جل رہی تھیں۔۔اور کچھ بجھی تھیں۔

جیمرے خاتون بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھیں۔۔اپنے اوپر کمبل اوڑھ رکھا تھا۔۔ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے گرائے جا رہی تھیں۔میرائے انہیں دیکھ کر مسکرائی اور آہستگی سے چلتے ہوئے ان کے پاس بیڈ پر آکر دوزانو ہو کر بیٹھی۔اس نے کمبل تھوڑا سا اپنے اوپر کو کھسکایا۔

جیمرے خاتون نے اب اپنی تسبیح احترام کے ساتھ چوم کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔۔ان کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح نرم مسکراہٹ قائم تھی۔

"کیا ہوا ہے میرائے؟" انہوں نے بات کا آغاز کیا۔میرائے نے کچھ سوچا۔۔وہ نظریں جھکائے ہوئے کمبل پر انگلی سے نہ جانے کیا نقش و نگار بنانے لگی ہوئی تھی۔

"آنے! وہ آج میں نے آپ کو نینا سے ملوایا تھا نا۔" اس نے تھوڑا ہچکچا کر کہا تو یہ سن کر ان کے چہرے پر یک دم مسرت کی کئی لہریں ابھریں۔

"ہاں! وہ سیاہ آنکھوں والی لڑکی۔۔وہ ویسے بہت خوبصورت تھی۔" انہوں نے فوراً خوش دلی سے کہا تو اس نے سر ہلا کر جیسے ان کی تائید کی۔

(ان کا انداز ایسا تھا۔ جیسے وہ اسی موضوع پر بات کرنے کے لیے بے تاب ہوں۔)

"ایوت! وہ خوبصورت تو بہت ہے۔ میں نے اسے ہمارے گھر بلایا ہے۔۔ مگر مجھے نہیں لگتا کہ وہ آئے گی۔" اس نے منہ بناتے ہوئے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

"تم فکر مت کرو۔۔ میں اس سے بات کرلوں گی۔۔ویسے میں بھی اسے بلانا چاہ رہی تھی۔" انہوں نے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔۔ میرائے ان کی آخری بات پر ذرا سا چونکی۔

"کیوں؟" اسے اچنبھا ہوا تھا۔ جیمرے خاتون جواباً معنی خیز انداز میں مسکرائیں۔

"تم نے اپنے آپ کو دیکھا تھا؟ مجھے تو دیکھتے ہی کچھ کچھ سمجھ آ گیا تھا۔" انہوں نے مسکرا کر ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے ٹکاتے ہوئے کہا۔ میرائے کے چہرے پر پہلے نا سمجھی۔۔ پھر بے یقینی۔۔ حیرت۔۔ اور پھر اس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔

(اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ جیسا سوچ رہی تھی ویسا ہی جیمرے خاتون بھی سوچ رہی تھیں۔)

"آنے! شاید آپ صحیح کہہ رہی ہیں۔۔ مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔" اس نے ایک آنکھ دباتے ہوئے خوش گوار لہجے میں کہا۔

"بس تم اسے کل یا پھر کچھ دنوں تک ڈنر پر بلاؤ۔۔ اور ہاں میری ایک اور بات غور سے سنو۔" یہ کہتے ہوئے وہ تھوڑا آگے کو ہوئیں اور دھیمی آواز میں کہنا شروع ہوئیں۔۔ میرائے خاموشی سے انہیں سننے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 7 مارچ، 2022۔

چاند سے ماند ستاروں نے کہا آخر شب

کون کرتا ہے وفا عہد وفا آخر شب

رات کی تاریکی میں چاند کی روشنی کسی جگنو کی مانند چمک رہی تھی۔۔افق صاف تھا۔۔بادل بہت ہی ہلکے ہلکے سے چھائے تھے۔

مہتاب کی یہ روشنی پرکشش ہونے کے ساتھ ساتھ بہت گہری بھی تھی

جیسے اس میں کئی راز دفن ہوں!۔

یہ منظر تھا اسی محل جیسے گھر کا جس کی سیڑھیاں سرخ قالین سے ڈھکی تھیں۔۔وہاں ہر طرف اندھیرا سا چھایا تھا۔۔تمام بتیاں بجھی تھیں۔۔کھڑکیوں پر پردے گرے تھے۔۔اندھیرے کے ساتھ ساتھ ارد گرد خاموشی نے بھی اپنے قدم جمائے ہوئے تھے۔

اچانک اس خاموشی میں کسی نے خلل پیدا کیا۔

اس محل نما گھر کا داخلی دروازہ دھکیل کر وہ تیز قدموں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔۔اس وقت وہ سیاہ جینز اور سفید شرٹ جس کی آستینیں مڑیں ہوئی تھیں۔۔اس میں ملبوس تھا۔وہ اکیلا نہیں آیا تھا یہاں۔۔اس کے پیچھے وہ سرمئی آنکھوں والا ہینڈسم سا لڑکا۔۔ایرن بھی تھا۔

وہ سیدھا ڈرائنگ روم میں گیا۔۔بجھی ہوئی بتیاں جلائیں۔۔اور صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھ گیا۔اس کے سامنے والے صوفے پر ایرن بھی ٹانگوں کی قینچی بنا کر بیٹھا۔

"مرات! مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ تم واقعی ماسٹر مائنڈ ہو!۔" ایرن نے ہمیشہ کی طرح بات کی شروعات اس کی تعریف سے کی۔ مرات گردن صوفے کی پشت سے ٹکائے ایک گہری سانس لے کر مسکرایا اور گردن سیدھی کر کے ایرن کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تمام! لیکن تم ابھی بھی مجھے اچھے سے نہیں جانتے۔" ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اس نے ابرو اچکا کر کہا۔

"وہ کیوں؟" اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"بس۔۔ تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔" مرات نے فاتحانہ انداز میں شانے اچکائے۔

ایرن نے مسکرا کر سر جھٹکا۔۔ چند لمحے کچھ سوچا۔۔ مرات نے اپنی جیب سے سگریٹ نکالی۔۔ اور ایرن کو پیشکش کی۔۔ اس نے سیدھا اس کی یہ پیشکش مسترد کر دی۔۔ اس نے برا نہ مانا۔

"میں سوچتا ہوں کہ جب براق کو پتا چلے گا کہ تم۔۔ یعنی مرات زندہ ہے۔۔ تب وہ کیا کرے گا؟" اس نے استہزا سے مسکرا کر پوچھا۔

"وہ دن بھی بہت نزدیک ہے جب اسے میرے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔" سگریٹ کا ایک گہرا کش لے کر اس نے دھیمے لہجے مگر معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

ایرن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔اور پھر وہ دونوں کچھ دیر آپس میں بات چیت کرتے رہیں۔۔ آگے کے لائحہ عمل کی تیاری کے متعلق گفتگو۔۔اونور کی ہدایات پر غور و فکر۔

پھر ایرن نے مؤدبانہ انداز میں جانے کی اجازت مانگی۔۔مرات نے ہاتھ سے اشارہ کر کے اسے جانے کا کہا۔وہ سر کو خم دیتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔

اس کے جانے کے بعد مرات کچھ دیر ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھا رہا۔۔سگریٹ کے کئی کش بھرے۔۔چہرے پر کبھی کوئی تاثر جنم لیتا تو کبھی کوئی تاثر جیسے کرب۔۔تکلیف۔۔غصہ۔۔دکھ اور نہ جانے کیا کیا۔اس نے ہاتھ میں پکڑی سگریٹ سامنے رکھی شیشے کی میز پر پھینکی۔۔چند لمحے سلگتے۔۔بجھتے انگارے کو دیکھتا رہا۔

اور پھر ایک لمبی سانس اندر کھینچ کر صوفے سے اٹھا۔لاؤنج سے نکل کر وہ تیز قدموں کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف گیا۔۔انہی تیز قدموں کے ساتھ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ بائیں جانب گیا جہاں اس کا بیڈ روم تھا۔

بیڈ روم کے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔۔دروازہ دھکیلا۔۔قدم کمرے کے اندر بڑھائے۔۔ہر سو تاریکی ہی تاریکی تھی۔۔بالکل جیسے اس کا دل تاریک ہو چکا تھا۔

اس نے کمرے کی ساری بتیاں جلائیں۔۔اس وسیع اور شاندار بیڈ روم میں ہر سو تیز سفید سی روشنی پھیل گئی۔۔لیکن یہ روشنی تھی تو مصنوعی ہی۔۔جو اس کے دل کی تاریکی کو نہیں ختم کر سکتی تھی۔

اس نے کمرے میں ارد گرد ایک نگاہ دہرائی۔۔اور پھر کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔جینز کی جیب سے اپنا موبائل نکال کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد وہ سنگھار میز کی جانب بڑھا۔

سنگھار میز کے آئینے میں خود کو دیکھا اور زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

آئینے میں اس کا خوبصورت وجود آشکار ہو رہا تھا۔۔ماتھے پر بکھرے سیاہ بال۔۔سیاہ آنکھیں۔۔سفید رنگت۔۔ہلکی سی بڑھی ہوئی شیو۔۔دراز قد۔

وہ اب اپنی ٹھوڑی کو دھیرے سے سہلاتے ہوئے آئینے میں دیکھ رہا تھا۔

یہ وہی چہرہ تھا جسے **"احمت الپ"** اچھے سے پہچانتا تھا۔۔اس کا دوست۔۔اس کا ساتھی۔

(فریب۔۔وہ کیا کہتے ہیں؟

فریب کے بارے میں سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ یہ کبھی دشمنوں کی طرف سے نہیں پہنچتا۔۔یہ تو اپنوں کی طرف سے ہی پہنچتا ہے۔

آخر وہ فریب ہی کیا جو اپنوں کی طرف سے نہ ملے؟)

اور احمت کے ساتھ ساتھ یہ چہرہ **"براق یامان"** بھی بہت اچھے سے پہچانتا تھا۔

(اس کی مسکراہٹ کے پیچھے۔۔ایک دھوکے باز دل تھا۔۔اس کی سیاہ آنکھوں میں وفاداری فنا تھی۔۔بالکل فنا۔)

لیکن!

ان دونوں کے ساتھ ساتھ اس چہرے کو کوئی اور بھی بہت اچھے سے پہچانتا تھا!

صرف پہچانتا ہی نہیں۔۔یہ چہرہ تو اس کے لیے سب سے دلفریب چہرہ تھا!

میرائے یامان!

ہاں! یہ وہی تھا

براق یامان اور احمت الپ کا ساتھی

اور

میرائے یامان کا سب کچھ!۔

(اس کے کانوں میں یک دم ان کھوکھلے وعدوں کی آواز گونجی جو اس نے میرائے یامان سے کیے تھے۔۔وہ تنفر سے مسکرایا اور سنگھار میز پر تھوڑا آگے کو جھکا۔ مٹھیاں بھینچ لیں۔۔آنکھوں میں سرخی اتر ئی۔)

"براق! تم واقعی بہت بے وقوف ہو۔"

"ایلدار ازجان" یعنی **"مرات کاراب"** نے خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے زیر لب کہا اور پھر فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 1 جنوری 2022۔

آج بادل آفتاب کو ٹھیک سے چمکنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔۔ صبح کے سنہرے رنگ سرمئی پڑ گئے تھے۔۔ ہلکی سی ٹھنڈی ہوا بھی ہر سو لہرا رہی تھی۔

یہ منظر تھا ایک خفیہ عمارت کا جو ترکیے کے ایک جنگل میں اس طرح سے بنائی گئی تھی کہ وہاں تک پہنچنا ناممکن تھا۔ کیونکہ۔۔ اس عمارت کو بہت سے درختوں کے پتوں نے اوپر سے ڈھکا ہوا تھا۔۔ عمارت کے اوپر مٹی جمی ہوئی تھی جیسے یہاں صدیوں سے کوئی نہ آیا ہو۔۔ مکڑی کے کئی جالے بھی اس عمارت پر سو رہے تھے۔

درختوں کی شاخوں پر بیٹھے پرندے چہچہا رہے تھے۔۔ ان کی دھنیں موسیقی کے نازک دھاگوں کی طرح ہوا میں رقص کر رہی تھیں۔۔ اس کے ساتھ ساتھ ہلکی ہوا کے جھونکے پتوں کی سرسراہٹ کا باعث بن رہے تھے۔ قریب ہی ایک چھوٹی سی ندی ہموار پتھروں کے اوپر سے گڑگڑا رہی تھی۔

اس بوسیدہ سی عمارت کے اندر جاؤ تو۔۔ کئی کمرے دکھائی دیں۔۔ ہر کمرے کا دروازہ بند تھا۔۔ لیکن بالائی منزل کے ایک کمرے کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔۔ اس کمرے میں داخل ہو تو ایک چھوٹی سی میز مرکز میں رکھی تھی۔۔ آمنے سامنے دو کرسیوں پر وہ دونوں براجمان تھے۔

"مرات! تمہیں یقین ہے کہ براق کو تم پر کبھی بھی شک نہیں ہوگا۔" کرسی پر بیٹھے اس شخص نے پوچھا جو سیاہ پینٹ اور گہرے سرمئی رنگ کی جیکٹ زیب تن کیے ہوئے تھا۔۔آنکھیں گہرے بھورے رنگ کی تھیں۔۔سیاہ بالوں میں سفیدی اچھے سے نمایاں تھی۔۔عمر پچپن سال سے اوپر ہی تھی۔

"اونور بے! مجھے اس بات کا سو فیصد یقین ہے۔" اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بے حد اعتماد سے کہا۔۔وہ اس وقت ایک لمبی سیاہ لیدر کی جیکٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس تھا۔۔سیاہ بال ہمیشہ کی طرح ماتھے پر بکھرے تھے۔۔وہ کافی ہشاش بشاش سا لگ رہا تھا۔

"وہ کیوں؟" اونور نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ مرات نے ایک ٹھنڈی سانس باہر کی طرف کھینچی۔

"کیونکہ مجھے اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے دو سال ہوگئے ہیں اور وہ اب تک یہ نہیں جان پایا کہ میں ایلدار از جان ہی کا رابے کا بیٹا مرات ہوں۔" کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اس نے شانے اچکا کر کافی تنفر سے کہا۔

"ایوت! یہ بات تو تم نے ٹھیک کہی ہے۔۔لیکن ایک بات بتاؤ۔۔تم نے اپنا نام ایلدار ہی کیوں رکھا؟" اسے تشویش سے بھری نگاہوں سے گھورتے ہوئے اس نے پوچھا۔ وہ جواباً زیر لب ہلکا سا مسکرایا۔

"ایلدار کا مطلب ہے **"بورن ٹو فائٹ"**۔۔اور یہ نام مجھے اپنی شخصیت کے حساب سے مناسب لگا ۔۔تو بس۔۔اسی لیے میں نے یہ نام رکھ لیا۔" ہلکے پھلکے سے انداز میں اس نے جواب دیا۔

"صحیح ! خیر مجھے ایسا لگتا ہے کہ تمہیں ابھی بھی براق کا مزید اعتماد جیتنے کی ضرورت ہے۔۔"وہ کہتا ہوا رکا۔۔مرات کے چہرے پر ناگواری کی لہریں ابھری تھیں۔

"کیونکہ وہ بہت شاطر ہے۔۔اور دمیر بھی اب تم لوگوں کو زیادہ دیر تک لیڈ نہیں کر پائے گا۔۔تو یہ سمجھ لو کہ۔۔اگلا کمانڈران چیف براق ہی ہوگا۔"انہوں نے جو کہا تھا بالکل ایسا ہی تھا۔۔وہ بھی ایک اچھا دشمن تھا۔۔ایک ذہین دشمن۔۔اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

لیکن اس کے برعکس مرات بہت غیر سنجیدگی سے اس کی بات سن رہا تھا یوں کہ اسے براق کے کمانڈران چیف بن جانے کی کوئی فکر نہیں تھی۔

"آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ براق بہت شاطر یا سمجھدار ہے ؟"اس نے پوچھا تو اب کی بار اس کے ماتھے پر بل نمایاں تھے۔۔اونور معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"اس کا باپ یامان !۔۔"اور یامان بے کا نام سن کر مرات کا دل اور اس کی آنکھیں بھی جلنے لگیں۔

"تم اسے نہیں جانتے مرات۔۔وہ بہت قابل تھا۔۔بس اپنی ایک غلطی کی بنا پر اسے شکست ہوئی۔"اور یہ سب سنتے ہوئے مرات کے چہرے پر ناگواری کی لہریں مزید بڑھ گئیں۔۔اس نے ضبط سے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"تم یہ دعا کرو کہ براق بھی وہی غلطی کرے کیونکہ مجھے براق میں یامان کا ہی عکس نظر آتا ہے۔"

اونور نے اپنی بات مکمل کی تو اس کی آنکھوں میں خوف۔۔اندیشے۔۔اور پریشانی خوب واضح تھی۔

"آپ یہ جان لیں کہ براق کا حال بھی اس کے باپ جیسا ہی ہوگا۔"کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوتے ہوئے اس نے تیز لہجے میں کہا۔۔اونور نے سر ہلا دیا۔

"اور ایک اور بات! براق عقل مند نہیں ہے۔وہ بہت بے وقوف ہے۔"اس نے تیکھے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔ہو سکتا ہے تم صحیح ہو۔"اس نے جب"ہو سکتا ہے"کہا تو مرات نے چبھتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"لیکن میں ابھی بھی اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔تمہیں اس کا اعتماد جیتنے کی ضرورت ہے ابھی بھی۔۔اس لیے میں نے ایک پلان بنایا ہے۔"اس نے صاف گوئی سے کہا تو مرات لب کاٹتے ہوئے اسے گھور رہا تھا۔

"کیا؟"اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔اونور نے ایک گہری سانس لی۔

"وہ پلان یہ ہے کہ تم سٹیز نشانتاشامیں ٹائم بم فٹ کرو گے لیکن۔۔"اس نے چند لمحے کا وقفہ لیا۔۔مرات اسے سننے کا منتظر تھا۔

"اس ٹائم بم کو ایسے فٹ کرنا کہ وہ ڈیفیوز بھی ہو جائے۔۔ سمجھ گئے؟"اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔۔شیطانی چمک۔

"تمام! سمجھ گیا۔"اس نے زیر لب دھیرے سے مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔اونور بھی جواباً مسکرایا کہ وہ سب سمجھ گیا ہے۔

چند لمحے اس کمرے میں بالکل خاموشی چھا گئی۔۔اس کمرے میں دیوار اپر دو چھوٹی سی کھڑکیاں بنی تھیں جن میں سے گزرتی ٹھنڈی ہوا کی آواز خاموشی میں ذرا سا خلل پیدا کرتی۔

"ویسے تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ براق بہت بے وقوف ہے؟"اونور نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑتے ہوئے کافی سنجیدگی سے پوچھا۔۔مرات پہلے ان کے سوال پر چونکا اور پھر مسکرایا۔

"آپ جانتے ہیں کہ براق کی ایک بہن بھی ہے۔"اب کی بار اس کا انداز کافی مختلف تھا۔۔اونور کے چہرے پر سوچ کی لکیریں نمایاں ہوئیں۔

"ہاں! میں جانتا ہوں۔۔ کیوں؟ اس معاملے سے اس کا کیا لین دین؟" اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔۔ مرات نے سر کرسی کی پشت کے ساتھ لگایا۔ ایک سرد مسکان اس کے چہرے پر پھیل گئی۔ پھر سر اٹھا کر اونور کو دیکھا جو اسے سوالیہ نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

"اس کی بہن کسی کو بہت چاہتی ہے۔۔ وہ اس کے لیے اپنی جان تک دے سکتی ہے۔" وہ لب کاٹتے ہوئے اپنا ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہہ رہا تھا۔

مگر افسوس!۔" اس نے مصنوعی تکلیف اور دکھ کے ساتھ سر جھٹکا۔

"اسے وفا کے بدلے بے وفائی ملے گی۔" اور پھر اپنی بات مکمل کی۔۔ اونور کو اچنبھا ہوا۔

"کیا میں جو سوچ رہا ہوں ویسا ہی ہے؟"

اس نے یوں مسکراتے ہوئے پوچھا جیسے شکاری کے ہاتھ شکار لگ گیا ہو۔

"ایوت! ایسا ہی ہے۔۔ براق کی بہن میرائے یامان جس شخص کی محبت میں گرفتار ہے۔۔ وہ میں ہی ہوں۔۔ ایلداراز جان یعنی مرات کاراب۔" اس نے شانے چوڑے کرتے ہوئے بے حد تنفر سے کہا۔۔ یہ سن کر اونور کا بے ساختہ قہقہہ نکل آیا۔۔ وہ ہنستے ہوئے مرات کو ستائشی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔ جیسے اسے مرات پر بہت فخر ہو رہا ہو۔

(حالانکہ! عورت کے ساتھ کھیلنے پر فخر کرنے جیسے کوئی بات نہیں ہوتی۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہم نہیں جانتے یہ نہیں جانتے

ہے خبر در خبر بے خبر زندگی

ہے کہیں سیکڑوں ایکڑوں کا محل

اور کہیں ایک کمرے کا گھر زندگی

اونور سے ملاقات کرنے کے بعد وہ اپنے گھر لوٹا۔افق پر بادلوں کے سائے مزید گہرے ہو چکے تھے۔۔دوپہر کے رنگ گہرے سرمئی تھے۔۔ارد گرد مچلتی ہوا اب مزید تیز ہو چکی تھی۔

یہ منظر وہی محل جیسے گھر کا تھا۔۔

لیکن شاید یہ گھر اس کے لیے محل ہونے کی بجائے

ایک قید خانہ تھا!

یادوں کا قید خانہ!۔

وہ گھر میں داخل ہوا۔۔باہر دو تین باوردی گارڈز کھڑے تھے۔۔اس کا مؤدب انداز میں استقبال کیا۔۔پھر دوبارہ اپنی اپنی جگہیں سنبھال لیں۔

وہ سیدھا اپنے بیڈروم میں گیا۔۔اس گھر میں اس کے علاوہ اور کوئی نہ رہتا۔اس کا کوئی تھا ہی کب ؟

بیڈروم کا دروازہ بند کرنے کے بعد وہ تھکے تھکے سے انداز میں بستر پر ڈھے گیا۔۔کمرے میں ارد گرد ایک سرسری سی نگاہ دہرائی۔۔کمرے کی چند بتیاں جلی تھیں اور چند بجھی تھیں۔اس کی نظر پہلے سنگھار میز کی جانب بڑھی جس میں اسے بستر پر پڑا اپنا وجود دکھائی دے رہا تھا۔۔اور پھر اس کی نگاہ سنگھار میز سے کچھ ہی فاصلے پر رکھی ایک چھوٹی سی میز کی جانب گئی۔

اس میز پر ایک میوزک باکس پڑا تھا۔۔اس میوزک باکس کو دیکھ کر ہمیشہ کی طرح اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔۔چہرے پر زخمی سے اور بکھرے بکھرے سے تاثرات ابھریں۔

وہ بیڈ سے دھیرے سے اٹھا۔۔تیز قدموں کے ساتھ اس چھوٹی سی میز کی جانب بڑھا۔۔اس پر سے وہ میوزک باکس اپنے ہاتھ میں لیا۔۔چند لمحے اسے خاموشی سے زخمی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

اس نے میوزک باکس آن کیا۔۔میوزک کی دھن ہر سو رقص کرنے لگی۔۔اسے اپنے گلے میں یک دم ایک گلٹی سی محسوس ہوئی۔۔اس نے وہ میوزک باکس میز پر واپس رکھا۔۔میوزک ابھی بھی جاری تھا۔

وہ اب کمرے کی الماری کی جانب بڑھا۔۔الماری کا دروازہ کھولتے ہی اس نے اوپر والے خانے میں ہاتھ مارا۔۔اس میں سے ایک فوٹو ایلبم نکالا۔۔چند لمحے اسے دیکھا۔۔اس کی نگاہوں میں

کرب۔۔تکلیف۔۔زخمی پن۔۔دکھ۔۔سب کچھ تھا۔۔اس کی سیاہ آنکھیں گلابی سے سرخ ہو چکی تھیں۔

وہ فوٹو ایلبم دونوں ہاتھوں میں تھامے بستر پر آکر ڈھے سا گیا۔

ایک گہری سانس لینے کے بعد فوٹو ایلبم کھولا۔۔شروع میں تصویر ایک چھوٹے سے بچے کی تھی۔۔جس کی آنکھیں اور بال سیاہ تھے۔۔چہرہ صاف اور شفاف سا تھا۔۔مرات اپنے بچپن کی تصویر دیکھ کر ہمیشہ کی طرح زخمی سے انداز میں مسکرایا۔اس کے بعد صفحہ پلٹا۔۔اب کی بار آنے والی تصویر ایک مکمل خاندان کی تھی۔۔ایک بڑی سیاہ آنکھوں والی خوبصورت عورت نے اس چھوٹے بچے کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔۔ان کے ساتھ میں وہ شخص بھی کھڑا تھا جس کی آنکھیں سنہرے رنگ کی تھیں۔۔بال گھنگریالے تھے۔۔ایلدار اس تصویر میں مسکرا رہا تھا۔۔اور صرف وہی نہیں اس کا ہاتھ تھامے وہ عورت۔۔اس کی ماں **"دیلارا خانم"** بھی مسکرا رہی تھیں۔

دیلارا خانم کے بال کندھوں تک آتے اور بالکل سیدھے تھے۔۔ان کے بالوں کا رنگ ایلدار کے بالوں کی طرح ہی سیاہ تھا۔۔لیکن کارابے کے بالوں کا رنگ ان دونوں سے قدرے مختلف تھا۔۔اس کے بال ہلکے بھورے رنگ کے تھے۔

اس تصویر میں کارابے بھی مسکرا رہا تھا۔۔یہ تصویر ایک مکمل خاندان کی تھی۔

وہ ایک کے بعد ایک صفحہ پلٹتا گیا۔۔اس کے ساتھ ساتھ اس کی سیاہ آنکھیں بھر آئیں۔اس نے یک دم فوٹو ایلبم بند کیا اور بستر پر ایک طرف دھیرے سے رکھا۔۔بیڈ کی پشت کے ساتھ گردن ٹکائی اور آنکھیں بند کر لیں۔۔ جسم یہاں تھا مگر روح کئی سال پہلے کا سفر طے کرنے لگی۔

کئی سورج طلوع ہوئے تو کوئی سورج غروب۔

بچھڑنے کی اذیت کو

اگر تم جاننا چاہو

تو کچھ پل کو ذرا یہ سانس اپنی روک کر دیکھو

تمہیں محسوس یہ ہو گا

"بچھڑنا" موت جیسا ہے!!

اور پھر یہ وقت وہاں آکر رکا۔۔جب آفتاب کی کرنیں افق پر چھائے روئی کی مانند بادلوں کے باعث کھل کر نہیں پھیل پا رہی تھیں۔

یہ منظر اس سفید پوش علاقے کا تھا جس کے ایک معمولی سے گھر کے ڈرائنگ روم میں وہ پندرہ سال کا لڑکا بہت ڈرا اور سہما ہوا کھڑا تھا۔اس کے سیاہ بال ماتھے کو چھو رہے تھے۔۔سیاہ آنکھیں گلابی ہوئی پڑی تھیں۔وہ آدھی آستینوں والی ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس تھا۔۔ہاتھ میں ایک

میوزک باکس پکڑ رکھا تھا جس پر چلتی دھن ڈرائنگ روم میں ہر سو رقص کر رہی تھی۔

("مرات! تمہیں جب بھی ایسا لگے کہ تم اکیلے ہو۔۔ تم اس وقت یہ میوزک باکس آن کر لینا۔ جہاں تک اس میوزک کی آواز پہنچے گی وہاں میں ہوں گا۔"

مرات کے ذہن کے پردوں پر اپنے والد کا رابے کی کہی گئی بات گھر کر گئی تھی۔۔ اسی وجہ سے وہ یہ میوزک باکس آن کیے ہوئے تھا۔)

ماحول میں رقص کرتی میوزک باکس کی دھن کے ساتھ ایک اور آواز بھی شامل تھی۔۔ جو دراصل اس میوزک باکس سے نہیں آرہی تھی۔

وہ آواز کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر موجود بیڈ روم سے آرہی تھی۔ دیلارا خانم کے چیخنے کی آواز یک دم مزید گونجی تو اس نے لرز کر آنکھیں موند لیں۔

کچھ ہی قدم آگے بڑھاؤ تو وہ چھوٹا سا بیڈ روم آتا جس کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔۔ اس میں سے نگاہ دہراؤ تو اندر کا ہولناک منظر صاف واضح ہو جائے۔

"مت مارو مجھے۔۔ لتفین (پلیز)۔" وہ عورت سسکی۔ فرش پر گری وہ عورت دیلارا خانم ہی تھیں۔

لیکن ان کے یوں سسکنے۔۔التجا کرنے کے باوجود بھی ان کے سامنے کھڑے ان دو نقاب پوش افراد نے ان پر رحم نہ کیا۔ان نقاب پوش افراد میں سے ایک شخص پنجوں کے بل فرش پر ان کے سامنے بیٹھا تھااور ان کے یوں التجا کرنے پر اس نے ان گنت تھپڑ ان کے نازک چہرے پر دے مارے۔۔ان کے رخسار سرخ پڑ گئے۔۔وہ سسکتی رہیں۔۔وہ اپنی ماں کے سسکنے کی آواز سن سن کر لرزتا رہا۔

وہ نقاب پوش آدمی فرش پر سے اٹھا۔۔دو تین گہری سانسیں لیں یوں کہ اس کا ہاتھ خود بھی اسے مار مار کر تھک گیا ہو۔

اس نے اب کی بار فرش پر گری ایک ٹوٹی ہوئی لکڑی اٹھائی۔۔یہ لکڑی کرسی ٹوٹنے کی وجہ سے اس سے الگ ہوئی تھی۔۔اور وہ کرسی تب ٹوٹی تھی جب اسی نقاب پوش آدمی نے چند لمحے پہلے طیش کے عالم میں یہاں موجود کرسی پر ایک زوردار لات ماری تھی۔

ان دونوں نقاب پوش افراد کی آنکھیں خباثت۔۔اور ظلم سے چمکیں۔

ہاتھ میں تھامی اس ٹوٹی ہوئی لکڑی کو اب اس نے مزید مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں دبایااور پھر۔۔ اس نے فرش پر گرے اس نازک وجود پر اس لکڑی سے حملہ شروع کر دیا۔اس وجود میں اب التجا کرنے کی بھی ہمت باقی نہ تھی۔

کمرے سے باہر کھڑے اس معصوم سے بچے کے کانوں میں اپنی ماں پر تشدد کرنے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔۔اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے کانوں میں ابلا ہوا سیسہ ڈالا جا رہا ہو۔

"بتاؤ ہمیں! کہاں ہے وہ؟"اس نقاب پوش آدمی نے اب وار کرنا روکا۔۔مگر ہاتھ میں وہ ٹوٹی ہوئی لکڑی ابھی بھی موجود تھی۔۔اس کا سانس پھول رہا تھا۔

"میں۔۔میں نہیں جانتی۔۔مجھے چھوڑ دو لتفین۔"چند لمحے بعد اس نے دبی دبی آواز میں جواب دیا۔

اس نقاب پوش آدمی کو مزید غصہ آگیا۔۔اس نے اب کی بار لکڑی پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر کے ان کے نازک جسم پر اس لکڑی سے وار تیز نہیں۔۔بہت تیز کر دیے۔

مرات فرش پر ڈھے گیا۔۔میوزک باکس بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرا۔۔لیکن اس کا میوزک چلتا رہا۔

"بتاؤ ہمیں کارابے کہاں ہے؟"اب کی بار اس شخص نے وہ لکڑی ایک طرف کو پھینک کر کہا۔

دیلارا حانم کی سیاہ آنکھیں برس برس کر سرخ ہو چکی تھیں۔۔اس نے تکلیف سے چہرہ اٹھا کر ان دو نقاب پوش افراد کو دیکھا۔

"میں نہیں جانتی !۔" وہ لب کچلتے ہوئے تکلیف سے غرائیں۔اس شخص کا سانس مزید پھولنے لگا۔۔اور اس نے ایک بار پھر اس پر وار کرنے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا تو وہ ایسا کر نہ سکا۔

"رک جاؤ! مت مار واسے۔" اس کے ساتھ کھڑے دوسرے نقاب پوش آدمی نے اس کا ہاتھ روکتے ہوئے کہا۔

"کیوں ؟" اس نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔دیلارا خانم کی آنکھوں میں بھی نا سمجھی کی لہریں ابھریں۔۔اور ایک امید بھی۔۔کہ شاید وہ نقاب پوش افراد یہاں سے اب چلے جائیں۔

"کیونکہ اس کی اب ضرورت نہیں۔۔کار ابے مل چکا ہے۔" اس شخص نے موبائل پر کسی کا میسج پڑھتے ہوئے کہا۔۔اور پھر اس نے ابرو اچکا کر دوسرے نقاب پوش شخص کو آنکھ سے اشارہ کیا۔

اس کا اشارہ سمجھ کر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر۔۔اس نے اپنی پینٹ کی جیب سے پستول نکالی۔۔دیلارا خانم کا دل یہ دیکھ کر ڈوبنے لگا۔

اس نے فرش پر سے اٹھنے کی کوشش کی۔۔وہ انہیں یہ کرنے سے روکنا چاہتی تھیں۔۔اس نقاب پوش شخص نے پستول اس کی طرف بڑھائی۔۔اس نے ہراساں سی نگاہوں سے اسے اور اس کے ہاتھ میں موجود پستول کو دیکھا۔

چند لمحے بعد ہی اس شخص نے پستول کا ٹریگر دبایا۔۔اور تب ہی صرف کمرے میں ہی نہیں بلکہ پورے گھر میں وہ بھیانک آواز گونجی جس کو سن کر مرات لرز کر فرش پر سے اٹھا۔۔اس کے سامنے کی دنیا یک دم غائب ہونے لگی۔۔ جسم کپکپا رہا تھا۔

دیلارا خانم فرش پر نڈھال ہو کر گر گئیں۔۔دل کی دھڑکنیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں۔۔ آنکھیں بھی بند ہو رہی تھیں۔۔وہ صرف مرات کو اپنی دبی دبی سی آواز میں پکار رہی تھیں۔

اس نقاب پوش آدمی نے گولی پینٹ کی پچھلی جیب واپس اڑسی اور دوسرے نقاب پوش شخص کے ساتھ بیڈ روم سے باہر نکلا۔بیڈ روم سے باہر نکل کر ہی ڈرائنگ روم آجاتا۔وہاں وہ چھوٹا لڑکا کھڑا تھا۔۔جس کی سیاہ آنکھیں اب ان دو نقاب پوش افراد کو دیکھ رہی تھیں۔۔اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔

ان دونوں افراد نے اس چھوٹے بچے یعنی مرات کا رابے کو وہاں کھڑے دیکھا تو چند لمحے کے لیے رکے اور پھر نظریں پھیر کر تیز قدموں کے ساتھ ڈرائنگ روم سے جانے لگیں۔۔مرات وہیں ساکت سا کھڑا رہا۔

چند ہی لمحوں بعد گھر کے دروازے کے بند ہونے کی آواز آئی تو وہ بھاگتا ہوا بیڈ روم میں گیا۔ میوزک باکس فرش پر ہی پڑا تھا۔۔دھن بھی جاری رہی۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو فرش پر اپنی ماں کی حالت دیکھ کر وہ بوکھلا گیا۔۔ گولی ان کے سینے پر لگی تھی۔۔ خون بہتا ہوا فرش پر پھیل چکا تھا۔۔ وہ حواس باختگی سے ان کی طرف لپکا۔

"آنے! اٹھیے۔۔ مجھے چھوڑ کر مت جایئے۔" آنکھوں سے متواتر آنسو بہہ رہے تھے۔۔ لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہ دے پایا۔

"میں اکیلا رہ جاؤں گا۔۔ لتفین آنے!۔" ان کے ہاتھوں کو جھنجھوڑتے ہوئے وہ چلا رہا تھا۔ مگر سب بے سود رہا۔۔ وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔۔ سیاہ آنکھیں سرخ انگارہ ہو چکی تھیں۔

"آنے! لتفین!!۔" وہ چیختا۔ غراتا۔۔ تو کبھی التجا کرتا۔

چند لمحے یوں ہی وہ بلبلاتا رہا۔۔ اور پھر بکھرے بکھرے سے انداز میں فرش پر سے اٹھا۔۔ کمرے سے باہر نکلا۔۔ اسے کسی کو مدد کے لیے بلانا تھا۔۔ لیکن کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اس کے قدم تب رکے جب اس نے فرش پر گرے ایک والٹ کو دیکھا۔

اسے یاد آیا۔۔ یہاں سے جاتے ہوئے ان میں سے ایک نقاب پوش شخص کی جیب میں سے یہ والٹ گر گیا تھا۔ یہ والٹ ان نقاب پوش افراد میں سے ایک تھا۔ وہ فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھا۔۔ وہ والٹ اٹھایا۔۔ اسے درشتی اور چبھتی ہوئی نگاہوں سے چند لمحے تکا اور پھر وہ والٹ کھولا۔

والٹ میں موجود آئی ڈی کارڈ اور باقی اشیاء دیکھنے کے بعد اسے معلوم ہو گیا کہ یہ والٹ کس کا تھا۔۔ایک فوجی افسر۔۔ **یامان بے !**۔جو اس کے لیے ایک ظالم اور قاتل تھے۔

مرات کو معلوم ہو گیا کہ ان دو نقاب پوش افراد میں سے ایک شخص یامان بے تھے۔۔یعنی اس کی ماں کے قاتل۔اس نے ضبط سے مٹھیاں اور لب بھینچیں۔اس نے وہ والٹ اپنے کمرے میں جا کر چھپا دیا اور پھر کسی کو مدد کے لیے بلانے کے لیے گھر سے باہر نکلا۔

مدد ملنے کے بعد دیلارا خانم کو ہسپتال لے جایا گیا۔۔اسے امید تھی کہ کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔۔ لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔۔وقت ان کے لیے ختم ہو چکا تھا۔۔ان کا سفر اپنے اختتام کو پہنچ گیا تھا۔دیلارا خانم اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی تھیں۔

(دیلارا خانم کی موت کی خبر سن کر مرات کے دل میں یامان بے کے لیے نفرت۔۔درشتی۔۔ سختی۔۔بدلے کی آگ۔۔اور نہ جانے کس کس منفی احساس اور جذبے نے جنم لے لیا تھا۔

ہسپتال میں جب اسے اپنی ماں کی موت کی خبر ملی تو وہ خاموش آنسو بہاتا رہا۔

دیلارا خانم کو ہسپتال لانے میں اس کی مدد ایک معزز شخص "برقان آغا" نے کی تھی۔۔وہ ان کے پڑوس والے گھر میں ہی اپنے خاندان کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔۔یوں کہ کارابے سے ان کی کافی اچھی سلام دعا تھی۔۔مرات نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ کسی طرح سے کارابے کو یہاں بلائیں۔

انہوں نے کارابے کے بارے میں معلوم کروایا تو کچھ ہی دیر بعد اس کی خبر مل گئی۔

مرات کے دل میں بدلے کی آگ مزید تب بھڑکی جب برقان آغا نے اس کو یہ خبر دی کہ اس کے والد کارابے کو بھی قتل کر دیا گیا ہے۔

مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کارابے کو کس نے قتل کیا۔

لیکن

مرات کو یقین تھا کہ کارابے کا قتل یامان بے نے ہی کیا تھا۔

اس دن وہ ہسپتال میں اپنی ماں کے مردہ جسم کے پاس بیٹھے مٹھیاں بھینچ کر آنسو بہاتا رہا۔۔وہ دل برداشتہ ہو کر چیخا چلایا بھی نہیں۔۔بس خاموشی سے اشک بہاتا رہا۔۔لیکن دل ہی دل میں اس نے خود سے ایک عہد کر لیا تھا۔۔وہ آخری مرتبہ رویا تھا آج۔۔اس کے بعد وہ کبھی نہیں روئے گا۔۔ بلکہ رلائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صدموں سے لوگ مر نہیں جاتے

تمہارے سامنے ہے مثال میری

ان سب بھیانک یادوں کے سائے کے فوراً بعد کسی اور یاد کے گہرے سائے نے اس کے دل و دماغ میں جگہ لے لی۔

شام کی گہری نیلاہٹ ہر سو پھیلی تھی۔۔بادلوں کے کئی ٹکڑے بھی افق پر چھائے تھے جس کی بنا پر شام کی نیلاہٹ میں ہلکے ہلکے سرمئی رنگ کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔

یہ منظر ایک عالیشان بنگلے کا تھا جہاں اسے لایا گیا تھا۔۔اسے یہاں کون لایا؟ کیوں لایا؟ یہ اسے معلوم نہ تھا۔

(کارابے اور دیلارا خانم کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ابھی صرف دو دن ہی ہوئے تھے۔

وہ اپنے گھر میں بالکل تنہا تھا دو دن سے۔۔اس کے رشتہ داروں نے بھی اس سے منہ موڑ لیا تھا۔۔ کیونکہ ترکیے کے ہر اخبار۔۔نیوز چینل پر یہ خبر پھیل چکی تھی کہ

"کارابے! وہ غدار آدمی نامعلوم افراد کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔"

ایسے میں کوئی بھی رشتہ دار اسے اپنے پاس رکھنے کو تیار نہیں تھا۔۔اس کے باپ کی وجہ سے اسے جس ذلت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔۔وہ۔۔وہ کبھی نہیں بھول پائے گا۔

دل ہی دل میں اسے خوشی تھی کہ اس کہ باپ نے جو کیا ٹھیک کیا۔۔اس نے ان فوجی افسران کا اپنی ماں کے ساتھ کیے جانے والا بدتر سلوک دیکھ لیا تھا۔۔وہ اس بات کا بھی گواہ تھا کہ کس طرح اس کی بے قصور ماں کو انہوں نے بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔

اس لیے اس کے باپ نے ان ظالم افسران کے ساتھ جو کیا بالکل ٹھیک کیا۔۔اور اس نے یہ طہ کر لیا تھا کہ وہ ان کے اور ان کی آنے والی نسلوں کے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک کرے گا کہ ساری دنیا یاد رکھے گی۔

اگر ان دو دنوں میں اس کا کسی نے خیال رکھا تھا۔۔تو وہ تھے برقان آغا۔۔لیکن وہ اسے اپنے گھر نہیں لے کر گئے تھے۔صرف اسے دو وقت کا کھانا گھر بھجوا دیتے۔۔جو کہ ان کا احسان تھا اس پر۔۔اور مرات کے دل میں اس احسان کی کوئی قدر نہیں تھی۔۔بلکہ اس کے لیے تو یہ احسان "احسان" تھا ہی نہیں۔شاید اسے یہ خصلت اپنے باپ سے ہی ملی تھی۔)

وہ بتوں نے ڈالے ہیں وسوسے کہ دلوں سے خوف خدا گیا

وہ پڑی ہیں روز قیامتیں کہ خیال روز جزا گیا

وہ اس بنگلے کے ڈرائنگ روم میں ایک صوفے کے ایک سرے پہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔سیاہ بال ماتھے پر گر رہے تھے جن میں کنگی بھی ٹھیک سے نہیں ہوئی تھی۔۔آنکھوں کے گرد گھیرے حلقے تھے۔۔چہرہ سپاٹ اور بے تاثر تھا۔وہ کافی رف سے حلیے میں تھا۔

اچانک ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔۔ کوئی متوازن سی چال چلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔۔ وہ اس وقت ایک لمبے بھورے کوٹ اور سیاہ پینٹ پہنے ہوئے تھا۔۔ آنکھیں بھی گہرے بھورے رنگ کی تھیں۔۔ سیاہ بالوں سے سفیدی زائل تھی۔ مرات اس کی رعب دار شخصیت دیکھ کر یک دم صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ وہ کچھ گھبرا سا گیا۔۔ اس کی آج کل ایسی ہی حالت تھی۔۔ کسی بھی شخص کو دیکھ کر وہ یونہی گھبرا جاتا۔

"کیا تم اپنے والدین کا بدلہ لینا چاہتے ہو مرات ؟" پنچوں کے بل اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اونور نے اس کے سیاہ بال ماتھے سے نرمی سے پیچھے کیے۔۔ لہجہ سنجیدہ تھا۔

مرات نے اس کی بھوری آنکھوں میں چند لمحے خاموشی سے دیکھا۔۔ وہ لب کاٹتا ہوا کچھ سوچ رہا تھا اور پھر

اس نے معنی خیز انداز میں دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اونور یک دم زیر لب مسکرایا اور اس کا کندھا تھپتھپایا۔

"تو پھر اب سے تم یہ مت سمجھنا کہ تم اکیلے ہو۔۔ اب میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔" اس نے اس کے کندھے نرمی سے اپنے ہاتھوں میں تھامے۔

"میں تمہیں ہر وہ چیز دوں گا جس کی تم خواہش کرو گے۔۔بس تمہیں اپنے اندر انتقام کی آگ کو کم نہیں ہونے دینا۔" اس نے مرات سے وعدہ لیا۔۔اس نے جواباً سر ہلا دیا۔

اونور نے اسے نرمی سے گلے لگایا تو مرات کی آنکھیں جلنے لگیں۔۔وہ اس کے سامنے رونا نہیں چاہتا تھا۔۔بلکہ اس نے خود سے بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ دوبارہ نہیں روئے گا۔۔آنکھوں میں سے آنسو اندر ہی کہیں اتر گئے۔۔اسے آج اس کی منزل تک پہنچنے کے لیے راستہ مل گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

موجودہ دن۔

بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے اس نے اپنی آنکھیں دھیرے سے کھولیں۔۔سیاہ آنکھیں جل رہی تھیں۔۔بالکل اس کے سلگتے ہوئے دل کی طرح۔

اس نے دوبارہ آنکھیں بند کیں۔۔دل و دماغ میں اب کی بار ایک تصویر لہرائی۔۔قدرے مختلف۔ وہ تصویر ایک خوبصورت اور نازک سی لڑکی کی تھی جس کی آنکھیں نیلی تھیں۔۔صاف اور شفاف چہرے کے گرد سکارف لپیٹے ہوئے وہ کھل کر مسکرا رہی تھی۔

اس نے فوراً سے آنکھیں کھولیں اور استہزائیہ انداز میں مسکرا کر سر جھٹکا۔

"میرا ئے ڈئیر! مجھے معاف کر دینا۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔۔سیاہ آنکھوں میں ایک خاص چمک امڈ کر آئی۔

ایک نم سی نگاہ اس نے اپنے کمرے کے گرد دہرائی۔۔سب کچھ کتنا ویران سا تھا۔۔دنیا کی ہر آسائش ہونے کے باوجود بھی وہ تنہا تھا۔۔اور اسے تنہا جس نے کیا تھا۔۔اس شخص کے بارے میں وہ اچھے سے جانتا تھا اور اس شخص سے اپنی تنہائی کا بدلہ لینے کے لیے اس کا دل سلگ رہا تھا۔

(اس کے مطابق اس کی تنہائی کے ذمہ دار یامان بے تھے۔۔لیکن یامان بے اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔۔وہ ان سے اپنا بدلہ نہیں لے سکا تھا۔۔اسی لیے وہ ان کا بدلہ ان کی اولاد اور ان سے جڑے ہر شخص سے لینا چاہتا تھا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسما سلطان سے انہیں اپنے ہوسٹل تک پہنچنے میں آدھا گھنٹہ لگا تھا۔ عریشہ تو فوراً منہ ہاتھ دھو کر سو گئی۔۔وہ کمرے کے ایک طرف پڑے سنگل بیڈ پر پڑی سو رہی تھی۔۔کمرے میں موجود دونوں سنگل بیڈز کے درمیان کچھ قدموں کا فاصلہ تھا۔۔یوں کہ وہ ایک طرف کو فرش پر جائے نماز بچھائے عشاء کی نماز پڑھ رہی تھی۔

دائیں بائیں سلام پھیرنے کے بعد اس نے جائے نماز طہ کر کے ایک میز پر رکھی اور اپنے بستر پر آ کر بیٹھی۔ کمبل اپنے اوپر اوڑھا۔۔اس کے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑا لیمپ جل رہا تھا۔۔اس لیمپ کی روشنی کے علاوہ کمرے میں کوئی روشنی موجود نہ تھی۔ کھڑکیاں بھی پردوں سے ڈھکی تھیں۔

اس کی آنکھیں نیند سے بھری تھیں۔۔بوجھل آنکھوں کے ساتھ اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا اپنا موبائل اٹھایا۔۔عادتاوہ سونے سے پہلے اپنے موبائل پر میسجز چیک کر لیا کرتی۔اور اس کی نیند سے بوجھل آنکھیں تب کھلی کی کھلی رہ گئیں جب اس نے موبائل کی روشن اسکرین پر وہ جھلملاتا ہوا میسج دیکھا۔

"نینا! میرے پاس میکائیل ملک کے خلاف کافی ثبوت اکٹھے ہو گئے ہیں۔۔میں جلد ہی تم سے ملاقات کر کے تمہیں وہ ثبوت ہینڈاوور کر دوں گا۔"اس کی آنکھوں میں سے نیند اب اڑ چکی تھی۔

یہ میسج عباس احمد کی طرف سے موصول ہوا تھا۔اس کے چہرے پر زیر لب ایک معنی خیز مسکراہٹ ابھری۔اس نے جواب میں "اوکے" لکھ کر سینڈ کر دیا اور موبائل پر روشن عباس احمد کے اس میسج کو چند لمحے معنی خیز نگاہوں سے دیکھتی رہی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 8مارچ،2022۔

استنبول پر آفتاب پورے زور وشور کے ساتھ اپنے پر پھیلائے ہوئے تھا اس کے باوجود بھی ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا ارد گرد مچل رہی تھی۔افق پر بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی موجود تھے۔

وہ صوفے پر بیٹھی کافی پی رہی تھی۔۔کچھ ہی دیر پہلے وہ ناشتہ کر کے فارغ ہوئی تھی۔ہوسٹل کے اس کمرے میں ایک چھوٹی سی بالکونی بھی تھی جہاں عریشہ کھڑی فون پر اپنی والدہ سے بات کر رہی تھی۔ان دونوں نے ناشتہ ایک ساتھ ہی کیا تھا۔

مگ سے گھونٹ بھرتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ موبائل پر بار بار موصول ہونے والے میسجز کا جواب بھی دے رہی تھی۔اسی دوران موبائل کی اسکرین پر وہ نمبر روشن ہوا۔۔اس نے بے حد خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ کال ریسیو کی۔

"مرحبا! مرحبا!۔۔کیا حال ہے نینا جانم؟"دوسری جانب سے اس نے مسرت بھرے اور پر جوش انداز میں پوچھا۔

"جانم؟ یہ کیا ہے؟"لفظ جانم اس کے منہ سے سن کر اسے تھوڑی حیرت ہوئی۔

(لفظ جانم کا معنی اسے سمجھ آگیا تھا۔۔پھر بھی اس نے حیرت کی بنا پر نا سمجھی کا اظہار کیا۔)

"اللہ! اللہ! جانم پیار سے کہتے ہیں۔"اس نے تیز لہجے میں کہا تو نینا مسکرائی۔

"تمہیں معلوم ہے ہمارے ہاں پیار سے دوست کو "یار" کہتے ہیں۔" اس نے ابرو اچکائے اور اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔۔ ساتھ ہی مگ سے ایک دو گھونٹ بھرے۔

"تمام! تو اب میں تمہیں یار ہی بلاؤں گی۔" دوسری جانب سے اس نے کندھے اچکا کر کہا۔

"اور میں تمہیں جانم۔" وہ دونوں کھلکھلا کر مسکرائیں۔

(نینا کی ہنسنے کی آواز سن کر بالکونی میں فون کے ساتھ کان لگائے کھڑی عریشہ چند لمحوں کے لیے نینا کی جانب متوجہ ہوئی۔۔ اور پھر منہ پھیر کر دوبارہ فون پر اپنی والدہ سے بات کرنے لگی۔)

"تو نینا آج تم میرے گھر آ رہی ہو۔۔ اور میں کچھ نہیں سنوں گی۔۔ تم نے وعدہ کیا تھا۔"

چند لمحے بعد ہی اس نے پوچھا نہیں۔۔ فیصلہ سنایا۔ دوسری طرف نینا ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔۔ اس نے کافی کا مگ سامنے پڑی میز پر رکھا۔

(وہ اس سے وعدہ کر چکی تھی۔۔ اگر وعدہ نہ کیا ہوتا تو اسے انکار کرنا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا۔)

"میرائے! دیکھو میں۔۔" اس نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

"رکو تم آنے سے بات کرو۔" وہ یقیناً جانتی تھی کہ اس نے کیا کہنا ہے اسی لیے اس نے فون جیمرے خاتون کو تھما دیا۔

"میرائے !۔۔"اس نے اسے روکنا چاہا مگر تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔

"مرحبا! نینا نسلسن ؟(کیا حال ہے ؟)"دوسری جانب سے بے حد خوش دلی اور شفقت بھرے لہجے میں انہوں نے پوچھا۔

"ام۔۔آئم فائن۔ نسل۔۔نسلسان۔"وہ نسلسل کا مطلب جانتی تھی۔۔لیکن اس کو ٹھیک سے بولنا اسے نہیں آتا تھا۔

جیمرے خاتون مسکرائیں کیونکہ اس نے "نسلسن "کو "نسلسان" کہہ دیا تھا۔۔اس کے رخسار یک دم کچھ سرخ ہوئے۔۔وہ سمجھ گئی تھی کہ اس نے ٹھیک سے نہیں بولا تھا۔

"تم آج میری طرف انوائیٹڈ ہو۔۔اور جس طرح تم میرائے کی دوست ہو اسی طرح اب تم میری بیٹی ہو۔۔اور آنے کو کوئی انکار کرتا ہے کیا؟"ان کے لہجے میں حد درجہ کی اپنائیت تھی۔۔وہ کچھ لمحے کے لیے کچھ کہہ نہ سکی۔

"جیمرے خاتون !آپ کا اتنا پیار دینے کا بہت شکریہ لیکن آپ میری بات تو سنیں۔۔"وہ ہچکچا کر کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن انہوں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تو اب کیا تم اپنی آنے سے بحث کرو گی ؟"لہجے میں مصنوعی خفگی تھی۔۔وہ زیر لب مسکرائی۔

"ن۔۔نہیں۔۔تمام! میں آرہی ہوں۔" اس نے بھی بالآخر ہاں کر دی۔۔وہ ان کا دل نہیں دکھانا چاہ رہی تھی۔۔آخر انہوں نے اسے اتنے پیار سے بلایا تھا۔

"مجھے تم سے یہی امید تھی میری پیاری بیٹی۔یہ لو میرائے سے بات کرو۔" اور یہ کہتے ہوئے انہوں نے موبائل ساتھ کھڑی میرائے کو تھما دیا جواب تک یہ سمجھ چکی تھی کہ جیمرے خاتون نے اسے راضی کر لیا تھا۔

جیمرے خاتون کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکان جھلک رہی تھی جسے دیکھ کر میرائے نے ان کے لیے ستائش سے بھرے انداز میں ابرو اچکائے۔

"دیکھا میں نے تمہیں تمہارا وعدہ توڑنے نہیں دیا۔" نینا نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"میں اپنا وعدہ توڑ بھی نہیں رہی تھی۔۔لیکن میرائے تم بات کو تھوڑا سا سمجھو۔۔میں ایسے کبھی بھی۔۔" وہ اب کی بار کچھ تیزی میں کہہ رہی تھی۔۔ڈر تھا کہ اس بار بھی اس کی بات کاٹ دی جائے گی اور بالکل ایسا ہی ہوا۔

"تمہیں براق آبے سے اگر مسئلہ ہے تو فکر مت کرو۔۔وہ شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔" اس نے فوراً معمولی سے انداز میں کہا۔۔نینا چونکی۔۔اور پھر خاموش ہو گئی۔

(اسے براق سے آخر مسئلہ کیوں ہونے لگا؟ ہونہہ!۔)

"آہ تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"نہیں نینا۔۔اس میں غلط کچھ نہیں ہے۔۔میں جانتی ہوں تمہاری ویلیوز اور نیچر کو۔۔اس لیے فکر مت کرو۔۔مجھے تو تمہاری یہ خصوصیت بہت پسند ہے۔"میر ائے نے کافی نرم لہجے میں اس سے کہا۔۔وہ یہ سن کر مسکرائی۔

(شکر ہے میرائے اس کی بات سمجھ تو سکی!۔)

"تھینکس۔۔اچھا اب میں فون رکھتی ہوں۔اللہ حافظ۔"اس نے فون رکھتے ہوئے کافی خوش دلی سے کہا۔دوسری جانب اس نے بھی "اللہ حافظ "کہہ کر فون رکھ دیا۔

(موبائل میرائے کے ہاتھ میں تھا۔۔اس پر اب بھی نینا کا نام جھلک رہا تھا لیکن کال اب بند ہو چکی تھی۔۔اس کے چہرے پر مسکان کی جگہ یک دم ہلکے سے ملال نے لے لی۔

"مجھے معاف کر دینا نینا۔۔میں نے تم سے جھوٹ کہا۔"اس نے افسوس سے سر جھٹک کر زیر لب کہا۔)

عریشہ بھی اب تک اپنی والدہ سے فون پر بات کر چکی تھی۔۔لیکن وہ ابھی بھی بالکونی میں ہی کھڑی باہر کے موسم سے محظوظ ہو رہی تھی۔

دوسری طرف صوفے پر بیٹھی نینا کئی سوچوں میں گم سی تھی۔

"یہ لوگ آخر کیوں اسے اتنی اپنائیت دکھارہے تھے۔آخر کیا وجہ تھی؟"وہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔

(اور جہاں تک بات تھی کہ وہ ان سے کیا کہنا چاہ رہی تھی تو وہ میرائے نے خود ہی کہہ ڈالی۔

نینا کسی کے گھریوں نہیں چلی جاتی تھی اور خاص طور پر نامحرم افراد سے تو ملاقات وہ صرف تب کرتی جب کوئی سنجیدہ معاملہ ہو اور جہاں اس کا ہونا ضروری بھی ہو۔

لیکن اب چونکہ براق گھر پر نہیں تھا۔۔اس لیے وہ وہاں جانے پر راضی ہو گئی تھی۔۔ مگر کیا واقعی وہ شہر سے باہر گیا ہوا تھا؟)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کی تاریکی شام کے گہرے نیلے۔۔جامنی۔۔اور سرمئی رنگوں پر غالب آگئی تھی۔ٹھنڈی ہوا کے باعث درختوں کے پتے سرسرا رہے تھے۔

افق پر چاند گہرے بادلوں کے سائے میں چھپ چکا تھا۔

لیکن

ہر سو پھیلی یہ تاریکی آج کچھ روشن سی تھی۔

(اس نے عریشہ کو بتایا تھا کہ وہ آج رات جیمرے خاتون کے گھر ڈنر پر انوائٹڈ ہے۔۔ عریشہ یہ سن کر کافی خوش ہوئی تھی۔

نینا نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا وہ آنا چاہتی ہے یا نہیں۔۔ تو اس نے صاف منع کر دیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے صرف نینا کو بلایا تھا۔۔ اسے نہیں۔۔ وہ بن بلایا مہمان بن کر کیوں جاتی؟)

ٹیکسی سیدھا اس پوش علاقے کے ایک بنگلے نما گھر "یامان ایو (ترک زبان میں گھر کو ایو کہتے ہیں)" کے وسیع گیٹ کے سامنے رکی تھی۔ میرائے نے اسے ایڈریس سینڈ کر دیا تھا۔۔ وہ اسے خود لینے آنا چاہتی تھی مگر اس نے انکار کر دیا۔

ٹیکسی کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلی۔

وہ آج ایک ہلکے گلابی رنگ کے عبایے اور سکارف میں ملبوس تھی۔۔ کندھوں پر ایک سفید رنگ کی شال لی ہوئی تھی۔۔ سیاہ آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح ایک خاص چمک تھی۔ رخسار گلاب کی پتیوں کی مانند تھے۔۔ وہ ہمیشہ کی طرح بہت حسین اور پر کشش لگ رہی تھی۔

گیٹ پر دو باوردی گارڈز کھڑے تھے جو اسے دیکھ کر چوکنا ہوئے اور پھر نہایت مؤدب انداز میں انہوں نے گیٹ کھول دیا۔

(یعنی گارڈز کو پہلے سے ہی باخبر کر دیا گیا تھا کہ یامان ایو میں آج کوئی مہمان آرہا ہے۔)

وہ ایک عظیم سفید رنگ کا بنگلہ تھا۔اتنا حسین کہ اس کو دیکھ کر کوئی بھی کچھ دیر کے لیے اپنا سب کچھ بھول جائے۔

مگر نینا احسن ان لوگوں میں سے نہیں تھی جو مصنوعی حسن کے پیچھے دیوانی بن جائے۔

وہ متوازن چال چلتے ہوئے گیٹ سے اندر اس خوبصورت بنگلے میں داخل ہو رہی تھی۔ہاتھ میں گلاب کے پھولوں کا ایک بکے تھاما ہوا تھا۔

اس نے ارد گرد نگاہ دہرائی۔۔یہ ایک وسیع سر سبز لان تھا جس کے ایک طرف پورچ تھا جہاں سے دیورا خم دار مڑتی۔

گھر کے داخلی دروازے سے نکلتی ہوئی میرائے اس کی جانب بڑھی۔۔خوش دلی اور پر جوشی کے ساتھ اس نے اسے گلے لگالیا۔اسے خوش آمدید کہا۔۔ہاتھ میں تھا گلاب کے پھولوں کا بکے اس نے میرائے کو تھمایا۔وہ اب اسے گھر کے اندر لے جانے لگی تھی۔

(سلطانہ نے آج سلطان کے محل میں اپنا پہلا قدم رکھا۔)

داخلی دروازہ پار کرتے ہی سامنے جیمرے خاتون اس کے استقبال کے لیے کھڑی تھیں۔۔

وہ اسے دیکھتے ہی چھوٹے قدموں کے ساتھ اس کی جانب بڑھیں اور اسے شفقت سے گلے لگالیا۔

"بہت شکریہ تمہارا! تم ہمارے گھر آئی اور ہمیں اس قابل سمجھا کہ ہم تمہاری مہمان نوازی کریں۔" وہ اب اس کے سر پر نرمی سے ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔۔ میں کون ہوتی ہوں کسی کو کسی قابل سمجھنے یا نہ سمجھنے والی۔" اس کے الفاظ نے اس کی شخصیت کی ازلی عاجزی کو آشکار کیا۔

"تم جانتی ہو مجھے تمہاری یہی بات سب سے اچھی لگتی ہے۔" وہ یہ کہتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لونگ روم میں لے جانے لگیں۔

"کیا؟" اس نے زیر لب مسکرا کر ابرو اچکائے۔

"تمہاری سادگی۔" انہوں نے ترنت سے کہا۔۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ مزید بڑھی۔

میرائے بھی ان دونوں کے ساتھ ہی قدم ملا رہی تھی۔۔ ہاتھ میں ابھی بھی گلاب کے پھولوں کا بکے تھا جسے وہ وقفے وقفے کے ساتھ اپنے چہرے کے قریب لاتی اور اس کی دلفریب مہک کو محسوس کر کے محظوظ ہوتی۔

انہوں نے لونگ روم میں پڑے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا تو وہ صوفے کے ایک طرف ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھ گئی۔۔ دوسری طرف جیمرے خاتون آ کر بیٹھیں۔ میرائے ان کے برابر

والے سنگل صوفے پر جا بیٹھی۔گلاب کے پھلوں کا بکے اس نے سامنے پڑی شیشے کی میز پڑ رکھ دیا۔

"سادگی واقعی ایک حسن ہے۔۔جو ہر کسی کو نہیں ملتا۔۔اور جسے مل جائے۔۔وہ دنیا میں سب سے حسین بن جاتا ہے۔"انہوں نے بے حد شفقت سے کہا۔۔وہ نظریں جھکا کر مسکرا دی۔

"بہت شکریہ آپ کا۔۔میں بہت خوش نصیب ہوں کہ مجھے آپ جیسے لوگ ملیں۔۔آپ سب واقعی بہت اچھے ہیں۔"اس نے نظریں اٹھا کر کافی نرمی سے کہا۔

"اور نیناتم بھی بہت اچھی ہو۔"اس کے کندھے تھپتھپاتے ہوئے انہوں نے خوشگواری سے کہا۔

"اچھا چلو تم دونوں باتیں کرو۔۔میں پروین سے کہتی ہوں کہ کھانا لگا لے۔"

(پروین ان کے گھر کی ملازمہ تھی۔لیکن کھانا پکانے کا کام وہ نہیں کرتی تھی۔کھانا ان کے گھر میں صرف جیمرے خاتون ہی پکاتیں۔)

وہ صوفے سے اٹھ کھڑیں ہوئیں۔۔اور اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے مڑیں۔۔ان کے لونگ روم سے نکلنے کے بعد میرائے اس صوفے کے دوسری طرف جا بیٹھی جہاں پہلے جیمرے خاتون براجمان تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسے سلطان کے محل میں آئے ہوئے ابھی کچھ ہی وقت ہوا تھا۔

جیمرے خاتون نے پروین کے ساتھ مل کر ڈائنگ ٹیبل پر کھانا لگا دیا تھا۔۔وہ سب کھانے کی اشیاء خوبصورت برتنوں میں نفاست کے ساتھ رکھی گئی تھیں۔ان سب کھانوں کی خوشبو ان کے لذیذ ہونے کا پتا دے رہی تھی۔

انہوں نے کھانے میں بہت سی ڈشز بنائی تھیں جیسے۔۔

باکلاوا۔۔دونیر کباب۔۔پلاؤ۔۔اور بھی بہت سے لوازمات پڑے تھے۔

لیکن ان سب چیزوں کو کھانے سے پہلے جیمرے خاتون نے سب کو سوپ پیش کیا۔

(ترک روایت ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے خاص طور پر سردیوں میں۔۔سوپ پیش کیا جاتا ہے۔)

سوپ واقعی کافی لذیذ تھا۔نینا نے دل ہی دل میں یہ اعتراف کیا کہ اس نے اس طرح کا سوپ پہلے کبھی نہیں پیا تھا۔۔جیمرے خاتون واقعی اچھا نہیں۔۔بہت اچھا کھانا پکاتی تھیں۔

ڈائنگ ٹیبل کے ایک طرف موجود دو کرسیوں پر وہ دونوں براجمان تھیں۔۔ساتھ ہی دوسری طرف رکھی دو کرسیوں میں سے ایک کرسی خالی تھی اور دوسری کرسی پر جیمرے خاتون براجمان تھیں۔سربراہی کرسی خالی تھی۔

(جب یامان بے حیات تھے۔۔تب سربراہی کرسی وہ سنبھالا کرتے۔۔اوران کے جانے کے بعد سربراہی کرسی براق نے سنبھالی۔)

وہ تینوں سوپ پی چکی تھیں اوراب جیمرے خاتون نے پروین کو بلوایا تاکہ وہ سوپ کے برتن اکٹھے کرکے باورچی خانہ میں لے جائے۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے نینا سے کھانا شروع کرنے کا کہا۔

ابھی ان تینوں میں سے کسی نے کھانا شروع نہیں کیا تھا کہ تب ہی یک دم انہیں داخلی دروازے کے کھلنے کی آواز آئی۔ان تینوں نے سر اٹھا کر اس پار دیکھا جہاں سے وہ آرہا تھا۔۔

دراز قد۔۔بلانڈ بال سلیقے سے ایک طرف کو سیٹ کیے ہوئے تھے۔۔سیاہ جینز کے اوپر سفید ڈریس شرٹ جس کے آستین مڑے ہوئے تھے۔۔سیاہ ٹائی۔۔مڑے ہوئے آستینوں میں سے جھلکتے بازو طاقت اور بہادری کے کارناموں مین انعام جیتنے کے حامل تھے۔مظبوط اعصاب اور چوڑے کندھے۔وہ اپنی نیلی آنکھوں میں ایک چمک لیے وہاں آرہا تھا۔

راہداری سے گزرتے ہوئے سیدھا وہ ڈائنگ روم کے پاس سے گزر رہا تھا جب اس کے قدم زنجیر ہوئے۔۔وہ ساتھ ہی فون کان سے لگائے ہوئے کسی سے بات بھی کررہا تھا۔۔اس نے ڈائنگ روم میں دیکھا۔۔پہلے جیمرے خاتون کو۔۔پھر میرائے کو اور پھر

اس کی نظر اپنی سلطانہ کی جانب گئی۔

اس نے فون کھٹر ک سے بند کیا۔۔کیوں کیا؟وہ خود بھی سمجھ نہیں پایا۔

"مرحبا!۔"اس نے سنجیدگی سے کہاتوان دونوں نے بھی سر ہلاکر جواب دیا۔۔انہیں دیکھ کر نینا نے بھی اسے سنجیدہ سے لہجے میں جواب دیا۔۔نینا یک دم کچھ کنفیوز سی ہو گئی تھی۔

دوسری طرف میراائے نے بھی ایک ترچھی نگاہ نینا پر ڈالی اور پھر بظاہر خود کو کمپوز کرتے ہوئے براق کی طرف مخاطب ہوئی(اسے ڈر تھا کہ کہیں نینا اس سے یہ نہ پوچھ لے کہ اس نے اس سے جھوٹ کیوں بولا؟)

ان دونوں کے برعکس جیمرے خاتون ابھی بھی پہلے کی طرح ہی پر سکون لگ رہی تھیں۔

"براق آؤ کھانا کھاؤ۔۔دیکھو آج میں نے اتنا کچھ بنایا ہے کھانے میں۔"ڈائنگ ٹیبل پر سجے لوازمات کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے اسے بلایا۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں۔"سنجیدہ سے انداز میں وہ کہتا ہوا پلٹا۔۔اس سے پہلے اس نے ایک حیران کن نگاہ نینا پر ڈالی تھی۔۔اس کی نگاہ وہ سمجھ گئی تھی۔۔یعنی اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ یہاں آ رہی ہے۔

("یہ تو شہر گئے تھے۔۔تو پھر یہاں کیسے؟"

اس نے دل ہی دل میں سوچا۔)

"نینا! کھانا لو۔۔ تم نے تو اب تک کچھ کھایا ہی نہیں۔" انہوں نے اس کی طرف پلاؤ کی پلیٹ بڑھائی۔

"جی جی! میں لے رہی ہوں۔" اس نے پر تکلف انداز میں کہا۔

وہ تینوں اب اپنی اپنی پلیٹ میں کھانا ڈال رہی تھیں۔

پندرہ منٹ بعد وہ ڈائنگ روم میں آیا۔۔ جیمرے خاتون سے اپنی بھاری آواز میں ترک زبان میں کچھ کہتے ہوئے اس نے ان کے کندھے تھپتھپائے اور سربراہی کرسی کھینچ کر بیٹھا۔ میز کے دائیں طرف پہلی کرسی پر وہ براجمان تھی اور اس کے ساتھ رکھی کرسی پر میرائے۔

"آبے کہہ رہے ہیں کہ کھانے کی خوشبو بہت اچھی آ رہی ہے۔" میرائے نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بتایا تو اس نے ہلکا سا مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

براق نے ایک ترچھی نگاہ اپنی سلطانہ پر ڈالی اور پھر اپنی پلیٹ میں چاول ڈالے اور ایک دو دونیر کباب۔

اس دوران جیمرے خاتون اسے ترکیے کے کئی ایسے مقامات کے بارے میں بتا رہی تھیں جہاں اسے جانا چاہیئے تھا۔۔ وہ بھی پوری توجہ کے ساتھ ان کی بات سن رہی تھی اور ساتھ ساتھ کھانا کھا رہی تھی۔

"نینا! تم ایک بات بتاؤ۔۔ تم نے صحافی بننے کا فیصلہ کیوں کیا؟"جیمرے خاتون خاموش ہوئیں تو میرائے نے کانٹے پر لگے کباب کے ٹکڑے کو منہ تک لے جاتے ہوئے پوچھا۔اس نے نیپکن سے نفاست کے ساتھ لب تھپتھپائے پھر اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"بس یوں سمجھ لو کہ۔۔ بچپن سے ہی میرے اندر یہ خوبی ہے کہ میں کرنٹ افیئرز پر بہت اچھے سے بات کر لیتی ہوں۔"بظاہر کھانے میں محو براق بھی اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"اور اسی خوبی کی بنا پر میں نے ایک صحافی بننے کا فیصلہ کیا۔۔تاکہ میں لوگوں کو اکاؤنٹیبل ٹھہرا سکوں۔۔انہیں ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلا سکوں۔"اس نے ایک چھوٹا سا وقفہ لیا۔

"اور ویسے بھی مجھے ہمیشہ سے ہی صحافی بہت پسند رہے ہیں۔۔جب میں انہیں ٹی وی پر سوال کرتا ہوا دیکھتی تھی تو مجھے ایسا لگتا تھا کہ ان کی جگہ میں سوال کر رہی ہوں۔"اس نے پر اعتماد انداز میں مسکرا کر اپنی بات مکمل کی۔

(اف!لوگ آخر یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ کس موقع پر کیا سوال کرنا ہے اور کیا نہیں؟

اس نے دل ہی دل میں شکوہ کیا۔۔وہ ان سوالوں سے تنگ آگئی تھی۔جہاں بھی جاؤ سب ایک ہی طرح کے سوال پوچھتے۔)

"صحافت کچھ خطرناک نہیں؟خاص طور پر پاکستان میں؟"اس نے ہلکے پھلکے سے انداز میں پوچھا تو نینا کے چہرے پر ناگواری کی کچھ لہریں امڈیں جن کو اس نے بظاہر چھپا لیا۔

"ہاں! ایسا ہے لیکن مجھے چیلنجز لینا پسند ہیں۔اور ویسے صحافت اوور آل ہی ایک خطرناک پروفیشن ہے۔۔ صرف پاکستان میں نہیں۔" اس نے سیدھا سیدھا سا جواب دیا۔۔ میرائے سر ہلا کر اب واپس پلیٹ کی طرف جھک گئی۔۔ نینا کو دل ہی دل میں تسلی ہوئی کہ شاید یہ آخری سوال تھا مگر سوالات کا سلسلہ ابھی بھی رکا نہیں تھا۔

"انٹرسٹینگ!۔" اسے ستائش سے بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے میرائے نے کہا۔۔ اس نے جواباً مسکرا کر ابرو اچکائے۔

"کیا تمہیں تمہارے والدین نے منع نہیں کیا؟" سوال بے حد سنجیدگی سے پوچھا گیا تھا۔۔ وہ یہ سن کر تھوڑا حیران ہوئی۔۔ سوال حیرت زدہ کر دینے والا نہیں تھا۔۔ حیرت اسے اس بات پر ہوئی تھی کہ یہ سوال پوچھا کس نے تھا۔

(یہاں ایک بات ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ نینا کو ترک زبان نہیں آتی اور نہ ہی ادھر نینا کے سوا کسی کو اردو آتی تھی۔اس لیے نینا اور وہ سب ایک دوسرے سے انگریزی زبان میں ہی مخاطب ہو رہے تھے۔)

"مطلب انہوں نے تمہیں اس پروفیشن کو اپنانے سے روکا نہیں؟" اس کی سیاہ آنکھوں میں امڈنے والی حیرت کو بھانپتے ہوئے براق نے مزید کہا۔

"جی! پہلے انہوں نے میری مخالفت کی تھی مگر پھر میں بھی نینا ہوں! جو اپنی بات پر ڈٹ جاتی ہے۔" اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی اور پھر براق کو جواب دیا۔۔ لہجہ اور انداز بے حد فاتحانہ اور پر اعتماد تھا۔۔ میرائے اس کے جواب پر زیر لب مسکرائی۔۔ جیمرے خاتون نے بھی ستائشی انداز میں ابرو اچکائے۔۔ ان کے برعکس براق کے چہرے پر سنجیدگی ختم نہ ہوئی۔۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔

"تمام!۔" اثبات میں دھیرے سے سر ہلا کر اس نے دوبارہ کھانے کی پلیٹ پر سر جھکا لیا۔۔ وہ تینوں بھی دوبارہ کھانا کھانے لگیں۔

(کچھ لمحے سلطان کے محل میں خاموشی چھائی رہی۔

اور پھر سلطان سے یہ خاموشی برداشت نہیں ہو پائی۔)

"نینا!۔" وہ کھانے کی پلیٹ پر سر جھکائے کچھ سوچ رہی تھی کہ تب ہی اسے براق نے پکارا۔۔ لہجہ ابھی بھی بے حد سنجیدہ سا تھا۔

"جی؟" اس کی طرف اتنی ہی سنجیدگی سے دیکھ کر اس نے پوچھا۔۔ آنکھوں میں سوالیہ نشان خوب واضح تھا۔

"تم نے جو اقوام متحدہ میں تقریر کی تھی۔۔" کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اس نے اطمینان سے کہنا شروع کیا۔

("یعنی آ بے نے نینا کی وہ تقریر سن لی۔" میرائے نے بمشکل مسکراہٹ دباتے ہوئے سوچا۔)

"جی جی !۔" اس نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی سر ہلاتے ہوئے کہا یوں کہ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ کیا پوچھنے والا ہے۔ براق یک دم خاموش ہو گیا۔

("میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔" یہ جملہ آج نہیں کہا گیا۔)

"اس میں تم نے کشمیر اور فلسطین کے بارے میں جو کچھ کہا وہ سب قابل تعریف ہے۔ لیکن۔۔"

کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوتے ہوئے اس نے کہا لیکن پھر اس کی بات مکمل نہ ہو سکی۔

"لیکن کیا؟" اس نے ابرو اچکائے۔۔ براق ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔۔ چہرے پر کچھ تناؤ سا آیا۔

("میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔" یہ جملہ پھر کہا نہ گیا۔

میرائے اور جیمرے خاتون بھی کچھ حیران ہوئیں۔۔ کیسے وہ اس کی بات بار بار کاٹ رہی تھی اور وہ اسے کچھ بھی نہیں کہہ رہا تھا۔ اسے کچھ نہ کہنے کی وجہ وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔)

(سلطان سلطانہ کی خاطر اپنے اصول بھول گیا تھا۔)

"کیا تمہاری اس تقریر سے کشمیر اور فلسطین آزاد ہو گئے ؟" اس نے بے ساختہ پوچھا۔

سوال سن کر نینا کے چہرے کے تاثرات کچھ بدلے۔۔تناؤ سا ابھرا۔۔وہ جیسے اس سوال سے اب بیزار آگئی تھی۔

"تمہاری اس تقریر کا کیا فائدہ؟"اس نے کچھ استہزائیہ انداز میں پوچھا۔نینا نے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچی۔۔اس کی طرف تنے ہوئے ابرو کے ساتھ دیکھا۔

"اچھا سوال ہے۔۔میں یہ تو جانتی ہوں کہ میری اس تقریر سے کشمیر یا فلسطین آزاد نہیں ہوئے۔۔لیکن اس تقریر سے تمام لوگوں کو یہ بات ضرور سمجھ آگئی ہو گی کہ ہمارے دلوں میں ابھی بھی کشمیر اور فلسطین کی محبت زندہ ہے جو مرتے دم تک رہے گی۔"اس نے ایک ایک لفظ انتہائی سنجیدگی اور یقین سے کہا۔

"لیکن اس تقریر سے انہیں تو کچھ نہیں ہوا جو ایک عرصے سے کشمیر اور فلسطین پر حکمرانی کر رہے ہیں۔"اس نے بھنویں سکیڑتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو کس نے کہا کہ انہیں اس تقریر سے کچھ اثر نہیں ہوا؟"اس نے بے ساختہ پوچھا۔

(سلطان نے بظاہر ناسمجھی کا اظہار کیا۔۔درحقیقت وہ سب سمجھ گیا تھا اور وہ صرف اپنی سلطانہ کا امتحان لے رہا تھا۔)

"اگر انہیں اس طرح کی تقریروں سے فرق نہ پڑتا ہوتا تو وہ کبھی بھی ان لوگوں کو منظر عام سے

غائب نہ کرتے جوان کے ظلم کے خلاف بات کرتے ہیں۔"اس کی بات میں دم تھا۔۔ہمیشہ دوسروں کولاجواب کرنے والا براق آج خود لاجواب ہو گیا تھا۔

(ان کی گفتگو کے دوران جیمرے خاتون نے ایک نظر میرائے کو دیکھااور آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے اسے جیسے یہ کہا کہ "ان کی گفتگو کارخ بدلو"۔)

"جو کتابیں اور فلمزان کے ظلم کو آشکار کرتی ہیں انہیں بین کر دیا جاتا ہے۔۔ایسا کیوں ہے ؟"

اس نے پوچھاتو براق نے جواب دینے کے لیے لب کھولے لیکن اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

"کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں میں سے ان ظالموں کاخوف نکل جاتا ہے۔۔لوگوں کو حقیقی آزادی کامطلب سمجھ آجاتا ہے۔"اس نے بات مکمل کی۔۔چہرے پر تناؤاب کچھ کم تھا۔

"مطلب تم کہہ رہی ہو کہ ان تقریروں سے لوگوں کے دلوں سے خوف نکل جاتا ہے۔۔تم کس خوف کی بات کر رہی ہو؟"سوال کاجواب بخوبی جانتے ہوئے بھی اس نے پوچھا۔۔سلطانہ کو امتحان میں ڈال کر وہ بے حد محظوظ ہو رہا تھا۔

"وہی خوف جو صدیوں سے ہمارے اندر چلتا آرہا ہے۔۔جو ظالم افراداور ہمارے ارد گرد رہنے والے لوگ ہمارے دلوں میں ڈال دیتے ہیں کہ۔۔ ظلم کے خلاف آواز نہیں اٹھانی۔"اس نے

ترنت سے جواب دیا۔۔ براق کے چہرے پر یک دم ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔۔ نینا نے اب نظریں پھیریں۔

"اچھا اب تم دونوں بس بھی کرو۔۔ یہ ایک فیملی ڈنر ہے۔۔ کوئی ٹاک شو نہیں۔" جیمرے خاتون نے ان دونوں کو ٹوکا۔اور پھر ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔

جیمرے خاتون نے بات کارخ موڑتے ہوئے اب اپنے کئی پرانے قصے سنانے شروع کر دیے۔۔ ساتھ ساتھ میرائے بھی ان کی معلومات میں اضافہ کرتی جاتی۔ براق اس دوران خاموش رہا۔۔ بالکل خاموش۔

نینا جب جب ان کی کسی بات پر مسکراتی تو وہ ایک ترچھی نگاہ سے اسے دیکھتا۔۔ وہ ان کی گفتگو کے بعد ایک بار بھی دوبارہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔۔اور سلطانہ کی یہی بات سلطان کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(سلطانہ کا سلطان کے محل سے جانے کا وقت آ گیا تھا۔

مگر کون جانے کہ یہ جدائی مستقل تھی

یا پھر

عارضی!۔)

رات کے دس بجنے والے تھے۔۔اسے اب واپس جانا تھا۔۔وہ ان دونوں کے ساتھ لان میں کھڑی تھی۔۔کچھ دیر پہلے ہی جیمرے خاتون اپنے اور ان دونوں کے لیے چائے (ترک چائے) بنا کر لائی تھیں۔

براق نے چائے کمرے میں ہی منگوالی تھی۔

"نینا! تم اکیلے مت جاؤ۔۔ براق آبے تمہیں چھوڑ دیتے ہیں نا۔" وہ اپنا پرس کندھے پر ڈالے کھڑی تھی۔ میرائے کی بات پر اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ باہر ٹیکسی بھی آگئی تھی۔

جیمرے خاتون اور میرائے نے اس سے کہا تھا کہ اسے ڈرائیور چھوڑ آتا ہے لیکن وہ نہ مانی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے میں خود چلی جاؤں گی۔" اس نے نرمی سے جواب دیا۔

(اس کے کمرے کی کھڑکی کھلی تھی۔ چائے کا خالی مگ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑا تھا۔ فون پر کسی سے بات کر کے اس نے موبائل بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر چائے کے خالی مگ کے ساتھ رکھا تو اس کے کانوں میں یک دم کچھ آوازیں آئیں۔۔ یہ آوازیں لان سے آرہی تھیں۔

وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کی جانب بڑھا۔۔ کھڑکی سے پردہ ہلکا سا سرکا اور نیچے لان کا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے خوب واضح ہو گیا۔)

"میرا ئے ٹھیک کہہ رہی ہے۔۔ براق تمہیں چھوڑ آتا ہے۔۔اس وقت اکیلے مت جاؤ تم۔"

جیمرے خاتون اصرار کر رہی تھیں۔

(براق نے جیسے ہی یہ سنا تو وہ یک دم پلٹنے لگا یوں کہ کار کی چابی لے اور نیچے لان میں جائے لیکن تب ہی اس کے قدم رکے۔نیچے لان میں سے نینا کے انکار کرنے کی آواز اس کے کانوں میں گونجی ۔۔وہ رک گیا۔۔واپس کھڑکی کی طرف پلٹا اور کھڑکی پر گرا پردہ دوبارہ ہلکا سا سرکا کر لان کا منظر دیکھنے لگا۔)

"نہیں جیمرے خاتون اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔میں چلی جاؤں گی۔" وہ ان کے اصرار پر بھی نہ مانی۔۔اپنی ویلیوز جانتی تھی وہ۔

(براق کے چہرے پر خود بخود اس سیاہ آنکھوں والی لڑکی کو دیکھ کر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔۔نیلی آنکھیں چمک اٹھیں۔

وہ لڑکی اب جیمرے خاتون سے گلے مل رہی تھی اور ہاتھ سے "خدا حافظ" کا اشارہ کرتے وہ پلٹ گئی تھی۔

جب تک وہ گیٹ پار کر کے ٹیکسی میں بیٹھ کر اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گئی۔۔وہ وہیں کھڑا رہا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

افق پر چھائے گہرے بادلوں کے سائے اب دور کہیں گم ہو چکے تھے۔۔ چاند کی ٹکیہ اب افق پر اپنی روشنی بکھیرے ہوئے تھی۔۔ یہاں تک کہ اس کی روشنی پول کے نیلے پانی پر اپنا رعب بھی جمائے ہوئے تھی۔

سفید شرٹ جس کے بٹن اوپر سے کھلے تھے۔۔ سفید ٹراؤزر۔۔ وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس تھا۔۔ چہرے پر سوچ کی لکیریں قائم کیے وہ نیٹٹوریم میں چہل قدمی کر رہا تھا۔

میرائے خفگی سے پیر پٹختی وہاں کب آئی اسے معلوم نہ ہو سکا۔۔ وہ اس وقت ایک سیاہ رنگ کے نائٹ گاؤن میں ملبوس تھی۔۔ ہلکے سنہرے بال ایک ڈھیلے سے بن میں بندھے تھے۔

"آبے! آپ نے نینا سے اتنی بحث کیوں کی؟" اس نے خفگی کے عالم میں پوچھا۔۔ وہ اس کے بالکل پیچھے کھڑی تھی۔۔ اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"میں صرف اس کا مینٹل کیلیبر دیکھنا چاہ رہا تھا۔" صاف گوئی سے جواب دیتے ہوئے اس نے شانے اچکائے۔

("انہیں اپنی غلطی پر شرمندگی ہی نہیں ہے۔۔ ہونہہ!۔" اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔)

"مگر کیوں؟"

"تم جانتی ہو نا میرے اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ میں کسی کو وضاحت نہیں دیتا۔" اس نے اب کی بار تھوڑی سختی سے کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔۔ چند لمحے اس کو لب کاٹتے ہوئے گھور کر دیکھا۔

"مجھے نہیں پسند کہ کوئی مجھ سے بار بار سوال کرے۔" اس نے مزید کہا تو اس کے لہجے میں سختی کچھ کم تھی۔ میرائے ضبط سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے پلٹی۔۔ اور جلے پیروں والی بلی کی طرح وہاں سے چلی گئی۔

"تم مجھے نہیں سمجھ سکتی میرائے! میں تو خود اپنے آپ کو سمجھ نہیں پا رہا۔" اس کے جانے کے بعد براق نے دھیرے سے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے سر جھٹکا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لاہور، پاکستان۔

رات کافی گہری ہو چکی تھی۔۔ گھڑی کی ٹک ٹک پورے ڈرائنگ روم میں گونج رہی تھی۔۔ ہر سو خاموشی چھائی تھی۔۔ درخت دھیرے سے سرسراہٹ پیدا کر رہے تھے۔ موسم میں زیادہ خنکی بھی نہ تھی۔

وہ صوفے پر کر وفر کے ساتھ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا پر سوچ نگاہوں سے سامنے پڑی میز کو دیکھ رہا تھا یوں کہ اس کا ذہن کہیں اور ہی موجود تھا۔ ساتھ ہی کچھ قدموں کے فاصلے پر اسلم سر جھکائے کھڑا تھا۔

سگریٹ کا زہریلا دھواں ہر سو پھیلا تھا۔۔اس نے کچھ دیر پہلے ہی اسلم کو بلایا تھا۔۔ لیکن ابھی تک اس نے بات شروع نہیں کی تھی۔

"نینا کب واپس آرہی ہے ترکیے سے ؟" سگریٹ کا ایک گہرا کش لینے کے بعد اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"معلوم نہیں مگر شاید اس مہینے تک آجائے۔" اس نے ترنت سے جواب دیا۔

میکائیل نے سگریٹ کے مزید دو تین کش لیے۔۔اور ہاتھ میں پکڑی سگریٹ ایک طرف کو اچھال دی۔۔اس کا سلگتا بجھتا انگارہ بالکل اس کے دل کی کیفیت کو ظاہر کر رہا تھا۔

"آپ نے کیا سوچا ہے اب ؟۔۔کیسے لیں گے آپ اس سے اپنی بے عزتی کا بدلہ ؟"

چند لمحے بعد اسلم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تم جانتے ہو! کچھ ہی دنوں میں تم ایک انٹرویو دیکھو گے۔" اس کی آنکھوں میں کچھ خاص تھا۔

"جس میں نینا انٹرویو لے رہی ہو گی۔۔ جانتے ہو وہ کس کا انٹرویو لے رہی ہو گی؟"اس نے ایک نظر اسلم کو دیکھا جو اسے ہی سوالیہ نگاہوں سے تک رہا تھا۔ میکائیل یک دم خباثت سے دانت نکال کر مسکرایا۔

"میرا! وہ میرا انٹرویو لے رہی ہو گی۔ اور اس وقت میں اپنا حساب پورا کروں گا۔"اس نے چہرہ موڑ کر درشتی سے اپنے سوال کا خود ہی جواب دیا۔

اور پھر وہ معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگیں۔۔ یہاں تک کہ یہ مسکراہٹ ظالمانہ قہقہوں میں تبدیل ہو گئی۔

یہ مسکراہٹ۔۔ قہقہے۔۔ کسی کی زندگی میں تباہی لانے والے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نہ وہ رنگ فصل بہار کا، نہ روش وہ ابر بہار کی

جس ادا سے یار تھے آشنا وہ مزاج باد صبا گیا

تاریخ تھی 9 مارچ، 2022۔

آج صاف۔۔ شفاف۔۔ اور اجلا سا دن تھا۔ آسمان پر سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔۔ یوں کہ اس کی سنہری کرنیں افق سے سیدھا اس کے کمرے کی بالکونی میں آ کر گر رہی تھیں۔

وہ اپنے ہاتھ میں تھامے موبائل کی اسکرین اسکرول کر رہی تھی جب یک دم اس کے موبائل کی اسکرین پر وہ نمبر روشن ہوا جسے دیکھ کر ہمیشہ کی طرح اس کا دل کھل اٹھتا۔اس نے کال فوراً ریسیو کی۔۔چہرے پر ایک بے حد خوبصورت مسکراہٹ قائم ہوئی۔

"تو تمہیں یاد آگئی میری۔"فون کان کے ساتھ لگاتے ہی اس نے ناز و نخرے سے بھرپور انداز میں کہا۔

"میں تمہیں کیسے بھول سکتا ہوں۔۔تمہاری یاد تو ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے۔"دوسری جانب سے مرات نے کہا تو وہ یک دم مسکرائی۔

"تمام! تو کیسے فون کیا؟"اس نے مصوعی خفگی اور ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"میرائے! میں چاہتا ہوں کہ تم کل مجھ سے ملنے آؤ۔"اس کے لہجے میں نرمی کے ساتھ کچھ سنجیدگی بھی بھر آئی۔۔وہ چونکی۔۔ناراضی اور خفگی کو بھول کر اس کے دل و دماغ میں پریشای اور فکر کی کئی لہریں چھا گئیں۔۔اعصاب تن گئے۔

("کیا مجھے آنے سے پھر جھوٹ بولنا پڑے گا؟"

اس نے دل ہی دل میں ناگواری سے سوچا اور پھر سر جھٹکا۔)

"ملنے؟ مگر کیوں؟"اس نے متفکر انداز میں ہچکچا کر پوچھا۔

"میں دو دن بعد تمہارے گھر اپنے لیے۔۔بلکہ ہمارے لیے بات کرنے کے لیے آؤں گا۔"اس نے تراخ سے جواب دیا تو میرائے کے تنے ہوئے اعصاب یک دم ڈھیلے پڑے۔۔ماتھے کے بل بھی غائب ہو گئے۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو ایلدار؟ مجھے یقین نہیں آرہا۔"وہ خوشی کے عالم میں تقریباً چلائی۔

"یقین نہیں آرہا تو اب کر لو یقین۔۔کیونکہ یہ حقیقت ہے۔"دوسری جانب سے اس کی آواز میں بھی مسرت کے کئی رنگ موجود تھے۔

"لیکن تم کل ملنا کیوں چاہتے ہو؟"اس نے اسی طرح مسکراتے ہوئے اگلا سوال کیا۔دوسری جانب چند لمحوں کی خاموشی چھا گئی۔

"میں چاہتا ہوں کہ کسی رشتہ میں بندھنے سے پہلے ہم کچھ باتیں ڈسکس کر لیں۔"انداز ہلکا پھلکا سا تھا۔

"ہمارے درمیان تو سب باتیں کلئیر ہیں۔تو پھر ایسا کیا ہے جو ابھی ڈسکس کرنا باقی ہے۔"اس نے ناسمجھی کا اظہار کیا۔

"ابھی بہت کچھ ایسا ہے جو میں تم سے ڈسکس کرنا چاہتا ہوں۔۔بس تم کل آرہی ہو۔۔سمجھ آئی؟" اس نے اب کی بار کچھ درشتی اور سختی سے کہا نہیں حکم دیا۔

"ایوت! میں آجاؤں گی۔۔ مگر کہاں اور کس وقت؟"اور اس نے کسی غلام کی طرح اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کیا۔

"کل صبح گیارہ بجے۔۔ میرے گھر پر۔"جواب ترنت سے آیا۔اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک خوفناک سی چمک اڈی۔

"تمہارے گھر؟"اس نے حیران ہوتے ہوئے جھجک کر پوچھا۔۔وہ دوبارہ اس کے گھر جیمرے خاتون سے جھوٹ بول کر نہیں جانا چاہتی تھی۔

"کیا ہوا؟اتنا حیران کیوں ہو رہی ہو؟"مرات نے اب کی بار مسکرا کر پوچھا۔یوں کہ جب کوئی غلام اپنے حکمران کی بات مان لیتا ہے تو حکمران غلام سے خوش ہی ہوتا ہے۔

"ایلدار مجھے اب ایسے چھپ چھپ کر ملنا۔۔ آنے سے بار بار جھوٹ بولنا اچھا نہیں لگتا۔"اس نے کہا تو اس کے انداز میں تکلیف اور شرمندگی دونوں موجود تھی۔

"اللہ اللہ! بس بھی کرو۔۔ کیا تم میرے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتی۔۔ یاد رکھو محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔۔ پھر جھوٹ کیا چیز ہے؟"اس نے ابرو اچکاتے ہوئے اپنے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

(اور یہ بات اس نے بالکل غلط کہی تھی۔۔ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز نہیں ہوتا۔دونوں کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔۔اور جو ان اصولوں کو بھول جائے۔۔ تو شکست اس کا مقدر بنتی ہے۔

بے شک **"اصول"** کے بغیر **"حصول"** ممکن نہیں!۔)

"ہاں شاید تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔"اس نے ہمیشہ کی طرح اس کی بات کو درست مانتے ہوئے دکھی سے انداز میں کہا۔۔ جیسے وہ یہ سب ماننا نہیں چاہ رہی تھی۔

"اچھا اب ان سب باتوں کی فکر چھوڑ دو۔۔ تم اب صرف ہمارے بارے میں سوچو۔۔ ٹھیک ہے؟"وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔ آخر وہ کامیاب ہو گیا تھا اسے راضی کرنے میں۔۔ اب مسکرانا تو بنتا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا۔"میرائے نے دھیرے سے مسکرا کر کہا۔

"تم بھی۔"

"اللہ حافظ!۔"

"جاؤ میرائے یامان! ایلداز جان تمہیں الوداع کہتا ہے۔"اور مرات نے یہ کہہ کر فون کھٹ سے بند کر دیا۔۔ میرائے نے محسوس کیا کہ اس نے کچھ مختلف انداز میں اسے الوداع کہا تھا۔۔ اس نے اس خیال کو اپنا وہم کہہ کر ذہن سے جھٹک دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میرائے سے بات کرنے کے بعد وہ صوفے پر آ کر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھا۔وہ اس محل جیسے گھر کے ڈرائنگ روم میں ہی موجود تھا اور کچھ دیر پہلے میرائے سے فون پر بات کر رہا تھا۔اس کے ساتھ یہاں وہ سرمئی آنکھوں والا ہینڈسم سالڑ کا ایرن بھی موجود تھا جس نے ان دونوں کی ساری گفتگو سنی تھی۔اس کے سامنے والے صوفے پر وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا اسے مسکراتے ہوئے معنی خیز انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"تو مرات اب کل کیا ہونے جا رہا ہے ؟"اس نے تجسس سے بھری نگاہوں سے اسے تکتے ہوئے پوچھا تو اس نے ایک گہری سانس لی۔۔چہرے پر حد درجہ کی سنجیدگی اور سختی چھا گئی یہاں تک کے اس کے سفید چہرے پر سبز رگیں تن سی گئیں۔

"بس یوں سمجھو کہ براق کی تباہی نزدیک ہے۔"اس نے یقین نہیں۔۔بہت یقین سے لب بھینچتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے ؟"

"کل تم جانتے ہو کیا ہو گا؟"اس کا سوال پوری طرح نظر انداز کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

ایرن نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن وہ کچھ کہہ نہ پایا۔

"احمت قید خانے سے بھاگ جائے گا۔۔اور اسے میں بھگاؤں گا۔"اور اس نے اپنے سوال کا

جواب خود ہی دیا۔

"لیکن۔۔"اس نے ایک وقفہ لیا۔

"وہ ایسا صرف میرے کہنے پر کرے گا۔"اس نے لب کچلتے ہوئے مزید کہا۔

"مجھے ایک بات سمجھ نہیں آتی۔۔احمت ایک فوجی افسر ہے۔۔اور ایک فوجی کو کوئی قابو نہیں کر سکتا۔۔تو تم نے اس سے کیسے اپنی باتیں منوائیں؟"اس نے ناسمجھی اور مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔مرات نے سر جھٹکا اور معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"فوجی افسر کو قابو نہیں کیا جاسکتا۔۔لیکن اسے مجبور ضرور کیا جاسکتا ہے۔"اس نے بے حد فاتحانہ انداز میں کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 11 جنوری،2022۔

یہ منظر ایک سفید پوش گھر کا تھا۔۔افق پر بادلوں کا جال بچھا تھا جو کچھ ہی دیر میں برسنے والے تھے۔

ایسے میں اس گھر کے ایک کمرے میں سنگل بیڈ پر وہ بوڑھی عورت سو رہی تھی جو احمت کی والدہ تھیں۔۔سائیڈ ٹیبل پر دوائیوں کا ایک ڈبہ پڑا تھا۔۔سر درد کی دوا۔۔بلڈ پریشر کی دوا۔۔اور بھی کئی دوائیں ایسے امراض کی پڑی تھیں جو بڑھاپے میں انسان کو لاحق ہوتے ہیں۔

اس کمرے سے باہر نکل کر ایک چھوٹا سا لاؤنج آتا۔۔اور کچھ قدموں کے فاصلے پر باورچی خانہ اور تھوڑی دور کر کے ایک اور کمرہ تھا جس کا دروازہ آدھا کھلا تھا اور آدھا بند تھا۔

وہ کمرے میں بے چینی اور مضطرب سے انداز میں ٹہلتا ہوا فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

"دیکھیں یاسر بے! میں نے آپ کو اس کام کے لیے اس لیے منتخب کیا ہے کیونکہ۔۔"احمت نے چند سیکنڈ کا وقفہ لیا۔

"مجھے آپ پر بھروسہ ہے۔۔میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ایلدار کے بارے میں ایک ایک خبر لا کر دیں۔۔چاہے آپ کو اس کا پیچھا کرنا پڑے یا کچھ بھی کرنا پڑے۔"وہ اپنے ہر لفظ پر زور دیتا ہوا بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔۔ماتھے پر سلوٹیں نمایاں تھیں۔۔بھوری آنکھوں میں اضطراب۔

(یاسر بے ایک ریٹائرڈ فوجی افسر تھے۔۔لیکن ان کی احمت سے بہت عرصے پہلے تک کی وابستگی تھی۔

اور انہیں جب احمت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ معاملہ ملک دشمن کا ہے تو وہ اس معاملے پر بے حد سنجیدہ اور متفکر ہوئے۔انہوں نے احمت سے اس کی پوری مدد کرنے کا بھی وعدہ کر لیا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 13 جنوری،2022۔

احمت فارمیسی سے باہر نکل رہا تھا۔۔اس کی والدہ کی طبعیت کچھ زیادہ خراب ہو گئی تھی اس لیے وہ ان کے لیے دوائیاں خریدنے آیا تھا۔کار میں بیٹھ کر اس نے ابھی سیٹ بیلٹ پہنی ہی تھی کہ تب ہی اس کے موبائل کی اسکرین روشن ہوئی۔اس نے موبائل کی اسکرین پر جگمگاتا ہوا نمبر دیکھا تو فوراً سے کال ریسیو کر لی۔

"احمت تمہارا شک ٹھیک نکلا۔" دوسری جانب سے یاسر بے کہہ رہے تھے تو احمت کے حلق میں کچھ اٹکا۔۔ماتھے پر کئی بل نمایاں ہوئے۔۔اعصاب تن گئے۔

"ایلدا رہی مرات ہے۔" انہوں نے حد درجہ کی سنجیدگی کے ساتھ کہہ ڈالا۔

احمت سکتے میں رہ گیا تھا۔۔اس کے لیے وقت رک سا گیا۔۔سب کچھ ایک دم تبدیل ہو گیا تھا۔

(وہ لوگ دو سال سے جس شخص کے ساتھ کام کر رہے تھے۔۔جس کے ساتھ دشمنوں کے خلاف کئی محاذ لڑے۔۔وہ شخص ہی ان کا سب سے بڑا دشمن نکلا۔)

اس نے فون بند کیا۔۔اور موبائل پر اضطراب کے ساتھ براق یامان کا نمبر ملانے لگا۔

اور پھر ایک دم اس کے ذہن کے پردوں پر کچھ جھلکا۔

"میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔۔کیا براق بے مجھ پر یقین کریں گے؟" اس کے دل پر بہت سا بوجھ پڑنے لگا۔

اس نے موبائل سامنے ڈیش بورڈ پر اچھال دیا اور ضبط کے ساتھ مٹھی بھینچ کر لبوں پر ٹکائی۔۔اس کی بھوری آنکھوں پر ونڈو اسکرین سے ٹکراتی سورج کی کرنیں گر رہی تھیں جس وجہ سے اس کی آنکھوں کا رنگ کبھی سنہرا تو کبھی ہلکا بھورا دکھتا۔ان خوبصورت آنکھوں میں حد درجہ کی پریشانی۔۔تکلیف۔۔اور طیش تھا۔

"مجھے پہلے کچھ ثبوت اکٹھے کرنے ہوں گے۔۔یوں ہوا میں تیر چلانا کہیں کوئی خطرہ نہ لے آئے۔"اس نے کافی دیر سوچنے کے بعد بالآخر فیصلہ کر لیا۔

"ایلدار! تمہیں اب مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔"لب غصے سے کاٹتے ہوئے اس نے خود سے عہد کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 20 جنوری 2022۔

"آخر کون ہو سکتا ہے وہ؟"سوال ایلدار کی طرف سے پوچھا گیا۔

"معلوم نہیں۔۔مگر یہ ممکن ہے کہ ہمارے درمیان کوئی غدار موجود ہو۔"

براق نے کہا تو اب کی بار اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔یہ سن کر احمت کے جسم

میں جیسے ایک کرنٹ سا دوڑا اور اس کے اعصاب تنے۔۔ایک نظر اس نے براق کو دیکھا اور پھر ایلدار کو۔۔اس کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔۔خوف۔۔گھبراہٹ کی لہریں۔۔پریشانی اور بے یقینی۔

("کیا مجھے براق بے کو بتا دینا چاہیئے؟" اس نے دل ہی دل میں خود سے سوال کیا اور جواب میں نفی میں دھیرے سے سر جھٹکا۔)

"کیا تم کچھ کہنا چاہتے ہو احمت؟"

براق نے اس کی یوں حواس باختہ سی حالت دیکھ کر آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے پوچھا۔

"ن۔۔ن۔۔نہیں براق بے۔"

اس نے بمشکل گلے سے آواز نکالتے ہوئے کہا۔ براق نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

("کاش! میں آپ کو سب بتا سکتا۔"اس نے تاسف سے سوچا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استنبول پر شام کے گہرے رنگ چھا رہے تھے۔۔آفتاب غروب ہو رہا تھا۔

ایسے میں وہ فوج کے خفیہ اڈے سے کچھ ہی فاصلے پر ایک درخت کے نیچے وہ کھڑا تھا۔

فون کان کے ساتھ لگائے وہ یاسر بے سے بات کر رہا تھا۔اس کے ساتھ ساتھ اس نے دوسرے ہاتھ میں سگریٹ پکڑی ہوئی تھی۔۔اس نے پہلے کبھی سگریٹ کو ہاتھ نہیں لگایا تھا لیکن اب ذہنی تناؤ اور شدید پریشانی کے باعث اس نے اس بری عادت کو اپنا لیا تھا۔

"احمت! مجھے یہ بتاؤ کہ ایلدار اس وقت کہاں ہے؟"دوسری جانب سے یاسر بے نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"اس وقت تو وہ ہمارے ساتھ ہی تھا۔"اس کے چہرے پر گہری سوچ کی لکیریں قائم تھیں۔

"ابھی کہاں ہے وہ؟"انہوں نے ترنت سے پوچھا۔

"ابھی تک وہ باہر نہیں آیا۔"اس نے گردن موڑتے ہوئے ارد گرد ایک متلاشی نگاہ ڈالی اور کہا۔

"اچھا تم مجھے اس کے بارے میں جتنا جلدی ہو سکے اطلاع دو کیونکہ اب کی بار ہمیں اس کا ٹھکانہ ڈھونڈنا ہے۔"انہوں نے مضطرب لہجے میں کہا۔

ہاں! ہاں! میں آپ کو ساری اطلاع۔۔"اور پھر اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔۔براق بالکل اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"احمت! تم نے کب سے سگریٹ پینا شروع کیا؟"اس کی جانب سے جب کچھ نہ کہا گیا تو اس نے پوچھا۔

"وہ۔۔وہ۔۔بس کچھ دن پہلے ہی۔"اس کی آواز کسی گہری کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

("دل تو کر رہا ہے کہ آپ کو سب کچھ بتا دوں لیکن مجھے اس وقت دل کی نہیں دماغ کی سننی ہے۔")

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات گہری ہو چکی تھی۔۔بے حد گہری۔۔یہ منظر تھا اس محل جیسے گھر کے کنڑول روم کا۔ دیواروں پر کئی مانیٹرز لگے تھے جن میں اس گھر کے ایک ایک کمرے کی فوٹیج دکھائی دے رہی تھی۔یہاں مرات موجود تھا۔۔اور اس کے ساتھ ساتھ احمت الپ بھی۔

(احمت کو جیسے ہی مرات کی اطلاع ملی۔۔اس نے اور یاسر بے نے اس کا پیچھا کیا اور آخر کار انہوں نے اس کا ٹھکانہ ڈھونڈ ہی لیا۔لیکن کون جانے کہ وہ دونوں اس گھر کے مالک کی اجازت سے ہی اس تک پہنچے تھے۔

یاسر بے اس کے ساتھ اس محل جیسے گھر کے اندر جانا چاہتے تھے لیکن احمت نے انکار کر دیا۔۔اس نے کہا کہ اسے مرات سے اکیلے میں ملنا ہے۔

یاسر بے نے اس کی بات مان لی اور اس بنگلے سے کچھ ہی فاصلے پر کار پارک کر کے اس میں اس کے آنے کا انتظار کرنے لگیں۔۔انہیں اس کے اکیلے جانے کے مطالبے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔)

"تو تم نے مجھے ڈھونڈ ہی لیا۔" اس کی طرف رخ موڑ کر اس نے فاتحانہ انداز میں بازو پھیلا کر کہا۔

کچھ قدموں کے فاصلے پر ہی احمت کھڑا تھا۔

"ہاں! میں نے تمہیں ڈھونڈ لیا۔۔ مرات!۔" اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے قدرے بلند آواز میں کہا۔۔اور آخر میں اس کا نام کافی چبا چبا کر ادا کیا۔

"واللہ واللہ! تمہیں تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ میں ہی مرات ہوں۔" اس نے مصنوعی حیرت ظاہر کی۔۔انداز یوں تھا جیسے اس کا تمسخر اڑا رہا ہو۔احمت نے بھینچے ہوئے جبڑے۔۔ طیش کے عالم میں سرخ پڑتی آنکھوں کے ساتھ اسے گھورا۔

"میں تمہاری جان لے لوں گا!!۔" اس کی برداشت اب ختم ہو چکی تھی۔۔وہ اپنے سامنے کھڑے شخص کو اس کے انجام تک پہنچانے کے لیے تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھا لیکن تب ہی مرات نے اسے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے رکنے کو کہا۔

"نا! یہ غلطی مت کرنا۔۔ کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو میں اس رموٹ کا بٹن دبا دوں گا۔" ہاتھ میں تھامے رموٹ کو لہراتے ہوئے جب اس نے کہا تو احمت کے قدم زنجیر ہوئے۔

یہ رموٹ اس نے اپنی پینٹ کی جیب سے نکالا تھا۔۔ یہ کوئی "عام" رموٹ نہیں تھا۔احمت نے اب کی بار اس رموٹ کو تشویش ناک نظروں سے گھورا۔

"یہ۔۔ یہ رموٹ کس کا ہے؟" وہ کچھ کچھ سمجھ گیا تھا اسی لیے اس کی زبان سے الفاظ بمشکل ہی ادا

ہو پائے۔

"دکھنے میں یہ صرف ایک رموٹ ہے لیکن اصل میں اس کا یہ ایک بٹن(اس نے رموٹ کے ایک سرخ بٹن پر انگلی سے اشارہ کیا) ترکیے کے آٹھ شہروں کو تباہ کر کے رکھ سکتا ہے۔۔ ثبوت دکھاؤں۔۔ لیکن اس سے پہلے میں تمہیں ایک سرپرائز دینا چاہتا ہوں۔"اس نے بے حد سنجیدگی سے کہتے ہوئے ذرا سے شانے اچکائے۔۔اور پھر کنٹرول روم کے دروازے کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔

احمت نے بے ساختہ اس کی نگاہوں کا تعقب کیا۔ کنٹرول روم کا داخلی دروازہ کھلا۔ وہ ادھیڑ عمر شخص کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔۔اسے دیکھ کر مرات کے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیلی۔

"آؤ یاسر! خوش آمدید۔"اس نے نہایت پر جوشی کے ساتھ یاسر بے کا استقبال کیا۔۔احمت تو ہکا بکا ہی رہ گیا۔۔کیوں؟

کیونکہ یاسر بے بہت خوش دلی کے ساتھ مرات سے اب گلے مل رہے تھے۔

"بہت شکریہ! مرات بے۔"اس سے گلے ملنے کے بعد یاسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔احمت بے حد حیرت زدہ اور ساکت سا ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا۔۔ گویا اس کے پیروں تلے زمین ہی نکل گئی ہو۔

اس نے لب کاٹتے ہوئے ان دونوں کو چند لمحے گھورا۔۔وہ اب سب سمجھ رہا تھا۔۔اس کی گردن تن گئی۔۔ماتھے پر کئی سلوٹیں امڈ آئیں۔

"یاسر بے! آپ بھی؟"اس کا لہجہ زخمی زخمی سا تھا۔

"ہاں احمت! میں بھی۔انہوں نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔۔یاسر بے کے چہرے پر شرمندگی کا کوئی تاثر نہیں تھا۔

"تم جانتے ہو۔۔یاسر بے نے ریٹائر ہونے کے بعد اگر کسی کے ساتھ کام کیا ہے تو وہ صرف میں ہوں۔۔تم یہاں جو آئے ہو نا وہ بھی میری ہی مرضی سے آئے ہو۔"اس نے بے حد متکبر انداز میں گردن اکڑا کر کہا۔۔یاسر بے ساتھ ہی مسکرا دیے۔

احمت نے تاسف سے سر جھٹکا اور اپنی زخمی نگاہوں سے یاسر بے کو دیکھا۔

"خیر اب میں تمہیں ذرا ثبوت دکھا دوں۔" وہ یہ کہتا ہوا مڑا۔۔احمت نے یاسر بے سے نگاہیں ہٹا کر مرات پر جمائیں۔۔اس نے یاسر بے سے نگاہیں یوں پھیری تھیں جیسے وہ کہہ رہا ہو" میں کبھی معاف نہیں کروں گا"۔

سامنے دیوار پر کئی مانیٹرز لگے تھے جن میں سے کچھ کی اسکرینز بجھی ہوئی تھی۔۔مرات نے رموٹ پر ایک بٹن دبایا تو نو مانیٹرز کی اسکرینز روشن ہوئیں۔مرات نے انگلی سے ایک مانیٹر کی

طرف اشارہ کیا جس پر ایک صحرا نما جگہ کا منظر تھا۔۔یہ جگہ کہاں تھی؟اسے نہیں معلوم تھا۔ لیکن وہ کیا کرنے جارہا تھا۔۔اس کا احمت کو اچھے سے علم تھا۔

اس نے چند لمحے معنی خیز انداز میں اس مانیٹر کی اسکرین کو دیکھا۔۔اور پھر زیر لب مسکراتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے رموٹ کا ایک بٹن دبایا۔

وہ بٹن دباتے ہی اس مانیٹر کی اسکرین یک دم ایک زوردار اور بھیانک آواز کے ساتھ دھندلی سی ہو گئی۔۔یوں کہ اس صحرا نما جگہ میں کوئی مٹی کا طوفان آگیا ہو۔

"یہ دیکھ رہے ہو احمت! اس طرح کے کئی بم ان آٹھ شہروں میں بھی مختلف جگہوں پر لگے ہیں۔۔ تم یہ تو جانتے ہی ہو گے کہ ان شہروں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔" اس نے بے حد سرد مہری سے کہا اور ان مانیٹرز کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا جن میں ترکیے کے مختلف شہروں کی لائیو فوٹیج چل رہی تھی۔

"اب تمہاری ایک غلطی۔۔صرف ایک غلطی! یہاں رہنے والے تمام لوگوں کی زندگیاں چھین سکتی ہے۔" اس نے چہرہ موڑ کر احمت کو دیکھا جو بالکل ساکت سا کھڑا اس کی بات سن رہا تھا۔اس کے چہرے پر دکھ۔۔تکلیف۔۔پریشانی اور بہت تناؤ سا تھا۔

"اب فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔" اس نے ذرا سے ابرو اچکا کر کہا۔

احمت نے آنکھیں میچ لیں۔۔لب کچلے۔۔مٹھیاں بھینچ لیں۔۔اور کچھ سوچنے لگا۔مرات اس کا منتظر تھا۔۔وہ جانتا تھا کہ اس نے اسے پھنسالیا ہے۔

"کیا چاہتے ہو تم؟"احمت نے آنکھیں کھول کر بے حد بکھرے بکھرے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔وہ مجبور تھا۔۔وہ مرات کی بچھائی گئی بساط کا ایک مہرہ بن چکا تھا۔

"یہی میں سننا چاہتا تھا۔"اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکان پھیلی۔

"تو سنو اب!۔"اس کے قریب بڑھتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 1 مارچ،2022۔

آفتاب اور بادل کے سفید ٹکڑے آسمان پر بکھرے ہوئے تھے۔۔ایسے میں آفتاب کی سنہری کرنیں اس ڈرائنگ روم کی کھڑکی سے گزرتی ہوئیں ہر سو پھیل رہی تھی۔

وہ صوفے کے ایک سرے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے سپاٹ تاثرات کے ساتھ بیٹھا تھا۔

سامنے والے صوفے پر احمت بیٹھا تھا جس کے چہرے پر مغموم سے تاثرات بکھرے تھے۔اس کی شیو بڑھی تھی۔۔بھوری آنکھیں بوجھل تھیں یوں کہ کئی راتوں سے سو نہ سکا ہو۔

اس کے برعکس مرات کافی ہشاش بشاس سا لگ رہا تھا۔۔سیاہ بال ماتھے پر بکھرے تھے۔۔ آنکھوں میں خاص چمک تھی۔۔وہ کافی خوش دکھائی دے رہا تھا۔۔آخر سب کچھ اس کے مطابق جو ہو رہا تھا۔

"استنئے پارک میں میرا ایک ساتھی آئے گا۔۔وہ اپنے آپ کو مرات کہے گا۔۔جب ہم اسے لے کر فوج کی خفیہ بیس تک لے جائیں گے۔۔ تمہیں اسے تب ختم کر دینا ہو گا۔" سرد مہری سے کہتے ہوئے اس نے اسے حکم دیا۔۔احمت نے نم آنکھوں کے ساتھ سامنے کروفر سے بیٹھے مرات کو دیکھا اور پھر تاسف کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا۔۔یوں کہ اس کا حکم تسلیم کر لیا ہو۔

"ایسے براق کو لگے گا کہ مرات ختم ہو گیا ہے اور اس کا شک تمہارے اوپر چلا جائے گا۔"

اس نے مزید کہا۔

"کیا مجھے وہاں یہ کہنا ہو گا کہ میں غدار ہوں؟" چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے زخمی انداز میں پوچھا۔۔اس کے لہجے میں مجبوری۔۔دکھ۔۔شرمندگی اور تکلیف سب کچھ تھا۔

"ایوت! تمہیں یہ کہنا ہو گا۔۔ لیکن اگر تم نہ بھی قبول کرو تب بھی کچھ نہیں ہو گا کیونکہ تم اپنے عمل سے ہی اپنی غداری ثابت کر دو گے۔" اس نے بے نیازی سے شانے اچکا کر کہا۔احمت نے لب کاٹتے ہوئے سر جھکا لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جو طلب پہ عہد وفا کیا تو وہ آبروئے وفا گئی

سر عام جب ہوئے مدعی تو ثواب صدق وصفا گیا

موجودہ دن۔

مرات نے اپنی بات ختم کر کے ایک گہرا سانس لیا۔۔ایرن کا تو حیرت سے منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا تھا۔۔اس نے دل ہی دل میں اعتراف کیا کہ وہ مرات کو جتنا ہوشیار سمجھتا تھا وہ اس سے کئی زیادہ ہوشیار تھا۔

"اچھا تو یہ سب ہوا۔"اس نے حیرت سے اسے تکتے ہوئے کہا۔

"ایوت !۔"مرات زیر لب مسکرایا اور فاتحانہ انداز میں کہا۔

"مرات ! میں پھر ٹھیک کہتا ہوں نا کہ تم ماسٹر مائنڈ ہو۔"مرات نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر اس کی تائید کی۔

"اور تمہیں یہ بھی ماننا ہو گا کہ میں بھی ٹھیک کہتا ہوں۔"اس نے کہا تو ایرن کے چہرے پر نا سمجھی کی لکیریں ابھریں۔

"کیا؟" وہ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔وہ واقعی کچھ سمجھ نہیں پایا تھا۔

"یہی کہ براق بہت ہی بے وقوف ہے۔" اس نے ابرو اچکائے۔۔اور پھر وہ دونوں ایک ساتھ ہی فاتحانہ انداز میں ہنسنے لگیں۔

"تمام! تمام! یہ بات تم ٹھیک کہتے ہو۔" ایرن نے بمشکل اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اب بتاؤ۔۔احمت کو قید خانے سے نکلوا کر تم کیا کرو گے؟" مرات نے انگلی سے کنپٹی مسلی۔۔اور ایک گہری سانس کھینچ کر صوفے سے تھوڑا آگے کو ہوا۔

"اسے لگتا ہے کہ اس کے قید خانے سے نکلتے ہی میں اسے وہ رموٹ دے دوں گا۔۔لیکن افسوس! جب اسے رموٹ ملنے لگے گا تب ہی میرے بندے اسے ختم کر دیں گے۔" اس نے مصنوعی تاسف ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن صرف اتنا ہی نہیں۔۔براق کو ایک اور دھچکا تب لگے گا جب وہ اپنی بہن کی لاش دیکھے گا۔" اور اس کی زبان سے یہ فقرہ سن کر ایرن کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"کیا؟ کیا مطلب؟" وہ واقعی حیران تھا۔۔اور کچھ گھبرا بھی گیا تھا۔

"مطلب یہی کہ اس کی بہن میرا ئے یامان کل ادھر۔۔میرے اس چھوٹے سے گھر میں آئے گی۔۔اور وہیں میں اسے اپنی ساری سچائی بتا کر اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت کر دوں گا۔" اس نے بے نیازی سے کندھے اچکا کر کہا تو ایرن کے چہرے پر کچھ خفگی۔۔اور تاسف ابھرا۔

"لیکن تمہارا اس لڑکی سے کیا واسطہ ؟اسے ان سب میں کیوں گھسیٹ رہے ہو؟"اب کی بار اس کا انداز قدرے مختلف تھا۔

"اوہ شٹ اپ !ان فوجی افسران نے اس وقت کیوں نہیں کچھ سوچا جب انہوں نے میری آنے کو بے رحمی سے قتل کر دیا۔ان کا اس سب معاملے سے کوئی واسطہ نہیں تھا نا؟تو پھر؟"وہ درشتی سے کہہ رہا تھا تو اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں جو جلد ہی سرخ ہونے والی تھیں۔

"اور انہوں نے مجھے کیوں زندہ رکھا؟ہاں؟صرف یہ دکھانے کے لیے کہ ہم فوجی افسران بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔واہ!۔"اس نے بے حد سختی سے کہتے ہوئے آخر میں سر جھٹکا۔وہ جیسے اپنا دل ہلکا کر رہا تھا۔۔سرخ پڑتی آنکھیں اب نم ہو گئی تھیں۔

"تمام!تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ایک مرتبہ پھر سوچ لو۔"وہ ابھی بھی اس کے ارادوں کے خلاف تھا۔۔لہجہ بھی سنجیدہ تھا۔

"میں ایک بار ارادہ کر لوں۔۔تو اسے کوئی نہیں بدل سکتا۔"اس نے شانے اچکا کر پر اعتماد انداز میں کہا۔

"کیا تمہارے دل میں میرائے کے لیے کوئی بھی جذبات نہیں ہیں؟"اسے بے حد افسوس ہو رہا تھا۔

"جذبات؟ایسی لڑکیوں کے لیے کون جذبات رکھتا ہے جو اپنے ہی گھر والوں سے جھوٹ بول کر

اپنے ماشوک سے ملنے آتی ہوں؟"اس کا لہجہ بہت تلخ تھا اور الفاظ تو لہجے سے بھی زیادہ تلخ تھے۔۔ لیکن بات درست تھی۔

(اس کا یہ لہجہ اور یہ الفاظ صاف ظاہر کر رہے تھے کہ میرائے کے لیے محبت تو کیا اس کے دل میں اس کے لیے تھوڑی سی بھی عزت نہیں ہے۔)

وہ صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ کھڑکی کی جانب بڑھا۔۔ایرن کی نگاہیں اس کے قدموں کا تعقب کرتی ہوئیں کھڑکی کی جانب ٹھہریں۔وہ اب کھڑکی سے باہر خالی خالی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"بس کل کا دن آلینے دو۔۔ کل میری فتح ہو گی۔۔اور براق کی شکست!۔"اس نے معنی خیز انداز میں لب کاٹتے ہوئے کہا۔۔سیاہ آنکھوں کی نمی غائب ہو چکی تھی۔۔اب صرف ان آنکھوں میں امید نہیں۔۔یقین تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 10 مارچ،2022۔

دن کے وقت بھی آسمان گہرے سرمئی رنگ کے شکنجے میں ڈوبا تھا۔۔ گہرے بادل اور گھٹائیں آسمان پر چھائی تھیں۔۔ بادل توزور و شور سے برس رہے تھے۔۔ٹپ ٹپ کرتی بارش کی آواز استنبول میں اپنا قبضہ جمائے ہوئے تھی۔

شاید آج جو ہونے والے تھا اسی وجہ سے آسمان بھی رو رہا تھا۔

وہ دن آچکا تھا جس کا مرات کاراب کو بے صبری سے انتظار تھا۔

اس کی فتح کا دن!

لیکن یہ دن اس کے لیے زیادہ خاص اس لیے تھا کیونکہ

یہ براق کی شکست کا دن تھا!۔

وہ ایک لمبے سیاہ کوٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس تھا۔۔اس نے سر پر آج وہی بھوری ہیٹ پہن رکھی تھی جو کاراب پہنا کرتا۔

ماتھے پر بکھرے سیاہ بال۔۔اور سیاہ آنکھیں ہمیشہ کی طرح بہت گہری اور خوبصورت لگ رہی تھیں

لیکن

ایسی خوبصورتی کا کیا فائدہ جو مصنوعی ہو!

کیونکہ

اصل خوبصورتی تو دل کی ہوتی ہے!۔

وہ آج اپنے محل جیسے گھر میں نہیں تھا۔۔وہ تو آج اس چھوٹے سے گھر میں موجود تھا جہاں سب لوگ "مرات" سے نہیں "ایلدار" نامی شخص سے ملنے آیا کرتے۔

وہ اس گھر کے لاؤنج میں موجود تھا۔۔بتیاں جلی تھیں۔۔کھڑکیاں بند تھیں جس پر گرتی بارش کی بوندوں کی آواز کمرے کی خاموشی میں خلل پیدا کر رہی تھی۔وہ مضطرب سے انداز میں ٹہل رہا تھا جب اس کے موبائل کی رنگ ٹون بجی۔۔اس نے موبائل سامنے پڑی میز پر سے اٹھایا۔

موبائل کی اسکرین پر جگمگاتے نمبر کو دیکھ کر اس نے فوراً یس کیا اور فون کان سے لگایا۔

"مرات بے! احمت کو بھگا دیا ہے قید خانے سے۔"فون پک کرتے ہی دوسری جانب سے کسی نے بھاری مردانہ آواز میں کہا۔مرات کی تو آنکھوں میں چمک مزید بڑھ گئی۔۔لبوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ گھر کر گئی۔

اس نے فون پر اس شخص کو مزید کچھ ہدایات دیں اور پھر فون بند کر دیا۔چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

سب کچھ بالکل ویسے ہی ہو رہا تھا جیسے وہ چاہتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لاؤنج میں ایک دیوار اپر لٹکی وال کلاک دن کے گیارہ بجا رہی تھی۔۔اس نے گھڑی پر وقت دیکھا۔۔وہ بس پہنچنے والی تھی۔

اور پھر اس چھوٹے سے گھر کا دروازہ کھٹکا۔اس کے دل کی دوڑ تیز نہیں۔۔بہت تیز ہو گئی۔

وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ آگئی ہے۔

"میر ائے یامان! تم آہی گئی۔"زیر لب فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے وہ گردن اکڑا کر اس گھر کے داخلی دروازے کی جانب بڑھا۔۔وہ دروازے تک پہنچ گیا۔۔ایک گہری سانس لے کر اس نے دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

قدرت!

وقت!

اور

قسمت! سب اس کا ساتھ دے رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 5

"تصویر کا تیسرا رخ"

ہمیں لگتا ہے کہ زندگی

ایک تماشا ہے

ایک کھیل ہے

اور

صرف ایک دکھاوا ہے۔

ایسا دکھاوا

جو ہم دوسروں کے سامنے کرتے ہیں

لیکن

ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ

دکھاوا مصنوعی ہوتا ہے

حقیقت نہیں۔

اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ

زندگی کیا ہے؟

تو میرا جواب ہو گا کہ

زندگی ایک سبق ہے۔

ایسا سبق جو ہم

ہر لمحے سیکھتے ہیں

اور تب تک سیکھتے رہتے ہیں

جب تک ہم

اس دنیا کو الوداع نہ کر جائیں۔

بس فرق اتنا ہے کہ

کچھ لوگ

اس سبق سے بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں

اور کچھ

اس سبق سے سیکھ کر بھی کچھ نہیں سیکھ پاتے۔

(بقلم نگاہ راحیل)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیز بارش کی بوندیں اپنی سکون بخش تال سے زمین کو ڈھانپ رہی تھیں جیسے فطرت کا نرم آرکسٹرا سرمئی رنگ کے کینوس پر چل رہا ہو۔

وہ دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھا۔اس کا انداز بہت فاتحانہ تھا۔

دروازے کا ہینڈل گھماتے ہی دروازہ فوراً کھل گیا۔

اس کے چہرے پر بہت خوشی تھی کیونکہ یہ وہی موقع تھا جس کا اسے سب سے زیادہ انتظار تھا۔

براق کی تباہی!۔

اس کے چہرے سے مسکراہٹ اس وقت غائب ہوئی جب اس نے دروازے کی دوسری جانب کھڑے شخص کو دیکھا۔

وہ جس کا منتظر تھا وہ وہاں نہیں تھی (ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا؟)

بلکہ

وہاں تو مرات کا سب سے بڑا دشمن

براق یامان تھا!۔(اس کے سر پر تو گویا آسمان ہی ٹوٹ پڑا تھا۔)

بلانڈ بال ہمیشہ کی طرح جیل کے ساتھ نفاست سے ایک طرف کو سیٹ کیے گئے تھے۔۔ وہ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔۔ مڑے ہوئے کف والی ڈریس شرٹ (جس کے اوپر سے ایک بٹن کھلا تھا) میں ملبوس تھا۔

بارش کے نرم گلے میں مرات کے لیے وقت ٹھہر گیا تھا۔

اس کا ذہن بالکل ماؤف ہو گیا۔۔ اور تو اور اس کے ہوش بھی اڑ گئے۔۔ چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گزر رہا تھا۔ اس کے برعکس براق کے چہرے پر بے حد اطمینان تھا۔

(بارش کا ہر قطرہ ایک شاعرانہ کہانی لکھ رہا تھا۔۔ ایسی کہانی جس کا تیسرا رخ جلد ہی سب کے سامنے آنے والا تھا یا شاید سامنے آ چکا تھا۔)

"اندر نہیں بلاؤ گے ؟" براق نے چبھتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔اس نے ایک نظر اس بھوری ہیٹ کو بھی دیکھا جو اس نے پہن رکھی تھی۔۔پھر زیر لب مسکرایا۔۔وہ اچھے سے جانتا تھا کہ یہ ہیٹ کس کی ہے۔

وہ جواباً کچھ کہہ نہ سکا۔اس نے بس اثبات میں سر ہلا کر براق کو اندر آنے کی اجازت دی۔

وہ تنی ہوئی گردن اور سنجیدہ سے تاثرات کے ساتھ اس کے گھر میں داخل ہوا۔۔داخلی دروازے کو خود ہی کھٹک سے بند کر دیا مگر اس نے دروازے کو لاک نہیں کیا تھا۔ کچھ قدموں کے فاصلے پر ہی لاؤنج تھا۔۔وہ لاؤنج کی جانب بڑھا۔

"لگتا ہے تم مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوئے۔"

اس کی جانب مڑ کر براق نے چبا چبا کر کہا۔۔چہرے پر زیر لب ہلکی سی مسکراہٹ تھی اور اس کا انداز بھی فاتحانہ تھا۔۔بوکھلایا ہوا امرات مزید بوکھلا سا گیا۔

(ہوا مٹی کی خوشبو کے ساتھ آباد تھی جو آسمانوں سے ایک خوشبودار نذرانہ تھا۔۔لیکن یہ خوبصورت مہک اسے کوئی راحت نہیں پہنچا رہی تھی۔)

"نہیں نہیں ! ایسا کچھ نہیں ہے۔"اس نے لب کاٹتے ہوئے گھبرا کر کہا۔

"تمام! مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تم کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ کیا میں نے ٹھیک کہا؟" جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے اس نے چند قدم اس کی جانب بڑھائیں۔۔ وہ فوراً کچھ قدم پیچھے ہوا۔

"آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں تو کسی کا انتظار نہیں کر رہا تھا۔" اس نے تھوک نگل کر کہا۔۔ گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا۔۔ وہ یہ سن کر کچھ لمحے کے لیے خاموش ہو گیا۔

"تم جھوٹ بہت اچھے سے بول لیتے ہو مرات۔" اس نے گردن اونچی کرتے ہوئے اپنے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔۔ اور آخر میں "مرات" پر اس نے باقی لفظوں سے زیادہ زور دیا۔

مرات کے پیروں تلے زمین ہی نکل گئی۔۔ دل جیسے بالکل بند ہونے والا تھا۔۔ وہ ہکا بکا سا اسے دیکھنے لگا۔

"تم اب یہ کیوں نہیں کہتے کہ براق بہت ہی بے وقوف ہے۔" اس نے اب کی بار اس کا تمسخر اڑانے والے انداز میں کہا۔

مرات کچھ قدم پیچھے ہونے لگا۔۔ اتنا پیچھے کہ اب مزید پیچھے قدم بڑھانے کی جگہ ختم ہو گئی تھی۔۔ دیوار نے اس کے قدم روک لیے تھے۔۔ اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر نگاہیں جھکا لیں۔

"جانتے ہو تمہاری سب سے بڑی غلطی کیا ہے؟" وہ اب اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔۔ مرات نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کہ تم خود کو عقلمند اور اپنے حریف کو بے وقوف سمجھتے ہو۔" اس نے گویا اپنی نیلی آنکھیں اس کی سیاہ آنکھوں میں گاڑ دیں۔

"جب کہ سچائی اس کے بالکل بر عکس ہے۔" ذرا سے شانے اچکا کر اس نے کہا۔

(براق نے باتوں باتوں میں اپنی تعریف بھی کر دی جو کہ حقیقت ہی تھی۔)

"تم چپ کیوں ہو؟ کچھ کہو نا۔" اس کی آواز اب قدرے بلند تھی۔

"تمہیں۔۔ تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا؟" اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے پوچھا۔

"اللہ اللہ! مرات تم تو ماسٹر مائنڈ تھے نا! لیکن اب مجھے ایسا لگتا ہے کہ تمہارے پاس مائنڈ ہے ہی نہیں۔" اس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا۔

مرات اسے کاٹ کھا جانے والی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

"چلو میں تمہیں کچھ لوگوں سے ملوانا چاہتا ہوں۔" اس نے ذرا سے ابرو اچکائے۔۔ نیلی آنکھوں کی چمک مزید بڑھی۔۔ مرات کی سیاہ سرخ پڑتی آنکھوں میں ناسمجھی کی کئی لہریں دوڑیں۔

"آجاؤ تم لوگ بھی۔" اس نے بلند آواز میں داخلی دروازے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا۔

اس چھوٹے سے گھر کا داخلی دروازہ کھلا۔۔ تین افراد اس گھر میں داخل ہوئے۔۔وہ تیز قدموں کے ساتھ براق کی جانب بڑھیں اور اس کے ساتھ جا کر کھڑے ہو گئے۔

مرات کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔۔ چہرہ بہت سے تاثرات سے بھر گیا۔۔قدم زنجیر ہو گئے۔۔حیرانی۔۔پریشانی۔۔اور شکست یہ سب اس کے چہرے پر صاف واضح تھا۔

"مرات! ایک بات جان لو۔ایک فوجی کو نہ ہی قابو میں کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی مجبور کیا جا سکتا ہے۔" ان تین افراد میں سے ایک شخص نے بے حد فاتحانہ انداز میں کہا۔۔بلاشبہ وہ **"احمت الپ"** ہی تھا۔

"اور تمہیں کیا لگا مرات؟ میں اتنے سال فوج میں کام کرنے کے بعد تمہارے حکم کی پیروی کروں گا؟ کیا سوچ ہے تمہاری۔واہ! واہ!۔" ان تین افراد میں سے ایک شخص نے اس کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہا اور پھر مصنوعی تاسف سے سر جھٹکا۔وہ **"یاسر بے"** تھے۔

"آئی ایم سو سوری مرات! مگر یہ حقیقت ہے۔" ان تین افراد میں سے آخری شخص نے کہا۔۔اس کی آنکھیں سرمئی تھیں۔۔زیرلب ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

مرات کو سب سے زیادہ حیرت اور تکلیف اسی شخص کو دیکھ کر ہوئی تھی۔اس شخص کے ان چند الفاظ نے مرات کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔کیونکہ یہ شخص اور کوئی نہیں۔۔بلکہ یہ تو اس کا سب سے اچھا دوست۔۔اس کا خیر خواہ اور اس کا رازدار **"ایرن"** تھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا! تم لوگ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔" وہ حواس باختہ ہو کر غرایا۔

"تم نے مجھے دھوکہ دیا ایرن! تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟" ایرن کی جانب تیز قدموں کے ساتھ بڑھ کر اس نے اسے گریبان سے پکڑ لیا۔۔ ایرن نے جواباً تیکھے انداز میں مسکراتے ہوئے اسے خود سے دور دھکیلا۔

"تم جانتے ہو۔۔ میں نے تمہیں کئی بار ہنٹ دی تھی ایرن کے بارے میں۔۔ لیکن اصل میں تم بہت بے وقوف ہو مرات۔" اس نے بے نیازی سے ابرو اچکائے۔

"ہنٹ؟ کیسی ہنٹ؟" وہ سمجھ نہیں پایا۔۔ براق کو اس کی نا سمجھی پر ہنسی آئی۔۔ وہ واقعی بہت بے وقوف تھا۔

"اوہ کم آن! یاد کرو تھوڑا سا۔۔ جب استنئے پارک میں تم نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا تھا۔ تم بھی وہاں پر موجود تھے۔ میں نے تمہیں تب "ماسٹر مائنڈ" کہا تھا۔ یاد ہے؟ اور ابھی بھی کچھ دیر پہلے میں نے تمہیں کچھ ایسا ہی کہا تھا۔" اس نے ایک چھوٹا سا وقفہ لیا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" تنے ہوئے ابرو سکیڑتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"تمہیں ماسٹر مائنڈ صرف "ایرن" کہتا تھا۔" اس نے مسکرا کر شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

مرات کا تو سر ہی چکرا گیا۔۔ پریشانی۔۔ تکلیف اور حیرانی میں مزید اضافہ ہوا۔ براق نے ہمیشہ کی طرح اسے بھی حیران اور لاجواب کر دیا تھا۔

"تم ابھی ایک چھوٹے بچے ہو۔ جسے لوگ اپنے مطلب کے لیے استعمال کر لیتے ہیں اور اسے اس بات کی خبر بھی نہیں ہوتی کہ وہ کیسے کسی کے ہاتھ کا ایک کھلونا بن گیا ہے۔" اس نے اب کی بار جو کچھ کہا وہ مرات کی سمجھ میں نہ آیا۔۔ وہ تو بالکل ہی بوکھلا گیا تھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ میں جیت رہا تھا اور تم۔۔ تم! ہار رہے تھے۔۔ میں تمہیں اور تم سے جڑے ہر شخص کو موت کی نیند سلانے والا تھا اور پھر۔۔ یہ کیا ہوا؟ حواس باختگی کے عالم میں وہ اپنے بال اپنے ناخنوں سے نوچنے لگا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 13 جنوری، 2022۔

آسمان کے وسیع کینوس کے نیچے ایک چمکتی ہوئی دھوپ والا دن فضل کے ساتھ نمودار تھا۔ سورج کی تیز روشنی میں ہلکی ہوا کا جھونکا بہت پر سکون محسوس ہو رہا تھا۔

(احمت براق سے ملنا چاہتا تھا۔۔ اکیلے میں۔ اسی وجہ سے اس دن وہ دونوں ایک پارک میں ملیں۔)

اس پارک کے تازہ پھول اور کٹی ہوئی گھاس کی خوشبو ہر طرف پھیلی تھی۔

ایک درخت کے سائے تلے ایک بینچ پڑا تھا جس کے ایک سرے پر وہ براجمان تھا اور دوسرے سرے پر احمت۔۔اس کے چہرے پر پریشانی صاف واضح تھی۔

"تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"احمت نے بات کی شروعات نہ کی تو براق نے ہی پوچھ ڈالا۔

اس نے نظریں جھکائے ہوئے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی اور پھر سر اٹھا کر ساتھ بیٹھے براق کو دیکھا جو اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"وہ۔۔میں آپ کو کچھ بتانا چاہتا ہوں۔"اس نے تھوک نگل کر ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"ایوت بتاؤ۔"اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں یہ سب آپ کو کیسے بتاؤں۔۔"اس نے اپنے بالوں میں ناسمجھی سے انگلی پھیر کر چند لمحے سوچا۔۔ براق کے چہرے پر یک دم ناگواری کے تاثرات جھلکے۔

"احمت! یوں پہیلیاں مت بجھواؤ۔صاف صاف کہو کیا بات ہے۔"اس نے اب کی بار قدرے سختی سے کہا۔

"مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ مرات کون ہے۔"اس نے ترنت سے جواب دیا اور پھر آنکھیں موند لیں۔۔جب اس نے آنکھیں کھول کر براق کو دیکھا تو وہ حیران ہوا۔۔اس کے چہرے پر ابھی تک اطمینان ہی تھا۔

"تمام! اچھی بات ہے۔"اس نے بے حد ٹھنڈے اور پر سکون لہجے میں کہا۔۔احمت کو تعجب ہو۔

(براق خیالات کے دائرے میں ایک مینار کی طرح تھا۔)

کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر کچھ بچے فٹ بال کھیل رہے تھے۔۔ وہ وہاں سے ان کی گیم کا مشاہدہ کر رہا تھا۔۔احمت نے اس کی نگاہوں کا تعقب کیا۔۔ پھر نظریں پھیر کر دوبارہ اسے دیکھا۔

"آپ یہ نہیں پوچھیں گے کہ وہ کون ہے؟" وہ کچھ جھنجھلا سا گیا تھا۔

ایک بچے نے فٹ بال پر زوردار لات ماری۔۔ وہ بال دوڑتی ہوئی براق کے قدموں میں جا گری۔ اس بچے کی سانس اٹک گئی۔۔اس نے پہلے بینچ پہ بیٹھے اس نیلی آنکھوں والے آدمی کو دیکھا جس کی رعب دار شخصیت اس کے دل میں خوف اور گھبراہٹ کی کئی لہریں پیدا کر رہی تھیں۔۔اور پھر اس کے قدموں میں پڑی اپنی فٹ بال کو۔

اس نے ایک دو سانسیں باہر کی طرف کھینچیں اور چھوٹے قدموں کے ساتھ اس بینچ تک گیا جس پر وہ دونوں براجمان تھے۔ براق نے وہ بال اپنے ہاتھ میں لی۔۔اس بچے کے گال نرمی سے تھپتھپائے ۔۔اور مسکرا کر اسے وہ بال دے دی۔ وہ بچہ جواباً شکریہ کہتا ہوا مسکرا کر جانے لگا۔

"نہیں! کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مرات کون ہے۔" اس بچے کے جانے کے بعد براق نے احمت کو جواب دیا۔۔اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔

"کیا؟ آپ جانتے ہیں کہ ایلدار ہی مرات ہے؟" اسے بے حد تعجب ہوا۔

"ایوت! میں جانتا ہوں۔" اس نے اسی پر سکون اور ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔

(اس کی سوچ روشن تھی جو راستوں کی تاریکی کو روشنی سے بے نقاب کرتی تھی۔)

"تو۔۔تو پھر آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ آپ نے ابھی تک اسے اس کے اعمال کی سزا کیوں نہیں دی؟" وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔ براق یہ سن کر زیر لب مسکرایا۔

"ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے احمت۔" اس نے ذرا سی بھنویں اچکائیں۔

(اس کا ناقابل تسخیر تجسس علم کے سمندروں میں سفر کو ہوا دیتا تھا۔)

"آپ کو کب اور کیسے معلوم ہوا ایلدار کے بارے میں؟" اس نے اسی حیرانی اور بے یقینی کے عالم میں پوچھا۔

"مجھے اس بارے میں تب سے معلوم تھا جب وہ یہاں ہمارے درمیان آیا بھی نہیں تھا۔" اور یہ سن کر احمت سر پکڑ کر رہ گیا۔۔اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

(وہ بے حد دانش مند تھا۔)

"کیسے؟"

اس کے سوالات کا سلسلہ نہ رکا۔

"میرے بابا کا قاتل کارابے! اس کے بارے میں تمام معلومات میں نے ہمیشہ سے رکھیں تھیں۔ مجھے یہ معلوم تھا کہ اس کا ایک بیٹا بھی ہے۔اس لیے جب میں فوج میں آیا تو میں نے اسے ڈھونڈنا شروع کر دیا۔اور پھر بہت ہی کم عرصے میں مجھے اس کے بارے میں معلوم ہو گیا۔"

وہ اطمینان کے ساتھ اسے یہ سب بتا رہا تھا تو اس کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گزر رہا تھا۔

(لوگ اس کے ذہن کی پیچیدگیوں کو دیکھ کر ہمیشہ حیران رہ جاتے۔)

"تو آپ نے اس کو فوج میں کیوں آنے دیا؟" شاید یہ آخری سوال تھا اس کی جانب سے۔۔ایسا براق کو لگا۔

"مجھے اس کے منصوبے معلوم تھے۔وہ یہاں ہمارے درمیان آکر۔۔ہمارا بھروسہ جیت کر ہم پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔لیکن تم جانتے ہو وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ وہ اپنے ہی بچھائے ہوئے جال میں پھنس چکا ہے۔"

اس نے اب کی بار مسکراتے ہوئے کہا۔۔یہ مسکراہٹ فاتحانہ تھی۔

(اس کی ذہانت محض صرف ایک تحفہ نہیں تھی بلکہ اس کی غیر متزلزل لگن اور تفہیم کی انتھک جستجو کا ثبوت تھی۔)

"میں آپ کو کبھی نہیں سمجھ پاؤں گا براق بے۔" اس نے ناسمجھی سے سر ہلاتے ہوئے تاسف سے کہا۔

"تمہیں مجھے سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔۔اب کی بار احمت بھی مسکرا دیا۔

(اس دنیا میں روشن خیالی کے چاہنے والوں کے لیے وہ بصیرت کے ذخیرے کے طور پر کھڑا تھا۔ اس کا ذہن بے شک انسانی عقل کی لامحدود طاقت کا ثبوت تھا۔)

"تو اب آپ کیا کرنے والے ہیں؟" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد احمت نے اپنے سوالات کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔۔اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر احمت کو دیکھا جو اسے سننے کا منتظر تھا۔

"ہمارا اصل ہدف مرات نہیں ہے بلکہ ہمارا اصل ہدف تو "اونور" ہے۔" اب کی بار اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"مطلب مرات ہی ہمیں اونور تک لے جائے گا۔رائٹ؟" وہ دھیرے دھیرے سمجھنے لگا تھا۔

براق نے اس کے کندھے تھپتھپائے۔

"ایوت! ایسا ہی ہے۔بس تمہیں اب ایسا ایکٹ کرنا ہوگا کہ۔۔تم مرات کے بارے میں جانتے ہو اور تم نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" اور یہ سن کر احمت نے ناسمجھی سے آنکھیں سکیڑ کر انگلی سے اپنی کنپٹی مسلی۔

"وہ کیوں؟ براق بے یہ کوئی فلم نہیں چل رہی۔" وہ پھر جھنجھلا گیا۔

"ابھی میری بات مکمل نہیں ہوئی۔" اس نے سنجیدگی سے اسے اپنا اصول یاد دلایا۔۔وہ اثبات میں سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔

"یاسر بے تمہارے ساتھ ساتھ میرے بھی بہت اچھے ساتھی ہیں۔انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ تمہیں ایلدار پر شک ہو گیا ہے اور تب میں نے ہی انہیں یہ اجازت دی تھی کہ وہ تمہیں ایلدار کے بارے میں بتادیں۔"

("تو یہ یاسر بے کو بھی جانتے ہیں۔واللہ!۔"احمت نے دل ہی دل میں اپنے تعجب کا اظہار کیا۔)

"مرات کو ایسا لگتا ہے کہ یاسر بے اس کے خیر خواہ ہیں لیکن اصل میں وہ صرف وہاں ایک جاسوس کے طور پر ہیں۔"

"وہ مجھے ایلدار کی ہر خبر لا کر دیتے ہیں۔"اس نے مزید کہہ کر ایک وقفہ لیا۔احمت ابھی تک اسے ہکابکا سا ہو کر دیکھ رہا تھا۔

(تصویر کا پہلا رخ ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔۔دوسرا رخ صرف کچھ لوگ۔۔اور تیسرا رخ تو صرف وہی دیکھ سکتے ہیں جو دانشور ہوں۔)

"اب جلد ہی تم لوگ ایلدار کے گھر۔۔"اصل گھر"میں جاؤ گے اور وہاں ایلدار تمہیں مجبور کرنے کی بہت کوشش کرے گا اور تمہیں ایسا شو کروانا ہو گا کہ تم مجبور ہو گئے ہو۔"وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا تو وہ اس کی بات نہایت غور سے سن رہا تھا۔

"لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ ایک فوجی کو نہ ہی قابو کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی مجبور۔"

"سمجھ گئے؟"اس نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے پوچھا۔

"ایوت! میں سب سمجھ گیا۔" وہ واقعی اب سب سمجھ گیا تھا۔۔ لیکن اس کی حیرانی ابھی تک قائم تھی۔اس نے براق کو ستائشی نگاہوں سے دیکھا اور پھر نظریں پھیر لیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کچھ دن بعد۔

یہ منظر فوج کی خفیہ بیس کا تھا۔۔ براق کے آفس میں نظر دہراؤ تو وہاں میز پر بہت سی فائلز بکھری تھیں۔ سربراہی کرسی خالی تھی۔۔وہ کھڑکی کی طرف رخ کیے کھڑا تھا۔۔ نیلی آنکھیں سرخ ہوئی پڑی تھیں۔

پیچھے کچھ قدموں کے فاصلے پر وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔۔ چہرہ شرمندگی سے سرخ ہو چکا تھا۔

وہ دونوں فوجی وردی میں ملبوس تھے۔

"مجھے معاف کر دیں براق بے!۔"اس نے بے حد زخمی اور بکھرے ہوئے انداز میں کہا۔

براق نے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچی اور رخ موڑ کر اسے دیکھا۔

"معافی! کیسی معافی؟ تم جانتے ہو تمہاری اس کوتاہی کی وجہ سے آیاز اب نہیں رہا۔" وہ بھینچے ہوئے جبڑے اور تنے ہوئے ابرو کے ساتھ تیز لہجے میں اس پر چلایا۔اس کا دل اپنوں کو کھو دینے کے غم کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے معاف کر دیں۔" احمت کی آواز بھر آئی تھی۔۔ سر ابھی بھی ندامت کے باعث جھکا ہوا تھا۔

"احمت! میں نہ ہی خود غلطی کرتا ہوں اور نہ ہی اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو غلطی کرنے دیتا ہوں۔" اس نے گردن اکڑا کر طیش سے بھرپور لہجے میں کہا۔۔ دکھ۔۔ تکلیف اور یادیں اس کے دل سے جا نہیں پا رہی تھیں۔۔ احمت لرز کر رہ گیا۔

"اگر تم وہاں وقت پر پہنچ جاتے تو آیاز آج زندہ ہوتا اور ایمرے چچا لاپتہ نہ ہوتے۔" وہ مسلسل غصے کے مارے لب کچل رہا تھا۔

(براق نے احمت کو یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ وہ مرات پر ہر وقت نظر رکھے۔۔ لیکن اس کی کچھ ہی دیر کی غفلت ایمرے چچا کے لاپتہ ہونے اور آیاز کی موت کا سبب بنی۔)

"مجھ سے غلطی ہو گئی آپ مجھے جو سزا دینا چاہیں۔۔" وہ زخمی لہجے میں کہہ رہا تھا تو اس نے درشتی سے ہاتھ بڑھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔۔ اس کے لب سل گئے۔

"یہاں سے چلے جاؤ۔" بے حد سختی سے کہتے ہوئے وہ مڑ گیا۔۔ نیلی آنکھوں کی سرخی مزید بڑھ گئی۔

(وہ اسے کیسے معاف کر دیتا؟اس کی غلطی کی وجہ سے ایک شخص اپنی جان کھو بیٹھا۔)

"براق بے!۔" دروازے تک پہنچ کر اس نے پیچھے مڑ کر اسے دھیرے سے پکارا۔۔کہ شاید وہ اسے معاف کر دے۔

"میں ایک بات بار بار نہیں دہراتا۔" اب کی بار لہجہ اس قدر سرد۔۔اور سخت تھا کہ وہ خاموشی سے سر جھکا کر وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد براق مڑا۔۔کمرے کا دروازہ بند تھا۔۔اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔

("کیوں احمت؟کیوں؟میں نے تم پر بھروسہ کیا تھا۔" اسے بے حد افسوس ہو رہا تھا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 20 جنوری 2022۔

"دوسری بات یہ کہ۔۔(اس نے ایک وقفہ لیا۔)

وہ جان گیا ہو گا کہ ایمرے چچا مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔"

"کیا مطلب؟"

کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد ایلدار نے ناسمجھی سے پوچھا۔احمت نے بھی براق کو"بظاہر"سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔درحقیقت وہ دونوں سچائی سے آشنا تھے۔

("کہیں براق کو سب کچھ معلوم تو نہیں ہو گیا؟"اسے خدشہ ہوا۔)

ساتھ ہی احمت نے بھی سوالیہ نگاہوں سے براق کو دیکھا۔

"مطلب یہ کہ جس دن ایمرے چچا مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔۔اس ہی دن انہیں اغوا کیا گیا۔"

اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"تو اس کا مرات سے کیا تعلق؟"

اس نے فوراً سوال کیا۔

("شاید اس کو سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔"خدشہ دھیرے دھیرے یقین میں بدلنے لگا۔)

"ایلدار! وہ مجھے مرات کے بارے میں کچھ اہم معلومات دینا چاہتے تھے۔"

اس نے ابرو اچکا کر جواب دیا۔چند لمحے وہاں خاموشی قائم رہی۔

"آپ نے ہمیں اس ملاقات کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟"

اب کی بار جب احمت نے سوال کیا تو اس کے لہجے میں بہت کچھ تھا۔۔شکوہ۔۔بے یقینی۔۔اور نا سمجھی۔

("بس تمہیں اب ایسا ایکٹ کرنا ہو گا کہ۔۔ تم مرات کے بارے میں جانتے ہو اور تم نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" وہ براق کی اسی ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔۔احمت نے اسی لیے اس سے یہ سوال پوچھا۔)

"کیا اب میں تم لوگوں کو اپنے آنے جانے کی خبر دیا کروں؟"

براق نے جواباً اسے جھڑکا۔احمت یک دم خاموش ہو گیا اور اپنا سر شرمندگی سے جھکا لیا۔

(وہ شرمندہ ہونے کا صرف دکھاوا کر رہا تھا۔)

"مرات کو کس نے بتایا ہو گا اس بارے میں؟"

اس نے اب کی بار کچھ سوچتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"اس ملاقات کا علم صرف مجھے اور ایمرے چچا کو تھا۔۔ ہو سکتا ہے اس تک یہ خبر کسی نے پہنچائی ہو۔"

اس نے شانے اچکا کر صاف گوئی سے اپنا ہر لفظ چبا چبا کر کہا۔

"آخر کون ہو سکتا ہے وہ؟" سوال مرات کی طرف سے پوچھا گیا۔

(اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئیں۔۔ بہت تیز۔)

"معلوم نہیں۔۔ مگر یہ ممکن ہے کہ ہمارے درمیان کوئی غدار موجود ہو۔"

براق نے کہا تو اب کی بار اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔ یہ سن کر احمت کے جسم میں جیسے ایک کرنٹ سا دوڑا اور اس کے اعصاب تنے۔۔ ایک نظر اس نے براق کو دیکھا اور پھر ایلدار کو۔۔ اس کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔۔ خوف۔۔ گھبراہٹ کی لہریں۔۔ پریشانی اور بے یقینی۔

("بس تمہیں اب ایسا ایکٹ کرنا ہوگا کہ۔۔ تم مرات کے بارے میں جانتے ہو اور تم نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" وہ اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے ہی ایسے تاثرات پیش کر رہا تھا۔)

(" کتنی اوور ایکٹنگ کر رہا ہے یہ۔۔ ہونہہ!۔" براق نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔)

"کیا تم کچھ کہنا چاہتے ہو احمت؟"

براق نے اس کی یوں حواس باختہ سی حالت دیکھ کر آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے پوچھا۔

"ن۔۔ن۔۔ نہیں براق بے۔"

اس نے بمشکل گلے سے آواز نکالتے ہوئے کہا۔ براق نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

(احمت دل ہی دل میں مسکرایا۔ کیونکہ اس کے اس عمل سے مرات بے وقوف بن رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ براق کا شک احمت کی جانب ہے لیکن در حقیقت سب کچھ مختلف تھا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Selimiye Barracks,Turkiye.

("تو بتایئے دندار بے! کیا کہنا تھا آپ کو؟"اس نے سنجیدگی کے ساتھ پوچھا۔

انہوں نے گفتگو کی شروعات سے پہلے اسے چائے یا کافی آفر کی تھی۔۔ مگر اس نے وہ آفر کافی مؤدبانہ انداز میں ٹھکرادی تھی۔

"براق میں نے ایک فیصلہ لیا ہے۔"انہوں نے ایک گہرا سانس لے کر اس سے کہا تو اس نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"کیسا فیصلہ؟"

اس نے بے ساختہ پوچھا۔

"دمیر بے!۔۔انہیں اب آرام کرنا چاہیئے۔۔اس طرح کے مشکل مشنز۔۔)

کچھ دیر بعد۔۔

"دندار بے! اب جب کہ ہم سب باتیں ڈسکس کر چکے ہیں۔۔تو میں آپ کو کچھ بتانا چاہتا ہوں۔"

براق نے دونوں ہاتھ ملائے اور میز پر رکھتے ہوئے تھوڑا آگے کو ہوا۔

"بتاؤ۔۔اب ایسا کیا ہے جو تم نے مجھے ابھی تک نہیں بتایا؟"انہوں نے ابرو اچکائے اور زیر لب

مسکرائے۔

"دندار بے! میں چاہتا ہوں کہ میری بات آپ تحمل سے سنیں گے۔" لہجہ اب کی بار کافی گہرا تھا۔۔اور اس نے یہ الفاظ جس قدر سنجیدگی سے ادا کیے تھے۔۔اسی وجہ سے وہ بھی اب بے حد سنجیدہ ہو گئے۔۔ان کے چہرے پر ناسمجھی بھی چھا گئی۔

"تمام!۔" اثبات میں سر ہلاتے ہوئے انہوں نے جواباً کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ مرات کون ہے۔" ایک گہری سانس لے کر اس نے کہہ ڈالا اور کرسی کی پشت کے ساتھ واپس ٹیک لگا لیا البتہ دندار بے کے چہرے پر ناسمجھی کی لہریں مزید بڑھ گئیں۔

"تم نے ابھی مجھے بتا دیا تھا کہ مرات کارا بے کا بیٹا ہے۔۔تو پھر؟" وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔

"یہ تو آپ کو میں نے بتا دیا لیکن۔۔اب میں آپ کو ایک ایسی حقیقت بتانے والا ہوں جس کو سن کر آپ شاید یقین نہ کر سکیں۔" اس کے الفاظ انہیں بے چین کرنے لگے تھے۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"ایلدا رہی مرات ہے!۔" چند لمحے بعد اس نے صاف گوئی سے کہا۔

یہ سن کر دندار بے کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گزرا۔۔ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔۔وہ ہمیشہ سب کو حیران کرتا۔۔آج کچھ زیادہ ہی حیران کر رہا تھا۔انہوں نے مضطرب سے انداز میں کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگایا اور دو تین گہری سانس اندر کو کھینچیں۔

"واٹ؟" وہ ابھی تک یقین نہیں کر پار ہے تھے۔

"تم جانتے بھی ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں اچھے سے جانتا ہوں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔" اس نے کندھے اچکا کر جواب دیا۔۔ دندار بے نے چند لمحے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔۔ وہ سمجھ نہیں پایا کہ وہ اسے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔ اور جب تک اس نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے نا سمجھی کا اشارہ نہ کیا۔۔ وہ اسے غور سے دیکھتے رہے۔

"دیکھو براق! مجھے لگتا ہے کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اسی وجہ سے تم ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔۔ اس لیے پلیز اپنے الفاظ واپس لو اور یہاں سے جاؤ۔" وہ بے حد تاسف سے کہہ رہے تھے تو براق کے چہرے پر ناگواری چھا گئی۔

"میں جانتا تھا کہ آپ میری بات کا یقین نہیں کریں گے۔" وہ دھیرے سے سر ہلا کر زیر لب مسکرایا۔

"بات ہی ایسی ہے۔" انہوں نے قدرے روکھے انداز میں کہا۔

براق نے میز پر پڑے اپنے موبائل کو اٹھایا اور اس کی اسکرین روشن کی۔۔ اور پھر اس پر ایک وڈیو چلائی۔۔ موبائل دندار بے کی جانب بڑھایا۔۔ انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچ کر موبائل اس کے ہاتھ سے لیا اور اس پر چلنے والی وڈیو دیکھنے لگیں۔

کچھ دیر پہلے ان کے چہرے پر جو نا سمجھی کی لہریں چھائی تھیں ان کی جگہ اب تعجب۔۔پریشانی۔۔ بے یقینی۔۔دکھ اور تکلیف نے لے لی تھی۔

وہ وڈیو مرات اور اونور کی ایک ملاقات کی تھی۔ جس میں ان کے درمیان کی جانے والی گفتگو سب کچھ آشکار کر رہی تھی۔ یہ وڈیو اسے ایرن کے ذریعے ملی تھی جب وہ مرات کا پیچھا کرتے ہوئے اس جگہ پہنچا تھا جہاں وہ اور اونور ایک دوسرے سے اکثر ملاقات کیا کرتے۔۔وہی جنگل میں موجود گھنے درختوں سے ڈھکی ایک پرانی اور بوسیدہ سی عمارت۔

وہ وڈیو مکمل ہو چکی تھی۔۔دندار بے نے موبائل اس کی جانب بڑھایا۔۔اس نے ان کے ہاتھ سے موبائل لیا تو اس نے محسوس کیا کہ دندار بے کے ہاتھ ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔

"تمہیں یہ وڈیو کیسے ملی؟"چند لمحے خود کو کمپوز کرنے کے بعد انہوں نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔۔آنکھوں میں براق کے لیے ستائش تھی۔
"اگر مرات ہمارے درمیان یوں چھپ سکتا ہے۔تو کیا ہمارا کوئی ساتھی وہاں نہیں ہو سکتا؟"اس نے سنجیدہ سے لہجے میں کہا۔۔دندار بے جواباً ستائشی انداز میں مسکرائے۔

"کون ہے وہ ساتھی؟"

"ایرن۔"اس نے فوراً جواب دیا۔

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" اب کی باران کا لہجہ کچھ نرم ہو گیا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ کسی بھی طرح ایلدار۔۔یعنی مرات کو اس بارے میں معلوم نہ ہوسکے کہ ہم اس کے بارے میں جانتے ہیں۔"

"میں نے آپ کو اعتماد میں اس لیے لیا ہے کیونکہ عنقریب مرات اور اونور کو ان کے انجام تک پہنچانے کا وقت آجائے گا اور اس وقت مجھے آپ کی ضرورت ہوگی۔" اس نے بے حد سنجیدگی سے اپنا مطالبہ سامنے رکھا۔

"تم فکر مت کرو۔۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔" انہوں نے ترنت سے جواب دیا اور پھر زیر لب مسکرائے۔۔انہیں مسکراتا دیکھ کر وہ بھی تشکر والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے مسکرا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ خوفیہ فوجی اڈے سے بھاری قدم چلتا باہر کو آرہا تھا۔۔ایک سرسری سی نگاہ ارد گرد دہرائی۔۔ اسے مرات دکھائی دیا جو فوجی بیس کے داخلی دروازے کے پیچھے کھڑا تھا یوں کہ اسے کوئی دیکھ نہ پائے۔۔وہ سیدھا اپنی کار کی جانب بڑھا یوں کہ اس نے مرات کو وہاں کھڑا دیکھا ہی نہیں۔

اس نے کچھ ہی فاصلے پر ایک درخت کے نیچے کھڑے احمت کو بھی دیکھ لیا تھا۔

براق یہ سمجھ گیا تھا کہ مرات وہاں اس لیے کھڑا ہے تاکہ وہ احمت کی باتیں سن سکے۔

("تو ٹھیک ہے مرات! اگر تم چاہتے ہو کہ میں احمت پر شک کروں تو میں ایسا ہی کروں گا۔")

جب وہ احمت کی جانب بڑھا تو اسے اپنے سامنے دیکھ کر وہ حیران ہوا۔

(حیرانی کے تاثرات پیش کرنا بھی ایک دکھاوا تھا۔)

"وہ یہیں ہے۔" براق زیر لب دھیرے سے بڑبڑایا۔احمت سب سمجھ گیا۔۔فون کان سے لگائے رکھا۔۔اس کے ہاتھ میں سگریٹ بھی تھی۔

مرات نے بس کے دروازے سے کچھ قدم باہر بڑھائے اور باہر کا منظر دیکھنے لگا۔

"ہاں! ہاں! میں آپ کو ساری اطلاع۔۔"

"احمت! تم نے کب سے سگریٹ پینا شروع کیا؟"

(براق جانتا تھا کہ احمت نے اسٹریس اور پریشانی کے باعث سگریٹ پینا شروع کیا ہے۔یہ تو صرف دشمن کو بے وقوف بنانے کا ایک پلان تھا۔)

"وہ۔۔وہ۔۔بس کچھ دن پہلے ہی۔"اس نے گھبرانے کا دکھاوا کیا۔

(احمت سمجھ گیا تھا کہ براق اس سے یہ سب کیوں پوچھ رہا ہے۔)

"اچھا! کس سے بات کر رہے تھے؟"سوال فوراً پوچھا گیا۔۔اس نے لمحے بھر کے لیے کچھ سوچا۔

"ک۔۔ک۔۔کسی سے نہیں۔۔بس وہ آنے پوچھ رہی تھیں کہ میں کب تک گھر آؤں گا۔"

اس نے جیسے الفاظ ڈھونڈتے ہوئے کہا۔

"کیوں خیریت ہے؟"سوال پھر فوراً پوچھا گیا۔

"ان کی طبیعت تھوڑی خراب ہے شاید۔"

("اللہ! کتنے جھوٹ بولنے پڑ رہے ہیں۔اللہ تمہیں غرق کرے ایلدار۔۔آہ! میرا مطلب مرات۔۔ہونہہ!۔"اسے مرات پر شدید غصہ آرہا تھا۔

اس کی والدہ کی طبیعت کچھ دن پہلے خراب تھی۔۔مگراب وہ کافی بہتر تھیں۔)

"اوہ! اللہ انہیں جلد صحت یاب کرے۔۔تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟"احمت کی سانسیں یک دم رک سی گئیں۔۔وہ اس سے اس سوال کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"ن۔۔ن۔۔نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔۔ایلدار کہاں ہے؟"اس نے اب کی بار بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

مرات دور کھڑا یہ سب منظر دیکھ رہا تھا۔۔ان کی باتوں کی آواز بھی اسے بخوبی آرہی تھی۔

("واہ واہ! احمت تم مجھے پھنسانا چاہ رہے تھے اور دیکھو اب تم ہی براق کی نظر میں مشکوک بن گئے ہو۔وہ دن بھی دور نہیں جب براق تمہیں غدار مان لے گا۔"وہ زیر لب مسکراتے ہوئے سوچ رہا تھا۔)

"ایلدار۔۔(براق نے فوجی اڈے کے داخلی دروازے کی جانب نگاہ دہرائی) وہ دیکھو۔۔آگیا ایلدار۔"اس نے کہہ کر ایک نظر احمت کو دیکھا اور پھر دھیرے سے نفی میں سر ہلا کر زیر لب مسکرایا۔۔ مرات کو لگا کہ وہ احمت کا تمسخر اڑا رہا ہے۔۔در حقیقت وہ مرات کا تمسخر اڑا رہا تھا۔ احمت نے نظریں جھکا لیں۔۔تاکہ مرات وہی سمجھے جو وہ اسے سمجھانا چاہ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ دونوں احمت کے گھر میں موجود تھے۔لاؤنج میں دو صوفے پڑے تھے۔۔ایک صوفے پر وہ براجمان تھا اور دوسرے صوفے پر وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے براجمان تھا۔۔نیلی آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح ایک خاص چمک تھی۔

"تمام! تو مرات چاہتا ہے کہ تم اس شخص کو مار ڈالو جس کو وہ اپنی جگہ استنئے پارک میں بھیجے گا؟"

احمت نے جب اسے اپنی اور مرات کی ساری گفتگو بتائی تو اس نے شانے اچکا کر ترنت سے کہا۔

"ایوت! وہ یہی چاہتا ہے۔۔ظاہر سی بات ہے وہ خود وہاں آ بھی نہیں سکتا کیونکہ وہ ہمارے ساتھ ہو گا۔"اس نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے کیا کرنا ہو گا؟"چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا۔

"تم وہی کرو جو وہ تمہیں کہہ رہا ہے۔"

"جیسا آپ کہیں۔" اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"کیا آپ نے مجھے معاف کر دیا؟" لہجہ اب کی بار کچھ زخمی۔۔ بکھرا بکھرا سا تھا۔ الفاظ بھی ہچکچا کر ادا ہوئے تھے۔۔ براق چند لمحے اسے خاموش معنی خیز نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

"احمت! مجھے اب جانا ہے۔" اس نے کلائی میں پہنی رسٹ واچ پر وقت دیکھا اور سرد لہجے میں کہتا ہوا صوفے سے اٹھا۔ اس کے جواب پر احمت کے دل کو تکلیف نہیں۔۔ بہت تکلیف پہنچی۔

"اسراء خانم کیسی ہیں؟ ان کی پچھلوں دنوں طبیعت کچھ خراب تھی نا۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دینا۔" مڑنے سے پہلے اس نے کہا تو اس کا لہجہ سنجیدہ تھا مگر نرم۔

(احمت نے ہی کچھ دنوں پہلے اسراء خانم کی طبیعت کا سرسری ساذکر براق کے سامنے کیا تھا۔)

"جی ضرور۔ اور وہ اب پہلے سے بہتر ہیں۔" احمت دھیرے سے مسکرایا۔ براق کا یہی انداز اسے ہمیشہ لوگوں کی نگاہ میں ممتاز بنا دیتا۔

☆☆☆☆☆☆☆

10 مارچ 2022۔

موجودہ دن

(کچھ لمحے پہلے۔)

اسے آج مرات (ایلدار) سے ملنے جانا تھا۔ وہ تیار ہو چکی تھی۔۔ ہلکے سرخ رنگ کے فراک اور سفید رنگ کے سکارف میں وہ ملبوس تھی۔۔ کافی خوش۔۔ چہرے اور نیلی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔۔ آنکھوں میں چمک کے ساتھ ساتھ ایک امید بھی تھی۔۔ کہ شاید آج اس کا انتظار ختم ہو جائے اور وہ دونوں کچھ ہی دنوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک ہو جائیں۔

ہینڈ بیگ اٹھا کر وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی۔ جیمرے خاتون سے اس نے یہ ہی کہا تھا کہ وہ اپنی کسی سہیلی سے ملنے جا رہی ہے اور دوپہر تک واپس آ جائے گی۔

گھر کے داخلی دروازے کے تھوڑا قریب پہنچ کر اسے یک دم کچھ یاد آیا۔

"براق آبے! میں آپ سے آج وعدہ کرتی ہوں کہ میں ایلدار سے اب آپ کو بتائے بغیر کبھی نہیں ملوں گی۔"

اسے یہ وعدہ یاد تھا۔

یہ وعدہ اس نے براق سے تب کیا تھا جب اسے معلوم ہوا تھا کہ براق کو اس کے اور ایلدار کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔

وہ یہ وعدہ توڑنا نہیں چاہتی تھی۔۔ کسی بھی قیمت پر نہیں۔

("لیکن اگر براق آبے نے منع کر دیا تو؟"

"ایلدار کیا سوچے گا پھر؟" وہ ایک دم کش مکش کا شکار ہو گئی۔۔اور بے چینی سے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں مروڑنے لگی۔)

اچانک اس بنگلے نما گھر کا داخلی دروازہ کھلا۔۔وہ سمجھ گئی تھی کہ کون ہے۔

(امید۔۔خوشی اور چمک سب تباہ ہونے والا تھا۔ لیکن یہ تباہی اس تباہی سے بہتر تھی جو اسے ایلدار کے پاس جانے سے ملنی تھی۔)

براق گھر میں داخل ہوا۔۔اس نے یک دم اس کے چہرے کے اڑے ہوئے رنگوں کو دیکھا۔وہ کچھ سمجھ نہیں پایا۔

براق کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کے دل نے یہی کہا کہ وہ اسے سب بتادے۔اور اس نے اپنے دل کی بات سن لی۔

وہ چھوٹے قدموں کے ساتھ براق کی طرف بڑھی۔

"مرحبا! آپ۔۔آپ آج جلدی آگئے؟" اس نے مضطرب سے انداز میں کہا تو براق نے اثبات میں سر ہلادیا۔اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا جو میرائے سمجھ نہیں پارہی تھی۔

"تم کہیں جارہی ہو؟" سوال ترنت سے پوچھا گیا۔۔بے حد سنجیدہ لہجے میں۔۔میرائے کا دل ایک دم خوف کے مارے زور سے دھڑکنے لگا۔

"جی۔۔میں جارہی ہوں۔" اس نے تھوڑا ہچکچا کر کہا۔۔نظریں ہنوز جھکی تھیں۔

"کہاں؟" سوال پھر فوراً سے پوچھا گیا۔

"وہ۔۔وہ میں ایلدار سے ملنے جارہی تھی۔" تھوک نگل کر اس نے دبی دبی سی آواز میں جواب دیا۔۔براق چند لمحے کے لیے خاموش ہوا۔۔اسے تاسف سے دیکھ کر سر جھٹکا۔وہ اس کا رویہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔

"تم اس سے ملنے نہیں جاؤ گی۔" ایک گہری سانس لے کر اس نے کہہ ڈالا۔

"ک۔۔کیوں؟" اسے تعجب ہوا۔۔تعجب سے زیادہ تکلیف۔

"میں اس کا جواب تمہیں آکر دیتا ہوں۔اور میرے آنے تک تم اس سے کوئی بات نہیں کرو گی۔ سمجھ آئی؟" وہ تیز لہجے میں کہتا ہوا پلٹنے لگا کہ تب ہی اس نے میرائے کی آنکھوں میں موجود نمی دیکھ لی۔۔اس کے دل کو کچھ ہوا۔۔وہ رک گیا۔

"کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں؟" اس کے کندھے ہلکے سے تھپتھپا کر اس نے پوچھا۔۔میرائے نے نم آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا اور خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔پھر وہاں سے واپس اپنے کمرے میں تیز قدموں کے ساتھ چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

موجودہ دن۔

(موجودہ وقت۔)

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ میں جیت رہا تھا اور تم۔۔ تم! ہار رہے تھے۔۔ میں تمہیں اور تم سے جڑے ہر شخص کو موت کی نیند سلانے والا تھا اور پھر۔۔ یہ کیا ہوا؟" وہ اپنے حواس بالکل ہی کھو بیٹھا تھا۔

"اب تم میری بات غور سے سنو۔" اس کے قریب جاتے ہوئے اس نے بے حد سختی سے اس سے کہا۔اس نے سر اٹھا کر سرخ انگارہ پڑتی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا۔

"تم ہمیں اونور کا پتہ دو گے۔اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اپنے انجام کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ سمجھ آئی۔؟" اس نے درشتی سے کہا۔

"میں مر جاؤں گا لیکن تمہیں اونور بے کا پتہ کبھی نہیں دوں گا۔" لب کاٹتے ہوئے اس نے بلند آواز میں کہا اور پھر اپنی جینز کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔۔ اس میں سے فوراً ایک پستول نکالی۔۔ اس کے یوں پستول نکالنے کے دوران ہی ان چاروں نے بھی پستول اپنے ہاتھوں میں تھام لی اور اس کا رخ مرات کی طرف کر دیا۔

مرات کی گرفت پستول پر یک دم ڈھیلی پڑی۔وہ جیسے جانتا تھا کہ یہ پستول اس کا بچاؤ نہیں کر سکتی ۔۔کیونکہ۔۔

یہ ایک ہتھیار

ان سب کے جذبات۔۔طیش

اوران کے حق پر ہونے کے سامنے

کچھ نہیں تھا!۔

"یہاں سے بھاگنے کی کوشش مت کرنا۔" براق نے شہادت کی انگلی سے اسے اشارہ کرتے ہوئے تنبیہ کی۔

"تم نے کہااور میں نے مان لیا۔واہ! واہ! براق۔تم جانتے ہو تم ابھی تک بہت "بے وقوف"ہو۔ "اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ابھری۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ تمہاری بہن میری۔۔"اس نے جس انداز میں یہ الفاظ کہے تھے۔۔ براق سے رہا نہ گیا۔۔ تیز قدموں کے ساتھ اس کے مزید قریب بڑھ کر اس نے ایک بے حد سخت۔۔زوردار اور مضبوط تھپڑ مرات کے منہ پر دے مارا۔اس کے تو سامنے کی دنیا گول گول گھومنے لگی۔

"اس کا نام اپنی گندی زبان سے مت لینا۔" طیش کے عالم میں وہ بلند آواز میں غرایا۔

"کیا ہوا؟ برا لگا؟ یہ تھپڑ تمہیں اس وقت اپنی بہن کے منہ پر مارنا چاہیئے تھا جس وقت وہ میرے ساتھ تم لوگوں سے جھوٹ بول کر ملا کرتی تھی۔" اس نے اپنا دائیاں گال ہاتھ سے مسلتے ہوئے اس کا تمسخر اڑانے والے انداز میں کہا۔

"وہ معصوم ہے۔ وہ تم جیسے گھٹیا انسان کے بارے میں نہیں جانتی تھی۔" لہجہ اب پہلے سے زیادہ سخت ہو چکا تھا۔۔ چہرے پر میرائے کی وجہ سے تاسف بھی ابھرا۔

"اور اب تم مجھے صاف صاف بتاؤ کہ اونور کہاں ہے؟"

"معاف کرنا براق! میں یہ نہیں بتا سکتا۔" وہ یہ کہتا ہوا پلٹا۔۔ اور اپنی پوری رفتار سے بھاگا۔

براق اور وہ تینوں اسے روکنے کے لیے آگے بڑھنے لگے کہ تب ہی۔۔ ان چاروں کے قدم زنجیر ہوئے۔

مرات لاؤنج میں ایک کونے پر رکھی میز کے سامنے کھڑا تھا۔۔ میز پر سے ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا بیگ اٹھایا اور اس کی زپ کھول کر اس نے اس میں سے جو نکالا اسے یہاں موجود سب لوگ اچھے سے جانتے تھے۔۔ وہ ایک شیل بم تھا۔

"تم۔۔ تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔" براق نے دھیرے سے نفی میں سر ہلا کر گویا حکم دیا ہو۔

"غلط! میں ایسا ہی کروں گا۔" اس نے خباثت کے ساتھ دانت نکالے۔

اور پھر۔۔

ایک طاقتور دھماکے کا بہرا کر دینے والا شور ماحول میں گونجنے لگا۔۔دھوئیں کے گہرے بادلوں کا جال ہر سو پھیلنے لگا۔۔ تمام مناظر آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔۔ بالکل اوجھل۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوپہر کا وقت تھا۔۔سورج کی روشنی بہت تیز تھی۔۔منظر فوج کی خفیہ بیس میں براق یامان کے آفس کا تھا۔

میز پر کچھ فائلز ایک طرف پڑی تھیں۔۔وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔۔ایک ہاتھ کی مٹھی لبوں پر ٹکائی ہوئی تھی۔(مرات کے بھاگ جانے کے بعد وہ چاروں یہاں آ گئے تھے۔)میز کی دوسری طرف ایک کرسی پر یاسر بے براجمان تھے۔۔ان کے ایک طرف احمت مؤدب انداز میں کھڑا تھا اور دوسری طرف ایرن بھی اسی کی طرح مؤدب سے انداز میں کھڑا تھا۔

"جیسے میں نے سوچا تھا سب کچھ بالکل ویسے ہی ہوا۔"لبوں سے مٹھی ہٹا کر اس نے گہری سوچ میں ڈوبے ڈوبے سے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"سوال احمت کی جانب سے پوچھا گیا۔

(براق کو چھوڑ کر وہ تینوں ابھی اس صدمے میں تھے کہ ان کے ہاتھوں سے مرات بھاگ نکلا۔)

"مطلب یہ کہ میں یہی چاہتا تھا کہ مرات وہاں سے بھاگ جائے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تو ان تینوں کے چہروں پر نا سمجھی کی کئی لہریں چھا گئیں۔

"کیوں؟"

("آخر براق بے کی باتیں مجھے سمجھ کیوں نہیں آتیں؟"

احمت نے تاسف سر جھٹکتے ہوئے سوچا۔)

"کیونکہ اس نے یہاں سے بھاگ کر سیدھا اونور کے پاس ہی جانا تھا۔" دونوں ہاتھ ملا کر میز پر رکھتے ہوئے اس نے معنی خیز انداز میں سنجیدگی سے کہا۔

"اور اونور تک پہنچنے کے لیے مرات کا وہاں جانا ضروری تھا۔" اب کی بار ان تینوں کو اس کی بات اور اس کا منصوبہ سمجھ آنا شروع ہو گیا۔

"اگر ہم مرات کو اپنے پاس رکھ لیتے تب بھی کوئی فائدہ نہ تھا۔ اس نے ہمیں اونور کے بارے میں نہیں بتانا تھا۔" اس نے ذرا سے کندھے اچکائے اور کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا لیا۔

احمت کے چہرے پر دوبارہ سے نا سمجھی چھا گئی۔۔ براق اس کا چہرہ دیکھ کر زیر لب مسکرایا۔

"کیونکہ جب ایک انسان شیطان کی پرستش کرنا شروع ہو جاتا ہے تو وہ اس کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کرتا ہے۔" لہجہ بے حد سنجیدہ اور گہرا تھا۔

"لیکن وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ جس کی حفاظت کر رہا ہے وہ شیطان ہے جو کسی کا نہیں ہوتا۔"اس نے اپنی بات مکمل کی۔۔ان تینوں کو اس کی بات اچھے سے سمجھ آ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆

کہیں لکیریں ہیں آنسوؤں کی

کہیں پہ خون جگر کے دھبے

شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔۔مغرب کافی دیر کی ہو چکی تھی۔جیمرے خاتون مغرب کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئیں تو سیدھا اس کے کمرے میں گئیں لیکن انہوں نے اس کے کمرے کا دروازہ بند پایا۔پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں اس لیے وہ تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتی ہے۔وہ خاموشی سے وہاں سے چلی گئیں۔

براق جیسے ہی گھر لوٹا۔۔جیمرے خاتون سے ملنے کے بعد میرائے کے کمرے میں جانے لگا۔ انہوں نے اسے بتایا تھا کہ وہ ابھی کسی سے ملنا نہیں چاہتی۔۔اس کی طبیعت خراب ہے۔وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا ان کے کمرے سے نکلا اور فوراً میرائے کے کمرے کی جانب بڑھا۔دروازہ اندر سے لاک نہ تھا۔

اس نے ایک دو بار دروازہ کھٹکھٹایا۔۔کوئی جواب نہ آیا۔پھر اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچ کر اس کے کمرے کا دروازہ کھول لیا۔

کمرے کا منظر واضح ہوا۔۔ کمرے کی جلی ہوئی بتیاں مدھم پڑی تھیں۔۔ ہر سو ایک سوگوار سی کیفیت چھائی تھی۔

وہ بیڈ ایک کونے میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔۔ اس کی نیلی آنکھوں میں سے متواتر آنسو بہہ رہے تھے۔

"کیسی ہو؟" وہ بیڈ پر اس کے تھوڑا قریب جا کر بیٹھا اور نرمی سے پوچھا۔۔ وہ یک دم سسکی۔
"آپ نے مجھے ایلدار سے ملنے کیوں نہیں جانے دیا؟" اس نے سر اٹھا کر اب کی بار نم اور بھیگے بھیگے لہجے میں اس سے پوچھا۔ براق نے چند لمحے تاسف سے اسے دیکھا اور پھر ہاتھ میں پکڑے اپنے موبائل کی اسکرین روشن کی۔ اس پر ایک وڈیو چلائی۔

"اس کا جواب یہ ہے۔" اپنا موبائل میرائے کو تھماتے ہوئے اس نے زخمی لہجے میں کہا۔
"یہ دیکھو۔ یہ ہے تمہارے ایلدار کی حقیقت۔" اس وڈیو میں سب کچھ صاف آشکار تھا۔ ایلدار یعنی مرات کی ساری منصوبہ بندی۔۔ سب کچھ!۔ یہاں تک کہ وہ سب بھی جو وہ میرائے کے بارے میں کہا کرتا۔ یہ وڈیو اس کی اور ایرن کی گفتگو کی تھی۔ اس کا دل بکھر گیا۔

"ایسی لڑکیوں کے لیے کون جذبات رکھتا ہے جو اپنے ہی گھر والوں سے جھوٹ بول کر اپنے ماشوک سے ملنے آتی ہوں؟" اس وڈیو میں سے مرات کے الفاظ گونج رہے تھے۔
"یہ۔۔ یہ۔۔ یہ جھوٹ ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔" ایک بری طرح ٹوٹے ہوئے دل کے ٹکڑوں

کے درمیان محبت اور اعتماد کا جذبہ اب کش مکش کا شکار ہو گیا تھا۔

"یہ سچ ہے۔" براق نے اس کا کندھا تھپتھپانا چاہا مگر اس نے اس کا ہاتھ زور سے پیچھے کر دیا۔

"نہیں۔ایسا نہیں ہو سکتا۔"

اس کے دل کی تاریک گہرائیوں کے درمیان اب صرف اور صرف تکلیف تھی۔

"ایلدار مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔" وہ حواس باختہ سی ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اس کا نام ایلدار نہیں مرات ہے۔" یہ سنتے ہی اس کی روح کانپ اٹھی۔ وہ جس سے محبت کرتی تھی کیا اس کا نام بھی ایک جھوٹ۔۔فریب۔۔دکھاوا تھا؟

"میں تمہارا دکھ سمجھ۔۔" اس نے زخمی سے لہجے میں کہنا چاہا مگر اس نے اس کی بات کاٹ دی۔

"آپ کچھ نہیں سمجھ سکتے۔آپ کچھ نہیں جانتے۔آپ نے اور ایلدار نے مل کر مجھے دھوکا دیا ہے۔" اس نے بوکھلا کر چیختے ہوئے کہا۔ آنسو ابھی تک اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔۔وہ ریزہ ریزہ ہو گئی تھی۔

"میں نے؟ میں نے تمہیں کیا دھوکا دیا ہے؟" اس نے اب کی بار کچھ سختی سے پوچھا۔

"آپ پہلے سے ایلدار کی حقیقت سے واقف تھے؟ ہے نا؟" وہ غرائی۔۔وہ خاموش رہا۔

"بتایئے مجھے!۔" وہ پھر مزید بلند آواز میں غرائی۔

"تمام!"اس نے سنجیدہ لہجے میں کہااوراس کے دل پر بھی بہت سا بوجھ پڑ گیا۔۔دل یہ جانتا تھا کہ وہ جو کہہ رہی ہے وہ کسی حد تک صحیح ہے۔۔وہ میرائے کو مرات سے اس لیے ملنے دیتا تھا تا کہ مرات یہ ہی سمجھے کے براق اس کی حقیقت سے ناواقف ہے۔

وہ حواس باختہ سی ہو کر اپنے سنہرے بال نوچنے لگی۔۔ براق نے اسے روکنے کے لیے ہاتھ بڑھائے لیکن اس نے اسے پیچھے دھکا دیا۔۔وہ لب کاٹتے ہوئے اس سے دور ہو کر بیٹھا۔اپنی بہن کو اس حال میں دیکھ کر اس کے دل کو بہت تکلیف پہنچ رہی تھی۔

"آپ نے مجھے تب کیوں نہیں روکا جب میں اس کی محبت میں اندھی ہو چکی تھی؟"وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔۔آواز بھر آئی تھی۔
"دیکھو میرائے تم جب جب اس سے ملنے جاتی تھی۔۔میں اپنے کچھ لوگوں کو تمہاری حفاظت کے لیے ساتھ بھیج دیا کرتا تھا۔تا کہ اگر کبھی وہ تمہیں کوئی بھی نقصان پہنچانے لگے۔۔تو وہ تمہیں اس سے بچا سکیں۔"وہ بتا رہا تھا تو وہ حواس باختگی کے عالم میں سر نفی میں ہلا رہی تھی۔۔جیسے کہہ رہی ہو کہ "میرے ساتھ ٹھیک نہیں ہوا"۔
"آپ نے ٹھیک نہیں کیا میرے ساتھ۔"

اس کے ٹوٹے ہوئے دل میں اب محبت اور اعتماد کے جذبات تباہ ہو چکے تھے۔

"آپ نے میرا استعمال کیا۔" وہ سسکنے لگی۔۔ براق اسے حوصلہ دینے کے لیے ایک بار پھر اس کی جانب بڑھا تو اس نے غصے سے اسے پیچھے دھکیل دیا۔

"جایئے یہاں سے۔" وہ چلائی۔۔ وہ وہیں ساکت سا کھڑا رہا۔

"جایئے!۔" اس کے نہ جانے پر وہ ایک بار پھر چلائی تو وہ زخمی اور بکھرے بکھرے سے انداز میں پلٹا اور اس کے کمرے سے باہر چلا گیا۔

جن پہ آنسو بہانے کو کوئی نہ تھا

اپنی آنکھ ان کے غم میں برستی رہی

اس کے جانے کے بعد میرائے دوبارہ سر جھکا کر اشک بہاتی رہی۔۔ سسکتی رہی۔

آنسو دل کی بے ساختہ زبان ہوتے ہیں۔ یہ کمزوری کی علامت نہیں ہوتے بلکہ یہ تو انسان کے اندر موجود جذبات کی گہرائی کا ثبوت ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کی تاریکی شام کے رنگوں پر پوری طرح سے چھا گئی تھی۔

(کہتے ہیں کہ۔۔ رات ایک نرم یاد دہانی ہے کہ **"اندھیرے میں بھی خوبصورتی پائی جا سکتی ہے"۔**)

اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ جیمرے خاتون کو براق نے یہ ہی بتایا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں اسی لیے وہ کھانا کھانے نہیں آئی۔ کھانا تو براق سے بھی نہیں کھایا گیا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد جیمرے خاتون اپنے کمرے میں چلی گئیں۔۔ براق بھی اپنے کمرے میں آ گیا۔ کھڑکی پر پردے گرے تھے۔۔ باہر مچلتی ہوا کھڑکی کے پردوں کو لہرا رہی تھی۔

وہ صوفے کے ایک سرے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے لہراتے ہوئے پردوں کو خالی خالی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کہ تب ہی اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا اور دروازے کے پار جو شخص کھڑا تھا اسے اندر آنے کی اجازت دی۔

وہ دروازہ دھکیل کر اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔۔ نیلی آنکھیں بوجھل سی تھیں۔۔ چہرہ بھی بجھا بجھا سا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر براق کے دل میں تکلیف مزید بڑھی۔

وہ چھوٹے قدموں کے ساتھ چلتی ہوئی صوفے کے دوسرے سرے پر آکر بیٹھی۔ براق کی آنکھیں اس کی حالت دیکھ کر نم سی ہو گئیں۔

"مجھے معاف کر دیں۔' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں نظریں جھکا کر کہا۔

"تم معافی مت مانگو۔ معافی تو مجھے مانگنی چاہیئے۔ تم نے ٹھیک کہا تھا۔ میں نے تمہارے ساتھ صحیح نہیں کیا۔" اس کی نیلی آنکھیں مزید نم ہو گئیں۔

"نہیں! نہیں! ایسا کچھ نہیں آبے۔ میں تو یہ سب غصے میں بول گئی تھی۔ آپ نے تو وہی کیا جو

آپ کو صحیح لگا۔ غلطی ساری میری ہے۔" لہجہ اب کی بار قدرے تیز تھا۔۔ براق نے نرمی سے اس کے کندھے تھپتھپائے۔۔ وہ زخمی سے انداز میں مسکرادی۔

"بس مجھے ایک بات سمجھ نہیں آرہی کہ میں نے ایلدار پر بھروسہ کیسے کر لیا؟" چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے شکست خوردہ لہجے میں پوچھا۔

"اس سوال کا جواب تمہیں میں یا کوئی اور نہیں دے سکتا۔" اس نے کہا تو وہ سمجھ نہ سکی۔

"کیوں؟" سوال کچھ لمحے بعد پوچھا گیا۔

"کیونکہ اس سوال کا جواب تمہیں خود ڈھونڈنا ہو گا۔" اس کا لہجہ گہرا تھا۔۔ الفاظ تو لہجے سے بھی زیادہ گہرے تھے۔ یہ الفاظ ایک ٹوٹے ہوئے انسان کو اپنی ذات سے ملوانے کا آغاز کر رہے تھے۔

"آبے! ایلدار کے ساتھ میں ملتی ضرور تھی لیکن ایک بات میں آپ کو بتا دوں۔ میں نے اپنی عزت پر کبھی حرف نہیں آنے دیا۔" ایک گہری سوچ میں گم ہونے کے بعد اس نے بے چینی سے کہا۔

"تم مجھے یہ سب مت بتاؤ۔ میں جانتا ہوں تمہیں۔ مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔" دھیرے سے مسکرا کر اس نے نرمی سے کہا۔۔ وہ بھی جواباً نم آنکھوں کے ساتھ مسکرادی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر اس ہوسٹل کے کمرے کا تھا جہاں وہ دونوں ٹھہری تھیں۔ عریشہ کمبل منہ تک لیے کروٹ لیے ہوئے ایک طرف سنگل بیڈ پر سو رہی تھی۔ دوسری طرف نینا رحل میں قرآن مجید رکھے دھیمی آواز میں پڑھ رہی تھی۔ اس نے اپنی سائیڈ کا نائٹ لیمپ جلا رکھا تھا جس کی زرد روشنی قرآن مجید کے روشن صفحوں پر پھیلی تھی۔ کمرے میں اس نائٹ لیمپ کے علاوہ باقی تمام بتیاں بجھی تھیں۔

"**اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔**" اس نے تعوذ اور تسمیہ کے بعد آہستہ آواز میں اس آیت کی تلاوت کی۔

"**ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔**" اور پھر اس آیت کا ترجمہ پڑھا۔

کمرے میں ہر طرف ایک خاص سماں تھا۔

اب اس نے اس آیت کی تفسیر پڑھنا شروع کی۔

"**عبادت کا لفظ تین معنوں میں آتا ہے۔**"

"**پرستش۔۔ اطاعت و فرمانبرداری اور ہمہ وقت کی بندگی اور غلامی۔ یہاں یہ لفظ اپنے تینوں معنوں میں مستعمل ہے۔**" اس نے ستائشی انداز میں ابرو اچکائے۔۔ چہرے پر نور صاف واضح تھا۔

(نور کوئی عام روشنی نہیں بلکہ یہ تو ایک خاص روشنی ہے۔ یہ یونہی نہیں مل جاتا۔)

"عبادت کی تین اقسام ہیں۔ جیسے ہم تشہد میں اس کا اقرار کرتے ہیں کہ ہماری تمام قلبی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔" اس نے یہ سطر پڑھ کر چند لمحے کا وقفہ لیا۔۔اور پھر صفحہ پلٹا۔

(میرائے پانی کا گلاس لبوں سے لگائے اسے میں سے گھونٹ بھر رہی تھی۔ پانی پینے کے بعد اس نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور برابر میں بیٹھے براق کی طرف متوجہ ہوئی۔

"آبے! آپ کو کبھی اپنے کام سے خوف نہیں آیا؟ کبھی بھی ڈر نہیں لگا کہ اس کام میں ہر موقعے پر صرف اور صرف خطرہ ہے؟" اس کے لہجے میں تجسس بھر آیا تھا۔۔ براق کے چہرے پر چند لمحے کے لیے سوچ کی لکیریں ابھریں۔

"نہیں۔ تم جانتی ہو مجھے اللہ کے سوا اور کسی سے خوف نہیں آتا کیونکہ ہر مسلمان پر صرف اور صرف اللہ سے ہی ڈرنا فرض ہے۔" اس کے الفاظ رات میں چمکتے روشن ستاروں کی مانند تھے۔۔ میرائے نے جواباً اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم جانتی ہو اللہ سے ڈرنا "اللہ کی عبادت" کہلاتا ہے۔" اس نے مزید کہا تو میرائے تھوڑا چونکی۔ وہ کچھ دیر کے لیے اپنے سب غم بھول گئی تھی۔

"وہ کیسے؟"اس نے حیرت کے عالم میں پوچھا۔۔ براق صوفے سے تھوڑا آگے کو ہوا۔

"اسے ہم قلبی عبادت کہتے ہیں۔ قلبی عبادت میں توکل،خوف ورجاء، محبت،تذلل،اور خوش و خضوع شامل ہیں۔"اس نے چھوٹا سا وقفہ لیا۔۔وہ اسے سننے کی منتظر تھی۔

"یعنی صرف اللہ پر بھروسہ کیا جائے،اسی سے امید وابستہ کی جائے۔اسی سے ڈرا جائے۔اس سے محبت باقی سب چیزوں سے بڑھ کر ہو اور اسکے سامنے انتہائی عاجزی اور خوش و خضوع کا اظہار کیا جائے۔"وہ بے حد نرم لہجے میں کہتا رہا۔۔وہ اسے سحر زدہ سا ہو کر خاموشی سے سنتی رہی۔ حقیقت کے بول ہمیشہ انسان پر اثر کرتے ہیں۔۔ کیونکہ یہ صرف کہے نہیں جاتے بلکہ یہ تو انسان کی مختلف طوفانوں میں رہنمائی کرتے ہیں۔

"عبادت کا معنی بہت وسیع ہے۔ہر وہ کام جو آپ اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں اسے عبادت ہی کہتے ہیں۔"اس نے مزید کا۔۔میرائے نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔)

"بدنی عبادات سے مراد فرض نماز اور نوافل نمازیں،روزہ اور حج اور دوسرے احکام الہی کی عملی طور پر پیروی کرنا ہے۔"

قلبی عبادات کی تسفیر کے بعد وہ اب بدنی عبادات کی تفسیر پڑھ رہی تھی۔اور پھر مالی عبادات کی تفسیر اگلی سطور میں تحریر تھی۔

"مالی عبادات سے مراد زکوۃ، صدقات و خیرات، قربانی اور نذر و نیاز وغیرہ ہیں۔"

اس نے اگلی سطر پڑھنا شروع کی۔

"اگر اللہ کے سوا کسی اور کے لیے ان کاموں میں سے کوئی کام بجالا یا جائے یا اللہ کے سوا کسی اور کو بھی اس میں شریک کیا جائے تو یہ عبادت کی نفی اور اللہ کے ساتھ شرک کرنا ٹھہرے گا۔"

"اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

وہ شرک کا گناہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔"

اس نے صفحہ پلٹا۔ارد گرد ایک بے حد پر سکون ماحول قائم تھا۔

وہ اب "استعانت" کے بارے میں پڑھنے جا رہی تھی۔

"استعانت یعنی مدد چاہنا۔"

"انسان دنیا میں جو کام بھی کرتا ہے وہ یا تو کسی فائدے کے حصول کے لیے ہوتا ہے یا کسی تکلیف یا نقصان کو دور کرنے کی خاطر۔" اس کی آواز دھیمی تھی اور بے حد خوبصورت۔

"ان کاموں کو عربی زبان میں جلب منفعت اور دفع مضرت کہتے ہیں۔"

"اب انہی کاموں میں سے کسی کے لیے اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کو یا اللہ کے سوا کسی بھی دوسری ہستی کو پکارے یا اس سے مدد طلب کرے جو اس کے پاس موجود نہ ہو (یعنی ظاہری اسباب مفقود ہوں) تو یہ صریح شرک ہے۔" وہ چند لمحے کے لیے ٹھہری۔۔ پھر مزید پڑھنا شروع کیا۔

"اس کی مثال درج ذیل شعر میں ملاحظہ فرمائیے:

امداد کن امداد کن، از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادر!!۔"

"اب اگر کوئی شخص یہ شعر یا وظیفہ اپنی جگہ پر پڑھے یا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی قبر پر جا کر پڑھے تو یہ شرک ہو گا۔"

"کیونکہ اس میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ یہ فوت شدہ بزرگ میری پکار کو سن بھی رہے ہیں پھر میری مشکل کشائی اور حاجت براری کا امتیاز یا تصرف بھی رکھتے ہیں۔"

"دعا یا پکار کو اللہ تعالیٰ نے عبادت ہی قرار دیا ہے۔" اس نے بھنویں اچکائیں۔ (قرآن کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ وہ چاہے جتنی بار پڑھ لیتی۔۔ ہر مرتبہ پڑھنے میں اسے ایسا لگتا جیسے وہ یہ سب پہلی مرتبہ پڑھ رہی ہو۔)

"احادیث صحیحہ میں سے ایک الفاظ یہ ہیں:

دعاہی اصل عبادت ہے۔"

"اور دوسری یہ کہ:

دعاہی عبادت کا مغز ہے۔"

"اگر کوئی شخص دعا کے لیے کسی کا وسیلہ لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔"

"اس آیت میں وہ وسیلہ عبادت ہے۔"

"ہاں! اگر کسی حاضر شخص سے ایسے کام میں مدد لی جائے جو اس کے اختیار میں ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ ایسے امداد و تعاون کے بغیر تو دنیا میں کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا۔" وہ چند لمحے رکی اور پھر اگلے صفحے کی جانب بڑھی۔

"اور جو کام اللہ کے سوا کسی دوسرے کے بس میں نہیں جیسے اولاد عطا کرنا، رزق میں کمی بیشی کرنا، گناہ بخشنا، عذاب سے نجات دینا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے کاموں میں کسی زندہ موجود شخص سے بھی مدد چاہنا شرک ہوگا۔"

(اس کے ذہن میں یک دم کچھ آیا۔۔کتنے ہی لوگ ہیں جو ایسے کاموں کے لیے (یعنی اولاد۔۔ شادی۔۔رزق وغیرہ) پیر بابا وغیرہ کا رخ اختیار کرتے ہیں۔آخر وہ یہ بات کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ سب امور تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں!۔)

"مگر کسی خطرے جیسے سانپ یا دشمن سے بچنے کے لیے مدد حاصل کرنا اور تعاون چاہنا درست ہو گا۔"

اگلی سطور میں اس آیت کا جامع مفہوم تحریر تھا۔

"اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم صرف اور صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اللہ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔اللہ کے علاوہ اور کسی کے آگے اپنا سر نہیں جھکاتے۔اللہ کے علاوہ اور کسی سے خوف نہیں کھاتے۔"

(وہ جب بھی اس آیت کو پڑھتی۔۔اسے خود میں ایک عجیب سا حوصلہ اور توانائی محسوس ہوتی۔)

"اس آیت میں (نعبد) کے فوراً بعد (نستعین) کا لفظ لایا گیا ہے تاکہ انسان کو اپنی عبادت پر غرور نہ پیدا ہو جائے بلکہ وہ یہ سمجھے کہ اسے عبادت کی توفیق بھی اللہ ہی کی مدد کی بنا پر میسر آئی ہے۔"

اور اس آیت کی تفسیر مکمل ہو چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح کے دلفریب اور پر فتن رنگ افق پر چھا گئے تھے۔۔آج موسم بے حد خوبصورت تھا۔ بادلوں کا جال آج سورج کو کھل کر چمکنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔

وہ کچھ ہی دیر پہلے ناشتہ کر کے فارغ ہوئی تھی۔ عریشہ صبح دیر سے اٹھی تھی اس لیے وہ ابھی صوفے پر بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی۔

نینا بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے موبائل کی اسکرین اسکرول کر رہی تھی کہ تب ہی اس کے موبائل کی اسکرین پر وہ نمبر جگمگایا۔۔وہ چونکنا ہوئی۔۔ارد گرد ایک محتاط سی نگاہ دہرائی اور بیڈ سے اٹھ کر بالکونی میں چلی گئی۔

عباس احمد کا فون ریسیو کرتے ہی ایک رسمی سلام دعا کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

"آج میں تمہیں وہ تمام ثبوت ہینڈ اوور کر دوں گا جو میں نے اکٹھے کیے ہیں۔امید ہے ان سے تمہیں کافی مدد ملے گی۔"اس نے کچھ مضطرب سے لہجے میں کہا۔ یہ کام تھوڑا مشکل تھا۔۔اگر کسی کو بھی ان ثبوت کے بارے میں معلوم ہو جاتا جو اس کے پاس تھے۔۔تو اس کی اور نینا دونوں کی جان کو خطرہ پہنچ سکتا تھا۔

"لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ میکائیل ملک کی ملاقات جلد ہی راجیش سے ہو گی۔ کہاں ہو گی؟ یہ مجھے ابھی معلوم کرنا ہے۔"اس نے بے حد سنجیدگی سے بتایا۔

"اچھا!۔اس ملاقات کی وجہ۔۔آپ کو کچھ معلوم ہے؟"وہ دھیمی آواز میں پوچھ رہی تھی تا کہ کوئی(کوئی میں عریشہ بھی شامل تھی)اس کی باتیں سن نہ لے۔

"سنا ہے کہ ان کے درمیان کوئی ایگریمنٹ ہونا ہے اور اس ایگریمنٹ کے بارے میں ساری تفصیلات میں تمہیں دوں گا۔"اس نے ترنت سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔"اس نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا۔

"کہاں ملنا ہو گا ہمیں؟"چند لمحے بعد ہی اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں تمہیں ایڈریس واٹس ایپ کرتا ہوں۔"جواب فوراً دیا گیا۔

"اوکے۔"

"اور ہاں!ایک اور بات۔"فون بند کرنے سے پہلے اس نے کہا۔

"جی؟"اس نے کچھ نا سمجھی سے پوچھا۔۔جواب دینے میں عباس احمد نے تھوڑا وقت لیا۔

"تم وہاں گیٹ اپ بدل کر آنا۔"یہ سن کر اسے تعجب ہوا۔

"کیوں؟"وہ سمجھ نہ پائی۔

"میکائیل ملک کو معلوم ہو گا کہ تم یہاں آئی ہوئی ہو۔اور وہ یہ جانتا ہے کہ تم اس کے دشمنوں میں سے ایک ہو۔تو وہ ضرور تمہارے بارے میں معلومات لینے کی کوشش کر رہا ہو گا۔اگر اس نے تمہیں میرے ساتھ دیکھ لیا تو اس کو شک ہو جائے گا۔یہ مت بھولو کہ میں صرف اسی کی وجہ سے

اپنے وطن نہیں جاسکتا۔"اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے ساری بات اسے سمجھائی۔

"میں سمجھ گئی۔"اس نے نچلا لب دباتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔آج دوپہر دو بجے میرے دیے گئے ایڈریس پر پہنچ جانا۔" یہ کہتے ہوئے دوسری جانب سے فون رکھ دیا گیا۔

اس کے فون رکھنے کے بعد نینا نے بالکونی کی جانب سے رخ موڑ کر کمرے میں صوفے کے ایک سرے پر بیٹھی عریشہ کی طرف نگاہ دہرائی۔اس نے اپنے کانوں میں ہینڈز فری اڑسی ہوئی تھی۔۔ موبائل پر اسکرین اسکرول کرنے کے ساتھ ساتھ وہ ناشتہ کر رہی تھی جو کہ اب ختم ہونے والا تھا۔وہ ایک گہری سانس لے کر بالکونی سے باہر نکلی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر استنبول کے ایک ریسٹورنٹ کا تھا۔دوپہر کا وقت تھا پھر بھی افق پر چھائے گہرے بادلوں کے باعث افق سنہرے رنگ کے بجائے سرمئی رنگ پیش کر رہا تھا۔

یہ ریسٹورنٹ استنبول کی ایک ہلچل سے بھرپور سڑک کے کونے پر واقع تھا۔اس ریسٹورنٹ کے اندر نگاہ دہراؤ تو یہاں ہر طرف ایک پر سکون ماحول چھایا تھا۔۔نرم جاز موسیقی کی دھنیں پس منظر میں گونج رہی تھیں۔۔یہاں کی سجاوٹ بے مثال تھی۔۔ارد گرد تازہ تازہ کھانوں کی دلکش مہک پھیلی تھی۔

وہ اس ریسٹورنٹ میں متوازن چال چلتی ہوئی داخل ہوئی۔۔عبایے اور اسکارف میں ملبوس۔۔ اس کی شخصیت بہت انمول۔۔پر اعتماد۔۔ باوقار اور رعب دار تھی۔اپنے چہرے کو آج اس نے نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔

نقاب اس نے اپنے سکارف سے ہی بنالیا تھا۔ہوسٹل سے نکلنے کے بعد اس نے ٹیکسی میں بیٹھ کر نقاب کیا تھا۔۔اگر ہوسٹل میں نقاب کرتی تو عریشہ کو شک ہو جاتا۔

کونے میں رکھی ٹیبل کے ساتھ والی کرسی پر وہ براجمان تھا۔وہ اس کی جانب بڑھی۔

اس کی ٹیبل تک پہنچ کر اس نے سر ہلا کر سلام کیا تو عباس احمد سمجھ گیا کہ یہ نیناہی ہے۔

''آؤ بیٹھو۔''ٹیبل کی دوسری طرف رکھی خالی کرسی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا تو وہ کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھی۔۔دونوں ہاتھ سنجیدگی سے ملا کر میز پر ٹکائے اور اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

عباس احمد کے پاس ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔۔اس نے اس کی زپ کھولی اور اس میں سے ایک پیکٹ نکال کر نینا کی طرف بڑھایا۔
''یہ کیا ہے ؟''وہ سوالیہ نگاہوں سے اس پیکٹ کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"اس میں کچھ یو ایس بیز اور کچھ تصویریں ہیں جن میں میکائیل ملک سے متعلق بہت سی معلومات ہیں۔" اس نے تھوڑی آہستہ آواز میں سنجیدگی سے بتانا شروع کیا۔

"اور اس میں ایک ڈائری بھی ہے جو کہ میکائیل کی بیوی **"ماریہ"** کی ہے۔" اس نے مزید کہا۔۔ اور پھر کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگالیا۔

"یہ آپ کو کیسے ملی؟" اس پیکٹ کو ہاتھ میں پکڑ کر اس نے پوچھا۔

"بس یوں سمجھ لو کہ اس کے گھر میں میرا ایک مخبر ہے۔" اس نے ذرا سے ابرو اچکا کر فاتحانہ انداز میں کہا۔

"کیا میں اس کے بارے میں جان سکتی ہوں؟" سوال ترنت سے پوچھا گیا۔۔ وہ بدقت مسکرایا۔

"وقت آنے پر وہ تم سے خود رابطہ کر لے گا۔" نینا تھوڑا حیران ہوئی پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ اب اس پیکٹ کو اپنے ہینڈ بیگ میں ڈال رہی تھی۔

عباس احمد کی نگاہیں گلاس ڈور کی جانب دوڑیں۔۔ وہاں سے کچھ نقاب پوش افراد داخل ہو رہے تھے۔۔ ارد گرد موجود لوگ انہیں دیکھ کر خوف زدہ سے ہو گئے۔ وہ نقاب پوش افراد سیدھا ان کی ٹیبل تک آئے۔ ان کی جیبوں میں پستول دیکھ کر ریسٹورنٹ کا مینیجر ان کی ٹیبل تک آیا اور ان نقاب پوش افراد کو روکنے کی کوشش کی لیکن ان میں سے ایک نقاپ پوش آدمی نے اس ریسٹورنٹ کے مینیجر کے سر پر فوراً سے پستول تان دی۔۔ اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔

پھر ایک نقاب پوش آدمی عباس احمد کی جانب بڑھا۔۔دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف کرتے ہوئے انہیں اپنی پوری گرفت میں لیا۔۔اس نے خوب مزاحمت کی مگر سب بے سود رہا۔۔اس نے اس کے سر پر بھی پستول تان دی۔

"کون ہو تم لوگ ؟" وہ چلایا تو اس نقاب پوش آدمی نے اس کے ہاتھ مروڑے۔

وہاں موجود باقی لوگ بھی یہ دیکھ کر خوف زدہ سے ہو کر وہاں سے جانے لگیں۔ لیکن ان نقاب پوش افراد میں سے کسی شخص نے وہاں موجود باقی لوگوں کو کچھ نہیں کہا۔

یوں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ لوگ یہاں صرف عباس احمد کے لیے آئے تھے۔۔وہ بے شک اسی کے کوئی مخالفین تھے جو اس کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے تھے۔نینا کو عباس احمد کے ساتھ دیکھ کر انہیں یہ سمجھ آگئی کہ وہ اس کی کوئی ساتھی ہے۔

"چلو ہمارے ساتھ !۔" اس نقاب پوش شخص نے عباس احمد سے بلند آواز میں کہا۔وہ **"اردو"** میں بات کر رہا تھا۔

"تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔ جلدی !۔" کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر کھڑی نینا سے اس نے کہا تو وہ مضطرب سے انداز میں اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پلٹی اور تیز رفتاری کے ساتھ بھاگی۔ایک نقاب پوش آدمی اس کے پیچھے دوڑا اور اسے بازو سے مضبوطی سے پکڑا۔۔وہ کراہ کر رہ گئی۔۔اس

نے مزاحمت کی۔۔اور اس نقاب پوش آدمی نے طیش کے عالم میں اسے فرش پر دھکیل دیا۔۔وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گری۔۔شدید درد اور تکلف کی لہر اس کے جسم میں دوڑی۔

اسے یوں محسوس ہوا کہ ایک بار پھر استنئے پارک والا واقع پیش آرہا ہے۔۔بس لوگ اور جگہ مختلف تھی۔ یہاں وہ موجود نہیں تھا۔۔اس کا **"محسن"**۔۔لیکن کیا واقعی؟

ریسٹورنٹ کی بالائی منزل کی سیڑھیاں وہ اترتے ہوئے نیچے والی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا۔وہ اس وقت سرمئی ڈریس شرٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس تھا۔۔اس کے ساتھ ساتھ بھوری آنکھوں والا وہ لڑکا بھی تھا۔ان دونوں نے جب سامنے ریسٹورنٹ کے نیچے والی منزل کا منظر دیکھا۔۔تو ایک بھی لمحے کی تاخیر کیے بغیر انہوں نے پستول نکالی۔۔اور ان نقاب پوش افراد کی جانب بڑھیں۔

فرش پر گری نینا نے جب اس نیلی آنکھوں والے شخص کو آتا دیکھا تو وہ بالکل ساکت سی رہ گئی۔۔آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

وہ شخص تیز قدموں کے ساتھ ان نقاب پوش افراد کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔وہ نقاب پوش افراد بھی چوکنا ہوئے اور اپنی پستولیں اس کی جانب بڑھائیں۔ان سب کا دھیان اب براق اور احمت کی طرف تھا۔نینا فوراً فرش پڑسے اٹھی اور ایک طرف کو گئی۔۔عباس احمد بھی تھوڑا دور ہوا۔

وہاں اب گہما گہمی۔۔شور شرابا مچ چکا تھا۔کئی گولیاں بھی چلیں لیکن کسی کو جانی نقصان نہ ہوا۔ان دو فوجی افسران نے ان سب نقاب پوش افراد کو شکست دی تھی۔

صرف ایک نقاب پوش آدمی کو چھوڑ کر باقی سب نقاب پوش افراد وہاں سے بھاگ گئے۔۔وہ جانتے تھے کہ اگر وہ نہ بھاگے۔۔تو آج تو ان کی خیر نہیں تھی۔

جو ایک نقاب پوش آدمی بھاگا نہیں تھا۔۔وہ اس لیے نہیں بھاگ پایا تھا کیونکہ براق نے اسے اس قابل ہی نہیں چھوڑا تھا کہ وہ بھاگ پائے۔۔وہ نڈھال سا ہو کر فرش پر گرا تھا۔

کچھ ہی فاصلے پر کھڑی نینا یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

("وہ کتنا بہادر تھا!۔"اس نے دل ہی دل میں ایک بار پھر اعتراف کیا۔پہلی بار اعتراف اس نے تب کیا تھا جب اس نے براق کو نے استنئے پارک میں لڑتا دیکھا تھا۔)

وہ فرش پر گھٹنوں کے بل جھکا۔۔احمت اس کے ساتھ ہی کھڑا رہا۔۔فرش پر گرے اس نقاب پوش شخص کو گردن سے پکڑا۔۔اور پھر اس کے چہرے سے نقاب اتارا۔۔وہ ایک اجنبی چہرہ تھا۔۔وہ شخص شکل سے ترکیے کا رہنے والا نہیں لگ رہا تھا۔

"کون ہو تم ؟اور ان سے کیا چاہتے ہو ؟" بلند آواز میں اس نے ترک زبان میں پوچھا۔۔اس شخص نے کوئی جواب نہ دیا۔اب کی بار اس نے یہ ہی الفاظ انگریزی میں دہرائے۔اس کے چہرے کے تاثرات یہ بتا رہے تھے کہ وہ سمجھ گیا ہے اس کی بات۔۔ لیکن پھر بھی وہ کچھ نہ بولا۔

اس شخص نے ایک ترچھی نگاہ کچھ ہی دور گری پستول کی جانب بڑھائی۔۔ پھر معنی خیز انداز میں مسکرا کر براق کو دیکھا۔۔وہ کچھ سمجھ نہ پایا۔اس شخص نے تیزی سے اپنا ہاتھ بڑھایا۔۔ پستول اٹھائی۔۔اور سیدھا اپنے سر پر گولی چلا دی۔ براق پہلے تو سمجھ ہی نہیں سکا کہ یہ ہوا کیا تھا؟ وہ ہکا بکا رہ گیا تھا۔

عباس احمد اور نینا بھی یہ دیکھ کر چند قدم آگے بڑھیں۔۔عباس احمد اس کے بالکل قریب آ گیا تھا لیکن نینا براق سے کچھ ہی قدم دور کھڑی تھی۔

براق نے اس شخص کی گردن چھوڑی۔۔اس کی لاش فرش پر گری تھی۔وہ سرخ پڑتی آنکھوں کے ساتھ فرش پر سے اٹھا اور اب کی بار اس نے عباس احمد کو دیکھا اور پھر نینا کو۔۔نینا نے فوراً نظریں جھکا لیں ("کہیں یہ مجھے پہچان نہ لیں")۔

"کیا آپ جانتے ہیں ان لوگوں کو؟" اس نے سوال ان دونوں سے کیا تھا لیکن دیکھ صرف عباس احمد کو رہا تھا۔۔وہ یہ سمجھ گیا تھا کہ وہ دونوں غیر ملکی ہیں اسی لیے ان دونوں سے انگریزی میں بات کر رہا تھا۔اس کی انگریزی کافی اچھی تھی۔۔زیادہ تر ترکوں کی انگریزی اتنی اچھی نہیں ہوتی۔۔

لیکن اسے انگریزی زبان پر اچھا خاصا عبور حاصل تھا۔

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلا کر جواب دیا۔

"اور آپ؟" اب کی بار اس نے نینا کو مخاطب کیا۔۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ اس نے جواباً نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔۔ پھر دوبارہ نظریں پھیر لیں۔

(اسے یقین تھا کہ براق اسے نہیں پہچان پایا۔ وہ اپنی آواز سے اسے شک میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔)

نینا کا ہینڈ بیگ فرش پر گرا تھا۔۔ براق کی نظر فرش پر گرے اس کے بیگ پر گئی۔۔ اس کے پہلو میں سے گزر کر اس نے جھک کر اس کا بیگ فرش پر سے اٹھایا۔۔ وہ اسے ایسا کرنے سے روکنا چاہتی تھی لیکن اپنی آواز کی وجہ سے اسے شک میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔

"یہ لیں آپ کا بیگ۔" ہاتھ میں تھاما اس کا بیگ اس کی طرف بے حد شائستگی کے ساتھ بڑھاتے ہوئے اس نے کہا۔ نینا نے جواباً تشکر والے انداز میں سر ہلا دیا۔۔ نظریں ہنوز جھکی تھیں۔

"بہت شکریہ آپ کا۔" عباس احمد نے خوش گوار لہجے میں اس سے کہا۔ وہ اب ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"شکریہ کی بات نہیں۔ اپنے ملک میں موجود ہر شخص کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔" اس نے شانے اچکا کر کہا۔۔ ساتھ کھڑا احمت بھی فخر سے مسکرایا۔

"ویسے ایک انسان ہونے کی حیثیت سے اگر ہم کسی پر بھی ظلم ہوتا دیکھیں پھر چاہے وہ ہمارے ملک کا ہو یا نا ہو۔۔اس کی حفاظت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔" اس نے مزید کہا۔ یہ سچ تھا کہ اس کی سوچ بہت وسیع اور گہری تھی۔۔وہ عام لوگوں کی طرح ایک محدود سوچ کا مالک نہیں تھا۔

"بالکل صحیح کہا تم نے۔ تم نہ ہوتے تو آج نہ جانے کیا ہو جاتا۔ بہت بہت شکریہ۔" اس کی جانب بڑھتے ہوئے عباس احمد نے اس کے کندھے ستائشی انداز میں تھپتھپائے۔۔وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"میں اب چلتا ہوں۔" اس نے مزید کہا۔

"تمام !۔" اور پھر عباس احمد نے نینا سے جانے کی اجازت مانگی۔۔اپنا بیگ اٹھایا اور وہاں سے چل دیا۔ نینا ابھی وہیں تھی۔ براق نے ایک نظر اسے دیکھا۔۔اس نے اب کی بار چہرہ موڑ لیا۔ براق اب احمت سے ترک زبان میں بات چیت کر رہا تھا۔۔چند لمحے بعد نینا نے محسوس کیا کہ ان کی آواز مدھم پڑ رہی تھی۔۔اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔۔وہ دونوں ریسٹورنٹ سے باہر جا رہے تھے۔

اس نے جیسے ایک سکھ کا سانس لیا۔۔اور ان کے جانے کے بعد وہ بھی وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسے ہوسٹل پہنچتے ہوئے شام ہو گئی تھی۔۔کچھ ہی دیر میں مغرب کی اذان ہونے والی تھی۔

سلطانہ کے دل میں آج بہت کچھ تھا جو وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی یا شاید سمجھنا نہیں چاہ رہی تھی۔

وہ سیدھا اپنے کمرے میں گئی۔

اس کا دل بہت بھاری تھا۔

بیگ میں سے وہ پیکٹ اس نے ایک لاکر میں رکھوا لیا تھا۔ وہ اسے ہوسٹل میں رکھنے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔ جب وہ آئی تو عریشہ شام کی چائے پی رہی تھی۔۔ اس نے اسے بھی چائے کی آفر کی لیکن اس نے چائے سے انکار کر دیا۔

اس نے اپنا ہینڈ بیگ بیڈ پر اچھال دیا۔۔ اس میں اب کوئی بھی اہم چیز نہیں تھی۔

وہ کافی مضطرب اور بے چین سی لگ رہی تھی۔۔ دل بہت کچھ قبول نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ عریشہ کے موبائل کی اسکرین جگمگائی۔۔ وہ فون ریسیو کرتے ہوئے بالکونی میں چلی گئی۔

نینا بیڈ پر خاموشی سے بیٹھی رہی۔۔ اسے معلوم ہی نہیں ہوا کی اس کی سیاہ آنکھوں میں سے اشک کب بہنا شروع ہوئے۔۔ دل آج براق کے لیے دھڑکا تھا یا شاید یہ جذبات تب ہی سے تھے جب وہ اس سے پہلی بار ملی تھی۔

("اس نے مجھے تب بھی بچایا اور اب بھی۔ کیوں؟ نا چاہتے ہوئے بھی وہ میرے سامنے کیوں آ جاتا ہے؟ میں اس سے نہیں ملنا چاہتی۔ لیکن پھر بھی یہ سب کیسے ہو جاتا ہے؟ کیا یہ سب اتفاق ہے؟" وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔)

آنسو جاری رہے۔۔ یہ آنسو محبت کی کہانی لکھ رہے تھے۔

("آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟" وہ جھنجھلائی۔)

اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو صاف کیے لیکن کچھ ہی لمحے میں اس کی آنکھیں دوبارہ برسنا شروع ہو گئیں۔۔ یہ آنسو بہت کچھ واضح کر رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ صبح اس کی زندگی میں ایک نیا موڑ لانے والی تھی۔ عریشہ اور اس نے آج ترکیے کی دو تین مشہور سیاحتی مقامات پر جانا تھا۔۔ اسی کی تیاری وہ کر رہی تھی۔ عریشہ ہوسٹل سے باہر گئی تھی۔۔ کچھ کھانے پینے کا سامان لینے۔

وہ ہینڈ بیگ میں کچھ چیزیں رکھ رہی تھی تو بیڈ پر پڑے اس کے موبائل کی اسکرین جگمگائی۔۔

"میرا ئے کالنگ"۔۔ وہ تھوڑا گھبرا گئی۔

("کیا براق مجھے پہچان گئے تھے؟اور اگر انہوں نے میرائے کو بھی اس بارے میں بتادیا ہوا تو؟"

وہ یک دم کچھ پریشان ہو گئی۔)

اس نے چند لمحے بعد فون ریسیو کیا اور موبائل کان سے لگایا۔رسمی سے حال احوال کے بعد میرائے نے کہنا شروع کیا۔

"نینا! مجھے تم سے ایک اہم بات کرنی ہے۔"اس کا لہجہ اب کی بار قدرے سنجیدہ تھا۔۔نینا کو لگا کہ اس کے حلق میں کچھ اٹکا ہے۔

"ہاں کہو۔"اس نے بظاہر خود کو نارمل شو کرتے ہوئے کہا۔۔درحقیقت وہ کافی گھبرا گئی تھی۔

("شاید وہ اس دن مجھے پہچان گئے تھے۔")

"اصل میں بات تمہارے بارے میں اور۔۔"وہ کہتے ہوئے رکی۔۔جیسے جو کہنا چاہ رہی وہ کہہ نہ پا رہی ہو۔

"اور؟"دوسری جانب سے جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے پوچھا۔

"براق آپ کے بارے میں ہے۔"ایک لمبی سانس اندر کو کھینچ کر اس نے جواب دیا۔

"کیا؟"اسے تعجب ہوا۔

"ایوت!۔"

"کیا بات ہے؟"اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ماتھے پر سوچ کی لکیریں نمایاں تھیں۔

"وہ۔۔دراصل براق آبے تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"اس نے تھوڑا ہچکچا کر کہا۔۔وہ مزید حیران ہوئی۔

"کیوں؟"بھنویں ناسمجھی سے سکڑ گئیں۔

"وجہ تمہیں معلوم ہے۔"دوسری جانب سے اب کی بار اس نے ذرا سے کندھے اچکا کر کہا۔

"کیسی وجہ؟مجھے نہیں سمجھ آرہی کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"اس نے ترنت سے پوچھا۔۔وہ شاید سب سمجھتے ہوئے بھی کچھ سمجھنا نہیں چاہ رہی تھی۔

دوسری جانب سے اب کی بار ایک طویل خاموشی چھا گئی۔نینا نے جب "ہیلو ہیلو" کہا تو اس نے کہنا شروع کیا۔

"اللہ اللہ!نینا دیکھو براق آبے تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔"لہجہ تھوڑا تیز تھا۔

"ک۔۔کیا؟"حیرت کا سمندر اس کے دل میں بہنے لگا۔

"اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا بات ہے؟"اس نے جواب دینا چاہا لیکن کہنے کے لیے الفاظ سمجھ نہیں آرہے تھے۔

"کیا تم ان سے محبت نہیں کرتی؟"اس نے ایک اور سوال کیا۔۔اس کے پاس جواب نہیں تھا۔۔وہ خاموش رہی۔۔اس نے خود ہی نظریں جھکا لیں۔۔وہ خود سے نظریں چرا رہی تھی۔

"تمہاری خاموشی بتا رہی ہے کہ جو جذبات براق آپ تمہارے لیے رکھتے ہیں وہی جذبات تم بھی ان کے لیے رکھتی ہو۔ رائٹ؟" اس نے اب کی بار زیر لب مسکرا کر کہا۔

"میرائے میری بات سنو۔ میں ان سے نہیں مل سکتی۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کیوں؟ تم اپنی محبت کو کھونا چاہتی ہو؟" یہ سنتے ہی نینا کا دل بہت سے دکھ سے بھر گیا۔

"کیسی محبت؟ تم ایسا کیسے کہہ سکتی ہو؟ میں ان سے محبت نہیں کرتی۔ بلکہ میں تو کسی سے بھی محبت نہیں کر سکتی کیونکہ میری زندگی میں بہت سے ایشوز ہیں جن کا حل نکالتے نکالتے شاید میری ساری زندگی گزر جائے۔" وہ اب تیز لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"شادی تو ایک ذمہ داری کا نام ہے۔ اور میں یہ ذمہ داری ابھی نہیں لے سکتی۔" اس نے بے حد تاسف سے اپنی بات مکمل کر کے سر جھکا لیا۔

"نینا! تمہارا دل تمہارے الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہا۔" میرائے معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"میرائے! اب بس کرو۔" اس نے تھوڑا سختی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن میرے خاموش ہو جانے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔"

"مجھے کچھ کام ہے میں بعد میں بات کرتی ہوں۔" وہ خفا خفا سے انداز میں فون رکھنے لگی۔

"سنو! تم ان سے ملنے چلی جانا۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہاری محبت کی کہانی ادھوری رہ جائے۔" اور نینا نے اس کی بات سن کر فون کھٹ سے بند کر دیا اور موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

پھر وہ بیڈ پر ڈھے سی گئی۔۔ چہرے پر بہت کچھ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جانتا ہوں کہ وہ نہ آئیں گے

پھر بھی مصروف انتظار ہے دل

جب رات کا پرچم لہرایا گیا تو وقت ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ ستاروں کی چھتری کے نیچے وقت بالکل ساکت نظر آ رہا تھا اور یہ رات ستاروں کی مٹی سے بنے ہوئے خواب کی طرح آشکار ہو رہی تھی۔ وہ رات آ چکی تھی۔ آج سلطان کو سلطانہ سے ملنا تھا۔

وہ گلھانے پارک میں موجود ایک بینچ پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔۔ گہرے نیلے رنگ کی ڈریس شرٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس وہ ہمیشہ کی طرح کافی ہینڈسم لگ رہا تھا۔

گلھانے پارک دراصل ترکیے کے ماضی کی کہانی ہے جہاں تاریخ کی روشنی ہر قدم پر چمکتی نظر آتی ہے۔۔ یہ امن و خاموشی کا باغ ہے۔ ہر سو خاموشی چھائی تھی۔

اردگرد پھیلے قدیم لمبے درخت اور شاہی صنوبر۔۔سایہ پیش کرتے اور اس پارک کے پر سکون ماحول میں مزید اضافہ کرتے۔ٹیولپس۔۔ڈیفوڈلز۔۔ہائیسنتھس۔۔اور چیری کے پھول زمین کی تزئین کو گلابی۔۔جامنی۔۔پیلے اور سرخ رنگوں میں رنگ رہے تھے۔

اس کے ہاتھ میں ایک سرخ گلاب تھا۔

(نیناہوسٹل کے کمرے میں موجود تھی۔عریشہ اب تک سوچکی تھی۔وہ بالکونی میں کھڑی تھی۔۔ستاروں سے روشن آسمان کو دیکھتے ہوئے اس کی سیاہ آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔۔لمبے سیاہ بال کھلے تھے۔۔وہ ایک سیاہ ریشمی لانگ فراک میں ملبوس تھی جس کے اوپر اس نے ایک سرخ رنگ کی مخملی شال کندھوں پر پھیلائی ہوئی تھی۔)

براق بینچ پر بیٹھا ستاروں سے بھرے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔۔نیلی آنکھوں میں بہت سے جذبات واضح تھے۔

یہ رات ایک جادوئی خواب کی طرح تھی جس نے سلطان اور سلطانہ کو کسی اور دن کی یادگاری نہیں کرنے دی۔

("میں۔۔میں ان سے محبت نہیں کرتی۔"اس نے دل ہی دل میں خود سے کہا تو اس کی بڑی سیاہ آنکھیں نم ہو گئیں۔

وہ خاموشی سے سیاہ مخملی آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں اور اس پر روشن پورے گول چاند کو دیکھتی رہی۔)

"میں چاہتا ہوں کہ وہ آج یہاں نہ آئے۔" وہ ابھی بھی آسمان کو تک رہا تھا۔

گلہانے پارک کی خوشبوداری ایک خوابوں کی دنیا کا دروازہ کھول رہی تھی جہاں راحتوں کی خوشبو محسوس ہوتی۔

("یا شاید! ایسا نہیں ہے۔" اور یہ سوچتے ہی اس نے سر جھٹکا۔ یوں کہ ان سوچوں سے پیچھا چھڑانا چاہ رہی ہو۔ لیکن پھر اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔)

"تم نہیں آؤ گی۔ میں جانتا ہوں۔" اس نے زیر لب بڑبڑا کر خود کلامی کی۔

اس کے ہاتھ میں وہ سرخ گلاب ابھی تک بالکل تازہ تھا۔

اس رات آسمان پر روشن ستاروں نے سلطان اور سلطانہ کی محبت کی کہانی کو روشن کر دیا۔

("اگر میں ان سے ملنے نہ گئی تو؟" اسے اپنا بھاری دل مزید بھاری محسوس ہونے لگا۔ جس میں ایک عجیب سا خوف بھی موجود تھا۔ کسی کو کھو دینے کا خوف!۔

اس کی ناک اور رخسار سرخ پڑ گئے تھے۔

"اگر میں نے انہیں کھو دیا؟" آنکھیں مزید برسنے لگیں۔

"لیکن! اگر میں ان سے ملنے چلی گئی تو میں اپنے اللہ کو ناراض کر دوں گی۔")

براق نے آسمان سے نظر ہٹا کر ہاتھ میں تھامے اس سرخ گلاب کو دیکھا۔ وہ جلد ہی مرجھا جائے گا۔

وہ جانتا تھا یہ۔۔ لیکن اگر یہ پھول اس کی سلطانہ کے ہاتھ میں مرجھاتا تو اس پھول کے ساتھ ساتھ ان کی محبت نے بھی مرجھا جانا تھا۔

یہ رات ان کی یادوں کا حصہ بننے جا رہی تھی۔

("میں نہیں آؤں گی براق!۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ۔۔" وہ زیر لب بڑبڑائی اور خاموش ہو گئی۔۔ پھر سسکی۔۔ آنکھوں سے متواتر آنسو جاری تھے۔)

"تم یہاں مت آنا!۔ میں ہماری محبت کی ہار نہیں چاہتا۔"

وہ اس سرخ گلاب کو دیکھ رہا تھا جو اب پہلے سے کم تازہ لگ رہا تھا۔

(اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنے گال رگڑے۔۔ دو تین گہری سانسیں لے کر بالکونی سے رخ موڑ کر اپنے کمرے میں آئی۔ ہر طرف تاریکی چھائی تھی۔۔ تمام بتیاں بجھی تھیں۔

وہ اب خاموشی سے اپنے سنگل بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔ کمبل اوپر تک اوڑھا۔۔ گھٹنوں پر اپنا سر جھکا لیا۔۔ برسات دوبارہ شروع ہو گئی۔)

براق کی نیلی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ فتح کی چمک۔ وہ خاموشی سے وہاں اس کا انتظار کرتا رہا یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ نہیں آئے گی۔ ان کی محبت اس خاموشی میں گونج رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ انتظار بے سود نہیں رہے گا۔" اس نے دل ہی دل میں خود سے کہا اور پھر مسکرایا۔

("میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے سمجھ سکو۔" وہ زخمی سے انداز میں دل ہی دل میں خود سے کہہ رہی تھی۔

ہر لمحہ ایک جواہر تھا۔)

"تم میری ملکیت ہو۔" آسمان کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

(نینا بس خاموشی سے بیڈ پر بیٹھی رہی۔ وال کلاک پر وقت دیکھا تو رات کے بارہ بجنے میں صرف نو منٹ باقی تھے۔ اس کا دل بہت زخمی تھا۔ وہ خود کو بکھرا بکھرا سا محسوس کر رہی تھی۔

"میں نہیں آؤں گی براق!۔ میں نہیں آؤں گی۔" سر نفی میں ہلاتے ہوئے اس نے اپنے آپ سے کہا۔

وہ خاموش تھا۔

بہت خاموش۔ لیکن یہ لمحے اس کے لیے بے حد قیمتی تھے۔

(وہ بھی خاموشی سے بس اشک بہا رہی تھی۔)

رات کے اس پر فتن دائرے میں۔۔ سلطان اور سلطانہ نے خود کو خاموشی اور محبت کی اس بھول بھلیاں میں کھو دیا!

مشترکہ خوابوں کی بھول بھلیاں !۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر6

"آسمانوں پہ لکھا"

اعتماد کے ٹوٹنے کے بعد

محبت کی تباہی کے بعد

اپنی ذات کو کھو دینے کے بعد

انسان کو احساس ہوتا ہے کہ

وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھا ہے۔

لیکن

اس دور کے بعد

ایک نیا دور آتا ہے

جو شاید اس سے بھی کئی زیادہ

کٹھن ہو

مگر

اس دور کا اختتام کٹھن نہیں ہوتا

کیونکہ

اس دور کے آخر میں

انسان اپنی ذات کو

مزید کھونے کی بجائے

ڈھونڈ لیتا ہے۔

(نظم بقلم نگاہ راحیل۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سورج کا طلوع ہونا ایک نئے دن کا اعلان کر رہا تھا۔

آفتاب کی سنہری روشنی جب اس کی آنکھوں پر گری تو اس نے اپنی نیلی آنکھیں کھولیں۔

(سورج کی ان کرنوں نے سلطان سے اس کی سلطنہ کا وعدہ کیا۔)

وہ ابھی تک بینچ پر ویسے ہی بیٹھا تھا لیکن اس کے چہرے پر تھکن کے کوئی تاثرات نہیں تھے۔

(آخر وہ اپنی سلطانہ کا انتظار کرتے ہوئے کیسے تھک سکتا تھا؟)

اس کے ہاتھ میں موجود سرخ گلاب اب تک مرجھا چکا تھا۔

(اس گلاب کے مرجھانے سے ان کی محبت نہیں مرجھائی۔)

سرخ مرجھائے ہوئے گلاب کو اپنی جیب میں رکھتے ہوئے وہ بینچ سے اٹھا۔۔اور وہاں سے جانے لگا۔

رات بھر اس کا انتظار کرنے کی وجہ سے وہ سویا نہیں تھا۔۔اس کی آنکھ بھی سورج طلوع ہونے سے کچھ ہی دیر پہلے لگی تھی۔۔ جس وجہ سے اس کی آنکھیں ہلکی سرخ ہوئی پڑی تھیں۔

گلہانے پارک سے نکلتے ہوئے اس کے چہرے پر زیر لب ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ یہ مسکراہٹ کسی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے دل میں جگہ دے دینے کی گواہی دے رہی تھی۔

(سلطانہ نے سلطان کے ایک اور امتحان میں بھی کامیابی حاصل کر لی۔

ویسے اگر سلطانہ کو یہ پتا چلتا کہ وہ اس کا امتحان لے رہا ہے تو سلطانہ یہ ضرور کہتی "آخر آپ ہوتے کون ہیں میرا امتحان لینے والے؟ ہونہہ!۔")

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آفتاب کی روشنی کھڑکی سے ہوتے ہوئے اس کے کمرے میں ہر سو رقص کر رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ پورا کھلا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی سو کر اٹھی تھی۔ اس نے ناشتہ اپنے کمرے میں ہی کیا تھا۔

وہ اب اضطراب اور بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہلنے کے ساتھ ساتھ بار بار اسے کال ملا رہی تھی لیکن دوسری جانب سے وہ فون نہیں ریسیو کر رہی تھی۔

"نینا فون تو اٹھاؤ۔ "اس نے ناگواری سے کہا۔۔ موبائل پر ایک بار پھر اس کا نمبر ملایا۔۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس نے بے دلی سے موبائل بند کیا اور بیڈ کے ایک طرف اچھال دیا۔

اور پھر۔۔ اس کے کانوں میں گھر کے داخلی دروازے کے کھلنے کی آواز گونجی۔۔ یہ آواز پھر کسی کے قدموں کی آواز میں تبدیل ہو گئی۔

وہ کمرے سے باہر نکلی۔۔ اس نے دیکھا کہ براق راہداری میں چلتا ہوا اپنے کمرے میں جا رہا تھا۔ وہ تیز قدموں کے ساتھ اس کی جانب بڑھی۔۔ چہرے پر امید سے بھری مسکان پھیلی تھی۔

"آبے! کیا نینا وہاں آئی؟ "بغیر سلام دعا کے اس نے پرجوشی کے عالم میں پوچھا۔۔ وہ کافی تیز بھاگی تھی۔۔ اسی لیے اس کا سانس پھول رہا تھا۔ براق پہلے زیر لب مسکرایا۔۔ اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

میرائے کے چہرے پر کچھ لمحے پہلے جو امید۔۔اور مسرت کے تاثرات تھے وہ یک دم فنا ہو گئے۔ وہ ساکت سی رہ کر براق کو خاموشی سے دیکھنے لگی۔

براق اس کی نظروں کو پہچان گیا تھا۔۔اسے یقیناً نینا پر غصہ آ رہا تھا۔۔وہ خاموشی سے وہاں سے جانے لگا اور سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

میرائے وہیں کھڑی رہی۔۔اس کے اعصاب تنے۔۔دکھ سے زیادہ غصہ آیا تھا اسے نینا پر۔اس نے ضبط سے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچی اور لب کچلتے ہوئے فوراً اپنے کمرے میں گئی۔

اس نے بیڈ کے ایک طرف پڑا اپنا موبائل اٹھایا۔۔اس کی اسکرین روشن کی۔۔نینا کو دوبارہ سے فون ملایا۔اب کی بار نینا نے اس کی کال ریسیو کرلی۔

"تم براق آبے سے ملنے کیوں نہیں گئی؟" دوسری جانب سے اس نے جیسے ہی فون اٹھایا تو اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔اس نے ایک گہری سانس لی۔

"میرائے! مجھے ایسے ملنا اچھا نہیں لگتا۔" اس نے بھی صاف صاف سے کہہ ڈالا۔

"کیوں؟" اس نے ناسمجھی کا اظہار کیا۔

(وہ کچھ حیران بھی تھی۔۔براق یامان ترکیے کی فوج کا **"کمانڈران چیف"** تھا۔۔اس نے نینا کو بلایا تھا اور وہ اس سے ملنے نہیں گئی؟ آخر ایسے کون کر سکتا ہے؟

وہ کیا جانے کہ نینا "**خلق**" کو راضی رکھنے کی بجائے "**خالق**" کو راضی رکھنے کی فکر کرتی۔)

"کیونکہ میرا دین اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔" لہجہ دوٹوک تھا۔

(میرائے کو ایسا لگا جیسے کسی نے ایک زوردار تھپڑ اسے مارا ہو۔ وہ اتنا بڑا سبق حاصل کر کے بھی شاید اس سے اب تک کچھ نہ سیکھ سکی تھی۔)

"کیا مطلب؟ وہ تو تمہیں صرف پرپوز کرنا چاہتے تھے۔ اگر تم ان سے مل لیتی تو اس میں کیا برائی تھی؟" وہ جھنجھلا گئی۔

"میں یہ کیسے مان لوں کہ وہ مجھے صرف پرپوز کرنا چاہتے تھے؟" اس نے ایک گہری سانس لینے کے بعد کہا تو میرائے کے ابرو حیرانی سے سکڑے۔۔ اور پھر اس کے چہرے کے تاثرات غصے کے مارے تن سے گئے۔

"تم جانتی بھی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" اس کی آواز میں اب کی بار سختی تھی۔

"میں اچھے سے جانتی ہوں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔" اس نے بھی اب کی بار اسی کے لہجے اور انداز میں جواب دیا۔ میرائے لب کاٹنے لگی۔

"دیکھو ہم کسی بھی انسان کی نیت نہیں جان سکتے۔ رہی بات کہ وہ مجھے پرپوز کرنا چاہتے تھے تو وہ یہ بات مجھ سے ملے بغیر بھی کر سکتے تھے فون پر۔۔ یا پھر وہ یہ بات میرے ماں باپ سے بھی کر

سکتے تھے۔"اس کے الفاظ میرائے کو بہت تکلیف دے رہے تھے کیونکہ اس کے الفاظ میں حقیقت تھی۔۔ سچائی تھی۔

"مجھے ایک بات بتاؤ نینا۔اگر کوئی تم سے محبت کرتا ہو اور وہ صرف تم سے ملنا چاہتا ہو تو اس میں کیا برائی ہے؟"چند لمحے بعد اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔۔اس نے در حقیقت یہ سوال صرف اپنی ذات کی تسکین کے لیے پوچھا تھا۔

(وہ مرات سے ملنے جایا کرتی تھی۔۔ صرف اس لیے کیونکہ وہ اس سے محبت کرتی تھی۔اس کے ساتھ جو بھی ہوا۔۔اس کا قصوروار اس نے مرات اور براق کو ٹھہرایا۔اپنی غلطیوں۔۔گناہوں پر اس نے نگاہ دہرانا بھی ضروری نہ سمجھا۔لیکن اب نینا کی باتیں اسے اپنی ذات پر سوال اٹھانے پر مجبور کر رہی تھیں۔)

"برائی ہے۔ہم کسی بھی انسان کی نیت نہیں جان سکتے۔آپ کو کیا معلوم کہ جو انسان آپ سے محبت کے دعوے کرتا ہو وہ سب دعوے جھوٹے ہوں؟کیا پتا وہ شخص آپ کو دھوکہ دے رہا ہو؟"میرائے کو لگا کہ وہ ابھی چیخ چیخ کر رونے لگے گی۔

"لیکن اعتماد کا کیا؟"اس نے زخمی سے انداز میں پوچھا۔

"مطلب؟"وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔۔میرائے نے ایک گہری سانس لی۔۔اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھر آئی۔

"مطلب وہ شخص اگر آپ سے کہے کہ اگر تم اس کی بات نہیں مانو گی۔۔تو۔۔اٹ مینز کہ ہم اس سے محبت نہیں کرتے۔"اس نے ہچکچاتے ہوئے اپنی بات اسے سمجھانا چاہی تو اسے اس کی بات سمجھ میں آگئی۔

"جب ایک شخص آپ کو اپنی محبت کی وجہ سے بلیک میل کرنے لگ جائے تو سمجھ جاؤ کہ وہ محبت نہیں ہے۔"اس نے کہنا شروع کیا۔۔میرائے بیڈ پر ڈھے سی گئی۔۔فون کان سے لگائے رکھا۔

"ایسے میں ہمیں ایک بات یاد رکھنی ہوتی ہے۔وہ یہ کہ کسی بھی انسان سے ہم نے اتنی محبت نہیں کرنی کہ اس کی وجہ سے ہم اپنی ویلیوز کو بھول جائیں اور خاص طور پر ہم اپنے اللہ کو بھول جائیں۔" اس نے مزید کہا۔

گلٹ کے احساسات نے میرائے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔اسے اس وقت نینا کی باتوں سے کچھ الجھن ہو رہی تھی بالکل اسی شخص کی طرح جو گہری نیند میں سو رہا ہو اور اسے کوئی شخص اس نیند سے جگانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"تم جانتی ہو اللہ نے محبت کرنے والوں کے لیے صرف ایک ہی راہ بتائی ہے اور وہ ہے نکاح۔"

وہ اسے خاموشی سے سنے جا رہی تھی۔

(نینا کے الفاظ اسے تاریکی سے نکال سکتے تھے

لیکن صرف تب

اگر وہ اس تاریکی سے خود نکلنا چاہے۔)

"اللہ نے نامحرموں سے ملنے کی اجازت صرف تب دی ہے جب کوئی ضروری معاملہ ہو۔یوں ملنا اللہ کو پسند نہیں۔" اور پھر اس نے اپنی بات مکمل کی۔میرائے کو احساس تک نہ ہوا کہ اس کی آنکھوں سے کب آنسو بہنا شروع ہوئے۔اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔

نینا کو محسوس ہوا کہ وہ رو رہی ہے۔۔اس نے یہ پوچھنے کے لیے لب کھولے لیکن میرائے نے اس کی نوبت نہ آنے دی۔

"اچھا میں اب فون رکھتی ہوں۔" اس نے خود کمپوز کرتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔۔آواز کچھ روہانسی تھی۔۔نینا کو مزید شک ہوا۔۔اس سے پہلے کہ وہ پوچھتی۔۔میرائے نے گھبرا کر فون بند کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات نے اپنے پر استنبول پر پھیلا دیے تھے۔چاند کی ٹکیہ بہت ہی حسین لگ رہی تھی رات کی تاریکی میں۔باہر ہلکی ہلکی سی ٹھنڈی ہوا بھی مچل رہی تھی۔

وہ کچھ دیر پہلے ہی گھر لوٹا تھا۔۔ کھانا بھی اس نے باہر ہی کھایا تھا۔میراائے نے رات کا کھانا بھی اپنے کمرے میں ہی کھایا۔ جیمرے خاتون سمجھ نہیں پارہی تھیں کہ آخراسے ہوا کیا ہے۔انہوں نے اس سے پوچھنے کی کوشش کی تواس نے یہ ہی ظاہر کیا کہ سب ٹھیک ہے۔۔وہ بس کچھ وقت اکیلے گزارنا چاہتی ہے۔

وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس تھا۔صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے۔۔لیپ ٹاپ پر کوئی کام کر رہا تھا جب اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔وہ جانتا تھا کہ کون ہے اس لیے اس نے اندر آنے کی اجازت دی۔

میراائے پیر پٹختے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا موڈ خراب ہے۔

"آپ نے اب کیا فیصلہ کیا ہے براق آبے؟"اس نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔

"کس بارے میں؟"اس نے لیپ ٹاپ کی اسکرین سے نظریں ہٹائے بغیر بے نیازی کے ساتھ سوال پر سوال کر ڈالا۔

"نینا کے بارے میں۔" وہ تیز لہجے میں کہتے ہوئے اس کے برابر میں صوفے پر آکر بیٹھی۔

"اس کے بارے میں میرا فیصلہ وہی ہے جو پہلے تھا۔"لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے اس نے بے حد ٹھنڈے اور پر سکون لہجے میں کہا۔۔اسے تعجب ہوا۔

"کیا؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس نے آپ کو دھوکہ دیا؟"لیپ ٹاپ کو سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس کے ہاتھ یک دم رکے تھے۔۔اس نے ایک سرد نگاہ میرائے پر ڈالی۔

"دھوکہ ؟"وہ کچھ حیران بھی ہوا تھا۔۔میرائے جواباً خاموش رہی۔

"تم کیا کہہ رہی ہو میرائے ؟نینا نے مجھے کوئی دھوکہ نہیں دیا۔اس بیچاری کو تو شاید معلوم بھی نہ ہو کہ میں اس کے لیے کیا جذبات رکھتا ہوں۔اور تو اور میں نے اسے ایک دم ملنے کو جو کہا۔۔وہ یقیناً کافی شاکڈ ہو گئی ہو گی۔"اس نے جب کچھ نہ کہا تو وہ بول اٹھا۔

"پھر آپ نے تھوڑا انتظار کیوں نہیں کیا؟ایک دم ہی اسے یوں پروپوز کرنے کا ارادہ۔۔کیوں؟" وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"میں ہر کام فوراً کرنے کا عادی ہوں۔مجھے وہ اچھی لگی۔۔میں نے اس سے شادی کا ارادہ کر لیا۔ سمپل !۔"اس نے ذرا سے کندھے اچکا کر کہا۔

"اور اگر آپ اپنی اس جلد بازی کی وجہ سے اسے کھو بیٹھے تو؟"اس نے پوچھا تو وہ زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"اگر وہ میری قسمت میں ہوئی تو مجھے مل جائے گی۔"اس نے نرم لہجے میں مسکرا کر جواب دیا۔۔ میرائے نے سر جھٹکا۔

"ویسے۔۔وہ آپ کے بلانے پر بھی نہیں آئی۔اس نے آپ کی محبت کی قدر نہیں کی۔ یہ دھوکہ نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟"

"دھوکے کے ساتھ ساتھ اس نے آپ کی بے عزتی بھی کی ہے۔"اس کا لہجہ طیش سے بھرا تھا۔

براق سمجھ گیا تھا کہ اس کے طیش کی وجہ نینا نہیں ہے۔

"یہ اس کا کردار ہے۔"اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔اس کا جواب سنتے ہی وہ ساکت سی رہ گئی۔۔اسے لگا کہ اس کے گلے میں کچھ پھنس گیا تھا۔

"وہ اپنی اہمیت جانتی ہے۔وہ کسی بھی نا محرم پر اعتماد نہیں کر لیتی۔اور وہ کسی کے بھی بلانے پر اندھی اور بہری بن کر نہیں چلی جاتی۔" وہ سنجیدگی سے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔ حالانکہ وہ اپنے الفاظ سے میرائے کو ٹارگٹ نہیں کر رہا تھا لیکن اس کے باوجود اس کے الفاظ میرائے کے لیے کڑوے ثابت ہو رہے تھے لیکن **"سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے"**۔

اور سچ کڑوا کیوں ہوتا ہے؟

کیونکہ ہم نے اسے کڑوا بنا دیا ہے۔

"وہ سب سے زیادہ محبت اس سے کرتی ہے جو سب سے زیادہ محبت کا حقدار ہے۔" دوٹوک لہجے میں کہنے کے بعد وہ ذرا سا مسکرایا۔

"ک۔۔کون؟"اس نے دبی دبی سی آواز میں پوچھا۔

"اللہ۔وہی تو ہے جس سے محبت سب سے زیادہ کرنی چاہیئے۔"وہ نرم لہجے میں کہتا ہوا صوفے سے اٹھا۔

میرائے کی آنکھوں میں گہری نمی چھا گئی تھی۔وہ بھی صوفے سے اٹھی۔۔براق سے نظریں ملائے بغیر تیز قدموں کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد براق نے تاسف سے سر جھٹکا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نہ کوئی جادہ،نہ کوئی منزل

کسی مسافر کو

اب دماغ سفر نہیں ہے

یہ رات بھی اس کے اوپر ہمیشہ کی طرح بہت بھاری گزر رہی تھی۔راتیں ہمیشہ سے اس کے لیے بھاری نہیں ہوا کرتی تھیں بلکہ یہ تو تب سے ہونا شروع ہوا جب اسے ایلدار کی حقیقت معلوم ہوئی۔

لیکن یہ رات آج کچھ زیادہ ہی بھاری گزر رہی تھی۔

کمرے کی صرف کچھ ہی بتیاں جلی تھیں۔۔دروازہ اس نے اندر سے لاک کرر کھا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔۔بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے۔۔اس کے بھاری دل کی گہرائیوں کے اندر دائمی طوفان کی طرح غم۔۔رنجھ۔۔دکھ اور پچھتاوا بسیرا کرر ہا تھا۔

پہلے اس کے ذہن میں بار بار وہ وڈیو جگمگا رہی تھی جو براق نے اسے کچھ دن پہلے مرات (ایلدار) کی حقیقت بتانے کے لیے دکھائی تھی۔

خط غلامی لکھ دے غیرت تو بھی گلہ کیا لکھئے اب

چھیڑ تو دیکھو میرا خط وہ غیروں سے پڑھواتے ہیں

("ایسی لڑکیوں کے لیے کون جذبات رکھتا ہے جو اپنے ہی گھر والوں سے جھوٹ بول کر اپنے ماشوک سے ملنے آتی ہوں؟"

اس کا دل وہ وڈیو دیکھ کر اس وقت بھی غمزدہ تھا اور اب بھی۔)

"میرا کیا قصور تھا؟"اس نے خود سے سوال کیا۔۔نیلی آنکھوں میں سے موتی برس رہے تھے۔۔ یہ آنسو بارش کے نہ ختم ہونے والے قطروں کی طرح بہہ رہے تھے۔

اور پھر

اس کا ذہن کچھ سال پہلے کی طرف بھاگنے لگا یوں کہ اس نے اپنی ذات کا جائزہ لینا شروع کیا ہو۔

کچھ سال پہلے۔

جب یامان بے شہید ہوئے۔۔اس وقت اس کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔یہ منظر اس کے بیڈ روم کا تھا جہاں ہر سو پھیلی سورج کی تیز روشنی بھی اس کے دل کی تاریکی کو ختم کرنے میں ناکام تھی۔

وہ اپنے کمرے میں ایک کونے پر۔۔اپنے گھٹنوں پر سر جھکائے بیٹھی اپنی آنکھوں میں سے بس متواتر آنسو بہائے جا رہی تھی۔۔آنکھیں۔۔رخسار اور ناک اشک بہا بہا کر سرخ ہوئے پڑے تھے۔

کمرے کے باہر بھی پورے گھر میں یہی حال تھا۔وہ اکیلی نہیں تھی جو اس غم کے ملنے پر رو رہی ہو۔جس محل میں پہلے کبھی صرف ہنسی گونجتی تھی آج وہاں صرف اشک بہائے جا رہے تھے۔

"بابا!آپ مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے ؟"اس نے بکھرے بکھرے انداز میں گھٹنوں سے سر اٹھا کر دھیمی آواز میں کہا۔

آنسو غم کے طوفان کی طرح ابھی تک اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔یہ طوفان اس وقت کوئی نہیں روک سکتا تھا!کوئی بھی نہیں۔

(لیکن!

طوفان کا ایک مسئلہ ہوتا ہے

وہ خود چلا تو جاتا ہے

مگر اپنے اثرات

ضرور چھوڑ جاتا ہے۔)

"آپ تو کہتے تھے کہ آپ میرائے سے بہت پیار کرتے ہیں تو پھر آپ نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" وہ سسکی۔

"میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟" لہجہ شکوہ کن تھا۔۔اور پھر اس کے کانوں نے سنا کہ باہر موجود لوگ بار بار "جیمرے خاتون! جیمرے خاتون!" پکار رہے تھے۔اس نے فوراً اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر کا منظر دیکھا۔۔جیمرے خاتون بیہوش ہو گئی تھیں۔۔انہیں وہاں موجود دو تین عورتیں اپنے ساتھ لیے ان کے کمرے میں لے جا رہی تھیں۔

وہ اپنے کمرے میں واپس آئی۔۔دروازہ بند کیا اور فرش پر ہی ڈھے سی گئی۔

"دنیا تو ایسے ہی رہے گی بابا! لیکن میری زندگی آج سے ختم ہو گئی ہے۔" وہ زیر لب بڑبڑائی اور پھر۔۔اس کی نیلی آنکھوں میں سے غم کی برسات دوبارہ جاری ہو گئی۔ یہ غم اس کے لیے واقعی بہت بھاری تھا۔

(لیکن

غم کا بھی ایک مسئلہ ہوتا ہے!

یہ انسان کو یا تو لوگوں سے اور اس دنیا سے بالکل بے نیاز کر دیتا ہے

یا پھر

یہ انہیں

لوگوں اور دنیا کے لیے دیوانہ بنا کر بے مول کر دیتا ہے۔)

(مگر

بہتر شخص وہ ہے جو ان دونوں میں سے کسی بھی راہ کو نہ اپنائے کیونکہ ان دونوں میں میانہ روی نہیں ہے!

اور

کسی بھی چیز کی زیادتی خطرناک ہوتی ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چند دن بعد۔

یہ منظر ایک کلاس روم کا تھا۔وائٹ بورڈ پر پچھلے پیریڈ کے لیکچر کے اہم نکات لکھے تھے۔۔جن میں سے کچھ مٹ چکے تھے۔وہاں موجود باقی لڑکیوں کی طرح وہ بھی یونیفارم میں ہی ملبوس تھی۔۔سنہرے بال ایک چوٹی میں بندھے تھے۔۔نیلی آنکھیں ہلکی سی گلابی پڑی تھیں۔یامان بے کو شہید ہوئے ابھی صرف کچھ ہی دن ہوئے تھے۔۔وہ رات کو دیر تک آنسو بہاتی۔۔اسی بنا پر اس کی آنکھیں یوں گلابی پڑی تھیں۔

ایک لڑکی اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی تھی۔ان کی کرسیوں کے سامنے ایک ڈیسک پڑا تھا جس پر انہوں نے اپنی سائنس کی نوٹ بکس رکھی ہوئی تھیں۔ابھی ان کی کلاس کی ٹیچر نہیں آئی تھیں۔

"اور بتاؤ آئی بکے! تم نے وہ فلم دیکھی پھر؟"میرائے نے اس لڑکی کو مخاطب کیا جو اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی تھی۔وہ اب پہلے سے کچھ بہتر تھی۔۔کم از کم اس نے لوگوں سے بات کرنا شروع کر دیا تھا۔

"نہیں جان! مجھے ٹائم نہیں ملا۔"اس نے دوستانہ لہجے میں جواب دیا۔۔اور پھر وہ دونوں کچھ دیر یونہی باتیں کرتی رہیں۔

ان سے آگے والے ڈیسک کے ساتھ بھی دو کرسیاں رکھی تھیں۔۔ان پر بیٹھی دو لڑکیوں نے چہرہ موڑ کر آئی بکے کو دیکھا۔

"آئی بکے !ادھر آؤ! ہمیں تمہیں کچھ بتانا ہے۔"ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے دوستانہ انداز میں اسے بلایا۔

آئی بکے نے ایک نظر انہیں دیکھا جو بڑی خوش دلی سے اسے بلا رہی تھیں اور پھر اس نے ایک نظر میرائے کو دیکھا جس کی نظروں میں اس کے لیے انکار تھا۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرائے کو برا لگے گا۔۔آئی بکے ان کی بات سننے چلی گئی۔اس سے پہلے اس نے نرمی سے میرائے کے کندھے تھپتھپائے۔۔جیسے اسے کہہ رہی ہو کہ وہ جلدی سے ان کی بات سن کر اس کے پاس واپس آئے گی۔

جب وہ ان دو لڑکیوں کی بات سننے جا رہی تھی تو وہ اسے خفا خفا سا گھور رہی تھی۔۔اس کا دل یک دم بہت دکھا تھا۔

آئی بکے اور ان دو لڑکیوں کی باتیں کافی دیر تک چلتی رہیں۔

جتنی دیر تک آئی بکے اور وہ باقی لڑکیاں آپس میں باتیں کرتی رہیں تب تک میرائے انہیں گھورتی رہی۔یوں کہ اس کا دل چاہ رہا ہو کہ وہ ابھی ان کے پاس جا کر آئی بکے کو کھینچ کر اپنے ساتھ لے آئے۔

(اس کا یہ رویہ صاف یہ بتا رہا تھا کہ وہ دوستی اور محبت جیسے جذبات میں میانہ روی اختیار کرنا نہیں جانتی تھی۔وہ بہت زیادہ پوزیسیو تھی۔

یوں کہہ لو کہ وہ دوستی اور محبت کی پیاسی تھی۔)

آئی بکے مسکراتے ہوئے جب واپس اس کے پاس آئی تو اس نے سر جھٹک کر چہرہ موڑ لیا۔۔اور اس سے کچھ دیر کوئی بات نہ کی۔۔وہ اس کی خاموشی کی وجہ سمجھ گئی تھی۔

"کیا ہوا ہے میرائے؟"اگلا پیریڈ جب اوور ہوا تو اس نے اسے مخاطب کیا۔

"کچھ نہیں۔مجھے کیا ہو گا؟"اس نے تیکھے انداز میں جواباً کہا۔

"تم ناراض ہو مجھ سے۔"اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اس نے پوچھا تو میرائے نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"نہیں! میں کیوں ناراض ہوں گی؟ناراض تو دوستوں سے ہوا جاتا ہے۔"

اور اس کی اس بات نے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ ایسی باتیں صرف اور صرف آئی بکے کی توجہ حاصل کرنے کے لیے کر رہی تھی۔

(میرائے کا رویہ بہت زیادہ نیڈی اور کلنگی تھا ان لوگوں کے ساتھ جن سے وہ محبت یا دوستی رکھتی ہو۔)

"اوہو! تم تو ناراض ہی ہو گئی۔ دیکھو انہوں نے مجھے بلایا تھا تو میں ان کا دل رکھنے کے لیے ہی صرف ان کی بات سننے گئی تھی۔" اس نے اسے تسلی دیتے ہوئے سمجھایا۔

(لیکن آئی بکے کا دل اس کو تسلی دینا نہیں چاہ رہا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ میرا ئے غلط ہے۔ دوستی یا محبت کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنے دوست یا محبوب کے علاوہ کسی اور سے بات نہیں کر سکتے۔

آزادی چھیننا دوستی یا محبت کا نام نہیں ہے۔)

"لیکن تم میری دوست ہو۔ صرف میری! ۔ تم ان سے بات کرنے کیوں گئی؟ تم مجھے اگنور کر رہی تھی۔" اس نے تیز لہجے میں خفگی قائم رکھتے ہوئے کہا تو وہ بالکل حیران نہ ہوئی۔ وہ اس کے اس رویے سے واقف تھی۔ مگر اب اس کا یہ رویہ آئی بکے کو عجیب لگنے لگ گیا تھا یوں کہ وہ اس سے اکتانے لگی تھی۔

"اگر میں تمہارے علاوہ کسی اور سے بات کروں تو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ میں تمہیں اگنور کر رہی ہوں۔ اور دوستی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمہارے علاوہ اور کسی سے بات ہی نہ کروں۔" اس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔۔ لیکن وہ نہ سمجھی۔

"یو نو واٹ! میں تمہاری دوستی کسی کے ساتھ شئیر نہیں کر سکتی۔ میں تمہیں ایک آپشن دیتی ہوں۔" اس نے ذرا سے ابرو اچکا کر کہا۔

"کیسی آپشن ؟" وہ کچھ سمجھ نہ پائی۔

"یا تو تم مجھ سے دوستی ختم کر لو اور باقی سب کی دوست بن جاؤ۔ یا پھر تم صرف اور صرف مجھ سے دوستی رکھو۔" وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہی تھی اور آئی بکے کو یہ صرف ایک مذاق لگ رہا تھا۔

(وہ جانتی تھی کہ میرائے کا اس کے علاوہ اور کوئی دوست نہیں ہے اس لیے اگر اس نے فرسٹ آپشن چوز کر بھی لیا تب بھی میرائے اسے ایسا نہیں کرنے دے گی کیونکہ میرائے نے خود کو اس کی دوستی کے دائرے میں قید کر لیا تھا۔ یوں کہ اس کی اس کے علاوہ اور کوئی زندگی ہی نہ ہو۔)

"تم پاگل تو نہیں ہو ؟" اس نے ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔۔ اس کے چہرے پر ناگواری مزید بڑھی۔

"میرائے دیکھو ہر ریلیشن میں اسپیس کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم یہ کیوں نہیں سمجھتی کہ ۔۔" وہ اسے پھر سے سمجھانے کی کوشش کرنے لگی لیکن اس نے اس کی بات کاٹ دی۔

"لتفین (پلیز)! مجھے تمہارا لیکچر نہیں سننا۔ میں نے تمہیں جو آپشن دی ہے اس کے بارے میں سوچو۔" وہ ابھی تک اسی بات پر اٹکی ہوئی تھی ۔۔ آئی بکے نے اکتا کر ایک گہری سانس لی۔

"اللہ اللہ ! میری جان میں تمہیں کیسے چھوڑ سکتی ہوں ؟" اس نے اب کی بار بے حد پیار سے اس سے کہا ۔۔ وہ یک دم چہکی ۔۔ وہ دونوں نرمی سے ایک دوسرے سے گلے ملیں۔

(مگر سچ یہ تھا کہ آئی بکے کو میرائے کے حال پر صرف اور صرف ترس آیا تھا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کچھ سال بعد۔

مرات سے اس کی پہلی ملاقات تب ہوئی جب وہ اپنے ویلفئیر سینٹر (فلاحی ادارے) میں موجود تھی۔

سورج کی سنہری کرنوں نے استنبول کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ یہ دھوپ سے بھرپور دن محبت کی امید دل میں پیدا کرنے والے رنگوں سے رنگا ہوا تھا۔

وہ سارے کام نمٹا کر ولیفئیر سینٹر سے باہر آ رہی تھی۔۔اس وقت وہ ایک ہلکے گلابی رنگ کے لانگ فراک اور اسی رنگ کے سکارف میں ملبوس تھی۔

"مرحبا!۔" اپنی کار کی جانب بڑھتے ہی اسے یک دم کسی نے پکارا۔ پہل ایلدار (مرات) نے کی۔

وہ اس وقت سفید رنگ کی ڈریس شرٹ اور گہرے نیلے رنگ کی جینز میں ملبوس تھا۔۔ بال ہمیشہ کی طرح ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے بال اس کی آنکھوں کی طرح ہی سیاہ تھے۔ اس کی شخصیت نے میرائے کو پہلی نظر میں ہی اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ وہ واقعی بہت خوبصورت تھا۔

(مگر

وہ صرف ظاہری طور پر ہی خوبصورت تھا

دل سے نہیں!۔)

"مرحبا! آپ کون؟" اس نے ابرو اکٹھے کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میرا نام ایلدار ہے۔" اس نے اپنا تعارف کروایا۔

"جی ایلدار بے؟ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟" اس نے اسے سوالیہ نگاہوں سے تکتے ہوئے پوچھا۔

ایلدار جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے کچھ قدم اس کے قریب بڑھا۔

"میں آپ کی ویلفئیر آرگنائیزیشن میں کچھ پیسے ڈونیٹ کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس سے ضرورت مندوں کا بھلا ہو جائے اور ہم گناہ گار بھی کچھ نیکیاں کما لیں۔" اس نے ذرا سے شانے اچکا کر خوش گوار لہجے میں کہا۔۔اس کے بات کرنے کے انداز میں کچھ تھا جس نے میرائے کو بہت متاثر کیا۔

"مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی۔ لیکن مجھے ابھی ایک کام سے جانا ہے۔ آپ مجھے اپنا نمبر دے دیں میں آپ کو فری ہو کر کال کروں گی۔" اس نے اپنی کلائی پر پہنی ہوئی رسٹ واچ پر وقت دیکھتے ہوئے جلدی میں کہا۔

ایلدار نے اسے اپنا نمبر بتانا شروع کیا۔۔اس نے اس کا نمبر اپنے موبائل میں سیو کر لیا۔

"مجھے آپ کی کال کا انتظار رہے گا میرائے صاحبہ!۔" اس نے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ قائم کرتے ہوئے کہا۔۔میرائے کو دیکھتی نگاہیں گہری تھیں۔

"ایک منٹ! آپ کو میرا نام کیسے معلوم؟" اسے اچنبھا ہوا۔۔وہ اس سوال کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"آپ کا نام۔۔وہ دراصل آپ ہی اس ادارے کی اونر ہیں نا! میں نے آپ کی اور آپ کی ٹیم کی وڈیو دیکھی تھی سوشل میڈیا پر جس میں آپ اس ادارے کے بارے میں بتا رہی تھیں۔"

وہ پہلے جواب دیتے ہوئے تھوڑا گھبرا گیا مگر جب اس نے میرائے کے چہرے کا اطمینان دیکھا تو اس کی گھبراہٹ غائب ہو گئی۔

"تمام۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو ٹھیک ہے میں فری ہو کر آپ کو کال کروں گی۔خدا حافظ۔"

اس نے مزید کہا اور پھر اس نے رخ موڑ لیا۔وہ اب اپنی کار کا دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ سنبھال رہی تھی۔

"جاؤ میرائے یامان! ایلدار از جان تمہیں الوداع کہتا ہے۔" جب اس کی کار روانہ ہو گئی تو اس نے ایک معنی خیز مسکراہٹ چہرے پر قائم کرتے ہوئے کہا۔۔اور یہ مسکراہٹ بھی کچھ لمحے بعد اس کے چہرے سے غائب ہو گئی۔اس کی آنکھوں میں کچھ دیر پہلے جو نرمی اور محبت جھلک رہی تھی وہ اب سختی۔۔درشتی۔۔نفرت اور ہر منفی تاثر میں بدل گئی تھی۔

(مرات کے لیے میر ائے ایک آسان شکار تھا۔ کیونکہ وہ جس مقصد کے لیے اس سے ملنے آیا تھا وہ اسے میر ائے سے ملتے ہی بہت آسان لگنے لگا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایلدار سے یوں اس کی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہوا۔

ابر آلو موسم کی خوشبو نے استنبول کو گھیر رکھا تھا۔ ہلکی ٹھنڈی ہوا اس پر فتن موسم میں رقص کر رہی تھی۔ یہ منظر ایک ریسٹورنٹ کا تھا۔ میز کے ایک طرف رکھی کرسی پر وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا تھا اور دوسری کرسی پر وہ ابھی آکر بیٹھی تھی۔

"آپ نے مجھے اس یسٹورنٹ میں کیوں بلایا ایلدار بے؟" ارد گرد نگاہ دہراتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ دھیرے سے مسکرایا۔۔اور کوئی جواب نہ دیا۔

"کیوں بلایا آپ نے مجھے؟" اس نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔

"بتاتا ہوں۔ اتنی جلدی کیا ہے؟" اس نے یہ کہتے ہوئے ویٹر کو بلایا۔ ویٹر ان کی ٹیبل تک آنے لگا۔

"میں کافی آرڈر کرتا ہوں۔ آپ کافی لیں گی؟" اس نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔۔ وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"ایوت!۔" اس نے جواباً کہا۔

ویٹر ان سے آرڈر لینے آیا۔۔ایلدار نے پہلے میرائے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ کافی آرڈر کرے۔۔اس نے اپنا آرڈر لکھوایا۔۔ایلدار نے بھی اپنے لیے وہی کافی کا فلیور لکھوایا جو میرائے نے لکھوایا تھا۔یہ بات میرائے نے نوٹ کی تھی۔۔وہ زیر لب مسکرائی۔

"میرائے! تم جانتی ہو جب میں تم سے پہلی بار ملا مجھے تم تب ہی سب سے مختلف لگی۔"جب ویٹر ان سے آرڈر لے کر چلا گیا تو اس نے کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوتے ہوئے نرم لہجے میں کہنا شروع کیا۔۔وہ اس کی نیلی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔۔وہ اسے سن کر یک دم چونکی۔

ان الفاظ نے اس کے دل کے ایوانوں میں محبت کی سمفنی کا پہلا گیت گایا۔

"تم بہت خوبصورت ہو۔اللہ نے تمہیں بڑے پیار سے بنایا ہے۔"اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے مزید کہا۔۔اس نے نظریں جھکالیں۔۔چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

(محبت کا یہ گیت!

اس کے لیے

کیسے بربادی کا گیت بنے گا

یہ وہ تب سمجھ نہ پائی!۔)

"تم یقین کرو! تم جس سے محبت کرو گی وہ واقعی بہت خوش نصیب ہو گا۔" اس نے مزید کچھ کہنا چاہا لیکن تب ہی ویٹر دونوں ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے ان کی ٹیبل تک آیا۔۔ٹرے میں رکھے دو کافی کے مگ اس نے باری باری ان دونوں کے سامنے رکھے۔

"میں تم سے سیدھی سیدھی بات کروں گا۔" ویٹر کے جانے کے بعد اس نے کہا اور کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا یا۔ میرائے نے ہلکا سا مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔۔اور کافی کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

"seni seviyorum!(میں تم سے محبت کرتا ہوں!۔)" اور اس نے بے حد پر سکون انداز میں کہا تو میرائے نے فوراً کافی کا مگ لبوں سے یوں ہٹایا جیسے اسے غوطہ آیا ہو۔۔وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ ایلدار کے یوں اچانک اقرار کرنے کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

وہ اسے یوں دیکھ کر مسکرایا۔۔میرائے نے نظریں جھکا لیں اور پھر دھیرے سے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"آپ نے یہ جو بھی کہا کیا یہ سچ ہے؟" وہ کچھ نروس ہو گئی تھی۔

"میں جھوٹ کیوں بولوں گا؟" جواب ترنت سے آیا۔ یہ سنتے ہی میرائے کے لیے یہ کائنات ایک دم بہت حسین بن گئی۔

"میں کیسے یقین کر لوں؟" ایلدار نے اپنے سامنے پڑے کافی کا مگ اٹھایا اور لبوں سے لگایا۔۔ کافی کے دو تین گھونٹ لیے پھر مگ واپس رکھا۔ستائشی انداز میں کافی کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہو کہ "آپ کی چوائس واقعی کافی اچھی ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ جو آگ میرے دل میں لگی ہے وہی آگ تمہارے دل میں بھی ہے۔" کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوتے ہوئے اس نے بے حد رومانوی انداز میں کہا۔

میرائے اب کافی پینا بھول گئی تھی۔۔ وہ تو اب اسے مزید سننے کی منتظر تھی۔

"میں تمہیں دنیا کی ہر خوشی دوں گا۔ کیونکہ میں سب سے زیادہ محبت صرف تم سے کرتا ہوں۔" اور پھر اس نے اپنی بات مکمل کر کے کافی کا ایک گھونٹ لیا۔

(اس کے ان الفاظ نے میرائے کی زندگی کو روشن کر ڈالا۔ وہ ہمیشہ سے یہی تو چاہتی تھی۔

محبت اور توجہ!۔

جو اسے اب مل رہی تھی۔

وہ اسے اب کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ اس کے دل کی گہرائیوں میں ایک خوف تھا۔۔ کہ اگر اس نے ایلدار کو ٹھکرا دیا تو شاید اس کے بعد اسے کوئی چاہنے والا نہ ملے۔)

وہ اسے سحر زدہ سی ہو کر خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

(وہ یہ بھول گئی تھی کہ دوسروں کی محبت اور توجہ صرف اسی کو ملتی ہے جس کو اس کی چاہ نہ۔)

"آپ کو صرف چند ہی ملاقاتوں میں مجھ سے اتنی محبت؟ کیسے؟"اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔۔وہ جواباً مسکرایا۔

"محبت وقت نہیں دیکھتی۔ کیونکہ محبت دل میں ہوتی ہے۔اور دل کسی کے اوپر انحصار نہیں کرتا۔ نہ وقت پر! نہ جگہ پر اور نہ حالات پر!۔"اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"تو بتاؤ کیا تم تھامنا چاہو گی میرا ہاتھ؟ ساری زندگی کے لیے؟"اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے پوچھا۔اس نے چند لمحے اس کا ہاتھ دیکھا۔۔اور پھر اس کا چہرہ۔

دھیرے سے مسکرا کر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔۔ایلدار معنی خیز انداز میں مسکرایا۔۔اس کی سیاہ آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی۔

(ایلدار کا ہاتھ تھامنا۔۔یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی لیکن یہ ہی غلطی اسے اپنی کھوئی ہوئی شناخت ڈھونڈنے پر مجبور کرے گی۔۔یہ وہ اس وقت نہیں جانتی تھی۔)

"تو میرائے یامان! اب سے تم صرف میری ہو۔"اور پھر میرائے نے اپنے ہاتھ پر اس کا لمس محسوس کیا۔۔اس کے رخسار سرخ پڑ گئے۔۔ مسکراہٹ بھی گہری ہو گئی۔یہ لمحہ اس کے لیے ایک جواہر تھا جسے وہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

موجودہ دن۔

وہ ابھی تک بیڈ پر بیٹھی بس اپنی سوچوں کا مقابلہ کر رہی تھی۔۔آنکھیں برس برس کر سوجھ گئی تھیں۔۔دل شکستہ تھا۔۔اسے اپنا وجود بوجھل سا محسوس ہو رہا تھا۔

"کیا میں نے غلط کیا؟" وہ زیر لب زخمی انداز میں بڑبڑائی۔

("ویسے۔۔وہ آپ کے بلانے پر بھی نہیں آئی۔اس نے آپ کی محبت کی قدر نہیں کی۔یہ دھوکہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟"

"یہ اس کا کردار ہے۔")

اس کا دل مزید گھٹن کا شکار ہونے لگا۔۔براق کے الفاظ اس کے دل و دماغ میں بار بار گونج رہے تھے۔

("وہ اپنی اہمیت جانتی ہے۔وہ کسی بھی نامحرم پر اعتماد نہیں کر لیتی۔اور وہ کسی کے بھی بلانے پر اندھی اور بہری بن کر نہیں چلی جاتی۔")

اس نے بے اختیار اپنے سینے پر ہاتھ رکھا یوں کہ اس کے دل پر کوئی سوئی چبی ہو۔۔آنکھوں میں سے غم کی برسات پھر شروع ہو گئی۔

("وہ سب سے زیادہ محبت اس سے کرتی جو سب سے زیادہ محبت کا حقدار ہے۔"

"ک۔۔کون؟"

"اللہ۔وہی تو ہے جس سے محبت سب سے زیادہ کرنی چاہیئے۔")

اس نے اپنے سینے پر سے ہاتھ اٹھایا۔۔دل میں ابھی بھی بے حد تکلیف ہو رہی تھی۔

"میں نے گناہ کیا۔"

پچھتاوے کے احساس نے اس پر اپنا سایہ ڈال دیا۔۔وہ تھوڑا آگے کو ہو کر بیٹھی۔

"میرا کردار!۔اللہ! میں کتنی۔۔" بارش کی طرح گرتے ہوئے آنسو اور بھاری دل کے ساتھ وہ اپنی بات مکمل نہ کر پائی۔لیکن اس کے آنسو سب چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔

اس نے یک دم آنکھیں موند لیں۔

"میں کس منہ سے آپ سے معافی مانگوں؟" وہ بلبلا اٹھی۔

"میں نے ہمیشہ سب سے جھوٹ کہا۔کبھی آنے سے تو کبھی براق آبے سے۔میں نے سب کا اعتماد توڑا۔۔اسی وجہ سے آج میرا اعتماد بھی ٹوٹ گیا۔" وہ ضبط کے ساتھ بستر پر بچھی چادر کو ہاتھ سے دبوچ رہی تھی۔

(اعتماد کے ٹوٹنے کے بعد)

اس نے دو تین گہری سانسیں لیں۔۔پھر اپنا موبائل بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا اور اس کی اسکرین روشن کی۔

آنسو ٹپ ٹپ کرتے موبائل کی اسکرین پر جا گرے۔اس نے انگلی کے پور سے موبائل کی اسکرین صاف کی۔

وہ اب موبائل کی گیلری کھول رہی تھی۔۔اس میں ایک تصویروں کا فولڈر تھا۔۔وہ فولڈر جو اسے اپنے موبائل میں پہلے سب سے زیادہ عزیز تھا۔۔آج اس فولڈر میں موجود تصویریں اس کے لیے صرف اور صرف "تکلیف" کا باعث بن رہی تھیں۔

وہ اپنی اور مرات کی تصویریں دیکھنے لگی۔ایک تصویر پر آکر وہ رک گئی۔۔وہ تصویر اس کی اور مرات کی تھی جب وہ دونوں ساحل سمندر پر گئے تھے۔۔وہ دونوں ایک ساتھ بیٹھے تھے۔۔ مرات نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔

"میں نے سب کا اعتماد صرف اس شخص کے لیے توڑا جو کبھی میرا تھا ہی نہیں۔بلکہ وہ تو کسی کا بھی نہیں بن سکا۔"اس نے اس تصویر کو کرب سے دیکھتے ہوئے سوچا۔

(محبت کی تباہی کے بعد)

اس سے اب مزید تصویریں نہیں دیکھی گئیں۔۔موبائل فوراً سے بند کیا اور اسے بیڈ کے ایک طرف اچھال دیا۔

"سب سے بڑی بات تو یہ کہ میں نے ہمیشہ خود سے جھوٹ بولا۔"

"میں نے خود کو اس کے پیروں تلے روند دیا۔" برسات ہنوز جاری تھی۔

اس کے ذہن میں چلنے والے یہ الفاظ بظاہر کسی کو سنائی نہیں دے رہے تھے لیکن اگر کوئی شخص میرائے کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو وہ آسانی سے سمجھ جاتا کہ اس کے ذہن میں کون سے الفاظ چیخ رہے ہیں۔

وہ زخمی زخمی اور بکھرے بکھرے سے انداز میں بیڈ سے اٹھی اور سنگھار میز کی جانب بڑھی۔

سنگھار میز کے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھتے ہی وہ ساکت سی رہ گئی۔اسے احساس ہوا کہ وہ جسے دیکھ رہی ہے وہ ایک ہارا ہوا شخص ہے۔ایسا شخص جس نے اپنا سب کچھ کھو دیا ہو۔جس نے اپنی زندگی ضائع کر دی۔جس نے خود کو بے مول کروا دیا۔

"میں نے اپنا آپ کھو دیا۔" اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔۔دل سلگ رہا تھا۔

"میں نے خود کو اس کا غلام بنا دیا۔" اس نے کرب اور تکلیف سے ایک بار پھر آنکھیں موند کر تاسف سے سر جھٹکا۔

(اپنی ذات کو کھودینے کے بعد)

"اللہ تو کسی انسان کے اوپر ظلم نہیں کرتا۔"

"میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔"اس نے کہا تو اس کی سرخ پڑی آنکھیں مزید سرخ ہونے لگیں۔ یہ آنسو آج نہیں رک سکتے تھے۔۔ان آنسوؤں کو آج کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

(انسان کو احساس ہوتا ہے کہ

وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھا ہے۔)

وہ جھکی۔۔اس نے سنگھار میز کا آخری دراز کھولا اور اس میں سے نیند کی گولیوں کی ایک شیشی نکال لی۔اس کا دل مایوسی کے بوجھ میں دب رہا تھا۔وہ اٹھی۔

اس نے ہاتھ میں پکڑی اس بوتل کا ڈھکن کھولا۔

آج اسے اس بات کا شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے جو انتخاب کیے وہ سب غلط تھے !۔اور اب وہ صرف اپنی روح کو اس پچھتاوے کی قید سے آزاد کرنا چاہتی تھی۔

"میں مر جانا چاہتی ہوں۔مجھے نہیں جینا۔"دل برداشتہ ہو کر اس نے فیصلہ کر لیا۔۔وہ بوکھلا گئی تھی۔

ایک کے بعد ایک نیند کی گولی اس کی ہتھیلی میں گرنا شروع ہوئی اور پھر وہ شیشی بالکل خالی رہ گئی۔

۔اس خالی شیشی کو اس نے چند لمحے خالی خالی نگاہوں سے دیکھا اور پھر وہ شیشی اس نے فرش پر پھینک دی۔

"کاش! کاش! مجھے اپنی زندگی کو لکھنے کا ایک اور موقع مل جائے لیکن۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔" دل شکستہ تھا۔

(اسے محسوس ہوا کہ اس کا ماضی ایک آسیب ہے!

ایک بے لگام دشمن!

اور اس کے پچھتاوے کے داغ وہ زخم ہیں جن کا کوئی مرہم نہیں۔)

اس نے اپنی ہتھیلی منہ کی جانب بڑھائی جس میں اس کی موت کا سامان تھا۔

"اگر میں نے اپنی جان دے دی تو؟ آنے کا کیا ہو گا؟ اور براق آبے کا؟" اس کے ذہن میں یک دم جھلکا اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے کچھ خوبصورت مناظر ظاہر ہونا شروع ہوئے۔

("اے ماشاءاللہ! میرا ئے تم کتنی پیاری لگ رہی ہو۔"

انہوں نے اس کو نرم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کافی پیار سے کہا۔ یہ نرم نگاہیں وہ کیسے بھول سکتی تھی۔)

وہ بھاری دل کے ساتھ مسکرائی۔ یہ خوبصورت یادیں اس کے لیے بہت اہمیت رکھتی تھیں۔

("یہ تو دکھنے میں بہت اچھا لگ رہا ہے آنے۔" وہ کیک کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"یہ کھانے میں بھی بہت مزے کا ہو گا۔۔ تم بس کھا کر دیکھنا۔"

"ظاہر سی بات ہے۔۔آخر یہ کیک میری پیاری آنے نے جو بنایا ہے۔")

ہتھیلی اس نے اپنے چہرے سے کچھ دور کرلی۔

(" کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ میرا ئے تم ابھی تک ایک چھوٹی بچی ہی ہو۔"

"آبے! آپ؟"

"کیسا لگا سرپرائز؟" وہ اس وقت جس طرح خوش ہوئی تھی۔۔اس وقت بھی اس کے چہرے پر یک دم ایسی ہی مسکراہٹ جھلکی لیکن یہ مسکان جلد ہی غائب ہو گئی۔)

یادوں نے اس کے ذہن میں آنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ یوں کہ کوئی اس کے دل اور دماغ کو بار بار اس کے انمول رشتوں کے بارے میں یاد دلا رہا ہو۔

اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔ ایک دو گہری سانسیں لیں۔

پھر اپنے ہتھیلی میں موجود نیند کی گولیوں کو مزید دور کیا۔

"انہیں میں نے اتنے دکھ دیے ہیں۔ میں انہیں اور دکھ نہیں دینا چاہتی۔" اب کی بار اس کے لہجے میں کچھ مختلف تھا۔

"میں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ کیا میں دوبارہ اپنے اوپر ظلم کرنے جا رہی تھی؟" اس کی بھنویں سکڑیں۔

(لیکن

اس دور کے بعد

ایک نیا دور آتا ہے)

"اگر میں زندہ رہی تو میرے لیے جینا بہت مشکل ہو جائے گا۔" اس کا دل پھٹا جا رہا تھا۔

"میں اس پچھتاوے کے ساتھ جی نہیں سکتی۔" اپنی ہتھیلی اس نے پھر سے اپنے چہرے کی جانب بڑھائی۔

(جو شاید اس سے بھی کئی زیادہ

کٹھن ہو)

"کیا میں ٹھیک کر رہی ہوں؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

دل میں روشنی کی ایک کرن چمکی۔ کوئی اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ جو سب کو ہدایت دیتا ہے۔ جو سب کی رہنمائی کرتا ہے۔ جو سب کے گناہوں۔۔ غلطیوں اور کتاہیوں کو معاف کرتا ہے۔

ہاں!

اللہ اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اسے اس گناہ کو کرنے سے روک رہا تھا۔

اس نے اپنی ہتھیلی میں موجود نیند کی گولیوں کو دیکھا۔۔ نفی میں سر ہلایا۔۔ اور انہیں فوراً درشتی سے فرش پر پھینک دیا۔

"تمہیں۔۔ تمہیں کیا ہو گا تھا میرائے؟" اس نے اپنے حواس پر قابو پانا شروع کیا۔

"اپنے آپ کو سنبھالو۔" اس نے اپنا چہرہ خود تھپتھپایا۔

"تم یہ کیا کر رہی تھی؟" اب کی بار اس نے اپنے سنہرے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

اسے احساس ہوا کہ وہ اپنی ذات پر پھر ظلم کرنے جا رہی تھی۔

"ہاں! مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں اس کو اپناتی ہوں۔" انداز کچھ پر اعتماد تھا۔۔ برسات ابھی تک جاری تھی۔

حوصلے کے ساتھ اس نے اپنی خامیوں کا مقابلہ کیا اور اپنی تکلیف کو تسلیم کیا۔

(مگر

اس دور کا اختتام کٹھن نہیں ہوتا)

"مجھ سے غلطی ہوئی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اس کی وجہ سے اپنی ذات کو ہی ختم کر دوں۔" اس نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا۔

"غلطیاں تو سب سے ہوتی ہیں۔ کچھ سے بڑی غلطیاں ہوتی ہیں اور کچھ سے چھوٹی غلطیاں۔ مگر ہوتی ضرور ہیں۔" غلطیوں کو تسلیم کرنے میں ہمت درکار ہوتی ہے جو اس میں تھی۔

"اور شاید میں نے گناہ کیا۔ بلکہ ہاں! میں نے گناہ ہی کیا۔ اللہ نامحرم افراد کا آپس میں ملنا پسند نہیں کرتا۔"

"میں نے اس شخص کی پسند کو اللہ کی پسند پر فوکیت دی۔ چچ!۔" اس نے تاسف اور شرمندگی سے سر جھٹکا۔

"مجھے معاف کر دیں اللہ تعالیٰ!۔" اس نے ندامت سے کہا۔ اور یہی ندامت اس کی زندگی کا **"دیباچہ"** بننے والی تھی۔ **ایک شروعات!**۔ وہ شروعات جو انسان اپنی ذات کو پہچاننے کے لیے کرتا ہے۔ لیکن صرف ندامت ہی اس سفر کو شروع نہیں کرتی

بلکہ

اپنی غلطیوں کو تسلیم کر کے ان سے سیکھ کر ہی انسان اپنے نئے سفر کی شروعات کر سکتا ہے۔

"آپ تو ہر کسی کی خطا معاف کر دیتے ہیں۔مجھے بھی معاف کر دیں۔"اس نے اللہ سے التجا کی۔اور پھر فرش پر ڈھے سی گئی۔

(کیونکہ

اس دور کے آخر میں)

"میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں اللہ تعالیٰ کہ۔۔

اب میں اپنی ذات پر کوئی ظلم نہیں کروں گی۔"اس نے پر عظم لہجے میں عہد کیا۔

(اس نئے سفر کی شروعات کے لیے ضروری ہے کہ انسان

اپنے اعمال پر شرمندہ ہو

نہ کہ

اپنے آپ پر۔)

"میں اپنی ذات کی قدر کروں گی۔"وہ ہر لفظ پر زور دے رہی تھی۔

"میں اب صرف اور صرف آپ کے حکم کی پیروی کروں گی۔اور میں صرف اور صرف آپ کی پسند اور ناپسند کو فوکیت دوں گی۔"

(اس نے اپنی ذات اور اپنے دل کو انسانوں کی قید سے آزاد کرنے کا عہد کیا۔۔اپنی زندگی کا کنٹرول اس نے واپس لینے کا عہد کیا۔۔اپنی بے قدری ذات کو اس نے قابل قدر بنانے کا عہد کیا۔)

(انسان اپنی ذات کو

مزید کھونے کی بجائے

ڈھونڈ لیتا ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح کا یہ نغمہ آج اس کی نئی زندگی کا پہلا دن تھا۔نیلے افق پر بادلوں کے چھوٹے چھوٹے سے ٹکڑے تیر رہے تھے۔

(آج اس نے ناشتہ ان دونوں کے ساتھ ہی کیا تھا۔اس نے جیمرے خاتون سے بھی خوب باتیں کیں۔۔وہ بہت خوش ہوئیں کہ شکر ہے میرا ئے ٹھیک تو ہوئی۔ براق سے اس کی کوئی بات نہ ہوئی۔۔اسے شک تھا کہ براق اس سے ناراض ہے۔۔لیکن وہ اسے منا لے گی۔۔اس کا اسے یقین تھا۔)

آفتاب کی کرنیں لونگ روم کی کھڑکیوں سے گزر کر ہر سو پھیل گئی تھیں۔وہ صوفے کے ساتھ ٹیک لگائے تاریخ پر مبنی کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔آج اتوار تھا۔۔اسی لیے وہ گھر پر ہی تھا۔

وہ لونگ روم میں داخل ہوئی۔۔ سنہرے بالوں کی ہائی پونی ٹیل بنی تھی۔۔ وہ کافی ہشاش بشاس سی لگ رہی تھی۔ براق نے ایک نظر اسے دیکھا جواب اس کے برابر والے سنگل صوفے پر آ کر بیٹھ رہی تھی۔

"کیسے ہیں آپ آبے؟" اس نے بے حد خوش گوار لہجے میں پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔ تم؟" اس نے کتاب سے سر ہٹائے بغیر کچھ خفا خفا سے انداز میں پوچھا۔ میرائے سمجھ گئی کہ وہ اس سے ناراض تھا۔

(آخر اس نے سلطان کی سلطانہ کو بے وفا جو قرار دیا تھا۔۔ وہ ناراض کیسے نہ ہوتا؟)

"میں بھی ٹھیک ہوں۔" اس نے بھی خوش دلی سے جواب دیا۔ براق نے جواباً اثبات میں سر ہلا دیا۔۔ وہ ابھی بھی کتاب پڑھنے میں محو تھا۔

میرائے ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے ٹکائے اسے پر سوچ نگاہوں سے اب کی بار دیکھ رہی تھی۔ اس نے کتاب سے سر اٹھایا۔۔ اور اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"آپ نے آنے کو بتایا ہے؟" اس نے کچھ ہچکچا کر پوچھا۔

"کس بارے میں؟" وہ سمجھ نہ پایا کہ وہ کس بارے میں پوچھ رہی ہے۔

"میرے اور۔۔ ایلدار کے بارے میں۔" اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے مضطرب سے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں۔"اس نے فوراً نفی میں سر ہلا کر جواب دیا۔

"کیوں؟"اسے کوئی حیرت نہیں تھی کیونکہ وہ براق سے اسی بات کی توقع کر رہی تھی۔

"اگر تم بتانا چاہتی ہو تو بتا دو۔"بے نیازی سے شانے اچکا کر اس نے کہا۔۔اور دوبارہ سے کتاب پڑھنے لگا۔۔میراۓ زیر لب ہلکا سا مسکرائی۔

(اسے احساس ہو گیا تھا کہ براق نے جیمرے خاتون کے سامنے کیسے اس کی عزت رکھ لی۔یہ اس کا بہت بڑا احسان تھا۔)

"نینا سے بات ہوئی؟"اس نے بات کا پہلو بدلا۔۔براق کے ابرو سکڑے۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میرے پاس اس کا نمبر ہو گا؟"کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر اس نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا تو وہ تھوڑا گھبرا گئی۔۔وہ براق کو مزید ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ام۔۔نہیں۔"اس نے لب کاٹتے ہوئے جواباً کہا۔

"غلط!۔میرے پاس اس کا نمبر ہے۔"کتاب سے نظریں ہٹا کر اس نے فاتحانہ انداز میں مسکرا کر کہا۔اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔۔وہ چند لمحے حیرت زدہ سی ہو کر براق کو دیکھنے لگی۔

"آپ کو اس کا نمبر کہاں سے ملا؟"وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی۔

"میرے لیے ہر کسی کا نمبر نکلوانا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"اس نے کافی فخر سے کہا۔۔کتاب کا دوبارہ مطالعہ شروع کر دیا۔میراۓ اسے ہکا بکا سی رہ کر دیکھنے لگی۔

(چند لمحے بعد اسے اپنے سوال پر ہی پچھتاوا ہوا۔ وہ یہ کیسے بھول گئی کہ براق یامان کے لیے کسی کا نمبر تو کیا اس کا ایڈریس اور باقی ساری معلومات نکلوانا بھی بائیں ہاتھ کا کھیل ہی تھا۔۔ وہ آخر کمانڈر ان چیف تھا۔)

"میں نینا سے بات کرنے جا رہی ہوں۔" صوفے سے اٹھتے ہوئے اس نے زیر لب مسکرا کر اسے بتایا۔

"گڈ!۔" کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر اس نے بے نیازی سے کہا۔

"آپ اس سے کچھ کہنا چاہیں گے؟ مطلب کوئی بھی پیغام جو آپ میرے ذریعے اسے دینا چاہیں؟" وہ جانے ہی لگی تھی کہ یک دم اس نے پیچھے مڑ کر اس سے پوچھا۔
"نہیں!۔" جواب ترنت سے دیا گیا۔۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر لونگ روم سے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ سیدھا اپنے کمرے میں گئی۔ ارد گرد ٹہلتے ہوئے وہ اب دوسری بار نینا کو کال ملا رہی تھی۔

"نینا کا فون انگیج جا رہا ہے بار بار۔" ناگواری سے زیر لب وہ بڑبڑائی۔

ایک نظر موبائل کی اسکرین پر روشن اس کے نمبر کو دیکھا۔۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"چلو خیر ہے۔میں اسے بار بار کال نہیں کروں گی۔اسے جب وقت ملے گا تو وہ خود مجھے کال کر لے گی۔"اور پھر اس نے فون بند کر کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

(جب وہ پہلے نینا کو کال کیا کرتی تھی۔۔تو جب تک وہ کال نہ اٹھا لیتی وہ فون کرتی رہتی۔

لیکن اب کی بار اس نے ایسا نہیں کیا۔)

وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔اسے آج بہت سے کام کرنے تھے۔۔وہ کام جو وہ ادھورے چھوڑ چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استنبول پر دوپہر کے سائے بکھر چکے تھے۔سورج کی روشنی بہت تیز ہو چکی تھی۔۔ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا ابھی ارد گرد رقص کر رہی تھی۔صبح صبح افق پر جو چھوٹے چھوٹے بادلوں کے ٹکڑے پھیلے تھے۔۔وہ اب پہلے کی نسبت کچھ کم دکھائی دے رہے تھے۔۔اس کی وجہ یہ ہی تھی کہ ان پر آفتاب کی کرنوں نے فتح پا لی تھی۔

وہ اپنے ہوسٹل کے کمرے میں موجود تھی۔۔پچھلے دنوں وہ اور عریشہ ترکیے کے بہت سے سیاحتی مقامات گھومنے گئے تھے۔۔نینا کو ڈاکومنٹری کے لیے بھی بہت سا مواد مل گیا تھا۔

وہ بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے۔۔لیپ ٹاپ پر اپنی ڈاکومنٹری کی فائل دیکھ رہی تھی۔

اس وقت اس کے بال ایک ڈھیلی سی پونی میں بندھے ہوئے تھے۔۔ بالوں کی دو تین لٹیں اس کے چہرے پر بار بار گرتیں جنہیں وہ اتنی ہی بار بے نیازی سے پیچھے کر دیتی۔

عریشہ بھی یہیں موجود تھی۔۔ وہ بھی صوفے پر بیٹھی لیپ ٹاپ پر کوئی سیزن دیکھ رہی تھی۔

سائیڈ ٹیبل پر رکھے نینا کے موبائل کی اسکرین جب جگمگائی تو اس نے ایک سر سری سی نگاہ لیپ ٹاپ سے ہٹا کر اپنے موبائل کی اسکرین پر ڈالی۔

موبائل کی اسکرین پر ایک انجان نمبر سے کال آرہی تھی۔ اسے پہلے حیرت نہ ہوئی۔۔ یوں انجان نمبرز سے کالز اسے ریسیو ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن یکلخت اس نے حیرانی سے ابرو اچکائے۔۔ وہ نمبر ترکیے کا تھا۔ اس نے موبائل سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا۔۔ فون ریسیو کر لیا۔

"ہیلو؟" اس نے پوچھا تو دوسری طرف سے کسی نے فوراً بھاری مردانہ آواز میں جواب دیا۔

"مرحبا!۔" وہ یہ آواز پہچانتی تھی۔ آخر وہ یہ آواز کیسے بھول سکتی تھی؟ لیکن پھر بھی وہ انجان بنی تاکہ اپنے خدشے کی تصدیق کر سکے۔

"کون؟" اس نے پوچھا۔

"براق۔ براق یامان۔" اس نے دوسری جانب سے چند لمحے بعد جواب دیا۔

براق کا نام سنتے ہی نینا کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔۔ بالکل ویسے ہی جیسے اس وقت نینا کی آواز سن کر براق کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔اور پھر نینا کو اپنے دل پر ایک عجیب سا بوجھ محسوس ہوا۔

اس نے ایک نظر صوفے پر بیٹھی عریشہ پر دہرائی۔۔ پھر لیپ ٹاپ بند کر کے بیڈ پر ہی رہنے دیا۔۔ تیز قدموں کے ساتھ وہ بیڈ سے اٹھی اور بالکونی میں گئی۔

"آ۔۔آپ؟" وہ تھوڑی نروس ہو گئی تھی۔

"ایوت!۔" دوسری جانب سے بے حد پر سکون انداز میں تائید کی گئی۔

"جی؟ کہیے؟" ایک گہرا سانس اندر کھینچنے کے بعد اس نے ابرو سکیڑتے ہوئے پوچھا۔

"ایک اہم بات کرنی تھی تم سے۔" لہجہ سنجیدہ تھا۔

"کیسی بات؟اور آپ کو میرا نمبر کہاں سے ملا؟" اس کے لہجے میں غصہ۔۔اور حیرانی دونوں شامل تھے۔

دوسری جانب سے وہ زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"یہ میری بات کا جواب نہیں۔" لہجہ اب بھی سنجیدہ تھا۔۔ وہ لب کاٹنے لگی۔

"دیکھیں براق صاحب! مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ سے اور نہ ہی کسی اور آدمی سے فون پر لمبی

لمبی باتیں کرنے کا۔آپ کو جو کہنا ہے کہیے۔میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"اس نے دوٹوک انداز میں کہہ ڈالا۔

(وہ جانتی تھی کہ براق کو کس سلسلے میں بات کرنی ہے لیکن پھر بھی وہ اس سے سننا چاہتی تھی۔)

"کہہ دیتا ہوں لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہارا جواب کیا ہو گا؟"اس نے انتہائی اطمینان سے کہا۔۔وہ یک دم کچھ مضطرب سی ہو گئی۔

"تم میرے بلانے پر بھی نہیں آئی۔اس کا کیا مطلب ہوا؟"وہ کتنا صاف گو تھا۔۔اسے حیرت ہوئی۔۔لیکن وہ ابھی مزید حیران ہونے والی تھی۔

"آپ!۔"اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن براق نے اس کی بات کاٹ دی۔

(وہ اس سے کہنا چاہتی تھی کہ وہ یوں ہر کسی سے نہیں ملتی۔)

"مجھے ذرا سوچ لینے دو۔اوہ!میں سمجھا تم ان لڑکیوں میں سے ہو جو نامحرم افراد سے نہیں ملتیں۔ بہت مذہبی سی ہوتی ہیں رائٹ؟"

اس نے شانے اچکاتے ہوئے ٹھنڈے انداز میں کہا تو نینا کے اعصاب تنے۔اسے غصہ اس کے الفاظ پر نہیں بلکہ اس کے لہجے پر آیا تھا۔۔یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس کا تمسخر اڑا رہا ہو۔

"تو میں یہ بتاتا چلوں کہ مجھے تمہاری یہ ویلیوز بہت پسند آئیں۔"اور اس نے "بہت" پر کافی زور

دیا۔ یہ سنتے ہی اس کے تنے ہوئے اعصاب مزید تنے۔ لیکن اس بار وہاں غصہ کی جگہ پریشانی اور بے یقینی نے لے لی تھی۔

"اب تم میرے ایک سوال کا جواب دو۔" اس نے ترنت سے پوچھا۔

"کیسا سوال؟" اس نے فوراً سوال پر سوال کر ڈالا۔

"کیا تم میری زندگی میں شامل ہونا چاہو گی؟" اور یہ سن کر وہ بالکل ساکت سی رہ گئی۔ چند لمحے کے لیے وہ سب بھول سی گئی کیونکہ وہ اس بات کی بالکل توقع نہیں کر رہی تھی۔۔ اس تاثر میں غلطی براق کی نہیں نینا کی تھی!

وہ یہ کیسے بھول گئی کہ وہ جس سے بات کر رہی ہے وہ براق یامان ہے!

سب کو حیران اور لاجواب کر دینے میں ماہر۔

"کیا تم اپنی باقی زندگی میرے ساتھ گزارنا چاہو گی؟" چند لمحے کی خاموشی کے بعد جب نینا نے جواب نہ دیا تو براق نے پوچھا۔ وہ اب بہت نروس ہو گئی تھی۔

"میں۔۔" اس کے الفاظ دل سے زبان تک نہ آسکیں۔

"ہاں یانا؟" براق نے فوراً اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔۔ نینا نے خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی۔

"اگر میں نے انکار کیا تو؟" اور پھر پوچھا۔۔ چہرے پر سوچ کی گہری لکیریں نمایاں تھیں۔

"تو یہ کہ میں تمہارے انکار کو اقرار میں بدلنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ میں تمہارے فیصلے کا احترام کروں گا۔" اس نے فوراً صاف گوئی سے جواب دیا۔اس کا جواب سن کر نینا مزید لاجواب ہوئی۔

(صاف گوئی تو براق یامان کی گفتگو کا ایک اہم حصہ تھا۔)

"آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟" چند لمحے بعد اس نے پوچھا۔دوسری جانب سے براق نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔

"اگر تمہیں یہ لگتا ہے کہ میں عام لوگوں کی طرح تمہارے حسن کو تم سے شادی کرنے کی وجہ قرار دوں گا تو دیٹس ناٹ دا مین تھینگ۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہا تھا۔۔وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔

"تم سے شادی کرنے کی سب سے بڑی وجہ۔۔" وہ رکا۔

"تمہارا کردار ہے۔" اور پھر اس سے شادی کرنے کی سب سے بڑی وجہ بتائی۔

اس کے الفاظ بارش کی نرم بوندوں کی طرح تھے جس نے سلطانہ کے دل میں گھر کر لیا۔

"تم نایاب ہو۔" اس نے مزید کہا۔

سلطان کے یہ الفاظ اس کی سلطانہ کے دل کی گہرائیوں میں گونجے۔

"تم منفرد ہو اور تم بہادر بھی ہو۔ بلکہ بہت بہادر۔ ہمت والی!۔" ہر لفظ پر زور دیا گیا۔

یہ الفاظ سلطانہ کے دل پر ایک انمٹ نشان چھوڑ گئے۔

"ان سمپل ورڈز! میں اپنے لائف پارٹنر میں جس طرح کی کوالیٹیز چاہتا ہوں وہ سب تم میں ہیں۔" اور یہ سنتے ہی نینا جیسے اپنی سوچوں کی بھول بھلیاں میں۔۔ گھنی دھند میں کھوئی ہوئی روح کی طرح بھٹک گئی۔ وہ الجھن کا شکار ہو گئی۔

اس نے متفکرانداز میں ارد گرد ایک نگاہ دہرائی اور پھر عریشہ کو دیکھا جو ابھی بھی لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے۔۔ کانوں میں ہینڈز فری اڑسے۔۔ سیزن دیکھنے میں محو تھی۔

براق ابھی اپنی بات کہہ ہی رہا تھا کہ تب ہی نینا نے فون کاٹ دیا۔ اسے اس کے اس ردعمل پر کوئی حیرانی نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کا یہ ردعمل دیکھ کر اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

وہ اسی ردعمل کی توقع کر رہا تھا کیونکہ سلطان اپنی سلطانہ کی رگ رگ سے واقف تھا۔

("اور کچھ سننا ہے؟"

اگر نینا فون نہ بند کرتی تو براق اسے یہ ضرور کہتا لیکن خیر اس کی نوبت نہیں آئی۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

براق سے فون پر بات کرنے کے بعد وہ سارا دن بہت پریشان رہی۔۔ یہاں تک کہ وہ رات کو بھی ٹھیک سے سو نہیں پا رہی تھی۔ کوئی چیز اس کے دل۔۔ دماغ اور روح کو بے چین کیے ہوئے تھی۔ عریشہ ساتھ والے سنگل بیڈ پر گہری نیند سو رہی تھی۔

اس نے کمبل اپنے منہ سے ہٹایا۔۔ سائیڈ ٹیبل کا لیمپ جلایا اور بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ نیند تو جیسے اس سے کوسوں دور بھاگ گئی تھی۔

"یہ سب اتنا اچانک کیسے ہو سکتا ہے؟" اس نے زیر لب بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔۔ انداز میں حیرانی بھی تھی۔

اسے کسی بات کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔ ذہن بالکل ماؤف ہو گیا تھا۔

سیاہ آنکھوں میں سے نا چاہتے ہوئے بھی آنسوؤں کی لکیریں بہنے لگیں۔ وہ یہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ یہ آنسو کس بات کے تھے؟

پریشانی کے؟

یا پھر

محبت کے مل جانے کے؟

برسات چند لمحے جاری رہی۔ آج وہ اپنے آپ کو بہت کمزور محسوس کر رہی تھی۔ اس کا دل جیسے اس کے دماغ میں چلنے والے خدشات کو قبول نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

"میں ان سے شادی نہیں کر سکتی۔ یہ تو ایک ذمہ داری کا کام ہے۔" اسے نے سوچا۔

آنکھوں میں سے برسنے والی برسات تھمنے کی بجائے مزید بڑھ گئی۔

"اور سب سے اہم بات !۔"

"میں ان پر بھروسہ کیسے کر لوں ؟"

("کیا تمہیں ان پر واقعی بھروسہ نہیں ؟ جب جب تم مشکل میں پھنسی۔۔اللہ نے اسے وسیلہ بنا کر بھیجا۔" اس نے یک دم سر جھٹکا۔)

"صرف چند ملاقات سے میں یہ اندازہ کیسے لگا لوں کہ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟" یہ سوچتے ہوئے اس کا دل اس کے دماغ کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ وہ چند ملاقاتیں کوئی عام ملاقاتیں نہیں تھیں۔ ان کی ملاقات چار بار ہوئی تھی جس میں سے دو بار اللہ نے براق کو نینا کی جان بچانے کا وسیلہ بنایا۔

وہ یہ بات چاہ کر بھی نہیں جھٹلا سکتی تھی۔

وہ براق کے لیے احسان مند ہونے کے جذبات رکھتی تھی لیکن کون جانے کہ یہ جذبات شاید کافی دیر پہلے ہی محبت کے جذبات میں بدل چکے تھے۔

یہ چند ملاقاتیں اس کے لیے محبت کے جذبات کو ابھارنے کے لیے کافی تھیں۔

"یہ سب ہو کیسے سکتا ہے؟" وہ ابھی بھی سارے معاملے کے بارے سوچ سوچ کر حیران ہو رہی تھی۔

"یااللہ! میری مدد فرما۔ یہ کیسی آزمائش ہے؟" وہ سسکی۔

"آپ نے مجھے اس آزمائش میں کیوں ڈالا ہے؟"

"اور ہر دفعہ وہ براق ہی کیوں مجھے بچانے آجاتا ہے؟" لہجہ شکوہ کن تھا۔

اسے ابھی بھی یہی لگ رہا تھا کہ براق سے ہونے والی چوتھی ملاقات ایک اتفاق تھی۔

لیکن

ہر مرتبہ اتفاق نہیں ہوتا بلکہ

سب کچھ پہلے سے ہی آسمانوں پر لکھ لیا جاتا ہے!۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ ایک صاف۔۔اور اجلا سا دن تھا۔سورج کی روشنی نے استنبول کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔وہ صبح فجر کی نماز پڑھ کر جب سوئی۔۔تو دیر سے ہی اٹھی۔عریشہ اس سے پہلے اٹھ گئی تھی۔وہ تو ناشتہ کر کے بھی فارغ ہو گئی تھی۔نینا کو بھوک نہیں تھی۔۔اس نے کہا کہ وہ ایک ہی مرتبہ دوپہر کا کھانا کھائے گی۔

اس کے موبائل کی اسکرین پر جب عباس احمد کا نمبر روشن ہوا تو وہ سیدھا بالکونی میں گئی۔

"جی عباس صاحب ؟"کال ریسیو کرتے ہی اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں ترکیے سے کچھ دنوں کے لیے جا رہا ہوں نینا۔اور میں اپنی واپسی کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"اس نے قدرے متذبذب سے انداز میں کہا۔۔وہ چونکی اور اس کے اعصاب تنے۔

"لیکن جو ثبوت میں نے تمہیں دینے تھے وہ میں تمہیں جلد ہی دے دوں گا۔"اس نے کہا تو اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے۔

"اب شاید میرا رابطہ تم سے کچھ عرصے تک نہ ہو سکے۔"اور اس نے مزید کہا تو وہ بھی مزید چونکی۔۔اس کے ڈھیلے پڑے اعصاب پھر سے تن گئے۔

"لیکن آپ یہاں سے جا کیوں رہے ہیں ؟"اس نے فوراً متفکر انداز میں پوچھا۔

"یوں سمجھ لو کہ میرے دشمنوں کو میرا ٹھکانہ معلوم ہو گیا ہے۔اس لیے اب یہاں پر رکنا موت کو

کھلے عام دعوت دینے کے مترادف ہے۔"اس نے اسے بات سمجھانے کی کوشش کی۔وہ سمجھ گئی۔

"ٹھیک ہے۔اللہ آپ کی مدد فرمائے۔"اس نے مزید کوئی سوال نہ پوچھا۔

"آمین !۔میں فون رکھتا ہوں۔خدا حافظ۔"وہ فون رکھنے لگا۔

"خدا حافظ۔"اس نے بھی فون رکھ دیا اور ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔

پھر موبائل کی اسکرین پر وہ نمبر تلاش کیا جس سے اسے کل کال موصول ہوئی تھی۔۔وہی انجان نمبر۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اپنی سیاہ رنگ کی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔۔سورج کی کرنیں اس کی سیاہ کار کو چمکا رہی تھیں۔بال نفاست کے ساتھ ایک طرف کو جیل کے ساتھ سیٹ کیے گئے تھے۔۔سیاہ گلاسز۔۔ڈریس شرٹ جس کے کف مڑے ہوئے تھے۔۔اور جینز میں ملبوس وہ کار کافی تیز رفتار سے چلا رہا تھا۔اس کی کار ٹریفک سے خالی سڑک پر چل رہی تھی۔سڑک کے دونوں طرف درختوں کے سائے بچھے تھے۔

ونڈ و اسکرین سے گزرتی سورج کی سنہری کرنیں اس کے چہرے پر گر رہی تھیں۔

ڈیش بورڈ پر پڑے اس کے موبائل کی فون رنگ ٹون گونجی تو اس نے موبائل فوراً پکڑا۔۔یس کیا اور فون کان سے لگایا۔

"ایوت دندار بے !آپ فکر نہ کریں۔میں بس آرہا۔۔"اور اسی دوران اسے ایک میسج موصول ہوا۔اس نے موبائل کان سے ذرا سا ہٹایا۔۔ایک سرسری سی نگاہ موبائل کی اسکرین پر ڈالی۔اسے لگا کہ اس کی آنکھوں نے جو دیکھا تھا وہ ایک سراب تھا۔۔اسی لیے وہ فون دوبارہ کان سے لگانے لگا۔۔لیکن پھر اس نے ایک نظر دوبارہ اس میسج کو دیکھا جو موبائل کی اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔

(وقت جلد ہی بدلتا ہے !

بس یہ کوئی سمجھ نہیں سکتا۔)

(انسان کی نیت اگر صاف ہو تو اس کی خواہشات ضرور پوری ہوتی ہیں۔)

اس نے فون یہ کہہ کر بند کیا کہ وہ جلد ہی دوبارہ کال کرتا ہے۔۔فون بند ہونے کے بعد وہ موبائل پر روشن اس میسج کو دوبارہ حیرانی سے دیکھتا رہا۔۔اس نے کار ایک سائیڈ پر پارک کر دی۔

(اللہ نیک نیت رکھنے والوں کا ہمیشہ ساتھ دیتا ہے۔)

وہ میسج جس طرح سے خود چمک رہا تھا ویسے ہی براق کا دل بھی چمک رہا تھا۔محبت کے مل جانے کی چمک۔

"میرا جواب **"ہاں"** ہے۔" اس نے یہ الفاظ پڑھیں۔۔یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ میسج اور کسی کی طرف سے نہیں

بلکہ

سلطان کی سلطانہ کی طرف سے تھا۔

یک دم اس کے لیے یہ دنیا بے حد خوبصورت بن گئی۔۔وہ کھل کر مسکرایا۔۔اور نہ جانے کتنی بار اس نے اس میسج کو پڑھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کی تاریکی میں چاند کی روشنی کی چمک۔۔اس کی نیلی آنکھوں کی چمک کے آگے ماند پڑ گئی تھی۔

وہ اپنے گھر میں داخل ہو رہا تھا۔۔اس کا بڑھتا ہوا ہر قدم سب کو حیران کر دینے والا تھا۔

میرائے لونگ روم میں موجود تھی جب وہ وہاں سے گزرا۔۔اسے گزرتا دیکھ کر وہ لونگ روم سے باہر نکلی۔۔اور اس کی جانب بڑھی۔جب براق نے اسے دیکھا تو اس کے قدم رک گئے۔۔چہرے پر زیر لب ایک معنی خیز مسکراہٹ قائم ہوئی۔اس کی نیلی آنکھوں میں آج ایک خاص چمک تھی جس کو میرائے نظر انداز نہ کر سکی۔

(اب کون جانے کہ یہ چمک اور مسکان

سلطان کو اس کی سلطانہ کے حصول کہ وجہ سے ملی تھی۔)

"میرائے! تیاریاں شروع کر دو۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔

"کس بات کی؟" اس کے ابرو سکڑے۔

"اس لیے کہ۔۔" اس نے ایک چھوٹا سا وقفہ لیا۔

"سلطانہ کا سلطان کے محل میں آنے کا وقت آ گیا ہے۔" اور یہ کہتے ہوئے وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتا ہوا اسید ھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

میرائے جہاں تھی۔۔ وہیں ساکت سی کھڑی رہی۔۔ چہرے پر پہلے بے یقینی پھیلی اور پھر حیرت۔ لیکن پھر وہ چہک اٹھی۔۔ اس کی آنکھیں بھی چمک اٹھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 7

"سلطان اور سلطانہ"

"اور ہم نے تمہیں جوڑوں میں پیدا کیا۔"

(قرآن78:8)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سورج کی روشنی کھڑکی سے بہتے ہوئے اس کے چہرے پر آ کر رقص کر رہی تھی۔ وہ کرسی پر بیٹھی اپنے سامنے موجود میز پر ایک نوٹ بک پھیلائے ہوئے تھی۔۔ اور اس کے اوپر کچھ تحریر کرنے میں مصروف تھی۔

(آج اسے کئی عرصے بعد اپنے فلاحی ادارے کا خیال آیا تھا یوں کہ اسے وہ خیال دلوایا گیا ہو۔)

وہ بہت غور سے اس نوٹ بک پر کچھ تحریر کیے جا رہی تھی۔

پھر چند ہی لمحے بعد اس کے لکھتے ہوئے ہاتھ رکیں۔ اس نے نوٹ بک بند کی اور کرسی کے ساتھ ٹیک لگانے کے بعد ایک سکھ کا سانس لیا۔

"شکر ہے یہ کام ہوا۔" اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی۔

"مجھ پر اتنی ذمہ داریاں تھیں۔ اور میں نے اپنا کتنا وقت ضائع کر دیا۔" اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔

(اس نے آج اپنے فلاحی ادارے کے متعلق ایک سال کا پلان تشکیل دیا تھا جس میں اس نے اپنے فلاحی ادارے میں موجود یتیموں۔۔ مسکینوں اور غربا کو مزید احسن انداز میں لباس۔۔ کھانے ۔۔پینے۔۔پڑھائی اور باقی دوسری ضروریات فراہم کرنے کے بارے میں لکھا تھا۔ اس پلان میں

اس نے دیگر کمپنیز اور فلاحی اداروں کے ساتھ مل کر کام کرنے کے بارے میں بھی لکھا تھا تا کہ زیادہ سے زیادہ ضرورت مند افراد کی مدد ہو سکے۔)

اس کے چہرے پر دنیا کے لیے کچھ عظیم کرنے کے تاثرات آشکار تھے۔وہ آج کافی پر امید دکھائی دے رہی تھی۔

میز کے کونے پر پڑے موبائل کی اسکرین جگمگائی۔وہ فوراً موبائل کی اسکرین کی طرف متوجہ ہوئی۔

"نینا از کالنگ۔" اس کے چہرے پر مسکراہٹ کھل اٹھی۔

"شکر ہے تم نے کال کی۔ جانتی ہو میں تمہیں ہی کال کرنے والی تھی۔" اس نے خوش دلی سے کہا۔

"بس دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔" دوسری جانب سے نینا نے شانے اچکا کر کہا۔

نینا ہوسٹل کے کمرے میں موجود بالکونی سے کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر کھڑی تھی یوں کہ سورج کی کرنیں بالکونی سے آتے ہوئے اس کے چہرے پر رقص کر رہی تھیں۔

"تم جانتی ہو تمہارے اقرار نے ہم سب کو بہت بڑی خوشی دی ہے۔" اس نے چند لمحے کی معمولی سی گفتگو کے بعد کہا۔

"جیمرے خاتون کو بتادیا اس بارے میں؟" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں!۔ لیکن براق آبے آج آنے کو سب کچھ بتادیں گے۔ وہ بہت خوش ہوں گی یہ سن کر۔ تم ان کی کال کا انتظار کرنا۔" اس نے ابرو اچکائے۔

"ضرور۔" وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"نینا! تم بہت خوش نصیب ہو۔" میرائے نے اسے رشک بھرے انداز میں کہا تو وہ تھوڑا چونکی۔

"اچھا! اور وہ کیسے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

سورج کی کرنوں سے کچھ دیر تک لطف اندوز ہونے کے بعد نینا بالکونی سے ہٹ کر اپنے بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔

"محبت مل جانا بہت بڑی کامیابی ہوتی ہے۔ جس کو یہ مل جائے اس سے زیادہ خوش نصیب کوئی ہو سکتا ہے کیا؟" اس نے کہا تو اس کی آنکھوں میں ایک ہلکی سی نمی ابھر آئی۔ اس نے اپنا لیپ ٹاپ بند کیا اور کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

"تم جانتی ہو اگر کسی کو محبت نہ بھی ملے تب بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خوش نصیب نہیں ہے۔" اس نے کہا تو میرائے تھوڑا حیران ہوئی۔

"کیوں؟" اس نے ناسمجھی کا اظہار کیا۔

"کیونکہ اللہ ہی تو ہے جو انسان کو محبت سے نوازتا ہے اور دور کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے اللہ نے جس انسان کو اس محبت سے نہیں نوازا وہ اس کی بہتری کے لیے ہی ہو۔" اس نے اپنے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے ہوئے اسے سمجھایا۔ وہ اس کی بات سن کر چند لمحے کے لیے خاموش ہو گئی۔

"نینا! مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی۔" اس نے اب کی بار کچھ جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

اس جھنجھلاہٹ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا تھا کہ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی بالکونی میں چلی گئی۔۔ صرف اس لیے کہ وہ اب جو بات کرنے جا رہی تھی اس کے لیے اسے ایک پرسکون اور خوشحال ماحول چاہیئے تھا جو اسے اپنی بات کو اچھے سے کہنے میں مدد کرے۔

"کیسی بات؟" اس نے ترنت سے پوچھا۔

"اللہ ایسے انسان کی محبت ہمارے دل میں ڈالتا ہی کیوں ہے جو ہمارے لیے نقصان دہ ہو؟ جو ہمیں دھوکہ دے۔ جو ہمارا اعتماد توڑے۔" یہ الفاظ اس کے دل سے نکلے تھے۔ یہ وہ بات تھی جو اس کے دل کو کافی دنوں سے کھائے جا رہی تھی۔

(سورج کی کرنیں اس کے سنہرے بالوں کو اپنی چمک سے روشن کر رہی تھیں۔ اس کے بال ہوا کے ہلکے جھونکے کے ساتھ اڑتے ہوئے بہت ہی حسین لگ رہے تھے۔ لیکن یہ روشنی اب اس کے دل کو بھی کش مکش کے اندھیرے سے آزاد کرنے والی تھی۔)

"اللہ ایسے انسان کی محبت کبھی آپ کے دل میں نہیں ڈالتا جو آپ کے لیے اچھا نہ ہو۔ جو آپ کو نقصان پہنچائے۔ آپ کو دھوکہ دے اور آپ کا اعتماد توڑے۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"پھر آپ کے دل میں ایسے شخص کی محبت کون ڈالتا ہے؟" سوال فوراً سے پوچھا گیا۔

"آپ خود۔" جواب بھی ترنت سے دیا گیا۔ میرائے کی آنکھوں میں موجود نمی مزید بڑھ گئی۔۔ اس کے گلے میں ایک گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

(دل یک دم بہت سی یادوں کا شکار ہو گیا۔ وہ یادیں جس میں وہ اور ایلدار ایک ساتھ تھے اور پھر وہ یادیں جب اسے ایلدار کی حقیقت معلوم ہوئی۔ یہ یادیں اب اس کے لیے ایک عذاب بن رہی تھیں۔ بے شک وہ پہلے سے کافی بہتر تھی لیکن ایک مسئلہ جو انسان کے دل اور دماغ میں ہمیشہ تکلیف کا سبب بنتا ہے وہ ہے "یادیں"۔)

"آپ کا نفس اور اس کے ساتھ ساتھ ہر انسان کا ابدی دشمن "شیطان"۔" نینا نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

میرائے کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔

"ہمیں کیسے معلوم ہو گا کہ ہمارے دل میں جو محبت ڈالی ہے وہ اللہ نے ڈالی ہے یا نہیں؟"

اس نے زخمی سے انداز میں پوچھا۔دل اور دماغ پر لگیں کش مکش کی گرہیں اب آہستہ آہستہ ٹوٹ رہی تھیں۔

"فرقان کی صفت سے۔"اس نے فوراًا برو اچکا کر نرمی سے جواب دیا۔آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی جو اس گفتگو کے دوران بڑھتی جا رہی تھی۔

"فرقان؟"اس کے ابرو نا سمجھی سے سکڑے۔

"ہاں!فرقان کی صفت سے۔فرقان کہتے ہیں حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا۔"

اس نے کہنا شروع کیا تو وہ اسے خاموشی سے سن رہی تھی۔

"اگر آپ کے اندر فرقان کی صفت موجود ہو گی تو آپ آسانی سے ہر معاملے کی حقیقت جان لیں گے۔آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔"اس نے اپنی بات مکمل کی۔

"یہ صفت کیسے پیدا کی جائے؟"اپنے سنہرے بال کان کے پیچھے کرتے ہوئے میرائے نے کھوئے کھوئے سے انداز میں پوچھا۔

"قرآن سے کیونکہ قرآن کو اللہ نے فرقان قرار دیا ہے۔"اس نے فوراً جواب دیا۔

"مطلب؟"آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"مطلب قرآن مجید اللہ کا وہ کلام ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق اور فیصلہ کرتا ہے۔"

اس نے اسے بتایا تو وہ حیران ہوئی۔

(میرائے کو جیسے اپنے تمام سوالوں کے جواب مل گئے تھے۔وہ جس شے کی تلاش میں تھی وہ اسے آج مل گئی تھی۔۔اب صرف اس شے کو تھامنے کی دیر تھی۔)

"نینا!۔"اس نے مسکراتے ہوئے اسے پکارا۔

"ہاں؟"

"تمہارا بہت شکریہ۔"اس نے نم سے لہجے میں مسکرا کر کہا۔

(سورج کی کھلکھلاتی ہوئی کرنیں اب اس کی مسکراہٹ کی چمک کے آگے ماند پڑ گئی تھیں۔)

"کس لیے؟"وہ کچھ سمجھ نہ پائی۔

"فار ایوریتھنگ۔"میرائے کے جواب نے نینا کو لاجواب کر کے رکھ دیا۔

"میں اب فون رکھتی ہوں۔اللہ حافظ۔"اور پھر وہ فون رکھنے لگی۔

"اللہ حافظ۔"فون بند کرنے کے بعد میرائے کے دل میں ایک خاص سکون آگیا۔وہ چند لمحے بالکونی میں یونہی اپنی سوچوں میں گم ہو کر کھڑی رہی اور پھر کچھ دیر بعد اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نینامیرائے سے فون پر بات کرنے کے بعد ابھی اپنے بیڈ سے اٹھی ہی تھی کہ تب ہی دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے دروازے کی جانب دیکھا۔

عریشہ کمرے میں داخل ہوئی۔اس کے چہرے کے تاثرات آج کافی مختلف لگ رہے تھے جنہیں دیکھ کر وہ تھوڑا سا کش مکش کا شکار ہوئی۔

عریشہ اس کی اسسٹنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی بچپن کی دوست بھی تھی لیکن اب ان کی دوستی ویسی نہیں رہی تھی۔بہت کچھ تبدیل ہو گیا تھا۔

(وہ اس کی اسسٹنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا کاروبار بھی کرتی تھی۔اسے اس کاروبار میں ابھی اتنی ترقی نہیں ملی تھی لیکن اس نے اپنی کوشش نہیں چھوڑی تھی۔)

اس نے ایک نظر نینا کو دیکھا اور پھر خاموشی سے صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔نینا اسے کچھ دیر یونہی دیکھتی رہی اور پھر وہ اس کے پاس صوفے پر جا کر بیٹھی۔

"تم ٹھیک تو ہو؟"اس نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

عریشہ اپنا منہ بسور کر بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے پوچھنے پر اس نے نظریں اٹھا کر نینا کو دیکھا۔اس کی آنکھیں سرخ پڑی تھیں۔

"نینا! مجھے کافی دنوں سے ایسا لگ رہا ہے جیسے تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟"

اس نے چند لمحے بعد اسے شکیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

نینا اس کی یہ بات سن کر چونک گئی۔اس کے الفاظ سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کہنا "کچھ "چاہ رہی ہے اور "کہہ "کچھ رہی ہے۔

"وہ کیسے ؟"اس نے نا سمجھی کے عالم میں پوچھا۔

"بس یہ سب چھوڑو۔ میں جانتی ہوں تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔"اس نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

"چھپا نہیں رہی۔بس جب صحیح وقت آئے گا تو تمہیں بتا دوں گی۔"چند لمحے کی خاموشی کے بعد نینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"مطلب کوئی بات ہے۔دیکھا! تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔کیا ہو جائے گا اگر تم مجھے بتا دو گی؟ پلیز بتا دو مجھے !۔"اس کے یوں اصرار کرنے پر نینا کو کچھ عجیب سا لگا اور اسے اس کے انداز سے اب الجھن ہونے لگی۔

(عریشہ نے کبھی اس سے اتنا اصرار نہیں کیا تھا۔یہ سچ تھا کہ وہ اکثر نینا سے اس کے معاملات کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتی تھی لیکن اس کے ایک بار منع کرنے پر وہ دوبارہ پوچھنے کی ہمت نہیں کرتی تھی لیکن آج وہ کافی مختلف لگ رہی تھی۔)

"عریشہ! تم بس اتنا جان لو کہ میری زندگی میں ایک بہت بڑی تبدیلی آنے والی ہے۔ مجھے پہلے ایسا لگ رہا تھا کہ میں شاید اس تبدیلی کے لیے تیار نہیں ہوں لیکن پھر میں نے اس بارے میں کافی دیر سوچا۔۔اور پھر مجھے اپنے تمام سوالوں کے جواب مل گئے۔"اس نے اپنی سوچوں کے سحر میں مبتلا سے انداز میں کہا۔ یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ اُمڈ آئی۔۔ عریشہ اسے ناسمجھی سے دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہاری کوئی بات سمجھ نہیں پا رہی۔ آخر بات کیا ہے؟" وہ جھنجھلائی۔

"دیکھو اگر مجھے تمہیں پہلے ہی کچھ بتانا ہوتا تو میں بتا دیتی۔ ٹھیک ہے؟"اس نے کچھ سختی سے کہا۔۔اعصاب بھی کچھ تن سے گئے تھے۔ وہ اس کی باتوں سے اکتا کر صوفے سے اٹھی اور الماری تک جانے لگی۔

"میں سمجھ گئی۔ تم نے مجھ پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔"اور اس احمقانہ بات کی امید نینا کو نہیں تھی۔

(اسے شک سا ہوا تھا کہ ضرور کچھ ہے جو دراصل عریشہ اس سے چھپا رہی تھی مگر ایسا تھا کیا؟

وہ جانتی تھی کہ وہ کبھی بھی اتنا حساس نہیں ہوئی تو آج ایک دم اسے کیا ہو گیا تھا؟)

"ایسا نہیں ہے۔"

وہ اس کی جانب پلٹی۔۔اور اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"ایسا ہی ہے۔میں کافی عرصے سے نوٹ کر رہی ہوں کہ تم مجھ سے اپنی باتیں شئیر نہیں کرتی۔ مجھے کبھی کبھی ایسا لگتا ہی نہیں کہ تم میری بچپن کی دوست ہو۔"ایک اور احمقانہ بات کی امید نینا کو نہ تھی۔اب کی بار اس کے تنے ہوئے اعصاب مزید تنے۔

"عریشہ ! تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟ایسا کچھ نہیں ہے۔"لہجہ مزید سخت ہو گیا۔

"مجھے بتاؤ کہ آخر مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے جو تم نے مجھے خود سے اتنا دور کر دیا ہے۔"وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔۔اس کی یہ بات سن کر وہ چونک گئی۔

(وہ ایک دم اتنی حساس ہو گئی تھی یا بس حساس ہونے کا ڈھونگ نچا رہی تھی؟ یہ بات نینا کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔)

"اف اللہ !۔بس کرو تم یہ سب باتیں کرنا۔میں نے تمہیں کوئی خود سے دور نہیں کیا ہے۔"اس نے غصے اور تاسف سے سر جھٹک کر کہا۔

"اچھا اگر ایسا ہے تو بتاؤ کہ تم کون سی تبدیلی کی بات کر رہی تھی؟"اس نے فوراً سے پوچھا تو اب کی بار نینا کا جواب بھی فوراً آیا۔

"میں تمہیں اس بارے میں ابھی نہیں بتا سکتی۔"اس نے دوٹوک لہجے میں کہا۔۔یہ سنتے ہی عریشہ اس کے چہرے کو طیش کے عالم میں گھورتی رہی۔نینا نے رخ موڑ لیا۔۔وہ اب مزید عریشہ کی

احمقانہ باتوں کو برداشت نہیں کرسکتی تھی۔۔الماری کی جانب بڑھ کر وہ اس میں سے کوئی کتاب نکال کر بیڈ پر جا بیٹھی۔۔اور پھر اس کتاب کے مطالعے میں محو ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کی تاریکی نے استنبول کو لپیٹ رکھا تھا۔وہ کچھ ہی دیر پہلے گھر لوٹا تھا۔اس نے کھانا آج بھی باہر ہی کھایا تھا۔۔یہ روٹین تھی اس کی۔۔گھر پر وہ کبھی کبھی ہی جلدی آپاتا۔آخر وہ ایک فوجی افسر تھا۔۔زیادہ وقت وہ گھر کو نہیں دے سکتا تھا۔

جیمرے خاتون اپنے کمرے میں موجود تھیں۔۔بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھیں جب براق ان کے کمرے میں آیا۔وہ اس وقت ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے گرا رہی تھیں۔

"مرحبا۔"کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے خوش دلی سے کہا۔

"تو تمہیں میری یاد آگئی۔"جیمرے خاتون نے اسے آتا دیکھا تو تسبیح کو مؤدب انداز میں چوم کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔۔اور پھر مسکرا کر کہا۔

وہ ان کے پاس بیڈ پر آکر بیٹھا۔اس وقت وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس تھا۔

"آنے!آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔"اس نے مصنوعی شرمندگی چہرے پر قائم کرتے ہوئے کہا۔

گھر میں ہمیشہ کی طرح خاموشی تھی۔ان کے گھر میں زیادہ شور نہیں ہوتا تھا۔۔آخر لوگ ہی کتنے سے تھے۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔تم بتاؤ۔کچھ کہنا تھا؟"انہوں نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

براق ان کی بات سن کر چند لمحے کے لیے خاموش رہا۔وہ آج کافی کنفیوز سا لگ رہا تھا لیکن اس کے برعکس جیمرے خاتون کے چہرے پر ایک خاص چمک اور مسکراہٹ تھی۔

"کچھ نہیں۔میں تو بس آپ سے یونہی باتیں کرنے آیا تھا۔"اس نے نظریں جھکائے ہوئے ان کے کمبل پر انگلی سے کئی نقش و نگار بناتے ہوئے کہا۔وہ مسکرائیں۔

"اچھا اچھا! تو کہو۔کیا کہنا ہے تم نے؟میں سن رہی ہوں۔"اس کے سنہرے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انہوں نے نرمی سے پوچھا۔۔نظریں ہنوز جھکی تھیں۔

"آپ نے کھانا کھا لیا؟"نظریں اٹھا کر اس نے لب کاٹتے ہوئے پوچھا۔۔جیمرے خاتون نے اسے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا۔۔وہ جیسے جان گئی تھیں کہ وہ اصل بات کہہ نہیں پا رہا تھا۔

"ہاں!۔کیوں کیا ہوا؟"انہوں نے مصنوعی حیرت اور ناسمجھی قائم کرتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔"جواب معمولی سے انداز میں دیا گیا۔۔نظریں دوبارہ جھکا لیں۔۔وہ ان کی حیرانی کی وجہ سمجھ گیا تھا۔

"تم نے آج تک پوچھا نہیں نا اس لیے میں حیران ہو رہی تھی۔" جو براق سوچ رہا تھا وہی جیمرے خاتون نے کہہ بھی ڈالا۔

اس نے نظریں اٹھائیں۔۔ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔

"میرا ئے نے۔۔" اور اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

"ایوت ایوت ! اس نے بھی کھانا کھالیا ہے۔ وہ سونے بھی چلی گئی ہے۔اور میں نے اپنی دوائیاں بھی کھالی ہیں۔اور کچھ ؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے سوالیہ انداز میں ابرو اچکائے۔ براق کچھ شرمندہ سا ہو گیا۔۔اس نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔ نظریں پھر جھکالیں۔۔ کمبل پر دوبارہ انگلی سے کئی نقش و نگار بنانے لگا۔

"وہ۔۔مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا۔" اس نے کچھ ہچکچا کر کہا۔۔ان کی مسکراہٹ مزید بڑھی۔

" کہو میں سن رہی ہوں۔" انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آنے ! میں نے۔۔شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" ایک گہری سانس لے کر اس نے کہہ ڈالا۔۔اور پھر اس نے جیمرے خاتون کے تاثرات دیکھے۔

"واللہ! کیا واقعی؟ کس سے؟ نینا سے؟ یہ تو بہت ہی اچھی خبر ہے۔" وہ پر جوشی کے عالم میں کہہ رہی تھیں۔۔ براق کو یک دم دھچکا لگا۔۔اس نے اب تک نینا کا تو نام ہی نہیں لیا تھا۔۔ پھر انہیں کیسے پتا چلا؟

"آنے! پچ!۔ تو آپ کو میرائے نے پہلے ہی سب کچھ بتا دیا۔ رائٹ؟" اس نے اپنے ماتھے کو چھوتے ہوئے بے حد افسوس سے کہا۔

"وہ اگر نہ بھی بتاتی تو تب بھی مجھے پتا چل ہی جانا تھا۔ آخر ماں ہوں تمہاری۔" انہوں نے ابرو اچکا کر فخریہ انداز میں کہا۔

"یہ میرائے بھی نا!۔" اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔

جیمرے خاتون اسے ابھی تک دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھیں جس وجہ سے براق کافی کنفیوز ہو رہا تھا۔

"آپ جانتی ہیں نا۔ ہمیں رشتہ لینے کے لیے پاکستان جانا پڑے گا۔" اس نے چند لمحے بعد کہا۔۔ وہ مسکرائیں۔

"میں جانتی ہوں۔ تم ان سب باتوں کی فکر چھوڑ دو۔ اگر فکر کرنی ہے تو اس بات کی کرو کہ تم نے چھٹی کتنے دنوں کی لینی ہے اور نینا کو تحفے میں کیا دینا ہے۔" وہ بے حد خوش گوار لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"آنے ! ابھی تو شادی بھی نہیں ہوئی اور آپ کو تحفہ کی فکر شروع ہو گئی ہے۔" اس نے انہیں چھیڑا۔۔انہوں نے چہرے پر مصنوعی خفگی قائم کی۔

"ماں ہوں تمہاری۔تم سے زیادہ بہتر جانتی ہوں سب۔ ہونہہ !۔" کچھ سختی سے انہوں نے کہہ کر سر جھٹکا۔وہ کھل کر مسکرایا۔۔اور بیڈ سے اٹھ کر تشکر والے انداز میں نرمی سے ان کے کندھے تھپتھپائے۔۔انہوں نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور پھر اس کے ماتھے کو چوما۔

("آج اگر اس کے بابا زندہ ہوتے تو کتنا خوش ہوتے۔" انہوں نے دل ہی دل میں سوچا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کمرے میں نائٹ لیمپ کے علاوہ اور کچھ روشن نہیں تھا۔عریشہ ساتھ والے سنگل بیڈ پر اب تک سو چکی تھی۔اس کمرے میں اب صرف نینا کی اور حلیمہ صاحبہ کی فون سے آتی ہلکی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔نینا کی آواز بھی ہلکی ہی تھی کیونکہ وہ عریشہ کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

کھڑکی کے باہر سے آتی ہلکی ہوا پورے کمرے کو لطف اندوز کر رہی تھی۔نینا نائٹ سوٹ میں ملبوس تھی۔وہ اپنے سیاہ لمبے ریشمی بالوں کو ایک طرف کیے ہوئے تھی۔

"امی ! میری ڈاکومنٹری ختم ہو گئی ہے۔میں بس دو دن بعد پاکستان واپس آرہی ہوں۔"

اس نے نرمی سے مسکراتے ہوئے حلیمہ صاحبہ کو بتایا۔۔اور بیڈ کے آخر میں پھیلی اوڑھنے والی چادر کو سرسری سے انداز میں کھولا اور اسے اپنے اوپر لیتے ہوئے بیڈ کے ساتھ دوبارہ ٹیک لگا لیا۔

"شکر ہے اللہ کا۔تم نہیں جانتی کہ میں تمہارے بارے میں ہر وقت کتنی پریشان رہتی ہوں۔" انہوں نے متفکر انداز میں کہا۔

"بس امی اللہ نے مجھ پر جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں انہیں پورا بھی تو کرنا ہے۔"اس نے ذرا سے شانے اچکائے۔

"ہاں! لیکن تمہیں ایسا نہیں لگتا کہ تم نے اپنے اوپر کچھ زیادہ ہی ذمہ داریاں ڈال لی ہیں؟"انہوں نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"امی! ذمہ داریاں تو اللہ ڈالتا ہے۔اور اللہ کسی بھی انسان پر اس کی برداشت سے زیادہ ذمہ داریاں نہیں ڈالتا۔"اس نے پر اعتماد انداز میں جواباً کہا۔

یک دم اس کے چہرے پر اس کے بالوں کی ایک لٹ آ کر لہرائی جسے اس نے اپنی انگلی سے پیچھے کو دھکیل دیا۔

"تمہارے بابا بہت پریشان اور اداس رہتے ہیں۔" لہجہ اب کی بار بے حد دھیما اور نم سا تھا۔ان کی یہ بات کافی تکلیف کا اظہار کر رہی تھی جسے نینا سمجھ گئی تھی لیکن وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ وہ جو کام کر رہی تھی وہ اس کا فرض تھا اور فرض کو کسی قیمت پر چھوڑا نہیں جاتا۔

"کیوں؟" اس نے پوچھا تو اسے اپنے سوال پر خود ہی شرمندگی ہونے لگی۔

"تم نہیں جانتی کیوں؟" وہ کھنکھاریں۔۔اس کی شرمندگی میں مزید اضافہ ہوا۔

"امی آپ انہیں سمجھائیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں ویسے بھی پاکستان واپس آرہی ہوں نا۔" چند لمحے بعد اس نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"میں انہیں یہی کہتی ہوں لیکن وہ پھر بھی پریشان اور بہت اداس رہتے ہیں۔" لہجہ مزید نم ہو گیا۔

"حیرت ہے۔ وہ روز مجھ سے فون پر بات کرتے ہیں۔تب بھی ان کی باتوں سے مجھے کبھی ایسا نہیں لگا کہ وہ پریشان یا اداس ہیں۔" اس نے کہا تو اسے اندازہ ہوا کہ اس نے دوبارہ ایک احمقانہ سوال کیا ہے۔

"وہ باپ ہیں۔ وہ کبھی اپنی پریشانی اور اداسی اپنے بچوں کے اوپر ظاہر نہیں کریں گے۔" انہوں نے فوراً کچھ بلند آواز میں کہا۔

"ٹھیک کہا آپ نے۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔آنکھوں میں یک دم نمی کی ایک ہلکی سی لہر ابھر آئی۔

"چلو میں فون رکھتی ہوں۔ اللہ حافظ۔ اپنا خیال رکھنا۔" کچھ دیر کی گفتگو کے بعد حلیمہ صاحبہ فون بند کرنے لگیں۔

"اللہ حافظ۔ آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔" اس نے نرم لہجے میں کہا اور فون بند کر دیا۔

اور ایک گہری سانس لی۔ کافی کچھ تھا جو اس کے ذہن میں چل رہا تھا لیکن اب اس کے دل اور دماغ میں صرف اور صرف ایک اداسی کی لہر چھائی تھی جو اس کو صرف اس کے خاندان کے ساتھ گزارے گئے لمحات کو یاد کروا رہی تھی۔

(اس کا کام کافی مشکل تھا۔ وہ یہ جانتی تھی۔ اس سفر میں اس نے جو چیز کھوئی تھی وہ تھا اپنے خاندان کے ساتھ وقت گزارنا۔ لیکن وہ ابھی بھی صبر کر رہی تھی۔۔ اور وہ جانتی تھی کہ وہ ایسے ہی صبر کرتی رہے گی۔ صبر کے علاوہ وہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ڈرائنگ روم میں صوفے پر ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔۔ شلوار قمیص کے ساتھ ایک بھوری مردانہ شال کندھوں پر اوڑھے ہوئے۔۔ وہ سگریٹ کا گہرا کش لیتا۔۔ اس کمرے میں ارد گرد سیگریٹ کا زہریلا دھواں لہرا رہا تھا۔

"نینا پاکستان واپس آرہی ہے؟"اس نے حیرت زدہ ساہو کر اسلم کو دیکھتے ہوئے پوچھا جو اس کے صوفے سے کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر مؤدب انداز میں سر جھکائے کھڑا تھا۔

"جی میکائیل صاحب۔"اس نے جواب دیا تو اس نے سیگریٹ کے ایک دو کش لیے۔۔پھر مسکرایا۔۔یہ مسکراہٹ تباہی اور بددیانتی کی لہروں سے بھری تھی جو لوگوں کو نقصان پہنچانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرسکتی تھی۔

"اچھی بات ہے۔"اس نے سلگتی آنکھوں کے ساتھ سگریٹ کو دیکھتے ہوئے کہا تو اسلم چند لمحے کے لیے خاموشی سے کھڑا رہا۔

"اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"اور پھر اس نے خاموشی توڑ ڈالی۔

"ابھی تھوڑا صبر کرو۔وقت آنے پر سب کچھ ہو جائے گا۔"سیگریٹ کا ایک اور کش بھرا۔۔آنکھوں میں سازشوں کے جال بننے کا اندھیرا آشکار تھا۔

"آپ کے ذہن میں کیا چل رہا ہے؟"اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔۔وہ جواباً خباثت کے ساتھ قہقہہ لگا کر ہنسا۔۔اسلم اس کے یوں ہنسنے کی وجہ سمجھ نہ سکا۔

"تم جانتے ہو اسلم!۔ایک عورت کے لیے سب سے عزیز کیا ہوتا ہے؟"اس نے اس کی جانب دیکھا۔۔آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔۔اسلم نے جواباً نفی میں سر ہلا دیا۔

"اس کی عزت۔" اپنے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے اس نے بے حد تیکھے انداز میں کہا۔۔آنکھیں اب سرخ ہو رہی تھیں۔۔زیر لب ایک شیطانی مسکراہٹ قائم ہو گئی۔۔اسلم بھی تھوڑا سا خوف زدہ ہو گیا۔

آخر وہ میکائیل ملک تھا جو صرف اور صرف لوگوں کی جان۔۔مال اور عزت کو پامال کرنا جانتا تھا۔

"اور پھر؟" اس نے ایک بار پھر سوال کیا۔۔وہ اسے ساکت سا کھڑا دیکھنے لگا۔

"اس کا خاندان۔" اپنے سوال کا خود ہی جواب دینے کے بعد وہ دوبارہ سیگریٹ کے کش لینے لگا۔۔اس کے الفاظ زہر کی مانند تھے۔

اسلم چند لمحے بعد وہاں سے جانے لگا۔ میکائیل اکیلا ڈرائنگ روم میں بیٹھا تھا۔

"نینا احسن! تمہیں میں کسی کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے زیر لب ایک تباہ کن مسکراہٹ کے ساتھ لب کچلتے ہوئے کہا اور پھر۔۔اس نے سگریٹ سامنے پڑی میز پر پھینکی۔۔صوفے پر بازو پھیلائے۔۔سر صوفے کی پشت سے ٹکایا۔۔اور آنکھیں موند لیں۔ چند لمحے بعد اس نے دھیرے سے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔سرخ انگارہ ہو رہی تھیں اس کی آنکھیں۔۔دل بدلے کی آگ میں جل رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح ہوئی تو استنبول میں ہر طرف سنہری سورج کی کرنیں پھیل گئیں۔آسمان پر سورج کے ساتھ ساتھ ہلکے سے بادل بھی رقص کر رہے تھے۔

صبح اٹھتے ہی جیمرے خاتون نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ تھا سلطان کی سلطانہ سے رابطہ۔

"مرحبا۔" دوسری جانب سے اس کی آواز سن کران کے دل کو بہت سکون ملا۔

وہ اس وقت لان میں چہل قدمی کر رہی تھیں۔ براق معمول کے مطابق اس وقت گھر پر نہیں تھا۔۔میرائے تو صبح صبح ہی اپنے تشکیل دیے گئے نئے پلان کو اپنے فلاحی ادارے میں متعارف کروانے چلی گئی تھی۔

"مرحبا مرحبا!۔"جیمرے خاتون کا لہجہ بے حد خوش گوار تھا۔

"تو کیسی ہے میری بیٹی؟"

"الحمداللہ!۔آپ سنائیں؟"اس نے بھی نرم لہجے میں پوچھا۔

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔"

"تم جانتی ہو میں نے تمہیں کال کیوں کی ہے؟" ہلکا سا مسکراتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

(دوسری جانب وہ اس وقت ہوسٹل میں نہیں تھی۔۔وہ اور عریشہ آج گرینڈ بازار آئے ہوئے تھے۔اس کی ڈاکومنٹری مکمل ہونے والی تھی۔۔بس اس بازار کے متعلق اس نے ڈاکومنٹری میں

کچھ اہم نکات لکھنے تھے اسی لیے وہ یہاں آئی تھی۔ عریشہ کچھ سامان دیکھنے کے لیے بازار میں تھوڑا آگے کو چلی گئی تھی یوں کہ اب نینا جیمرے خاتون سے سکون سے بات کر سکتی تھی۔)

"جی میں جانتی ہوں۔ میرائے نے مجھے بتایا تھا۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیا۔

"پھر تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں تمہارے اور براق کے اس فیصلے سے کتنی خوش ہوں۔" اور یہ سنتے ہی اس کا دل خوشی سے کھل اٹھا۔

"جی۔" اس کے اس ایک لفظ نے جیمرے خاتون پر اس کی خوشی اور رضا کو ظاہر کر دیا۔

وہ لان میں لگے گلاب کے پھولوں کے پودے کی طرف بڑھیں۔۔اس پر لگے گلاب کے پھولوں کو نرم نگاہوں سے دیکھا۔

"جانتی ہو نینا! میں اپنی بہو میں جس طرح کی خوبیاں چاہتی تھیں نا وہ سب تم میں ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ اللہ نے تمہیں ہمارے لیے ہی ترکیے بھیجا تھا۔" وہ اب کی بار اس پودے پر لگے گلاب کے پھولوں کو نرمی سے سہلا رہی تھیں۔

"براق کہتا تھا کہ اسے کبھی ویسی لڑکی نہیں ملے گی جیسی وہ چاہتا ہے لیکن تمہیں دیکھ کر اس کی یہ بات غلط ثابت ہو گئی۔" اور یہ سنتے ہی نینا کے رخسار گلاب کی پتیوں کی مانند سرخ ہونے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے دن۔

Istanbul Airport.

(استنبول ایئرپورٹ جدید سہولیات سے آراستہ ایک جدید ترین ٹرمینل عمارت کا حامل ہے۔)

وہ ایئرپورٹ پر موجود تھی۔۔ سرمئی عبایے اور سکارف میں ملبوس۔۔ ساتھ ہی اس نے ایک سیاہ رنگ کی مخملی شال اپنے کندھوں پر اوڑھی ہوئی تھی۔ کلائی میں پہنی رسٹ واچ صبح کے سات بجا رہی تھی۔

سورج آج اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ عریشہ اور وہ اپنے اپنے سوٹ کیس کو ہینڈل سے تھامے ہوئے آہستگی سے چل رہی تھیں۔۔ اسے اپنے دل کی خاموش گہرائیوں میں اس سے جدا ہونے کی بازگشت محسوس ہو رہی تھی۔

(نظروں کے سامنے وہ منظر لہرایا۔۔ جب اس نے پہلی بار براق یامان کو دیکھا۔ استنئے پارک۔۔ وہ نقاب پوش افراد۔۔ براق کا اسے بچانا۔۔ وہ سب اس کی نگاہوں کے سامنے لہرایا۔)

وہ یک دم ہلکا سا مسکرائی۔

"اف! یہ یادیں بھی نا۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر سر جھٹکا۔

فلائٹ میں صرف کچھ ہی دیر باقی تھی۔

وہ اور عریشہ ابھی تک آہستگی سے چلتے ہوئے۔۔ارد گرد نگاہ دہراتے ہوئے کوئی بیٹھنے کی جگہ تلاش کر رہے تھے۔ارد گرد نظر دہرانے پر دکانوں سے لے کر اعلیٰ درجے کے بوتیک اور ڈیوٹی فری آؤٹ لیٹس تک نظر آرہے تھے۔وہ واقعی کافی جدید ایئرپورٹ تھا۔

انہیں یک دم دو بینچ نظر آئیں۔ایک بینچ پر ایک بوڑھی عورت بیٹھی تھی لیکن اس کے ساتھ والے بینچ پر جگہ خالی تھی۔نینا اس بینچ کی جانب بڑھی۔۔ساتھ ہی عریشہ بھی۔

("میں معافی چاہتی ہوں اس دن میں آپ کو شکریہ نہیں کہہ سکی۔"

"اس کی ضرورت نہیں یہ میرا فرض ہے۔")

اس کے دل میں وہ خوبصورت اور حسین یادیں رقص کر رہی تھیں۔

بینچ تک پہنچتے ہی اس نے سوٹ کیس کو اپنے ساتھ رکھا اور بینچ پر بیٹھ گئی۔اس کے دل اور دماغ میں اس وقت صرف اور صرف اس کی یادیں چل رہی تھیں جنہیں وہ چاہ کر بھی بھلا نہیں سکتی تھی۔عریشہ بھی بینچ پر اس کے برابر میں آکر بیٹھ گئی۔

("کیا تمہیں تمہارے والدین نے منع نہیں کیا؟"

"مطلب انہوں نے تمہیں اس پروفیشن کو اپنانے سے روکا نہیں؟"

"جی ! پہلے انہوں نے میری مخالفت کی تھی مگر پھر میں بھی نینا ہوں ! جو اپنی بات پر ڈٹ جاتی ہے۔" وہ یک دم اپنے اس وقت دیے گئے جواب کو سوچ کر نم سے انداز میں مسکرائی۔)

ہر گزرتا لمحہ اسے اس کی یاد دلا رہا تھا۔

وہ کچھ دیر وہاں موجود بینچ پر بیٹھی فلائٹ کا انتظار کرتی رہی۔

("میں نہیں آؤں گی براق !۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ۔۔"

اسے ایک ایک بات یاد تھی۔ گلہانے میں جب اسے براق نے بلایا تھا اور وہ نہیں گئی تھی۔۔ تب بھی اسے اپنی کہی گئی ہر بات یاد تھی۔)

اس کی یاد کی تکلیف ان کے تعلق کی گہرائی کا ثبوت تھی۔۔ دل آج کافی اداس تھا۔

("میں۔۔ میں ان سے محبت نہیں کرتی۔")

اسے یکلخت یاد آیا کہ کیسے اس نے اپنی محبت کا انکار کیا تھا۔

اگرچہ ان کے درمیان ابھی کافی فاصلہ تھا۔۔ لیکن دل تو فاصلے پر انحصار نہیں کرتا۔

یادوں نے اس کے دل اور دماغ پر قبضہ کر رکھا تھا جس وجہ سے اس کی آنکھوں میں گہری نمی اتر آئی۔ یہ آنکھوں کی نمی اس کی محبت کو ظاہر کر رہی تھی۔

"استنبول! ہم جلد ملیں گے۔مجھے بھولنا مت۔" وہ زیر لب مسکرائی۔۔یہ مسکراہٹ امید اور یقین کی لہر تھی۔

فلائٹ کا وقت ہو چکا تھا۔وہ بینچ سے اٹھی۔

("کیسا سوال؟"

"کیا تم میری زندگی میں شامل ہونا چاہو گی؟"

"کیا تم اپنی باقی زندگی میرے ساتھ گزارنا چاہو گی؟")

اس کی سیاہ آنکھوں میں آج صرف ایک ہی نام تھا اور وہ تھا **"براق یامان"**۔

دل کا ہر کونا اس کی یاد کی سرگوشیاں کر رہا تھا اور اب یہ سرگوشیاں زیادہ بڑھ گئی تھیں۔

اس نے اپنے سوٹ کیس کو ہینڈل سے پکڑا۔۔عریشہ بھی اسے دیکھ کر بینچ سے اٹھی۔

("آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟"

"اگر تمہیں یہ لگتا ہے کہ میں عام لوگوں کی طرح تمہارے حسن کو تم سے شادی کرنے کی وجہ قرار دوں گا تو دیٹس ناٹ دا مین تھینگ۔"

"تم سے شادی کرنے کی سب سے بڑی وجہ۔۔"

"تمہارا کردار ہے۔" وہ جس طرح سے اس وقت لاجواب ہوئی تھی۔۔اس بات کو دوبارہ یاد کر کے بھی پہلے کی طرح ہی لاجواب ہوئی۔)

روح اس کی یاد کی اداسی میں بہت تکلیف محسوس کر رہی تھی۔

وہ دونوں فلائٹ تک جانے لگیں۔

(اس کا ہر نیا قدم شاید اسے اس کے قریب لانے والا تھا

یا

شاید اسے اس سے دور کر رہا تھا۔)

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں ہوائی جہاز تک پہنچیں۔

("تم نایاب ہو۔")

جدائی کا وقت آ پہنچا تھا۔

عریشہ ہوائی جہاز میں جا کر بیٹھ گئی لیکن نینا چند لمحے کے لیے ہوائی جہاز کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے رک گئی۔اس کے دل میں کچھ تھا جس نے اسے ایک بار پیچھے دیکھنے پر مجبور کیا۔۔ایک امید یا شاید ایک وہم۔۔ارد گرد نگاہ دہرانے کے بعد اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

"میں بھی پاگل ہوں۔وہ یہاں کیسے آئے گا۔"اس نے دھیرے سے مسکرا کر سر جھٹکا۔۔اور پھر ہوائی جہاز کے اندر چلی گئی۔۔کون جانے کے وہ وہم نہیں تھا۔

اس کی اور عریشہ کی سیٹ ایک ساتھ تھی لیکن نینا کو ونڈو سیٹ ملی تھی۔

("تم منفرد ہو اور تم بہادر بھی ہو۔بلکہ بہت بہادر۔ہمت والی!۔")

دل ابھی تک کافی بھاری سا محسوس ہو رہا تھا۔

ہوائی جہاز نے اپنی اڑان پکڑلی۔

("ان سمپل ورڈز! میں اپنے لائف پارٹنر میں جس طرح کی کوالیٹیز چاہتا ہوں وہ سب تم میں ہیں۔")

دل پر بوجھ مزید بڑھنے لگا۔اس کے لیے کوئی بھی سفر اتنا مشکل نہیں ہوا کرتا تھا۔۔لیکن اسے آج یہ سفر بے حد کٹھن محسوس ہو رہا تھا۔اس نے کھڑکی سے ایک مرتبہ استنبول کو دیکھا۔

وہ منظر ایک شاندار پینورما ظاہر کر رہا تھا۔کچھ ہی دیر بعد استنول بادلوں کے اندر غائب سا ہو گیا۔

اس کی آنکھوں کی نمی بھی مزید بھر گئی اور چہرے کی مسکراہٹ بھی۔۔اسے امید تھی کہ یہ جدائی مستقل نہیں ہو گی۔

وہ ہوائی جہاز کو جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔بس کون جانے کہ وہ وہم نہیں تھا۔۔وہ حقیقت تھی۔

وہ بالکل ساکت سا کھڑا تھا۔ڈریس شرٹ اور جینز میں ملبوس ہمیشہ کی طرح بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔

ائیر پورٹ کے ارد گرد کیا ہو رہا تھا اسے ان سب سے کوئی مطلب نہیں تھا۔وہ صرف اپنی سلطانہ کو یوں جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

اس کے کندھے پر کسی نے بے دھیانی میں دھکا سا دیا تو وہ چونکا ہوا۔آہستہ سے قدم لیتا ہوا وہ بینچ پر آ کر بیٹھ گیا۔۔چہرے پر ہلکی سی معنی خیز مسکراہٹ تھی۔۔نیلی آنکھوں میں نمی کے ساتھ ساتھ امید کی ایک خاص چمک بھی تھی۔

(وہ نینا سے آج کیوں نہیں ملا؟ حالانکہ وہ آج ائیر پورٹ پر موجود بھی تھا۔۔صرف اس لیے تاکہ وہ اس کی اداسی کو نہ دیکھ لے۔)

"میں جانتا ہوں! تم واپس آؤ گی کیونکہ تمہیں واپس آنا ہو گا۔" دل نے بہت امید اور یقین سے کہا۔

"میں تمہارا انتظار کروں گا۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم بھی میرا انتظار کرو گی آخر تم میری ملکیت جو ہو۔" اب کی بار یہ سوچتے ہوئے اس کا دل کھل اٹھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ پاکستان دوپہر تک ہی پہنچ گئی تھی۔۔ عریشہ ائیر پورٹ سے ہی ٹیکسی کرواکر اپنے گھر چلی گئی۔ جب نینا گھر پہنچی اس وقت حلیمہ صاحبہ اور اریحہ گھر پر تھیں۔۔اس نے ان سے کچھ دیر باتیں کیں اور پھر سونے کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

دوپہر کا کھانا بھی اس نے نہیں کھایا تھا۔۔ یہ کہہ کر کہ سفر کی وجہ سے اسے کافی تکان ہو گئی ہے۔۔اسی لیے اس سے کھانا نہیں کھایا جائے گا۔ حلیمہ صاحبہ نے تو کافی اصرار کیا لیکن وہ نہ مانی۔

اس کے دل میں بہت کچھ چل رہا تھا۔ اور اس نے آج کسی بھی حال میں احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ سے براق یامان کے بارے میں بات کرنی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد میں صاف اور شفاف افق تلے پر سکون رات کا سماں چھایا تھا۔ ارد گرد مچلتی ہوا ٹھنڈی اور کرکری تھی جس میں قریبی سبزے کی مہک پھیلی تھی۔ اس گہرے نیلے افق پر پورا چاند چمک رہا تھا۔۔ستارے بھی روشن تھے۔

وہ سب ڈائنگ روم میں موجود تھے۔ سربراہی کرسی احسن صاحب نے سنبھالی ہوئی تھی۔ بائیں طرف رکھی پہلی کرسی پر اریحہ براجمان تھی۔۔ ساتھ والی کرسی پر علی۔ دائیں جانب رکھی پہلی کرسی پر حلیمہ صاحبہ بیٹھی تھیں اور ان کے ساتھ والی کرسی پر نینا۔

وہ سب کھانا کھانے میں محو تھے۔۔ حلیمہ صاحبہ نے کھانے میں آج بہت سی ڈشز بنائی تھیں۔۔ سب جانتے تھے کہ اتنی ساری ڈشز نینا کے واپس آنے کی خوشی میں بنائی گئی تھیں۔

"تو کیسا رہا تمہارا ترکیے کا سفر؟" حلیمہ صاحبہ نے کھانے کا ایک لقمہ لینے کے بعد بے حد خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

"بہت اچھا۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔

"نینا آپی! اپنی ترکیے کی ڈاکومنٹری دکھائیں نا۔" اریحہ نے اصرار کیا۔

"ہاں ہاں! میں کل تمہیں ڈاکومنٹری دکھادوں گی۔ ٹھیک ہے؟ لیکن ابھی کھانا کھاؤ۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"اوکے۔" وہ خوشی سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے واپس کھانے کی پلیٹ پر جھک گئی۔

کچھ دیر مزید کوئی بات نہ ہوئی۔احسن صاحب کچھ ہی دیر پہلے دفتر سے واپس آئے تھے۔۔حالانکہ انہوں نے جلدی آنے کی کوشش کی تھی لیکن پھر بھی دو تین اہم کام پڑ گئے تھے۔۔اسی لیے انہیں گھر آتے ہوئے دیر ہو گئی تھی۔ان کے آنے سے کچھ دیر پہلے ہی علی بھی گھر لوٹا تھا۔

"ام۔۔امی اور بابا!۔"اس نے دھیمے لہجے میں لب کاٹتے ہوئے انہیں پکارا۔ان دونوں نے اسے دیکھا جو انہیں پر سوچ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں؟"ان دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

"کھانے کے بعد مجھے آپ دونوں سے کچھ بات کرنی ہے۔"اس نے سنجیدگی سے کہا تو احسن صاحب کے چہرے پر پریشانی کی ایک ہلکی سی لہر جھلکی۔

"ضرور۔ویسے خیریت تو ہے نا؟"احسن صاحب نے کچھ متفکر انداز میں پوچھا۔

"جی جی بالکل خیریت ہے۔"اس نے ہلکا سا مسکرا کر انہیں تسلی دی۔۔انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا اور واپس کھانے کی پلیٹ پر سر جھکا لیا۔نینا پلیٹ میں چمچ یونہی ہلاتے ہوئے اپنی سوچوں میں گم سی ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ لونگ روم میں موجود تھیں۔۔ معمول کے مطابق ٹی وی کی اسکرین پر کوئی ترک ڈرامہ چل رہا تھا جسے وہ بہت تجسس کے ساتھ دیکھ رہی تھیں۔ براق ابھی تک گھر نہیں لوٹا تھا۔ میرائے کی آج باقی فلاحی اداروں کے اونرز کے ساتھ میٹنگ تھی۔۔ وہ اسی لیے کچھ گھر دیر سے لوٹی تھی لیکن دونوں نے رات کا کھانا اکٹھے کھایا تھا۔

"آنے!۔" وہ ڈرامہ دیکھنے میں محو تھیں جب اس نے انہیں پکارا۔

انہوں نے ٹی وی کی اسکرین سے نگاہ ہٹا کر لونگ روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ دروازے کے ساتھ کھڑا تھا۔۔ آنکھوں میں موجود آنسو آسانی سے آشکار ہو رہے تھے لیکن ان آنسوؤں کے ساتھ اس کے چہرے پر موجود مسکراہٹ بھی کافی خاص تھی۔

جیمرے خاتون اسے دیکھ کر کچھ سمجھ نہ سکیں۔۔ ان کے ماتھے پر سوچ اور فکر کی لکیریں نمایاں ہوئیں۔۔ وہ اس کی جانب بڑھیں تو براق دروازے سے کچھ قدم آگے آیا۔۔ اور پیچھے مڑ کر کسی کو اندر آنے کو کہا۔ انہوں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ کسے بلا رہا تھا؟

"دیکھیں کون آیا ہے۔" اس نے نم لہجے میں ہلکا سا مسکرا کر دروازے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"کون؟" انہوں نے نا سمجھی سے پوچھا۔۔ تو یکلخت کسی کے قدموں کی آواز پر انہوں نے دروازے کی جانب دیکھا۔

وہ ایک ادھیڑ عمر شخص تھا۔۔آخراس کا چہرہ وہ کیسے بھول سکتی تھیں؟

اسے دیکھ کر یک دم وہ بالکل ساکت سی رہ گئیں۔

دوبارہ ملاپ دلوں کی سمفنی ہے۔دلوں کی خوشی ہے جو ہر طرف چھا جاتی ہے۔یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کائنات نے ٹوٹ جانے والی چیزوں کو دوبارہ جوڑنے کی سازش کی ہو۔

"اللہ کا شکر ہے۔بہت شکر ہے اللہ کا۔" برسات جاری ہوگئی۔

"میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں وہ کم ہے۔"

انہوں نے اپنی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔ براق کے چہرے پر بھی مسکراہٹ اب مزید بڑھ گئی تھی۔

"بھابھی! آپ لوگوں کی دعائیں میرے ساتھ تھیں اسی لیے میں آج یہاں کھڑا ہوں۔" ایمرے چچا نے بھی نہایت خوش دلی سے کہا۔

ان کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔آخر کیوں نہ ہوتے؟ اتنے عرصے بعد اپنے لوگوں سے واپس مل لینے میں کسے خوشی نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کو کھانا کھانے کے بعد وہ تینوں لان میں اکٹھے ہوئے۔ تین سفید کرسیاں سبز مخملی گھاس پر رکھے وہ دونوں نینا کی بات سننے کے لیے وہاں موجود تھے۔

وہ علی اور اریحہ کے سامنے ابھی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔اس لیے وہ دونوں یہاں لان میں نہیں تھے۔

ہلکی سی ٹھنڈی ہوا ہر طرف رقص کر رہی تھی۔اسلام آباد میں ہمیشہ کی طرح ہر طرف خاموشی ہی خاموشی پھیلی تھی۔۔اور اس خاموشی میں اب اس کی آواز خلل پیدا کر رہی تھی۔

"جب میں ترکیے گئی تھی تو وہاں ایک مال میں۔۔"

اس نے انہیں اپنا ترکیے کا سفر بتانا شروع کیا۔ ہر بات اس نے انہیں بتائی جس میں براق کا اسے بچانا اور باقی سب کچھ شامل تھا سوائے یہ کہ براق نے اسے دوسری بار بھی بچایا تھا جب وہ عباس احمد سے ملنے گئی تھی۔

کیونکہ حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب عباس احمد کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔اور اگر وہ انہیں براق کے دوسری بار بھی اسے بچانے کے بارے میں بتا دیتی تو وہ عباس احمد کا بھی پوچھ لیتے۔تب نینا کے پاس کوئی جواب نہ ہوتا۔اس کے علاوہ اگر وہ یہ بات براق سے کہہ دیتے تو پھر؟

براق بھی تو یہ نہیں جانتا تھا کہ اس دن اس نے جس لڑکی کو بچایا تھا وہ اور کوئی نہیں بلکہ نینا ہی تھی۔

اس نے اپنی بات مکمل کر کے ایک گہرا سانس لیا۔۔جب تک وہ بولتی رہی۔۔ حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گیا۔

احسن صاحب کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوئے۔۔ابرو سکڑے ہوئے تھے۔۔انہوں نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔ حلیمہ صاحبہ اور وہ انہیں مضطرب سے انداز میں دیکھ رہی تھیں۔

"نینا! تم یہ کہہ رہی ہو کہ تم ایک فوجی افسر سے اور وہ بھی ترکیے کے فوجی افسر سے۔۔ شادی کرنا چاہتی ہو؟" وہ ابھی تک اس کی بات کو ہضم نہیں کر پا رہے تھے۔۔لہجے میں سنجیدگی اور حد درجہ کی حیرانی تھی۔اس نے جواباً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ان کی تائید کی۔وہ پھر ایک گہری سانس لے کر رہ گئے۔

"تم کیا کہہ رہی ہو؟" حلیمہ صاحبہ نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑتے ہوئے سوال کر ڈالا۔۔وہ بھی احسن صاحب کی طرح ہی شاکڈ تھیں۔

"ایک منٹ رکو۔" انہوں نے حلیمہ صاحبہ کو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔۔وہ خاموش ہوئیں۔۔ نینا کو محسوس ہوا جیسے اس کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔

"اگر ہم نے انکار کر دیا تو تم کیا کرو گی؟" سوال بے حد سنجیدگی سے پوچھا گیا۔۔ وہ جوابا زیر لب مسکرائی۔

"وہی جو مجھے کرنا چاہیئے۔آپ کے فیصلے کا احترام۔ میں جانتی ہوں آپ میرے لیے غلط فیصلہ نہیں کریں گے۔" اس نے ذرا سے شانے اچکائے۔۔ احسن صاحب نے ایک نظر حلیمہ صاحبہ کو دیکھا اور پھر اس کی جانب متوجہ ہوئے۔۔ وہ دونوں اس سے اسی جواب کی توقع کر رہے تھے۔

"ٹھیک ہے۔ تم جا سکتی ہو۔ مجھے اور تمہارے امی کو کچھ بات کرنی ہے۔" انہوں نے چند لمحے بعد سنجیدہ مگر نرم لہجے میں کہا تو اس نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔ اور کرسی سے اٹھی۔

"آپ لوگ بات کیجئے۔ بس ایک بات مت بھولیے گا کہ اگر براق اس وقت میری مدد کو نہ پہنچا ہوتا تو میں شاید یہاں نہ ہوتی۔" جاتے جاتے وہ انہیں اس کا احسان یاد دلا گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ سیدھا اپنے کمرے میں گئی۔۔ ماتھے پر پریشانی کی وجہ سے سلوٹیں نمایاں تھیں۔۔ یہ پریشانی اس نے اپنے لیے خود ہی چنی تھی۔

"میں نے امی اور بابا کو یہ تو بتایا ہی نہیں کہ میں نے براق کو "ہاں" کر دی ہوئی ہے۔" وہ بیڈ پر ڈھے سی گئی۔۔ کمرے کی تمام بتیاں جلی تھیں۔

"اگر انہوں نے انکار کر دیا تو؟" وہ متذبذب سے انداز میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مروڑ رہی تھی۔۔اسے اب اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔

اس نے ایک نرم سا تکیہ اپنی گود میں رکھا اور دونوں ہاتھ اس پر رکھ دیے۔

"میں جیمرے خاتون۔۔میر ائے اور "براق" کی ساری امیدیں توڑ دوں گی۔" اس نے مزید سوچا تو اس کا دل کیا کہ وہ سب کچھ بھلا دے۔لیکن غلطیاں بھلائی نہیں جاتیں۔انہیں ہمیشہ یاد رکھ کر ان سے سیکھا جاتا ہے۔

وہ پریشانی کے عالم میں اس تکیے کو دبوچنے لگی۔

"میں نے "ہاں" کیوں کر دی؟" سیاہ آنکھوں میں ہلکی سی گلابی اتر آئی۔

"میں نے اتنی جلد بازی کیوں کی؟" اسے اپنے اوپر شدید غصہ آرہا تھا۔

اور پھر اس نے ضبط سے ایک گہری سانس لے کر گود میں رکھے تکیے کو زور سے دروازے کے ساتھ دے مارا۔وہ تکیہ دوازے سے ٹکرا کر فرش پر گر گیا۔

"مجھے اتنی جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے تھا۔بلکہ مجھے وقت لینا چاہیئے تھا تا کہ میں پہلے امی اور بابا کا فیصلہ جان لیتی۔" اب اسے سمجھ آئی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیئے تھا۔

"اف اللہ! میں اتنی جلد باز کیسے ہو سکتی ہوں؟"اس نے اپنے ماتھے پر زور سے ہاتھ مارا۔۔ پھر سر جھٹکا۔۔اور بیڈ پر اسی پوزیشن میں لیٹ گئی۔۔ بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا کھل کر بکھر گیا۔۔اس نے آنکھیں موند لیں۔ پھر چند لمحے بعد ایک گہری سانس لے کر آنکھیں کھولیں۔

"اللہ! مدد فرما۔"اس نے پریشان کن انداز میں التجا کی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لان میں ان کی گفتگو کی آواز ہلکی ہوا کے ساتھ لہرا رہی تھی۔۔ان دونوں کے سوا یہاں اور کوئی موجود نہ تھا۔

"نینا کی براق سے شادی کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پاکستان میں نہیں رہے گی۔"احسن صاحب کہہ رہے تھے۔۔ حلیمہ صاحبہ نے تائید کی۔

"وہ ہم سے بہت دور چلی جائے گی۔"انہوں نے جواباً اداسی سے کہا۔

"اور دوسری بات یہ کہ ہم اس "براق" کو جانتے تک نہیں ہیں۔"انہوں نے اپنے الفاظ پر زور دیا۔۔اور براق کے نام پر تو انہوں نے باقی الفاظ سے زیادہ زور دیا۔۔ حلیمہ صاحبہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"سب سے بڑی بات تو یہ کہ وہ پاکستانی بھی نہیں ہے۔اسے تو ہماری زبان بھی نہیں آتی۔نینا اس کے ساتھ کیسے رہے گی؟" حلیمہ صاحبہ کافی پریشان تھیں۔۔احسن صاحب نے مضطرب سے انداز میں کنپٹی مسلی۔

چند لمحے لان میں خاموشی نے اپنا جال بچھالیا۔

"اگر ان باتوں کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھیں کہ جس براق کو ہم جانتے تک نہیں ہیں۔۔اس نے ہماری بیٹی کو موت کے منہ سے بچایا۔" اور پھر خاموشی میں خلل پیدا ہوا۔۔احسن صاحب کا انداز قابل تحسین تھا۔

"وہ نہ ہوتا تو شاید نینا آج یہاں نہ ہوتی۔" اور ان کی بات انہوں نے مکمل کی۔دونوں نے چند لمحے ایک دوسرے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھا۔۔جو ان کے دل و دماغ میں چل رہا تھا وہی حلیمہ صاحبہ بھی سوچ رہی تھیں۔

"پھر نینا نے اس کے بارے میں جو کچھ بھی بتایا ہے وہ واقعی کافی اچھا ہے۔" احسن صاحب نے ذرا سے ابرو اچکائے۔۔انہوں نے تائید کی۔

"کیا کہتی ہو؟ کیا فیصلہ لینا چاہیئے؟" وہ اب کی بار کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوئے۔۔پھر دونوں چند لمحے کے لیے ایک گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

"نینا کو براق پسند ہے۔نینا بہت سمجھدار ہے۔ میں جانتی ہوں اگر اسے براق پسند ہے تو اس میں ضرور کوئی بات ہو گی۔"انہوں نے سوچوں میں گم گم سے انداز میں کہا۔

"ہاں صحیح کہہ رہی ہو۔"احسن صاحب نے تائید کی۔

"میرے خیال سے ہمیں ابھی کوئی فیصلہ نہیں لینا چاہیئے۔"انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو جواباً حلیمہ صاحبہ نے انہیں ابرو اچکا کر دیکھا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔"پھر ہلکا سا مسکرائیں۔

"پہلے ان لوگوں سے مل لیتے ہیں پھر کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔"انہوں نے کہا تو حلیمہ صاحبہ نے ان کی اس بات سے بھی اتفاق کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

افق پر آفتاب کی روشنی قطرہ قطرہ۔۔کرن کرن پھیلتے ہوئے اب ہر سو اپنے پر پھیلا چکی تھی۔

اس کی بے چینی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔وہ اپنے کمرے میں مضطرب سے انداز میں ادھر ادھر ٹہل رہی تھی جب حلیمہ صاحبہ اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

اس نے لب کاٹتے ہوئے بے چینی سے انہیں دیکھا۔۔جواباً وہ نزاکت سے مسکرائیں اور صوفے پر آبیٹھیں۔نینا بھی ان کے پاس صوفے پر آبیٹھی۔

"کیا فیصلہ کیا آپ نے اور بابا نے؟" اس نے ہچکچا کر پوچھا۔ حلیمہ صاحبہ نے اس کے گال تھپتھپائے اور نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ہم نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں لیا۔ ہم پہلے ان لوگوں سے ملیں گے اور پھر کوئی فیصلہ کریں گے۔" اور پھر نرمی سے کہا۔۔ وہ بالکل خاموش رہی۔۔ پلکیں جھکالیں۔

"امی! میں نے آپ کو کچھ بتانا ہے۔" وہ صوفے پر انگلی سے یونہی گول گول کچھ بنانے لگی۔

"ہاں بتاؤ۔" وہ زیر لب مسکرائیں۔۔ جیسے جانتی ہوں کہ وہ کیا کہنے والی ہے۔

"وہ میں نے براق کو "ہاں" کہہ دیا تھا۔" اس نے فوراً کہا۔۔ نظریں ہنوز جھکی تھیں۔ وہ ان کے تاثرات نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔۔ اسے ان کا چہرہ دیکھنا ہی تھا۔

اور جیسے ہی اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔۔ وہ چونک گئی۔۔ ان کے چہرے کی مسکان مزید بڑھ گئی تھی اور وہ بمشکل اپنی ہنسی کو روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"لیکن اگر آپ لوگوں نے منع کر دیا تو میں اسے انکار کر دوں گی۔" لیکن جب انہوں نے اسے یوں گھبراتے ہوئے کہتے سنا تو وہ اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکیں۔۔ اور یہ ہنسی قہقہوں میں بدل گئی۔ وہ انہیں ناسمجھی سے دیکھنے لگی۔

"آپ ہنس کیوں رہی ہیں؟"اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔۔وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"تمہارے بابا مجھے پہلے ہی کہہ رہے تھے۔"انہوں نے ہنسی دباتے ہوئے کہا تو نینا کی تشویش میں مزید اضافہ ہوا۔

"کیا؟"اس کے ابرو سکڑے۔۔انہوں نے نرمی سے اس کے چہرے پر ایک طرف کو گرتی بالوں کی لٹ کان کے پیچھے کی۔

"یہی کہ نینا نے براق کو "ہاں" کر دی ہوئی ہے۔"لہجہ بے حد پر سکون تھا۔اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"انہیں کیسے معلوم؟"وہ کافی حیرت زدہ تھی۔

"وہ کہہ رہے تھے کہ تم بہت جلد باز ہو۔"وہ مسکرائیں۔۔نینا کی بڑی سیاہ آنکھوں میں نمی سی ابھر آئی۔۔ساری پریشانی جیسے ایک دم سے غائب ہو گئی تھی۔

اس نے پیار سے حلیمہ صاحبہ کو گلے لگا لیا۔

"امی! آپ اور بابا بہت اچھے ہیں۔"اس کی آواز بھر آئی تھی۔ حلیمہ صاحبہ نے نرمی سے اس کے کندھے تھپتھپائے اور پھر اسے خود سے دور کیا۔

"اچھا اب بس بس! تم بس یہ بتاؤ کہ وہ لوگ کب آنا چاہ رہے ہیں؟"انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ لوگ تو تیار ہیں۔وہ بس آپ لوگوں کی اجازت کا ہی انتظار کر رہے تھے۔میں انہیں آپ لوگوں کا پیغام پہنچادوں؟"اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"نہیں! تم مجھے براق کی والدہ کا نمبر دے دو۔۔میں ان سے خود بات کرلوں گی۔"وہ دونوں ہنوز مسکرارہی تھیں۔۔اب کی بار اس کی نظریں خود بخود جھک گئیں(مطلب وہ جیمرے خاتون سے اس کے اور براق کے بارے میں بات کرنے والی تھیں!)۔۔حلیمہ صاحبہ نے ایک بار پھر اپنی ہنسی پر بمشکل قابو پایا۔

"ٹھیک ہے۔میں آپ کو ان کا نمبر واٹس ایپ کرتی ہوں۔"اس نے دھیمے لہجے میں کہا اور پھر صوفے سے اٹھی۔۔بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔

اس پر جیمرے خاتون کا نمبر ڈھونڈا۔چند لمحے اس نمبر کو دیکھا۔۔اور پھر اس کی نظریں حلیمہ صاحبہ کی جانب بڑھیں جو ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے ٹکائے اسے چمکتی ہوئی نگاہوں سے مسکرا کر دیکھ رہی تھیں۔

"امی ایسے مت دیکھیں مجھے۔"نینا نے مسکرا کر سر جھٹکا اور پھر انہیں جیمرے خاتون کا نمبر واٹس ایپ کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حلیمہ صاحبہ نے دوپہر میں ہی جیمرے خاتون سے فون پر بات کرلی۔ان دونوں کوایک دوسرے سے بات کر کے بے حد خوشی ہوئی۔۔یہاں تک کہ ان کی بات تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہی۔ حلیمہ صاحبہ کے دل کوان سے بات کر کے تسلی بھی پہنچ گئی کہ ان کی بیٹی کاانتخاب غلط نہیں تھا۔

جیمرے خاتون۔۔براق اور میرائے دوہفتے بعد پاکستان آرہے تھے۔

یہ بات احسن صاحب کوجب معلوم ہوئی تووہ بھی بہت خوش ہوئے۔یہ بات اب اریحہ اور علی تک بھی پہنچ گئی تھی۔ان دونوں کے تاثرات بھی بالکل ویسے ہی تھے جیسے پہلے احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ کے تھے۔

لیکن اریحہ بہت خوش تھی۔اس کی وجہ پہلے تونینا کو سمجھ نہ آئی لیکن پھرایک دن اسے سب سمجھ میں آگیا۔

وہ اس وقت اپنے کمرے میں تھی۔کچھ ہی دیر پہلے وہ نیوز نیٹ ورک کے اسٹوڈیو سے واپس لوٹی تھی۔اپنی الماری میں کچھ فائلز رکھ رہی تھی وہ جب اریحہ جھولتے جھولتے اس کے کمرے میں آئی۔وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے نینا کو دیکھ رہی تھی۔۔اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر دوبارہ سے میز پر سے فائلز اٹھا کر الماری میں رکھنے لگی۔

"نینا آپی !اب جب آپ کی شادی ہو جائے گی تو آپ کا کمرہ میرا ہو جائے گا نا؟" وہ کافی پر جوش تھی۔۔آنکھوں میں امید تھی کہ اب یہ وسیع اور خوبصورت سا کمرہ اسے مل جائے گا(وہ الگ بات تھی کہ اگر یہ کمرہ اسے مل جاتا تو یہ صرف وسیع رہتا۔۔خوبصورت نہیں۔)

"کتنی بدتمیز ہو تم ویسے۔ تمہیں میرے جانے پر خوشی ہو رہی ہے؟"اس نے خفا خفا سے انداز میں کہا۔

"جی جی بہت زیادہ۔"اسے اپنی بات پر کوئی شرمندگی نہ تھی۔نینا کو اس کی ڈھٹائی دیکھ کر بہت ہی افسوس ہوا۔

"اریحہ !۔"اس نے اسے آنکھیں دکھائیں۔۔پھر الماری کھٹرک سے بند کی۔وہ اب بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھا رہی تھی۔

"اچھا نا بتائیں !آپ کا کمرہ میرا ہو جائے گا نا؟"اس نے اپنا سوال پھر دہرایا تو نینا کو بہت غصہ آیا۔

"جی نہیں۔"اس نے اسے چڑانے والے انداز میں کہا تو اریحہ منہ پھلاتے ہوئے کمرے سے باہر جانے لگی۔

"دیکھ لینا آپ کا کمرہ تو میں ہی لوں گی۔" وہ مڑی اور زیر لب بڑبڑائی۔۔نینا نے ارد گرد ایک متلاشی نگاہ دہرائی۔۔یوں کہ کوئی بھی چیز اس کے ہاتھ میں آئے اور وہ اسے اریحہ کے سر پر دے مارے۔۔اریحہ یہ دیکھ کر فوراً تیز قدموں کے ساتھ کمرے سے بھاگ گئی۔

نینا اس کے جانے کے بعد خوب کھل کر ہنسی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دو ہفتے بعد۔

صبح کے سنہرے رنگ رات کے تاریک اور گہرے رنگوں پر غالب آ گئے تھے۔اسلام آباد میں آج موسم کافی حسین تھا۔۔بادلوں کے جھرمٹ افق پر پھیلے تھے جن کے درمیان میں موجود سورج کو اپنے پر پھیلانے میں کافی دقت محسوس ہو رہی تھی۔

وہ سب پاکستان پہنچ گئے تھے۔

آج ان کے گھر میں خوب تیاریاں چل رہی تھیں۔احسن صاحب بھی آج دفتر نہیں گئے تھے۔۔اور علی بھی آج کام سے جلدی واپس آ گیا تھا۔

حلیمہ صاحبہ کا تو زیادہ تر وقت کچن میں ہی گزرا۔۔ساتھ ساتھ وہ اریحہ کو بھی مدد کے لیے کہتیں۔۔وہ الگ بات تھی کہ اریحہ نے ان کے لاکھ کہنے کے باوجود بھی کوئی مدد نہ کروائی۔۔ہاں

لیکن اس نے صوفوں کے کشن ٹھیک کر دیے اور میز پر پڑے خالی گلاس کو کچن میں واپس رکھ دیا۔۔ یہ اس کے مطابق حلیمہ صاحبہ پر کیے جانے والے "احسانات" تھے۔اس دوران حلیمہ صاحبہ اس پر سو مرتبہ لعنتیں بھیج چکی تھیں۔۔ لیکن وہ ایک کان سے سنتی اور دوسرے کان سے نکال دیتی۔۔ پھر موبائل پر بزی ہو جاتی۔

نینا آج کافی گھبرائی ہوئی۔۔ متذبذب سی تھی۔۔ بہت سی سوچوں نے اس کے ذہن میں گھر کیا ہوا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔۔ سنگھار میز کے سامنے کھڑے ہوئے وہ اپنا دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی جب اریحہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"آپی! وہ لوگ آ گئے ہیں۔" وہ کھنکھاری۔۔ یہ سنتے ہی نینا کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئیں۔وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔۔ لیکن وہ ابھی تک وہیں سنگھار میز کے سامنے ٹھہری رہی۔

وہ آج ایک گلابی رنگ کے لانگ فراک میں ملبوس تھی جس کے اوپر سنہرے پھولوں کے خوبصورت اور نفیس نقش و نگار بنے تھے۔۔اس کے ساتھ اس نے اپنے بالوں کو ہلکے گلابی رنگ کے سکارف سے ڈھکا ہوا تھا۔۔ ریشمی ہلکے سنہرے رنگ کا دوپٹہ اپنے کندھے کے ایک طرف اوڑھے وہ ہمیشہ کی طرح کافی حسین اور پر کشش لگ رہی تھی۔

اس کا کمرہ بالائی منزل پر تھا۔وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلی۔سامنے کچھ ہی فاصلے

پر ایک ریلنگ بنی ہوئی تھی جس کے ساتھ کھڑے ہو کر اگر نیچے کو دیکھو تو گھر کا نیچے والا پورشن دکھائی دیتا تھا۔

اسے نیچے والے پورشن سے شور کی آواز آنا شروع ہو گئی تھی لیکن اس شور میں ایک آواز ایسی تھی جو اس کے کانوں اور خاص طور پر دل کے لیے کافی سکون دہ ثابت ہو رہی تھی۔ وہ آواز تھی سلطانہ کے سلطان کی۔

وہ ریلنگ کی جانب چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ بڑھی اور پھر اس نے چہرہ جھکا کر نیچے کی جانب دیکھا۔ وہ سب وہاں موجود تھے اور ایک دوسرے سے خوش دلی سے مل رہے تھے۔

اس کی نظر پہلے جیمرے خاتون سے گلے ملتیں حلیمہ صاحبہ کی جانب گئی۔۔ پھر اریحہ سے ملتی میرائے کی جانب اور پھر

اچانک اس کی نظر براق کی جانب گئی۔ وہ اس وقت احسن صاحب سے مل رہا تھا۔۔ نیلی جینز اور سفید ڈریس شرٹ جس کے کف مڑے ہوئے تھے۔۔ ہمیشہ کی طرح کافی ہینڈسم لگ رہا تھا وہ۔۔ تب ہی ان دونوں کی نگاہیں ٹکرائیں۔ اسے دیکھتے ہی براق کے چہرے پر مسکراہٹ مزید بڑھی۔

نینا فوراً اس سے نگاہیں پھیرتے ہوئے ریلنگ سے پیچھے ہٹی یوں کہ نہ ہی وہ کسی کو دیکھ سکتی تھی اور نہ ہی اب اسے کوئی اور دیکھ سکتا تھا۔

نیچے ابھی بھی باتوں کی آواز آرہی تھی۔۔چند ہی لمحے بعد اس نے جیمرے خاتون کو کہتے سنا

"نینا کہاں ہے؟" اس کے دل کی دھڑکنیں مزید تیز ہوئیں۔

"اریحہ بیٹا! جاؤ نینا کو بلاؤ۔ کہاں رہ گئی ہے وہ۔" حلیمہ صاحبہ نے مسکراتے ہوئے اسے حکم دیا تو وہ فوراً بھاگتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔نینا نے بھی اسی رفتار کے ساتھ اپنے کمرے کا رخ لیا۔۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔۔سیاہ آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"نینا آپی! آجائیں۔اتنا شرمائیں تو مت۔" اریحہ جیسے ہی اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔۔اس نے تیز لہجے میں کہا۔۔نینا نے مصنوعی ناگواری سے ابرو سکڑے۔

"آرہی ہوں۔تم جاؤ۔" اس نے کہا تو وہ فوراً چلی گئی۔اس کے جانے کے بعد اس نے ایک گہری سانس لی۔۔اور پھر کمرے سے باہر نکل آئی۔

چند ہی لمحے بعد وہ بھی نیچے لونگ روم میں آئی۔ایک صوفے کے سرے پر جیمرے خاتون بیٹھی تھیں اور اس صوفے کے دوسرے سرے پر براق۔ساتھ والے سنگل صوفے پر میرائے بیٹھی تھی۔اس کے ساتھ دوسری طرف رکھے صوفے پر حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب براجمان تھے۔۔اور اس صوفے کے ایک طرف والے سنگل صوفے پر علی اور دوسری طرف رکھے سنگل صوفے پر اریحہ بیٹھی تھی۔

اسے دیکھ کر جیمرے خاتون صوفے سے اٹھیں۔۔اور اس کی جانب بڑھ کر اسے پیار سے گلے لگایا۔ براق اسے زیر لب مسکراتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ میرائے بھی اس سے ہمیشہ کی طرح بہت خوش دلی اور پرجوشی سے ملی۔ان کے رویے دیکھ کر احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ کافی خوش ہوئے۔اس نے براق کو بھی سر کے خم سے سلام کیا۔۔جواباً اس نے بھی شائستگی سے سر کو خم دیا۔

(اس دوران اریحہ نے علی کو مسکراتے ہوئے آنکھ سے ان دونوں کی طرف اشارہ کیا۔۔ علی نے ابرو سکڑ کر دھیرے سے نفی میں سر ہلا کر اسے یوں اشارے کرنے سے منع کیا۔)

ان سب سے ملنے کے بعد نینا کچن میں چلی گئی۔ان کا کچن لونگ روم سے کچھ ہی فاصلے پر تھا۔وہ وہاں چائے بنانے کے لیے آئی تھی لیکن اس وقت اس کا دل اور دماغ صرف ایک ہی جانب لگا تھا کہ

آخر ادھر کیا گفتگو ہو رہی ہو گی؟

وہ کافی دیر کچن میں یونہی کھڑی رہی اور صرف اللہ سے دعائیں کرتی رہی کہ جو بھی ہو ٹھیک ہو۔۔بس کچھ برا نہ ہو۔

چند لمحے تک جب کوئی خبر نہ آئی تو وہ بے چینی سے لونگ روم کی جانب بڑھی۔۔اور لونگ روم کے دروازے کے ساتھ لگ کر اس نے اندر موجود لوگوں کا جائزہ لیا۔

ماحول کافی سنجیدہ لگ رہا تھا۔۔احسن صاحب کے ماتھے پر بل نمایاں تھے۔۔اس نے براق کے چہرے کو دیکھا۔۔اس کے ابرو سکڑے تھے۔۔ایک ہاتھ کی مٹھی اس نے لبوں پر ٹکائی ہوئی تھی۔۔وہ احسن صاحب کی کسی بات پر بے حد سنجیدگی کے ساتھ اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔۔اس کے دل میں گھبراہٹ کی لہریں مزید بڑھ گئیں۔وہاں سب کے چہرے ہی کافی سنجیدہ تھے۔

یکلخت اندر بیٹھی اریحہ کی نظر دروازے کے پیچھے کھڑی نینا کی جانب گئی۔اس نے جب یہ دیکھا کہ اریحہ نے اسے دیکھ لیا ہے تو وہ فوراً وہاں سے پلٹی اور کچن میں چلی گئی۔

کچن میں جاتے ہی اس نے دو تین گہری سانسیں لیں۔۔ماتھے پر شدید دباؤ پڑنے لگا جس وجہ سے وہ کچن میں موجود ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"اللہ! پلیز کچھ بھی برا نہ ہو۔"اس نے پریشانی کے عالم میں دعا کی۔

اچانک اسے کسی کی آہٹ کی آواز آئی۔اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اریحہ اس کی جانب بڑھ رہی تھی۔اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ جو بھی ہوا ہے وہ ٹھیک نہیں ہوا۔۔چہرے پر دکھ اور مایوسی چھائی تھی۔

"نینا آپی!۔"اس نے روہانسی آواز میں ہچکچاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا لیکن تب ہی نینا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"کیاہوا ہے ؟ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے ؟"نینا نے تیز لہجے میں پریشانی سے پوچھا۔۔دل اور دماغ پر دباؤ شدید بڑھ گیا۔۔اور اس کے ساتھ ساتھ دل اور دماغ کے تمام گوشوں میں فکر۔۔پریشانی اور گھبراہٹ بھی مسلسل رینگ رہی تھی۔

"آپی وہ۔۔"اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن نینا نے اس کی بات پھر کاٹ دی۔

"کیاہوا ہے ؟ پلیز بتاؤ اریحہ !۔"وہ جھنجھلا سی گئی۔۔آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔۔ہر گزرتا لمحہ اس کے دل میں اضطراب کے شعلوں کو بھڑ کا رہا تھا۔

"آپی وہ۔۔"اس نے ایک چھوٹا سا وقفہ لیا۔

"ہاں ؟ بولو۔"آواز بھر آئی تھی۔۔بے چینی کے شعلے دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ اپنی گرفت مظبوط کر رہے تھے۔

"آپی وہ بابا نے۔۔"

"بابا نے کیا؟"آواز قدرے بلند ہوئی۔۔اس کے نازک کندھوں پر ایک بوجھ سا پڑنے لگا تھا۔۔دل اور دماغ اسے مصیبت کی سمفنی کے بارے میں جیسے خبر دار کر رہے تھے۔

"بابا نے "ہاں "کر دی ہے۔"لہجہ بے حد پر سکون تھا۔۔اور یہ کہہ کر وہ زور زور سے ہنسنے لگی۔

نینا کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے۔ وہ اسے حیرانی سے آنکھیں پھیلائے دیکھنے لگی۔ دوڑتے ہوئے خیالات کی افراتفری میں اسے یک دم سکون فراہم ہوا۔۔ ہر سانس میں سکون سا شامل ہو گیا تھا۔اریحہ کے اس ایک جملے نے اس کی روح پر کچھ دیر پہلے بندھیں گرھوں کو کھول دیا۔

"پاگل لڑکی۔ تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔"اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔۔ پھر ایک سکھ کا سانس لیا۔۔ سر کافی درد کر رہا تھا۔ لیکن یہ تکلیف دل کی تکلیف سے بہتر تھی کیونکہ یہ تکلیف عارضی تھی۔۔ لیکن دل کی تکلیف یا تو ختم نہیں ہوتی اور اگر ختم ہو جائے تو تب بھی اپنے نشانات چھوڑ جاتی ہے۔

"سوری سوری! لیکن مجھے آپ کو تنگ کرنے کا بہت مزہ آتا ہے۔"وہ دانت نکالتے ہوئے کہہ رہی تھی۔۔اسے واقعی اپنے کیے پر کوئی شرمندگی نہ تھی۔

"شرم کرو تم تھوڑی سی۔"اس نے اسے شرم دلانے کی کوشش کی لیکن اسے ابھی بھی اپنے کیے پر کوئی پچھتاوا نہیں ہو رہا تھا بلکہ وہ تو بس ہنسے جا رہی تھی۔ لیکن اس کی ہنسی پر نینا کو غصہ نہیں آ رہا تھا بلکہ اس کے ہنسنے کی وجہ سے وہ بھی ہنس پڑی۔

"اچھا بابا کہہ رہے تھے کہ چائے تو لے آئیں۔"اس نے چند لمحے بعد کہا۔

"اوہ! ہاں ہاں! میں بالکل بھول ہی گئی تھی۔"وہ تیز لہجے میں کہتے ہوئے فوراً چولہے کی جانب بڑھی۔

"اچھاوہ کیانام ہے ان کا۔۔ براق بھائی کی بہن۔۔آئے مائے!۔"اریحہ نے اپنے چھوٹے دماغ پر زور دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"اس کانام میراائے ہے۔"اس نے فوراًاس کی تصیح کی تواریحہ جھنجھلاسی گئی۔

"اف! یہ ترک اوران کے نام(اس نے سر جھٹکا)۔نینا آپی! ویسے میری ایک بات یادرکھنا آپ۔ شادی کے بعد آپ کی ساری زندگی ان کے نام یاد کرتے ہوئے ہی گزر جائے گی۔"اس نے مسکرا کر شانے اچکائے۔

اب کی بار نینانے اسے کوئی جواب نہ دیا۔وہ اس وقت کافی خوش تھی اس لیے وہ اسے ڈانٹ کر اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"اچھاوہ آئے مائے کہہ رہی تھیں کہ انہوں نے آپ کے پاس آنا ہے کچن میں۔تو میں لے آؤں انہیں؟"وہ ابھی تک اسے "آئے مائے"ہی کہہ رہی تھی۔

"ہاں ہاں! لے آؤ۔"اس نے کہاتواریحہ فوراًوہاں سے چلی گئی۔اس کے جانے کے بعد وہ ذرا کھل کر ہنسی۔

"اللہ! بہت بہت شکریہ۔"اس نے اوپر نظر دہرا کر خوش گوار لہجے میں کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ میرائے کو لے کر لونگ روم سے باہر نکلی۔نینا نے جب میرائے کی جانب دیکھا تو اس کے ساتھ کھڑی اریحہ نے اسے آنکھوں سے اشارہ کر دیا کہ وہ لونگ روم میں واپس جا رہی ہے تو وہ میرائے کو اپنے ساتھ کچن میں لے جائے۔اس نے جواباً اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ میرائے کی جانب تیز قدموں کے ساتھ بڑھی۔اس تک پہنچتے ہی اس نے نینا کو خوش دلی اور پر جوشی کے ساتھ گلے لگا لیا۔

نینا کے چہرے پر ایک بے حد خوبصورت مسکراہٹ پھیلی تھی۔

وہ اسے لے کر کچن میں جانے ہی لگی تھی کہ لونگ روم سے آتی علی کی آواز پر اس کے قدم زنجیر ہوئے۔میرائے بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی رہی۔نینا لونگ روم کے دروازے کے ساتھ کان لگائے کھڑی تھی۔

"براق !ایک بات پوچھ سکتا ہوں ؟"سوال پوچھنے والا علی تھا۔۔نینا نے تھوڑا سا آگے ہو کر علی کے تاثرات دیکھنا چاہیں۔۔وہ سنجیدہ تھا۔۔بے حد سنجیدہ۔
"ہاں ضرور۔"جواباً براق نے بھی اسی سنجیدگی کے ساتھ شانے اچکا کر کہا۔

"مجھے بتاؤ تم میں ایسی کیا خاص بات ہے جو ہم نینا کی شادی تم سے کر دیں ؟"پر سوچ نگاہوں اور سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔۔نینا کو اس کے اس احمقانہ سوال پر شدید غصہ آیا۔

("آخر جب بابا نے ہاں کر دی ہے تو اس کو یہ سوال کرنے کی ضرورت کیوں پڑی؟ ہونہہ!۔" اس نے غصے اور تاسف سے سر جھٹکا۔)

"مجھ میں کوئی خاص بات نہیں۔ لیکن نینا میں بہت سی خاص باتیں ہیں۔ اگر آپ لوگ "نینا" کو مجھے سونپ دیں تو یقین کریں آپ کو پچھتاوا نہیں ہو گا۔" اس نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا تو وہاں بیٹھے سب لوگ اس کا جواب سن کر لاجواب ہو گئے۔

نینا بھی باقیوں کی طرح لاجواب ہو گئی۔۔ اس کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔۔ علی کے جس سوال پر اسے پہلے غصہ آرہا تھا اب اسے اس پر بہت خوشی ہو رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ میرائے کو اپنے ساتھ کچن میں لے آئی تھی۔ ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسی پر وہ براجمان تھی اور ارد گرد کچن میں نظر دہرا رہی تھی۔

"Indeed! Pakistan is so Beautiful."(بے شک پاکستان بہت خوبصورت ہے۔)

اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو نینا بھی مسکرا دی۔ وہ اب چائے کو سفید رنگ کے نفیس کپوں میں انڈیلنے لگی۔ یہ دیکھ کر وہ بھی اس کی جانب بڑھی۔

"کیا بنا رہی ہو؟" اس نے چائے کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"چائے۔ تم بھی پیو گی نا۔"

"ایوت! کیوں نہیں۔" اس نے مسکرا کر ذرا سے کندھے اچکائے۔ وہ چائے کو دیکھ کر کافی حیران ہوئی تھی کیونکہ ترکوں کی چائے پاکستان کی چائے سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔

"اچھا بات سنو۔" چند لمحے بعد اس نے کہا تو اس کی نیلی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

وہ چائے ڈالنے کے بعد اب کپوں کو ایک خوبصورت اور نفیس ٹرے کے اوپر رکھ رہی تھی۔

"ہاں؟" اس نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"براق آبے کی چائے میں چینی مت ڈالنا۔" اس نے مسکراہٹ دبانے کی ناکام کوشش کی۔۔ نینا کچھ سمجھ نہ سکی۔

"کیوں؟" وہ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میرائے ذرا سا سر جھکا کر مسکرائی۔

"وہ میں تمہیں بتاتی ہوں لیکن مجھے پہلے یہ بتاؤ کہ تز کہاں ہے؟" اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔۔ وہ سمجھ نہ سکی کہ یہ "تز" ہے کیا۔

"کیا؟"

"تز!۔ سالٹ (نمک)۔" اس نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔۔ نینا نے جواباً اثبات میں سر ہلا

دیا اور کچن کی الماریوں میں سے ایک کا دروازہ کھولا۔۔اس میں سے نمک کا ڈبہ نکالا اور میرائے کی جانب بڑھی۔وہ سلیپ کے ساتھ کھڑی اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

"یہ رہا تز۔"اس نے خوش گوار لہجے میں اس کے سامنے سلیپ پر نمک کا ڈبہ رکھا تو میرائے نے فوراً اسے تھام لیا۔وہ اسے نا سمجھی کے عالم میں دیکھتی رہ گئی۔

اس نے نمک کے ڈبے میں سے نمک کے چار چمچ لیے اور انہیں ایک چائے کے کپ میں ڈال دیا۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟"اس نے اسے روکنا چاہا لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔

"تمہیں نہیں پتا اس بارے میں؟"اس نے حیرانی سے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"نہیں۔"جواباً اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پھر تم نے ڈاکومنٹری میں کیا کیا ہے؟"اس نے مسکراتے ہوئے نینا کی ڈاکومنٹری پر ہی طنز کر ڈالا جس پر وہ بھی ہنس پڑی۔

"اچھا بتاؤ نا یہ کیا کر رہی ہو؟"اس نے دوبارہ پوچھا۔

"یہ ہم ترکوں کی ایک رسم ہے۔اسے ہم "کافی ود سالٹ" کہتے ہیں۔لیکن اگر کافی نہیں تو کیا ہوا؟ہم "ٹی ود سالٹ" تو کر ہی سکتے ہیں۔"اور یہ سن کر اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

(یہ کس قسم کی احمقانہ رسم تھی؟"نینا نے دل ہی دل میں سوچا۔)

نینااور براق کی شادی ویسے بھی دنیا کے عجوبے جیسی تھی جس میں سب کچھ مختلف اور نیا سا ہوتا تھا لیکن اب رسمیں بھی نئی بنائی جائیں گی اس کی اسے امید نہ تھی۔

"اب میری جان! یہ چائے کا کپ تم نے براق آبے کو ہی دینا ہے۔ سمجھ آئی؟" وہ اس نمک والی چائے کو ٹرے میں واپس رکھ رہی تھی۔

"وہ یہ کیسے پیئں گے؟" اس نے اس چائے کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کون؟" میرائے نے ایک آنکھ دباتے ہوئے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ دھیرے سے مارا۔۔وہ جانتی تھی کہ وہ کس کی بات کر رہی ہے لیکن پھر بھی وہ اسے صرف زچ کر رہی تھی۔

"وہ۔" اور یہ کہتے ہوئے وہ مسکرانے لگی۔۔رخسار بھی سرخ ہو گئے۔ وہ ساتھ ساتھ اس ٹرے میں موجود کپوں کو آخری بار ٹھیک سے ترتیب دے رہی تھی۔

"وہ کون؟" اس نے ایک بار پھر شرارت بھرے انداز میں پوچھا۔

"تمہارے آبے۔۔ براق۔ اور کون؟ ہونہہ!۔" اس نے مصنوعی خفگی کے ساتھ سر جھٹکا۔

"اچھا براق آبے۔ میری جان تمہارے ہاتھ سے تو وہ زہر بھی پی لیں گے۔ تم فکر کیوں کرتی ہو؟" اور یہ سنتے ہی اس کے سرخ پڑے رخسار مزید سرخ پڑ گئے۔

"میں انہیں یہ چائے نہیں دے سکتی۔ وہ یہ کیسے پیئں گے؟" ٹرے کو دونوں ہاتھوں میں پکڑتے ہوئے اس نے اس سے پریشان کن انداز میں انکھیں چھوٹی کرتے ہوئے کہا۔

"انہیں پینی پڑے گی۔یہی تو اس رسم میں ہوتا ہے۔"اس نے تھوڑا سختی سے کہا۔

"اگر دولہا چائے کو ثابت قدمی کے ساتھ پی لے تو سب اسے مبارکباد دیتے ہیں اور اگر نہیں تو اس کا الٹ ہی ہوتا ہے۔"اور اس نے اسے مزید پریشان کر دیا۔

"میں یہ نہیں کر سکتی۔"وہ ابھی تک اپنی بات پر قائم تھی۔

"کیوں؟تم کرو گی۔ سمجھ آئی؟"وہ جھنجھلا گئی۔

"میرائے!!۔"وہ اسے پریشانی سے دیکھتی رہی۔

"آخر کیا ہو گیا ہے نینا؟مزہ آئے گا نا۔لیٹس ہیو سم فن۔ٹھیک ہے؟"اس نے اس کے گال نرمی سے تھپتھپائے۔اور اب وہ میرائے سے مزید بحث نہیں کر سکتی تھی۔

"اف اللہ!۔ٹھیک ہے۔"اس نے ہتھیار ڈال دیے۔

وہ ٹرے دونوں ہاتھوں میں لیے کچن سے باہر نکلنے لگی۔۔اس کے ساتھ ساتھ میرائے بھی کچن سے باہر نکل آئی۔

چائے کے دو کپ کچن کی ٹیبل پر ایک ساتھ رکھے ہوئے تھے یوں کہ ان دونوں نے واپس آکر یہیں مل کر چائے پینی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چائے سرو کرنے کے بعد وہ واپس کچن میں آ گئیں۔چائے سرو کرتے ہوئے بھی براق اور نینا کی آپس میں کوئی بات نہ ہوئی۔

(نینا نے لونگ روم میں موجود ٹیبل پر چاکلیٹز کے کچھ ڈبوں کے ساتھ ساتھ مختلف مٹھائیوں کے ڈبے دیکھے تھے۔پہلے وہ کافی حیران ہوئی تھی کہ یہ چاکلیٹز براق کیوں لایا تھا؟

کیا اسے معلوم تھا کہ نینا کو چاکلیٹز پسند ہیں؟

لیکن کیسے؟وہ یک دم کافی کش مکش کا شکار ہوئی تھی۔

پھر کچھ لمحے بعد اسے یاد آیا کہ اس نے جو ترکیے کے اوپر ڈاکومنٹری بنائی تھی اس میں اس نے پڑھا تھا کہ جب بھی ترک کسی لڑکی کا رشتہ مانگنے جاتے ہیں تو وہ چاکلیٹز ہی لے کر جاتے ہیں۔یہ ترکوں کی رسم تھی۔)

نینا اب کچن میں ٹیبل کے ساتھ رکھی ایک کرسی پر براجمان تھی۔۔چائے کا کپ ہاتھ میں لیے اس سے ایک کے بعد ایک گھونٹ بھرے جا رہی تھی۔اس کے برعکس میرائے اپنا چائے کا کپ لیے۔۔لونگ روم کے دروازے کے ساتھ جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔وہ دیکھنا چاہ رہی تھی کہ براق چائے پیتا ہے یا نہیں۔

اس نے میرائے کو مسکرا کر دیکھا۔۔وہ جانتی تھی کہ اسے مایوسی ہو گی۔۔اور وہ اس کی مایوسی دیکھنے کے لیے بے حد بے تاب تھی۔

"یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں؟"دروازے کے ساتھ کھڑی میرائے لونگ روم میں موجود براق کو چائے پیتا ہوا دیکھ کر کافی حیران ہو رہی تھی۔وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ یہ نمکین چائے کیسے اتنے آرام سے پی رہا تھا؟

اور عجیب یہ بات یہ تھی کہ اس کے تاثرات یہ بتا رہے تھے کہ وہ نمکین چائے اسے بہت اچھی لگی تھی۔اسے مزید حیرانی تب ہوئی جب براق نے سب کے سامنے اس نمکین چائے کی تعریف کی۔

"اس طرح کی چائے میں نے آج تک نہیں پی۔"میرائے کی تو کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

نینا دور سے اسے یوں حیران دیکھ کر زیر لب مسکرا رہی تھی اور ساتھ ساتھ چائے کے گھونٹ بھر رہی تھی۔

میرائے چند لمحے کچھ سوچتی رہی۔۔پھر یک دم اس کے ذہن کے پردوں پر کچھ ابھرا۔۔وہ پیر پٹختی کچن میں آئی۔

"نینا!۔"اس کے پکارنے پر وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ہاں؟"اس نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے پوچھا لیکن وہ سمجھ گئی تھی کہ میرائے سب جان گئی ہے۔

"اپنی چائے دکھانا ذرا۔"اس نے یہ کہتے ہوئے اس کے ہاتھ میں سے چائے کا کپ لینا چاہا۔

"کیوں؟"اس نے فوراً چائے کا کپ پیچھے کرتے ہوئے پوچھا۔

"بس دکھاؤ نا۔"اور اس نے تب ہی اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ چھینا اور اس میں سے ایک گھونٹ بھرا۔اس کے چہرے کے تاثرات بدلے اور یہ تاثرات صاف بتا رہے تھے کہ اسے چائے بالکل پسند نہیں آئی۔۔اس نے ناگواری کے ساتھ اس چائے کے کپ کو ٹیبل پر رکھا۔

"واللہ! واللہ! تم نے مجھ سے جھوٹ بولا۔تم نے تز(سالٹ)والی چائے خود کے لیے رکھ لی۔میں کتنی بے وقوف ہوں۔"اس نے تاسف کے ساتھ ہاتھ زور سے اپنے ماتھے پر دے مارا۔۔پھر افسوس کے ساتھ سر ہلانے لگی۔۔نینا یک دم کھل کر ہنسی۔

"تمہیں آج پتا چلا ہے کہ تم بہت بے وقوف ہو؟"نینا نے استہزائیہ انداز میں کہا اور پھر مسکراتی رہی۔میرائے کاٹ کھانے والی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"اب چائے پیو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"اس نے کہا تو میرائے نے ناگواری کے ساتھ اپنا چائے کا کپ لیا اور اس میں سے گھونٹ بھرنے لگی۔۔نینا نے بھی ٹیبل پر سے وہ نمکین چائے کا کپ اٹھایا اور اس میں موجود بچی کھچی نمکین چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لونگ روم میں اب گفتگو کا ماحول کافی خوشگوار بن چکا تھا۔ جہاں جیمرے خاتون احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ سے بات چیت کرنے میں مصروف تھیں۔۔ وہیں اریحہ براق کا اپنی باتوں سے سر کھانے میں مصروف تھی۔ وہ اسے اپنی پسند ناپسند۔۔ اور پڑھائی کے متعلق بہت کچھ بتا چکی تھی۔

"آپ تو کسی ہیرو کی طرح لگتے ہیں۔ بلکہ آپ تو پرنس چارمنگ لگتے ہیں۔ نینا آپی کی چوائس بہت اچھی ہے۔" براق تشکروالے انداز میں مسکرا کر سر ہلائے جا رہا تھا۔

"اگر میں ترکیے آؤں گی تو آپ مجھے کپادوکیا لے کر جائیں گے ؟ اور سلطان احمت مسجد بھی ؟ وہ کیا ہے نا میں نے سلطان احمت مسجد کے بارے میں اپنی کورس کی بک میں پڑھا تھا۔۔ تب سے ہی میری وہاں جانے کی بہت خواہش ہے۔" اس نے "بہت" پر کافی زور دیا۔۔ اور براق اس کی ہر بات کا نرمی سے مسکرا کر جواب دیے جا رہا تھا۔ علی بار بار اریحہ کو آنکھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کر رہا تھا لیکن وہ تو چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

اب کی بار اس نے پھر سے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تو حلیمہ صاحبہ نے سختی سے اسے گھور کر دیکھا۔۔ وہ یک دم خاموش ہوئی۔۔ جیمرے خاتون نے یہ بات نوٹ کر لی۔

"ارے کوئی بات نہیں۔۔ بچی ہے۔۔ اور بچے تو بولتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہیں۔" انہوں نے بے حد نرم لہجے میں کہا تو اریحہ یک دم چہکی۔

"آپ بالکل صحیح کہہ رہی ہیں آنٹی جی۔۔(اس نے حلیمہ صاحبہ کو ایک نظر دیکھا)۔۔میں نے تو سوچ لیا ہے کہ میں اب مزید بولا کروں گی۔ کیونکہ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ بہت بولنے والا انسان ہمیشہ خوش رہتا ہے۔"اس نے کافی پر اعتماد انداز میں اپنا فلسفہ سنایا۔۔ حلیمہ صاحبہ نے مسکرا کر اسے گھورا تو وہ کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے خاموش ہو گئی۔

چند لمحے بعد جیمرے خاتون کے ماتھے پر سوچ کی لکیریں نمایاں ہوئیں۔انہوں نے ایک گہری سانس لی۔

"اب اگر آپ نے "ہاں" کر ہی دی ہے تو۔۔" حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب سے جیمرے خاتون نے نرمی سے یہ کہتے ہوئے اپنے ہینڈ بیگ کو کھولا۔ان کے چہرے پر مسکراہٹ مزید بڑھ گئی تھی۔

احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ نے ایک دوسرے کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

انہوں نے اس میں سے ایک خوبصورت سی سرخ رنگ کی ڈبیہ نکالی۔ان دونوں نے ان کے ہاتھ میں موجود اس ڈبیہ کو دیکھا تو انہیں سب سمجھ میں آگیا۔

اس ڈبیہ کو کھولتے ہی اس میں سے ایک نازک اور خوبصورت سی انگوٹھی آشکار ہوئی جس پر ایک چھوٹا سا سلور اکلر کا ڈائمنڈ جھلک رہا تھا۔

"میں چاہتی ہوں کہ ہم ان کی منگنی کر دیں۔" ان کے چہرے پر ایک میٹھی سی مسکان رقص کر رہی تھی۔ان دونوں نے یک دم ایک دوسرے کو حیرت اور ناسمجھی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ دیکھا۔ براق بھی جیمرے خاتون کے اس مطالبے پر ہکا بکا رہ گیا تھا۔

"لیکن ہم ایسے کیسے کر دیں ان کی منگنی۔ہم نے تو ابھی کوئی تیاریاں بھی نہیں کی ہیں۔" احسن صاحب متفکر انداز میں کہنے لگیں۔

"ارے آپ یہ کیا سمجھ رہے ہیں۔میں چاہتی ہوں کہ میں ابھی نینا کو یہ انگوٹھی پہنا دوں۔یہ سب بالکل سادگی سے ہو گا۔میں یہ اس لیے چاہتی ہوں کیونکہ میرے لیے بار بار پاکستان آنا بہت مشکل ہے۔" وہ انہیں اپنی بات سمجھانے لگیں۔

"میں چاہتی ہوں کہ اب جب میں پاکستان آؤں تو نینا کو اپنے ساتھ ہی لے کر جاؤں۔" انہوں نے اپنی بات مکمل کی۔۔آنکھوں میں امید کی چمک جھلک رہی تھی۔

"اچھا آپ رکیے۔۔ہم بس دومنٹ میں آئیں۔" احسن صاحب نے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں کہا۔۔ جیمرے خاتون نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔۔اور پھر وہ حلیمہ صاحبہ کے ساتھ لونگ روم سے باہر نکلیں۔

"آنے! آپ نے مجھے تو اس بارے میں نہیں بتایا تھا۔" ان کے جانے کے فوراً بعد براق نے ابرو سکیڑتے ہوئے کہا۔

"کس بارے میں؟"انہوں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"آپ جانتی ہیں کس بارے میں۔آپ کو یہ منگنی کی بات ابھی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔"اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کچھ پریشان کن انداز میں کہا۔

"تم فکر مت کرو۔"انہوں نے پر اعتماد انداز میں شانے اچکا دیے۔وہ ان کی یہ پر اعتمادی دیکھ کر حیران رہ گیا۔

آخر وہ حیران کر دینے میں ماہر تھا تو اس کی والدہ کسی سے پیچھے کیوں رہتیں؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کچھ ہی دیر بعد احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ لونگ روم میں واپس آئیں۔چہرے پر سوچ کے گہرے تاثرات نمایاں تھے۔

"معذرت! ہمیں تھوڑی دیر ہوگئی۔"صوفے پر بیٹھتے ہوئے حلیمہ صاحبہ نے ان دونوں سے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"جیمرے خاتون نے ہاتھ نفی میں ہلاتے ہوئے ہمیشہ کی طرح مسکرا کر کہا۔

احسن صاحب نے ایک نظر حلیمہ صاحبہ کو دیکھا۔۔پھر دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔احسن صاجب نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔حلیمہ صاحبہ نے پہلے ہلکا سا مسکرا کر براق کو دیکھا۔۔ وہ ذرا سا چوکنا ہوا۔۔(کہیں آنے کی وجہ سے میں نینا کو کھو نہ دوں!)۔

وہ اب جیمرے خاتون کی طرف متوجہ ہوئیں۔۔اسی دوران اریحہ نے علی کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔۔اس نے شانے اچکا دیے جیسے وہ نہیں جانتا تھا کہ اب کیا ہونے جا رہا ہے۔

"ہمارا فیصلہ وہی ہے جو آپ کا فیصلہ ہے جیمرے خاتون۔" حلیمہ صاحبہ کے چہرے پر بے حد خوبصورت مسکان پھیلی تھی۔یہ سن کر سب کے چہرے کھل اٹھے۔

"یہ انگوٹھی ہم براق کو پہنائیں گے۔" حلیمہ صاحبہ کے ہاتھ میں ایک ڈبی تھی۔۔جسے انہوں نے کچھ لمحے پہلے ہی کھولا تھا۔۔اس میں ایک خوبصورت سی چمکتی ہوئی انگوٹھی تھی۔۔انہوں نے یہ انگوٹھی ہمیشہ سے اسی کام کے لیے سنبھال کر رکھی تھی۔وہ انگوٹھی انہوں نے جیمرے خاتون کی جانب بڑھائی۔

"اگر آپ نے پہلے بتایا ہوتا تو ہم اچھے سے انتظامات کر لیتے۔" لہجہ پر تکلف تھا۔

"آپ اب مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔آپ لوگوں نے ابھی بھی جو انتظام کیا ہے وہ بہت ہے۔آپ کا بہت شکریہ آپ نے ہمیں اتنی محبت اور عزت دی۔" یوں ان کے

درمیان کچھ دیر تک بات چیت چلتی رہی اور پھر حلیمہ صاحبہ نے اریحہ کو حکم دیا کہ وہ نینا اور میرائے کو کچن میں جا کر بلائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ دونوں ابھی تک کچن میں بیٹھیں آپس میں ڈھیر ساری باتیں کرنے میں مگن تھیں اور وہ دونوں اب تک چائے بھی پی چکی تھیں۔ چائے کے کپ نینا نے سنک میں رکھ دیے تھے۔

اریحہ کچن میں تیز قدموں کے ساتھ داخل ہوئی تو ان دونوں نے اس کی جانب دیکھا۔ تیز تیز قدم بڑھانے کی وجہ سے اس کا سانس پھول رہا تھا۔

"نینا آپی اور آئے مائے (اس نے فوراً اپنے ماتھے کو زور سے چھوا۔۔ ساتھ ہی نینا نے اسے گھورا۔۔ میرائے مسکرائی) اوہ! میرا مطلب میرائے آپی آپ دونوں کو سب لونگ روم میں بلا رہے ہیں۔" وہ تیز لہجے میں کہہ کر فوراً چلی گئی۔ اس کے انداز میں ایک خاص خوشی اور پر جوشی تھی جو نینا اور میرائے اس وقت سمجھ نہ سکیں۔

خیر اریحہ نے تو انہیں یہ موقع نہیں دیا تھا کہ وہ اس سے پوچھ سکیں کہ آخر انہیں لونگ روم میں بلا کیوں رہے ہیں۔۔ سوان دونوں نے پہلے ایک دوسرے کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا پھر لونگ روم میں جانے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ بالکل ساکت سی کھڑی تھی۔ان کے درمیان ایک ایسا بندھن بننے والا تھا جس کی امید اس وقت ان دونوں کو نہ تھی۔

اس کے ساتھ براق بھی کھڑا تھا۔

سلطان سے اس کی سلطانہ کے ملنے کا وعدہ کیا جانے والا تھا۔کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جب اسے حیرانی نہ ہو رہی ہو۔ہر لمحہ بہت خاص تھا۔

جیمرے خاتون ان دونوں کی جانب بڑھیں۔نینا کی نگاہیں ہنوز جھکی تھیں۔

شاہانہ چمک ہر سو پھیلی تھی۔

انہوں نے اپنے ہاتھوں میں ایک ٹرے اٹھا رکھا تھا جس پر سرخ قتیہ دکھائی دے رہا تھا۔اس قتیے کے دونوں اطراف پر دو انگوٹھیاں بندھی تھیں۔ان میں سے ایک انگوٹھی وہی تھی جو کچھ دیر پہلے جیمرے خاتون نے حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب کو دکھائی تھی۔۔اور دوسری انگوٹھی وہ تھی جو حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب نے براق کو دینی تھی۔

وہ دونوں انگوٹھیوں کو تھامے ہوئے ان کے پاس آئیں۔۔ چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔ ہر کوئی ان دونوں کو خوشی سے دیکھ رہا تھا۔ یہ سب کچھ بہت ہی حسین تھا۔ نینا اس خوبصورت منظر کے سحر میں جکڑ سی گئی تھی۔

انہوں نے جب نینا کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کسی خواب کی سی کیفیت میں اپنا ہاتھ آگے کیا۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے اس میں انگوٹھی ڈالی۔ اس انگوٹھی پر لگا چھوٹا سا ڈائمنڈ بالکل روشن تھا ویسے ہی جیسے ادھر موجود تمام لوگوں کے چہرے خوشی سے روشن تھے۔

اس نے سحر زدہ سا ہو کر اپنی انگلی میں موجود اس انگوٹھی کو دیکھا۔ براق نے ایک ترچھی نگاہ اس کی انگلی میں موجود اس انگوٹھی پر ڈالی اور پھر اسے دیکھا۔۔ زیر لب ایک بے حد خوبصورت مسکراہٹ جھلکی۔

سرخ ربن کے دوسرے سرے سے بندھا بینڈ انہوں نے براق کی انگلی میں ڈالا۔

سلطان کا دل خوشی سے کھل اٹھا۔ اسے وہی انگوٹھی پہنائی گئی تھی جو حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب نے اس کے لیے دی تھی۔ حالانکہ جیمرے خاتون براق کے لیے بھی انگوٹھی لائی تھیں لیکن احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ کی وجہ سے انہوں نے اسے وہ انگوٹھی نہیں پہنائی۔

سلطان نے ایک بار پھر اپنی سلطانہ پر ایک ترچھی نگاہ ڈالی۔۔ سلطانہ کے رخسار سرخ پڑے تھے۔۔ وہ بے حد حسین تھی۔۔ سلطان نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔

اس کے بعد جیمرے خاتون نے ٹرے سے ایک چھوٹی سفید رنگ کی قینچی نکالی اور اس کے ذریعے اس سرخ ربن کو درمیان میں سے کاٹ دیا۔

یہ صرف ایک منگنی نہیں تھی، یہ تو ایک وعدہ تھا!

یہ ہم آہنگی میں دھڑکنے والے دو دلوں کی سمفنی تھی۔

یہ خوابوں کو آپس میں جوڑنے!

مشترکہ امنگوں

اور

پائیدار محبت کو

شاہکار بنانے کا فن تھا۔

وہ سرخ ربن ان کی انگلیوں کے ساتھ لہراتا رہا۔

سلطان اور سلطانہ کی نظریں اس پوری تقریب میں ایک دوسرے سے نہیں ملیں۔ بس ایک مسکراہٹ تھی جو سب کچھ کہہ رہی تھی۔ حلیمہ صاحبہ نینا سے گلے مل رہی تھیں۔۔اس کے بعد اریحہ۔۔میرائے۔۔اور جیمرے خاتون اس سے گلے ملیں۔ براق احسن صاحب اور علی سے گلے

مل رہا تھا۔ سب ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کر رہے تھے۔اس نے سحر زدہ سا ہو کر یہ منظر دیکھا پھر خوشی سے نم آنکھوں کے ساتھ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔

منگنی کی اس چھوٹی سی اور خوبصورت سی تقریب کے کچھ ہی لمحے بعد وہ لونگ روم سے نکل کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ لوگ منگنی کی اس تقریب کے کچھ ہی دیر بعد چلے گئے تھے۔۔حالانکہ احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ نے بہت اصرار کیا کہ وہ رات کا کھانا کھا کر جائیں لیکن وہ نہ مانیں۔۔ان کی ویسے بھی کل صبح کی فلائٹ تھی۔ براق کو چھٹی ایک ہی دن کی ملی تھی۔

جب وہ لوگ جا رہے تھے تو نینا کمرے سے باہر نکلی۔۔ان سب سے ملی اور اپنے کمرے میں واپس چلی گئی۔نیچے والے پورشن میں ابھی بھی وہ لوگ موجود تھے۔احسن صاحب براق سے کچھ کہہ رہے تھے۔

نینا اپنے کمرے سے باہر نکلی۔۔ریلنگ کی جانب چھوٹے قدموں کے ساتھ بڑھی اور نیچے کا منظر دیکھنے لگی۔احسن صاحب اب براق کے کندھے تھپتھپا رہے تھے۔۔وہ بھی ان سے مسکراتے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا۔

پھر وہ لمحہ آیا جب وہ سب وہاں سے جانے لگے۔۔ براق پلٹا۔۔احسن صاحب انہیں گیٹ تک چھوڑنے کے لیے آگے بڑھیں۔۔ لیکن براق کے چلتے قدم یک دم زنجیر ہوئے۔۔اس نے رخ موڑااور اوپر نگاہ دہرائی جہاں اسے وہ ریلنگ کے ساتھ کھڑی نظر آئی۔۔اس کے چہرے پر زیر لب ایک معنی خیز مسکراہٹ قائم ہوگئی۔۔اور پھر براق نے ایک ہاتھ ہلا کر اسے الوداع کیا۔۔وہ یک دم ریلنگ سے پیچھے ہٹ گئی۔۔ پھر مسکرائی۔ براق بھی مسکرا کر فوراً وہاں سے پلٹا۔۔اور چلا گیا۔

ان کی شادی ایک مہینے بعد رکھی گئی تھی۔اگرچہ یہ کافی جلدی تھا لیکن براق کو چونکہ چھٹی ملنا آسان نہ تھا۔۔اسی لیے انہوں نے شادی کی تاریخ جلدی رکھی۔۔کیونکہ اس کے مطابق آنے والے کچھ ہی دنوں میں اس پر کام کا لوڈ مزید بڑھ جانا تھا اس لیے ایک مہینے بعد چھٹی لینا اس کے لیے مشکل نہیں۔۔بہت مشکل تھا۔

یہ شادی واقعی ایک انوکھی شادی ہونے جا رہی تھی۔

مہندی اور نکاح پاکستان میں۔۔اور رخصتی ترکیے میں۔اگر کوئی اس بارے میں سن لیتا تو کبھی یقین نہ کرتا لیکن اب تو لوگ یہ دیکھنے جا رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ سب کچھ ہی دیر پہلے رات کا کھانا کھا کر فارغ ہوئے تھے۔ڈائنگ ٹیبل پر جب رات کے کھانے کے برتن رکھے گئے۔۔سب کھانا کھانے کے ساتھ ساتھ اس کی اور براق کی شادی کی ہی باتیں کرتے رہیں۔

سب سے زیادہ اکسائٹڈ تو اریحہ تھی۔وہ کھانے کے وقت اس قدر باتیں کر رہی تھی کہ حلیمہ صاحبہ نے تنگ آ کر اسے تھوڑا سا ڈانٹ دیا۔۔اس کے لب سل گئے۔۔دل ہی دل میں خود سے کہا کہ اگر وہ ابھی زیادہ بول نہیں پائی۔۔تو کوئی بات نہیں۔۔کھانے کے بعد وہ اپنی باتوں سے پھر سے سب کا سر کھانا شروع ہو جائے گی۔

وہ اور علی کھانے کے بعد اس سے خوب ساری باتیں کرنا چاہتے تھے۔۔لیکن احسن صاحب نے اسے لونگ روم میں بلایا۔۔وہ اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتے تھے۔نینا نے اریحہ اور علی سے کہا کہ وہ ان کی بات سن کر ان کے پاس آئے گی اور پھر وہ تینوں خوب باتیں کریں گے۔

وہ صوفے کے ایک سرے پر براجمان تھے۔۔ساتھ والے سنگل صوفے پر نینا بیٹھی تھی۔

"جانتی ہو نینا! میں نے براق کی آنکھوں میں تمہارے لیے بہت محبت دیکھی۔"وہ بے حد خوشی اور نرمی سے کہہ رہے تھے۔۔اس نے مسکرا کر نظریں جھکا لیں۔

"لیکن اس کی آنکھوں میں تمہارے لیے محبت سے زیادہ جانتی ہو کیا ہے؟"انہوں نے پوچھا تو نینا نے نظریں اٹھا کر سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"کیا؟"

"احترام۔"

انہوں نے دھیرے سے اس کے کندھے تھپتھپائے۔۔اس کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی۔

"جس رشتے میں احترام محبت پر غالب آجائے۔۔اس رشتے کو کامیاب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"وہ سنجیدگی سے گہرے انداز میں اپنی بات کہہ رہے تھے۔۔وہ مؤدب سے انداز میں انہیں سن رہی تھی۔

"لیکن جس رشتے میں احترام نہ ہو اس کا مقدر صرف اور صرف تباہی ہوتا ہے۔"نینا نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"بابا! ہر رشتے میں محبت زیادہ ضروری ہوتی ہے یا احترام؟"چند لمحے بعد اس نے پوچھا۔

"احترام۔"جواب ترنت سے دیا گیا۔

"کسی بھی شخص کے لیے ایسے شخص کے ساتھ زندگی گزارنا بہت مشکل ہو جاتا ہے جو اس سے محبت تو کرتا ہو لیکن اس کی عزت نہ کرے اور اسے ذلیل کرے۔"وہ ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہے تھے تو وہ انہیں خاموشی سے سنے جارہی تھی۔

"جی آپ نے صحیح کہا۔مجھے ایسا لگتا ہے کہ جس رشتے میں انسان کو احترام نہ ملے وہاں محبت کے جذبات کا موجود ہونا ناممکن ہے۔کیونکہ محبت احترام پر انحصار کرتی ہے۔احترام نہ رہے تو محبت بھی نہیں رہتی۔"اس نے کہا تو احسن صاحب ستائشی انداز میں مسکرائے اور پھر تائیدی انداز میں اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بابا! میں چاہتی ہوں کہ یہ شادی سادگی سے ہو۔امی اتنا زیادہ انتظام کر رہی ہیں کہ۔۔" وہ اب کی بار کچھ ہچکچاتے ہوئے کہہ رہی تھی تو احسن صاحب نے اس کی بات کاٹ دی۔

"نینا! میں انہیں نہیں روک سکتا۔یہ ان کے ارمان ہیں۔۔ان کی خواہش ہے۔وہ یہ سب اپنی خوشی سے کر رہی ہیں۔اس لیے انہیں کرنے دو۔"انہوں نے نرمی سے کہا۔۔اس نے جواباً سر کو خم دیا۔۔اس نے ان کی بات مان لی تھی۔۔وہ ان سے بحث نہیں کرنا چاہتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک مہینے بعد۔

رات کے مخملی اندھیرے میں لان بہت ہی پر سکون لگ رہا تھا۔یہ مئی کا مہینہ تھا۔پھولوں اور پتوں کی شوخ رنگت کی جگہ چاندی سرمئی رنگوں نے لے لی۔اور تو اور یہ چاند کی روشنی سے چمک بھی رہے تھے۔

گھاس جو کبھی ہری بھری تھی وہ سیاہ سائے میں کھو سی گئی تھی۔ شبنم کے قطرے پتوں پر ستاروں اور چاند کی روشنی کی وجہ سے کھل کر روشن ہو رہے تھے جس سے ماحول کافی پر سکون اور آرام دہ محسوس ہو رہا تھا۔

وہ تینوں لان میں سفید کرسیوں پر بیٹھے آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ان کی باتیں بھی بہت پر سکون سی تھیں۔

"نینا! ویسے تو ہمیں یہ معلوم ہے کہ تم بہت سمجھدار ہو لیکن پھر بھی ہم تم سے کچھ باتیں کہنا چاہیں گے جو کہ ہمارا فرض ہے۔" احسن صاحب نے ہلکا سا مسکرا کر ابرو اچکائے۔۔وہ مسکرائی۔

"امی اور بابا! میں چاہے کچھ بھی بن جاؤں۔۔رہوں گی تو میں آپ ہی کی بیٹی۔آپ مجھ سے زیادہ باتوں کو اچھے سے سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں۔اس لیے یہ سب کہہ کر آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔" لہجہ نرم تھا۔۔بے حد نرم۔

"چلو یہ تو تم اب ہمارا دل رکھنے کے لیے کہہ رہی ہو۔" احسن صاحب نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا تو حلیمہ صاحبہ بھی ہنس پڑیں۔

"بابا! آپ بھی نا بس۔" اس نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"اچھا اب ان باتوں کو چھوڑو۔" وہ تھوڑا سنجیدہ ہوئے۔

"دیکھو بیٹا! ہم ان ماں باپ میں سے نہیں ہیں جو اپنی بیٹیوں کی شادی کرتے وقت ان سے کہتے ہیں کہ اب تمہارے گھر سے تمہاری لاش ہی باہر آنی چاہیئے۔" وہ کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوئے۔۔ حلیمہ صاحبہ بھی ساتھ ساتھ ان کی بات کی تائید کر رہی تھیں۔

"ہم تم سے یہی کہیں گے کہ جہاں تمہیں لگے کہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے تو اس پر خاموش نہ رہنا کیونکہ ظلم پر خاموش رہنا بھی ظلم ہے۔ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔" یہ سنتے ہوئے نینا کا دل کھل اٹھا۔ اسے بہت خوشی ہو رہی تھی کہ اس کے ماں باپ ان لوگوں جیسے نہیں ہیں جو بیٹیوں کو ظلم برداشت کرنے کا کہتے ہیں۔۔ وہ اپنے آپ کو اس وقت بہت خوش نصیب محسوس کر رہی تھی۔

"تم اپنے حق کے لیے آواز اٹھانا اور یہ یاد رکھنا کہ تمہارے ماں باپ ہمیشہ تمہارے ساتھ کھڑے ہیں۔" انداز کافی پر اعتماد تھا۔۔ وہ جواباً اثبات میں سر ہلا کر مسکرائی۔

"اس کے علاوہ یہ کہ۔۔ نینا!۔۔ تم نے اپنے تمام فرائض اچھے سے انجام دینے ہیں۔ کسی کی چھوٹی موٹی بات کو دل سے لگانے کی بجائے معاف کر دینا اور کوشش کرنا کہ بات بڑھے نہ۔" انہوں نے مزید کہا۔

"اور ایک سب سے اہم بات۔" انہوں نے ایک چھوٹا سا وقفہ لیا۔

"جی؟" وہ انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"میاں بیوی کے معاملات آپس میں ہی حل ہو جانے چاہیئے۔ بہت بڑی کوئی بات ہو اور معاملہ کچھ زیادہ ہی سنگین ہو۔۔ تو تب کسی بڑے کو بیچ میں لانا چاہیئے لیکن زیادہ تر آپ کو یہ ہی کوشش کرنی چاہیئے کے چھوٹے چھوٹے معاملات آپس میں ہی سلجھالو۔" ان کا ایک ایک لفظ بالکل ٹھیک تھا۔

"کیونکہ جب کوئی تیسرا آپ کے معاملات میں مداخلت کرنے لگ جائے تو یاد رکھنا آپ کا رشتہ خطرے میں پڑ جاتا ہے۔" ان کی باتیں نینا کو بہت پر سکون محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ ان سب باتوں سے واقف تھی لیکن پھر بھی وہ انہیں خاموشی سے اور احترام سے سن رہی تھی۔

"میاں بیوی کے درمیان ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کبھی بحث یا ناراضگی نہ ہو۔ مگر ان حالات میں بھی آپ نے ایک دوسرے کا احترام کرنا نہیں چھوڑنا۔" اب کی بار حلیمہ صاحبہ نے کہا۔۔ اس نے جواباً اثبات میں سر ہلا دیا۔ حلیمہ صاحبہ نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

(اس خوبصورت اور سادگی سے سجے ہوئے بیڈروم میں ہلکی ہوا کا جھونکا کھڑکی سے آتا ہوا سکون کی سرگوشیوں کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔ رات کی تاریکی ہر سو پھیلی تھی لیکن اس میں ٹھنڈی ہوا کی لہریں بھی رقص کر رہی تھیں۔

وہ بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھیں اور براق ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔انہوں نے صرف دو دن بعد ہی پاکستان کے لیے روانہ ہو جانا تھا۔

میرائے بھی اب تک سوئی نہیں تھی بلکہ وہ بھی کچھ دیر پہلے ان دونوں کے ساتھ ہی یہاں موجود تھی۔۔لیکن پھر جیمرے خاتون نے اس سے کہا کہ وہ براق سے اکیلے میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہیں۔۔اسی لیے وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تاکہ جیمرے خاتون براق سے آرام سے بات کر سکیں۔

"براق میرے بیٹے !تم جانتے ہونا!اب تم ایک نئے رشتے میں بندھنے جارہے ہو۔"انہوں نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔براق نے جواباً تنے ہی نرم لہجے میں مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جب میں تمہارے بابا کی زندگی میں آئی تھی۔۔تو مجھے آج بھی یاد ہے کہ میں بہت زیادہ گھبرائی ہوئی تھی۔اور صرف میں ہی نہیں وہ بھی۔"وہ اپنی یادوں میں کھو سی گئیں۔۔آنکھیں ہلکی سی نم ہو گئیں۔

"ہم دونوں کو شروع شروع میں اس بات کا خوف رہتا تھا کہ کہیں ہم اس تعلق کو خراب نہ کر دیں۔ہماری شروعات میں آپس میں کئی بار بحث بھی ہوئی اور کئی بار ناراضگی بھی رہی۔"وہ بتارہی تھیں تو براق انہیں خاموشی سے سن رہا تھا۔

"لیکن پھر وقت کے ساتھ ساتھ سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔ جانتے ہو میں نے میاں بیوی کے رشتے سے بہت کچھ سیکھا ہے۔" انہوں نے ذرا سے ابرو اچکائے۔۔ آنکھیں ابھی بھی نم تھیں۔

"اس لیے میں آج تمہیں کچھ نصیحتیں کروں گی جن کے مطابق عمل کرنا تمہاری زندگی میں خوشحالی لائے گا۔ اگر تمہارے بابا زندہ ہوتے تو وہ تمہیں یہ سب بتاتے۔ لیکن وہ نہیں ہیں تو کیا ہوا، میں تو ہوں نا۔" آواز بھی کچھ بھر آئی تھی۔۔ وہ سر کو خم دیتے ہوئے مسکرایا۔

"تم جانتے ہو میاں بیوی کے رشتے کو کون سی چیز کمزور کرتی ہے؟" براق نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"شک۔" انہوں نے اپنے سوال کا خود ہی جواب دیا۔

"کبھی بھی شک کو اپنے رشتے کے درمیان نہ آنے دینا۔" لہجہ سنجیدہ تھا۔۔ مگر بے حد نرم۔

"کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شوہر کا شک کرنا تباہی ہے اور بیوی کا شک کرنا بالکل عام سی بات ہے۔ لیکن جانتے ہو یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔"

"کیونکہ شک نام ہی تباہی کا ہے پھر چاہے وہ شوہر کرے یا بیوی۔۔ اس کا مقدر تباہی ہی ہوتا ہے۔" ساتھ ساتھ وہ براق کے سنہرے بال پیار سے سہلا رہی تھیں۔

"اس لیے براق! کبھی بھی نینا پر شک مت کرنا۔ اگر اس سے یہ غلطی ہو جائے تو اسے پیار سے سمجھانا۔" انہوں نے اس کے گال تھپتھپائے۔ وہ فوج کا کمانڈر ان چیف تھا۔۔ لیکن ماں کے لیے تو اس کی اولاد سے محبت ہمیشہ ایک جیسی ہی رہتی ہے۔

"اس کے ساتھ کبھی ناانصافی نہ کرنا اور نہ ہی کبھی اس کا دل دکھانا۔ وہ تمہارے لیے اپنا گھر چھوڑ کر آ رہی ہے۔۔ اس کی قدر کرنا۔" انہوں نے اپنے ہر لفظ پر زور دیا۔

"خود سوچو جس گھر میں آپ اپنا بچپن گزارتے ہیں۔۔ جن لوگوں کے ساتھ آپ نے اتنا وقت گزارا ہوتا ہے انہیں صرف ایک شخص کے لیے چھوڑ دینا بہت بڑی قربانی ہوتی ہے۔۔ جسے زیادہ تر لوگ بالکل اہمیت ہی نہیں دیتے۔" براق نے ان کی ہر بات سے اتفاق کیا۔)

سلطانہ اپنے والدین کی نصیحتیں بے حد مؤدب انداز میں سن رہی تھی۔

"ابھی تم جس گھر میں جا رہی ہو اس کے مالی حالات ماشاءاللہ سے کافی اچھے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس گھر کو مزید نوازے۔" وہ نرمی سے مسکرا رہی تھیں۔

"لیکن بیٹا! حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔اللہ نہ کرے کہ کبھی کوئی مشکل آئے تو اس پر ناشکری کر کے اپنے گھر کا سکون خراب مت کرنا۔" حلیمہ صاحبہ نے دھیرے سے ہاتھ نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔۔اس نے ایک بار پھر سر کو خم دیا۔

"یاد رکھنا! روٹی کا ذائقہ آپ کو روٹی کھانے کے کچھ ہی دیر بعد بھول بھی جاتا ہے لیکن "رویے" کبھی نہیں بھولتے۔" احسن صاحب کی بات میں سچائی تھی۔

" کبھی بھی اپنا رویہ مت خراب ہونے دینا۔" اور پھر انہوں نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

(سلطان اپنی والدہ کی نصیحتیں مؤدب انداز میں سن رہا تھا۔

"اس کے علاوہ کبھی بھی نینا کو خود سے خوف نہ کھانے دینا۔"اس بات کو سن کر براق کچھ سمجھ نہ سکا۔

"کیا مطلب؟"اس نے فوراً پوچھا۔

"مطلب یہ کہ اس کے اوپر اپنا رعب اتنا مت ڈالنا کہ وہ تم سے خوف کھانے لگے۔وہ تم سے اپنی بات کھل کر نہ کہہ سکے۔"انہوں نے اسے اپنی بات سمجھائی۔

"اپنا ماحول فرینک رکھنا۔" لہجے میں محبت۔۔خلوص۔۔نرمی۔۔ہر مثبت تاثر شامل تھا۔

"ہر رشتے میں اسپیس بھی ضروری ہوتی ہے۔جس رشتے میں ایک دوسرے کو اسپیس نہیں دی جاتی نا اس میں آپ کا دم گھٹنے لگ جاتا ہے۔"

"اسپیس ہر رشتے کو کامیاب کرتی ہے۔"انہوں نے اپنی بات کا اختتام کیا۔۔پھر نرمی سے براق کے ماتھے کو چوما۔

"میری یہ نصیحتیں یاد رکھنا براق!۔"آنکھیں بے حد نم ہو چکی تھیں۔۔وہ یقیناً یامان بے کو بہت یاد کر رہی تھیں۔

"آپ فکر مت کریں آنے!۔میں آپ کی کوئی نصیحت کبھی نہیں بھولوں گا۔"اس نے پر اعتماد انداز میں کہا اور پھر ان کا ہاتھ نرمی سے سہلایا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 18 مئی،2022۔

اسلام آباد کے نرم۔۔ابر آلود آسمان کے نیچے فیصل مسجد گھرے پہاڑوں کے پس منظر میں کافی دل کش لگ رہی تھی۔ارد گرد خوشحالی کی فضا قائم تھی۔آسمان سرمئی اور سفید لہروں سے رنگا ہوا

تھا۔ چلتی ہوئی ہوا کی رفتار نہ زیادہ تیز تھی اور نہ ہی زیادہ ہلکی۔۔بس یوں کہہ لو کہ وہ کافی پر سکون تھی۔اس میں موجود نم زمین اور درختوں کے پتوں کی خوشبو اسے مزید پر سکون بنا رہی تھی۔

(دو روحوں کا مقدس ملاپ ہونے جا رہا تھا۔)

شاہ فیصل مسجد کا سفید رنگ آج آسمان کے رنگ کے بالکل خلاف تھا۔اس کے مینار آسمان کو چھوتے ہوئے گہرے بادلوں میں کھو چکے تھے۔

(کچھ ہی دیر بعد وہاں دو دلوں اور روحوں کے خواب اور خواہشات یکجا ہونے کی کہانی لکھنے والے تھے۔)

سلطان اور سلطانہ کے ہمیشہ کے لیے ایک ہونے کا دن آچکا تھا۔

(وہاں ایک دوسرے پر اعتماد کی پناہ گاہ قائم ہونے والی تھی۔)

ایک بڑی کار رکی تو اس میں سے سب آہستگی سے باہر نکلیں۔سب کی آنکھوں میں آج ایک خاص چمک اور خوشی تھی۔اس کار کے پیچھے تین چار اور گاڑیاں بھی رکیں۔وہاں کئی لوگ پہلے سے ان کا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔

(ایک وعدہ پورا ہونے جا رہا تھا۔)

وہ بھی کار سے باہر نکلی۔۔سیاہ آنکھیں روشن تھیں۔

(وہ ایک باریک بنی کے ساتھ تیار کیے گئے ایک سرخ رنگ کے روشن لباس میں ملبوس تھی۔۔ جس میں پیچیدہ کڑھائی اور چمکتی ہوئے سیکو ئنز مزین تھے۔اس لباس کی گہری سرخ رنگت محبت۔۔ خوشحالی اور ایک نئے باب کی شروعات کی علامت تھی۔اس کے ساتھ ساتھ یہ لباس وابستگی کے سفر کو بھی ظاہر کر رہا تھا۔

اس لباس پر اوڑھے سنہرے نفیس۔۔ خوبصورت اور نازک زیورات سلطانہ کی شاہی شان و شوکت کو ظاہر کر رہے تھے۔)

وہ اسے لے کر شاہ فیصل مسجد میں داخل ہوئے۔

(اس نے اپنے بالوں کو سرخ رنگ کے سکارف سے ڈھکا ہوا تھا۔اس سکارف کا رنگ اس کے لباس سے کافی گہرا تھا اور اس پر کسی قسم کے نقش و نگار نہیں بنے تھے۔وہ بالکل سادہ سا تھا لیکن انتہائی نفیس اور خوبصورت۔)

شاہ فیصل مسجد میں داخل ہونے کے بعد وہ اب اسے بالائی منزل پر لے کر جا رہے تھے۔

(اس سکارف کے اوپر اس نے ایک لمبا سرخ رنگ کا دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا جس کا رنگ اتنا ہی گہرا اور پر جوش تھا جتنا اس کے لباس کا۔اس دوپٹے کے ارد گرد سنہرے رنگ کے موتی سجے ہوئے تھے جو کہ خوب روشن ہو رہے تھے۔)

سیڑھیاں سرخ نفیس اور خوبصورت قالین سے ڈھکی ہوئی تھیں۔اس کے ساتھ کافی لوگ موجود تھے جس میں اس کے ماں باپ۔۔بہن بھائی۔۔رشتہ دار اور دوست سب شامل تھے۔

(وہ دونوں زندگی کے طوفانوں کا ایک ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے ایک ہونے والے تھے۔)

احسن صاحب۔۔علی اور ان کے ساتھ ساتھ جتنے مرد حضرات تھے وہ بالائی منزل پر نہیں گئے کیونکہ بالائی منزل عورتوں کے لیے تھی جب کہ اس سے نیچے والی منزل مرد حضرات کے لیے تھی۔

(ہر طرف ایک منفرد جوہر قائم تھا۔)

وہ اسے لے کر بالائی منزل تک پہنچ گئے۔بالائی حصے کا اندرونی حصہ ایک شاندار فن تعمیر کا منہ بولتا ثبوت تھا۔اس میں ہر جانب ایک خاص روحانی سکون پھیلا تھا۔۔یہ حصہ ایک حسین و جمیل فانوس سے سجایا گیا تھا۔۔سنگ مرمر کے بلند و بالا ستون آسمان کو چھو رہے تھے۔۔ان کے پیچیدہ نقش و نگار لازوال فن کاری کی داستانیں سنا رہے تھے۔اور ابھی اس مسجد میں ایک اور داستان لکھی جانے والی تھی۔

(سلطان اور سلطانہ کے ایک ہونے کی داستان!۔)

سیڑھیوں سے نیچے والی منزل مرد حضرات کے لیے تھی۔

(بس کچھ ہی لمحے رہ گئے تھے سلطانہ اور سلطان کے ایک ہونے میں۔)

وہاں وہ سب موجود تھے۔

(کچھ ہی لمحے بعد ان دونوں کو کوئی جدا نہیں کر سکتا تھا۔)

براق سے سب ہنسی خوشی مل رہے تھے۔اس کے ساتھ زیادہ لوگ نہیں آئے تھے کیونکہ ان سب نے نینا کا استقبال استنبول میں کرنا تھا۔ جیمرے خاتون کے ساتھ ویسے ان کی چند سہیلیاں آئی تھیں اور اسی کے ساتھ میرائے کی بھی کچھ دوستیں آئی تھیں۔ایمرے چچا بھی وہاں موجود تھے۔آخر وہ براق کے چچا تھے۔۔اب ان کا اس اہم وقت میں ان کے ساتھ ہونا ضروری تھا بلکہ یہ تو ان کا فرض بھی تھا۔

(وہ کچھ ہی لمحے بعد اپنی فتح کی خوشی منانے والا تھا۔)

سلطان کے چہرے پر آج خوشی اور فتح کے تاثرات خوب واضح تھے۔

(وہ سیاہ رنگ کے شروانی سوٹ میں ملبوس تھا۔۔سیاہ رنگ رات کے گہرے رنگوں کی عکاسی کر رہا تھا۔۔سنہری کڑھائی سے مزین وہ سیاہ شروانی روشنیوں کی نرم چمک کے نیچے جھلک رہی تھی۔

اب اسے تو پاکستان کے کلچر کے بارے میں علم نہیں تھا تو یہ شروانی اس نے احسن صاحب کے ساتھ جا کر لی تھی۔شاید ایسا کبھی کسی نے نہیں سنا تھا کہ دلہن کا باپ دلہے کو جا کر بتائے کہ اسے

شادی پر کیا پہننا ہے۔۔ مگر یہ شادی تھی بھی تو سلطان اور سلطانہ کی جس میں ہر کام انوکھا ہی ہونا تھا۔

اس پر وہ شروانی اس قدر سج رہی تھی کہ اسے ہر کوئی دیکھ کر یہ ہی کہتا کہ وہ لباس اسی کے لیے بنا ہے۔

لیکن اسے کسی اور سے کچھ نہیں سننا تھا۔ اسے تو بس ایک ہی شخص سے سب کچھ سننا تھا!

پھر چاہے وہ اس کے حق میں کہے یا نہ کہے!

اسے بس اس کی آواز سننی تھی۔)

اب وہ اہم مرحلہ آچکا تھا۔

ایک نئی شروعات کا آغاز ہو چکا تھا جو پھول کی نازک پنکھڑیوں کی طرح کھل رہا تھا۔۔ جو اس پاکیزہ بندھن کی خوبصورتی کو ظاہر کر رہا تھا۔

ایجاب و قبول کا مرحلہ مکمل ہو گیا۔

پاک سرزمین کی سلطانہ سلاطین کے وطن کے سلطان کی سلطانہ بن چکی تھی۔

دو اجنبی روحیں ایک گہرے تعلق میں آپس میں جڑ گئی تھیں۔ان کے خواب ۔۔خواہشات اور وعدے اب ایک ہو چکے تھے۔وہ دونوں نکاح کے بندھن میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ گئے تھے۔

کوئی بھی شخص انہیں اب چاہ کر بھی الگ نہیں کر سکتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دو دن بعد۔

ترکی

استنبول

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔۔بے حد گہرے۔

آج اس کی رخصتی تھی۔لیکن اس کا دل آج کافی اداس تھا۔اپنے گھر کو چھوڑ دینے کی اداسی تو ہوتی ہی ہے لیکن اس کی اداسی کی صرف ایک یہ وجہ نہیں تھی۔

وہ اداس تھی کیونکہ

جب سے ان کا نکاح ہوا تھا براق نے اس سے ایک بار بھی بات نہ کی۔ وہ دونوں نکاح کے بعد ایک دوسرے سے ملے بھی تھے۔۔ لیکن سلطان نے اپنی سلطانہ سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔اس کی خاموشی اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔

("کیا میں نے کوئی غلط فیصلہ تو نہیں کر لیا؟"

یہ خیال اس کے دل اور دماغ میں بار بار لہرا رہا تھا۔ وہ بار بار اپنے آپ کو تسلیاں دیتی کہ ایسا کچھ نہیں ہے لیکن پھر بھی اس کا دل بے چین رہتا۔

"آخر براق کو ہوا کیا ہے؟ کیا وہ مجھ سے ناراض ہے؟ لیکن کیوں؟" اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔۔ وہ مضطرب سے انداز میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔)

وہ پارلر میں موجود تھی اور اب بیوٹیشن اس کا میک اپ کر کے اس کا سکارف سیٹ کر رہی تھی۔

سلطانہ ایک سفید رنگ کے ویڈنگ گاؤن میں ملبوس تھی جو کسی پریوں کے شاہکار سے کم نہیں تھا۔اس ایتھریل وائٹ کلر نے اسے حقیقی طور پر ایک پری میں بدل دیا تھا۔ وہ گاؤن اس کے قدموں تک لہرا رہا تھا۔۔ گاؤن کی بیلٹ سفید چمکتے ہوئے موتیوں سے بنی تھی۔

بیوٹیشن اس کا سکارف سیٹ کر چکی تھی۔اس کا سکارف بھی سفید رنگ کا ہی تھا۔۔ جو کہ اس کے لباس کی نسبت سادہ سا تھا۔۔ حسن کا شاہکار بن گئی تھی وہ آج۔

اس کے گلابی ہونٹوں پر لگی گلابی لپ اسٹیک۔۔آئی لائنر اور کاجل سے لبریز آنکھیں اس کے حسن کی صاف گواہی دیتیں۔۔میک اپ ڈارک نہیں تھا۔وہ لائٹ میک اپ ہی پسند کرتی تھی۔ بیوٹیشن نے تو کہا تھا کہ میک اپ تھوڑا ڈارک کروالیں لیکن وہ بالکل نہ مانی۔

چند لمحے بعد بیوٹیشن نے حلیمہ صاحبہ اور اریحہ کو اندر کمرے میں بلالیا جہاں وہ نینا کو تیار کر رہی تھی۔

وہ اس آرام دہ صوفے سے اٹھی۔۔اس نے پاؤں میں سفید ہائی ہیلز پہنی ہوئی تھیں۔

"ماشاءاللہ! ماشاءاللہ! بہت پیاری لگ رہی ہو تم۔اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے۔" حلیمہ صاحبہ نے نرمی سے اسے گلے لگالیا۔۔آنکھیں ان دونوں کی نم تھیں۔اریحہ جس کے بال کھلے تھے۔۔وہ میرون کلر کے روشن لمبے فراک میں ملبوس تھی۔۔وہ بھی نینا کے ساتھ جا لپکی۔

"میں آپ کو بہت مس کروں گی آپی۔" اس کی آواز بھر آئی تھی۔نینا نے اس کے کندھے پیار سے تھپتھپائے۔۔اریحہ کی آنکھوں میں نمی مزید بڑھ گئی۔۔اس کے دل کو کچھ ہوا۔۔اور اس نے اسے گلے لگالیا۔

"اگر تم اس طرح سے کرو گی تو میں بھی رودوں گی۔" اب کی بار نینا کی آواز بھی بھر آئی تھی۔

"ارے یہ موقع رونے دھونے کا نہیں ہے۔ چلو اریحہ ہٹو شاباش! مجھے اب یہ رونا دھونا نہیں دیکھنا۔ یہ موقع خوشی کا ہے۔اور تم تو بہت خوش ہو رہی تھی نا کہ نینا کا کمرہ اب تمہیں مل جائے گا۔ "حلیمہ صاحبہ نے مصنوعی سختی سے اس سے کہا۔۔اور پھر ان کی آنکھوں میں نمی بھی مزید بڑھ گئی۔

انہوں نے انگلی کے پور سے ایک آنکھ ہلکی سی صاف کی۔۔اور پھر مسکرا کر سر جھٹکا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Conrad Istanbul Bosphorus.

"کونراد استنبول باسفورس "ایک پر تعیش ہوٹل ہے جو ترکیے میں استنبول کے قلب میں واقع ہے۔ یہ تاریخی شہر کے اسکائی لائن کے خوبصورت مناظر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ باسفورس کے پر فتن نظاروں کی بھی عکاسی کر رہا تھا۔۔زیادہ تر لوگ اس کو شادی بیاہ کے فنکشنز کے لیے ہی استعمال کرتے ہیں۔

براق اور اس کے ساتھ باقی مہمان بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔

وہاں سرخ قالین کے ساتھ خوشبودار پھول ہر جانب سجے تھے۔فانوس اور فیری لائٹس کی چمک ہر سو پھیلی تھی۔شاندار آئس برگ (سفید گلاب) کی سجاوٹ بشمول سینٹر پیسز ماحول کو کافی تازگی فراہم کر رہے تھے۔

احسن صاحب اور علی بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔۔اب بس نینا کو لے کر حلیمہ صاحبہ اور اریحہ نے آنا تھا۔اس فنکشن کا سارا خرچہ براق نے کیا تھا۔وہ تو نکاح کا بھی خرچہ اپنے سر ہی لینا چاہتا تھا لیکن احسن صاحب نے اسے سختی سے منع کر دیا۔ان کے منع کرنے کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکا۔اس کے علاوہ ان سے کسی قسم کا بھی جہیز نہیں لیا گیا۔

وہ گرومز روم میں موجود تھا۔سیاہ رنگ کے پینٹ کوٹ میں۔۔سیاہ کوٹ اس نے سفید رنگ کی شرٹ کے اوپر زیب تن کیا ہوا تھا۔۔اس نے اس کے ساتھ ایک سیاہ سلک بو لگائی ہوئی تھی۔۔اس لباس میں اس کی شخصیت کافی شاندار لگ رہی تھی۔

اپنے سامنے موجود سرمئی رنگ کی نفیس سنگھار میز کے اوپر سے اس نے پرفیوم اٹھا کر اسے نفاست سے اپنے اوپر چھڑکا۔۔مردانہ پرفیوم کی خوشبو ہر سو پھیل گئی۔

اپنے دائیں ہاتھ پر اس نے ایک بھاری سیاہ رنگ کی خوبصورت اور قیمتی گھڑی پہن رکھی تھی۔۔نیلی آنکھیں روشن تھیں۔۔بے حد روشن۔

اچانک اس کمرے کا دروازہ کھلا۔ براق دروازے کی جانب مڑا اور دیکھا۔اس نے کمرے کا دروازہ کھلا اسی لیے رکھا تھا کیونکہ میرائے اور جیمرے خاتون وہاں پر بار بار آرہی تھیں۔ لیکن اب جو وہاں آیا تھا۔۔اس کی امید اسے بالکل نہ تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے دروازے کو ہلکا سا بند کر دیا۔اس کے اسٹریکنگ والے بال آج ایک بن میں بندھے تھے جس کی ایک گھنگریلی سی لٹ اس کی ٹھوڑی کو چھو رہی تھی۔ وہ بغیر آستینوں والے ہلکے جامنی رنگ کے گاؤن میں ملبوس تھی۔

ہاتھ باندھے وہ اب اسے تیکھی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔اس کی آنکھوں میں آج اس کے لیے صرف اور صرف طیش۔۔اور نفرت تھی۔ براق نے سنگھار میز کی جانب واپس رخ موڑ لیا۔

"بہت مبارک ہو تمہیں براق!۔"اس نے تیکھے لہجے میں مسکرا کر کہا۔

"شکریہ۔"لہجہ سپاٹ اور بے تاثر تھا۔اس نے اب اپنے کوٹ کے ساتھ پہنی سیاہ رنگ کی سلک بو کو ہلکا سا چھو کر نفاست کے ساتھ سیٹ کیا۔اسے ذرا سی بھی بے ترتیبی پسند نہیں تھی۔۔یہ اس کی فطرت تھی۔

"مجھے بہت حیرت ہوئی۔"اس کے تھوڑا قریب بڑھتے ہوئے اس نے ذرا سے ابرو اچکائے۔

"حیرت؟ کیوں؟"اس نے اس کی جانب پلٹے بغیر بے نیازی سے پوچھا۔۔وہ اب اپنے ایک طرف کو جیل سے سیٹ کیے بال سر سری سے انداز میں چھوڑ رہا تھا۔

"تمہیں اس لڑکی میں کیا دکھا؟"اس نے اپنے الفاظ پر زور دیا۔۔وہ جواباً استہزائیہ انداز میں ہلکا سا مسکرایا۔

"وہ ہی جو تم میں اور دنیا کی کسی اور لڑکی میں نہیں دکھا۔"جواب تراخ سے دیا گیا۔۔نازلی کے لب تو یک دم جیسے سل ہی گئے تھے۔۔وہ غصے سے تیوریاں چڑھائے براق کو گھور رہی تھی جو اس کی طرف بالکل بھی متوجہ نہیں تھا۔

"آخر ایسا ہے کیا اس نینا میں؟"چند قدم اس کے مزید قریب آتے ہوئے اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں۔۔ سلگتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کہا ناوہی جو تم میں اور کسی اور لڑکی میں نہیں ہے۔"جواب ترنت سے دیا گیا۔۔لہجے میں ناگواری اور بیزاری خوب واضح تھی۔

نازلی ضبط سے لب کاٹنے لگی۔۔آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔

"تم پچھتاؤ گے براق۔"لہجہ بے حد تیکھا تھا۔۔براق اب کی بار اس کی جانب پلٹا۔

"میں اپنے فیصلوں پر کبھی نہیں پچھتایا اور نہ پچھتاؤں گا۔"اس نے بہت پر اعتماد انداز میں جواب

دے کر ذرا سے کندھے اچکائے۔۔نازلی کی آنکھیں اب دھیرے دھیرے سرخ ہو رہی تھیں۔۔ اعصاب مزید تن سے گئے۔

"البتہ تم اب پچھتا رہی ہو۔" دونوں بازو سینے پہ لپیٹتے ہوئے اس نے ابرو اچکا کر طنز واستہزا سے کہا۔

"میں؟اور وہ کیوں؟"اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے پوچھا۔

"اپنے الفاظ پر کیونکہ تم نے یہ سب مجھے تکلیف پہنچانے کے لیے کہا تھا لیکن چچ! اب ان الفاظ پر تمہیں خود تکلیف پہنچ رہی ہے۔" سرد مہری سے کہہ کر اس نے سر جھٹکا۔۔نازلی کے دل میں اس کے الفاظ خنجر کی طرح جا لگے۔

"تمہیں لگ رہا ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"ایوت! کیونکہ میں ہمیشہ صحیح کہتا ہوں۔"جواب ترنت سے شاندار قسم کی پر اعتمادی اور یقین کے ساتھ دیا گیا۔

"اور کچھ؟"جب وہ اسے چند لمحے لب کچلتے ہوئے گھور رہی تھی تو اس نے سرد مہری سے پوچھا۔

"گو ٹو ہیل۔"وہ پیر پٹختے ہوئے پلٹی اور دروازے کی جانب تیز قدموں کے ساتھ بڑھی۔

"یوٹو۔" ہلکا سا مسکرا کر اس نے کہا تو نازلی کے بڑھتے قدم رکے۔۔ لیکن وہ پیچھے نہیں مڑی۔۔اور اس نے دوروازے کے ہینڈل پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"نازلی! جاتے جاتے ایک بات کان کھول کر سن لو۔" براق کا لہجہ بے حد سخت تھا۔۔اس نے سرخ پڑی آنکھوں سے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"اگر تم نے میری زندگی میں دوبارہ مداخلت کرنے کی کوشش کی تو۔۔"شہادت کی انگلی سے اسے تنبیہ کرتے ہوئے اس نے بے حد درشتی سے کہا تو اس نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔اس نے اس کا اصول توڑا۔۔ براق کی نیلی آنکھوں میں ہلکی سی سرخی امڈ آئی۔۔ابرو سکڑ گئے۔

"تو؟ کیا کرو گے تم؟"بلند آواز میں اس نے پوچھا۔

“You will face the music then”.

("پھر اپنے انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔")

طنزیہ انداز میں ہلکا سا مسکرا کر اس نے کہا۔نازلی چند لمحے اسے نفرت سے بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر پیر پٹختی کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد براق نے ہلکا سا مسکرا کر سر جھٹکا اور واپس سنگھار میز کی جانب بڑھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سیاہ مخملی افق پر چاند کے ساتھ ٹمٹماتے ستارے اس خوبصورت منظر کے گواہ بنے یہ سب خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

اس کی رخصتی ہو رہی تھی۔ وہ سلطان کے محل میں جا رہی تھی۔

ڈانس فلور ترکی کی موسیقی کی پر جوش تال سے زندہ تھا جو قدیم روایتوں کی دھڑکنوں اور جدید رونقوں سے گونج رہا تھا۔

اس خوشگوار ماحول کے درمیان براق کے دوست اپنی متعدی توانائی اور پر جوشی کے ساتھ ڈانس فلور پر ترکوں کے رواج کے مطابق رقص کر رہے تھے۔ وہ رقص کافی مختلف تھا۔ یہ دراصل ترکوں کا خاص رقص تھا۔ اس رقص کی خوب ساری وڈیوز اور تصویریں اریحہ اپنے موبائل سے کھینچ چکی تھی۔

براق نینا کا ہاتھ تھامے ہوئے اسے آہستگی سے اپنی سیاہ چمکتی ہوئی کار تک لے جا رہا تھا۔ اس سے پہلے اس کی آنکھیں برسنا شروع ہو گئی تھیں۔۔ احسن صاحب نے اسے پیار سے گلے لگایا تو ان کی آنکھیں بھی نم تھیں۔۔ بے حد نم۔

اس نے اپنے ہاتھ میں سرخ گلابوں کا ایک بکے پکڑا ہوا تھا جو اسے چند لمحے پہلے براق نے دیا تھا لیکن پھر بھی اس نے اس سے کچھ کہا نہیں تھا۔

آج سلطان کا سلطانہ کو اپنے محل میں لے جانے کا خواب پورا ہونے والا تھا۔

ان کے ارد گرد بہت سے لوگ جمع تھے جن میں حلیمہ صاحبہ۔۔احسن صاحب۔۔جیمرے خاتون اور میرائے وغیرہ سب شامل تھے

لیکن

نینا کچھ گھٹن محسوس کر رہی تھی۔۔براق نے اس سے کچھ بھی نہیں کہا۔۔نہ اس کی تعریف کی۔۔نہ اس کا حال پوچھا۔۔بس جب کچھ ہی دیر پہلے دندار بے اسے شادی کی مبارکباد دینے کے لیے اسٹیج پر آئے تھے۔۔تب براق نے نینا کا ان سے تعارف کروایا۔۔اس دوران بھی وہ دندار بے سے ہی مخاطب رہا تھا۔وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

اس سیاہ چمکتی کار کی رفتار نہ زیادہ تیز تھی اور نہ بہت کم۔۔سڑک ٹریفک سے خالی تھی۔۔وہ اس کے برابر والی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔

اس نے ایک ترچھی نگاہ براق پر ڈالی جو اسٹئیرنگ سنبھالے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔۔چہرے کے تاثرات وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔وہ خوش تھا یا نہیں؟

نینا بے دلی کے ساتھ ونڈ و اسکرین سے باہر دیکھنے لگی۔اس پورے سفر کے دوران ان کی آپس میں کوئی بات نہ ہوئی۔نینا کے دل پر بوجھ مزید بڑھ سا گیا۔۔دل تو کر رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر روئے۔۔وہ

بس اس پورے سفر میں کھڑکی سے باہر رات کے مخملی اندھیرے کو خاموشی سے دیکھتی رہی صرف اس امید کے ساتھ کہ سلطان اسے پکارے گا

لیکن

ایسا کچھ نہ ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استنبول میں رات ابھی تک اپنے مخملی پردے بچھائے ہوئے تھی۔ سلطانہ سلطان کے محل میں پہنچ چکی تھی۔

چاند آسمان پر ایک موتی کی مانند چمک رہا تھا جس کی چمک آسمان پر ایک حسین اور پر فتن منظر قائم کر رہی تھی۔

سلطان کا کمرہ آج ایک بے مثال شان و شوکت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ جسے دیکھ کر صرف ایک ہی بات ذہن میں آتی "حسین اور وسیع بیڈروم۔" لیکن آج سے یہ کمرہ صرف سلطان کا نہیں تھا۔

اس وسیع اور خوبصورت کمرے کی سنہری دیواروں کو سفید اور سنہرے پھولوں کے پیچیدہ ڈیزائنز سے مزین کیا گیا تھا جو روشنی میں خوب چمکتے۔

دروازہ کھلنے کی آواز نے سلطانہ کے دل کی دھڑکنیں تیز کر دیں۔

(ان کے گھر پہنچنے سے پہلے جیمرے خاتون اور میر ائے گھر پہنچ چکی تھیں۔۔انہوں نے ان کا خوب خوش دلی اور پر جوشی کے ساتھ استقبال کیا۔

براق کے کمرے میں آنے سے پہلے میر ائے اور جیمرے خاتون اس کے پاس موجود تھیں۔۔وہ اس سے پوچھتی رہیں کہ اسے کھانا تو نہیں کھانا وغیرہ وغیرہ۔۔لیکن اس نے منع کر دیا یہ کہہ کر کہ اسے بھوک نہیں ہے۔۔ان دونوں نے نوٹ کیا تھا کہ اس نے شادی پر ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا تھا۔)

گلاب کے پھولوں کی مہک سلطان اور سلطانہ کے کمرے میں پھیلنے کے ساتھ ساتھ ان کے دل میں بھی اپنا انمٹ نشان چھوڑ رہی تھی۔وہ کمرے میں داخل ہوا۔اپنا سیاہ کوٹ ہاتھ میں لیے وہ سفید شرٹ جس کا اوپر والا بٹن کھلا تھا۔۔کف مڑے تھے اور سیاہ پینٹ میں ملبوس تھا۔

کمرے کا دروازہ بند کرتے ہی وہ بیڈ کے قریب بڑھا۔نینا مضطرب سے انداز میں نچلا لب کاٹتے ہوئے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مروڑ رہی تھی۔۔ نظریں ہنوز جھکی تھیں۔

(اس کمرے میں ایک خوبصورت جیٹ بلیک قالین بچھا ہوا تھا جس کو اس کے قدم آہستگی سے چھو رہے تھے۔یہ قالین آواز کو جذب کرتے ہوئے کمرے میں سکون اور آرام کی لہریں پہنچا رہا تھا۔)

اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔۔نیلی آنکھوں کی چمک اگر آج کوئی بھی شخص دیکھ لیتا تو وہ ضرور حیران رہ جاتا۔

(کمرے کے بیچ میں ایک شاندار سنہرا بیڈ پڑا تھا جس کا سنہرا رنگ دیواروں کے سنہرے رنگ سے ہلکا تھا۔اس کا بستر ریشم کی مانند تھا جس پر نینا اپنا سفید گاؤن گولائی میں پھیلائے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

اور اس بیڈ پر سجائے مخملی تکیے بھی اس بستر کی خوبصورتی اور سکون میں اضافہ کر رہے تھے۔بیڈ کے آخر پر ایک سفید رنگ کی چادر پھیلی ہوئی تھی جس پر گہرے سنہرے رنگ کے پھولوں کے ڈیزائنز بنے تھے۔)

وہ بیڈ پر آہستگی سے بیٹھا۔

(کمرے کا فرنیچر بھی سلطان کے محل کی ہر شے کی طرح ہی عالیشان تھا۔ایک خوبصورت آرائشی سنہرے رنگ کا شیشہ ایک دیوار کے ساتھ رکھا تھا۔کمرے کی مخالف سمت میں ایک آرام دہ بیٹھنے کی جگہ تھی جس میں سیاہ اور سنہرے رنگ کی کرسیاں ایک کافی ٹیبل کے ساتھ نفاست سے رکھی گئی تھیں۔)

رات کی خاموشی نے سلطان اور سلطانہ کو سکون بخش سمفنی فراہم کی۔وہ چند لمحے اسے گہری نظروں سے دیکھتا رہا۔ان کی خاموشی ابھی تک قائم تھی۔لیکن کون جانے کہ خاموشی کی بھی ایک آواز ہوتی ہے جو صرف چاہنے والے ہی سننے کے ساتھ ساتھ محسوس بھی کر سکتے ہیں۔

"کیسی ہو؟" براق نے نرم لہجے میں پوچھا۔

یہ سنتے ہی نینا اپنے کانوں پر یقین نہ کر سکی۔وہ حیرت زدہ سی ہو کر اسے دیکھنے لگی۔۔اس کے الفاظ یقیناً تب اسے حیرت میں مبتلا نہ کرتے اگر یہ ترکچے (ترک زبان) میں کہے گئے ہوتے۔

"آپ کو اردو؟"اس نے بے ساختہ کہا۔۔وہ زیر لب مسکرایا۔

"اتنا حیران مت ہو۔ابھی ایسی بہت سی باتیں ہیں جو تم میرے بارے میں نہیں جانتی۔اور جب جانو گی تو مزید حیران ہو گی۔"اس کے تھوڑا قریب ہوتے ہوئے اس نے گہرے اور نرم لہجے میں کہا۔یہ الفاظ بھی اس نے "اردو" میں ہی کہے تھے۔

(نینا کو ایک بات تو سمجھ آگئی!

وہ یہ کہ

براق اس سے اس لیے اتنی دیر سے بات نہیں کر رہا تھا

کیونکہ وہ اسے صرف ایک سرپرائز دینا چاہتا تھا۔)

کمرے کی چھت پر لگے فانوس نے کمرے کو سنہری روشنی فراہم کی ہوئی تھی۔۔یہ روشنی سلطانہ کے دل میں بھی پھیل گئی۔۔اس دل میں جس میں کچھ دیر پہلے صرف اندیشے ہی اندیشے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک ماہ پہلے۔

رات نے اپنے پر ہر سو پھیلائے ہوئے تھے۔ وہ سب کچھ دیر پہلے ہی رات کا کھانا کھا کر فارغ ہوئے تھے۔ جیمرے خاتون ابھی ابھی عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں۔۔ وہ اپنے کمرے میں یونہی ٹہلتے ہوئے کھڑکی تک گئیں۔۔ کھڑکی کا پردہ ایک طرف کیا ہوا تھا۔ انہوں نے نیچے نیٹٹوریم کا منظر دیکھا تو ان کے چہرے پر ناسمجھی کے کئی تاثرات ابھرے۔

براق نیٹٹوریم میں دونوں ہاتھوں میں ایک کتاب لیے ٹہل رہا تھا۔۔ ساتھ ساتھ وہ اس کتاب میں سے کچھ یاد کر رہا تھا۔ وہ جو یاد کر رہا تھا اس کی آواز انہیں ٹھیک سے نہیں آرہی تھی۔۔ ساتھ ہی وہ کتاب کس بارے میں تھی۔۔ یہ بھی انہیں معلوم نہیں تھا۔

وہ اپنے کمرے سے باہر نکلیں اور نیچے نیٹٹوریم میں گئیں۔

براق اس کتاب سے کچھ یاد کرنے میں اتنا محو تھا کہ اسے ان کے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ تیز قدموں کے ساتھ براق کی جانب بڑھیں۔

"کیا کر رہے ہو؟" انہوں نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اس کتاب کو دیکھا۔۔ براق یک دم کچھ گھبرا سا گیا۔ وہ خاموشی سے اور مضطرب سے انداز میں ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا تو انہوں نے اس کے ہاتھ سے وہ کتاب چھین لی۔ براق نے انہیں روکنا چاہا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔

اس کتاب کا عنوان پڑھتے ہی وہ حیران رہ گئیں۔

"یہ۔۔یہ تو۔"انہوں نے چونک کر براق کا چہرہ دیکھا۔

"اردو ڈکشنری ہے۔"اور پھر اس کتاب کا عنوان زیر لب دہرایا۔۔براق بالکل سناٹے میں رہ گیا۔

"تم اردو یاد کر رہے ہو؟"وہ معنی خیز انداز میں ہلکا سا مسکرائیں۔

"ایوت۔"اس نے چند لمحے بعد جواب دیا۔۔وہ کنفیوز سا ہو گیا تھا۔

"ائے ماشاءاللہ ماشاءاللہ!۔"انہوں نے اس کے کندھے تھپتھپائے۔

"آنے۔۔"اس نے بے زاری کے عالم میں کچھ کہنا چاہا۔

"کیا؟"انہوں نے ترنت سے پوچھا۔

"اب آپ یہ بات نینا سے نہ کہہ دیجئے گا۔"اس نے التجائیہ انداز میں کہا تو جیمرے خاتون مزید ہنسنے لگیں۔

"کیوں؟"انہوں نے بمشکل اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے سرپرائز دینا چاہتا ہوں۔"اس نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد ذرا سے شانے اچکا کر کہا۔

"اوہ! تمام تمام!۔"انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اور میرا ئے کو بھی مت بتا یئے گا۔اس کو معلوم ہوا تو اس نے فوراً نینا کو بتا دینا ہے۔" وہ کھنکھارا۔

"تمام! تم فکر نہیں کرو۔ تم بس آرام سے اردو یاد کرو۔" انہوں نے مسکرا کر ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا۔۔اور پھر وہ اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ پائیں۔۔وہ کھل کر ہنسنے لگیں۔ براق ناگواری سے انہیں خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔

"کیا؟" وہ اس کی خاموشی کی وجہ نہ سمجھ پائیں اس لیے انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"وہ۔۔میری کتاب آپ کے پاس ہے۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے اس کتاب کی طرف اشارہ کیا جو جیمرے خاتون نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔

"اوہ! سوری سوری۔ یہ لو۔" انہوں نے فوراً وہ کتاب اسے دے دی۔ کتاب دینے کے بعد وہ وہاں سے جانے کے لیے پلٹیں۔

"ام۔۔" جاتے جاتے انہوں نے کچھ کہنا چاہا۔

"ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ اب کی بار اس کی طرف دیکھ کر زور زور سے ہنسنے لگیں۔

"آنے!۔" اس نے شرمندہ سے انداز میں کہا۔ وہ سر جھٹک کر مسکراتے ہوئے وہاں سے واپس اپنے کمرے میں جانے لگیں۔۔ براق نے دوبارہ کتاب کھولی اور اس میں سے اردو یاد کرنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کمرے میں موجود لمبی اور خوبصورت کھڑکیاں ہلکی سی کھلی ہوئی تھیں جن کو مکمل طور پر سیاہ ریشمی پردوں نے ڈھکا ہوا تھا۔ وہ سیاہ پردے ٹھنڈی ہوا کے ہلکے جھونکوں سے ہلتے اور کمرے کو ٹھنڈی ہوا سے پر سکون کرتے۔

"براق!۔" نینا نے چند لمحے بعد اسے پکارا۔

"ہاں؟" اس نے پوچھا۔۔اس نے ایک گہری سانس لی۔۔ نظریں ابھی بھی جھکی تھیں۔

"اس دن علی نے جب آپ سے پوچھا تھا کہ آپ میں ایسی کون سی خاص بات ہے جو وہ لوگ مجھے آپ سے بیاہ دیں۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہی تھی۔

"ایوت ایوت!۔" براق اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"آپ نے جواب دیا تھا کہ۔۔آپ میں کوئی خاص بات نہیں لیکن نینا میں بہت سی خاص باتیں ہیں۔" اس نے ایک وقفہ لیا۔

"میں نے پوچھنا تھا کہ مجھ میں ایسی کون سی خاص باتیں۔۔" پھر پوچھنا چاہا لیکن وہ اپنی بات مکمل نہ کر پائی اور اسے جلد ہی احساس ہونے والا تھا کہ اچھا ہے اس نے اپنی بات مکمل نہیں کی۔

"تم جانتی ہو اس دن میں اپنی بات ٹھیک طریقے سے کہہ نہیں پایا تھا۔" اس نے ابرو اچکائے۔۔نینا کچھ سمجھ نہ سکی۔

"مجھے کہنا تھا کہ مجھ میں کوئی خاص بات نہیں کیونکہ میں ہوں ہی "خاص"۔"اس نے بے حد پر اعتماد انداز میں کہا۔۔نینا لاجواب رہ گئی۔۔اس کے پاس الفاظ نہیں تھے کچھ کہنے کو۔

"اچھا! تم کیا کہہ رہی تھی؟"اس نے یاد آنے پر پوچھا۔
"کچھ نہیں۔"وہ ہلکا سا مسکرائی۔

(ویسے اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسے لاکھ باتیں سنائے لیکن وہ اپنی زندگی کے حسین سفر کا آغاز یوں نہیں کرنا چاہتی تھی۔)

براق کو چند لمحے بعد کچھ یاد آیا۔اس نے فوراً اپنی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔۔اور اس میں سے ایک سرخ رنگ کی ڈبی نکالی۔اس نے جیسے ہی اس ڈبی کو کھولا تو اس میں سے ایک خوبصورت انگوٹھی آشکار ہوئی۔۔جس کی چمک سلطان اور سلطانہ کی آنکھوں کی چمک کے آگے ماند پڑ گئی تھی

کیونکہ

ان کی آنکھوں میں موجود چمک محبت کی چمک تھی جس کی جگہ کوئی شے نہیں لے سکتی تھی۔

براق نے اس انگوٹھی سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا۔۔پھر مسکراتے ہوئے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔۔اس کی پلکیں جھکی تھیں۔۔رخسار گلابی ہو رہے تھے۔

"یہ تمہارے لیے۔"اس کی انگلی میں وہ انگوٹھی پہناتے ہوئے اس نے بے حد نرمی سے کہا۔

"بہت خوبصورت ہے یہ۔" اس انگوٹھی کو اپنی انگلی میں دیکھتے ہوئے اس نے ستائشی انداز میں کہا۔

براق نے یہ سنتے ہی اس کا ہاتھ اپنی طرف بڑھایا۔۔اپنے ہاتھ پر اس کا لمس محسوس کرتے ہی اس کی جھکی ہوئی نظریں مزید جھک گئیں۔۔رخسار کمرے میں موجود گلاب کے پھولوں سے کئی زیادہ سرخ ہونے لگیں۔

"پہلے اتنا خوبصورت نہیں تھا۔لیکن تمہارے پہن لینے سے زیادہ خوبصورت ہو گیا ہے۔" وہ اسے الفت سے بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔وہ جواباً مسکرا دی۔

"تم میری طرف کیوں نہیں دیکھتی؟" اس نے پوچھا۔۔حالانکہ سوال کا جواب وہ اچھے سے جانتا تھا۔

"ویسے ہی۔" اس نے ذرا سے کندھے اچکائے۔

"تم شرماتے ہوئے پہلے سے کئی زیادہ حسین لگتی ہو۔" براق نے اس کے سرخ پڑے رخسار نرمی سے سہلائے۔۔وہ بالکل ساکت سی رہ گئی۔

چند لمحے بعد وہ بیڈ سے اٹھی۔۔اور سنگھار میز کی جانب بڑھی۔براق اب بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا۔۔ایک ہاتھ ماتھے پر رکھا جس سے اس کی تھکن صاف واضح ہو رہی تھی۔اس نے ایک گہری سانس لی۔۔پھر ماتھے پر سے ہاتھ ہٹایا اور سنگھار میز کے سامنے کھڑی نینا کو دیکھنے لگا۔

وہ اس وقت اپنے سکارف پر لگیں پنز اتارنے میں مصروف تھی۔۔وہ اسے یونہی سحر زدہ سا ہو کر دیکھتا رہا۔جب تمام پنز اتر گئیں تو اس نے وہ پنز سنگھار میز پر رکھیں اور پھر اپنے سکارف کو ایک طرف سے اتارنے لگی۔

سکارف اتارتے ہی اس کے لمبے سیاہ بال بن سے کھل کر سیدھے اس کی کمر تک پھیل گئے۔اس کے سیاہ بال اور ان میں موجود لہروں نے سلطان کے دل کو ڈبو دیا۔وہ جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔اس کے چہرے پر موجود تھکن جیسے یک دم غائب ہو گئی۔

وہ آہستگی سے بیڈ سے اٹھا اور اس کے قریب بڑھا۔نینا نے سنگھار میز کے آئینے سے اسے خود تک آتا دیکھا۔۔اس کی نظریں خود بخود جھک گئیں۔اس کے قریب جاتے ہی اس نے نینا کا جیسے بغور مشاہدہ کیا۔

وہ واقعی بہت خوبصورت تھی یا شاید لفظ **"خوبصورت"** اس کے حسن کی تعریف بیان کرنے کے لیے کم تھا۔

اس نے اپنا ہاتھ نینا کی طرف بڑھایا اور پھر اس کے بالوں کو نرمی سے سہلایا۔۔وہ زیر لب معنی خیز انداز میں ہلکا سا مسکرایا۔۔نینا کے رخسار ابھی تک گلاب کی پتیوں کی مانند سرخ پڑے تھے اور یہ مزید سرخ تب ہوئے جب اس نے اپنے ماتھے پر براق کا لمس محسوس کیا۔چند لمحے کے لیے وہ بالکل ساکت سی رہ گئی تھی۔۔بالکل ساکت۔

اور پھر کچھ لمحے بعد وہ براق کے پہلو سے گزرتی الماری کی طرف آئی۔الماری میں سے اپنا نائٹ سوٹ نکال کر فریش ہونے چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی براق کھل کر ہنسا۔

"براق! تم بہت خوش نصیب ہو۔"اس نے خود سے کہااور بیڈ پر دھیرے سے بیٹھا۔

"واللہ! یہ تو کسی کو بھی دیوانہ بنا سکتی ہے۔"وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"نینا احسن! نہیں۔۔نینا براق! یہ زیادہ اچھا ہے۔"اس نے مسکراتے ہوئے سوچا۔۔وہ آج خوش نہیں۔۔بہت خوش تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جائے نماز فرش پر بچھی تھی۔وہ اس سے تھوڑا آگے کر کے جائے نماز بچھائے بیٹھا تھا۔نینا نے اس سے تھوڑا سا ہی پیچھے کر کے جائے نماز بچھائی ہوئی تھی۔

وہ دونوں ابھی کچھ لمحے پہلے ہی شکرانے کے نفل پڑھ کر فارغ ہوئے تھے۔اب ان دونوں کے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لیے اٹھے تھے۔

"اے میرے اللہ! وہ جس کے قبضے میں ہم سب کی جان ہے۔مجھے اس رشتے کو اچھے سے نبھانے کی توفیق عطا فرما۔"سلطانہ نے اللہ سے اس مقدس رشتے کی مضبوطی مانگی۔

"اے میرے اللہ! وہ جو کن کہتا ہے تو فیکون ہو جاتا ہے۔ مجھے اس رشتے کو احسن انداز میں نبھانے کی توفیق عطا فرما۔" سلطان نے بھی اللہ سے اس رشتے کی مضبوطی مانگی۔

"ہمیں کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا مت کرنا۔" نینا نے زیر لب دعا کی۔۔ سیاہ آنکھیں خوشی سے نم تھیں۔

"ہمیں ایک دوسرے کے حقوق پورے کرنے کی توفیق عطا فرما۔" براق نے زیر لب دعا کی۔

یہ رشتہ ان کے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا۔

"ہمیں یہ زندگی ایسے گزارنے کی توفیق عطا فرما جس میں آپ کی رضا شامل ہو۔" سلطانہ نے کہا۔

"اللہ! ہماری الفت میں مزید برکت عطا فرما۔" سلطان نے کہا۔

یہ رشتہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے ایک خوبصورت اور انمول تحفہ تھا۔

"ہمیں اگلے جہاں میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ نصیب فرما۔" ان دونوں نے دعا کی۔ سلطان اور سلطانہ نے ہمیشہ کے لیے ایک ددسرے کا ساتھ مانگا۔

"آمین۔" انہوں نے اپنی دعا مکمل کی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 8

"موسم بہار"

سلطان اور سلطانہ کی داستان

کافی منفرد ہے !

ہر موقع پر ایک دوسرے کا ساتھ دینا

اور

ایک دوسرے پر ہمیشہ اعتماد کرنا

کافی منفرد ہے !

ایک دوسرے کا راز دار بننا

اور

ایک دوسرے کی خوشی میں خوش اور دکھ میں دکھی ہونا

کافی منفرد ہے !

اپنی خوشی اس رشتے میں ڈھونڈنے کی بجائے

اپنے اندر کی خوشی اس رشتے میں انڈیلنا

کافی منفرد ہے!

ایک دوسرے کا احترام کرنا

اور

ایک دوسرے کی قدر کرنا

بے شک کافی منفرد ہے!

(بقلم نگاہ راحیل)۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کی تاریکی میں اب گہری نیلاہٹ شامل ہو گئی تھی۔۔کچھ ہی دیر بعد استنبول کی مساجد کے اسپیکرز فجر کی اذان سے گونجنے والے تھے۔

ہلکی سی کھلی کھڑکی جن کو سیاہ پردوں نے ڈھکا ہوا تھا، میں سے ہلکی ٹھنڈی ہوا پورے کمرے میں پھیل کر سرگوشی کر رہی تھی۔یہ سرگوشی رات میں اپنے ساتھ محبت۔۔امن۔۔سکون اور ہمیشہ ساتھ نبھانے کا وعدہ کر رہی تھی۔

وہ دونوں بیڈ پر ایک دوسرے کے برابر میں بیڈ کے کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

"نینا! جیسا کہ تم جانتی ہو کہ ہماری زندگی کے ایک نئے سفر کا آغاز ہونے جارہا ہے۔" اس نے ایک چھوٹا سا وقفہ لیا۔۔ وہ اس وقت سفید رنگ کی شرٹ جس کے اوپر کے دو بٹن کھلے تھے۔۔ اور سفید رنگ کے ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہم اس سفر کو شروع کرنے سے پہلے کچھ باتیں طے کرلیں۔" براق نے نرمی سے کہا۔

"جیسے ؟" اس نے ذرا سے ابرو اچکائے۔ وہ اس وقت سرخ رنگ کے نائٹ گاؤن میں ملبوس تھی۔۔ سیاہ بال ایک طرف کو کیے ہوئے۔۔ وہ بے حد خوش دکھ رہی تھی۔

"ہم دونوں کا کام بہت ہی challenging ہے۔"

"تم ایک صحافی ہو اور میں ایک فوجی افسر۔ ہمارا کام ہمارے ملک کے لیے ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ۔۔ ہم دونوں کبھی ایک دوسرے کے لیے تکلیف کا باعث نہیں بنیں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کے راستے میں رکاوٹ بنیں گے۔" وہ کہہ رہا تھا تو نینا اسے غور سے سن رہی تھی۔

"ہم ایک دوسرے کو مکمل آزادی دیں گے۔" اس نے اپنی بات مکمل کی۔۔ اس نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔ تاثرات یہ ظاہر کر رہے تھے کہ وہ اس کی ہر بات سے سو فیصد متفق تھی۔

"مجھے یہ سن کر دلی خوشی ہوئی ہے براق۔ میں بھی یہ ہی کہنا چاہتی تھی۔" وہ مسکرائی۔۔ براق نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"اچھا اب تم بتاؤ۔" اس نے چند لمحے بعد کہا تو اس نے ناسمجھی کا اظہار کیا۔

"کیا؟" اس نے پوچھا۔

"کوئی بھی ایسی بات جو تم ہمارے رشتے کے متعلق کہنا چاہو۔" اس نے مسکرا کر پر سوچ انداز میں اسے دیکھا۔

اس کے سیاہ ریشمی بال کھلے تھے۔۔ زلفوں کی ہلکی سی لہر بار بار اس کے چہرے کے ارد گرد لہرا رہی تھی جسے وہ بار بار پیچھے دھکیل رہی تھی۔ یہ منظر سلطان کے لیے کافی دل فریب تھا۔۔ اور تو اور یہ منظر اس کی نیلی آنکھوں میں سما گیا تھا۔

"ضرور لیکن پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں۔" وہ تھوڑا سنجیدہ ہوئی۔

"ٹھیک ہے۔ پوچھو۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میاں بیوی کے رشتے میں سب سے زیادہ اہم کیا ہوتا ہے؟" اس نے پوچھا تو سلطان کے چہرے پر قائم مسکراہٹ مزید بڑھی۔۔ چند لمحے اس نے اسے غور سے دیکھا جیسے وہ بہت کچھ سوچ رہا ہو اور اس سے کچھ کہنا چاہ رہا ہو۔

"اعتماد اور احترام۔" اس نے اپنے ذہن میں چلنے والی تمام باتوں کو ان دو الفاظ میں قید کر دیا۔

"بالکل صحیح۔" سلطانہ مسکرائی۔۔اسے اپنے سلطان کا جواب سن کر بے حد خوشی ہوئی تھی۔

چند لمحے بعد وہ اپنے ریشمی بالوں کا ایک جوڑا بنانے لگی۔ یہ دیکھ کر براق کے چہرے پر کچھ ناگواری کے تاثرات ابھرے۔۔اس نے فوراً اُس کا ہاتھ پکڑا۔۔وہ ٹھٹک گئی اور۔۔اس نے اسے نا سمجھی سے ابرو اچکا کر دیکھا۔

وہ زیرلب مسکرایا۔۔اور پھر اس کے بال جو ابھی ایک ڈھیلے سے بن میں بندھے ہوئے تھے۔۔ انہیں واپس اپنی پرانی حالت میں تبدیل کر دیا۔ وہ اس کا چہرہ غور سے دیکھتی رہ گئی۔ وہ ناکام ہو گئی تھی۔ سلطان نے اسے ناکام کر دیا۔ لیکن اس ناکامی پر اسے افسوس نہ تھا!۔

"براق! ہم دونوں کا کام ایسا ہے جس میں سب کچھ بالکل unpredictable ہے۔" چند لمحے بعد اس نے کہا۔

"یعنی ہمیں نہیں معلوم کہ کب کیا ہو جائے۔ اس لیے ہم نے ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہوئے احسن انداز میں اپنے فرائض انجام دینے ہیں۔ ایک دوسرے کا احترام کرنا ہے۔۔اور ایک دوسرے پر کبھی بھی "شک" نہیں کرنا۔" اس نے مزید کہا تو اس کی سیاہ آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔

"ایوت! جیسا تم کہو۔ اور کوئی حکم؟" اس نے سر کو خم دیتے ہوئے پوچھا تو وہ یک دم ہنس پڑی۔

(ہر طرف شاہانہ چمک آج کچھ زیادہ ہی روشن لگ رہی تھی۔ روشن کیسے نہ ہوتی؟

سلطان اور سلطانہ کے دل میں اتنی روشنی چھائی تھی تو اس شاہانہ چمک کو بھی ان کا مقابلہ کرنا تھا نا۔)

"نینا! تم میں بہت سی خاص باتیں ہیں۔" اپنے بازو سینے پر لپیٹتے ہوئے اس نے اب کی بار کچھ سنجیدگی سے کہا۔

چند لمحے پہلے ہی نینا تکیے پر سر رکھ کر سکون سے لیٹ گئی تھی۔ لیکن اس کی یہ بات سنتے ہی وہ آہستگی سے اٹھی جیسے وہ اسی بات کا انتظار کر رہی تھی۔

"لیکن تم خاص نہیں ہو۔" اور اس کی اس بات پر نینا یک دم حیران ہوئی۔

(ابھی کچھ ہی دیر پہلے جو شخص اس کے لیے اتنی زیادہ محبت کا اظہار کر رہا تھا

اس نے ایک دم ہی اسے عام بنا ڈالا۔

اس کے علاوہ وہ شخص اسے پہلے ہی یہ بتا چکا تھا کہ وہ اپنے آپ کو کتنا خاص سمجھتا ہے۔ یہ بات اسے مزید کھٹک رہی تھی۔)

"تم منفرد ہو۔" اور تمام خدشات اس کی اس بات کے ساتھ غائب ہو گئے۔ وہ یہ سن کر اسے خاموشی سے دیکھتی رہی۔۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ اسے کیا کہے۔ ان کی نئی زندگی کی ابھی شروعات ہی ہوئی تھی اور وہ شخص اسے کئی بار حیران کر چکا تھا۔

"جانتی ہو منفرد کون ہوتا ہے؟"نینا کے کچھ نہ کہنے پر اس نے خود ہی سوال کر ڈالا۔ وہ اس سوال کی امید اس سے کر رہا تھا جو اس وقت اسے خاموشی سے بس دیکھے جا رہی تھی۔

"جانتی ہوں۔ لیکن میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ کے مطابق منفرد کون ہوتا ہے۔"اس نے بھنویں اچکائیں اور زیر لب ہلکا سا مسکرائی۔

"تو سنو۔"اس نے کہا تو نینا ذرا چوکنا ہوئی۔ اس نے ایک تکیے کو اپنی گود میں رکھا۔۔اور پھر اس پر اپنی کہنی رکھی۔۔ پھر ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے ٹکایا۔۔ وہ اسے تجسس بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

(سلطان کے مطابق منفرد کون ہوتا ہے؟

یہ واقعی کافی دلچسپ تھا۔)

"منفرد وہ ہوتا ہے جس میں ایسی خاص باتیں ہوں جو دوسروں میں نہ ہوں۔" براق نے کہنا شروع کیا۔۔ لہجہ نرم اور گہرا تھا۔

"مجھ میں ایسی کیا خاص باتیں ہیں؟"اس نے اس کی بات کاٹ دی۔ براق اسے چند لمحے خاموشی سے دیکھنے لگا۔ وہ حیران تھا!

اب کی بار حیرانی کی وجہ سلطانہ تھی۔

وہ کیسے اسے کچھ کہہ نہیں پایا جب سلطانہ نے سلطان کا اصول توڑا۔۔وہ یقیناً کافی حیران ہوا تھا۔

(سلطانہ کے آگے سلطان اپنے اصول اکثر بھول جایا کرتا۔اگر سلطانہ کے علاوہ کسی اور نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی ہوتی تو ضرور سلطان کی طرف سے یہ جملہ

"میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔"سنا جاتا۔)

"بہت سی۔کوئی ایک ہو تو بتاؤں۔"اور اس کا جواب سن کر وہ مسکرائی۔۔پلکیں خود بخود جھک گئیں۔۔وہ مسکرایا۔۔اسے سلطانہ کی یہ ادا بے حد دلفریب لگتی۔

"منفرد وہ ہوتا ہے جس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔"وہ الفاظ اس کے دل کی گہرائیوں پر جا کر اثر کر رہے تھے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ الفاظ جب خلوص کے ساتھ استعمال کیے جائیں تو وہ انسان کے دل اور اس کی روح کی گہرائیوں کو چھونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

"اور منفرد وہ ہوتا ہے جو اپنے سے جڑے ہر شخص، ہر رشتے اور ہر شے کو نایاب کر دیتا ہے کیونکہ وہ خود بہت زیادہ نایاب ہوتا ہے بلکہ نایاب کا لفظ اس کے لیے کم پڑ جاتا ہے۔"اس نے اپنی بات مکمل کی۔۔نینا کا دل محبت۔۔خلوص اور خوشی سے بھر چکا تھا۔

"انٹرسٹنگ۔"وہ ہلکا سا مسکرائی۔اس کے پاس اپنی خوشی۔۔محبت۔۔خلوص اور شکر کے جذبات کو بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں تھے

کیونکہ!

دل کا حال الفاظ بیان نہیں کر سکتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سورج کی تیز روشنی کھڑکی پر گرے پردوں میں سے گزرتی ہوئی سلطان اور سلطانہ کے کمرے میں پھیل چکی تھی۔ وہ اب تک سو رہی تھی۔

اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھوں میں ہلکی سی سرخ رنگ کی لہر بکھری تھی۔ وہ اور براق ساری رات ایک دوسرے سے باتیں کرنے کے بعد اکٹھے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ہی سوئے تھے اس وجہ سے آج اس کی آنکھ دیر سے ہی کھلی۔

دیوار پر لٹکی وال کلاک پر وقت دیکھتے ہی وہ فوراً اٹھی۔ گیارہ بج رہے تھے۔ وہ حیران تھی۔

"اتنا وقت ہو گیا! آج تو امی اور بابا نے ناشتہ لے کر بھی آنا تھا۔" وہ بیڈ سے اٹھی۔۔ تکیے کے ساتھ رکھا سفید رنگ کا ریشمی دوپٹہ کندھے پر لیا۔۔ تو اس کے ذہن کے پردوں پر ایک دم کچھ کھٹکا۔

"براق کہاں ہے؟" اس نے فوراً کمرے میں ارد گرد متلاشی نگاہ دہرائی۔ وہاں اس کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا۔ یک دم وہ الجھن کا شکار ہو گئی۔

اور پھر۔۔ اچانک دروازے پر کسی نے دستک دی۔

"آجاؤ۔"اس نے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے کہاتو دروازہ کھلتے ہی اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نینا! کیسی ہو؟"میرائے خوش دلی سے کہتے ہوئے اس کے قریب آئی۔وہ دونوں چند لمحے آپس میں خوش دلی سے باتیں کرتی رہیں۔

"میرائے! براق کہاں ہیں؟"چند لمحے بعد اس نے پوچھاتو میرائے کے چہرے پر ایک دم سے الجھن کے کچھ تاثرات ظاہر ہوئے۔

"اف! براق آبے کاتو ہم کیا ہی کریں۔آج انہیں گھر پر ہونا چاہیئے تھااور وہ ہیں کہ۔۔بس چلے گئے۔"اس نے اکتاہٹ اور بیزاری کے ملے جلے لہجے میں کہاتو وہ کچھ گھبرا سی گئی۔

"چلے گئے۔کہاں؟"سوال فوراً پوچھا گیا۔

"وہ انہیں کوئی کام پڑ گیا تھا۔"انداز ہلکا پھلکا سا تھا۔اس کے لیے یہ بات چونکہ عام سی تھی اس لیے اسے اس بات کی زیادہ پرواہ نہ تھی۔وہ جانتی تھی کہ براق کبھی بھی کچھ بھی کر سکتاہے لیکن نینا کے لیے یہ سب عام نہیں تھا۔اور کسی بھی لڑکی کے لیے یہ بات معمولی نہیں ہوسکتی کہ اس کا شوہر اس کی شادی کے پہلے دن ہی اسے کہیں بغیر بتائے چلا جائے۔

"کام پڑ گیا تھا؟کوئی ضروری کام؟"وہ کچھ پریشان ہو گئی۔

"ہاں! لگ تو ایسا ہی رہا تھا۔ تم فکر مت کرو۔ وہ ایک افسر ہیں۔ انہیں کبھی بھی کوئی بھی کام پڑ جاتا ہے۔ وہ جلدی آجائیں گے۔ "اس نے دوستانہ لہجے میں کہہ کر اس کے کندھے پر ہلکا سا ہاتھ مارا۔

"ہوں۔ "اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔ چہرے پر گہری سوچ کی لکریں نمایاں تھیں۔

"میں پھر جلدی سے تیار ہو جاتی ہوں۔ اچھا وہ میں نے بتایا تھا نا۔ "یہ کہتے ہوئے وہ الماری کی جانب بڑھی۔

"کیا؟ "میرائے نے پوچھا اور ساتھ ہی وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"یہ ہی کہ آج امی اور بابا آئیں گے ناشتہ لے کر۔ یہ ہم پاکستانیوں کی ایک رسم ہے۔ "اس نے اسے یاد دلایا۔۔ وہ اب الماری میں سے ہینگرز ادھر ادھر کر رہی تھی۔

"ہاں ہاں مجھے یاد ہے۔ بلکہ حلیمہ آنٹی کی کال بھی آئی تھی کچھ دیر پہلے۔"

"اچھا! کیا کہہ رہی تھیں وہ؟ "اس نے ایک ہینگر الماری سے باہر نکالتے ہوئے پوچھا۔

"وہ کہہ رہی تھیں کہ وہ لوگ بس کچھ ہی دیر میں یہاں پہنچ جائیں گے۔ ہاں اور وہ یہ بھی پوچھ رہی تھیں کہ نینا میری کال کیوں نہیں ریسیو کر رہی۔۔ تو میں نے بتا دیا کہ وہ ابھی سو رہی ہے جب اٹھے گی تو آپ کو ضرور کال کرلے گی۔ "اس نے ساری بات بتائی۔۔ اس نے جواباً کھوئے کھوئے سے انداز میں اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم انہیں کال کر لینا۔ "اور یہ کہتے ہوئے وہ بیڈ سے اٹھی۔۔ اور کمرے سے باہر جانے لگی۔

"ہاں میں کال کر لوں گی۔"اس نے اداسی کے عالم میں کہا۔

"امی اور بابا جب آئیں گے تو وہ کیا سوچیں گے کہ براق اپنی شادی کے پہلے دن ہی گھر پر نہیں ہے۔"اس کی سیاہ آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"میں انہیں کیا جواب دوں گی؟"دل اور دماغ میں بہت سے خدشات نے گھر کر لیا۔

"ویسے انہیں یہ سمجھ آجائے گی کہ وہ تو ایک فوجی افسر ہیں بلکہ وہ تو کمانڈر ان چیف ہیں۔۔انہیں تو کبھی بھی کوئی بھی کام پڑ سکتا ہے۔"

"لیکن پھر بھی۔۔"اس نے اپنے آپ کو تسلی دینا چاہی لیکن سب بے سود رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سنہری سنگھار میز پر میک اپ اور جیولری نفاست سے رکھی تھی۔

وہ ایک سی گرین کلر کے لمبے لہراتے ہوئے فراک میں ملبوس تھی جس کے اوپر سفید رنگ کے پھولوں کے نفیس ڈیزائنز بنے ہوئے تھے۔اس کے ساتھ اس نے اپنے کندھے کی ایک جانب گہرے سی گرین کلر کا دوپٹہ لے رکھا تھا۔وہ تیار ہو رہی تھی۔اس نے اپنے کانوں میں چاندی کی نازک بالیاں پہنیں۔۔ریشمی بال جو کہ کمر کو چھو رہے تھے انہیں اس نے کھلا ہی رہنے دیا۔

کچھ لمحے پہلے اس کے ذہن میں خیال آیا کہ وہ انہیں باندھ لے۔۔ لیکن پھر براق کا خیال آتے ہی اس نے انہیں نہیں باندھا۔اس نے چہرے پر ہلکا سا ہی میک اپ کیا تھا۔اسے ہلکا سا میک اپ ہی پسند تھا۔ڈارک میک اپ تو اس نے کبھی نہیں کیا تھا۔

تیار ہونے کے بعد وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی۔۔دل کے ہر کونے میں اداسی چھائی تھی۔

سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ کچن میں جانے ہی لگی تھی کہ تب ہی جیمرے خاتون نے اسے دیکھا۔ وہ اس وقت لونگ روم سے باہر نکل رہی تھیں۔اسے دیکھتے ہی وہ تیز قدموں کے ساتھ اس کی جانب بڑھیں۔ان کے چہرے پر خوشی۔۔پیار اور محبت کے تاثرات خوب جھلک رہے تھے۔

اس کے پاس آتے ہی انہوں نے اسے نرمی سے گلے لگالیا اور اس کے ماتھے کو پیار سے چوما۔وہ مسکرائی۔

"اے ماشاءاللہ! ماشاءاللہ! کس قدر پیاری لگ رہی ہو تم نینا۔" انہوں نے قابل ستائش انداز میں خوش دلی سے کہا۔

"تھینک یو۔" وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"چلو میرے ساتھ آؤ میں تمہیں دکھاتی ہوں کہ میں نے ناشتے میں کتنا کچھ بنایا ہے۔" وہ یہ کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کچن میں لے جانے لگیں۔ان کی اس بات نے نینا کو ایک دم مزید پریشان کر دیا۔

"جیمرے خاتون وہ۔۔"وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ تب ہی جیمرے خاتون نے اس کی بات کاٹ دی۔

"کیا؟ تم نے مجھے کیا کہا؟"انہوں نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر اس سے سنجیدگی سے پوچھا۔۔اس کے ابرو نا سمجھی سے سکڑ گئے۔

"جیمرے خاتون۔"اس نے دھیرے سے شانے اچکائے۔۔لہجہ دھیما تھا۔

"آج کے بعد تم مجھے "جیمرے خاتون "نہیں بلاؤ گی۔"انہوں نے کہا تو نینا کے اعصاب پریشانی سے تن گئے۔

"تم مجھے "آنے "کہا کرو۔ٹھیک ہے؟"اور یک دم اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے ہوئے۔وہ کھل کر مسکرانے لگی۔

"اوکے!تو جیم۔۔آنے!وہ میں نے آپ لوگوں کو بتایا تھا کہ ناشتہ امی اور بابا وغیرہ لا رہے ہیں۔"اس نے انہیں یاد دلایا۔

"ہاں مجھے یاد ہے۔لیکن میں نے پھر بھی یہ سب اس لیے بنایا ہے تاکہ دونوں ملکوں کے لوگ ایک دوسرے کے کھانوں کا ذائقہ چکھ سکیں۔کیوں؟ صحیح کیا نا میں نے؟"انہوں نے ایک آنکھ دباتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔وہ یہ سن کر کافی حیران ہوئی۔

"جی۔"اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ان کی بات غلط بھی نہ تھی۔

"اچھا یہ سب باتیں چھوڑو میں تمہیں دکھاتی ہوں کہ میں نے کیا کیا بنایا ہے۔" وہ اسے کچن میں لے گئیں اور وہاں جا کر اسے اپنے ہاتھ سے بنائے گئے کھانے دکھانے لگیں۔

(ان کے گھر میں ایک ملازمہ بھی تھی۔۔"پروین" لیکن وہ صرف نام کی "ملازمہ" تھی کیونکہ گھر کے زیادہ تر کام جیمرے خاتون خود ہی کر لیا کرتی تھیں اور ان کی اس عادت سے براق اور میرائے دونوں کافی تنگ تھے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نینا کے گھر والے پہنچ چکے تھے۔ان کے آتے ہی اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"اگر انہوں نے براق کا پوچھا تو میں انہیں کیا جواب دوں گی؟"

وہ سب ڈائنگ روم میں موجود تھے۔ جیمرے خاتون پروین کے ساتھ کچن میں تھیں۔نینا سب سے ملنے کے لیے ڈائنگ روم میں گئی۔

حلیمہ صاحبہ اسے دیکھ کر فوراً خوش دلی اور پر جوشی کے ساتھ اس کی جانب بڑھیں اور اسے پیار سے گلے لگا لیا۔۔ان کی آنکھیں نم سی تھیں۔۔اس کا دل یک دم رونے کو چاہا لیکن اس نے اپنے آنسوؤں کو قابو میں رکھا۔اس کے بعد وہ احسن صاحب۔۔ علی اور اریحہ سے ملی۔

چند رسمی سی باتوں کے بعد حلیمہ صاحبہ اس سوال تک پہنچیں جس کا نینا کو ڈر تھا۔

"براق کہاں ہے؟" انہوں نے ارد گرد نظر دہراتے ہوئے پوچھا تو وہ بہت گھبرا گئی۔۔دل کی دوڑ تیز تھی۔۔بہت تیز۔

"وہ۔۔ام۔۔امی وہ۔۔" وہ متذبذب سے انداز میں کہنے کے لیے الفاظ ڈھونڈ رہی تھی کہ تب ہی اس کے کانوں میں ایک آواز آئی۔اس کا فون بج رہا تھا۔

"اوہ! لگتا ہے میری کال آرہی ہے میں ذرا فون چیک کر کے آئی۔" وہ یہ کہتے ہوئے ڈائنگ روم سے باہر نکلی۔اس کا فون باہر ٹیبل پر ہی پڑا تھا جسے وہ جیمرے خاتون کے ساتھ کچن میں جاتے ہوئے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

اس نے صبح سے ویسے بھی موبائل چیک نہیں کیا تھا یہاں تک کہ میرائے کے کہنے کے باوجود اسے حلیمہ صاحبہ کو فون کرنا بھی یاد نہیں رہا تھا۔

موبائل کو پکڑتے ہی وہ فوراً اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کمرے میں پہنچنے تک فون کال بند ہو چکی تھی۔اس نے اسکرین پر نمبر دیکھا تو وہ کوئی انجان نمبر تھا۔نمبر دیکھ کر اسے یہ سمجھ آگئی کہ وہ نمبر نہ ہی پاکستان کا تھا اور نہ ہی ترکیے کا۔وہ آہستگی سے بیڈ پر بیٹھی۔

موبائل کو ایک جانب رکھتے ہی اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا۔اس کا سر کافی درد کر رہا تھا۔یہ اس کے ساتھ ہمیشہ سے ہوتا تھا۔پریشانی کے وقت اس کا سر شدید درد کرنے لگ جاتا۔

"تم ٹھیک ہو؟"کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا تو وہ گھبرا کر بیڈ سے اٹھی۔اس شخص کو یہاں دیکھتے ہی وہ حیران رہ گئی تھی۔

"آپ۔۔آپ کب آئیں؟"اس نے حیرانی سے پوچھا تو براق ہلکا سا مسکرایا۔۔وہ اس وقت ڈریس شرٹ اور جینز میں ملبوس تھا۔

"میں بس کچھ ہی دیر پہلے۔تم ٹھیک ہو؟"اس نے اپنا سوال ایک بار پھر دہرایا۔۔وہ لب کاٹنے لگی۔

"ہاں میں۔۔میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔"وہ مسکرائی۔۔سیاہ آنکھیں چمک اٹھیں۔۔لہجہ گہرا تھا۔

"آنٹی انکل وغیرہ آ گئے؟"یہ پوچھتے ہوئے وہ سنگھار میز کی جانب بڑھا۔۔اس پر سے اپنا والٹ اور اپنی گھڑی اٹھا کر انہیں دراز میں رکھنے لگا۔اس کے ہاتھ میں موبائل تھا جس کی اسکرین ابھی تک روشن تھی۔۔اسے دیکھ کر نینا کو سمجھ آ گئی کہ وہ جب بھی ادھر آیا تھا تو کال کرنے میں مصروف تھا۔۔اس لیے پہلے اس سے مل نہیں سکا۔

"جی۔وہ سب نیچے ڈائنگ روم میں بیٹھے ہیں۔"اس نے بتایا۔

"اچھا میں جلدی سے چینج کر کے آتا ہوں۔"اس کی جانب پلٹ کر نرمی سے اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"اس نے جواباً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم جاؤ ان کے پاس بیٹھو۔انہیں کمپنی دو۔"وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"ہوں۔"

براق باتھ روم میں چینج کرنے چلا گیا۔نینا اسے یوں جاتا دیکھتی رہی۔

(یہ شخص اسے یوں حیران کر دیتا تھا کہ وہ چند لمحے یہ سمجھنے میں ہی گزار دیتی کہ وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے۔لیکن اب وہ پریشان نہیں تھی۔۔تنے ہوئے اعصاب بھی ڈھیلے پڑ گئے تھے۔۔سیاہ آنکھیں روشن تھیں۔۔بے حد روشن۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈائنگ ٹیبل پر پاکستانی کھانے کے ساتھ ساتھ ترکش کھانے بھی سجے تھے۔یہ دو ملکوں کا ملن کافی خوبصورت تھا۔ویسے وہ تھے تو"ایک ہی قوم"کیونکہ مسلمان تو"ایک ہی قوم"ہیں۔

سب ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔

ادھر ان سب کے درمیان آپس میں بہت سی باتیں ہوتی رہیں۔ زیادہ تر باتیں احسن صاحب۔۔اریحہ۔۔ علی اور براق ہی کرتے رہے تھے۔ لیکن جو بھی باتیں وہاں کی جا رہی تھیں وہ سب دل کو سکون اور اطمینان بخش رہی تھیں۔

"تو براق بھائی! کب لے کر جا رہے ہیں آپ مجھے سلطان احمت مسجد؟ اور ہاں! میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ میں نے کپادوکیا بھی جانا ہے۔۔ بتائیں نا کب لے کر جائیں گے؟" اس کے سوال پر وہ مسکرایا۔۔ اور جواب دینے کے لیے لب کھولے کہ تب ہی حلیمہ صاحبہ بول اٹھیں۔

"اریحہ بیٹا! جلدی کھانا کھالو۔" انہوں نے اسے ٹوکا۔۔ وہ باتوں میں لگ کر کھانا بے حد سست روی سے کھا رہی تھی۔

"امی کوئی بات نہیں نا۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اونہوں! ہم نے جانا ہے اس لیے کہہ رہی ہوں۔" انہوں نے کہا تو نینا کھانا کھاتے ہوئے ٹھہر گئی۔

"جانا ہے؟ اتنی جلدی؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"ہاں وہ ہوٹل جا کر پیکنگ بھی کرنی ہے۔" ان کی اس بات پر نینا مزید حیران ہوئی۔

(براق اور جیمرے خاتون نے ان سے کہا تھا کہ وہ ترکیے میں ہوٹل کی بجائے ان ہی کے گھر میں رہ لیں۔۔ لیکن احسن صاحب نہ مانیں۔)

"پیکنگ؟"اس نے ابرو سکیڑتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں پیکنگ۔ ہم کل پاکستان واپس جا رہے ہیں نا۔"ان کے یہ الفاظ سن کر نینا کا دل جیسے یک دم بہت سے جذبات سے بھر گیا۔ براق نے ایک مرتبہ نینا کو دیکھا جس کے چہرے پر اداسی کے تاثرات یک دم جھلکنے لگے تھے۔

"کیا؟امی! آپ لوگ اتنی جلدی۔۔"اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن احسن صاحب نے اس کی بات کاٹ دی۔

"بیٹا! وہ علی کو بھی ایک ضروری کام پڑ گیا ہے اور میرے بھی دفتر کے کافی کام اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اس لیے اب جلدی جانا ہی بہتر ہے۔ ہم تو آج ہی چلے جاتے لیکن تمہارا ولیمہ ہے۔۔اسی لیے رک گئے۔"انہوں نے اس سے نرمی سے کہا تو نینا نے اداسی سے سر جھکا لیا۔ وہ پلیٹ میں یونہی چمچ ہلائے جا رہی تھی۔

"حلیمہ آنٹی! آپ لوگ کچھ دن رک نہیں سکتے؟ نینا کافی اداس ہو جائے گی۔"میرائے نے نینا کے چہرے پر اداسی کے تاثرات دیکھنے کے بعد نرمی سے ان سے کہا۔

"ہیں؟نینا تم ہم سے اداس بھی ہوتی ہو؟تم تو اتنے دن ہم سے دور ہی رہتی ہو۔۔اس لیے تمہیں اتنا فیل تو نہیں ہو گا رائٹ؟" علی نے اب کی بار ایک آنکھ دباتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔وہ اس سے صرف مذاق کر رہا تھا۔۔نینا نے پھیکا سا مسکرا کر سر جھٹکا۔

"علی!۔" حلیمہ صاحبہ نے فوراً اسے ٹوکا۔

"مذاق کر رہا تھا۔" اس نے شانے اچکا دیے۔۔

(نینا کا دل کافی دکھی تھا۔پہلے وہ جب بھی کہیں جاتی تھی۔۔تو اسے یہ امید ہوتی تھی کہ اس نے واپس انہی کے پاس آنا ہے لیکن اب یہ امید نہ تھی۔اب تو اگر ان سے ملنے جانا بھی تھا تو وہ کون سا مستقل ہونا تھا؟

یہ ہی تو اس دنیا کی حقیقت ہے جس کا سامنا وہ اب کر رہی تھی۔اور صرف وہی نہیں!

اس حقیقت کا سامنا تو ہر لڑکی کرتی ہے۔)

اریحہ جو کہ ابھی بھی کھانا سست روی سے کھا رہی تھی۔۔اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔۔اور پھر وہ مسکراہٹ پورے چہرے پر پھیل گئی۔

"بابا!نینا آپی ہمیں بہت مس کریں گی۔کیوں نا میں ان کے پاس یہاں کچھ دنوں کے لیے رہ لوں؟" وہ یک دم چہک کر بولی۔احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ دونوں کے ماتھے پر سلوٹیں نمایاں ہوئیں۔

("اف اس لڑکی کا کیا کریں!۔" حلیمہ صاحبہ نے تاسف سے سر جھٹکا۔)

"ایوت! اریحہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے آنٹی۔اس طرح نینا کو بھی کمپنی مل جائے گی۔" براق نے کہاتو نینانے اسے مسکرا کر دیکھا۔اریحہ تو مزید چہک اٹھی تھی۔

"ہاں! بس پھر ڈن کرتے ہیں۔ میں ادھر ہی رہوں گی۔اور پھر ہم لوگ سلطان احمت مسجد۔۔" اور پھر حلیمہ صاحبہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میڈم جی! آپ کے اس مہینے کے آخر میں میٹرک کے exams شروع ہو رہے ہیں۔ان پر فوکس کریں۔اور یہ پلان پھر کبھی سہی! ٹھیک ہے؟"انہوں نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔۔وہ جواباً خاموش رہی۔۔ کھانے کی رفتار بھی اب کچھ تیز ہو گئی تھی۔۔ماں کی ڈانٹ میں واقعی کافی اثر ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

براق اور نینا کی reception ceremony (ولیمہ) **"ہلٹن استنبول بومونتی ہوٹل اینڈ کانفرینس سینٹر"** میں رکھا گیا تھا۔۔یہ استنبول کے قلب میں واقع ہے۔

یہ ہوٹل اپنے مرکزی مقام اور مختلف پر کشش مقامات تک آسان رسائی کے لیے جانا جاتا ہے جیسے یہ استنبول ائیر پورٹ سے صرف 25 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔اور تو اور ٹاکسم اسکوائر اور باسفورس جیسے اہم مقامات بھی اس سے مناسب فاصلے پر ہی ہیں۔

اس کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک شہر کے مناظر اور آبنائے باسفورس کے خوبصورت نظارے ہیں۔۔ خاص طور پر اونچی منزلوں اور تقریب کی مخصوص جگہوں سے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شادی کی تقریبات اور استقبال کے لیے ایک شاندار پس منظر فراہم کرتا ہے۔

جیمرے خاتون نے یوسف بے اور ان کے پورے خاندان کا نام بھی ولیمے کے مہمانوں کی لسٹ میں ایڈ کروایا تھا۔۔ وہ الگ بات تھی کہ یوسف بے اور ان کی بیوی ولیمے پر آئے تھے۔۔ لیکن نازلی نہیں آئی۔اگر وہ آبھی جاتی تو براق کو کوئی پرواہ نہ تھی۔

اریحہ تو آج بھی اس ہوٹل کی ایک ایک جگہ کی تصویریں لینے میں مگن رہی۔۔اس کا بالکل بھی دل نہیں کر رہا تھا کہ وہ ترکیے سے واپس جائے۔

نینا احسن جب بھی کسی تقریب میں جاتی۔۔اسے ہمیشہ الگ سے اہمیت دی جاتی۔۔وجہ یہ تھی کہ وہ ایک کافی مشہور صحافی تھی۔۔لوگ اس کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔۔اسے سننا پسند کرتے تھے۔جس تقریب میں وہ جاتی۔۔ وہاں اس کی قابلیت کے چرچے ہو رہے ہوتے۔

لیکن آج اسے اہمیت پہلے سے کچھ زیادہ مل رہی تھی۔۔ایک تو وہ دلہن تھی۔۔اس لیے ہر کسی نے اسے اہمیت دینی ہی تھی۔۔ لیکن یہاں یہ بات اہمیت رکھتی تھی کہ وہ براق یامان کی بیوی تھی۔۔ مطلب **"کمانڈر ان چیف"** کی بیوی۔۔اس لیے صرف اسے ہی نہیں بلکہ اس کے پورے خاندان کو خاص پروٹوکول دیا جا رہا تھا۔

احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ بے حد خوش تھے۔۔انہیں اس وقت نینا پر بہت فخر ہو رہا تھا کہ ان کی بیٹی کا انتخاب غلط نہیں تھا۔

براق سے بھی جو شخص ملتا۔۔وہ نینا کی ضرور تعریف کرتا۔۔اس کی اقوام متحدہ میں کی جانے والی تقریر کی تو ہر کسی نے تعریف کی۔اور پھر اس نے ایک ماہ پہلے جو ڈاکو منٹری ترکیے پر بنائی تھی۔۔وہ بھی اس نے اپنے نیوز چینل کو دے دی تھی جسے انہوں نے اپنے چینل سے اس کے نام سے ہی نشر کیا۔

وہ ڈاکو منٹری بھی اچھی خاصی مقبولیت حاصل کر پائی تھی۔اس کے چرچے بھی سوشل میڈیا پر ہر جگہ ہوئے تھے کیونکہ اس نے اس ڈاکو منٹری میں ترکیے کے مشہور مقامات کے ساتھ ساتھ ان مقامات کے بارے میں بھی بتایا تھا جو خاصے مشہور نہیں۔۔لیکن اگر ان مقامات کا وزٹ کر لیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بھی وقت آنے کے ساتھ ساتھ خاصی مقبولیت حاصل کر لیں گے۔

نینا احسن کی اس ڈاکو منٹری کی وجہ سے لوگوں میں ایک شعور پیدا ہوا کہ ضروری نہیں کہ کسی ملک میں جا کر صرف ان کے مشہور مقامات کا ہی وزٹ کیا جائے۔۔بلکہ ان مقامات کو بھی منظر عام پر لانا چاہیئے جن کو ابھی تک ٹھیک سے منظر عام پر لایا نہیں گیا۔

براق یامان اور نینا احسن کو یہ اہمیت۔۔اور یہ عزت "**اللہ**" نے ہی بخشی تھی۔۔بے شک اللہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے دن۔

احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ وغیرہ پاکستان واپس جاچکے تھے۔نینا ان کے جانے کے بعد کافی اداس تھی۔

دوپہر کا وقت تھا۔۔براق صبح سب کے ساتھ ناشتہ کرنے کے بعد اپنے کام سے چلا گیا۔میرائے اور جیمرے خاتون سے کچھ دیر تک باتیں کرنے کے بعد وہ بھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔اس وقت وہ اپنے کمرے کے ٹیرس میں موجود تھی۔

ہر طرف چھائے اس دوپہر کے رنگوں میں اداسی ہی اداسی تھی۔معتدل ہوا چلتی ہوئی اس کے ریشمی بالوں کو لہرا رہی تھی۔اس کے بال ایک ڈھیلی سی پونی میں بندھے تھے۔

اس نے اپنے موبائل کی اسکرین آن کی اور پھر اس نمبر کو دیکھا جس سے اسے کل کال آرہی تھی۔جب سے اس نے اقوام متحدہ میں جاکر وہ تقریر کی تھی تب سے اسے اسی طرح کے انجان نمبرز سے کالز موصول ہونے کا سلسلہ جاری ہوا۔

یہ سب اب اس کے لیے روز کا معمول بن گیا تھا۔ ویسے ایک صحافی کے لیے انجان نمبرز سے کالز موصول ہونا ایک معمولی سی بات ہی ہوتی ہے۔

اس کو اقوام متحدہ میں تقریر کرنے سے پہلے بھی انجان نمبرز سے کالز موصول ہوا کرتی تھیں مگر وہ اتنی زیادہ نہیں ہوتی تھیں جتنی اس کے اقوام متحدہ میں تقریر کرنے کے بعد آنا شروع ہوئیں۔
اسے اقوام متحدہ میں تقریر کرنے سے پہلے جن نمبرز سے کالز موصول ہوا کرتی تھیں وہ "پاکسان" کے نمبرز ہوتے۔

کانٹیکٹ لسٹ کو بند کرنے کے بعد اس نے اپنا واٹس ایپ کھولا۔ میسجز لسٹ میں جن لوگوں کے نام دکھائی دے رہے تھے ان میں سے ایک نام ایسا تھا جس کی اسے توقع نہ تھی۔ براق کے میسجز!

اور تو اور اسے براق کے میسجز صبح کے آٹھ بجے موصول ہوئے تھے۔اس نے آج بھی صبح سے اب تک واٹس ایپ چیک نہیں کیا تھا۔۔اس لیے وہ اس کے اور کسی کے بھی میسجز نہ ہی پڑھ سکی اور نہ ہی ان کے جواب دے سکی۔

اس کے میسجز کھولتے ہی وہ مزید حیران ہوئی۔ وہ چند سطور تھیں جو "ترکچے (ترک زبان)" میں تحریر تھیں۔

"براق کو جب یہ معلوم ہے کہ مجھے ترکچے نہیں آتی تو انھوں نے مجھے یہ سب ترکچے میں کیوں بھیجا؟" وہ ناسمجھی سے زیر لب کہہ رہی تھی۔

"Günaydın sevgili eşim..."

"Sen ve Ben mum ve onun ateşi gibiyiz..."

"Mum yandığında bir yanım ölür."

وہ براق کے میسجز بار بار پڑھ رہی تھی۔کچھ سمجھ نہ آنے کے باعث اس نے سہارا لیا"گوگل ٹرانسلیٹ"کا۔

ان سطور کو ترکیے کے حصے میں پیسٹ کرنے کے بعد انگریزی کے حصے میں ان سطور کا ترجمہ لکھا ہوا آگیا۔

"Good Morning my Dear Wife..."

"Me and You are like a candle and it's flame..."

"When your light goes a part of me dies."

ان سطور کو پڑھ کر اس کے چہرے پر ایک بے حد خوبصورت مسکراہٹ ابھر آئی۔اس کی اداسی جیسے یک دم غائب سی ہو گئی۔

"یہ شخص لوگوں کو حیران کرنے کے ساتھ ساتھ اداس لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ لانے کا بھی فن جانتا ہے۔انٹرسٹنگ!۔"اس نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ وہ اسے کیا جواب لکھ کر بھیجے۔

پھر اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اس نے گوگل پر کچھ سرچ کرنا شروع کیا اور پھر اس نے براق کو ایک میسج ٹائپ کر کے بھیجا۔

"شكرا لك زوجي العزيز۔"

("Thank You my Dear Husband.")

میسج بھیجنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔۔ پھر یک دم کھل کر مسکرائی۔ سب کچھ کتنا حسین تھا۔۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سورج غروب ہوتے ہی آسمان خوبصورت رنگ کے کینوس میں تبدیل ہو گیا۔ گلابی۔۔ نارنجی اور جامنی رنگ کی لہریں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئیں جو ایک محسور کن نظارہ بن گیا۔

وہ دونوں لونگ روم میں صوفے پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔ یہ ترک چائے تھی جو میرائے نے اپنے اور اس کے لیے بنائی تھی۔ جیمرے خاتون سے بھی اس نے پوچھا تھا کہ وہ ابھی چائے پینا چاہیں گی یا نہیں؟ لیکن ان کی طبیعت تھوڑی سی خراب تھی۔۔ وہ آرام کرنا چاہتی تھیں۔۔ اس لیے انہوں نے چائے سے منع کر دیا۔

"نینا! مجھے ویسے کبھی کبھی یقین نہیں ہوتا۔" میرائے نے چائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے ابرو اچکا کر کہا۔

"کس بات کا؟" اس نے بھی چائے کا ایک گھونٹ لیا۔۔ پھر پوچھا۔

"یہ ہی کہ تم میری دوست سے میری بھابھی بنی۔" اس کی بات سن کر نینا ہنسنے لگی۔

"بس قدرت کے کھیل ہیں سارے۔" اس نے ذرا سے شانے اچکا دیے۔۔ پھر چائے کے دو تین گھونٹ بھرے۔

"ایوت!۔" میرائے نے اس کی بات سے متفق ہوتے ہوئے کہا۔

"اچھا تمہیں معلوم ہے! ایک مہینے بعد ایک award ceremony ہونے جا رہی ہے۔" اس نے چند لمحے بعد نینا کو کافی پرجوش انداز میں بتانا شروع کیا تو وہ اس کی بات پوری توجہ کے ساتھ سننے لگی۔

"اس میں ترکیے کی تمام welfare organizations کے اونرز آ رہے ہیں۔۔ جن میں۔۔ میں بھی شامل ہوں۔" اور پھر اس نے چائے کا ایک گھونٹ لیا۔ نینا کے چہرے پر مسرت کی کئی لہریں ابھریں۔

"مطلب اس میں سال کے بہترین سوشل ورکرز کا اعلان کیا جائے گا؟"اس نے خوشی اور پرجوشی کے عالم میں پوچھا۔

"ایوت !۔"اس نے شانے اچکائے۔

"تم دیکھنا! انشاءاللہ تمہیں ایوارڈ ضرور ملے گا۔"اور اس کی اس بات پر جیسے میرائے کو یقین نہیں تھا۔وہ یہ سن کر چند لمحے کے لیے خاموش ہو گئی۔

"مگر مجھے ایسا نہیں لگتا۔"

چائے کا کپ سامنے موجود میز پر رکھنے کے بعد اس نے کچھ ناامیدی سے کہا۔نینا ابھی تک چائے پی رہی تھی۔

"کیوں؟"اسے حیرت ہوئی۔۔وہ اتنی ناامید کیوں تھی؟

"بس ویسے ہی۔"اس نے کہا تو نینا کچھ سمجھ نہ سکی۔

"اگر تم بتانا چاہو تو ہو سکتا ہے میں تمہیں کچھ گائیڈ کر دوں۔"لہجہ پر خلوص تھا۔وہ جانتی تھی کہ میرائے غلط سوچ رہی ہے اسی لیے وہ اس کی مدد کرنا چاہتی تھی۔

"میں بہت گناہ گار ہوں نینا!۔اللہ مجھ جیسے شخص کو بھلا کیوں کوئی کامیابی دے گا؟"میرائے کی نیلی آنکھیں ہلکی سی نم ہو گئیں۔۔اس نے یہ سب سر جھکا کر ندامت بھرے انداز میں کہا تھا۔

"کیا صرف تم گناہ گار ہو؟" اس کی بات سننے کے بعد اس نے کہا تو میر ائے نے اس کی جانب حیرانی سے دیکھا۔

"مطلب؟" وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔

"ہم سب گناہ گار ہیں۔ ہم سب غلطیاں کرتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنے آپ کو کسی قابل نہ سمجھیں۔ تم نے اگر اپنی غلطیوں کو پہچان لیا ہے اور ان سے سیکھ لیا ہے تو اس سے بہتر بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ ہے نا؟" لہجہ بے حد نرم تھا۔۔ اس کی باتیں میر ائے کے دل میں موجود نا امیدی اور مایوسی کی لہروں کو جڑ سے اکھاڑ رہی تھیں۔

"اور جہاں تک بات ہے کامیابی کی تو اللہ کسی کی بھی محنت کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔" اس نے اپنی بات مکمل کی۔ اس نے بھی اپنا چائے کا کپ میز پر رکھ دیا لیکن اس کی چائے ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی۔۔ وہ ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

"لیکن میں نے اتنے گناہ کیے ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ اللہ مجھے کامیابی نہیں دے گا۔" اس نے کچھ بکھرے بکھرے سے انداز میں سر جھکائے ہوئے کہا۔

"میر ائے! اللہ ہم انسانوں کی طرح آپ کی خامیوں کو دیکھ کر آپ کی باقی تمام نیکیوں کو نظر انداز نہیں کر دیتا۔ تم جانتی ہو ہم اللہ کے بارے میں ایسا کیوں سوچتے ہیں؟" اس کی یہ بات سن کر وہ یک دم چونکی۔ اسے یہ کبھی کسی نے نہیں کہا تھا۔

(ہر کوئی ہمیشہ سے اسے یہ ہی بتاتا آیا تھا کہ اللہ آپ کے گناہوں کی وجہ سے آپ سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے، وہ آپ کو کامیاب نہیں کرتا۔ادھر آپ نے گناہ کیا ادھر آپ کو وہ اس گناہ کی سزا دے گا۔ لیکن نینا کی باتوں نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔)

"کیوں؟" اس نے کھوئے کھوئے سے انداز میں پوچھا۔

"کیونکہ ہم انسان ہیں۔ ہم اللہ کے بارے میں اگر یہ سوچتے ہیں کہ وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہماری باقی تمام نیکیاں بھول جائے گا تو ایسا نہیں ہے۔اللہ ایسا نہیں کرتا۔ لیکن جانتی ہو ایسا کون کرتا ہے؟" وہ کہہ رہی تھی تو میرائے کا دل آہستہ آہستہ روشن ہو رہا تھا۔

"کون؟" اس نے ترنت سے سوال کیا۔

"ہم انسان۔" جواب بھی فوراً دیا گیا۔اس کی یہ بات سن کر میرائے نے تھوڑی دیر کچھ سوچا اور پھر تمام باتوں کو یاد کرنے کے بعد وہ اس کی اس بات سے بھی متفق ہو گئی۔

"تو کیا اللہ میرے گناہ معاف کر دے گا؟" اس نے پوچھا۔اب کی بار اس کی خوبصورت نیلی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

"اگر تم سچے دل سے توبہ کرو تو ضرور۔" اس نے بہت امید سے جواباً کہا۔

"چاہے جتنے بھی زیادہ گناہ ہوں؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"ہاں۔" وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"اگر میں تمہیں اپنی غلطیاں بتانا چاہوں تو؟" چند لمحے بعد اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں !۔ تم مجھے اپنی غلطیاں مت بتانا اور نہ ہی میرے علاوہ کسی اور کو اپنی غلطیاں بتانا۔" میرائے کے ابرو نا سمجھے سے اکٹھے ہوئے۔
"کیونکہ اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے عیبوں پر سے پردہ اٹھا دیتے ہیں۔" اس نے اسے نرم لہجے میں سمجھایا۔

میرائے کا دل اب بہت سے خدشات سے دور ہو چکا تھا۔۔ دل میں اب ناامیدی کی جگہ امید نے لے لی تھی۔ بدگمانی اور مایوسی کی تمام لہریں فنا ہو چکی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات نے استنبول کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ وہ تینوں کھانا کھا چکی تھیں۔ جیمرے خاتون کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر یونہی ٹہلتی رہیں اور پھر اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلی گئیں۔
میرائے بھی کچھ دیر نینا کے ساتھ بات چیت کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی۔ جیمرے خاتون کی طبیعت خراب تھی اس لیے رات کا کھانا پروین نے بنایا تھا۔

نینا بھی اپنے کمرے میں آگئی۔ وہ کل سے اپنے تجزیے وغیرہ دوبارہ شروع کرنے جا رہی تھی۔ آن لائن دوسرے چینلز کے ساتھ کنیکٹ ہو کر وہ آرام سے اپنے تجزیے کر سکتی تھی۔

وہ بیڈ پر بیٹھی اپنے سامنے لیپ ٹاپ رکھے ہوئے تھی۔اس کی لمبی اور مخروطی انگلیاں ایک کے بعد ایک لیپ ٹاپ کے بٹنوں کو چھو رہی تھیں جس کی ٹک ٹک کی آواز کمرے کی خاموشی میں خلل پیدا کر رہی تھی۔ کمرے کی ساری بتیاں روشن تھیں۔

لیپ ٹاپ پر وہ اپنا اس ہفتے کا شیڈول آرگنائز کر رہی تھی کہ کس دن کون سے چینل کے ساتھ کنیکٹ ہو کر تجزیہ کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جب اس نے اپنا کام مکمل کر لیا تو سامنے دیوار اپر لٹکی گھڑی کی جانب دیکھتے ہی وہ حیران رہ گئی۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے اور براق اب تک گھر نہیں آیا تھا۔

اس نے اس بات کو زیادہ دل سے نہیں لگایا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ایک فوجی افسر کی بیوی ہونا ایک بہت ہی مشکل کام ہے اور وہ ان بیویوں میں سے نہیں تھی جو اپنے شوہر پر شک کرے۔

اس نے لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔۔اور بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ ۔ایک گہرا سانس لیا۔کام کرنے کی وجہ سے اس کے کندھوں میں ہلکی سی درد ہو رہی تھی۔

وہ براق کا انتظار کرنا چاہتی تھی لیکن اس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

رات کی خاموش گہرائیوں میں اس کی دھڑکنیں سست ہونے لگیں اور اس کا جسم آرام کے گلے لگ گیا۔۔پلکیں بند ہونے لگیں اور جلد ہی دنیا اس کے سامنے سے مٹ گئی۔

اس کے ساتھ ایک تکیہ پڑا تھا جس پر سر رکھ کر وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

کمرے میں بتیاں ابھی تک جل رہی تھیں۔ چند لمحے خاموشی ہر سو چھائی رہی۔

اور پھر۔۔

یکلخت کمرے کی خاموشی میں کسی نے خلل پیدا کیا۔ وہ آواز کمرے کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی تھی۔ اس کے بعد بھی خاموشی میں خلل جاری رہا۔ اور یہ خلل اب کسی کے قدموں کی آواز نے پیدا کیا۔ یہ آواز بیڈ تک آتے ہی رک گئی۔

اس نے بیڈ پر رکھی اوڑھنے والی چادر کو اٹھا کر اس کے اوپر احتیاط سے پھیلا دیا یوں کہ وہ جاگ نہ سکے۔ لیکن اس کی یہ احتیاط بے سود رہی۔ وہ گربڑا کر اٹھ گئی۔

"آپ۔۔آپ کب آئے؟" براق کو اپنے سامنے دیکھتے ہی اس نے حیرت زدہ سا ہو کر پوچھا۔۔ سیاہ آنکھیں گہری نیند سے اچانک جاگنے کے باعث گلابی ہوئی پڑی تھیں۔

"میں ابھی ابھی ہی آیا تھا۔ تم سو جاؤ۔ میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔" وہ اس سے نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"نہیں نہیں! کوئی بات نہیں۔ وہ تو بس میری ایسے ہی آنکھ لگ گئی تھی۔" اس نے انگلی کے پور سے ذرا سی آنکھ رگڑی۔۔ اور بیڈ سے اٹھی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اس نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکتے ہوئے پوچھا۔

"پانی لینے۔" اس نے فوراً سے جواب دیا۔

"کس کے لیے؟" اس نے ناسمجھی سے ذرا سے ابرو اچکائے۔

"آپ کے لیے۔" اور سلطانہ کا جواب سنتے ہی سلطان لاجواب رہ گیا۔ کسی نے آج تک اس کے لیے اپنی نیند خراب نہیں کی تھی اور وہ بھی صرف اسے پانی دینے کے لیے۔ وہ اپنے آپ کو کافی خوش نصیب سمجھ رہا تھا۔

"میں جاؤں؟" اس کو سوچوں میں گم دیکھنے کی وجہ سے نینا نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں خود پانی پی لوں گا۔" اس نے کہا تو اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں میں لے آتی ہوں نا۔" اس نے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

وہ اسے یوں جاتا دیکھتا رہ گیا۔ آج اسے سلطانہ نے کافی لاجواب کر دیا تھا۔ وہ آہستگی سے صوفے پر آ کر بیٹھا۔

چند ہی لمحے بعد نینا شیشے کے گلاس میں پانی لیے کمرے میں آئی۔ براق کو وہ گلاس دینے کے بعد وہ جانے ہی لگی تھی کہ براق نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک لیا۔

"ادھر آ کر بیٹھو۔" اس نے پانی پیتے ہوئے آنکھ سے صوفے کے ایک طرف اشارہ کیا۔

"ہوں۔"اس نے نا سمجھی سے اثبات میں سر ہلایا۔۔اور پھر وہ براق کے برابر میں صوفے پر آ کر بیٹھی۔ وہ اس وقت سیاہ ریشمی لمبے فراک میں ملبوس تھی۔ بال کیچر میں بندھے تھے۔

"میں نے سوچا اب تم جاگ ہی گئی ہو تو کچھ باتیں ہی کر لیں۔"اس نے شیشے کا گلاس ساتھ رکھی چھوٹی سی میز پر رکھا اور پھر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"Üzgünüm" براق کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"براق! ناٹ اگین۔"اس نے ذرا سی آنکھیں موندیں۔۔ پھر مسکرائی۔۔اس کی بات سن کر وہ بھی مسکرانے لگا۔

"کیا؟"اس نے پوچھا۔۔وہ جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے لیکن پھر بھی اس نے صرف اس کے منہ سے سننے کے لیے پوچھا تھا۔

"صبح بھی آپ نے مجھے جو میسج کیا تھا وہ ترکیے میں تھا۔اور ابھی بھی آپ ترکیے میں ہی بول رہے ہیں۔آپ کو معلوم ہے نا مجھے ترکیے نہیں آتی۔"اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"جانتا ہوں میں۔"انداز ہلکا پھلکا تھا۔

"تو پھر آپ ایسے کیوں۔۔"وہ کہہ رہی تھی تو براق نے اس کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔

"ان باتوں کو چھوڑو۔بتاؤ میں نے ابھی جو کہا اس کا مطلب کیا ہے؟"اس نے پوچھا تو نینا کچھ اکتا سی گئی۔

"میں نے ابھی تو کہا ہے کہ مجھے ترکی نہیں آتی۔"سلطانہ نے اسے یاد کروایا۔

"میں بھی تو بتا چکا ہوں کہ مجھے معلوم ہے۔"اور اب کی بار سلطان نے بھی تنگ آ کر کہا۔۔نینا اسے خاموشی سے دیکھتی رہ گئی۔

"اچھا چلو میں بتا دیتا ہوں اس کا کیا مطلب ہے۔"نینا کے چہرے پر خفگی کے تاثرات دیکھنے کی وجہ سے براق نے کہا۔۔اس نے جواباً ہلکا سا مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اس کا مطلب ہے مجھے معاف کر دو۔"اور یہ سن کر نینا کو حیرت سے زیادہ غصہ آیا۔

"کیا؟آپ نے مجھے صرف یہ کہنے کے لیے اتنا تنگ کیا۔"اس کی خفگی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"تم نے مجھے معاف کر دیا؟"اور براق کی یہ بات سن کر نینا کو مزید غصہ آیا۔

"کس بات کی معافی؟"اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"یہ ہی کہ میں تمہیں آج ٹائم نہیں دے سکا۔"اور یہ سن کر اسے تھوڑی سی خوشی ہوئی کہ اسے اس کا احساس تو ہے۔

"لیکن میں نے اس بات کو اتنا فیل نہیں کیا براق!۔"وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"میں جانتا ہوں لیکن تمہارے فیل کرنے یا نہ کرنے سے میں ٹھیک تو نہیں نا ہو جاؤں گا۔ میں نے غلط کیا اسی لیے تم سے معافی مانگی۔" وہ یہ سن کر خاموشی سے اسے چند لمحے دیکھتی رہی۔ آخر وہ اسے کیا جواب دے۔۔اس کی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"اوکے! میں نے آپ کو معاف کر دیا۔" اس نے چند لمحے بعد کہا۔

"دل سے؟" براق نے ترنت سے پوچھا تو نینا بہت تنگ آ گئی۔

"ہاں ہاں! دل سے۔" اس نے فوراً کچھ بلند آواز میں کہا۔۔وہ جانتی تھی کہ وہ اسے صرف زچ کر رہا تھا۔

چند لمحے بعد وہ صوفے سے اٹھا اور الماری کی جانب بڑھا۔۔وہ صوفے پر ہی بیٹھی رہی۔

"میں نے آپ کے کپڑے استری کر کے رکھ دیے تھے۔" اور پھر اس کے بڑھتے قدم رک گئے۔۔اس نے مڑ کر نینا کو دیکھا۔

"کیوں؟" وہ حیران نہیں۔۔بہت حیران تھا۔

"کیونکہ۔۔یہ میرا فرض ہے۔" اس نے شانے اچکا کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔۔براق لاجواب ہو گیا۔

(اسے یک دم یاد آیا جب نینا نے استنئے پارک والے واقعے پر براق کو شکریہ کہا تھا تو اس نے بھی یہ ہی جواب دیا تھا۔۔وہ اس کا جواب دہرا رہی تھی۔۔ براق سمجھ گیا تھا۔)

"اچھا کدھر رکھے ہیں کپڑے ؟"چند لمحے بعد اس نے ارد گرد ایک سرسری سی متلاشی نگاہ دہراتے ہوئے پوچھا۔

"میں لا کر دیتی ہوں۔"وہ صوفے سے اٹھ کر الماری کی جانب بڑھی اور اس میں سے ہینگر میں لٹکے کپڑے نکال کر براق کو دیے۔وہ کافی حیران تھا۔آج تک وہ اپنے کپڑے خود استری کرتا رہا تھا۔

"براق !آپ نے میرا میسج پڑھ کر ریپلائے نہیں کیا۔"وہ کپڑے لے کر چینج کرنے کے لیے جانے ہی لگا تھا کہ تب ہی اس نے کہا۔

"میں تب ریپلائے کرتا اگر مجھے اس کی سمجھ آئی ہوتی۔"اور یہ سن کر نینا سناٹے میں رہ گئی۔

"مجھے بھی ترکی نہیں آتی تھی لیکن میں نے پھر بھی اسے ٹرانسلیٹ کر کے سمجھا۔آپ بھی ایسا ہی کر لیتے۔"براق کو وہ اس وقت بے حد معصوم لگی۔۔وہ مسکرانے لگا۔۔اور پھر اس کے قریب بڑھا۔۔اتنا قریب کہ اس کے پرفیوم کی مہک بھی اسے محسوس ہونے لگی۔

"اچھا بتاؤ کیا لکھا تھا تم نے۔"اس کے خوبصورت چہرے کو اپنے ہاتھ سے نرمی اور پیار سے سہلاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ خفگی سے کہتے ہوئے وہاں سے جانے ہی لگی تھی لیکن اسے براق نے جانے نہیں دیا۔

"اب تو تمہیں مجھے بتا کر ہی جانا پڑے گا۔" وہ سنجیدہ تھا۔ وہ اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔ اس نے چند لمحے خفگی سے لب کاٹے۔۔ پھر اسی خفگی کے ساتھ اسے دیکھا۔

"میں نے بس یہ ہی لکھا تھا کہ "تھینک یو"۔" اس نے شانے اچکا کر کہا۔۔ اسے اس کی بات پر یقین نہ آیا۔

"میں نہیں مان سکتا کہ اس لائن میں صرف تھینک یو لکھا تھا۔ مجھے سچ سچ بتاؤ کیا لکھا تھا اس میں۔" اس نے تیز لہجے میں کہا۔۔ وہ اسے ایک بار پھر زچ کر رہا تھا۔

"آپ خود ٹرانسلیٹ کر کے دیکھ لیں نا۔" اس نے کہا تو اس کے رخسار سرخ ہو رہے تھے۔

"نینا مجھے بار بار بات دہرانے کی عادت نہیں ہے۔" اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے براق نے کہا تو اب کی بار اس نے ہتھیار ڈال دیے۔ وہ ان نیلی آنکھوں کے سامنے بے بس تھی۔

"اس میں لکھا تھا۔۔" وہ چند لمحے کے لیے رکی۔

"Thank you...my Dear... Husband"اور پھر نظریں جھکالیں۔۔وہ یہ سن کر مسکرایا۔۔اور پھر نینانے اپنے ماتھے پراس کالمس محسوس کیا۔۔وہ یہ لمس کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔۔کیونکہ اس میں محبت اور پیار سے زیادہ احترام شامل تھا۔

"ویسے تم نے وہ میسج کس زبان میں لکھا تھا؟"اس نے پوچھاتواس نے نظریں اٹھا کراسے دیکھا۔

"عربی۔"اس نے ہلکاسامسکراکرجواب دیا۔

"تواب مجھے تمہارے لیے اور کتنی زبانیں یاد کرنی پڑیں گی؟"اور یہ سن کر وہ کھل کر ہنسی۔۔براق اسے سحر زدہ ساہو کر دیکھتارہا۔

"مجھے بھی عربی نہیں آتی۔میں نے تو ویسے ہی گوگل پر سرچ کرکے آپ کو میسج لکھا تھا۔"اس نے چند لمحے بعد اسے تسلی دی۔۔کہ اب اسے اس کے لیے مزید اور کوئی زبان یاد کرنے کی ضرورت نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا

موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

آج آسمان پر بادلوں نے پوری طرح سے اپنا رعب جمایا ہوا تھا۔ ہر طرف ہلکی سی دھند کا پردہ چھایا تھا۔اس کے کمرے کی ہلکی سی کھلی کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا جو کے سکون کے جوہر سے آراستہ تھا۔۔وہ نرمی سے کمرے کو سہلا رہا تھا۔

"ویسے نینا! میرے کچھ اصول ہیں۔" وہ سنگھار میز کے آئینے کے بالکل سامنے کھڑا۔۔اور ڈریس شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔

وہ دونوں کچھ دیر پہلے یونہی باتیں کر رہے تھے لیکن اب کی بار جو اس نے بات کی تھی وہ نینا کے لیے کافی حیران کن تھی۔

(ویسے وہ جانتی تھی کہ ایک فوجی افسر کی بیوی ہونے کا مطلب ہے بہت سے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنا۔ لیکن وہ اصول اسے اتنی جلدی جتائے جائیں گے اس کی امید اسے نہ تھی۔)

"اچھا۔اور وہ کیا ہیں ؟" سنگھار میز پر سے اس کی رسٹ واچ اٹھاتے ہوئے اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"میرا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ کوئی بھی شخص میری بات نہ کاٹے۔" اس نے فوراً جواب دیا۔وہ اب تک ڈریس شرٹ کے بٹن بند کر چکا تھا۔اس نے اس کی جانب رسٹ واچ بڑھائی۔۔ ساتھ ہی اس نے اس کی بات سن کر اثبات میں سر بھی ہلا دیا۔۔چہرے پر مسکراہٹ ابھی تک قائم تھی۔

براق نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔۔وہ اسے کلائی پر رسٹ واچ پہنانے لگی۔ کھڑکی سے آتا ہوا کا ہلکا سا جھونکا ابھی تک کمرے کو نرمی سے سہلا رہا تھا۔

وہ پلٹا۔۔اور کمرے کے دروازے تک بڑھنے لگا۔نینا اس کے ساتھ ساتھ قدم ملاتی ہوئی چلنے لگی۔وہ کافی تیز قدم چلتا تھا۔۔یوں کہ نینا کو اس کے ساتھ قدم ملانے میں تھوڑی مشکل پیش آتی۔وہ دونوں اب کمرے سے باہر نکل چکے تھے۔

"مجھے نہ سننے کی عادت نہیں۔" سنجیدگی سے یہ کہتے ہوئے وہ سیڑھیوں سے نیچے جانے لگا۔وہ بھی اس کے تیز قدموں کا ساتھ دیتی ہوئی سیڑھیاں اترنے لگی۔

(اس کا یہ اصول سننے کے بعد وہ دوبارہ ہلکا سا مسکرائی تو براق نے اسے ایک نظر سنجیدگی سے دیکھا۔۔اور پھر چہرہ موڑ لیا۔)

"زیادہ سوال کرنا بھی مجھے نہیں پسند۔"

(وہ ابھی تک اپنے اصول اسے بتا رہا تھا اور وہ اس کا ہر اصول سننے کے بعد مسکراتی یوں کہ وہ اس کے اصولوں کو صرف ایک مذاق سمجھ رہی ہو۔۔اور وہ اس کی یہ مسکراہٹ بار بار نوٹ کر رہا تھا۔)

"بلاوجہ کی گفتگو سے تو مجھے سخت نفرت ہے۔" یہ کہتے کہتے وہ سیڑھیاں اتر چکا تھا اور پھر وہ سیدھا کچن میں جانے لگا۔نینا بھی اس کا ساتھ دیتے ہوئے کچن میں جانے لگی۔

وہ کچن میں پہنچا تو نینا بھی اس کے چند لمحے بعد ہی کچن میں آ گئی۔

"اچھا تو بس یہی اصول ہیں یا اور بھی کچھ رہتا ہے؟"

اس نے طنزیہ انداز میں ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔۔ براق کے چہرے کی سنجیدگی ابھی تک قائم تھی۔ ہمیشہ سے سلطان اپنی سلطانہ سے امتحان لیتا آیا۔۔آج سلطانہ نے اپنے سلطان کا امتحان لینے کا فیصلہ کیا۔

"نہیں۔بس اتنا ہی۔" اس نے اب کی بار کچھ سرد مہری سے جواب دیا۔

اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے موبائل کی اسکرین آن کی اور اس کی جانب متوجہ ہوا۔ وہ موبائل پر چند لمحے کے لیے میسجز دیکھنے لگ گیا یوں کہ وہ نینا کو جیسے نظر انداز کر رہا ہو۔وہ اس کے برابر میں ہی کھڑی تھی۔

(سلطان کے اصولوں پر آج تک اس طرح سے کوئی نہیں ہنسا تھا جس طرح سے آج سلطانہ ہنسی تھی۔لیکن یہ تو ابھی صرف شروعات تھی۔)

"کافی بنانا ذرا۔" وہ موبائل پر میسجز ہی دیکھ رہا تھا جب اس نے نینا سے تحکمانہ انداز میں کہا۔وہ یہ سن کر تھوڑا حیران ہوئی کیونکہ اس کا لہجہ اس کے ساتھ تھوڑا مختلف تھا اور اس کی وجہ بھی وہ جانتی تھی لیکن پھر بھی اس نے اس کا مزید امتحان لینے کا فیصلہ کیا۔

"نہیں۔"

("مجھے نہ سننے کی عادت نہیں۔"دوسرااصول سلطانہ کی جانب سے ٹوٹ گیا تھا۔پہلا اصول تو وہ کئی بار توڑ چکی تھی۔)

اس نے شانے اچکا کر کہا تو براق نے اپنے موبائل سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔اس کی نیلی آنکھوں میں کچھ تھا جو نینا سمجھ گئی تھی۔

(اسے یقیناً اس کی بات بری لگی تھی۔وہ یہ سمجھ گئی تھی۔)

وہ اس کا جواب سننے کے بعد کچن کی ایک الماری تک بڑھا اور پھر اس میں سے ایک شیشے کا جار نکالا۔اس جار کا ڈھکن کھولتے ہی اس میں موجود کافی کے بینز دکھائی دینے لگیں۔نینا سمجھ گئی کہ وہ خود کافی بنا رہا ہے۔وہ بھی اسے ڈھیٹ بن کر دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو کافی بنانی آتی ہے؟"جب وہ کافی کے بینز پیس رہا تھا اس وقت اس نے مسکرا کر پوچھا۔۔اور ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے ٹکا لیا۔(اس کی مسکراہٹ پر اور سوال پر یقیناً براق کو غصہ آیا ہوگا۔۔ایسا نینا کو لگا۔)اور اس کا سوال سن کر براق نے سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کب سے؟"اس نے فوراً پوچھا۔

"جب میں بارہ سال کا تھا۔" چند لمحے بعد اس نے ایک گہری سانس لے کر سرد مہری سے اس کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔

وہ اب تک کافی کے بینز پیس چکا تھا اور اس کے بعد اس نے پانی اور دودھ کو چولہے پر ابالنے کے لیے رکھ دیا۔

"کیسے ؟" اس کی جانب سے ایک اور سوال پوچھا گیا تو اب کی بار اس نے چند لمحے کے لیے کوئی جواب نہ دیا۔

"آنے کو ایک دن بناتے ہوئے دیکھی تھی۔" کچھ لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے اپنے لہجے میں قائم سرمہری کے ساتھ جواب دیا۔

("زیادہ سوال کرنا بھی مجھے نہیں پسند۔" سلطان کا تیسرا اصول بھی ٹوٹ گیا۔)

"اچھا میں نے تو کافی بنانا سیکھی تھی جب میں اٹھارہ سال کی تھی وہ بھی صرف اس لیے کیونکہ تب مہمان گھر پر آئے تھے۔۔اور میری امی کی طبیعت خراب تھی۔انہوں نے کافی کی فرمائش کی تو میں نے کافی کے پیکٹ کے پیچھے لکھے گئے طریقے پر عمل کر کے پہلی بار کافی بنانا سیکھی۔" اس نے کافی فاتحانہ انداز میں شانے اچکائے۔

"اور معلوم ہے وہ کافی سب کو بہت پسند آئی تھی۔" اور پھر ستائشی انداز میں ابرو اچکائے۔

نینا نے جب تک اسے اپنی یہ پوری کہانی سنائی تب تک وہ کافی کے بینز کو ابلے ہوئے دودھ اور پانی میں ڈال چکا تھا۔

("بلاوجہ کی گفتگو سے تو مجھے سخت نفرت ہے۔"آخری اصول بھی ٹوٹ چکا تھا۔)

براق نے اس کی پوری کہانی سننے کے دوران اور سننے کے بعد بھی کوئی ردعمل نہیں دیا۔اس کی خاموشی یہ ظاہر کررہی تھی کہ اسے نینا کی باتیں خاصی بری لگی ہیں۔

"براق!۔"اس نے چند لمحے بعد اسے پکارا۔۔چہرے کی مسکراہٹ اب غائب ہوچکی تھی۔۔اور اب چہرے پر پریشانی صاف واضح تھی۔وہ یقیناً براق کے ٹھنڈے لہجے سے کافی گھبرا گئی تھی۔

"ہاں؟"کافی کو ایک مگ میں ڈالتے ہوئے اس نے اسے دیکھے بغیر پوچھا۔

"میں صرف مذاق کررہی تھی۔میں آپ کے اصولوں کی قدر کرتی ہوں اور ان کا احترام بھی۔"

اس نے اب کی بار کچھ پریشانی سے کہا۔۔اور ساتھ ساتھ وہ متذبذب سے انداز میں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مروڑ رہی تھی۔

براق مگ میں کافی ڈالنے کے بعد اس کی جانب بڑھا۔۔چہرے پر سرد مہری کے تاثرات ابھی تک قائم تھے۔

"میں کوشش کروں گی کہ کبھی بھی آپ کے اصولوں کو نہ توڑوں۔" اس نے لب کاٹتے ہوئے کہا تو اب اس کے تاثرات نینا کو مزید پریشان کر رہے تھے۔ براق بالکل اس کے سامنے کھڑا تھا اور اسے سرد مہری سے دیکھ رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں کہ ہر ایک کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔۔ سو آپ کے بھی ہیں۔ تو میں آپ۔۔" اس کی خاموشی سے مزید پریشان اور گھبرا کر اس نے مزید کہنا چاہا لیکن براق نے اس کی بات کاٹ دی۔

"نینا! میرے اصولوں کے مطابق عمل کرنا دوسروں پر فرض ہے۔" اس نے سنجیدگی اور کچھ تیکھے انداز میں کہا تو نینا نے اپنی نظریں جھکا لیں۔ اسے لگا کہ وہ اس سے شدید خفا ہو گیا ہے۔

"لیکن میری سلطانہ کے لیے ان اصولوں کو توڑنا فرض ہے۔" براق نے اسے وہ کافی کا مگ ہاتھ میں تھماتے ہوئے نرمی سے کہا۔ اس نے کافی کا مگ اپنے ہاتھ میں لیتے ہی اسے فوراً حیرانی سے دیکھا۔ اس کی سرد مہری بالکل غائب ہو چکی تھی۔

وہ چند لمحے اس کی نیلی آنکھوں میں حیرانی سے دیکھتی رہی۔

براق اس کی سیاہ آنکھوں میں ہلکی سی نمی اور حیرانی دیکھ کر زیر لب مسکرایا اور پھر وہاں سے جانے لگا۔

"آپ نے یہ کافی میرے لیے بنائی تھی؟"اس نے اس کی جانب مڑ کر حیرت زدہ سا ہو کر پوچھا تو وہ جاتا ہوا رک گیا۔اس نے مڑ کر نینا کو دیکھا۔

"پی کر بتانا کیسی بنی ہے۔ویسے مجھے اپنی قابلیت پر کوئی شک نہیں لیکن تمہارے کہہ دینے سے میرا اپنی قابلیت پر اعتماد مزید بڑھ جائے گا۔"اس نے مسکراتے ہوئے پر اعتماد انداز میں کہا تو اب کی بار نینا بھی کھل کر ہنس پڑی۔

"آپ کو کیسے معلوم کہ مجھے cappuccino پسند ہے؟"اس نے مسکرا کر ہلکے سے ابرو اچکائے۔

"کیونکہ یہ میری پسند جو ہے۔" براق نے شانے اچکا کر جواب دیا۔۔نینا ہمیشہ کی طرح لاجواب ہوئی۔وہ شخص اسے ہمیشہ لاجواب کر دیا کرتا تھا۔آخر کوئی اس طرح کسی کو بار بار حیران کیسے کر سکتا تھا؟اسے یہ بات سمجھ نہ آئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قیامت خیز ہیں آنکھیں تمہاری

تم آخر خواب کس کے دیکھتے ہو

نیٹٹوریم میں رات کا منظر سکون اور خوبصورتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔چاند کی روشنی پول میں موجود پانی پر رقص کر رہی تھی۔پر سکون ٹھنڈا پانی تاروں سے بھرے آسمان کی عکاسی کر رہا تھا۔

یہ ایک پر سکون اور پر فتن ماحول تھا۔ پانی میں ہلکی ہلکی لہریں اندھیرے میں سرگوشیوں سے مشابہت رکھتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پانی میں موجود چاند کی روشنی منظر کو مزید دل فریب بنا رہی تھی۔

وہ پول کے سامنے بیٹھا آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر آیا تھا۔ نینا اس کے پاس آئی۔

"کافی۔" اسے کافی کا مگ دینے کے بعد وہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھی۔

"وائے وائے! ابھی میرا کافی پینے کا ہی دل کر رہا تھا۔" اس نے کافی کا مگ لینے کے بعد مسکرا کر کہا۔

وہ اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔ براق ابھی بھی چاند کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔ نینا نے اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا اور پھر وہ بھی اسی کی طرح آسمان کو دیکھنے لگی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ ایسا کیا ہے جو وہ اتنے غور سے آسمان پر دیکھ رہا ہے۔

"نینا! ایک بات پوچھوں؟" براق نے ہلکے پھلکے سے انداز میں پوچھا۔

"ہاں ضرور۔ آپ بار بار اجازت مت مانگا کریں۔ بس جو پوچھنا ہو وہ بلا جھجک پوچھ لیا کریں۔" اس نے اس کے کندھے سے سر اٹھا کر بہت نرمی سے کہا۔

"تم صبح گھبرا گئی تھی نا؟" اس نے کہا تو وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔

"میں؟ کس بات پر؟" اس نے ناسمجھی کا اظہار کیا۔

براق اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ اس سے جھوٹ بول رہی ہو۔ اس وجہ سے اس نے اپنے ذہن پر تھوڑا زور دیا۔ چند ہی لمحے بعد اسے سمجھ آگیا کہ براق کیا کہہ رہا تھا۔ وہ صبح والی بات جب سلطانہ نے سلطان کے تمام اصول باری باری توڑیں۔

"اوہ! نہیں نہیں وہ تو بس میں ویسے ہی۔" اس نے نظریں جھکا کر ہچکچا کر کہا۔۔ جیسے وہ اس کی بات سے متفق تھی۔

"سچ! جھوٹ مت بولو۔ تم گھبرا گئی تھی۔" اس نے کہا اور کافی کے ایک دو گھونٹ لیے۔ نینا نے اس کے کندھے پر دوبارہ اپنا سر رکھا۔

"سچ کہوں تو مجھے لگا کہ آپ کو میری باتیں بری لگی ہیں۔" اس نے اپنی سوچوں میں ڈوبے ڈوبے سے انداز میں کہا۔

"تم میری ایک بات اپنے پاس لکھ کر رکھ لو۔" براق نے نرمی سے اس کے گرد بازو پھیلائے۔

"مجھے تمہاری کوئی بات بری نہیں لگتی۔" لہجہ بے حد نرم تھا۔۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اور نہ ہی میں تم سے کبھی ناراض ہو سکتا ہوں۔" جب اس نے یہ کہا تو نینا نے اس کے کندھے پر سے سر اٹھایا۔۔ اور اسے غور سے دیکھا۔ وہ جیسے کچھ سمجھنا چاہ رہی تھی۔ براق کی نگاہیں بھی اس کی سیاہ آنکھوں پر جم سی گئیں۔

"کیوں؟" وہ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔ براق معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا۔ سلطانہ کو سلطان کے مسکرانے کی وجہ سمجھ نہ آئی۔

"مجھے جیتے جی مرنے کا شوق نہیں ہے۔" اور پھر سلطان کے جواب نے سلطانہ کو ہمیشہ کی طرح حیران اور لاجواب کر دیا۔ اس کی سیاہ آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی۔۔ براق اسے دیکھتا رہا۔۔ اس نے گویا اپنی نیلی آنکھیں اس کی سیاہ آنکھوں میں گاڑ دیں۔

("یہ سیاہ آنکھیں کسی دن میری جان لیں گی۔" اس نے دل ہی دل میں اس کی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے اعتراف کیا۔)

اس نے نظریں پھیریں اور دوبارہ اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ لیا۔۔ وہ دونوں اب افق کے پر فتن منظر کو دیکھ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چند دن بعد۔

جون کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔۔دوپہر کے سورج کی سنہری کرنوں نے کمرے کو گھیر رکھا تھا۔اس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی حلیمہ صاحبہ اور اریحہ سے فون پر بات کی تھی۔احسن صاحب کو وہ ہر روز رات کو کھانا کھانے کے بعد فون کرتی۔۔کیونکہ اس وقت وہ دفتر میں ہوا کرتے۔علی سے بھی اس کی بات تب ہی ہو جایا کرتی جب وہ احسن صاحب کو فون کرتی۔

براق آج گھر جلدی آگیا تھا۔وہ اس وقت صوفے پر بیٹھا۔۔لیپ ٹاپ پر کوئی ڈاکومینٹ پڑھ رہا تھا۔وہ بھی لیپ ٹاپ پر ہی اپنے آج کے تجزیے سے متعلق اہم نکات لکھ رہی تھی۔

"براق! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے اگر آپ۔"اس نے لیپ ٹاپ پر اپنا کام روکا۔۔اور اس سے کچھ کہنا چاہا۔

"میں برا نہیں مانوں گا۔کتنی بار کہا ہے کہ میں تمہاری باتوں کا برا نہیں مانتا۔"اس نے لیپ ٹاپ پر کام کرتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"آپ نے کہا تھا کہ۔۔"اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر کہنا شروع کیا لیکن۔۔اس کے ذہن کے پردوں پر کچھ سوچوں نے گھر کر لیا جس وجہ سے وہ رک گئی۔اس کی خاموشی نے سلطان کو بے آرام کیا۔

"کہو! رک کیوں گئی؟"اب کی بار اس نے لیپ ٹاپ سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں۔" دل اور دماغ نے ایک دوسرے کا ساتھ نہ دیا۔

"کیا؟ کہو نینا!۔" وہ اب لیپ ٹاپ بند کر رہا تھا۔۔اور پھر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"نہیں! بس ابھی نہیں۔" اس نے سر نفی میں ہلایا۔۔وہ کچھ کش مکش کا شکار لگ رہی تھی۔براق صوفے سے اٹھا۔۔اور بیڈ پر اس کے پاس آکر بیٹھا۔

"نینا! میں اصرار کر رہا ہوں۔" اس نے اصرار کن انداز میں کہا۔۔وہ اپنی بات پر قائم رہی۔اب کی بار براق سے رہا نہ گیا۔

"میں اصرار کر رہا ہوں۔" اس نے اب کی بار قدرے سنجیدگی سے اپنی بات دہرائی۔

(وہ اپنی بات دہرانے کا عادی نہ تھا لیکن سلطانہ کے لیے تو وہ اپنی عادات بھی بدل سکتا تھا۔)

"میں آپ کے ایک اصول کے بارے میں بات کرنا چاہ رہی تھی۔" اس نے چند لمحے بعد کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا تو براق یہ سن کر حیران رہ گیا۔

"میرا ایسا کون سا اصول ہے جس پر بات کرنے کے لیے تمھیں اتنا سوچنا پڑ رہا ہے؟" وہ زیر لب ہلکا سا مسکرایا۔

"یہ کہ "میں ہمیشہ صحیح ہوتا ہوں"۔"اس نے فوراً جواب دیا۔ براق نے یہ جملہ کئی بار بولا تھا جو ہمیشہ نینا کو سوچنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ وہ اس بارے میں اس سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن کر نہیں پائی۔ مگر آج وہ اس بارے میں اس سے کہنے جا رہی تھی۔

"تم کہنا کیا چاہ رہی ہو؟"اس کے ماتھے پر ہلکی سی سلوٹیں نمایاں ہوئیں۔۔ نیلی آنکھیں سکڑ گئیں۔

"میں۔۔"اس نے تھوک نگلی اور پھر کہنے کے لیے لب کھولے۔

"براق! کوئی بھی انسان ہمیشہ صحیح نہیں ہوتا۔ ہر انسان سے کبھی نہ کبھی غلطی ہوتی ہی ہے۔ انسان تو غلطی کا پتلا ہے نا۔"اس نے نرم لہجے میں جلدی جلدی اپنی بات کہہ ڈالی۔

وہ اس کی بات سن رہا تھا تو اس کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گزرا۔ اسے آج تک کسی نے اس کے اصولوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔
"جانتی ہو تم یہ سب تب نہ کہتی اگر تم مجھے اچھے سے جانتی ہوتی۔"لہجہ سنجیدہ تھا۔۔ بے حد سنجیدہ۔

وہ سلطانہ کو اس بات کی اجازت دے سکتا تھا کہ وہ اس کے اصول توڑے لیکن اس کے اصولوں کی نفی کرنا اور انہیں غلط قرار دینا۔۔ اس کی اجازت وہ اسے چاہ کر بھی نہیں دے سکتا تھا۔

"میں نے ہمیشہ جو فیصلے لیے ہیں وہ سو فیصد درست ہوتے ہیں۔ مجھ سے آج تک کوئی غلطی نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی ہو گی۔" اس نے اپنے الفاظ پر زور دیا۔

"میری بھی یہ ہی دعا ہے کہ آپ سے کبھی کوئی غلطی نہ ہو۔ کیونکہ۔۔" وہ کہتے ہوئے رک گئی۔

"کیونکہ ؟" اس نے فوراً پوچھا۔۔نینا کی نظریں ہنوز جھکی تھیں۔

"کیونکہ انسان کو جس بات پر سب سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے نا۔۔اس کو توڑنے کے لیے ہمیشہ کوئی بڑا وار ہی کیا جاتا ہے۔ کوئی معمولی سا وار اس کا اعتماد نہیں توڑ سکتا۔" اس نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیا۔۔ براق طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"واللہ ! تم جانتی ہو مجھ سے آج تک میرے اصولوں کے خلاف کسی نے کچھ نہیں کھایا۔ اور اب دیکھو کیا وقت آگیا۔ میری ہی بیوی میرے اصولوں کے خلاف بڑھ چڑھ کر بول رہی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے نرمی سے اس کی ٹھوڑی سے اس کا جھکا ہوا چہرہ اوپر کیا۔۔اس نے فوراً نظریں اٹھا کر اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھا جو ہلکی سی گلابی تھیں اور ان میں اس وقت تکلیف اور غصہ شامل تھا۔۔ پھر وہ سر جھٹک کر مسکرایا۔

(نینا کو دکھ ہوا۔۔اسے یہ سب نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ براق کو اس کے الفاظ سے تکلیف پہنچی تھی۔۔ وہ سمجھ گئی تھی۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دو دن بعد۔

محبت کا کوئی ترازو نہیں ہوتا

پرواہ بتاتی ہے کہ خیال کتنا ہے

رات نے استنبول پر اپنے پردے ڈال رکھے تھے۔ماحول میں آج بالکل بھی خنکی شامل نہیں تھی۔جون کے مہینے میں اسی طرح کا موسم ہوا کرتا۔

وہ اپنی کار ایک آئس کریم پارلر کے سامنے روکے ہوئے تھا۔۔اس کے ساتھ برابر والی فرنٹ سیٹ پر وہ بیٹھی تھی۔۔عبایے اور سکارف میں ملبوس۔۔چہرے کے تاثرات یہ صاف صاف بتا رہے تھے کہ وہ اس سے کس قدر ناراض ہے۔۔ناراض ہونا بھی چاہیئے تھا آخر براق نے بات ہی ایسی کی تھی۔

وہ تو کہہ رہا تھا کہ آئس کریم پارلر کے اندر جا کر ہی آئس کریم کھا لیتے ہیں لیکن وہ نہ مانی۔

براق نے آئس کریم پارلر کے سامنے کھڑے آرڈر ٹیکر زمیں سے ایک آرڈر ٹیکر کو بلایا۔وہ شخص ان سے آئس کریم کا آرڈر لینے آیا۔براق نے اسے ایک آئس کریم کا کپ لانے کا آرڈر دیا۔نینا اس دوران منہ بسورے ونڈ واسکرین سے باہر دیکھتی رہی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ آرڈر ٹیکر آئس کریم کا ایک کپ لے کر آ گیا۔ وہ چاکلیٹ آئس کریم تھی۔ اس کی میٹھی سی خوشبو اس سیاہ چمکتی کار میں ہر سو پھیل گئی۔

اس نے وہ کپ لیا اور آرڈر ٹیکر کو پے مینٹ کی۔ جب وہ آرڈر ٹیکر چلا گیا تو اس نے وہ کپ نینا کی جانب بڑھایا۔

"یہ لو آئس کریم۔ "اس نے نرمی سے کہا۔

"مجھے نہیں کھانی۔ "اس نے ترنت سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میں نے پوچھا نہیں ہے۔ "اس نے فوراً ابرو اچکائے۔

"مجھے نہیں کھانی کہا نا! ۔ "اس نے اب کی بار جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا تو براق نے وہ آئس کریم کا کپ اپنی سیٹ کے ساتھ والی کھڑکی کی جانب بڑھایا یوں کہ وہ اسے وہاں سے گرانے لگا ہو۔ وہ یہ دیکھ کر گھبرا سی گئی۔

"رزق ہے ضائع تو مت کریں۔ "اس نے فوراً ٹوکا۔

"میں بھی تو یہ ہی کہہ رہا ہوں۔ رزق ہے اسے ضائع مت کرو خاموشی سے کھالو۔ "اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔۔ اور آئس کریم کا کپ اس کی جانب بڑھایا۔

"اف !۔"اس نے ہتھیار ٹالتے ہوئے وہ آئس کریم کا کپ اس سے لے لیا اور پھر خاموشی سے آئس کریم کھانے لگی۔

براق اسے یوں آئس کریم کھاتے ہوئے خاموشی سے دیکھتا رہا۔۔یہ نینا کو معلوم نہیں تھا کیونکہ وہ اس آئس کریم کو کھانے میں مگن تھی۔

کچھ ہی دیر بعد آئس کریم ختم ہو گئی۔اس کا دل کیا کہ وہ اور آئس کریم کھائے۔اگر وہ اس سے ناراض نہ ہوتی تو وہ اس سے کہہ دیتی لیکن ابھی وہ اس سے نہیں کہہ سکتی تھی۔

براق نے آرڈر ٹیکر کو دوبارہ بلایا اور اس سے ترکیے میں کچھ کہہ کر واپس بھیجا۔وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔

چند لمحے بعد وہ آرڈر ٹیکر واپس آیا اور اس نے چاکلیٹ آئس کریم کا ایک اور کپ براق کو دیا۔وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئی۔براق نے اس آرڈر ٹیکر کو پے مینٹ کی اور پھر وہ آرڈر ٹیکر وہاں سے چلا گیا۔

"نہیں !مجھے اور آئس کریم نہیں کھانی۔میں آل ریڈی ایک بار کھا چکی ہوں۔"جب براق نے اس کی طرف وہ آئس کریم کا کپ بڑھایا تو اس نے فوراً کہا۔۔دل اور دماغ ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"تو دوسری بار آئس کریم کھا لینے سے قیامت نہیں آجائے گی۔"اس نے طنزیہ انداز میں سنجیدگی سے کہا۔

"اف اللہ! مجھے نہیں کھانی۔" وہ تنگ آگئی تھی۔

براق نے پھر وہی کام کیا۔۔وہ اس کپ کو پھر سے اپنی سیٹ کے ساتھ والی کھڑکی سے باہر پھینکنے لگا جب نینا نے اسے ایک بار پھر روکا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔میں نے ابھی تو کہا تھا کہ رزق۔۔" اور اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

"میں بھی یہ ہی کہہ رہا تھا کہ رزق ہے اسے ضائع مت کرو چپ کر کے کھالو۔" اس نے کہا تو نینا نے تاسف سے سر جھٹکا۔۔وہ اس کے سامنے بے بس تھی۔۔ لیکن دل ہی دل میں وہ بہت خوش تھی۔

"ہونہہ!۔" وہ چپ کر کے آئس کریم کھانے لگی۔ براق اسے ابھی بھی آئس کریم کھاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔نگاہوں میں الفت خوب جھلک رہی تھی۔ جب وہ اسے یوں دیکھتا۔۔تب نینا سے نظریں اٹھانا مشکل ہو جاتا۔

"مجھے ایسے اکیلے اکیلے آئس کریم کھانے کا بالکل مزہ نہیں آرہا۔" اس نے اداسی سے کہا۔ براق نے اس کی بات سن کر ایک گہرا سانس لیا اور اس آرڈر ٹیکر کو تیسری بار بلا کر اسے آئس کریم لانے کہا۔ وہ یہ سب دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

جب وہ آرڈر ٹیکر آئس کریم لے آیا تو براق نے اسے تیسری بار پے مینٹ کی اور پھر وہ آئس کریم کھانے لگا۔

"اب مزہ آرہا ہے؟"اس نے زیر لب ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں بہت۔"اس نے شانے اچکائے۔۔وہ مسکرادیا۔

وہ بھی چاکلیٹ آئس کریم ہی کھا رہا تھا۔ان کے درمیان کچھ دیر کے لیے کوئی بات نہ ہوئی۔

"براق! پلیز آئندہ کے بعد یہ مت کہیے گا کہ۔۔"اور سلطانہ نے اپنے دل میں کھٹکنے والی بات کا اظہار کر ہی ڈالا۔

"نینا! تم اس بات کو اتنا دل پر کیوں لے کر جارہی ہو؟ تم نہیں جانتی کہ میں ایک فوجی افسر ہوں؟ میری زندگی اور موت کا کوئی بھروسہ نہیں۔اس لیے میں نے تم سے ایسا کہا۔بی پریکٹیکل!۔"وہ بے حد اطمینان سے یہ سب کہہ رہا تھا۔۔سلطانہ کے دل کو بہت ٹھیس پہنچی۔

یہاں آنے سے پہلے براق نے اس سے اسی طرح کی مرنے مارنے کی باتیں کی تھیں جس وجہ سے وہ اس سے ناراض تھی۔اور وہ ابھی بھی اپنی ان باتوں پر قائم تھا۔وہ اسے غصیلی آنکھیوں سے لب کاٹتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور براق آرام سے آئس کریم کھا رہا تھا۔

نینا سے اس کا یہ رویہ برداشت نہ ہو سکا۔

"پھر تو میں بھی ایک صحافی ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ صحافی ہونا بھی کسی فوجی سے کم نہیں۔ جانے کب مجھے کوئی بھی شخص گولی مار دے تب آپ۔۔" وہ شانے اچکا کر بے حد اطمینان سے کہہ رہی تھی تو براق نے سرخ پڑتی نگاہوں سے فوراً اسے دیکھا۔

"نینا!!۔" اور پھر اس نے طیش کے عالم میں درشتی سے اسے مزید بولنے سے روک دیا۔۔اس کی آواز اس قدر بلند تھی کہ وہ یک دم کانپ سی گئی۔

"مجھے بھی ایسے ہی تکلیف ہوئی تھی۔" اس نے زخمی زخمی سے انداز میں کہا اور پھر خاموشی سے نظریں جھکا لیں۔

وہ اپنی آئس کریم ختم کر چکی تھی۔ براق کو اندازہ ہو گیا تھا کہ جس طرح سے نینا کی بات پر اسے تکلیف ہوئی تھی ویسے ہی اسے بھی براق کی باتوں پر تکلیف ہوئی ہو گی۔ وہ چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔۔نیلی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے! ہم دونوں اب ایک دوسرے سے اس طرح کی کوئی بات نہیں کریں گے۔" اس کا انداز بھی بے حد زخمی سا تھا۔۔اسے واقعی اس کی بات کی کافی تکلیف پہنچی تھی۔

"وعدہ؟" اس نے اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں وعدہ۔" براق نے اس کا ہاتھ تھام کر نرم لہجے میں کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر آئی

دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

افق صبح کے نرم رنگوں کے ساتھ رنگ گیا۔آفتاب کی روشنی ہر سو پھیلی تھی۔ان کی شادی کو ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ براق کی مصروفیات بہت زیادہ تھیں۔۔اس لیے وہ دونوں اب تک ہنی مون پر بھی نہیں جا سکے۔نینا نے کوئی شکایت نہ کی۔۔وہ جانتی تھی کہ براق بہت مصروف ہے۔اس نے تو اس سے ہنی مون کا پوچھا بھی نہیں تھا۔۔ لیکن اس نے خود ہی اس سے کہا تھا کہ وہ ابھی بہت مصروف ہے۔۔اس لیے ابھی ہنی مون کا پلان نہیں بنا سکتے۔ مگر اس نے یہ ضرور کہا تھا کہ وہ اپنی پوری کوشش کرے گا کہ کسی طرح سے اگلے مہینے وہ ہنی مون کا پلان بنا لے (یعنی کسی آفیشل وزٹ میں ہی وہ نینا کو اپنے ساتھ لے جائے۔۔اگر اس مہینے کوئی ایسی جگہ آتی جہاں وہ اسے لے جا سکتا۔۔تو وہ اسے لے جاتا۔۔ مگر اب تک ایسی کوئی جگہ آئی ہی نہیں تھی اس کے آفیشل وزٹ میں۔)

براق آج صبح گھر پر ہی تھا۔اس نے آج کا دن صرف نینا کے لیے صرف کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ہر ہفتے میں ایک دن اس نے صرف اور صرف نینا کے لیے رکھا ہوتا۔۔جس دن وہ دونوں باہر گھومنے جاتے۔۔باہر ہی کھانا کھاتے اور اکٹھے ٹائم اسپینڈ کرتے۔

آج بھی وہی دن تھا۔

وہ الماری میں سے کپڑے ادھر ادھر کر رہی تھی جب براق اس کی جانب بڑھا۔اس وقت وہ سیاہ رنگ کی ڈریس شرٹ اور سیاہ رنگ کی جینز میں ملبوس تھا۔

"کیا کر رہی ہو؟"اس کے قریب پہنچ کر اس نے ابرو اچکائے۔

"کچھ نہیں۔میں بس بہت کنفیوز ہو رہی ہوں کہ کون سا عبایا پہنوں۔"اس نے یہ کہتے ہوئے ایک ہینگر نکال کر بیڈ پر رکھا اور پھر دوسرے ہینگرز ادھر ادھر کرنے لگی۔ براق سینے پر بازو لپیٹے اسے خاموشی سے معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم وہ عبایا کیوں نہیں پہن لیتی جو تم نے اس دن پہنا تھا۔"چند لمحے بعد اس نے ہلکے پھلکے سے انداز میں کہا تو وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔

"کس دن؟"اس نے فوراً پوچھا۔وہ ابھی بھی الماری میں سے کپڑے ادھر ادھر کر رہی تھی۔

"اس دن جب تم ریسٹورنٹ میں آئی تھی۔تب جب تم نے اپنا چہرہ نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔"اس نے ذرا سے شانے اچکا دیے۔۔نینا یک دم بالکل سناٹے میں رہ گئی۔اس کے پاؤں تلے جیسے زمین ہی نکل گئی ہو۔وہ کچھ دیر کے لیے بالکل ساکت سی کھڑی رہی۔ براق اسے نا سمجھی سے دیکھتا رہا۔ اس نے الماری کا دروازہ بند کیا اور پھر براق کو دیکھا۔

وہ بالکل اس کے سامنے اپنے سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا جیسے اسے کوئی پرواہ ہی نہیں کہ اس نے ابھی کہا کیا ہے۔وہ اسے خاموشی سے متذبذب سے انداز میں دیکھتی رہی۔

"کیا ہوا؟ یاد نہیں آیا؟ وہی دن جب میں نے تمہیں دوسری مرتبہ بچایا تھا۔اب یاد آیا؟" اس کی خاموشی سے تنگ آ کر براق نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔اس کا دل یہ سن کر جیسے گھٹن کا شکار ہو گیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اب کیا کہے۔

"آپ۔۔آپ جانتے تھے کہ اس دن آپ نے مجھے بچایا تھا؟" وہ ہچکچائی۔

"ہاں۔" اس نے ابروا چکا دیے۔۔اور پھر نینا کے چہرے کے بالکل ساتھ ہی اس نے الماری پر اپنا ہاتھ رکھا۔

'تو آپ نے اس کا ذکر مجھ سے پہلے کیوں نہیں کیا؟" اسے پر سوچ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"ضروری نہیں سمجھا۔" لہجہ بے نیاز تھا۔۔وہ چند لمحے خاموش رہی۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ نقاب میں اور کوئی نہیں بلکہ میں تھی؟" کچھ دیر بعد اس نے حیرت زدہ سا ہو کر پوچھا۔یکلخت کیچر میں بندھے اس کے بالوں کی ایک لٹ اس کے رخسار پر گر پڑی۔۔ براق زیر لب مسکرایا۔۔اور وہ لٹ نرمی سے اس کے کان کے پیچھے اڑسی۔۔ نظریں ہنوز اس کے خوبصورت چہرے پر جمی تھیں۔

"جس کا نام "نینا" ہو اسے اگر اس کی آنکھوں سے نہ پہچانا جائے تو یہ اس کے ساتھ ناانصافی نہیں؟" اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔۔اور اپنا دوسرا ہاتھ بھی الماری پر رکھا۔وہ اب بالکل اس

کے سامنے کھڑا تھا۔اور وہ اس کے بازوؤں کے درمیان قید تھی لیکن یہ قید اسے بہت پیاری تھی۔

اس کا جواب سن کر وہ ہمیشہ کی طرح کافی لاجواب ہوئی۔

وہ اب اس سے تھوڑا دور ہوا۔۔پھر پلٹا۔۔اور پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کمرے کے دروازے تک جانے لگا جب اس نے اسے روکا۔

"براق! آپ یہ نہیں پوچھیں گے کہ اس دن میں جس شخص سے ملی وہ کون تھا؟"اس نے بے چینی کے عالم میں پوچھا تو اس نے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔

"نہیں اور میں جاننا بھی نہیں چاہتا۔"لہجہ پر سکون تھا۔۔اسے تشویش ہوئی۔

"کیوں؟"سلطانہ نے بے ساختہ پوچھا۔

"کیونکہ اگر تم نے بتانا ہوتا تو تم مجھے پہلے ہی بتا دیتی۔"سلطان کے جواب نے سلطانہ کو مزید لاجواب کر دیا۔۔وہ اب کمرے سے باہر جا رہا تھا۔۔اور سلطانہ سحر زدہ سا ہو کر اسے جاتا دیکھتی رہی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آج سورج خوب چمک رہا تھا۔افق پر بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی موجود نہ تھے۔

وہ ایک بک سٹور میں موجود تھی۔کتابوں سے بھری ریکوں کے ساتھ یہ بک سٹور کتابیں پسند کرنے والوں کے لیے ایک جنت تھی۔۔جو علم کے خزانے سے بھرا ہوا تھا۔

اس نے ریکس میں سے ایک ریک کے بالائی حصے پر سے ایک کتاب نکالی۔

(جو کتاب اس نے نکالی۔۔وہ کتاب اس دنیا کی سب سے خوبصورت کتاب ہے جس کا علم بہت وسیع ہے۔اس کتاب میں اس قدر علم ہے کہ اگر سیاہی کے طور پر ایک سمندر کو چنا جائے تو سمندر ختم ہو جائے لیکن پھر بھی اس کتاب کا علم ختم نہ ہو۔چاہے اس کے لیے ہزار سمندر ہی کیوں نہ لائے جائیں۔)

وہ کتاب کوئی عام کتاب نہیں ہے۔

اس کتاب کو خریدنے کے بعد وہ اپنی کار تک گئی۔کار میں بیٹھتے ہی اس نے ایک گہری سانس لی۔۔

دل بہت سے خیالات اور جذبات سے بھرا ہوا تھا۔

اس نے اپنے ہینڈ بیگ میں موجود اس کتاب کو نکالا اور اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں نرمی سے پکڑ کر دیکھا۔نیلی آنکھیں نم سی ہو گئیں۔چہرے پر ایک زخمی سی مسکراہٹ امڈ آئی۔

اس کتاب کی جلد سبز رنگ کی تھی۔اس کے اوپر ایک ریشمی غلاف بھی چڑھا ہوا تھا۔اس نے مؤدب انداز میں اس کتاب کو اپنے چہرے کے قریب کیا اور پھر اسے چوما۔

"اللہ تعالیٰ! میں نے آپ تک آنے میں دیر کی لیکن بہت دیر نہیں۔" وہ قرآن مجید تھا جسے وہ اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے تھی۔اس میں آیات کی عربی کے ساتھ ساتھ ترکیے میں ترجمہ بھی لکھا ہوا تھا۔

میرائے یامان آج اپنے آپ کو بہت خوش نصیب محسوس کر رہی تھی

اور وہ

خوش نصیب تھی۔

اللہ کی کتاب کو پڑھنا اور پھر اسے سمجھنا شرف کی بات ہے جو ہر کسی کو نہیں ملتا

یہ تو صرف اسے ہی ملتا ہے جسے اللہ چاہے!۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کی تاریکی سے بھرے آسمان کے مخملی پردے کے نیچے ایک چمکتے ہوئے چاند کی روشنی سے بھرپور منظر نظر آرہا تھا۔دنیا ایک پر سکون اور پر فتن ماحول کے ساتھ خوابوں کے منظر میں بدل گئی۔

وہ دونوں اپنے بیڈروم کے ٹیرس میں آمنے سامنے کرسیاں لگائے بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ بہت سی باتیں کر رہے تھے۔۔اور اب ان کی گفتگو میں چند لمحے کا وقفہ آیا۔

نینا کبھی آسمان کو دیکھتی۔۔تو کبھی اپنے سامنے بیٹھے براق کو۔۔پھر مسکراتی۔۔اور کافی کے دو تین گھونٹ بھرتی۔

"تم نے وہ کتاب پڑھی؟" براق نے کافی کا ایک گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔ لہجہ گہرا اور بے حد معنی خیز تھا۔

"کون سی؟" اس نے نا سمجھی سے ابرو اچکائے۔

"بریوری آ بلیسنگ۔" اس نے ذرا سے شانے اچکائے۔۔ وہ یہ سمجھ نہ سکی کہ براق اس کتاب کا کیوں پوچھ رہا ہے۔۔ ماتھے پر ہلکی سی سوچ کی لکیریں نمایاں ہوئیں۔

"جی میں نے پڑھ لی تھی۔ بہت اچھی کتاب تھی وہ۔" اس نے ستائشی انداز میں مسکرا کر کہا۔

"کیا سیکھا تم نے اس سے؟" سوال فوراً سے پوچھا گیا۔

"بہت کچھ۔" سیاہ آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

"جیسے؟" اس نے کافی کا ایک گھونٹ لیا۔۔ وہ چند لمحے کچھ سوچنے لگی۔۔ پھر کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔

"جیسے۔۔ اکثر لوگ بے وقوفی کو بہادری سمجھ لیتے ہیں۔ جو شخص چاہے حق پر ہو لیکن وہ اپنے دشمن پر حملہ کرنے سے پہلے اسے جانچے نہیں۔۔ تو وہ بہادر نہیں بلکہ بے وقوف ہے۔" انداز پر اعتماد تھا۔۔ براق کی نگاہیں ہنوز اسی پہ جمی تھیں۔۔ نیلی آنکھوں میں سیاہ آنکھوں والی کے لیے محبت سے زیادہ فخر اور احترام تھا۔ وہ جیسے نینا نے سے جو کچھ سننا چاہ رہا تھا وہ وہی کہہ رہی تھی۔

"دشمن کو جانچنا بہت اہم ہے۔" اس نے مزید کہا۔

"اور؟" براق نے سحر زدہ سا ہو کر پوچھا۔۔نینا نے اپنی کافی کا مگ سامنے پڑی چھوٹی سی میز پر رکھ دیا۔ وہ اپنی کافی پی چکی تھی۔

"بہادری سے جینے میں ہی زندگی کا مزہ ہے۔ڈر ڈر کر رہنے سے انسان زندہ تو رہتا ہے لیکن جی نہیں پاتا۔" انداز بے حد پر اعتماد اور پر امید تھا۔

"اور؟" اس کی باتیں سلطان کے دل کو بہت سکون بخش رہی تھیں۔

"بہادری ایک نعمت ہے۔ایسی نعمت جو اللہ اسی کو دیتا ہے جس کو اس کی خواہش ہو۔ جو انسان ڈر ڈر کر جینے کا عادی ہو گیا ہو اسے تو بہادری کبھی نہیں ملتی کیونکہ اس کے اندر بہاردی سے جینے کی خواہش ختم ہو جاتی ہے۔"

اس نے اپنی بات مکمل کی تو براق نے اس کے لیے مسکرا کر دونوں ہاتھوں سے ہلکی سی تالی بجائی۔ یہ دیکھ کر وہ کھل کر مسکرانے لگی۔

لیکن وہ اب تک یہ نہیں سمجھ سکی تھی کہ وہ اس سے یہ سب کیوں پوچھ رہا تھا۔ وہ کتاب تو اسے میرائے نے دی تھی۔۔ تو اس نے اس بارے میں کیوں پوچھا؟ یہ وہ سمجھ نہ سکی۔

براق بھی اپنی کافی پی چکا تھا۔ اس نے بھی کافی کا مگ چھوٹی سی میز پر رکھ دیا اور پھر وہ دوبارہ نینا کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے تھے؟" اس نے ناسمجھی سے ابرو سکیڑتے ہوئے پوچھا۔۔وہ معنی خیز انداز میں زیر لب مسکرایا۔

"ویسے ہی۔" اس نے شانے اچکا دیے۔۔وہ جانتی تھی کہ وہ اسے سچ نہیں بتا رہا۔۔لیکن پھر بھی اس نے دھیرے سے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح ہوئی تو نینا میرائے کے پاس گئی۔وہ اس وقت اپنے کمرے میں تھی اور کچھ ہی دیر پہلے قرآن پڑھ کر فارغ ہوئی تھی۔ براق ناشتہ کرتے ہی کام سے چلا گیا تھا۔۔جیمرے خاتون لونگ روم میں بیٹھیں اس وقت ٹی وی پر کوئی ڈرامہ سیریل دیکھ رہی تھیں۔

"میرائے! تم نے مجھے جو کتاب دی تھی۔۔وہ تم نے کہاں سے لی تھی؟" کچھ دیر معمولی سی گفتگو کے بعد نینا نے اس سے تشویش کے عالم میں پوچھا۔وہ دونوں صوفے پر آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔

"کون سی کتاب؟" وہ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔۔لیکن پھر اسے چند لمحے سوچنے کے بعد یاد آ گیا کہ وہ کس کتاب کی بات کر رہی ہے۔

"اچھا اچھا وہ۔"بریوری آبلیسنگ"۔" لہجہ تیز تھا۔

"ہاں۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"وہ تو مجھے براق آبے نے دی تھی۔"اس نے ہلکے پھلکے سے انداز میں شانے اچکا کر کہا تو نینا چونک گئی۔

"تم کہہ رہی ہو کہ انہوں نے وہ کتاب تمہیں دی اور تم نے اسے مجھے دے دیا۔"اس نے حیرانی سے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔۔آواز قدرے بلند تھی۔

"ایوت! کیونکہ انہوں نے ہی مجھے وہ کتاب تمہیں دینے کو کہا تھا۔"میرائے نے اثبات میں سر ہلا کر کہا تو نینا مزید حیران ہو گئی۔۔وہ اسے حیرت زدہ سا ہو کر چند لمحے کے لیے دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 9

"اور ختم ہوا موسم بہار"

سائے کی گرفت میں

ایک خاموش سانس

"موت" کے دائروں میں سرگوشی کرتی ہے

عظیم انجان جہاں کی جانب ایک سفر

جہاں زندگی کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔

نظروں سے اوجھل ہوا لیکن ذہن سے نہیں

یادیں جڑی رہتی ہیں،

جڑی رہتی ہیں!

وقت کی ٹیپسٹری میں، ایک دھاگہ

کہانیوں میں بنا ہوا تھا جو ہم نے ایک بار پھیلائی تھیں۔

پردہ گرتا ہے

اسٹیج مدھم پڑ جاتا ہے

پھر بھی زندگی کا جوہر

ایک دیرپا گیت ہے۔

قسمت کے ساتھ رقص

ایک آخری کمان

جیسے ہی روحیں کائناتی مشق کا آغاز کرتی ہیں۔

موت!

ایک راستہ ہے

اختتام نہیں

کائناتی موڑ کے گرد ایک تبدیلی ہے۔

زندگی کی سمفنی میں

ایک وقفہ ہے

ایک بے سبب لمحہ۔

پردے کے ذریعے جہاں سائے الگ ہوتے ہیں

ایک صوفیانہ سفر ہے

ایک فن کا کام ہے!

سائیکل کا مڑنا

ایک کائناتی سانس

خاموش موت کے ساتھ

خاموش رقص میں۔

(نظم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"تم کہہ رہی ہو کہ انہوں نے وہ کتاب تمہیں دی اور تم نے اسے مجھے دے دیا۔" اس نے حیرانی سے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔۔ آواز قدرے بلند تھی۔

"ایوت! کیونکہ انہوں نے ہی مجھے وہ کتاب تمہیں دینے کو کہا تھا۔" میرائے نے اثبات میں سر ہلا کر کہا تو نینا مزید حیران ہو گئی۔۔ وہ اسے حیرت زدہ سا ہو کر چند لمحے کے لیے دیکھتی رہ گئی۔

"کیا مطلب؟ میں کچھ سمجھ نہیں پا رہی؟" اس نے ناسمجھی سے ابرو سکیڑتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا رکو میں تمہیں ساری بات بتاتی ہوں۔" اس نے اطمینان سے کہا۔۔ وہ اسے متوجہ ہو کر سننے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کچھ ماہ پہلے۔

شام کے رنگوں نے استنبول پر اپنا جال پھیلایا ہوا تھا۔ براق اس وقت گھر پر نہیں تھا۔ جیمرے خاتون کچھ ہی دیر پہلے مغرب کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں۔ وہ اب لونگ روم میں بیٹھ کر چائے پی رہی تھیں۔۔ ساتھ ہی ٹی وی پر کوئی ڈرامہ سیریل چل رہا تھا۔۔ اس وقت انہیں میرائے کی کال موصول ہوئی۔ کچھ دیر معمولی سی گفتگو جاری رہی۔

"آنے! میں بہت زیادہ کنفیوز ہو رہی ہوں۔" اور پھر دوسری جانب سے اس نے کافی کنفیوزڈ لہجے میں کہا۔

"کس بارے میں؟" انہوں نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا نانینا کے بارے میں۔ وہی اینکر جس کے تجزیے میں کافی عرصے سے سنتی آرہی ہوں۔ وہ اب مجھ سے یہاں ملی ہے تو میں چاہ رہی تھی کہ اپنی اور اس کی دوستی کو مزید مضبوط بنانے کے لیے میں اسے کوئی تحفہ دوں۔" وہ اپنی بات کہے جا رہی تھی کہ تب ہی انہوں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تو تمہیں یہ سمجھ نہیں آرہی کہ تم اسے کیا تحفہ دو؟" انہوں نے ذرا سے ابرو اچکائے۔

"ایوت آنے!۔" دوسری جانب سے میرائے نے فوراً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم تھوڑا صبر کرو۔۔ میں آج براق سے اس بارے میں suggestions لوں گی۔ اس کے پاس ضرور کوئی اچھا آئیڈیا ہو گا۔ تم جانتی ہو نا! براق جس شخص کو جو تحفہ دیتا ہے۔۔ وہ شخص اس تحفے کو کبھی نہیں بھولتا۔" وہ اپنی بات مکمل کر کے ہلکا سا مسکرائیں۔

میرائے ان کی بات سن کر کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی۔ اس کی خاموشی یہ تو بتا رہی تھی کہ وہ ان کی باتوں سے متفق تھی لیکن پھر بھی اسے کچھ تشویش ہو رہی تھی۔

"لیکن آنے وہ تو نینا کو جانتے بھی نہیں ہیں پھر انہیں کیسے سمجھ آئے گی کہ اسے کون سا تحفہ دینا چاہیئے ؟"اس کے سوال نے انہیں چند لمحوں کے لیے ایک گہری سوچ میں ڈبو دیا۔انہوں نے اپنا چائے کا کپ سامنے پڑی میز پر رکھا۔۔اور ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔

"تم فکر مت کرو۔ براق آئے گا تو میں اسے نینا کے بارے میں وہ کچھ بتاؤں گی جو تم نے مجھے بتایا ہے۔ہو سکتا ہے وہ کوئی اچھا آئیڈیا دے ہی دے۔ہے نا؟"انہوں نے اسے تسلی دی۔

"ٹھیک ہے !۔"دوسری جانب سے اس نے کہا تو اس کے لہجے میں ناامیدی اور مایوسی خاصی جھلک رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نیویارک کو سورج کی کرنوں نے گھیر رکھا تھا۔میرائے اپنے ہوٹل کے کمرے میں موجود تھی۔بیڈ پر بیٹھے وہ ناشتہ کرنے میں محو تھی۔۔اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے ایک ہاتھ میں موبائل پکڑا ہوا تھا جس پر وہ انسٹا اسکرول کر رہی تھی۔

جیمرے خاتون کی کال موصول ہوتے ہی اس نے فوراً ان کی کال ریسیو کر لی۔ معمول کی گفتگو کے بعد انہوں نے اپنی بات کہنا شروع کی۔

"براق سے میں نے بات کی تھی۔"وہ ابھی کہہ ہی رہی تھیں کہ میرائے نے ان کی بات کاٹ دی۔

"اچھا! کیا کہا انہوں نے؟"اس نے فوراً تیز لہجے میں پوچھا۔

"اسے میں نے بتایا کہ اس طرح سے میرائے کی ایک دوست ہے جو ایک اینکر ہے اور اس نے ابھی کچھ ہی روز پہلے ایک تقریر کی ہے اقوام متحدہ میں۔۔جس میں اس نے فلسطین اور کشمیر کے مسائل پر بھی بات کی ہے۔"انہوں نے ایک چھوٹا سا وقفہ لیا۔

"تو وہ کہہ رہا تھا کہ تم اسے کوئی کتاب کیوں نہیں دے دیتی؟"انہوں نے ایک گہری سانس لے کر اپنی بات مکمل کی۔وہ شاید جانتی تھیں کہ میرائے کو یہ آئیڈیا بالکل پسند نہیں آیا۔

"کیا؟میں اسے ایک کتاب دوں؟یہ کیسا تحفہ ہے؟"اس نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑیں۔۔ماتھے پر بل نمایاں ہو گئے۔۔وہ جھنجھلا گئی تھی۔

"میرائے!مجھے تو یہ کوئی بری آپشن نہیں لگتی۔"انہوں نے کہا تو میرائے کا موڈ بگڑ گیا۔

"اچھا اگر میں اسے ایک کتاب دے بھی دوں تو کیا آپ یہ بتا سکتی ہیں کہ میں اسے کون سی کتاب دوں؟مجھے تو اس کی پسند کے بارے میں بھی نہیں معلوم۔"اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ براق نے ایک اچھا آئیڈیا دیا ہے۔ میں تمہیں بتا دیتی ہوں اگر تمہیں دلچسپی ہے۔ ورنہ کوئی بات نہیں۔" وہ اب اسے تنگ کر رہی تھیں۔۔ وہ یہ سن کر چہکی۔

"کیسا آئیڈیا؟ بتائیں مجھے۔" لہجہ تیز تھا۔

"وہ کہہ رہا تھا کہ اس کے پاس ایک کتاب پڑی ہے جس کا نام **"بریوری آ بلیسنگ"** ہے۔ اس کے حساب سے وہ کتاب نینا کو بہت پسند آئے گی۔" وہ بتا رہی تھیں تو اس نے ان کی بات کاٹ دی۔

"انہیں ایسا کیوں لگتا ہے ؟"

"میں نے اسے نینا کے بارے میں کافی کچھ بتایا تھا تو اسی لیے وہ کہہ رہا تھا۔" انہوں نے شانے اچکائے۔

"اوہ! تو کیا کہہ رہے تھے وہ؟" میرائے نے ان سے اپنی بات جاری رکھنے کا کہا۔

"تو وہ یہی کہہ رہا تھا کہ اس کتاب کو وہ تمہیں دے دیتا ہے۔ تم اس کتاب کو نینا کو دے دینا۔" انہوں نے ہلکا سا مسکرا کر اپنی بات مکمل کی تو وہ چند لمحے کے لیے کچھ سوچنے لگی۔

"وہ کتاب مجھ تک کیسے پہنچائیں گے ؟ مطلب میں تو یہاں نیویارک میں ہوں۔" چہرے پر سوچ کی گہری لکیریں نمایاں تھیں۔

"وہ پارسل کے ذریعے پہنچادے گا نا۔اس میں اتنی پریشانی کی کیا بات ہے۔"انہوں نے بے فکری سے کہا۔میرائے ان کی بات سے متفق تھی۔یہ آئیڈیا برا نہیں تھا بلکہ یہ کافی اچھا تھا۔اسے اس بات کا یقین ہو گیا تھا۔

آخر وہ آئیڈیا دیا کس نے تھا؟

اور پھر

وہ آئیڈیا تھا بھی سلطانہ کے لیے۔

اسے اچھا بلکہ **"منفرد"** تو ہونا ہی تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

موجودہ دن۔

میرائے اور وہ آمنے سامنے صوفے پر بیٹھی تھیں۔وہ اب تک اپنی بات مکمل کر چکی تھی۔نینا کا چہرہ کافی سارے تاثرات سے بھرا تھا۔

"ٹھیک ہے میرائے۔لیکن مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آئی۔"اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔اسے تعجب ہوا۔

"کیا؟"اس نے ناسمجھی سے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"تم نے مجھے اس دن نہیں بتایا کہ وہ کتاب تمہیں کس طرح ملی۔ کیوں؟" اس نے اسے پر سوچ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔ میرائے کے چہرے پر کئی تاثرات ابھرے۔ اس نے چند لمحے کے لیے نینا سے نظریں پھیر لیں۔۔ وہ یہ سمجھ نہیں پائی کہ آخر میرائے اس سے نظریں کیوں نہیں ملا رہی۔

"نینا! (اس نے ایک گہری سانس لی) میں تم سے صرف دوستی کرنا چاہتی تھی اسی وجہ سے میں نے تمہیں نہیں بتایا۔" اس نے جواب دیا تو نینا کو لگا جیسے اس کے سامنے بیٹھی لڑکی ایک سمجھ دار اور میچیور شخص نہیں بلکہ ایک معصوم سا بچہ ہے جس کو صرف ایک ہی چیز چاہیئے ہوتی ہے۔۔ اور وہ ہے **"محبت"**۔ اس کی اس بات سے اسے ایک اور بات بھی سمجھ آ گئی۔

جب میرائے نے اسے وہ کتاب دی تھی تو اس نے کہا تھا کہ اسے شخصیت کو پہچاننے کا فن آتا ہے۔

لیکن اب اسے معلوم ہوا کہ شخصیت کو پہچاننے کا فن **"میرائے یامان"** کو نہیں

بلکہ

"براق یامان" کو آتا تھا۔ اور یہ اس کے لیے زیادہ حیرانی کا سبب تھا کہ براق یامان کسی سے ملے بغیر صرف اس کی چند معلومات سے ہی اس کی شخصیت کو پہچان سکتا ہے۔

"میرائے! میں تم سے ایک اور بات پوچھ سکتی ہوں؟" اب کی بار نینا نے کچھ ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ضرور۔" اس نے فوراً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے ہمیشہ سے کہتی تھی کہ براق گھر کو ٹائم نہیں دیتے۔ وہ ہر وقت اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن میرے حساب سے ایسا نہیں ہے۔ وہ تو گھر کی تمام ذمہ داریاں اچھے سے سنبھال رہے ہیں۔ تو پھر تم نے ایسا کیوں کہا؟" اب کی بار وہ کہہ رہی تھی تو اسے میرائے کا مسئلہ سمجھ آچکا تھا۔ وہ بس چاہتی تھی کہ میرائے اب اپنے اس مسئلے کی تمام لہروں کو جڑ سے اکھاڑ دے۔

"میں جانتی ہوں کہ میں نے غلط کہا۔ اور میں نے ایسا کیوں کہا اس کی وجہ بھی مجھے معلوم ہے۔ بس میں اس کی وجہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔" اس نے دھیرے سے شانے اچکا دیے۔۔ ایک خمی سے مسکراہٹ چہرے پر پھیل گئی۔۔ نیلی آنکھوں میں ہلکی سی نمی کی لہر موجود تھی۔

نینا نے اس کی بات کا برا نہیں مانا اور برا ماننا بھی نہیں چاہیئے تھا۔ جب کوئی انسان آپ کو کچھ نہیں بتانا چاہ رہا تو اس میں کچھ غلط نہیں۔ آپ کو اس پر جبر نہیں کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد ان دونوں کے درمیان کچھ ہی دیر بات چیت جاری رہی۔۔ اور پھر نینا اس کے کمرے سے چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میرائے صوفے سے اٹھی۔۔ ایک گہری سانس لی۔

(وہ براق کے بارے میں ہمیشہ ایسا کیوں کہتی تھی؟

اسے نینا کی دوستی کیوں چاہیئے تھی؟ کیوں اسے یہ خوف تھا کہ اگر وہ اسے کوئی تحفہ نہیں دے گی تو نینا اور اس کی دوستی مضبوط نہیں ہو پائے گی؟

کیونکہ اسے چاہے جتنی محبت! جتنا پیار مل جاتا وہ اس کے لیے ناکافی رہتا۔

جب انسان خود سے محبت نہیں کرتا تو اسے اگر دنیا بھر کی محبت بھی مل جائے۔۔ وہ کبھی اس سے خوش نہیں ہوتا۔ اسے ہر وقت مزید محبت چاہیئے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے دل کا وہ خانہ خالی ہوتا ہے جس میں اس نے وہ محبت ڈالنی ہوتی ہے جو وہ خود سے کرتا ہے۔ اس خانہ کی کمی صرف وہی محبت پوری کر سکتی ہے جو آپ خود سے کرتے ہیں۔

جب یہ خانہ خالی رہتا ہے تو انسان میں کسی دوسرے انسان کو کھو دینے کا خوف پیدا ہونے لگتا ہے۔

یہ باتیں میرائے کو اسی دن سمجھ آگئی تھیں جب اس نے خود کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر اسے یہ باتیں سمجھ نہ آئی ہوتیں تو وہ آج نینا کو کبھی بھی یہ سب نہ بتاتی کیونکہ اس کے دل میں آج بھی نینا کو کھو دینے کا خوف ہوتا۔ وہ آج بھی خود سے محبت نہ کرتی ہوتی۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جون کا آخر چل رہا تھا۔آج رات کا کھانا پہلی بار نینا نے بنایا تھا۔جیمرے خاتون کے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی اس نے کھانا بنایا۔اور وہ کھانا بھی ترکش کھانا نہیں بلکہ **"پاکستانی"** کھانا بنا رہی تھی۔

اس نے آج یہ عہد کر رکھا تھا کہ وہ سب کو پاکستانی کھانے کھلا کر چونکا دے گی۔اسے یقین تھا کہ وہ سب پاکستانی کھانا کھا کر ترکش کھانے بھول جائیں گے۔

ڈائنگ ٹیبل پر خوبصورت برتنوں میں بریانی۔۔قورمہ اور روٹیاں اس نے نفاست سے رکھی ہوئی تھیں۔ان لذیذ کھانوں کی خوشبو ماحول میں پھیلی تھی۔نینا نے سب کو سفید رنگ کی پلیٹوں میں کھانا ڈال کر دیا۔

اور پھر اس نے اپنی پلیٹ میں کھانا ڈالا۔ابھی کسی نے بھی قورمہ نہیں لیا تھا۔

ابھی صرف سب نے بریانی ہی لی تھی۔۔براق سربراہی کرسی پر بیٹھا تھا۔نینا اس کے ایک طرف والی پہلی کرسی پر بیٹھی تھی۔۔ساتھ والی کرسی پر میرائے براجمان تھی۔دوسری طرف رکھی پہلی کرسی پر جیمرے خاتون بیٹھی تھیں۔

کھانا کھاتے ہوئے سب کو ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی۔وہ ابھی تک انتظار کر رہی تھی کہ کوئی اس کے کھانے کی تعریف کرے مگر کسی کی جانب سے کچھ نہ کہا گیا۔وہ بھی خاموشی سے کھانا کھاتی رہی۔

براق اور میر ائے بھی خاموشی سے کھانا کھا رہے تھے اور ان کے برعکس جیمرے خاتون کافی سنجیدگی سے کھانا کھا رہی تھیں۔ان کے چہرے کا سنجیدہ پن یہ ظاہر کر رہا تھا کہ انہیں کھانا پسند نہیں آیا۔

"نینا! کھانا اچھا نہیں ہے۔" چند لمحے بعد جیمرے خاتون نے نہایت سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو نینا کا دل ڈوبنے لگا۔اس نے اتنی محنت سے یہ کھانا بنایا تھا۔۔اور انہیں یہ پسند نہیں آیا۔۔ چچ!۔

"یہ کھانا بہت اچھا ہے۔" اور ان کا اگلہ جملہ سن کر وہ کھل اٹھی۔اسے اپنی محنت کا صلہ جیسے وصول ہو گیا ہو۔ براق اور میر ائے نے بھی جیمرے خاتون کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔۔سب کے چہروں پر بے حد خوبصورت مسکراہٹ پھیلی تھی۔

جیمرے خاتون نے آج تک کھانے کے معاملے میں کبھی کسی کی تعریف نہیں کی تھی۔لیکن آج انہوں نے اس کی تعریف کر کے اپنا یہ اصول توڑ دیا۔آخر وہ سلطان کی والدہ تھیں!

توجب سلطان کے اصول سلطانہ کے لیے معاف تھے

پھر سلطان کی والدہ کے اصول کیسے سلطانہ کے لیے معاف نہ ہوتے؟

اب نینا نے سب کو قورمہ ڈال کر دیا۔ سب کو یہ یقین تھا کہ یہ بھی پہلے والے کھانے کی طرح ہی لذیذ ہو گا۔ اس نے مرچ مصالحے کم ہی ڈالے تھے کیونکہ ترک تیز مرچ اور مصالحوں والے کھانے نہیں کھاتے۔

لیکن قورمہ میں مصالحہ شاید ترکوں کے حساب سے زیادہ ڈل گیا تھا بلکہ وہ مصالحہ پاکستانیوں کے حساب سے بھی زیادہ ہی تھا۔۔ یہ نینا کو قورمہ کا پہلا نوالہ لے کر ہی معلوم ہو گیا۔

اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر ایک نظر ان تینوں کو دیکھا۔ جیمرے خاتون اور میرائے پانی کا گلاس بھر بھر کر پی رہی تھیں۔ ان کی آنکھیں بھی ویسے ہی سرخ ہو رہی تھیں جیسے نینا کی آنکھیں قورمہ کا ایک نوالہ لے کر سرخ ہو گئی تھیں۔

لیکن ان تینوں میں سے سب سے مختلف براق تھا۔ وہ کوئی رد عمل دیے بغیر وہ مرچ مصالحوں سے بھرپور کھانا کھا رہا تھا۔ اس کی نیلی آنکھیں بھی سرخ ہو چکی تھیں لیکن وہ پھر بھی قورمہ کھا رہا تھا۔ وہ حیران ہو رہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ پریشان بھی کیونکہ اس کھانے میں واقعی مصالحہ اور مرچ تیز نہیں۔۔ بہت تیز تھی۔

جیمرے خاتون اور میرائے نے خاموشی سے وہ قورمے کی پلیٹ واپس رکھ دی۔ انہوں نے کوئی ناگواری ظاہر نہیں کی لیکن انہیں ناگواری تب محسوس ہوئی جب انہوں نے براق کو مسلسل وہ کھانا کھاتے ہوئے دیکھا۔

"براق! مت کھاؤ یہ۔" اس کی حالت پر ترس کھاتے ہوئے جیمرے خاتون نے کہا تو براق نے دھیرے سے نفی میں سر ہلادیا۔۔ تیز مرچ اور مصالحے کے باعث اس کے لب جل رہے تھے۔نینا کو اس وقت کافی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ آج اس نے پہلی بار کھانا بنایا اور وہ بھی کیسا۔

"مت کھائیں آپ۔" اب کی بار نینا نے اس سے فکر مندی سے کہا تو براق معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا۔اس کی مسکراہٹ میں بہت کچھ تھا۔

جیمرے خاتون اور میرائے بھی یہ دیکھ کر دل ہی دل میں مسکرانے لگیں۔انہیں سمجھ آگئی تھی کہ وہ کھانا پورا ہی کھائے گا

آخر وہ سلطانہ نے جو بنایا تھا!

اور ایسا ہی ہوا اس نے وہ قورمہ اور روٹی پوری کھائی۔اور یہ کھاتے ہوئے اس نے ایک مرتبہ بھی پانی نہیں پیا تھا۔اس کی آنکھیں تیز مصالحہ اور مرچ کھانے کو باعث مزید سرخ ہو چکی تھیں جنہیں دیکھ کر نینا کو اس کی مزید فکر ہو رہی تھی۔

اس نے وہ کھانے سے خالی پلیٹ نینا کی طرف مسکراتے ہوئے بڑھائی۔

"اور کوئی حکم ؟ کچھ اور ہے جو آپ ہمیں کھلانا چاہیں ؟آپ کے لیے تو ہم زہر بھی کھالیں۔ پھر یہ کیا چیز تھی۔ آپ کے ہاتھ سے پلایا گیا**"زہر"** بھی **"شہد"** ہو گا ہمارے لیے۔"اس نے بے حد رومانوی انداز میں مسکراتے ہوئے نینا سے کہا تو میرائے اور جیمرے خاتون یہ سن کر کھل کر ہنسنے لگیں۔نینا بھی اس کی بات سن کر اپنی ہنسی روک نہ سکی اور وہ بھی کھل کر ہنسنے لگی۔۔ یہاں تک کہ اس کے رخسار ہنس ہنس کر سرخ پڑ گئے۔

یہ منظر کافی خوبصورت تھا!

ایک مکمل خاندان!

ایک خوشحال خاندان!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چند دن بعد۔

شام کے سرمئی رنگوں نے سورج کی کرنوں کو چھپ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ آج اتوار تھا۔ براق اتوار کے دن بھی گھر دیر سے ہی آتا لیکن آج وہ گھر جلد ہی آگیا تھا۔ نینا ان سب کے لیے کچن میں چائے بنا رہی تھی۔

اب ہر روز کھانا اور چائے وہ ہی بنایا کرتی تھی۔ یہ ایک ایسی تبدیلی تھی جو ان کے گھر میں نینا ہی لائی تھی ورنہ اس سے پہلے صرف جیمرے خاتون ہی یہ کام کیا کرتی تھیں۔ لاکھ ملازم اور ملازمہ وغیرہ رکھے تھے ان کاموں کے لیے لیکن جیمرے خاتون ان کے ہونے کے باوجود بھی یہ کام خود ہی کیا کرتی تھیں۔۔اور ملازموں کو فارغ کر دیا کرتیں۔

ان کے گھر میں صرف پروین ہی ایک ملازمہ تھی جو صرف گھر کی صفائی وغیرہ کے کام کرتی مگر کچن کی ذمہ داری نینا نے **"خود"** سنبھال لی تھی۔

وہ سب کے لیے چائے بنا چکی تھی اور اب اس نے چائے کو کپوں میں ڈال کر ایک ٹرے میں نفیس انداز میں رکھا تو اسے باہر سے کچھ شور کی آواز آئی۔

وہ کچن کے دروازے تک گئی اور باہر دیکھنے پر اسے کچھ لوگ نظر آئے۔ وہ اس لڑکی اور اس کے ساتھ کھڑے دو افراد کو نہیں جانتی تھی۔ لیکن جیمرے خاتون اور میر ائے ان سے جس طرح سے مل رہی تھیں اس سے یہ بات تو ثابت تھی کہ یہ ان کے کوئی جاننے والے تھے۔

براق سیڑھیوں سے اترتا ہوا اسے نظر آیا۔ وہ بھی سیدھا ان سے ملنے گیا۔

نینا نے اپنا دوپٹہ سر پر لیا اور کچن سے باہر نکلی۔ اس نے سر پر دوپٹہ اس طریقے سے لیا کہ اس کے چوتھائی حصے کے بال بھی آشکار نہیں ہو رہے تھے۔

وہ چاہے جتنے مرضی کام کر لے لیکن اس نے اپنا آپ ہمیشہ بہت ہی خوبصورت۔۔ نکھرا نکھرا اور صاف ستھرا رکھا ہوتا۔اسے دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں مان سکتا تھا کہ یہ لڑکی اتنی دیر کچن میں کام کرتی ہے۔اوراس کے ساتھ ساتھ اپنا کام جیسے تجزیے وغیرہ بھی بخوبی انجام دیتی ہے۔

نازلی کے ساتھ اس کے ماں باپ تھے جو اس وقت براق سے مل رہے تھے اور اسے ترک زبان میں کچھ کہہ رہے تھے۔

نازلی کے والد **"یوسف بے"** اور اس کی والدہ **"گوکچے حانم"** نے جب نینا کو دیکھا تو ان کے چہرے پر موجود مسکراہٹ مزید بڑھی۔ گوکچے حانم نے نینا کو یوں گلے لگایا جیسے وہ اسے کافی عرصے سے جانتی ہوں۔ ترک ایسے ہی ہوتے ہیں! کھلے دل کے مالک!

یکلخت نینا کو یاد آیا۔۔ براق اور جیمرے خاتون نے ولیمے پر اسے یوسف بے اور گوکچے حانم سے ملوایا تھا۔۔ لیکن اس وقت ان کے ساتھ نالی نہیں تھی۔

وہ اس سے ترک زبان میں کافی کچھ بہت ہی خوش دلی سے کہہ رہے تھے جسے وہ سمجھنے سے قاصر تھی لیکن وہ چہرے پر ایک مسکراہٹ لیے ان کی باتیں سن کر ہاں میں ہاں ملا رہی تھی۔

براق نے نینا کو ان کا ایک بار پھر تعارف کروایا۔اس دوران نازلی نے بھی نینا سے ایک پھیکی سی سلام دعا کی۔وہ اس کے اس پھیکے رویے کی وجہ سمجھ نہیں سکی تھی۔

جیمرے خاتون ان سب کو لے کر لونگ روم میں جانے لگیں۔

نینا بھی ان کے ساتھ ہی لونگ روم میں چلی گئی۔ جیمرے خاتون اسے بتا رہی تھیں کہ نازلی اور اس کے والدین ان کے فیملی فرینڈز ہیں۔ نازلی کے بارے میں بھی انہوں نے اسے بتایا۔ براق اس وقت اگر کسی سے بات کر رہا تھا تو وہ صرف یوسف بے تھے جن سے وہ بس ادھر ادھر کی باتیں کر رہا تھا جیسے ملکی حالات۔۔ سیاست وغیرہ۔

گو کہ بھی جیمرے خاتون اور میرائے سے بات کر رہی تھی۔ ان کی باتوں میں بار بار نازلی بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھی۔ وہاں سب ایک دوسرے سے ایسے بات کر رہے تھے جیسے پتہ نہیں وہ ایک دوسرے کے کتنے سگے ہوں۔ نازلی اس وقت آدھی آستینوں والی شارٹ شرٹ اور ٹائٹس میں ملبوس تھی۔۔ اسٹریکنگ والے بال ایک اونچے بن میں بندھے تھے۔۔ اور چہرہ ہمیشہ کی طرح بے تحاشہ میک اپ سے بھرا تھا۔

نینا کو اپنا آپ وہاں کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بس خاموشی سے وہاں بیٹھی تھی۔ کوئی اس سے بات نہیں کر رہا تھا۔ سب آپس میں ہی گفتگو کرنے۔۔ قہقہے لگانے میں محو تھے۔ اس نے ایک مرتبہ براق کو دیکھا جو یوسف بے سے بات چیت کر رہا تھا۔ اس نے نینا کی جانب نہ دیکھا تو اسے زیادہ عجیب محسوس ہوا۔

وہ وہاں سے چائے لانے کا کہہ کر اٹھی اور سیدھا کچن میں گئی۔۔ چہرے پر ناگواری کے تاثرات خوب واضح تھے۔اس نے پہلے جو چائے بنائی تھی وہ اب ٹھنڈی ہو چکی تھی۔اور پہلے بنائی گئی چائے اب موجود لوگوں کے حساب سے کم تھی۔اس لیے اس نے نئے سرے سے چائے بنانا شروع کی۔

وہ ایک دم جیسے کافی اداس سی ہو گئی تھی۔۔دل بھی کافی بجھا بجھا سا۔۔اور کش مکش کا شکار ہو گیا تھا۔

اچانک کسی نے چولہا بند کرتے ہوئے اس کے کندھے تھپتھپائے۔وہ حیرانی سے فوراً پیچھے مڑی تو وہاں براق کھڑا تھا۔

"چائے ابل گئی تھی نینا۔" وہ نرمی سے اس سے کہہ رہا تھا۔۔اور پھر وہ چائے کو خود کپوں میں ڈالنے لگا۔اس وقت وہ اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔وہ جانتی تھی کہ براق اس کے چہرے کے تاثرات سمجھ گیا تھا۔لیکن اسے احساس ہو گیا تھا کہ اسے یہ سب محسوس نہیں کرنا چاہیئے تھا۔وہ لوگ ان کو کافی عرصے سے جانتے تھے اس لیے وہ آپس میں اتنی زیادہ باتیں کر رہے تھے اور نا چاہتے ہوئے بھی وہ اسے نظر انداز کر گئے تھے۔

آخر وہ تو نینا کو جانتے بھی نہیں تھے۔۔تو وہ اس سے بات کیا کرتے۔لیکن ان سب باتوں کے باوجود ایک بات جو اسے کھٹک رہی تھی وہ یہ تھی کہ وہ ان سے ملنے سے پہلے براق کے اور بھی بہت سے رشتہ دار جن میں ایمرے چچا بھی شامل تھے،ان سب سے بھی مل چلی تھی۔ان میں

سے تو کسی نے اسے اس طرح نظر انداز نہیں کیا تھا جس طرح نازلی اور اس کے والدین اسے کر رہے تھے۔

ایمرے چچا بھی براق کی شادی کے بعد دو تین مرتبہ ان کے گھر آئے تھے۔۔انہوں نے نینا سے بے حد خوش دلی سے بات چیت کی تھی۔۔وہ تو ان لوگوں کی طرح بالکل نہ تھے۔

براق چائے کو کپوں میں ڈال چکا تھا۔نینا اس کی جانب بڑھی اور چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ لیے اس نے ان چائے کے کپوں کو ٹرے میں نفاست کے ساتھ رکھنا شروع کیا۔ براق اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"میں لے جاتا ہوں ٹرے۔"اس نے کہا تو اس نے اسے چونک کر دیکھا۔

"نہیں! میں لے جاتی ہوں۔آپ جائیں ان کے پاس بیٹھیں۔"وہ ہلکا سا مسکرائی اور ٹرے دونوں ہاتھوں میں اٹھانے لگی۔

"نہیں میں تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا۔"اس نے دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹتے ہوئے کہا تو نینا مزید مسکرانے لگی۔وہ سمجھ گئی تھی کہ براق کو معلوم ہو گیا ہے کہ وہ برا محسوس کر رہی ہے۔

لیکن اسے اس بات کا بھی احساس ہو گیا تھا کہ وہ کچھ زیادہ ہی فیل کر گئی تھی۔اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔وہ اس وقت دل ہی دل میں خود کلامی کرتے ہوئے اپنے آپ کو غلط کہہ رہی تھی۔

اس نے دونوں ہاتھوں میں ٹرے اٹھایا اور پھر براق کے ساتھ لونگ روم میں جانے لگی۔ آج اتوار تھا تو پروین کی چھٹی تھی۔۔ نہیں تو یہ برتن لے کر جانے اور انہیں رکھنے اور دھونے کے کام پروین ہی کیا کرتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لونگ روم میں اب سب چائے پی رہے تھے اور پہلے کی طرح ہی آپس میں بات چیت کرنے میں مصروف تھے سوائے نینا کے۔۔ مگر اب وہ اس بات کو زیادہ محسوس نہیں کر رہی تھی۔ ان کی باتوں کا سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہا اور پھر یوسف بے کو کسی کی کال موصول ہوئی تو وہ معذرت کر کے وہاں سے اٹھ کر کال سننے کے لیے باہر چلے گئے۔

کچھ لمحے بعد جیمرے خاتون گوکچے حانم کو لے کر لونگ روم سے باہر نکلیں۔ وہ اسے لان میں لے کر جا رہی تھیں ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے لیے۔

اب لونگ روم میں صرف وہ چاروں ہی موجود تھے۔ یہ موقع نازلی نے ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔۔ اور اس نے اس موقع کا پورا فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔

براق اپنی چائے پی چکا تھا اور اس نے چائے کے کپ کو سامنے پڑی میز پر رکھا۔۔ پھر ایک نظر نینا کو ہلکا سا مسکرا کر دیکھا۔۔ اور موبائل کی اسکرین پر نظریں جما لیں۔

"میر ائے! تمہیں یاد ہے نا، بچپن میں، میں تم اور براق کتنا کھیلا کرتے تھے۔(اس نے میر ائے کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔)اور نینا! (اب کی بار اس نے نینا کو مخاطب کیا) تمہیں معلوم ہے ہم لوگ جتنا لڑتے تھے نا اس سے کئی زیادہ ہماری دوستی تھی۔" وہ اپنے بالوں کی گھنگریلی لٹ انگلی پر لپیٹتے ہوئے اسے بتا رہی تھی تو نینا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس کے برعکس براق کے چہرے پر ناگواری کی ایک لہر ابھر آئی۔۔جب بھی نازلی اس کے سامنے ہوتی۔۔ناگواری کے تاثرات نا چاہتے ہوئے بھی اس کے چہرے پر ابھر آتے۔وہ بظاہر ان کی جانب متوجہ نہیں تھا۔۔لیکن پھر بھی ان کی ساری باتیں سن رہا تھا۔

"میں جب جب پیرس سے ترکیے آیا کرتی تھی۔۔جیمرے خاتون ہمیشہ مجھے اپنے گھر بلاتیں۔ یوں سمجھو کہ میں پیرس سے ترکیے آتی ہی صرف "ان "(اس نے براق کی طرف دیکھا)لوگوں کے لیے تھی۔"

اس کی باتوں سے میر ائے کو کچھ کچھ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ یہ سب کیوں کہہ رہی ہے۔وہ جانتی تھی کہ جب جب نازلی ان میں سے کسی سے ملتی۔۔تو وہ کبھی بھی یوں پرانی باتیں نہیں کیا کرتی تھی۔ لیکن وہ آج یہ سب باتیں کیوں دہرا رہی تھی اس کا اندازہ میر ائے کو اور براق کو بھی اچھے سے ہو گیا تھا۔

البتہ نینا اس کی باتوں کو زیادہ سنجیدہ نہیں لے رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ بچپن میں ہر کوئی اپنے رشتہ دار یا دوستوں وغیرہ کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ تو اس کی بات کافی لطف اندوز ہو کر سن رہی تھی۔

نازلی اسے یوں ہی کچھ دیر تک اپنے اور "براق" اور اس کے خاندان کی پرانی سو کالڈ اچھی اور یادگار لمحوں کی باتیں سنائی جا رہی تھی۔ لیکن جب اس نے یہ محسوس کیا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی تو اس نے اپنی باتوں کا رخ کہیں اور موڑ لیا۔

"نینا! تم تو اب ترکیے آگئی ہو۔ اب تم اپنے تجزیے وغیرہ کیسے کرتی ہو؟" یہ ایک بہت ہی احمقانہ سوال تھا۔

"آن لائن۔" اس نے شانے اچکا کر ایک مختصر سا جواب دیا تو نازلی مسکرائی۔

"اوہ! ۔(اس نے ایک گہری سانس لی)۔ تمہیں ایسا نہیں لگتا کہ تم نے اپنے اس رشتے کے لیے زیادہ ہی قربانیاں دی ہیں؟" یہ اس کی جانب سے ایک اور وار تھا۔۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گی۔۔ اس کی امید اسے اس بار تھی۔ میرائے سنجیدہ ہوئی۔۔ براق نے بھی موبائل کی اسکرین سے نظریں اٹھا کر اسے تیکھی نگاہوں سے دیکھا۔

"مطلب؟" نینا نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"مطلب تم نے! براق کے لیے اپنا ملک چھوڑا۔یہ بہت بڑی قربانی ہے۔تم پہلے آرام سے تجزیے کر سکتی تھی کیونکہ تم اپنے ملک میں تھی لیکن اب تمہیں آن لائن یہ سب کرنا پڑتا ہے۔۔یہ تو ظاہر سی بات ہے مشکل ہوگا۔تو ایسا کیوں نہیں ہوا کہ براق پاکستان آجاتا؟اگر تم اس کے لیے اپنا ملک چھوڑ سکتی ہو تو یہ کیوں نہیں؟(اس نے براق کی جانب ایک طنزیہ نگاہ دہرائی)"اپنی بات کے اختتام پر وہ شانے اچکا کر دھیرے سے مسکرائی۔۔نینا بھی ہلکا سا مسکرائی۔

"نازلی!(اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔۔اور ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔)پہلی بات تو یہ کہ میں نے اپنے ملک کو نہیں چھوڑا۔"اس نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔

"تم ترک ہو ہے نا؟لیکن تم ہمیشہ سے رہی پیرس میں تھی۔اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تمہاری identityبدل گئی ہو؟"اس کے الفاظ نازلی کے لیے کافی بھاری ثابت ہو رہے تھے اور ابھی اس کے الفاظ اس کے لیے مزید بھاری ثابت ہونے والے تھے۔

"اور اگر تم یہ کہہ رہی ہو کہ براق نے میرے لیے اپنا ملک کیوں نہیں چھوڑا تو تمہیں یہ بات ان سب لڑکیوں کو کہنی چاہیئے جو شادی کے بعد شوہر کے گھر جاتی ہیں۔اگر تم یہ سب کہتی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا یہ خیال ہے کہ۔۔شوہر کو شادی کے بعد بیوی کے گھر رہنا چاہیئے۔
رائٹ؟"وہ یہ سب کہتے ہوئے مسلسل مسکرا رہی تھی۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کے احمقانہ سوالوں کا جواب دے رہی تھی۔

اس کے جوابات سن کر براق اور میرائے بھی مسکرا رہے تھے جس وجہ سے نازلی کو خاصی شرمندگی محسوس ہونے لگی۔ حالانکہ نینا کا مقصد اسے شرمندہ کرنا نہیں تھا۔

براق نے ایک نظر نازلی کو دیکھا۔۔ پھر طنزیہ انداز میں مسکرا کر سر جھٹکا۔۔ نازلی کا دل جلنے لگا۔ اور پھر براق لونگ روم سے باہر جانے لگا۔ وہ اگر مزید یہاں رکتا اور نازلی کے احمقانہ سوال سنتا تو یقیناً وہ کچھ ایسا بول دیتا جو نازلی سے برداشت نہ ہو پاتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شام کے گہرے سائے پر اب رات کی تاریکی منڈلا رہی تھی۔ وہ لوگ وہاں سے جانے والے تھے۔ جیمرے خاتون نے ان سے کہا تھا کہ وہ رات کا کھانا کھا کر جائیں مگر وہ نہ مانیں۔۔ وجہ نازلی تھی۔۔ وہ یہاں مزید رکنا نہیں چاہتی تھی۔

نینا میرائے کے ساتھ کچن میں تھی۔ وہ چائے کے برتنوں کو سنک میں ڈال رہی تھی اور میرائے اس کے ساتھ باتیں کرنے میں محو تھی۔

براق کو احمت کی کال موصول ہوئی تو وہ لان میں فون پر بات کرنے گیا تھا۔ وہ دونوں کچن سے نکل کر اب لونگ روم تک گئیں جہاں یوسف بے اور گوکچے جیمرے خاتون سے معمولی سی گفتگو کرنے میں مصروف تھے جو عام طور پر مہمان گھر سے جاتے ہوئے کرتے ہیں۔

"دوبارہ چکر لگائیے گا گوکچے حانم اور یوسف بے۔مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ لوگ یہاں آئے۔"جیمرے خاتون ان دونوں سے کافی خلوص اور خوش دلی سے کہہ رہی تھیں۔۔ان کی گفتگو جاری رہی۔۔اور سب موجود تھے یہاں سوائے نازلی کے۔اس بات پر کسی نے غور بھی نہ کیا۔

براق فون پر بات کرنے کے بعد گھر میں داخل ہوا تو اس نے نازلی کو سیڑھیوں سے اس کے کمرے میں جاتا ہوا دیکھا۔

یہ دیکھ کر براق نے اپنے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچی۔۔ابرو آنکھوں پر جھک سے گئے۔۔چہرے پر ناگواری کے تاثرات مزید بڑھ گئے۔اس کو یہ معلوم تھا کہ باقی سب لونگ روم میں ہیں تو نازلی اس کے کمرے میں کیوں گئی؟

وہ تیز قدم چلتا ہوا سیڑھیوں سے اپنے کمرے کے دروازے تک پہنچا۔کمرے کا دروازہ بند تھا۔

وہ کچھ سمجھ نہ سکا۔اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔۔اور پھر ہلکا سا دروازہ دھکیلا۔

کمرے میں ابھی اس نے قدم نہیں رکھا تھا۔۔کمرے میں جھانکا تو پہلے اسے وہاں کوئی نظر نہ آیا اور پھر اسے اپنے کمرے کی الماری کے ساتھ کھڑی نازلی نظر آئی۔اس نے الماری کا دروازہ کھولا ہوا تھا۔

یہ دیکھ کر براق کی آنکھیں گلابی ہو گئیں۔اس نے فوراً اپنے کمرے کا دروازہ پورا کھولا تو دروازہ کھلنے کی آواز پر نازلی گھبرا گئی۔اس نے الماری کا دروازہ فوراً بند کیا اور وہاں سے پیچھے ہٹی۔

کمرے کے دروازے کے ساتھ کھڑے براق کو دیکھ کر وہ بالکل بھونچکا۔۔اور ساکت سی رہ گئی۔ اس کے چہرے کے تاثرات کافی عجیب تھے۔کچھ تھا جو براق یامان نہیں سمجھ پارہا تھا۔

نازلی کے دل کی دھڑکنیں کافی تیز تھیں یوں جیسے کوئی چور چوری کرتا ہوا پکڑا جائے۔یا پھر کوئی شکاری جال بچھاتے ہوئے اپنے ہی جال میں پھنس جائے۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتے ہوئے اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"میں۔۔وہ۔۔" وہ ہچکچائی۔اس کے لہجے میں حد درجہ کا خوف تھا۔۔گھبراہٹ تھی۔کش مکش تھی۔

"نازلی!۔" وہ چلایا تو اس نے اپنے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اسے آہستہ بولنے کا اشارہ کیا کہ کہیں نیچے کوئی سن نہ لے۔

"میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ میری زندگی میں مداخلت مت کرنا۔اور تم! تم یہاں کر کیا رہی تھی؟" وہ طیش کے عالم میں بولتا ہوا الماری کی جانب بڑھا۔

اور پھر اس نے الماری کا دروازہ کھول کر الماری میں دیکھا۔وہاں موجود چیزوں کی ترتیب وہ نہیں تھی جو پہلے تھی۔جیسے کوئی اس میں کچھ ڈھونڈ رہا ہو۔

"نازلی! مجھے سچ سچ بتاؤ تم یہاں کیا کر رہی تھی؟'اب کی بار اس نے کہا تو اس کا لہجہ کافی سرد تھا۔

نازلی جواباً خاموش رہی۔آج براق کو ایسا لگ رہا تھا کہ یہ وہ نازلی نہیں ہے جسے وہ جانتا تھا۔یہ تو کوئی اور ہی تھی۔اس قدر گھبرائی ہوئی۔۔کش مکش کا شکار اور خوفزدہ۔وہ ایسا کیا کر رہی تھی جس وجہ سے وہ اس قدر گھبرا گئی تھی۔

"نازلی! نازلی!۔"یوسف بے اور گوکچے کی آواز پر نازلی اور براق چوکنا ہوئے۔

"جاؤ یہاں سے۔اور آئندہ مجھے تم اپنے سامنے نظر نہ آنا۔"اس نے درشتی سے کہا تو وہ فوراً وہاں سے باہر نکلی۔براق وہیں کھڑا رہا۔۔اور ایک بار پھر الماری کے تمام خانے اور دراز کھول کر دیکھنے لگا۔

جب وہ سیڑھیوں سے نیچے آرہی تھی تو اسے کسی نے نہیں دیکھا۔وہ سیدھی لونگ روم میں گئی۔

"نازلی بیٹا! کہاں رہ گئی تھی تم؟"گوکچے نے اس سے ہلکے پھلکے سے انداز میں پوچھا۔

"وہ۔۔میں باتھ روم میں فریش ہونے گئی تھی ذرا۔کافی تھکن محسوس ہو رہی تھی تو میں نے کہا میں منہ ہاتھ دھو لوں۔"اس نے اصل بات چھپاتے ہوئے کہا۔۔دل کی دھڑکنیں ابھی بھی تیز

تھیں۔۔رنگت پھیکی پڑی تھی۔۔لیکن وہاں موجود کسی بھی شخص نے اس کے ان تاثرات کی وجہ جاننے کی کوشش نہیں کی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جب یوسف بے اور گوکچے نازلی کے ساتھ براق یامان کے محل نما گھر سے جا رہے تھے تو براق انہیں خدا حافظ کرنے کے لیے آیا تھا لیکن اس نے نازلی سے کوئی بات نہ کی۔اس کا لہجہ ابھی بھی کافی سرد تھا۔

کوئی اس کے اس سرد لہجے کی وجہ نہ جان سکا۔

جب وہ چلے گئے تو جیمرے خاتون کچھ دیر آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

میرائے نے ایک زوم میٹنگ اٹینڈ کرنی تھی جس میں اس نے مختلف سوشل ورکرز سے ترکیے میں موجود غریب اور ضرورت مند لوگوں کی فلاح کے لیے ایک پلان بنانے پر گفتگو کرنے تھی۔۔اسی لیے وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

براق نینا کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا۔اس نے دل ہی دل میں سوچا کہ وہ اس کے سرد لہجے کی وجہ دریافت کرے لیکن پھر اس نے فیصلہ کیا کہ ابھی اسے کچھ نہیں کہنا چاہیئے۔اسے تھوڑا وقت دینا چاہیئے۔وہ کوئی کتاب ہاتھ میں پکڑ کر صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

براق الماری کے پاس کھڑا الماری کو کھول کر دیکھ رہا تھا جیسے وہ اس میں کچھ ڈھونڈ رہا ہو۔ کافی دیر تک وہ الماری میں چیزیں ادھر ادھر کرتا رہا لیکن اسے کچھ نہ مل سکا۔

اس نے تنگ آکر الماری کا دروازہ زور سے بند کیا۔۔ اور خاموشی سے بیڈ پر آکر بیٹھ گیا۔

نینا سے اب کی بار رہا نہ گیا۔ وہ اس کے پاس بیڈ پر آکر بیٹھی۔۔ کتاب بند کر کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

"کیا ہوا ہے براق؟ سب ٹھیک ہے نا؟" اس نے فکر مندی سے پوچھا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ نینا نے اپنا سوال دہرایا۔

"کچھ نہیں ہوا مجھے۔ میں بس سمجھ نہیں پا رہا کہ۔۔" وہ کہتا ہوا رک گیا۔۔ ماتھے پر کئی لکیریں نمایاں تھیں۔

"کہ؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"نینا! تم نے نازلی کی باتوں کا برا تو نہیں مانا؟" براق کی جانب سے جو سوال آیا تھا وہ کافی غیر متوقع تھا۔

"نہیں۔ آپ فکر مت کریں۔ مجھے اس کی کوئی بھی بات بری نہیں لگی۔ میں ایسی باتوں کو زیادہ سیریس نہیں لیتی۔" اس نے شانے اچکائے اور مسکرائی۔۔ وہ بھی مسکرانے لگا۔

"تم جانتی ہو مجھے تمہاری یہ بات بہت پسند ہے۔" نیلی آنکھوں میں سیاہ آنکھوں والی کے لیے الفت خوب جھلک رہی تھی۔

"اچھاتواب مجھے بتائیں کہ آپ کو کیا ہوا ہے؟" اس نے اب کی بار اپنا سوال تیسری مرتبہ دہرایا۔ براق کے چہرے کے تاثرات کچھ بدلے۔

"نینا اگر میں نے تمہیں بتانا ہوتا تو میں بتا دیتا۔ لیکن اگر میں ابھی نہیں بتانا چاہ رہا تو اس کی ضرور کوئی وجہ ہو گی۔"

"Please understand this." اس نے اپنی بات مکمل کی۔۔ لہجہ نرم تھا۔۔ وہ چند لمحے کے لیے خاموش ہو گئی۔

"ٹھیک ہے۔۔ کوئی بات نہیں۔ مجھے آپ سے یوں بار بار نہیں پوچھنا چاہیئے تھا۔" اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔ وہ ان بیویوں میں سے نہیں تھی جو شوہر کے کچھ نہ بتانے پر ان سے روٹھ کر بیٹھ جائے۔ وہ اپنی غلطی کو تسلیم کرنے والی تھی۔

کچھ دیر وہاں خاموشی چھائی رہی۔ براق نے اپنا موبائل سائیڈ ٹیبل پر سے اٹھایا۔۔ اور اس پر اپنے میسجز دیکھنے لگا۔ اس کا موبائل دیکھ کر نینا کی آنکھیں ایک دم چمک اٹھیں جیسے اسے یک دم کچھ یاد آیا ہو۔

"براق! ایک بات پوچھوں؟" اس کے انداز میں کچھ خاص تھا۔

"ایوت۔" نظریں موبائل کی اسکرین پر جمی تھیں۔

"آپ مجھے جو روزانہ گڈ مارننگ کے میسجز بھیجتے ہیں وہ آپ کے خود کے لکھے گئے ہوتے ہیں یا پھر۔۔" وہ سوچ سوچ کر کہہ رہی تھی تو براق موبائل کی جانب ہی متوجہ تھا جس وجہ سے وہ خاموش ہو گئی۔۔ اسے تھوڑا سا غصہ بھی آیا۔

براق نے موبائل پر میسجز بند کیے اور پھر اپنے موبائل پر تصویروں کا ایک فولڈر کھولا۔ اس فولڈر کو چند لمحے دیکھنے کے بعد اس نے اپنا موبائل نینا کی جانب بڑھایا۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے موبائل کی جانب دیکھتے ہوئے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"موبائل ہے۔" اس نے دھیرے سے شانے اچکا دیے۔

"یہ تو مجھے بھی معلوم ہے مگر میں اس کا کیا کروں؟" اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"یہ جو فولڈر کھولا ہے میں نے اسے دیکھو۔" اس نے فوراً جواب دیا تو نینا نے ناسمجھی سے اس کے ہاتھ سے موبائل لیا اور پھر اس تصویروں والے فولڈر کو دیکھا۔

اس فولڈر میں تصویریں **"سو"** نہیں **"ہزار"** نہیں بلکہ **"ایک لاکھ"** سے زائد تھیں۔

پہلے تو وہ حیران ہوئی کہ اتنی ساری تصویریں اس ایک فولڈر میں ہونے کا مقصد کیا تھا؟

اور اس کے ساتھ ساتھ کیا موبائل کی میمری فل نہیں ہوئی؟

لیکن بعد میں اسے یاد آیا کہ براق نے اپنے موبائل میں میمری کارڈ ہی اتنی اسپیس والا ڈالا ہوا تھا جس وجہ سے اس میں لاکھ تو کیا تین چار لاکھ سے زائد تصویریں بھی سما سکتی تھیں۔

اب اس نے ان تصویروں میں سے ایک تصویر کو کھولا اور پھر اسے سمجھ آئی کہ اس فولڈر میں موجود تمام تصاویر ایک ہی بارے میں تھیں۔

"All pics are about Good Morning Messages".

(ساری تصاویر گڈ مارننگ میسجز کے بارے میں ہی ہیں۔) وہ چونک گئی تھی۔۔ براق مسکرایا۔

ان تصویروں میں گڈ مارننگ میسجز کے ساتھ ساتھ مختلف شاعروں اور لکھاریوں کی شاعری اور قول وغیرہ بھی تھے جس سے نینا کو سمجھ آیا کہ براق اسے گڈ مارننگ میسجز میں جو شاعری اور قول وغیرہ بھیجتا تھا وہ یہیں سے بھیجتا تھا۔

مگر کیا اس نے اس کے لیے اتنی محنت کی تھی! وہ کافی حیران تھی بلکہ آج تو وہ کچھ زیادہ ہی حیران تھی۔

"اب بس یہ دے دو مجھے۔ سب میسجز پڑھ لو گی تو میں تمہیں بھیجوں گا کیا؟" اس نے یہ کہتے ہوئے اس سے موبائل لے لیا۔ نینا اسے حیرانی سے دیکھتی رہی۔

آج اسے وہ واقعی کوئی **"دیوانہ "** لگ رہا تھا۔

"یہ ایک لاکھ سے زائد میسجز کیا صرف مجھے بھیجنے کے لیے آپ نے رکھے ہوئے ہیں؟" وہ جواب جانتی تھی لیکن پھر بھی وہ سلطان کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

"ایوت! تمہارے لیے نہیں رکھے ہوں گے تو اور کس کے لیے رکھوں گا؟" اس نے معنی خیز انداز میں ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

وہ اپنے آپ کو جتنا خوش نصیب سمجھتی تھی وہ اس سے کئی زیادہ خوش نصیب نکلی۔۔اسے آج ایسا محسوس نہیں بلکہ یقین ہو رہا تھا۔

"اتنے زیادہ میسجز ڈھونڈنے اور سیو کرنے میں آپ کو وقت کتنا لگا؟" چہرے پر حیرانی ابھی تک قائم تھی۔

"یہ ایک راز ہے۔"

سلطان نے جب کہا تو اس کی نیلی آنکھوں میں کچھ خاص تھا۔ آج اس کی نیلی آنکھیں اسے کافی گہری لگ رہی تھیں جیسے ان میں کئی راز چھپے ہوں!

جن میں کئی داستانیں موجود ہوں جو سنائی جانے کا انتظار کر رہی ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

براق فوجی بیس میں موجود تھا۔

اسے کمانڈران چیف ہونے کی حیثیت سے جو کمرہ ملا تھا وہ کافی نفیس تھا۔ وہاں ہر چیز نفاست اور ترتیب سے رکھی گئی تھی۔

اس کا کمرہ بالائی منزل پڑ تھا۔ کمرے میں لگی کھڑکیوں میں سے سورج کی تیز کرنیں گزر کر سیدھا اس کے ڈیسک پر آ کر گرتیں۔ وہ اپنی کرسی پر بیٹھا کچھ فائلز دیکھ رہا تھا مگر اس کا دھیان ایک ہی طرف تھا۔ اس بارے میں خیال وہ کبھی بھلا ہی نہیں پایا تھا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جسے اسے جلد ہی حل کرنا تھا۔

وہ فوجی وردی میں ملبوس تھا۔ اس کو اس لباس میں دیکھ کر یہ بات صاف واضح ہوتی کہ یہ لباس اسی کے لیے بنا تھا۔

احمت نے اس کے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت مانگی تو اس نے اسے اندر آنے دیا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے فوجی طرز کے مطابق اسے سیلوٹ کیا اور پھر براق نے اسے ڈیسک کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔

وہ کرسی کھینچ کر اس کے اور ڈیسک کے مخالف سمت والی کرسی پر بڑے مہذب انداز میں بیٹھا۔

روایتی علیک سلیک کے بعد احمت نے وہ موضوع چھیڑا جواب براق کو بہت تکلیف دے رہا تھا اور شاید یہ موضوع براق کے لیے ایک **"سر کا درد"** بن گیا تھا۔

اس کے لیے اس موضوع پر بات کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ اس میں اس کی **"غلطی"** صاف واضح تھی لیکن وہ براق یامان تھا جو اپنی غلطی کبھی تسلیم نہیں کرتا تھا۔

"براق بے! مرات کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو پا رہا۔" احمت نے فکر مندی سے کہا تو براق اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس ان الفاظ کا جواب دینے کے لیے کچھ نہیں بچا تھا۔

"ہم نے اس کے پیچھے اپنے جن بہترین اور قابل افسران کو بھیجا تھا، ان کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہو پا رہا۔ انہیں زمین نگل گئی یا آسمان! کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔۔ براق اسے خاموشی سے سن رہا تھا۔ یہ وہ باتیں تھیں جو وہ کئی بار سن چکا تھا۔

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے براق بے؟" براق کی مستقل خاموشی سے تنگ آ کر احمت نے پوچھا۔ یہ وہ سوال تھا جو براق کو مزید پریشان کر رہا تھا کہ وہ اسے کیسے ڈھونڈے؟ وہ اب کیا کرے؟

"احمت! مرات کوئی جن ہے کیا؟ یا ہوا ہے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری ہی اجازت سے بھاگ گیا اور اب وہ ہمیں مل نہیں رہا!۔" اس نے کرسی سے تھوڑا آگے ہوتے ہوئے۔۔بے حد تیز لہجے میں کہا۔۔ ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچی ہوئی تھی۔۔ وہ اب احمت کی بھوری آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"میں بھی تو یہ ہی کہہ رہا ہوں۔"اس نے بے چارگی سے کہا۔ براق کو اس کی حالت پر ترس آیا۔

"تم فکر مت کرو! ہم ڈھونڈ لیں گے اسے۔ مجھ پر بھروسہ رکھو۔"اس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا لیکن در حقیقت وہ خود کو ہی تسلی دے رہا تھا۔احمت یہ سننے کے بعد چند لمحے خاموش رہا اور پھر کچھ دیر کی گفتگو کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا۔

براق کا ذہن اسی جانب اٹکا تھا۔

وہ چاہ کر بھی اس مسئلہ کا کوئی فوری حل نہیں نکال سکتا تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے سارے دروازے بند ہو گئے ہوں۔ ہر طرف جیسے امید کی کوئی کرن ہی موجود نہ ہو۔

مرات کو وہاں سے بھاگ جانے دیا!

یہ اسے اپنی ایک غلطی محسوس ہو رہی تھی جسے وہ قبول نہیں کر رہا تھا۔یہ خیال کئی بار اس کے ذہن میں آیا تھا جسے وہ کئی بار اور اب بھی جھٹلا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے مخملی اندھیرے میں چاند کسی جگنو کی مانند چمک رہا تھا۔

براق جب گھر آیا تب تک سب کھانا کھا چکے تھے۔وہ کمرے میں آیا تو نینا اس وقت عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی۔آج اس کے چہرے پر کافی تھکن ظاہر تھی۔نینا نے اس کو پانی لا کر دیا اور پھر وہ خاموشی سے بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی۔

وہ پانی پینے کے بعد فریش ہو کر آیا۔بظاہر تو وہ موبائل استعمال کر رہی تھی لیکن اس کی ساری توجہ براق کی جانب تھی۔

وہ اس وقت عشاء کی نماز پڑھنے لگا۔

نماز کے بعد جب اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو نینا کی توجہ اس کی جانب مزید گئی۔آج اسے براق میں کچھ تبدیلی سی لگ رہی تھی۔جیسے وہ بہت پریشان ہو۔

نماز پڑھنے کے بعد وہ خاموشی سے بیڈ پر آکر بیٹھا۔بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگانے کے بعد اس نے ایک گہری سانس لی۔وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"اب میں اتنا بھی ہینڈسم نہیں ہوں کہ تم مجھے اتنی دیر تک ایسے دیکھے جاؤ۔"اس نے ہلکے پھلکے سے انداز میں نینا کو دیکھ کر کہا تو وہ حیران رہ گئی۔وہ ان الفاظ کی توقع نہیں کر رہی تھی۔اسے تو لگا تھا کہ براق اسے اپنے پریشان ہونے کی وجہ بتائے گا لیکن وہ تو بات ہی بالکل مختلف کر رہا تھا۔

"اف براق! ایک تو آپ اور آپ کی خوش فہمیاں۔" اس نے ہلکا سا مسکرا کر سر جھٹکا۔۔وہ بھی مسکرایا۔

چند لمحے ان کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ آنکھیں بند کر کے سکون سے تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ نینا بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے اسے خاموشی سے دیکھتی رہی۔

"براق! کیا کوئی پریشانی ہے؟"

اس نے پوچھا تو اس کے انداز میں براق کے لیے فکر تھی۔ اس نے یہ سن کر اپنی آنکھیں کھولیں اور نینا کی جانب دیکھا۔ وہ نیلی آنکھیں جس کی دل کشی دوسروں کو خوابوں میں لے جاتی تھیں آج ان میں حد درجہ کی فکر اور پریشانی نظر آرہی تھی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو اس نے خاموشی سے نظریں جھکا لیں۔ وہ بھی اس کی وجہ سے واقعی کافی پریشان ہو گئی تھی۔۔ براق کے دل کو کچھ ہوا۔

"بس ویسے ہی۔" اس نے کہا تو براق نے نرمی سے اس کے سیاہ بال جو ایک ڈھیلی سی پونی میں بندھے تھے۔۔ انہیں سہلایا۔

"اگر تمہیں میری اتنی ہی فکر ہے تو تم اس طرح سے پریشان نہ ہوا کرو۔ میرے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ تمہیں اس طرح دکھی اور پریشان دیکھنا ہے۔"

اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا تو نینا نے اپنی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔اس کی سیاہ آنکھوں نے اس کے دل کو بے قرار کر دیا۔ یہ منظر سب سے یادہ خوبصورت تھا کیونکہ نیلی آنکھیں سیاہ آنکھوں سے ٹکرائیں تھیں۔۔ ہر طرف ایک خاص چمک رقص کر رہی تھی۔

"تم جانتی ہو نینا! تمہارا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔" اس کی نگاہیں اس کے خوبصورت چہرے پر جمی تھیں۔۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ براق نے ایسا کیوں کہا مگر اس نے جو کہا اس نے نینا کے دل میں وہ چمک ڈال دی جس نے پریشانی کی تمام لہروں کو فنا کر دیا۔

لیکن کس کو معلوم

کہ

یہ پریشانی کی لہریں صرف کچھ ہی دیر کے لیے فنا ہوئی تھیں۔ بلکہ یہ پریشانی اس پریشانی اور فکر کے سامنے کچھ نہیں تھی جو انہیں آگے ملنے والی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ تھی 10 جولائی، 2022۔

صبح کی یہ روشنی اس کی زندگی میں بہت سا اجالا لانے والی تھی۔آسمان پر چمکتا ہوا سورج آج کئی زیادہ روشن لگ رہا تھا۔

وہ شاندار سجاوٹ سے مزین عظیم الشان ہال تھا جس میں خوبصورتی کی سمفنی ہوا کی لپیٹ میں تھی ۔جہاں کامیابی کی روشنی جھلکنے والی تھی۔

شاندار فانوس عظمت کے نشانوں کو روشن کر رہے تھے۔دیواریں مختلف تصویروں سے سجی ہوئی تھیں۔۔ان تصویروں پر ہمت بندھانے اور حوصلہ افزائی کرنے والے قول واقوال لکھے تھے۔

ایک سرخ قالین نہایت احتیاط اور نفیس انداز میں اسٹیج پر جانے والی سیڑھیوں پر بچھایا ہوا تھا۔

وہ اسٹیج ایک **"شاہکار"** تھا جہاں خواب حقیقت میں بدلنے کے لیے تیار تھے۔

ہال میں لگی سیاہ کرسیاں سامعین سے بھری ہوئی تھیں۔وہ بھی وہاں موجود تھی۔۔لانگ فراک اور سکارف میں ملبوس۔۔وہ سب سے آگے والی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ان سب کی آنکھوں میں خوابوں کے حقیقت میں بدل جانے کی امید چمک رہی تھی۔

ہر نشست پر بیٹھا شخص بصیرت اور اس جیسی کئی صلاحیتوں کا مالک تھا لیکن ہر کوئی ایک دوسرے سے مختلف تھا۔اور وہ بھی سب سے مختلف تھی۔بہت مختلف!۔

وہ دل ہی دل میں کئی بار اللہ سے دعائیں کر چکی تھی۔ کچھ ہی دیر کے انتظار کے بعد وہ موقع آگیا جس کا سب کو انتظار تھا۔ اسٹیج پر موجود شخص سب سامعین کی اجتماعی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔

اس تقریب کا آغاز ہو چکا تھا۔

وہ ایک ادھیڑ عمر شخص تھا جو سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا۔ اس نے چند الفاظ کہنے کے بعد ایک شخص کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی۔

ایک بہت ہی باوقار اور معزز خاتون اپنے ہاتھ میں ایک ایوارڈ تھامے اسٹیج پر آئیں اور روسٹرم کے سامنے کھڑی ہوئیں۔۔ پھر سامعین سے مخاطب ہوئیں۔ وہ ایوارڈ چمکتے ہوئے سنہرے رنگ کا تھا۔

کچھ ہی دیر میں اس کی کامیابی کی داستان لکھی جانے والی تھی یا یوں کہو کہ لکھی جا چکی تھی۔

اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔۔ بہت تیز۔۔ وہ گھبرا سی گئی تھی۔

(اسے کامیابی ملنے والی تھی کیونکہ اس نے **"اللہ پر توکل"** اور **"محنت"** کی جو کہ کامیابی کا معمار ہیں۔)

"سال کی بہترین سوشل ورکر کا ایوارڈ دیا جاتا ہے۔۔"

اس معزز خاتون نے ایک وقفہ لیا۔ان کے رک جانے سے جیسے وہاں موجود تمام افراد کے دل کی دھڑکنیں بھی رک گئیں۔

(اس کا سفر محنت اور جذبے کی سمفنی کے ساتھ گونج رہا تھا۔اس کی فتح جلد ہی گونجے والی تھی۔)

"میراۓ یامان!۔"

اس معزز خاتون نے سال کی بہترین سوشل ورکر کا اعلان کر دیا تھا۔

(کامیابی صرف منزل تک پہنچنے کا نام نہیں ہے!

یہ تو آپ کی خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کی صلاحیت اور مشکلات کا قدم قدم پر سامنا کرنے کا ثبوت ہے۔)

تمام اسپاٹ لائیٹس کی روشنیوں نے اس کے خوبصورت چہرے کو گھیر لیا۔

(اس کی کامیابی کی چمک دوسروں کے لیے عظمت کی راہیں روشن کر رہی تھی،وہ لوگ جو اس کے نقش قدم پر چلتے۔)

وہ اپنا نام سن کر بالکل ساکت سی رہ گئی۔

(یہ کامیابی اسے غیر معمولی محسوس ہو رہی تھی۔یہ اس کے لیے شک و شبہات اور ناامیدی کے خیالات ۔۔اور احساسات کے جواب میں فتح کا ایک پورٹریٹ تھا جس نے اس کے ناامیدی کے خیالات اور احساسات کے ساتھ ساتھ اس کے تمام شک و شبہات کو بھی فنا کر ڈالا تھا۔)

آسمان میں گم ہونے والے تاروں کی طرح اس کی آنکھوں میں بھی بے یقینی کی لہریں آشکار تھیں۔

(اس کی یہ **"غیر معمولی کامیابی"** خواب دیکھنے والوں کے لیے رہنمائی کا ستارہ ثابت ہوئی۔)

تالیوں کی گونج اس کی حیرانی میں مزید اضافہ کر رہی تھی۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اسے یہ کامیابی ملی ہے۔وہ اس وقت اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کرے وہ کم تھا!

اللہ نے اس جیسے گناہ گار شخص کو اتنی بڑی کامیابی دی، یہ اس کے لیے کافی حیران کن تھا۔

وہ جس نے اللہ کے حکم کی پیروی ایک عرصے سے نہیں کی آج اسے یہ تحفہ کیسے مل گیا؟

یقیناً اللہ اپنے بندے کی ہر خطا معاف کر دیتا ہے۔

وہ اپنی نشست سے اٹھی اور اسٹیج کی جانب بڑھی۔۔دل اور دماغ شاکڈ تھا۔۔آنکھوں میں بھی بے یقینی کے تاثرات خوب واضح تھے۔

اسے اس بات کا پختہ یقین نہ تھا کہ اللہ اسے یہ کامیابی دے گا لیکن اب اسے اس بات کا پختہ یقین ہو گیا تھا کہ اگر انسان اللہ پر توکل کرے اور خوب محنت کرے تو اسے کامیابی ضرور ملتی ہے۔

وہ اسٹیج پر پہنچی تو اس معزز خاتون نے اسے احسن انداز میں وہ ایوارڈ ہاتھ میں تھمایا۔

تالیوں کی گونج مزید بڑھی۔

ایوارڈ کو ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اس کے ہاتھ ہلکے سے کپکپا رہے تھے۔۔ جسم بھی ایسے ہی کپکپا رہا تھا۔۔دل بھی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

وہاں موجود تمام افراد کو اپنے لیے تالیاں بجاتا ہوا دیکھ کر اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔اس مسکراہٹ کی ایک اور وجہ ان لوگوں کی آنکھوں میں خود کے لیے دیکھی جانے والی عزت اور ستائش تھی۔

اس کی آنکھوں میں نمی کی ایک گہری لہر ابھر آئی۔وہ حیران تھی۔کیسے اللہ دنیا کے سامنے لوگوں کے عیبوں کے اوپر پردہ ڈال دیتا ہے۔

اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔

وہ روسٹرم کے سامنے کھڑی تھی جس میں اب اس نے کہنا شروع کیا۔

"مرحبا!۔"اس نے بھاری دل کے ساتھ کہا۔

"میں "میرائے یامان" آج اگر یہاں ہوں تو اس کی وجہ صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے **"اللہ"**۔"

یہ ایک سطر تھی جس کو کہتے ہوئے اس کی آنکھیں مزید بھر آئیں اور اب ان آنکھوں میں موجود آنسوؤں کو روکنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔

"میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں وہ کم ہے۔ میں۔۔" اور پھر اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔ خوب برسنے!

اس کے برابر میں کھڑیں معزز خاتون اس کی جانب بڑھیں اور اسے پیار سے گلے لگا لیا۔۔ اور ساتھ ساتھ اسے حوصلہ دیا۔ اس نے اپنے آنسوؤں کو مزید برسنے سے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن سب بے سود رہا۔ ان آنسوؤں میں بہت کچھ تھا

احساس تشکر!

احسان مندی کا احساس!

اور

ندامت!۔

اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی۔۔ اور پھر اس نے مائیک میں دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"سوری!۔ میں بس۔۔ (وہ زخمی سے انداز میں ہلکا سا مسکرائی اور پھر ایک گہری سانس لی) اللہ کے بعد میں شکر ادا کرنا چاہوں گی اپنے آبے (بھائی) کا جنہوں نے کبھی مجھے تنہا نہیں چھوڑا۔ میری

آ نے نے بھی ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔اگر۔۔میرے بابا زندہ ہوتے تو وہ آج مجھ پر بہت فخر کرتے۔"اس نے یہ کہنے کے بعد چند لمحے کا وقفہ لیا۔

(دوسری جانب۔۔لونگ روم میں جیمرے خاتون ٹی وی کے سامنے بیٹھیں یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔۔ان کی آنکھیں بھی اسی کی طرح برس رہی تھیں۔ان کے ساتھ ہی صوفے کے ایک سرے پر نینا بیٹھی تھی۔۔وہ بھی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔)

"اس کے ساتھ ساتھ میرے اس سفر میں جس نے میرا بہت ساتھ دیا، جس نے مجھے یہ سکھایا کہ انسان کو اللہ سے امید کبھی نہیں چھوڑنی چاہیئے۔"**نینا احسن**"بہت شکریہ تمہارا۔میں یہ کہنا چاہوں گی کہ جتنا اس ایوارڈ پر حق میرا ہے اتنا ہی اس پر تمہارا بھی حق ہے۔"اس نے اپنی بات کا اختتام کیا۔۔چہرے پر ایک خاص چمک اور مسکراہٹ تھی۔یہ ہی چمک اور مسکراہٹ اس وقت نینا اور جیمرے خاتون کے چہرے پر بھی تھی جو گھر میں بیٹھیں ٹی وی پر یہ سب دیکھ رہی تھیں۔نینا تو اس کے ساتھ جانا چاہتی تھی لیکن میرائے نے اسے روک دیا۔

میرائے نے اسے ساتھ نہ لے جانے کی وجہ نہیں بتائی لیکن نینا جانتی تھی کہ وہ اسے اس لیے ساتھ نہیں لے جانا چاہتی کیونکہ۔۔اگر اسے یہ ایوارڈ نہ مل سکا تو وہ ضرور مایوس ہو جائے گی اور وہ مایوسی اس کے چہرے پر آشکار بھی ہو گی۔اس وقت وہ اس مایوسی کے تاثرات کو چھپا بھی نہیں پاتی، اس

لیے وہ نینا کا سامنا بھی نہ کر پاتی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ نینا اس کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات دیکھے۔

نینا آج اس کے لیے خوش نہیں۔۔ بہت خوش تھی۔۔ اس کی سیاہ آنکھیں بھی خوشی سے نم ہو گئی تھیں۔

براق یامان فوجی بیس میں موجود تھا۔۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھا موبائل کی اسکرین پر یہ منظر دیکھ رہا تھا۔۔ جب میرائے کی آنکھیں برسنا شروع ہوئیں۔۔ اسی وقت اس کی آنکھیں بھی برسنا شروع ہو گئی تھیں۔۔ وہ یہ دن دیکھنے کے لیے بے تاب تھا۔۔ اسے یقین تھا کہ اللہ اس کی بہن کا ساتھ ضرور دے گا۔ براق کی نیلی آنکھیں آج کافی عرصے بعد برسی تھیں۔۔ لیکن یہ برسات مسرت کی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس نے ایوارڈ اپنی کار کی ساتھ والی فرنٹ سیٹ پر رکھا ہوا تھا۔ اس سنہرے ایوارڈ پر سورج کی کرنیں جب گرتیں تو وہ مزید چمکنے لگتا۔

سڑک بالکل خالی تھی۔۔ یہ سڑک زیادہ تر خالی ہی رہتی تھی۔

اسفالٹ ایک ربن کی طرح پھیلا ہوا تھا جس پر گھنے درختوں کے ساتھ ساتھ ان کے سائے نے گھر کیا ہوا تھا۔ ان گھنے درختوں کی شاخیں آسمان پر پردہ ڈالنے والی ٹیپسٹری بنا رہی تھیں۔

(اس خوبصورت زندگی کی دھند میں، غم کے اندھیرے اس سے چمٹ جانے والے تھے۔)

ونڈو اسکرین سے سورج کی کرنیں گزر رہی تھیں۔اس کی انکھوں میں چمک ابھی تک موجود تھی۔

(اس روح کی رخصتی،اس دنیا پر ایک گہرا اثر ڈالنے والی تھی۔)

اس کا دل بھی بالکل ویسے ہی روشن تھا جیسے یہ سورج کی کرنیں۔

(وہ چمک جس نے اس کے دل کو روشن کیا ہوا تھا وہ جلد ہی مدہم ہونے والی تھی۔)

وہ بس جلدی سے گھر پہنچنا چاہتی تھی۔۔تاکہ جیمرے خاتون اور نینا سے مل کر خوب باتیں کرے۔وہ براق کے کندھے پر سر رکھ کر خوب رونا بھی چاہتی تھی۔۔لیکن وہ رونا کیوں چاہتی تھی۔۔یہ کیفیت صرف وہ اور براق ہی سمجھ سکتے تھے۔

انسان جب گر کر اٹھتا ہے نا! تو اس کی آنکھیں برستی نہیں۔۔خوب برستی ہیں۔۔لیکن یہ برسات غم کی نہیں۔۔خوشی کی ہوتی ہے۔

(ایک ایسا زخم اسے ملنے والا تھا جسے کوئی الفاظ بھر نہیں سکتے تھے۔)

وہ کار بالکل سکون سے ڈرائیو کر رہی تھی۔لیکن یہ آرام اور سکون اس وقت بے آرامی میں تبدیل ہو گیا جب سامنے سے آتی ایک کار نے اس کا راستہ روکا۔

(ایک خوبصورت اور حسین زندگی کا سورج غروب ہونے والا تھا۔)

وہ ایک سفید رنگ کی کار تھی جو بالکل اس کی کار کے سامنے رکی تھی۔

(ابھی ملنے والی خوشیاں بس کچھ ہی دیر میں فنا ہونے والی تھیں کیونکہ اب خاموشی !

تکلیف کی وجہ سے ملنے والی خاموشی سب کا انتظار کر رہی تھی۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کچن میں ہر طرف لذیذ کھانے کی خوشبو پھیلی تھی۔ وہ آج بہت سی ڈشز بنا رہی تھی۔ جیمرے خاتون کچن میں داخل ہوئیں۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو نینا؟" انہوں نے اس سے پوچھا جو اس وقت چولہے کے پاس کھڑی کچھ پکانے میں مصروف تھی۔

"میں آج میر ائے کی ہر پسندیدہ کھانے کی چیز بنا رہی ہوں۔ اسے یہ سب بہت پسند ہے نا۔ وہ یہ سب دیکھ کر کتنا خوش ہو گی۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی تو جیمرے خاتون بھی مسکرانے لگیں۔

(ویسے تو نینا بہت سی ڈشز بنا رہی تھی جن میں **"بریانی"** بھی شامل تھی۔

میرائے کو پاکستانی کھانوں میں سے سب سے زیادہ بریانی ہی پسند آئی تھی۔اس کے علاوہ نینا نے اب تک جتنے ترک کھانے پکانا سیکھے تھے ان کی تعداد تین چار سے زیادہ نہیں تھی۔

وہ zeytinyagli yemegi بھی بنا رہی تھی۔اس کو بیل کے پتوں سے۔۔اور چاول کے مصالحے کے آمیزے سے بھر کر زیتون کے تیل سے تیار کیا جاتا ہے۔)

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔بس وہ جلدی سے گھر آجائے۔تمہاری اس سے بات ہوئی؟" انہوں نے ہلکے سے ابرو اچکا کر سوال کیا۔

"نہیں! میں اسے بس دو منٹ میں کال کرتی ہوں۔یہ بس بن ہی گیا ہے۔" اس نے کھانا پکاتے ہوئے کہا تو جیمرے خاتون یہ سن کر مسکراتی ہوئیں کچن سے جانے لگیں۔

(نینا میرائے کے لیے میٹھے میں sutlac بنا رہی تھی۔۔میرائے کو یہ بہت پسند تھا۔۔اس ڈش کو چاول کی کھیر بھی کہا جا سکتا ہے۔یہ چاول کے ساتھ پانی یا دودھ اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر اشیاء جیسے دار چینی، ونیلا اور کشمش کے ساتھ بنی ایک لذیذ ڈش ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وقت ایک دم تھمنے لگا۔۔اس کی دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں۔

اپنے سامنے رکی کار کو دیکھ کر وہ حیران تھی۔۔بہت حیران۔

اس سے بھی کئی زیادہ حیران اس کو اس شخص نے کیا جو اس کار کو ڈرائیو کر رہا تھا۔اس شخص کو دیکھ کر میرائے کے دل کے زخم پھر سے تازہ ہو گئے۔وہ اس شخص کو یہاں دیکھنے کی توقع نہیں کر رہی تھی۔۔اسے ہر سو خون کا ایک مضطرب سمندر اُمڈتا ہوا دکھائی دیا جس میں اس کا دل ڈوبنے جا رہا ہو۔

اس شخص نے اپنی سفید کار کا دروازہ کھولا اور اس میں سے باہر قدم نکالا۔

(براق خفیہ فوجی بیس کی بالائی منزل پر تھا۔اس کے ساتھ ایرن اور احمت بھی تھے۔وہ تینوں فوجی وردی میں ملبوس تھے۔

لفٹ میں داخل ہونے کے بعد ایرن کہنے لگا

"براق بے! آپ کو بہت مبارک ہو۔" براق نے اس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"کس بات کی مبارکباد؟"اس نے ناسمجھی سے زیر لب ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔)

اسے دیکھ کر میرائے کا دل یک دم بہت سی گھبراہٹ کی لہروں کا شکار ہو گیا۔۔اعصاب تنے۔دل اور دماغ پر ایک بوجھ سا پڑ گیا۔چہرے پر موجود خوشی اور مسکراہٹ جو کچھ دیر پہلے تھی وہ یک دم غائب ہو گئی۔

وہ شخص اس کی کار کی جانب بڑھا اور اس کی کار کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھا۔

وہ کچھ دیر کے لیے اسے ساکت سی رہ کر دیکھنے لگی۔اور پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر اپنی کار کا دروازہ کھولا۔

("ماشاءاللہ سے آپ کی بہن "میر ائے یامان" کو آج اتنی بڑی کامیابی ملی ہے۔آپ نے شاید سوشل میڈیا پر دیکھا نہیں، یہ خبر ترکیے کے ہر نیوز ایکٹیوسٹ اور فلاحی ادارے نے شیئر کی ہے۔"اس نے قابل ستائش انداز میں اپنی بات کا اختتام کیا تو براق مسکرایا۔۔وہ جانتا تھا اس بارے میں۔

"تشکر (شکریہ)!۔ویسے تم جانتے ہو مجھے پورا یقین تھا اللہ پر کہ وہ اسے یہ کامیابی دے گا۔" وہ کہہ رہا تھا تو اس کی نیلی آنکھوں میں بہت چمک تھی۔اس کی خوشی آج اس کے چہرے پر صاف واضح تھی۔)

جفا سے تھک گئے تو بھی نہ پوچھا

کہ تو نے کس توقع پر وفا کی

"تم۔" دروازہ کھولتے ہی وہ غرائی۔۔نیلی آنکھیں گلابی سی ہو گئی تھیں۔

"سرپرائز!۔"مرات نے اپنے سیاہ بالوں کو ماتھے سے ہلکا سا پیچھے کی طرف دھکیلتے ہوئے مسکرا کر کہا۔وہ آج بھی بالکل ویسا ہی تھا"**بے حد خوبصورت**"لیکن یہ خوبصورتی کتنی خطرناک تھی اس کا اندازہ میرائے کو بس کچھ ہی دیر بعد ہونے والا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"وہ طیش کے عالم میں اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔دل و دماغ میں یک دم کئی یادیں تازہ ہو گئی تھیں۔اور اس کی آواز نے تو اس کے دل پر بوجھ کو مزید بڑھا دیا تھا۔

وہ اس آواز کو کبھی بھول نہیں سکتی تھی کیونکہ ایک وقت تھا جب وہ یہ آواز سننے کے لیے ہر وقت بے چین رہتی تھی۔اس کی آواز سے اس کا دن اچھا گزرتا تھا۔اور کیسے وہ وقت بھی آیا جب اسی شخص نے اس کی زندگی میں سے روشنی کو ختم کر دیا۔

"تو اب تم مجھ سے سوال کرو گی؟"اس نے شانے اچکا کر استہزائیہ انداز میں پوچھا۔وہ اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔

"اپنا منہ بند کرو گھٹیا انسان۔"وہ کھنکھاری۔

"اوہ!اتنا غصہ۔کیا ہو گیا ہے میری جان اتنا غصہ نہیں کرتے۔"اس نے فوراً طنزیہ انداز میں کہا تو میرائے کے اعصاب مزید تنے۔۔آنکھیں گلابی سے سرخ ہونے لگیں۔

("میری بہن بہت معصوم ہے!۔وہ دنیا کو نہیں سمجھتی۔لیکن اب وہ ایسی نہیں رہی۔اس نے اب دنیا کو سمجھنا شروع کر دیا ہے۔"وہ کچھ سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا تو ایرن اور احمت اثبات میں سر ہلا رہے تھے یوں کہ وہ اس کی ہر بات سے اتفاق کر رہے ہوں۔

"تم دیکھنا! ابھی تو یہ صرف نیشنل لیول پر ایوارڈ ہے نا،اسے انٹر نیشنل لیول پر بھی بیسٹ سوشل ورکر کا ایوارڈ ملے گا۔انشاءاللہ!۔"براق نے کہا تو اس کے انداز میں بہت امید اور یقین تھا۔)

"تم تو ابھی بھی ویسی ہی ہو۔بے حد خوبصورت۔"اس نے مسکرا کر کہا تو میرائے نے اس کی آنکھوں میں مزید غصے سے جھانکا۔اس کی نظروں میں بہت کچھ تھا۔

"ان ہی باتوں پر تم فدا ہوئی تھی۔ہے نا؟"مرات نے ابرو اچکاتے ہوئے اس کا تمسخر اڑایا۔۔وہ اسے سلگتی ہوئی نگاہوں سے لب کچلتے ہوئے گھورتی رہی۔

("تم دونوں کو معلوم ہے! میں نے تو اس کے لیے تحفہ بھی خرید رکھا تھا اور آج میں اسے وہ تحفہ گھر جا کر دوں گا۔مجھے اس دن کا بہت انتظار تھا۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ تینوں اب لفٹ سے باہر نکلیں۔سامنے کئی فوجی افسران کھڑے تھے جوان تینوں کو دیکھ کر دونوں اطرف میں قطار میں کھڑے ہوگئے اور انہیں میکانکی سے انداز میں سیلوٹ کیا۔براق نے انہیں سر کے خم سے جواب دیا۔

وہ تینوں اب راہداری سے آگے بڑھ رہے تھے۔براق سب سے آگے چل رہا تھا۔۔ایرن اور احمت اس کے پیچھے قدم ملاتے ہوئے چل رہے تھے۔۔براق کے قدم ان دونوں سے تیز نہیں۔۔بہت تیز تھے۔)

"میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں مرات!۔"اس نے اپنے ہر لفظ پر زور دیا۔۔مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں۔

"واہ!تو تمہیں میرا اصل نام بھی معلوم ہو گیا۔"اس نے مصنوعی تعجب ظاہر کیا۔

"سچ ہمیشہ سامنے آجاتا ہے۔"وہ اسے چبھتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔ساتھ ساتھ مسلسل نچلا لب دبائے جارہی تھی۔

"تمام۔ صحیح کہا۔"اس نے اثبات میں سر ہلادیا۔۔اور پھر اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ابھری۔۔اس نے اپنا ہاتھ میرائے کے چہرے کی جانب بڑھایا تو اس نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کا ہاتھ پیچھے دھکیل دیا۔

"مجھے ہاتھ مت لگانا۔" وہ چلائی۔

(وہ تینوں اب فوجی بیس سے باہر نکل رہے تھے۔ سورج کی تپش سے زمین دہک سی رہی تھی۔

"ویسے براق بے! آپ سے ایک بات پوچھوں؟" احمت نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"ایوت!۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ تینوں اب چلتے ہوئے براق کی سیاہ چمکتی ہوئی کار تک آپہنچے تھے۔)

"کیوں؟ ورنہ کیا کرو گی؟" وہ اب کی بار اس کے کچھ قریب بڑھا۔۔ میرائے کا دل یک دم گھبرا سا گیا۔

"میں۔۔" اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن مرات نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

"تم کچھ نہیں کر سکتی۔" اس نے خباثت سے دانت نکالتے ہوئے کہا۔۔ تو اب کی بار میرائے یامان اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکی۔

اس نے کھینچ کر ایک تھپڑ مرات کے منہ پر رسید کیا۔۔ وہ یک دم بوکھلا سا گیا اور اس سے پیچھے ہٹا۔ چند لمحے کے لیے وہ سمجھ ہی نہیں پایا تھا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔

میرائے بھی یقین نہیں کر پارہی تھی کہ اس نے واقعی مرات یعنی **"ایلدارازجان"** کو تھپڑ مارا ہے۔وہ آخر براق یامان کی بہن تھی۔۔دشمنوں کے گال تھپڑوں سے لال کر دینا تواس کے لیے بھی بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

"تمہاری اتنی ہمت۔"وہ تیز قدموں کے ساتھ اس کی جانب بڑھا۔۔وہ غصے سے بھبوکا ہو گیا تھا۔۔میرائے چھوٹے چھوٹے قدم لیتی گھبرا کر پیچھے ہٹنے لگی۔

("میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر ہمیں مرات نہ مل سکا تو؟"احمت نے ہچکچاتے ہوئے کہا تو براق کے چہرے پر ناگواری کی ایک لہر ابھر آئی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟ہم اسے ڈھونڈ لیں گے۔وہ ہم سے زیادہ دیر چھپ نہیں سکتا۔"اس نے اپنے الفاظ پر زور دیا۔)

"نہیں نہیں!یہ ٹھیک نہیں۔ویسے بھی تم تو کچھ ہی دیر کی مہمان ہو۔تو تمہیں ذرا اچھے سے رخصت کرتے ہیں۔ہے نا؟"اس نے سرد مہری سے کہتے ہوئے اپنی جیب میں سے ایک پستول نکال لی جسے دیکھ کر میرائے کے قدم زنجیر ہوئے۔۔مرات کی سیاہ آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔"اس نے اس کے ہاتھ میں موجود پستول کو دیکھ کر بمشکل آواز نکالی۔۔دل مزید تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔

"میں ایسا ہی کروں گا۔" وہ اپنی بات پر قائم تھا۔۔چہرے پر ایک خوفناک مسکراہٹ پھیلی تھی۔میرائے کی آنکھوں میں خوف کی ایک لہر اتر آئی۔۔دل ڈوبنے لگا۔

چند لمحے بعد مرات نے پستول کو لوڈ کرنا شروع کیا۔۔نظریں ہنوز میرائے پر جمی تھیں۔

"تم جانتی ہو تمہارے آبے نے کیا غلطی کی؟"اس نے ذرا سے ابرو اچکائے۔۔وہ لب کاٹتے ہوئے خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اس نے مجھے وہاں سے زندہ جانے دیا۔اسے لگا کہ وہ مجھے اگر وہاں سے جانے دے گا تو وہ اونور بے کو ڈھونڈ لے گا۔لیکن دیکھو وہ ہار گیا۔" وہ فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔۔اس کی نیلی آنکھوں میں نمی گہری ہو گئی۔۔بے حد گہری۔

("براق بے! میں جانتا ہوں کہ آپ کبھی غلط نہیں ہوئے لیکن آپ کو ایسا نہیں لگتا کہ۔۔"احمت اپنی بات مکمل نہ کر پایا۔

"کہ؟"اس نے فوراً سنجیدگی اور سختی سے پوچھا۔ایرن ان کی گفتگو خاموشی سے سن رہا تھا۔

"کہ ہم نے مرات کو وہاں سے جانے دے کر۔۔کوئی غلطی تو نہیں کر دی؟"

وہ "ہم" کہہ رہا تھا لیکن اصل میں یہ فیصلہ صرف "براق" کا تھا۔)

"اوہ! تمہیں ایک اور سرپرائز تو دیا ہی نہیں۔"اس نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔آج اسے اس کا چہرہ دیکھ کر بے حد خوف آرہا تھا کیونکہ وہ کوئی خوبصورت چہرہ نہیں تھا۔۔وہ ایک خوفناک چہرہ تھا!

کسی درندے کا چہرہ!

مرات نے اپنی کار کی بیک سیٹ پر بیٹھے دو افرا کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ کار سے باہر نکلیں۔

میرائے کو اس کار میں ان دو افراد کے علاوہ بھی چند افراد نظر آئے۔

جب وہ کار سے باہر نکلیں تو ان کے ساتھ دو اور افراد بھی تھے جن کو انہوں نے رسیوں سے باندھا ہوا تھا اور ان کے چہرے سیاہ کپڑے سے ڈھکے ہوئے تھے۔

"جانتی ہو یہ دونوں کون ہیں؟"اس نے ان کی جانب تیکھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے میرائے سے پوچھا جو ان دو افراد کو حیرت اور ناسمجھی سے دیکھ رہی تھی۔

"یہ وہ ہیں جنہیں تمہارے بھائی نے تمہاری حفاظت کرنے کے لیے رکھا تھا۔لیکن یہ دونوں بھی تمہارے بھائی کی طرح ہی بے وقف نکلیں۔"اس نے براق کا تمسخر اڑایا۔۔اور اس کے ان الفاظ پر میرائے کا دل جیسے بند ہو گیا ہو۔اس نے بے یقینی سے مرات کو دیکھا اور پھر ان افراد کو۔

("احمت! میں ہمیشہ صحیح ہوتا ہوں۔تم دیکھ لینا اس بار بھی میں بالکل صحیح ہی ہوں گا۔"اس نے سنجیدگی سے پر اعتماد انداز میں کہا۔

ایرن نے ویسے تو کچھ نہیں کہا لیکن دل ہی دل میں وہ بھی احمت کی باتوں سے اتفاق کر رہا تھا۔

احمت نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔وہ جانتا تھا کہ براق کبھی اپنی "غلطی" تسلیم نہیں کرتا۔)

"معلوم ہے براق کی سب سے بڑی غلطی کیا ہے؟" وہ کہہ رہا تھا تو میرائے ان افراد کی جانب ہی زخمی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"اسے لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے اور یہ اس کی غلطی نہیں بلکہ بے وقوفی ہے۔" وہ مسلسل نچلا لب دبا رہا تھا۔

"اور اب اسے اپنی اس بے وقوفی کا صلہ ملنے والا ہے۔" اس نے زہر خندہ لہجے میں کہا۔۔آنکھوں کی خوفناک چمک مزید بڑھ گئی۔

گولی کی زوردار آواز ہر سو گونجی!

درختوں پر اپنے اپنے گھونسلوں میں چھپے پرندے پھڑ پھڑا کر رہ گئے۔

اس نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے ایک کے بعد ایک گولی ان دو افراد پر چلا دی جن کے چہرے سیاہ کپڑے سے ڈھکے تھے اور جن کو رسیوں سے باندھا گیا تھا۔

میرائے کی آنکھیں یہ سب دیکھ کر کھلی کی کھلی رہ گئیں۔۔دل جل رہا تھا۔

"ایلدار!۔" وہ زور سے چلائی۔ وہ اسے اب **"ایلدار"** کہہ رہی تھی۔ نیلی آنکھوں میں سے برسات شروع ہو گئی۔

مرات کے وہ ساتھی جنہوں نے ان دو افراد کو باندھا ہوا تھا اب انہیں زمین پر گرا ہوا چھوڑ کر مرات کی جانب بڑھیں۔ وہ یہ سب دیکھ کر قہقہہ لگا کر ہنس رہا تھا۔

(براق نے اپنی سیاہ کار کا دروازہ کھولا اور پھر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ایرن اور احمت اس سے چند ایک کاموں کے سلسلے میں گفتگو کر کے وہاں سے جانے لگیں۔

کار کو ڈرائیو کرتے ہوئے براق کے ذہن میں بار بار "احمت" اور "نینا" کے الفاظ دوڑ رہے تھے کیونکہ ان دونوں نے ہی اس کے اصول کے خلاف بات کی تھی۔

اگرچہ نینا نے اسے یہ کچھ دن پہلے کہا تھا لیکن پھر بھی وہ اس کے الفاظ کو بھولا نہیں تھا۔ یہ وہ واحد بات تھی جو براق کو نینا کے منہ سے سن کر اچھی نہیں لگی تھی۔ بلکہ یہ بات اسے احمت کی بجائے نینا کے منہ سے سن کر زیادہ بری لگی تھی۔)

"یہ بات میرے اقدار کے خلاف ہے کہ میں اپنے دشمن کو اتنی تکلیف نہ دوں کہ وہ موت کی خواہش نہ کرے۔" اس نے اپنے چہرے پر قائم شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ میرائے سے کہا۔

میرائے کی نظریں اسے کاٹ کھانے والی تھیں۔ ان نظروں میں اب صرف اور صرف **"نفرت"** تھی۔

"تم جانتی ہو میرائے! موت سے زیادہ تکلیف دہ کیا ہوتا ہے؟" اس نے سرد مہری سے پوچھا تو وہ ابھی بھی اسے نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"اپنوں کی جدائی کا غم!۔" اس نے اپنے الفاظ چبا چبا کر کہے۔۔ سیاہ آنکھوں میں اب ظلم کی ایک اور داستان لکھی نظر آرہی تھی جو صرف اور صرف وہاں موجود معصوم لڑکی **"میرائے یامان"** کے لیے تھی۔

"اور میں براق کو یہی تکلیف دینے جا رہا ہوں۔" میرائے کو لگا کہ اس کے گلے میں کچھ اٹکا ہے۔

"تمہیں تو شکر کرنا چاہیئے کہ میں تمہیں یہ تکلیف نہیں دے رہا۔" نظریں ہنوز اس معصوم لڑکی پر جمی تھیں۔

(براق نے ڈیش بورڈ سے اپنا موبائل اٹھایا اور میرائے کو کال کرنے کا سوچا۔ وہ اسے اس کی کامیابی کی مبارکباد دینا چاہتا تھا۔

چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے میرائے کو کال ملائی۔ فون کی رنگ جا رہی تھی مگر جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے فون دوبارہ ملایا۔۔ چہرے پر اضطراب سا نمودار ہوا۔)

"تمہیں تو میں وہ تکلیف دوں گا جو صرف کچھ ہی دیر کے لیے ہو گی۔ اس لیے میری پیاری میرائے! ڈانٹ بی افریڈ! (ڈر نامت)۔" اس نے یہ کہتے ہوئے اپنی پستول میرائے کی جانب بڑھائی۔۔ اس کی نگاہیں پہلے مرات کے چہرے پر گئیں اور پھر اس کی پستول پر۔

"میں تم سے جتنی محبت کرتی تھی اس سے بھی کئی زیادہ اب میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ لیکن اب مجھے اس بات کا احساس ہوا ہے کہ تم تو نفرت کے بھی قابل نہیں ہو۔" اس نے طیش کے عالم میں کسی زخمی شیرنی کی طرح اپنے الفاظ ادا کیے تو مرات قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔ اس کے ساتھ کھڑے دونوں ساتھی بھی خباثت کے ساتھ مسکرا رہے تھے۔

"اور میرے بابا نے جو تمہارے باپ کہ ساتھ کیا وہ بالکل ٹھیک کیا۔ اس جیسے گھٹیا انسان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ بلکہ تمہارا باپ تو ایک **"غدار"** تھا۔" اب کی بار اس نے کہا تو مرات کے چہرے کی مسکراہٹ بالکل غائب ہو گئی۔۔ اسے لگا کہ اس کے کانوں میں کسی نے پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا ہے۔

وہ اس کے چہرے کو نفرت سے بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

اگر کچھ عرصہ پہلے اس سے پوچھا جاتا کہ اس کے لیے سب سے خوبصورت چہرہ کس کا ہے تو وہ ضرور **"مرات"** کا نام لیتی لیکن اگر اب اس سے یہ پوچھا جاتا کہ سب سے بد صورت اور خوفناک چہرہ کس کا ہے تو وہ یقیناً **"مرات"** کا ہی نام لیتی کیونکہ اس کا چہرہ اسے اب بد صورت اور خوفناک ہونے کے ساتھ ساتھ وحشت اور درندگی سے بھرا ہوا لگ رہا تھا۔

"دیکھو ویسے کتنی عجیب بات ہے نا۔۔ غدار باپ کا غدار بیٹا۔ واہ!۔" لہجہ بے حد تیکھا تھا۔۔ اس نے جو کچھ کہا وہ سچ تھا لیکن وہ **"سچ"** مرات کا راب کے لیے **"زہر"** کی مانند تھا۔

(کئی بار میرائے کو فون کرنے پر بھی جب اس نے کال ریسیو نہ کی تو براق نے بے دلی سے فون بند کر دیا۔ کچھ تھا جو اسے بے چین کر رہا تھا۔

بس وہ یہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کی زندگی میں کیا طوفان آنے والا ہے۔

وہ آج گھر جلدی جا رہا تھا تاکہ میرائے کو سرپرائز دے سکے۔)

"تمہاری زبان تو بند کرنی ہی پڑے گی۔" وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔۔اور پھر ادھر ادھر سرسری سی نگاہ دہرا کر پستول دوبارہ اس کی جانب بڑھائی۔

"تم۔۔تم کیا کر رہے ہو ایلدار؟" اسے اپنی آواز کسی گہری کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔
"شش!۔" وہ زیر لب ہلکا سا مسکرایا۔۔یہ مسکراہٹ ایک ظالمانہ مسکراہٹ تھی۔

"ایلدار یہ۔۔یہ کیا کر رہے ہو؟" مرات نے جب پستول کے ٹریگر پر ہاتھ رکھا تو اس کی زبان سے فوراً یہ الفاظ ادا ہوئے۔
"تمہیں دکھ نہیں رہا؟" اس نے تیز لہجے میں سوال پر سوال کر ڈالا۔ میرائے کی آنکھوں میں خوف کی لہر مزید بڑھ گئی۔ لیکن پھر اسے کچھ یاد آیا۔

(اس نے جب قرآن کو ترجمہ اور تفسیر سے پڑھنا شروع کیا تو اس نے ایک بار بلکہ کئی بار یہ پڑھا تھا کہ

"زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

اور

"ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔

موت تو برحق ہے!

اسے اس بات کا آج شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ اسے اگر آج کچھ ہو بھی گیا تو اسے یہ پچھتاوا نہیں ہو گا کہ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوئی تو وہ "گناہ کرتے ہوئے" گئی۔)

"ٹھیک ہے! تم مجھے مار ڈالو۔ مجھے اس کا کوئی دکھ نہیں۔ میرے لیے یہی کافی ہے کہ کم از کم مرتے ہوئے میں نے اللہ کے حکم کی پیروی تو کی۔ تمہاری طرح اللہ اور اس کے احکام پسِ پشت تو نہیں ڈال دیے۔" اب کی بار اس نے کہا تو اس کی نیلی آنکھوں میں خوف کی لہر کہیں موجود نہیں تھی۔

اس کا دل آزاد تھا! ہر طرح کے خوف سے!

خوف تھا تو وہ صرف **"اللہ"** کا۔

مرات یہ سن کر مسکرایا اور پھر اس نے پستول سے گولی چلادی۔

ساری آنکھوں کو تہ تیغ کیا ہے میں نے

سارے خوابوں کا گلا گھونٹ دیا ہے میں نے

گولی کی زوردار آواز ہر جانب گونجی۔۔پرندے اب کی بار پھڑپھڑائے نہیں۔۔وہ پہلے چلنے والی گولیوں کی آواز سن کر ہی یہاں سے دور کہیں چلے گئے تھے۔

مرات کی پستول سے نکلنے والی وہ گولی سیدھا میرائے کے سینے پر لگی تھی۔۔اسے پہلے تو صدمہ سا پہنچا۔۔پھر اسے جسم میں فوری درد اور بے حد تکلیف محسوس ہونے لگی۔۔اسے اپنا آپ بے حس ہوتا محسوس ہوا۔۔سرخ خون بہنے لگا تھا۔

"ا۔۔ای۔۔ایلدر۔" وہ چلائی۔۔اور پھر لڑکھڑاتی ہوئی زمین پر گر گئی۔۔سیاہ آنکھیں اس کمزور وجود پر جمی تھیں۔۔اس کا سر زمین کے ساتھ جا کر لگا۔چند لمحے کے یہ وہاں ہولناک سی خاموشی چھا گئی۔۔بے حد خاموشی!

مرات کے ساتھی بھی یہ منظر خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔
"چچ! یہ کیا ہو گیا تمہارے ساتھ۔جانتی ہو مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے تمہیں ایسے دیکھتے ہوئے۔لیکن میں کیا کر سکتا ہوں؟ یہ سب کرنے پر مجھے تمہارے بھائی نے ہی مجبور کیا ہے۔بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ تمہارے باپ کا بھی تمہاری اس حالت میں برابر کا حصہ ہے۔"اس نے زمین پر پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے۔۔اس کمزور وجود کو دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔وہ ابھی بھی اس کا تمسخر اڑا رہا تھا۔

"تم بہت پچھتاؤ گے ایلدار!۔" اس نے اپنی بند ہوتی سانسوں کے ساتھ یہ آخری جملہ کہا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں کچھ تھا جس نے مرات کارابے کے دل ودماغ میں ہلکی سی خوف کی لہر دہرائی۔

میرائے کا دل ڈوب رہا تھا!

ایک گہرے سمندر میں۔۔اس کی سانسیں بھی اسی سمندر میں گم ہو رہی تھیں!

" جاؤ میرائے یامان! ایلدار از جان تمہیں الوداع کہتا ہے۔" یہ الوداع ایک ظالمانہ جملہ تھا۔

لیکن یہ ظلم یہاں ختم نہ ہوا۔ میرائے کو چند لمحے ایسے دیکھنے کے بعد وہ دونوں ساتھیوں کے ساتھ اپنی کار کی جانب بڑھا۔

(براق نے نینا کو کال ملائی۔

نینا سے بات کرنے پر بھی اسے تسلی نہ ہوئی کیونکہ وہ بھی یہ ہی کہہ رہی تھی کہ میرائے ابھی تک گھر نہیں آئی۔ اس کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ کار تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔۔دل بہت بے چین تھا۔)

کار میں بیٹھنے کے بعد اس نے اسٹئیرنگ سنبھالا۔۔اور کار چلائی۔

میرائے ابھی رک رک کر ہلکی سی سانسیں لے رہی تھی۔ اوران سانسوں کو بھی اس **"درندے"** نے بند کرنا ہی تھا کیونکہ وہ ایک **"ظالم"** تھا یا شاید لفظ **"ظالم"** اس شخص کے لیے **"کم"** تھا۔

(اس نے میرائے کو دوبارہ کال ملائی اور اب کی بار کال نہ ملنے پر اس نے طیش کے عالم میں اپنا موبائل ساتھ والی فرنٹ سیٹ پر پھینک دیا۔

کیا تھا جو اسے اس قدر پریشان کر رہا تھا؟ یہ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

میرائے ہمیشہ اس کی کال ریسیو کرتی تھی اور اگر کبھی نہ کر پائے تو فوراً میسج کر کے اسے وجہ بتا دیا کرتی۔۔ لیکن آج ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ کیا جانے۔۔ اب اسے کبھی اس کی طرف سے کوئی میسج۔۔ کوئی کال موصول نہیں ہو سکتی تھی۔)

اب نہ برسات میں برسے گی گھری برکھا

ابر آئے گا خس و خار کے انبار لیے

اس نے اپنی کار تیز رفتار کے ساتھ میرائے کے زخمی اور نازک وجود کے اوپر سے گزار دی یوں کہ اس کی ہڈیوں کے چور چور ہونے کی آواز مرات اور اس کے دونوں ساتھیوں کو بھی اچھے سے سنائی دی تھی۔

میرائے کے اندر اب چیخنے کی بھی قوت باقی نہیں تھی۔

میرائے کی کار کا سائیڈ مرر بھی چور چور ہو گیا تھا کیونکہ وہ اپنی کار کے بالکل ساتھ ہی گری تھی۔

اس کی کار کے اندر موجود اس کا ایوارڈ سورج کی روشنی پڑنے سے چمک رہا تھا لیکن اب اس کی چمک مدھم پڑ گئی تھی۔

(براق نے ایک کے بعد ایک گہری سانس لی۔ اس کے تنے ہوئے اعصاب۔۔اور دل و دماغ پر ایک بوجھ اس کی پریشانی کو اچھے سے واضح کر رہا تھا۔)

وہ وہاں سے گزر گیا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ پیچھے مڑ کر میرائے اور ان دو افراد کی لاش کو دیکھا جو براق نے اس کی حفاظت کے لیے رکھے تھے۔۔اور پھر وہ خباثت کے ساتھ مسکرانے لگا۔ اس کے دل کو آج بہت سکون مل رہا تھا۔ اتنی تسکین اسے کبھی نہیں ملی تھی۔

آج اسے لگ رہا تھا کہ وہ فاتح ہے!

اور

براق ایک بے وقوف!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"میرائے!"

جیمرے خاتون لونگ روم کے صوفے پر بیٹھی تھیں اور ان کی آنکھ لگ گئی تھی۔۔خواب میں کچھ دیکھنے کے باعث وہ گھبرا کر اٹھیں۔ان کی زبان سے "میرائے" کا نام سن کر نینا جو ابھی وہیں آرہی تھی فوراً ان کے پاس آئی۔ان کی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرے پر پریشانی خوب واضح تھی۔

"آنے! آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" اس نے پریشانی کے عالم میں ان سے پوچھا۔۔اور ان کے پاس برابر میں صوفے پر آکر بیٹھی۔

"نینا! میرائے آگئی؟" انہوں نے پوچھا تو اس نے دھیرے سے نفی میں سر ہلادیا۔

"کیا؟ تم نے اسے کال کی؟" انہوں نے ترنت سے پوچھا۔

"جی! میں نے اسے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار کال کی ہے مگر وہ کال ریسیو نہیں کر رہی۔" اس نے پریشان کن لہجے میں کہا تو جیمرے خاتون بھی مزید پریشان ہوئیں۔

"وہ کار ڈرائیو کر رہی ہو گی نا! اس لیے فون نہیں ریسیو کر رہی۔" انہوں نے اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا تو نینا نے بھی اثبات میں سر ہلادیا۔

"ویسے راستہ تو صرف ایک گھنٹے کا ہی تھا۔۔اب تو دو گھنٹے گزر گئے ہیں۔" اور اب کی بار جیمرے خاتون یہ کہتے ہوئے مزید گھبرا سی گئیں۔کچھ تھا جو انہیں پریشان کر رہا تھا۔وہ کیا جانیں کہ ان کا دل اور دماغ آخر کیوں پریشان ہے!

نینا نے انہیں کافی دیر حوصلہ دیا لیکن ان کی پریشانی میں کوئی کمی نہ آسکی۔

چند لمحے بعد نینا کو اپنے فون کے بجنے کی آواز آئی تو اس نے سامنے پڑی میز پر سے اپنا موبائل اٹھایا اور اسکرین کی جانب دیکھا۔۔وہ کوئی انجان نمبر تھا۔اس نے فون کاٹ دیا۔اسے اس طرح کی کالز اکثر موصول ہوتی رہتی تھیں تو وہ اب ان سے تنگ آگئی تھی۔

لیکن اب اس کا فون دوبارہ بجا اور اسی انجان نمبر سے کال آرہی تھی۔

"اٹھالو فون! میں اب ٹھیک ہوں۔تم جا کر بات کر لو۔"جیمرے خاتون کے کہنے پر وہ لونگ روم سے باہر نکلی اور پھر۔۔اس نے کال ریسیو کی۔

"نینا احسن بات کر رہی ہیں؟"دوسری جانب سے کسی نے بھاری مردانہ آواز میں پوچھا۔

"جی۔آپ کون؟"اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"میں حارب بات کر رہا ہوں۔عباس احمد صاحب کا اسسٹنٹ۔"دوسری جانب سے اس نے جواب دیا تو نینا کے چہرے کے تاثرات بدلے۔اس کی کافی مہینوں سے عباس احمد سے بات نہیں ہوئی تھی۔اور آج اچانک اس کے اسسٹنٹ کا نینا کو کال کرنا۔۔یہ اسے سمجھ نہ آسکا۔یہ کافی غیر متوقع کال تھی۔

"جی کہیے۔"اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"ان کی آج صبح ہی ڈیتھ ہو گئی ہے۔" دوسری جانب سے اس شخص نے ایک طویل خاموشی کے بعد کہا تو نینا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔۔اس کے پاؤں تلے زمین ہی نکل گئی۔

"کیا؟ کس کی؟" چند لمحے بعد اس نے پوچھا تو اس کے لہجے میں بہت کچھ تھا۔

"عباس صاحب کی۔" اس شخص نے فوراً زخمی سے انداز میں کہا۔

"کیا؟ یہ۔۔یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ایسا نہیں ہو سکتا۔انہوں نے تو مجھے۔۔" اس نے بے یقینی اور صدمے کی سی کیفیت میں کہا تو حارب نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔نینا کے لہجے میں بے یقینی۔۔حیرانی۔۔دکھ۔۔تکلیف اور افسوس سب کچھ تھا۔

"انہوں نے مجھے کہا تھا کہ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو میں آپ کو آپ کی امانت پہنچادوں۔" اس نے کہا اور پھر فون بند کر دیا۔نینا فون کو اپنے ہاتھ میں پکڑے وہیں ساکت سی کھڑی رہی۔وہ جیسے اپنے حواس کھو بیٹھی ہو۔اسے بالکل اس بات کا یقین نہیں آرہا تھا۔وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ ایک دم یہ ہوا کیا تھا؟

اگر اسے ابھی کوئی بھی شخص دیکھ لیتا تو وہ یہ ہی کہتا کہ وہ بالکل حواس باختہ ہو گئی تھی۔

لیکن یہ ابھی صرف شروعات تھی!۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

براق کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ کار کی رفتار ابھی بھی اتنی ہی تیز تھی۔ ساتھ والی فرنٹ سیٹ پر گرا ہوا موبائل بجنے لگا تو اس کے تنے ہوئے اعصاب کچھ ڈھیلے ہوئے۔ اسے لگا کہ میرائے کی کال ہے۔ اس نے فوراً موبائل اٹھایا اور نمبر دیکھے بغیر کال ریسیو کی۔۔اور فون کان سے لگالیا۔

دوسری جانب سے اس نے جو الفاظ سنے۔۔ان کو سننے کے بعد وہ بالکل ساکت سارہ گیا۔۔اس نے کار سڑک کے ایک کنارے پر روکی۔

"جی جی! میرائے یامان۔۔وہ۔۔وہ میری بہن ہے۔ کیا ہوا ہے اسے؟" اس نے تیز چلتی ہوئی سانسوں کے ساتھ پوچھا۔

"ہمیں بہت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ۔۔ان کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔" یہ ایک جملہ جو دوسری جانب سے وہ شخص ہچکچاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔اسے سن کر براق اپنے حواس جیسے کھو بیٹھا تھا۔۔گویا آسمان تحلیل ہو کر اس کے سر پر چٹانوں کی شکل میں گر رہا ہو۔

"میں آپ کو ہسپتال کا ایڈریس سینڈ کر رہا ہوں۔۔آپ جلد سے جلد ہسپتال پہنچ جائیں۔" موبائل اس کے ہاتھ سے کب نیچے گرا۔۔اسے اس بات کا علم بھی نہ ہو پایا۔اسے لگا کہ اس کی سانسیں جیسے بند ہو رہی ہوں۔

اس نے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکل کر سڑک کے ایک کنارے پر کھڑا ہوا۔ گھنے درختوں کے سائے اس کے اوپر گر رہے تھے۔ سڑک پر ٹریفک رواں تھی۔۔ لیکن اس کے لیے وقت رک گیا تھا۔

اس نے ایک کے بعد ایک گہری سانس لینا شروع کی۔ سانس لینے میں آج اسے **"بہت"** دشواری ہو رہی تھی۔

نیلی آنکھیں آج نم تھیں!

بہت نم!

لیکن ان میں سے ابھی آنسو نہیں برسے تھے کیونکہ۔۔ ابھی ایک امید تھی اس کے دل میں کہ۔۔ شاید وہ فون کال جعلی ہو۔۔ شاید کسی نے اس سے مذاق کیا ہو اور اگر یہ ایک مذاق تھا تو بہت ہی گھٹیا مذاق تھا!

لیکن یہ سب سوچنے کے باوجود وہ اپنی ان جھوٹی تسلیوں پر یقین نہیں کر پا رہا تھا۔

اس کی حالت کسی **"زخمی شیر"** کی مانند تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر10

"ضروری تھاہمارا بچھڑنا"

ہم غلطیاں کیوں کرتے ہیں؟

بحیثیت انسان، ہم غلطیاں کرنے جارہے ہیں۔

یہی چیز ہمیں انسان بناتی ہے،اوراکثراوقات سیکھنے کاسب سے مؤثر طریقہ غلطیوں سے ہوتاہے۔

ہم صرف اس لیے غلطیاں نہیں کرتے کہ ہم چاہتے ہیں۔

غلطیوں سے ہم زندگی میں ترقی کرتے ہیں

غلطیوں کے ذریعے ہم انسانوں کے طور پر تیار ہوتے ہیں۔

غلطیوں کے ذریعے ہم چیزوں میں بہتر بن جاتے ہیں۔

ہم سے پہلے لوگوں نے غلطیاں کیں۔

ہم ان کے بعد غلطیاں کر رہے ہیں۔

اور وہ ہیں جو ہمارے بعد غلطیاں کریں گے۔

غلطیاں ہمیں زندگی میں تجربات کرنے کے اچھے مواقع فراہم کرتی ہیں،

غلطیوں کے بغیر ہمیں زندگی کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا

اور تجربے کے بغیر ہمیں زندگی میں کوئی سبق نہیں ملتا۔

تجربہ بہترین استاد ہے۔

اور غلطیاں اچھے سبق دیتی ہیں۔

ہم اپنی غلطیوں سے سیکھتے ہیں۔

تمام انسان غلطیاں کرتے ہیں۔

جو چیز کسی شخص کے کردار کا تعین کرتی ہے وہ غلطیاں نہیں ہیں جو ہم کرتے ہیں۔

بلکہ یہ اس طرح ہے کہ ہم ان غلطیوں کو کیسے لیتے ہیں اور انہیں بہانے کی بجائے سبق میں بدل کیسے دیتے ہیں۔

غلطیاں طے کرتی ہیں کہ ہم کتنے مضبوط ہیں

اگر آپ اس غلطی کو قبول کرتے ہیں جو آپ نے ابھی کی ہے، اور اس سے سیکھیں،

آپ ایک مضبوط مخلوق ہیں۔

اگر آپ قبول نہیں کرتے اور غلطیوں کو زیادہ سے زیادہ کرنے پر اصرار کرتے ہیں تو آپ کہیں نہیں جا رہے ہیں۔

(نظم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا

دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

وہ ہسپتال کے داخلی دروازے کو پیچھے کی طرف دھکیل کر اندر داخل ہو رہا تھا۔اس کے قدم تیز تھے۔۔بالکل اس کے دل کی دھڑکنوں کی طرح۔

سورج کی سنہری کرنیں آج کچھ زیادہ ہی طیش سے بھری تھیں۔ان میں حد درجہ کی تپش تھی!

اس کی آنکھوں میں کچھ تھا۔۔ایک امید۔۔کہ شاید وہ یہاں نہ ہو!

کہ اس نے جس کا نام سنا تھا وہ کوئی اور ہو!

ڈاکٹرزاسے اس کمرے تک لے جانے لگے جہاں وہ موجود تھی بلکہ وہاں تو صرف

اس کا جسم موجود تھا

اس کی روح نہیں۔

کمرے کادروازہ ایک ڈاکٹر نے کھولا اور وہ ان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

کمرے میں سفید سرمئی سی روشنی چکر کاٹ رہی تھی۔دیوار اپر لگی کھلی کھڑکیوں میں سے تیز سورج کی سنہری روشنی کھڑی پر گرے پردوں میں سے گزر کر سیدھا اس کے بیڈ پر آکر گر رہی تھی۔اس سورج کی روشنی کا تعقب کرتے ہوئے براق کی نگاہیں اس کی جانب گئیں۔

وہ بھاری قدم لیتا۔۔دل کی تیز دھڑکنوں۔۔اور سرخ آنکھوں کے ساتھ اس بیڈ کی جانب بڑھا۔

اس بیڈ پر وہ وجود ایک سفید رنگ کی چادر سے ڈھکا تھا۔ڈاکٹرز بھی اس کے ساتھ ہی وہاں کھڑے تھے۔

ان میں سے ایک ڈاکٹر نے اپنا ہاتھ اس وجود کے چہرے کے سامنے بڑھایا اس غرض سے کہ وہ اس چادر کو ہٹا کر اس وجود کا چہرہ عیاں کرے۔

وہ گھبراہٹ۔۔خوف۔۔تکلیف کا شکار تھا۔

دل بار بار تمنائیں۔۔التجائیں۔۔دعائیں کرنے میں مصروف تھا۔

اور پھر اس ڈاکٹر نے وہ سفید چادر اس کے چہرے سے اٹھائی۔ڈاکٹر زاس کے کمرے تک آنے اور اس بیڈ کے سامنے پہنچنے تک اس سے بہت کچھ کہہ چکے تھے جس کا ایک لفظ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔وہ حواس باختہ تھا!

اور مزید حواس باختہ ہونے والا تھا!

سفید چادر اٹھائی تو سورج کی تیز سنہری کرن اس کے چہرے پر آ کر گری۔

اس کا چہرہ دیکھتے ہی براق کے جسم میں ایک کرنٹ سا گزرا۔

اس لاش کا چہرہ جگمگانے لگا تھا مگر اس چہرے کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا کہ وہ پہلے سے ہی جگمگا رہا تھا۔چہرے پر جگہ جگہ خراشوں کے نشان تھے۔۔گہری چوٹیں تھیں۔۔لیکن پھر بھی ایک روشنی تھی اس کے چہرے پر۔

اس کے قدم لڑکھڑائے۔۔دل ڈوب گیا۔۔سانس اٹکا جیسے کوئی پھندا اس کے گلے میں لٹکا دیا ہو۔

اسے ایسا لگا جیسے وہ ایک گہری کھائی میں گر گیا ہو لیکن در حقیقت کھائی میں وہ نہیں بلکہ وہ گر چکی تھی جہاں سے اس کی آواز اس تک کبھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔کیونکہ یہ سب قدرت پر تھا۔

ان کی قسمت پر!

وہ گھٹنوں کے بل جھک سا گیا۔۔ڈاکٹرز اس کی جانب اسے سہارا دینے کے ارادے سے بڑھیں تو اس نے اپنے ہاتھ سے انہیں اپنی جگہ ٹھہر جانے کا اشارہ کیا۔وہ وہیں رک سے گئے اور وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ساکت سا اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کی نیلی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔اور پھر اس کی آنکھیں بھر آئیں جو برسنا چاہتی تھیں لیکن برس نہیں پائیں۔

وہ مرد تھا، تنہائی میں آنسو بہا سکتا تھا مگر سب کے سامنے نہیں۔

ڈوبتے دل کے ساتھ وہ زمین سے اٹھا۔اس کی یہ حالت وہاں کھڑے ڈاکٹرز نے بھی دیکھی تھی لیکن وہ اسے حوصلہ دینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔وہ کافی عرصے سے نہیں رویا تھا۔لیکن آج اس کا یہ ریکارڈ ٹوٹ گیا تھا۔

"کس نے کیا یہ ؟ کس نے کیا؟"اس نے لڑکھڑاتی اور کانپتی سی آواز میں پوچھا۔

"دیکھیں! آپ کو صبر سے کام لینا ہو گا۔ویسے تو یہ پولیس کیس ہے کیونکہ انہیں (اس ڈاکٹر نے میرائے کی جانب ہاتھ سے اشارہ کیا) گولی لگی ہے۔"

اگلے ہی پہل براق کا دل مزید ڈوبنے لگا۔

"لیکن۔۔ عجیب بات یہ ہے کہ۔۔" وہ ادھیڑ عمر ڈاکٹر اپنی بات مکمل کرنے کے لیے الفاظ کا انتخاب نہیں کر پا رہا تھا کیونکہ جس طرح سے یہ بات کرتے ہوئے اس کا دل اور دماغ گھبرا رہا تھا ویسے ہی وہ جانتا تھا کہ سامنے کھڑے شخص کی یہ سن کر کیا کیفیت ہو گی۔

"کہ؟" براق نے اب کی بار بلند آواز میں کہا تو وہ ڈاکٹر مزید گھبرا سا گیا۔

"گولی لگنے کے باوجود یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ۔۔ کسی بھی شخص کی پوری جسم کی ہڈیاں چور چور نہیں ہوتیں۔" انہوں نے ایک گہرا سانس لیا تو ان کے سامنے کھڑے شخص کی دل کی دھڑکنیں کچھ پل کے لیے رک گئیں۔

"ان کی حالت دیکھ کر یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اوپر سے کسی بھاری بھرکم چیز کو گزارا گیا ہے۔

اور ان کے جسم پر نشانات دیکھ کر تو یہ ہی سمجھ میں آتا ہے کہ انہیں گاڑی تلے کچلا گیا ہے۔'

انہوں نے اپنی بات مکمل کی تو براق کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ اور تاثر آکر گزرا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوپہر ہو چکی تھی۔ وقت کافی گزر چکا تھا۔

اس نے موبائل پر وقت دیکھا تو وہ اپنے بیڈ روم سے باہر نکلی۔اس نے اپنے ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھیں رگڑ کر اپنے آنسو صاف کیے۔وہ ان کے پاس لونگ روم میں آئی جہاں اب وہ بے چینی کے عالم میں ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھیں۔

"آنے ! آپ بیٹھ جایئے۔میں کال کر رہی ہوں براق کو بھی اور میرائے کو بھی۔وہ کال ریسیو کر لیں گے۔"

وہ اپنے موبائل پر دوبارہ میرائے کو کال ملاتے ہوئے جیمرے خاتون کو حوصلہ دے رہی تھی۔

لیکن اب کی بار جیمرے خاتون کوئی جواب نہیں دے رہی تھیں۔ان کا دل عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔وہ ماں تھیں۔۔اپنی اولاد کی تکلیف انہیں بھی محسوس ہو رہی تھی خاص طور پر وہ تکلیف جو اولاد کے بچھڑنے کی ہو۔

وہ خاموشی سے ان کے پاس صوفے پر برابر میں آکر بیٹھی۔اس کے اوپر کچھ ہی دیر پہلے ہونے والے انکشاف نے اسے کافی غمزدہ اور پریشان کر دیا تھا لیکن پھر بھی وہ جیمرے خاتون کے سامنے کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دے رہی تھی کہ وہ کس قدر غمزدہ اور پریشان تھی۔

"آنے ! اللہ پر بھروسہ رکھیں۔سب خیریت ہو گی انشاءاللہ !۔"

اس نے انہیں تسلی دی تو انہوں نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کچھ دیر وہاں خاموشی چھائی رہی۔ وہ جیمرے خاتون کے کندھے کو نرمی سے سہلاتے ہوئے انہیں تسلی دیتی رہی۔ لیکن اس تسلی کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

ان کے کانوں کے پردوں پر جب وہ آواز گونجی تو وہ گھبرا کر صوفے سے اٹھیں۔ وہ ایمبولینس کی آواز تھی جس نے جیمرے خاتون کو فوراً صوفے سے اٹھ کھڑا ہونے پر مجبور کیا تھا۔ نینا بھی یہ آواز سن کر گھبرا گئی۔

ان دونوں کا دل اندر ہی اندر ڈوبنے لگا۔

ایمبولینس کی آواز ابھی تک جاری تھی اور تب ہی اس میں ان کے گھر کے داخلی دروازے کے کھلنے کی آواز نے خلل پیدا کیا۔

جیمرے خاتون دروازہ کھلنے کی آواز سن کر فوراً لونگ روم سے باہر نکلیں۔ نینا نے انہیں روکنے کی کوشش کی کیونکہ وہ اس وقت کافی پریشان تھیں لیکن جیمرے خاتون اس کی بات سنے بغیر ہی لونگ روم سے باہر چلی گئیں۔ نینا ان کے ساتھ ہی لونگ روم سے باہر نکلی۔

براق اب گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ جیمرے خاتون اسے آتا دیکھ کر اس کی جانب چھوٹے چھوٹے قدم چلتی ہوئیں یک دم ٹھہر سی گئیں۔ انہوں نے آج تک اپنے "بیٹے" کو اس کیفیت۔۔

اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔

وہ اداس۔۔ بکھرا بکھرا۔۔اور کمزور نظر آتا۔۔ یہ ایک ماں کی نظر تھی۔

وہ بے گانہ۔۔ طیش سے بھرپور۔۔دل و دماغ میں بدلے کی آگ لیے نظر آتا۔۔ یہ ایک بیوی کی نظر تھی

بلکہ

یہ تو اس کی "سلطانہ" کی نظر تھی۔

"براق! کیا ہوا ہے؟"جیمرے خاتون نے گلے سے نکلتی لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔

وہ خاموش رہا۔۔ نظریں جھکائے۔۔بے حد خاموش۔

"براق! میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔جواب کیوں نہیں دے رہے ہو تم؟ ہاں؟ میرا ئے کہاں ہے؟"اب کی باران کے دل پر مزید بوجھ پڑا۔

اس کی خاموشی ان کے دل کو مزید ڈبو رہی تھی۔

نینا یہ سب خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔وہ بے یقینی کا شکار تھی۔اس نے کبھی براق کو اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔یوں جیسے اسے شکست۔۔ عظیم ہار۔۔اور تباہی ملی ہو۔

"آنے وہ۔۔"اس نے جواباً کچھ کہنا چاہا مگر اس کی زبان اس کے دل اور دماغ کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"تم اب میرے صبر کو آزما رہے ہو جلدی بتاؤ مجھے!۔"وہ غرائیں۔

"آنے! میرائے نہیں رہی۔"اس نے نظریں اٹھا کر ان کی جانب دیکھا اور شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

جیمرے خاتون یہ سن کر ساکت سی رہ گئیں۔ان کی آنکھیں نم ہو گئیں بے حد نم۔

آنکھ سے لڑھکتا ہوا آنسو ان کے گال کو چھو گیا۔۔اور پھر ان کی آنکھوں سے متواتر آنسو بہنے لگیں۔وہ سامنے رکھی کرسی پر دھیرے سے بیٹھیں۔براق نے ان کو سہارا دیا۔وہ حواس باختہ ہو چکی تھیں۔

نینا براق کی جانب بڑھی تو اس نے اسے بس اتنا ہی بتایا کہ میرائے اب نہیں رہی لیکن یہ سب ابھی اس نے ان دونوں کو نہیں بتایا تھا کہ اس کی موت کیسے واقعہ ہوئی۔

میرائے کی موت کی خبر نے نینا کے اوپر ایک اور انکشاف۔۔بلکہ ایک اور قیامت برپا کر دی۔

وہ جیمرے خاتون کے برابر میں رکھی کرسی پر دھیرے سے بیٹھی۔اس کی آنکھوں میں سے بھی مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔وہ اس وقت جیمرے خاتون کو بھی تسلی نہیں دے سکتی تھی۔اتنے کم

عرصے میں اس کا ان سب کے ساتھ جتنا تعلق مضبوط ہوا تھا اتنا ہی اس کا "میر ائے" کے ساتھ بھی تعلق مضبوط ہوا تھا۔

یوں کسی اپنے کا ایک دم چلے جانا۔۔ کسی قیامت سے کم نہیں ہوتا۔

جیمرے خاتون سسک رہی تھیں۔ براق انہیں کوئی تسلی نہیں دے رہا تھا کیونکہ اس وقت وہ اس حال میں نہیں تھا کہ وہ کسی کو تسلی دے۔

ان کے رونے کی آواز جب کچھ بلند ہونا شروع ہوئی تو انہوں نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھے جیسے خود کو چلانے سے روکا ہو اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

نینا اور براق انہیں بھیگی آنکھوں سے یوں آنسو بہاتا دیکھ رہے تھے۔

ان کے چہروں پر اب بہت کچھ تھا۔۔ حد درجہ کی بے یقینی۔۔ تکلیف۔ غم۔۔ لیکن براق کے دل۔۔ دماغ۔۔ نگاہوں۔۔ اور چہرے پر کچھ اور بھی تھا۔۔ پچھتاوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ آ گئی شام، اپنی راہوں میں

فرش افسردگی بچھانے

شام کے سائے دھیرے دھیرے سمٹ رہے تھے۔یہ شام بہت اداس تھی۔سورج جاتے جاتے لہو کے جیسے رنگ بکھیرنے پر تلا ہوا تھا۔ہر سو پھیلی نارنجی شعاعوں میں کچھ زیادہ ہی سرخی جھلک رہی تھی۔

میت کی تدفین ہو چکی تھی۔

ان کے گھر میں بہت سے لوگوں کا رش لگا ہوا تھا۔ایمرے چچا۔۔احمت۔۔ایرن۔۔یہاں تک کہ دندار بے بھی انہیں اس دکھ اور تکلیف میں حوصلہ دینے کے لیے موجود تھے۔

وہ سب براق کے ساتھ باہر لان میں موجود تھے۔جیمرے خاتون ڈرائنگ روم میں حواس باختہ سی حالت میں فرش پر بیٹھی تھیں۔ان کی آنکھیں برس برس کر سوجھ چکی تھیں۔ایسی ہی حالت نینا کی بھی تھی لیکن اس نے ان کو سہارا دینا تھا،اس لیے اس نے کافی حوصلہ اور صبر کیا ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ آگئی رات چاند تاروں کو

اپنی آزردگی سنانے

شام کے گہرے سائے فنا ہوئے تو رات کے اندھیرے نے اپنے پر استنبول پر پھیلا دیے۔

شام کی طرح ہی یہ رات۔۔یہ اندھیرا۔۔افق پر چمکتا ہوا چاند۔۔بہت اداس لگ رہا تھا۔

جس طرح سے وہ اندھیرا ساری کائنات پر چھایا تھا ویسے ہی وہ اندھیرا ان سب کے دلوں پر بھی چھایا تھا۔

جیمرے خاتون کی طبیعت کافی ناساز تھی۔ڈاکٹرز نے انہیں آرام کرنے کا کہا تھا۔انہیں ڈاکٹرز نے نیند کی دوائی بھی دی تھی۔۔جس وجہ سے وہ اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہی تھیں۔انہیں یہ زبردستی دی گئی تھی۔۔ورنہ وہ تو کچھ کھانے پینے پر راضی نہ تھیں۔وہ آج جس "غم" کا شکار تھیں

اس میں انہیں کھانا پینا کہاں یاد رہنا تھا؟

یہ ان تینوں کے لیے ایک آزمائش تھی۔۔ایک ماں کا اپنی **"اولاد"** سے بچھڑ جانا۔۔ایک **"بھائی"** کا اپنی بہن کو کھو دینا۔۔ایک دوست کا اپنی **"وفادار دوست"** سے جدا ہو جانا۔

نینا اس وقت جیمرے خاتون کے پاس ان کے کمرے میں ہی موجود تھی۔کمرے کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔وہ سامنے رکھے صوفے پر نڈھال سی ہو کر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔اس کی آنکھوں میں سے ابھی بھی آنسو بہہ رہے تھے۔آج کا دن اگر براق اور جیمرے خاتون کے لیے **"ایک قیامت"** لایا تھا تو نینا کے لیے یہ دن ایک نہیں بلکہ **"دو بار قیامت"** لایا تھا۔

کمرے میں بے حد خاموشی تھی۔۔اور پھر دروازہ کھلنے کی آواز۔۔بجھی ہوئی بتیاں جلیں۔۔قدموں کی آواز۔۔اس نے فوراً دروازے کی جانب نگاہ دہرائی۔

براق یامان کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔اسے دیکھ کر نینا فوراً صوفے سے اٹھی۔سیاہ آنکھیں نیلی آنکھوں سے ٹکرائیں تو سیاہ آنکھوں میں سے ایک آنسو بہتا ہوا اس کے گال چھو گیا جسے اس نے ہاتھ سے دھیرے سے صاف کیا۔وہ اس کی جانب آہستگی سے بڑھی تاکہ جیمرے خاتون اٹھ نہ جائیں۔

اس تک پہنچتے ہی براق نے یک دم اس سے نگاہیں چرائیں۔۔یوں کہ وہ اپنی آنکھوں میں موجود نمی یا شاید **"وہ بارش جو برسنا چاہ رہی تھی"** اسے چھپا لے لیکن وہ ناکام رہا تھا۔۔نینا نے اس بارش کو دیکھ لیا تھا۔

"آنے کی طبیعت کیسی ہے ؟"اس نے جیمرے خاتون کی جانب دیکھتے ہوئے زخمی سے انداز میں پوچھا۔

"پہلے سے بہتر ہے۔ڈاکٹرز کہہ رہے تھے کہ کچھ دن آرام کریں گی تو ٹھیک ہو جائیں گی۔"اس نے بھی ان کی جانب دیکھتے ہوئے تاسف بھرے لہجے میں کہا تو براق نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ آہستگی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔نینا نے کمرے کی بتیاں بجھائیں اور دروازے کو دھیرے سے بند کرتے ہوئے وہ بھی کمرے سے باہر نکلی۔

(جیمرے خاتون کا کمرہ بالائی منزل پر نہیں تھا۔ان کے کمرے سے باہر لونگ روم تھا۔وہاں

آج کچھ بتیاں جل رہی تھیں اور کچھ بجھی تھیں۔۔ بالکل ان کے دلوں کی طرح!۔)

براق وہاں پڑی رولنگ چیئر کو کھینچ کر بیٹھا اور پھر اس سے ٹیک لگا کر اس نے ایک گہری سانس لی۔ نینا کچھ لمحے اس سے تھوڑا فاصلے پہ کھڑی اسے یونہی دیکھتی رہی۔ الفاظ اس کے لیے کبھی مشکل نہ تھے۔۔ لیکن آج الفاظ کو زبان تک لانے میں اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔۔ یا شاید اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ براق سے کیا کہے۔

وہ دھیرے سے براق کی جانب بڑھی اور اس کے سامنے رولنگ چیئر کے ساتھ فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھی۔

دیوار پر ایک کھڑکی تھی جس کے پردے ہٹے ہوئے تھے۔ اس میں سے آسمان پر چاند چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ براق کی نظریں اس چاند پر جمی تھیں۔ نینا کب اس کے سامنے آ کر بیٹھی اس کا اسے اندازہ ہو گیا تھا۔۔ لیکن پھر بھی اس نے اس کی جانب دیکھا نہیں۔ کچھ تھا اس کی نظروں میں۔۔ پچھتاوا اور شکست۔ وہ اس سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں؟" اس نے بمشکل آواز نکالتے ہوئے پوچھا۔ یہ ایک بہت ہی احمقانہ سوال تھا جو اس کی زبان سے خود بخود ادا ہوا۔

"تم جانتی ہو "میرائے" کا مطلب کیا ہے؟" براق نے چاند پر نظریں جمائے ہوئے نینا سے

سوال پر سوال کر ڈالا۔۔وہ بکھرا ہوا۔۔بے حد بکھرا ہوا اور زخمی زخمی سا لگ رہا تھا۔

نینا نے اس کا سوال سن کر نفی میں سر ہلا دیا۔اس کی نظریں متواتر اسے ہی گھورنے میں لگی ہوئی تھیں۔شاید اسے اس کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

"میرائے کا مطلب ہے **"چاند کی طرح"**۔" براق نے اب کی بار نینا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

اس نے یہ سن کر اثبات میں سر ہلا دیا۔کچھ پل وہاں خاموشی رہی۔گھر آج "سائیں سائیں" کر رہا تھا۔اس جیسی خاموشی ان کے گھر میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔

"میرائے کے ساتھ۔۔یہ سب۔۔کس نے کیا؟"نینا نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان کے ساتھ پوچھا۔

یہ وہ سوال تھا جو "براق" کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔وہ چند لمحے خاموش رہا۔اس کے حلق میں کچھ اٹکا۔

"میرائے کے ساتھ۔۔(اس نے ایک گہری سانس لی) میں تمہیں سب بتاتا ہوں۔"

وہ کہتا ہوا رک گیا۔اس نے نینا سے نظریں ہٹا کر دوبارہ سے آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کی جانب اپنی نگاہیں دہرائیں۔اس نے چند لمحے بعد کچھ کہنے کے لیے اپنے لب کھولے تو وہ اپنے الفاظ ادا نہ کر پایا۔

"مرات!۔۔اس ہی نے کیا ہے نا یہ سب۔"

اوراس جملے کو سن کر وہ دونوں شاکڈ رہ گئے کیونکہ یہ نہ ہی براق نے کہا تھااور نہ ہی نینا نے۔یہ جملہ ان کے سامنے کمرے کادروازہ کھولے کھڑیں **"جیمرے خاتون"** نے رندھی ہوئی آواز میں کہا تھا۔براق کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔۔جس میں پچھتاوا بھی شامل تھا۔۔اور نینا کے چہرے پر نا سمجھی۔

"آنے آپ کو کیسے معلوم؟" وہ یہ کہتا ہوا رولنگ چیئر سے اٹھا۔

"تمہیں کیا لگا تھا براق؟ تم دونوں بہن بھائی کچھ بھی کرتے رہو گے اور مجھے معلوم نہیں ہو گا؟" انہوں نے حلق میں پھنسی ہوئی آواز کے ساتھ کہا۔

"آنے۔۔آپ ادھر آئیں۔۔بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ جیمرے خاتون کی جانب بڑھا اور اس نے اور نینا نے انہیں نرمی سے بازوؤں سے تھام کر انہیں سامنے رکھی رولنگ چیئر پر بٹھایا۔

"وہ مرات کبھی خوش نہیں رہ پائے گا۔۔تم دیکھنا! وہ بہت پچھتائے گا۔۔بہت!۔"

ان کی آنکھوں میں سے اب ابلتا ہوا گرم پانی برسنے لگا۔

"آپ کو یہ سب کیسے معلوم؟" براق نے چند لمحے بعد انہیں تسلیاں دینے کے بعد پوچھا۔یہ وہ سوال تھا جس کا جواب نہ ہی "براق" کے پاس تھا اور نہ ہی "نینا" کے پاس۔

اس کا سوال سن کر جیمرے خاتون زخمی سے انداز میں مسکرانے لگیں۔ان کے مسکرانے کی وجہ انہیں سمجھ نہ آئی۔

"اکثر بچوں کو لگتا ہے کہ وہ سب جانتے ہیں۔۔ لیکن بیٹے! **(انہوں نے براق کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا)** ماں جو ہے نا آپ اس سے کوئی بھی چیز چھپا نہیں سکتے۔"

انہوں نے آنسوؤں کی بارش جاری رکھتے ہوئے کہا تو براق نے پیار سے ان کا سر اپنے کندھے پر رکھا اور ان کا ہاتھ احترام سے چوم لیا۔اس کی آنکھیں بھی اب برسنے لگی تھیں۔وہ سب کے سامنے اپنے آنسوؤں پر قابو پاسکتا تھا لیکن اپنی **"ماں"** کے سامنے وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔

"جس دن میرائے کو تم مرات کی حقیقت بتا رہے تھے تب میں میرائے کو کسی کام سے اس کے کمرے میں بلانے گئی تھی۔"

(وہ میرائے کا کمرہ تھا جہاں براق اسے مرات کی حقیقت بتا رہا تھا تو دوسری جانب میرائے کی آنکھوں میں سے آنسو برس رہے تھے۔ جیمرے خاتون نے آہستگی سے کمرے کا تھوڑا سا دروازہ کھولا۔۔اور پھر وہ اندر کمرے کا منظر ان دونوں کی نگاہوں سے چھپ کر دیکھنے لگیں۔)

"وہاں میں نے تمہیں جب دیکھا تو مجھے حیرت ہوئی۔۔ کیونکہ تم کافی پریشان لگ رہے تھے۔" وہ زخمی سے انداز میں ہلکا سا مسکرائیں۔

"جب میں نے میرائے کو روتے دیکھا (**انہوں نے ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو صاف کیے**)

مجھے اسی لمحے اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی مسئلہ ہے۔" انہوں نے چند لمحے کا وقفہ لیا۔

"میں وہیں کھڑی رہی۔۔ تم دونوں کو سننے لگی۔۔ میں نے سوچا کہ۔۔" وہ کہتے ہوئے رکیں۔

"میں نے سوچا کہ میں تم دونوں سے اس بارے میں ضرور بات کروں گی۔ لیکن میں نے اپنا فیصلہ بدل لیا۔ جانتے ہو براق! میں نے اپنا فیصلہ کیوں بدلا؟" انہوں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو براق نے نفی میں سر ہلا دیا۔ نینا یہ سب سن رہی تھی تو اس کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آ کر گزر رہا تھا۔

("اتنا کچھ ہو گیا ان کی زندگی میں اور مجھے کچھ معلوم بھی نہیں۔"

نینا نے دل ہی دل میں حیران ہوتے ہوئے سوچا۔)

"میں نے دیکھا کہ میرائے بدل رہی ہے۔ وہ اپنی زندگی میں آگے بڑھ رہی ہے۔ وہ بہتر ہو رہی ہے!۔" انہوں نے اپنے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ان کی آنکھوں میں میرائے کے لیے محبت۔۔ عزت۔۔ ستائش۔۔ ہر مثبت جذبہ اور احساس تھا۔

"اور پھر میں نے ایک دن میرائے کو **"قرآن"** پڑھتے ہوئے دیکھا۔"ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک اُمڈ آئی۔

"تم جانتے ہو اس دن میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں میرائے سے کبھی اس کی غلطیوں کے بارے میں نہیں پوچھوں گی۔ کیونکہ **(انہوں نے ایک گہری سانس لی)** میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ میرے سامنے شرمندہ ہو۔ وہ میرے سامنے سر اٹھا کر بات نہ کر سکے۔ وہ مجھ سے نظریں نہ ملا سکے۔۔ صرف اس لیے۔۔ صرف میرائے کے لیے۔۔ میں نے تم لوگوں سے کچھ نہیں کہا۔"

براق نے انہیں نرمی سے گلے لگایا لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکا۔

کبھی کبھی سب سے مشکل کام "کچھ کہنا" لگتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات گہری ہو چکی تھی۔۔ بے حد گہری۔ جیمرے خاتون کی طبیعت کافی خراب تھی جس وجہ سے وہ گہری نیند کے سائے میں دوبارہ ڈوب چکی تھیں۔ براق کچھ دیر ان کے کمرے میں ان کے پاس ہی رہا تاکہ وہ سو جائیں۔ کیونکہ اگر وہ جاگتی رہتیں تو ان کی طبیعت زیادہ ناساز ہو سکتی تھی۔ ان کے سونے کے بعد وہ ان کے کمرے سے باہر نکلا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ارد گرد نگاہ دہرائی تو اسے نینا کہیں دکھائی نہ دی۔اس کے بجھے ہوئے چہرے پر ناسمجھی کی لہر جھلکی۔اور پھر گھبراہٹ اور خوف کی لہر نے اسے آگھیرا۔کسی اپنے کی غیر موجودگی اس وقت اس کے لیے خطرے کے الارم سے کم نہ تھی۔

پھر اچانک اس کے ذہن کے پردوں پر کچھ جھلکا۔

وہ کھڑکی کی جانب بڑھا اور کھڑکی کا پردہ پیچھے کی طرف کرتے ہی اس نے اس سے باہر دیکھا۔ نیٹٹوریم کے سامنے زمین پر بیٹھی وہ چاند کو دیکھ رہی تھی۔اس کے سیاہ بال ایک ڈھیلی سی پونی میں بندھے تھے جو ایک طرف کو گر رہے تھے۔

چاند کی روشنی پول کے نیلے پانی کے اوپر رقص کر رہی تھی۔وہ چند لمحے اس منظر کو دیکھتا رہا اور پھر کھڑکی کو پردوں سے ڈھک کر وہ کمرے سے باہر نکلا۔

نینا کی آنکھوں میں آج بہت کچھ تھا۔اس کے کندھوں پر آج جیسے کوئی بوجھ سا پڑ گیا تھا۔اور ذہن میں تو اس کے آج کئی سوچوں کا طوفان چل رہا تھا۔حالات ہی کچھ ایسے تھے۔ایک دم ہی اتنا کچھ ہو گیا۔۔اس کی امید کسی کو نہ تھی۔

"مجھے پاکستان جانا ہو گا لیکن۔۔"

اس کے ذہن میں بار بار یہ ہی بات امڈ رہی تھی۔ بے شک میرائے سے اس کا تعلق کافی گہرا تھا اور یہ دکھ بھی کافی بڑا تھا لیکن پھر بھی اس کا اب پاکستان جانا کئی وجوہات کی بنا پر ضروری نہیں بلکہ **"بہت ضروری"** تھا۔ اور وہ اس حقیقت سے منہ بھی نہیں پھیر سکتی تھی۔

"نینا!۔" اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ نرمی سے رکھ کر براق نے اسے پکارا تو وہ گھبرا کر زمین سے اٹھی۔

وہ حیران ہوا۔۔اس کی ایسی حالت براق نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"سوری! میں بس۔۔" وہ کہنے کے لیے الفاظ تلاش کرنے لگی۔

"کوئی بات نہیں۔ بیٹھو۔" براق یہ کہتا ہوا پول کے سامنے بیٹھ گیا۔ نینا بھی اس کے برابر میں آکر بیٹھی۔

کچھ لمحے وہاں خاموشی نے اپنا بسیرا کیے رکھا۔ یہ جولائی کا مہینہ تھا لیکن آج ہوا میں نمی تھی۔۔

ٹھنڈی ہوا کی بہت ہلکی سی لہریں تھیں۔۔اس خاموشی میں اس وقت صرف ٹھنڈی ہوا کے ارد گرد رقص کرنے کی آواز شامل تھی۔

"تم پاکستان چلی جاؤ۔" چند ہی لمحے بعد براق نے خاموشی توڑ ڈالی۔

نینا یہ سن کر حیران ہوئی۔اس نے پول کے پانی پر جمائی ہوئی نظریں اٹھا کر بے یقینی سے براق کو دیکھا جو بے حد بکھرا ہوا الگ رہا تھا۔

براق نے اس سے وہی کہا جو وہ اس سے کہنا چاہتی تھی لیکن اس کے منہ سے یہ سن کر اسے حیرت۔۔بے یقینی اور تکلیف ہوئی۔

"کیا؟"اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"تم پاکستان واپس چلی جاؤ۔"اس نے نینا سے نظریں ہٹا کر پول کے پانی کے اوپر نظریں جمائیں جن پر اب چاند کی روشنی رقص کرتی ہوئی اسے کوئی مسرت نہیں دے رہی تھی جیسے کچھ دن پہلے دیا کرتی تھی۔

"کیوں ؟"سوال فوراً پوچھا گیا۔

"کیونکہ میں اب اور کسی کو نہیں کھونا چاہتا۔"جواب دو ٹوک انداز میں دیا گیا۔

"براق !ادھر بھیج کر آپ کو لگتا ہے کہ مجھے کوئی نقصان۔۔"سلطانہ کی بات مکمل نہ ہو پائی۔

"میں نہیں جانتا کچھ !مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ جب تک میں اس گھٹیا شخص **(اس کی نیلی آنکھوں میں سرخی اتر آئی)** کو ختم نہیں کر دیتا تب تک میں تم سے اور آنے سے نہیں ملوں گا۔"

اس نے طیش سے بھرے ہوئے انداز میں کہا تو وہ ساکت سی رہ گئی۔ کچھ دیر کے لیے اسے سمجھ ہی نہیں

آیا کہ وہ کیا کہے یا کچھ کہنا چاہیئے بھی تھا یا نہیں؟

"ٹھیک ہے! میں پاکستان چلی جاؤں گی۔" اس نے نظریں جھکائے ہوئے کافی تکلیف دہ انداز میں کہا۔ براق جو اسے نظر انداز کرتا ہوا یا شاید اس کی تکلیف اور اداسی کو نظر انداز کرتا ہوا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔۔ ایک دم اس کے الفاظ پر چونکا۔

"کیا؟ کیا کہا تم نے؟" اب حیران ہونے کی باری سلطان کی تھی۔

"میں نے کہا کہ میں پاکستان چلی جاؤں گی۔" جواب پھر دوٹوک لہجے میں آیا۔ وہ ساکت رہ گیا کہ وہ اتنی جلدی مان کیسے گئی۔۔ حیرانی تب زیادہ نہ ہوتی اگر بات یہ نہ ہوتی کہ وہ اس سے دور ہونے پر راضی ہو گئی ہے۔

"اگر آپ یہ مجھ سے نہ بھی کہتے تب بھی میں آپ سے یہ ہی کہنے والی تھی۔" اس کا یہ جملہ سن کر وہ مزید حیران رہ گیا۔ ناسمجھی اور بے یقینی کی لہروں نے اس کو جکڑ لیا۔

"کیوں؟" سوال چند لمحے بعد پوچھا گیا۔نینا ہلکا سا مسکرائی۔اس کی خاموشی نے اسے مزید بے چین کیا۔وہ اب پول کے پانی پر دوبارہ نظریں جمائے ہوئے تھی اور براق کی نظریں اسی کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"جانتے ہیں آپ! جب مجھے میرائے کی خبر ملی تو میں نے امی اور بابا کو اس بارے میں بتایا۔۔

وہ سب یہاں آنا چاہ رہے تھے **(اس نے ایک گہری سانس لی)** لیکن میں نے انہیں منع کر دیا۔" وہ صاف گوئی سے اسے بتا رہی تھی تو براق کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آ کر گزر رہا تھا۔

"وہ بھی یہ سن کر ایسے ہی حیران ہوئے تھے جیسے آپ اس وقت ہو رہے ہیں۔" اس نے اب سلطان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

کچھ لمحے کا اس نے وقفہ لیا۔دونوں جانب خاموشی چھائی رہی۔ایک سننے کا منتظر تھا اور دوسرا کہنے کا۔

"آپ کو معلوم ہے۔۔میرائے کی خبر ملنے سے پہلے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میں اتنے عرصے سے جس شخص کے ساتھ کام کر رہی ہوں۔۔وہ شخص جس نے مجھے ایک ظالم۔۔ہاں ظالم!۔۔کے خلاف اتنے ثبوت دیے۔۔میری اتنی مدد کی۔۔ان کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

سلطانہ کی آنکھیں اب سلطان کی آنکھوں کی طرح ہی سرخ ہو گئی تھیں۔ وہ یہ سب اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ دوسری جانب سلطان اس کے الفاظ خاموشی سے سن رہا تھا۔

"اور اب میرا پاکستان جانا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر میں اب پاکستان نہ گئی اور میں نے وہ "امانت" جو مجھے "انہوں" نے دینی تھی وہ نہ لے پائی تو میں ایک "غدار" کہہ لاؤں گی۔ جس کے پاس ظالم کے خلاف سب ثبوت تھے لیکن وہ صرف ظالم کے خلاف لڑی نہیں۔" اس کی آواز اب بھیگ رہی تھی۔

براق نے اس کے ارد گرد اپنے بازو پھیلائے اور اسے نرمی سے اپنے ساتھ لگایا۔ دونوں کی صورتحال اس وقت ایک جیسی تھی۔

دونوں نے کسی کو کھویا تھا کسی اپنے کو یا کسی محسن کو۔۔ دونوں کو شکست ہوئی تھی۔۔ بس دونوں نے اقرار کر لیا۔۔ زبان سے نہیں۔۔ دل ہی دل میں۔

کچھ دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو تسلیاں اور حوصلہ دیتے رہے اور پھر باری آئی تھی ایک دوسرے کی ہمت بندھانے کی!

جس کی شروعات سلطانہ نے کی!

"براق! جو بھی ہوا غلط ہوا۔۔ بلکہ بہت غلط ہوا۔۔ لیکن اب بھی میں اور آپ ہارے نہیں ہیں۔" اس نے براق کے کندھے سے اپنا سر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اس کی آنکھوں میں اب کی بار ایک خاص "چمک" امڈ آئی۔ براق اس کی بات سن کر بے ساختہ مسکرا دیا۔

نینا کو اس کے اس طرح مسکرانے کی وجہ سمجھ میں آ گئی اور اس کو اس کے اس طرح مسکرانے کی توقع بھی تھی۔

"کیا ہوا؟" اس سوال کا جواب جانتے ہوئے بھی اس نے براق سے پوچھا۔

"مجھے حیرانی ہو رہی ہے کہ تم اب ابھی بھی یہ کہہ رہی ہو۔ مطلب مجھے تمہارا نہیں معلوم لیکن اپنا ضرور معلوم ہے کہ میں "ہار" گیا ہوں۔" اس نے چہرے پر ایک زخمی سی مسکراہٹ لیے ہوئے شکشت خوردہ لہجے میں کہا۔

"براق! آپ صرف تب ہارتے ہیں جب آپ ہار "مان" جاتے ہیں۔"

اس کے لہجے میں کچھ خاص تھا جس نے چند لمحے کے لیے براق کو خاموش کروا دیا۔ وہ اسے خاموشی سے دیکھنے لگا۔ کچھ تھا اس کی بھی آنکھوں میں۔

"جو بھی ہے۔۔ مگر اب مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میرے لیے جیتنا ناممکن ہے۔"

اس کے دل میں جو تھا۔۔ جو اسے کھٹک رہا تھا۔۔ اس نے بلا جھجک کہہ ڈالا۔

اس نے آج تک اپنے دل کی بات یوں کسی کے سامنے نہیں کہی تھی۔اس کی بات سن کر اب نینا مسکرائی۔

"براق! ناممکن کو حاصل کرنے کی بات ہے ناجہاں تک تو یہ برے وقت سے نمٹنے کا سوال ہے۔کیونکہ۔۔"

(اس نے وقفہ لیا۔۔ براق کی نگاہیں اور اس کے تاثرات صاف یہ بتا رہے تھے کہ وہ اسے سننے کا منتظر تھا۔)

"جب آپ ایک "غیر متزلزل راستہ اختیار کرتے ہیں یا آپ کا "مقصد" بڑا ہو تو آپ کو ناکامی کے لیے تیار رہنا ہوتا ہے۔"

وہ کہہ رہی تھی۔۔بہت اعتماد کے ساتھ۔۔وہ سن رہا تھا۔۔بہت یقین کے ساتھ۔

"ناکامی ہوگی۔لیکن آخر میں آپ کو معلوم ہے کون لوگ جیتتے ہیں؟"

"جو ہار نہیں مانتے۔جو ہر مشکل سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

اس کے الفاظ براق کو امید۔۔یقین۔۔حوصلہ اور ہمت بخش رہے تھے۔

"قرآن پاک کی آیت ہے کہ

"وہ جو ایمان رکھتے ہیں اللہ ان کے خوف دور کر دیتا ہے۔"

"ہمیں ہار کا خوف نہیں رکھنا۔جو ہارنے سے ڈرتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو پاتا۔اور نہ ہی ہم میں کسی کو کھودینے کا خوف ہونا چاہیئے!۔"

"خوف انسان کو بڑے کام کرنے سے روکتا ہے۔اور جو ہارنے سے ڈرتا ہے وہ کبھی جیتتا نہیں۔"

اس نے براق سے نظریں ہٹا کر۔۔آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کو دیکھتے ہوئے بہت پر اعتماد انداز میں کہا۔

"زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے براق! پھر ہم کیوں کسی اور سے ڈریں؟"

اب کی بار براق نے کندھے اچکائے جیسے وہ اس کی بات سے متفق تھا۔

"جانتے ہیں "خوف" ہمیشہ انسان کو "کامیابی" سے روکتا ہے۔"

"جب آپ کے اندر سے "ہار" کا خوف ختم ہو جاتا ہے تو آپ کامیاب ہو جاتے ہیں۔"

(وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے الفاظ میں کتنی تاثیر ہے۔اس کے الفاظ براق کی زخمی روح پر مرہم کی طرح برس رہے تھے۔)

"اور جانتے ہیں ڈر اور خوف صرف کس کا ہونا چاہیئے؟" اس نے سوالیہ انداز میں ابرو اچکائے۔

"اللہ کا۔" پھر اپنے سوال کا خود ہی جواب دیا۔

"کیونکہ وہی تو کل کائنات کا مالک ہے۔اسی کے ہاتھ میں تو عزت اور ذلت ہے۔اسی کے ہاتھ میں تو رزق ہے۔وہی تو زندگی اور موت کا مالک ہے۔"

اس نے اپنی بات مکمل کی تو نیلی آنکھیں سیاہ آنکھوں سے ٹکرائیں۔بہت کچھ تھا جو خاموشی سے ایک دوسرے سے کہہ دیا گیا تھا۔ایک مسکراہٹ جوان دونوں کے چہرے پر جھلکی۔۔اس نے خاموشی سے ہی بہت سی باتوں کا اظہار کر دیا۔

"میں تمہاری پرسو کی فلائٹ بک کروا دیتا ہوں۔تم پیکنگ شروع کر دینا کل سے۔"

اس نے کھوئے کھوئے سے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔آنے کو آپ یہیں رکھیں گے؟"

"نہیں۔وہ یہاں نہیں رہ سکتیں۔میں انہیں یہاں رکھ کر کسی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔"

اس نے سنجیدگی سے اپنی بات کہی تو نینا نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ انہیں کہاں بھیج دے گا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر براق اسے بتانا چاہتا تو بتا دیتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے نرم پردے خاموشی کے آغوش میں بسے تھے۔اطراف میں آسمان تک پہنچنے والے قدیم اور گھنے درختوں کا جال بچھا تھا جہاں کئی راز پوشیدہ تھے۔روشنی نہ ہونے کے برابر تھی مگر پھر بھی ا

س جامنی رنگ کے لباس میں ملبوس اس لڑکی کو سب کچھ ٹھیک ٹھیک دکھائی دے رہا تھا۔وہ یہاں آج پھر موجود تھی۔

آسمان سے خوب برف پڑ رہی تھی۔زمین جو کہ برف کے قالین سے ڈھکی تھی اس میں سے ایک پرندہ نکلنے کی بہت کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اس برف کی قید سے نکل نہیں پا رہا تھا۔

اس کی نظریں اس پرندے کی جانب بڑھیں تو وہ فوراً اس کی جانب بڑھی۔اس کا دل تھا ہی ایسا۔۔کسی بھی انسان۔۔جانور یا پرندے کو تکلیف میں دیکھ کر تڑپ اٹھتا۔

وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھی۔اب کی بار ہوا کا رخ تیز ہو گیا۔برف بھی اب پہلے کی نسبت آسمان سے زیادہ گرنے لگی۔اس کی آنکھیں دھندلانے لگیں۔ہاتھ کانپنے لگے۔دھڑکنیں مزید تیز ہونے لگیں۔آنکھوں کے آگے ایک پردہ سا آنے لگا۔وہ اب پرندے کو دیکھ نہیں پا رہی تھی۔

اور پھر برف اور ٹھنڈی ہوا مزید تیز چلنے لگی۔اتنی تیز کہ اب اس کے سانس لینے میں دشواری پیدا ہونا شروع ہو گئی۔وہ زمین سے اٹھی اور اپنا ہاتھ اپنی گردن پر رکھا۔۔اور زور زور سے سانس لینے کی کوشش کرنے لگی۔لیکن سب بے سود رہا۔سانس بالکل بند ہو رہا تھا۔اب کی بار اس کی آنکھوں کے آگے ایک جال سا آنے لگا۔۔گہرا جال!۔جیسے جب کسی کی روح قبض کی جا رہی ہو تو اس کی حالت ہو رہی ہو۔اس کا جسم منجمد ہونے لگا۔

اور پھر۔۔

اس کے قدم لڑکھڑا گئے۔ وہ زمین پر گرپڑی۔ سانس اب بالکل بند ہو رہا تھا۔ زبان سے کوئی لفظ بھی ادا نہیں ہو پا رہا تھا۔

پھر ذہن میں کچھ ابھرا۔۔ اور پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا۔

دوسرا ہاتھ ابھی بھی اس کی گردن پر تھا۔ بند ہوتی آنکھوں سے اس نے اپنے ساتھ دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ کو کسی چیز نے روکا۔ اس نے غور سے دیکھنے کی کوشش کی تو یہ وہی پرندہ تھا۔

اس نے اپنے ہاتھ سے برف کو پیچھے کرنے کی کوشش شروع کی۔ یہ کام بہت سست روی سے ہو رہا تھا کیونکہ ایک طرف اس کی سانسین بند ہو رہی تھیں اور دوسری طرف برف اور تیز ہوا کی وجہ سے اسے کچھ ٹھیک سے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

چند ہی لمحے بعد وہ پرندہ اس تیز ہوا اور برف میں اپنے پر ہلانے لگا۔ یہ دیکھ کر اسے لگا کہ وہ کامیاب ہو گئی ہے۔

وہ پرندہ اب اپنے پر پھیلاتا ہوا آسمان میں اڑنے لگا۔ یہ سب وہ اس تیز ہوا اور برف کے ڈھیر میں بھی صاف صاف دیکھ پا رہی تھی۔ وہ پرندہ آسمان پر اپنے پورے جوش و خروش کے ساتھ ارد گرد گھوم رہا تھا۔ اسے یوں اپنی قید سے آزاد ہوتا دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی بس وہ اس کا اظہار نہیں کر پا رہی تھی۔

کیونکہ اب اس کو سانس لینے میں مزید دشواری ہونے لگی تھی۔اچانک اس کی سیاہ آنکھوں کے آگے ایک گہرا جال مزید گہرا ہونے لگا۔

اس نے اپنی گردن پر ہاتھ کی گرفت مزید بڑھائی اور تیز تیز سانس لینے کی کوشش کرنے لگی مگر اب کوئی فائدہ نہیں ہو پا رہا تھا۔

ہاتھ کی گرفت کم ہونے لگی۔ گردن سے ہاتھ ہٹ گیا۔اور اب ہر طرف صرف اور صرف اندھیرا چھا رہا تھا۔وہ اب سانس بھی نہیں لے پا رہی تھی۔آسمان اب مزید طوفان قائم کر رہا تھا جس میں وہ اب فنا ہو رہی تھی یا شاید فنا ہو چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تھر تھراتے جسم کے ساتھ وہ نیند سے بیدار ہوئی تو کھڑکی سے باہر فجر کی اذان کی آواز استنبول پر ہر سو چھا گئی تھی۔اس وقت اتنی ٹھنڈ نہیں تھی جتنی اسے محسوس ہو رہی تھی۔اس کے دل کی دھڑکنیں تیز تیز دوڑ رہی تھیں۔آنکھیں خوف اور نا سمجھی سے پھیلی ہوئی تھیں۔ایک ہاتھ اپنی گردن کی طرف بڑھاتے ہوئے۔۔اس نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ وہ ٹھیک ہے یہ نہیں۔

وہ خواب تھا لیکن اسے حقیقت لگ رہا تھا۔

کچھ خواب ایسے ہی ہوتے ہیں۔جو اکثر حقیقت لگتے ہیں اور شاید وہ حقیقت میں تبدیل ہونے والے ہوتے ہیں، بس ہم اسے محسوس نہیں کر پاتے۔

اذان کی آواز کے علاوہ صرف خاموشی پھیلی تھی ہر سو۔

یک دم اس کے کندھے پر کسی نے اپنا ہاتھ رکھا تو وہ گھبرا کر بیڈ کے ساتھ لگی۔

"کیا ہوا نینا؟ تم ٹھیک ہو؟" براق کی آواز میں اس کے لیے پریشانی تھی۔اور نینا یہ سن کر مزید پریشان ہوئی۔وہ اسے اس خواب کے بارے میں نہیں بتانا چاہتی تھی۔بس خاموشی سے اپنی خوف اور گھبراہٹ سے بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"کیا ہوا ہے؟ تم کچھ بول کیوں نہیں رہی؟"اس نے ساتھ رکھی سائیڈ ٹیبل کا لیمپ آن کیا اور۔۔اس پر سے پانی کے گلاس میں سامنے رکھی بوتل سے پانی انڈیلا۔دوسری جانب اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"یہ لو پانی۔" پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے نینا سے تشویش اور پریشانی کے عالم میں کہا۔

"کچھ نہیں ہوا مجھے۔ بس ایک برا خواب تھا۔" اس نے پانی ایک ہی سانس میں پینے کے بعد چھوٹا سا وقفہ لے کر جواب دیا۔ وہ اسے خاموشی سے چند لمحے دیکھے گیا۔ اس کے چہرے سے یہ بات صاف واضح تھی کہ وہ ساری رات سو نہیں پایا۔

اب اس کی قسمت میں بغیر نیند کے راتیں لکھ دی گئی تھیں۔ لیکن ایسی راتیں صرف اس کے لیے نہیں لکھی گئی تھیں۔ اس کو اس حالت تک پہنچانے والا بھی ایسے ہی کیفیت سے گزر رہا تھا۔

اس نے نینا کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا اور اسے اپنی جانب بڑھایا۔

"تم گھبراؤ مت۔ میں تمہیں ایسی حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔ تم بس ڈر گئی ہو اس لیے تمہیں اس طرح کے خواب آرہے ہیں۔ اپنے ذہن کو تھوڑا سکون دو اور سو جاؤ۔ مجھے تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں لگ رہی" **(اس کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اسے جیسے اندازہ ہوا کہ اسے بخار ہو گیا تھا)**۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔ ہاں! آپ نے صحیح کہا مجھے سو جانا چاہیے۔ لیکن اب اذان ہو گئی ہے۔ میں نماز پڑھ کر ہی سوتی ہوں۔" اس کے انداز میں کچھ عجیب سا تھا جو وہ سمجھ نہ سکا۔ وہ اس سے نظریں چراتے ہوئے بیڈ سے اٹھی۔

"نینا! ویسے تم نے خواب دیکھا کیا تھا؟" اپنی آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اس نے پوچھا تو یہ سوال سن کر وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔

"خواب۔۔(اس نے الفاظ ڈھونڈنا چاہے) مجھے اب ٹھیک سے یاد نہیں۔۔(ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے۔۔اس نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی)۔"

"ادھر میری طرف دیکھو۔" براق کی تشویش اب تک قائم تھی۔وہ شاید یہ بھول رہی تھی کہ براق یامان کہ آگے جھوٹ بولنا بہت مشکل تھا۔یہ سن کر نینا اس کی طرف مڑی۔

"میں ٹھیک ہوں براق! آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔" اس نے چہرے پر ہلکی سی مصنوعی مسکراہٹ قائم کرتے ہوئے کہا۔

(وہ اپنے جھوٹ پر قائم تھی اور اس کی اجازت بھی اسے براق نے ہی دی تھی۔یہ جاننے کے باوجود کہ وہ جھوٹ کہہ رہی ہے، براق نے اس سے کچھ نہیں کہا۔)

"تم مجھ سے ایسی باتیں مت کیا کرو جو میرے بس میں نہیں۔تمہاری فکر کرنا میں کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔" اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا تو نینا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔وہ یہ سن کر کچھ دیر وہیں ساکت سی کھڑی رہی۔دل نے سو بار چاہا کہ اسے اپنے دل کا حال سنائے مگر دماغ نے اتنی ہی بار انکار کیا۔

(کچھ باتوں کا انسان چاہ کر بھی اظہار نہیں کر پاتا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میں طور عشق سے تو واقف نہیں ہوں لیکن

سینے میں جیسے کوئی دل کو ملا کرے ہے

صبح کی تیز روشنی استنبول پر قابض تھی۔دونوں سمتوں میں انتقام لینے کی خواہش نہیں بلکہ جنون چھایا تھا۔بس فرق اتنا تھا کہ ایک کے دل میں انتقام کی آگ کے ساتھ پچھتاوا بھی شامل ہو چکا تھا یا شاید وہ پچھتاوا نہیں کچھ اور تھا جسے وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

کھڑکیاں کھلی تھیں جس کے پردے ہٹے ہوئے تھے۔سورج کی کرنیں کھڑکیوں سے پار ہوتے ہوئے اس کمرے میں چھائی ہوئی تھی۔وہ اونور کا گھر تھا جس میں آج اس کے ساتھ وہ بھی موجود تھا۔

اونور صوفے پر ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھا سامنے بیٹھے شخص کے چہرے پر موجود تاثرات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔سامنے بیٹھا وہ شخص ایک عجیب سی کیفیت میں تھا۔ہاتھ میں سگریٹ لیے وہ دھیرے سے ایک کش لیتا اور اپنی سوچوں کے دائرے میں مزید گم ہو جاتا۔اس کی شیو بھی بڑھی ہوئی تھی۔سیاہ بال ایسے تھے جیسے انہیں ٹھیک سے کنگی بھی نہ کیا گیا ہو۔چہرہ عجیب سے تاثرات سے بھرا تھا۔اور اس کی آنکھیں۔

آنکھیں سب آشکار کر رہی تھیں۔انسان کے چہرے کے تاثرات اور۔۔زبان تو جھوٹ بول سکتی ہے لیکن آنکھیں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔

"تم کچھ پریشان ہو؟"

اونور نے تشویش سے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے پوچھا۔ سامنے بیٹھے شخص نے ان کا سوال سنا مگر جواب دینے میں تھوڑا وقت لگایا۔

"نہیں۔" جواب دیتے ہی اس نے سگریٹ اپنے لبوں سے لگایا اور ایک گہرا کش لیا۔

"میں تکلیف میں ہوں۔" اب کی بار اس کی آواز میں کچھ تھا۔۔ جو اونور سمجھ نہ سکا۔

"کیوں؟" اس نے اپنے چہرے پر قائم نا سمجھی کے ساتھ پوچھا۔

"میرائے کو مار کر میں براق کو تکلیف پہنچانا چاہتا تھا لیکن میں یہ نہیں سمجھ پا رہا کہ اسے مار کر مجھے تکلیف کیوں ہو رہی ہے۔" جواب دوٹوک آیا تھا۔ اب کی بار وہ اس کی آواز میں موجود تکلیف سمجھ گیا تھا۔

"شاید تکلیف میرے جذبات کے اظہار کے لیے چھوٹا لفظ ہے۔" سگریٹ کا ایک اور کش لیتے ہوئے اس نے مزید کہا۔ یہ اس کی عادت تھی، جب حالات اس کے بس سے باہر ہو جاتے تو وہ ایسے ہی سگریٹ کو اپنا ساتھی بنا لیتا۔۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس کا ساتھی نہیں دشمن ہے۔

"تم۔۔" اونور نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں نے اب تک بہت سے لوگوں کا قتل کیا ہے۔انہیں مار کر ہمیشہ مجھے خوشی ملی ہے۔مزہ آیا ہے۔دل کو تسکین ملی ہے۔لیکن اس بار سب مختلف کیوں ہو رہا ہے؟"وہ ایک عجیب سی کیفیت میں یہ سب کہہ رہا تھا۔

"مرات! یہ تکلیف نہیں ہے۔تمہارے جذبات تمہیں بس یہ یاد دلا رہے ہیں کہ تمہارا دشمن ابھی بھی زندہ ہے۔"اونور نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اس سے کہا تو مرات نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کے چہرے پر بیزاری سی اُمڈ پڑی۔

"اور اگر یہ تکلیف ہے تو یہ اس بات کی ہے کہ تمہارا دشمن اب تک اپنے انجام کو نہیں پہنچا۔"

اس کے چہرے پر بیزاری کو دیکھتے ہوئے اس نے مزید کہا۔آج اس کے چہرے پر ایک خوف سا موجود تھا کہ کہیں کوئی اس کے ہاتھوں سے نکل نہ جائے۔

"تم جب تک براق کو ختم نہیں کرو گے تب تک یہ تکلیف بھی ختم نہیں ہو گی۔"

اس نے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچتے ہوئے سخت لہجے میں اسے باور کروایا۔چند لمحوں کے لیے ان کے درمیان گفتگو کا کوئی تبادلہ نہ ہوا۔ سگریٹ کا دھواں ابھی تک ماحول میں ارد گرد قائم تھا بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھے جا رہا تھا۔وہ اس کی حالت کو دیکھ کر کافی حیران بھی تھا۔اس نے آج تک مرات کو اس طرح کی حالت میں نہیں دیکھا تھا۔

"وہ میرے خوابوں میں آتی ہے۔"اب کی بار اس نے کہا تو اس کی آنکھوں میں نمی سی ابھر آئی۔

"کون؟"اس نے فوراً پوچھا۔

"وہ۔۔میرا ئے۔"اس نے اپنے ماتھے کی جانب ہاتھ بڑھایا اور اس کو دبایا یوں کہ اس کے ماتھے میں شدید درد ہو۔

"ایوت! اور وہ تم سے کیا کہتی ہے؟"مرات کا جواب سننے کے بعد۔۔چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔وہ بس مسکراتی ہے۔میرا تمسخر اڑاتی ہے۔"اس کے لہجے میں خوف اور بے چارگی سی اتر آئی۔

"میرے خواب مجھے بہت ڈراتے ہیں کیونکہ ان میں وہ بہت ہی اچھی بلکہ بہترین حالت میں ہوتی اور میں۔۔میں بدتر۔"خوف مزید بڑھ سا گیا۔

اونور اس کی بات سن کر کہنے کے لیے الفاظ ڈھونڈنے لگا۔

"یہ صرف خواب ہیں۔خوابوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔اپنے خوابوں کو خود پر مسلط نہ ہونے دو۔"اس نے مرات کو تسلی دی۔

"اگر وہ خواب ہیں تو حقیقت کیا ہے پھر؟"وہ جیسے چیخا تھا۔

"میرا دل بے چین کیوں ہے؟"اس نے مزید بلند آواز میں کہا تو سگریٹ اس کے ہاتھ سے نیچے گر گیا۔

"میں نے بتایا نا تمہیں! تمہارا دل اس لیے بے چین ہے کیونکہ تم اب تک اپنے ماں باپ کی موت کا بدلہ نہیں لے سکے۔" اس نے اپنے چہرے پر ناگواری کے تاثرات لاتے ہوئے کہا۔ وہ اب مرات کی باتوں سے جیسے اکتا رہا تھا۔

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ تکلیف تب ہی ختم ہو گی جب میں اپنے ماں باپ کی موت کا بدلہ لوں گا۔" اپنی حالت کی سمجھ نہ آنے پر اس نے یہ ہی نتیجہ نکالا کیونکہ دوسرا نتیجہ جو کہ حقیقت تھا۔۔ اسے سننے کی اور کہنے کی وہ اس وقت ہمت نہیں رکھتا تھا۔

"شاباش تمہاری یہ بات ہی مجھے سب سے زیادہ پسند ہے مرات۔ تم ہر بات جلد سمجھ جاتے ہو۔" صوفے سے اٹھ کر اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے اس نے فاتحانہ انداز میں اس سے کہا۔ وہ جو چاہتا تھا اس نے وہی مانا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ صبح آئی دمکتے نشتر سے

یاد کے زخم کو منانے

کمرے میں ہر جانب ایک اداسی سے بھری خاموشی پھیلی تھی۔

وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑا فوجی وردی میں ملبوس تھا۔ سنگھار میز کے دراز میں سے نینا نے براق کی رسٹ واچ نکالی اور اسے اس کی جانب بڑھایا۔ براق نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔ وہ اسے کلائی پر گھڑی پہنانے لگی۔ چہرے بے رونق سے تھے۔ بالکل اداس۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں لیکن پھر بھی وہ جانتا تھا کہ اس کی نظروں میں کتنا کچھ ہے کہنے کو جو وہ ضبط کیے ہوئے ہے۔

"براق! آپ کو معلوم ہے میں ہمیشہ اللہ سے کیا دعا کرتی ہوں؟" کلائی پر گھڑی پہناتے ہوئے اس نے زخمی سے انداز میں کہا۔ وہ اسے مزید سننے کا منتظر تھا۔

"کہ اللہ مجھے میرے پیاروں سے پہلے اس دنیا سے اٹھائے۔ جانتے ہیں کیوں؟" وہ اسے کلائی پر گھڑی پہنا چکی تھی اور اب اس کی سیاہ آنکھیں نیلی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔ اس کی سیاہ آنکھیں کسی شفاف شیشے کی مانند تھیں جس کے اوپر نمی کی ایک چمکتی ہوئی لہر اب ابھر رہی تھی۔

"تاکہ مجھے اپنوں کی جدائی کا غم نہ سہنا پڑے۔" براق اسے زخمی سے انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"لیکن پھر میرا ئے کے ساتھ یہ کیوں ہوا؟" اور پھر اس کا ضبط ٹوٹا۔ آنکھیں برسنے لگیں۔

براق نے اس کے کندھوں کو نرمی سے اپنی گرفت میں لیا اور وہ سامنے رکھے صوفے پر شکشت خوردہ انداز میں دھیرے سے بیٹھی۔ آنسوؤں کی بارش ابھی تک جاری تھی۔ وہ اسے چند لمحے دیکھتا رہا۔

اسے یہ سمجھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا کہ کل جو لڑکی اسے اتنا حوصلہ اور تسلیاں دے رہی تھی وہ خود ایک دم اتنی کمزور کیسے پڑ گئی؟

شاید وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ انسان اکثر اپنے اوپر جو مضبوطی کا لبادہ اوڑھے رکھتا ہے، وہ لبادہ کبھی کبھی اپنوں کے سامنے بکھر ہی جاتا ہے۔

"دیکھو میری بات سنو۔ تم ایسے مت رو۔ اگر تم ہی اپنی ایسی حالت کر لو گی۔۔ تو میرا کیا ہوگا؟ ہاں؟ تم تو مجھے حوصلہ دے رہی تھی کل۔ اور اب؟ یہ کیا؟" اس کے دل و دماغ میں جو آیا اس نے کہہ ڈالا۔ اس کے رخسار اور ناک اب سرخ ہو چکے تھے۔ اسے اس پر ترس بھی آیا۔

" کبھی کبھی آپ چاہ کر بھی اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں پا سکتے۔" اس نے اپنی انگلی کے پور سے اپنی ایک آنکھ میں سے آنسو صاف کرتے ہوئے بھیگی آواز میں کہا۔

"آپ کو پتا ہے۔۔ میرائے بالکل میری بہنوں کی طرح تھی۔ جب آپ یہاں نہیں ہوتے تھے نا تو مجھے اکثر ایسا لگتا کہ میں یہاں اکیلی ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں۔۔ میرائے نے مجھے کبھی ایسا محسوس نہیں ہونے دیا۔"

"نینا! میں جانتا ہوں یہ دکھ کتنا بڑا ہے۔ اس کے زخم ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔ لیکن اب کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہمت ہار جائیں؟ کیا اللہ ہمیں یہی حکم دیتا ہے؟" اس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے۔اس کا سامنا ہمیں بہت ہمت اور صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ جانتی ہو کیوں؟"اس نے اس کی برستی ہوئی آنکھوں میں نرمی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ اللہ کو وہ لوگ پسند ہے جو اس کی دی گئی آزمائشوں پر ہمت اور صبر کے ساتھ سامنا کرتے ہیں۔ نا کہ ہمت ہار جاتے ہیں اور مایوس ہو جاتے ہیں۔ ٹھیک ہے؟"اس نے اس کے کندھے کو پیار سے تھپتھپاتے ہوئے حوصلہ دیا۔وہ زخمی سے انداز میں مسکرائی۔دل بھاری تھا جو اب ہلکا ہو چکا تھا۔

(کبھی کبھی انسان کا دل دکھوں اور تکالیف کے باعث اتنا بھاری ہو جاتا ہے کہ اس دل کو ہلکا کرنے کے لیے اشک بہانا ہی ایک آخری راستہ رہ جاتا ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قلم ہونے لگی گردن قلم کے پاسبانوں کی

کھلا نیلام ذہنوں کا، لگی بولی زبانوں کی

اسلام آباد، پاکستان۔

عریشہ صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھی تھی۔ بالوں کا ایک جوڑا بنائے وہ آج کافی خوش تھی۔ لیکن یہ خوشی صرف اس کے لیے تھی۔کسی اور کے لیے یہ خوشی جلد ہی تکلیف کا سبب بننے والی

تھی۔اس کے موبائل کی اسکرین جگمگائی تواس نے ایک نظر موبائل کی اسکرین پر دیکھااور پھر۔۔ایک نظراس شخص کودیکھاجو سامنے والے صوفے پر بازو پھیلائے بہت کروفراور متکبر سے انداز میں بیٹھا تھا۔

اس نے آنکھوں سے اس شخص کواشارہ کیا جیسے وہ جس کی کال کاانتظار کررہے تھے۔۔وہ آگئی ہے۔

اس نے فون اٹھایااور کان سے لگایا۔چند لمحے روز مرہ کی گفتگو ہوئی اور پھراہم بات کی طرف دوسری جانب والا شخص آیا۔

"عریشہ! میں کل پاکستان واپس آرہی ہوں۔اور جلد ہی میں نے تم سے ملاقات بھی کرنی ہے۔ ذرا ایک اہم معاملے پر تم سے بات کرنی ہے۔"دوسری جانب سے نینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔آپ کو جب مناسب لگے ہم مل لیں گے۔"اس نے چہرے پر ایک شاطر مسکراہٹ قائم کرتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔تھینکس۔اللہ حافظ۔"نینا نے فون رکھتے ہوئے کہا۔

"خداحافظ! اپنا خیال رکھنا۔"عریشہ نے فون رکھااور پھر وہ سامنے صوفے پر بیٹھے شخص سے مخاطب ہوئی۔

"میکائیل صاحب! نینا کل پاکستان آرہی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو میکائیل کے چہرے پر بھی ایک فاتحانہ مسکراہٹ قائم ہو گئی۔

"اس نے آنا ہی تھا۔" اس نے کندھے اچکا کر کہا۔

"مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ پاکستان آئے گی؟" عریشہ کو تشویش ہوئی تو سامنے موجود شخص کو اس کی تشویش کا اظہار پسند نہیں آیا۔

"تمہیں یہ جاننے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں جتنا کہا ہے تم اس پر دھیان دو۔" اس نے ہمیشہ کی طرح اپنے تکبر سے بھرے انداز میں کہا تو عریشہ نے چند لمحے کے لیے شرمندگی سے اپنی نظریں جھکا لیں۔

"اسلم! وہ چیک لاؤ۔" اپنے ساتھ کھڑے شخص سے مخاطب ہو کر میکائیل نے اسے حکم دیا تو وہ فوراً اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک چیک لایا اور اسے میکائیل کو مؤدب انداز میں تھمایا۔

میکائیل نے اس چیک کو چند لمحے دیکھا جس پر پچاس لاکھ کی رقم درج تھی۔

"یہ لو تمہاری رقم۔ باقی کے پیسے اب تب ملیں گے جب باقی کا کام بھی تم پورا کر لو گی۔" اس نے سنجیدگی سے عریشہ سے کہا جس کی نظریں اس چیک پر سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں۔

"بہت شکریہ آپ کا میکائیل صاحب۔" وہ چیک لینے کے لیے صوفے سے اٹھی اور اپنا ہاتھ چیک کی جانب بڑھایا تو میکائیل نے وہ چیک اس سے دور کر لیا۔اس کی آنکھوں میں بے یقینی اتر آئی اور چہرے پر شرمندگی۔

"ایک بات یاد رکھنا عریشہ! میں دھوکہ دینے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔یہ جو رقم تمہیں مل رہی ہے۔۔اسے تم نے حلال کر کے دکھانا ہے۔ٹھیک ہے!۔"اس نے اسے تنبیہ کی تو عریشہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

میکائیل نے سامنے رکھی میز پر چیک پھینکا تو عریشہ نے فوراً اس چیک کو اٹھالیا۔

"آپ فکر مت کریں! میں آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا تو میکائیل نے اسے ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔اب کی بار وہ بالکل شرمندہ نہیں ہوئی۔

(جب انسان کا ضمیر مرتا ہے تو اس کی حیا ختم ہو جاتی ہے۔)

جب وہ میکائیل کے گھر سے چلی گئی تو۔۔میکائیل اسلم سے مخاطب ہوا۔

"یہ پیسہ بھی کیا چیز ہے نا اسلم! انسان کا ضمیر۔۔اس کا جسم۔۔اس کی روح اور خاص طور پر اس کا ایمان تک چھین لیتا ہے۔" وہ اپنے سامنے رکھی سگریٹ کی ڈبیہ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اور تم جانتے ہو! اسی لیے مجھے پیسے سے عشق ہے۔ کیونکہ اس سے بڑی دنیا میں اور کوئی طاقت نہیں۔" وہ یہ کہتے ہوئے فاتحانہ انداز میں مسکرانے لگا۔

"صاحب! اگر اجازت دیں تو ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟" اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا تو میکائیل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ نے عریشہ کو نینا کے خلاف استعمال کیا۔۔اس کی وجہ کیا صرف یہی ہے کہ وہ اس کی اسسٹنٹ ہے یا پھر کوئی اور وجہ۔۔؟

"یہ عریشہ۔۔یہ نینا کی اسسٹنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی بہت پرانی دوست بھی ہے۔" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی میکائیل نے کہا یوں کہ اس سے زیادہ کسی اور کو کسی بارے میں علم نہیں۔

"آپ کو اس کے بارے میں اتنا کیسے معلوم؟" سوال فوراً پوچھا گیا۔

"دشمن کے بارے میں اگر آپ کے پاس پوری معلومات نہیں، تو آپ سے زیادہ نالائق اور کوئی نہیں۔" جواب بھی فوراً دوٹوک انداز میں دیا گیا۔ اس نے نظریں جھکالیں اور خاموشی سے اس کے ساتھ ہمیشہ کی طرح مؤدب انداز میں کھڑا رہا۔

"لیکن نینا بہت چالاک ہے۔ مکار ہے۔ وہ عریشہ سے بھی زیادہ اپنے کام کے متعلق بات نہیں کرتی جس وجہ سے ہم اس کے بارے میں زیادہ نہیں جان پاتے۔ شاید وہ عریشہ پر بھی اتنا اعتبار نہیں کرتی جتنے اعتبار کی ہمیں ضرورت ہے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے اپنے الفاظ ادا کر رہا تھا۔

"آپ کے خیال میں اسے عریشہ پر شک ہے؟" اسلم نے فوراً تشویش کے عالم میں پوچھا۔ وہ اس کا سوال سن کر کچھ لمحے خاموش رہا۔

"نہیں! ایسا نہیں ہے۔ وہ کچھ زیادہ ہی عقلمند ہے۔" اس نے جو کہا کچھ لمحے بعد اسے اپنے الفاظ پر پچھتاوا ہوا۔

(آخر وہ اسے عقلمند کیسے کہہ سکتا تھا؟ اسے خوب پچھتاوا ہوا۔)

(یہی بات تھی نینا میں۔۔ کہ اس کی قابلیت کا اعتراف اس کے دشمن بھی کرتے!۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سبز ریشمی گھاس پر سورج کی تیز کرنیں اپنا بسیرا کیے ہوئے تھیں۔ وہ لان میں ایک سفید کرسی پر بیٹھی تھیں۔ آنکھیں کافی دیر تک آنسو بہانے کے باعث سوجھی ہوئی تھیں۔ دل و دماغ دونوں میں صرف اور صرف تکلیف تھی۔ انہیں لان میں بیٹھا دیکھ کر نینا ان کی جانب بڑھی۔

ساتھ رکھی سفید کرسی کو کھینچ کر وہ ان کے برابر میں آکر بیٹھی۔ جیمرے خاتون کو اس کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔۔ کیونکہ وہ اپنے ہی خیالوں کی دنیا میں کھو سی گئی تھیں۔

"آنے!۔" ان کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اس نے انہیں پکارا تو انہوں نے فوراً اس کی جانب دیکھا۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری اور پھر نظریں پھیر لیں۔

"آپ نے اپنی دوائی کھالی ہے نا؟" اس نے ان سے بات کرنے کی کوئی وجہ ڈھونڈی۔ انہوں نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دوسری جانب اس نے ایک گہری سانس لی۔

"میں کل پاکستان واپس جا رہی ہوں۔" اس نے زخمی سے لہجے میں بتایا تو ان کے چہرے کی مسکراہٹ مزید بڑھی۔

"تم بھی مجھے چھوڑ کر جا رہی ہو؟" انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے۔۔ چہرے پر زخمی سی مسکراہٹ قائم رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں آنے! میں آپ کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔ فاصلہ معنی نہیں رکھتا اگر آپ کے رشتے میں خلوص اور محبت ہو۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"آپ کے سر میں درد تو نہیں ہو رہی؟ آپ کو چائے بنا دوں؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ وہ ان سے بات کرنا چاہتی تھی، اسی لیے جو اس کے دل میں آتا وہ پوچھ لیتی۔

"نہیں! مجھے اس تکلیف کی اب کوئی پرواہ نہیں۔"انہوں نے زخمی سے انداز میں کہا۔

"جانتی ہو نینا! جو زخم جسم کو پہنچے ہوتے ہیں انہیں دیکھا بھی جاسکتا ہے اور مٹایا بھی، لیکن جو زخم دل اور روح کو پہنچتے ہیں نا انہیں نہ تو دیکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی مٹایا۔"ان کی آنکھوں میں نمی سی اتر آئی جس میں اب برسنے کی قوت باقی نہ تھی۔وہ یہ سن کر خاموش رہی۔۔انسان اکثر کسی کے دکھ خاموشی سے سن لے تو دوسرے کے دکھ کم تو نہیں ہوتے لیکن اس کا دل ہلکا ضرور ہو جاتا ہے۔

"نینا! کیا میری بیٹی کا قاتل پکڑا جائے گا؟"سوال یک دم آیا جس کی اس کو توقع نہ تھی۔ان کی آنکھوں میں اب بہت کچھ تھا۔چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔

"کیوں نہیں؟ اللہ اس ظالم کو ضرور اس کے کیے کی سزا دے گا۔"اس نے چند لمحے بعد جواب دیا۔

"کیا عدل ہو گا؟"سوال پھر توقع کے برعکس تھا۔

"جی آنے!۔"اس نے فوراً انہیں حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھے ایسا نہیں لگتا۔آج کل کے دور میں عدل کہاں ہوتا ہے نینا؟"ان کے لہجے میں کرواہٹ اتر آئی۔

"عدل ہوتا ہے آنے! ضرور ہوتا ہے۔اس کا وعدہ تو اللہ نے کیا ہے۔"اس نے اب کی بار بہت یقین سے کہا تو جیمرے خاتون نے ایک نظر اسے دیکھا جیسے وہ اسے مزید سننا چاہتی تھیں۔

"آپ جانتی ہیں حضرت عمر فاروق کون تھے؟" اب کی بار اس کے سوال کی وجہ وہ سمجھ نہ سکیں لیکن جلد ہی وہ سمجھ جانے والی تھیں۔

"حضرت عمر فاروق اللہ کے وہ بندے تھے جو اگر نہ ہوتے تو یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا کہ عدل کیا ہے۔" اس نے امید اور یقین سے بھری مسکراہٹ چہرے پر قائم کرتے ہوئے کہا تو جیمرے خاتون اس کی بات بہت متوجہ ہو کر سن رہی تھیں۔

(اس کے الفاظ جیمرے خاتون کے دل میں موجود مایوسی کے اندھیروں کو فنا کر رہے تھے اور اس مایوسی کے اندھیروں کی جگہ اب ان کے دل میں امید کی روشنی قائم ہو رہی تھی۔)

"آپ کو معلوم ہیں وہ ہر معاملے میں عدل سے کام لیتے۔ انہوں نے کبھی ناانصافی نہ کی اور نہ ہونے دی۔ ان کی زندگی کو اسٹڈی کرنے سے جانتی ہیں ہمیں کیا سمجھ آتا ہے؟" اس نے چند لمحے کا وقفہ لیا۔

"کہ انصاف کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس میں دیر ہو سکتی ہے لیکن! یہ مٹ نہیں سکتا۔" اب کی باران دونوں کے چہروں پر یقین اور اعتماد سے بھرپور مسکراہٹ چھا گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے سیاہ سائے استنبول پر چھا چکے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر ایک سوٹ کیس رکھے ہوئے تھی۔ الماری اب بالکل خالی ہو چکی تھی۔ وہ سوٹ کیس کے اندر کپڑے۔۔ اور دوسرے ضرورت کے سامان کو آخری بار ترتیب دے کر اب اسے بند کرنے لگی۔

جیمرے خاتون دوائی کھا کر سو چکی تھیں۔ براق اب تک گھر نہیں آیا تھا۔

سوٹ کیس کو الماری کے ساتھ رکھ کر وہ سیدھی کھڑی ہوئی۔۔ اور ایک گہری سانس لی۔ ہر جانب ایک عجیب سی بے رونقی اور خاموشی چھائی تھی جس سے اب اس کو خوف محسوس ہونے لگا تھا۔

بالکونی کا دروازہ کھلا تھا جس میں سے چاند کی ہلکی سی روشنی کمرے میں آرہی تھی۔ وہ بالکونی کے دروازے کی جانب بڑھی۔ کچھ دیر رک کر آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کو دیکھا۔ بہت سی یادیں تازہ ہوئیں۔ پھر بالکونی کے دروازے کو دھیرے سے بند کر دیا۔۔ اور وہ صوفے پر آکر بیٹھی۔

اس نے کمرے میں ارد گرد نگاہ دہرائی۔ اس کا دل آج بہت بھاری تھا۔ وہ یہ سب کیا دوبارہ دیکھ پائے گی یا نہیں۔۔ اس بارے میں اسے معلوم نہیں تھا۔ آنکھیں بھر آئیں اور پھر آنسو کی ایک بوند اس کے گال پر لڑکھڑاتی ہوئی گری۔ مگر اب اس میں بھی مزید آنسو بہانے کی قوت باقی نہ تھی۔

دل بہت بے چین تھا۔

("مجھے جانا چاہیئے یا نہیں؟" یہ سوال کئی بار اس کے دل و دماغ میں ابھرتا لیکن ہر بار جواب بھی ایک ہی ملتا۔)

اچانک کسی چیز کی زوردار آواز سے وہ اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر نکلی۔ سامنے نظر بڑھا کر دیکھا تو براق الماری کا دراز کھولے اس میں کچھ ڈاکومینٹس رکھ رہا تھا۔ وہ کمرے میں کب آیا اس کا اسے اندازہ ہی نہ ہو سکا۔ اور اس نے بھی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے نینا کو نہیں پکارا، یہ بھی وہ سمجھ نہ سکی یا شاید سمجھ چکی تھی۔

الماری کا دروازہ بند کر کے وہ فریش ہونے چلا گیا، اس سے نظریں ملائے بغیر۔

وہ وہیں صوفے پر ساکت سی بیٹھی رہی۔ سوچتی رہی کہ وہ اس سے کیا بات کرے؟ کیا کہے؟ کیا حوصلہ دے؟ یا اپنے دکھ سنائے؟ کچھ بھی سمجھ نہ آیا اسے۔

وہ فریش ہو کر آیا تو نینا نے فوراً اس کی طرف دیکھا۔ نیلی آنکھیں ایک لمحے کے لیے سیاہ آنکھوں سے ٹکرائیں اور پھر جدا ہوئیں۔

دونوں جانب ایک خوف تھا کہ کہیں دونوں ایک دوسرے سے وہ سوال نہ کر لیں جن کا جواب ان دونوں کے پاس تھا تو سہی لیکن کہنے کی ہمت نہ تھی۔

اس ہی خوف سے نینا صوفے سے اٹھی اور بیڈ کی طرف بڑھ کر اپنا بستر ترتیب دینے لگی اور۔۔ خاموشی سے بغیر کچھ کہے بستر پر لیٹ گئی۔ چادر اوپر اوڑھی اور منہ اس میں چھپا لیا۔ اس کی آنکھیں اب برسنے لگی تھیں، اس کے آنے سے پہلے اسے یوں لگا تھا کہ شاید اب اس میں مزید

اشک بہانے کی قوت نہیں لیکن اسے دیکھ کر یا شاید اسے آخری بار اپنے سامنے دیکھ کر اس کی یہ بات غلط ثابت ہو گئی۔

آنسوؤں کی رفتار تیز تھی۔۔ بہت تیز۔اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں اس کے رونے کی آواز وہ سن نہ لے۔ وہ اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی پھر چاہے وہ خود کتنی پریشان رہے۔

چادر کو چہرے سے ہلکا سا پیچھے کر کے اس نے کمرے میں جھانکا تو براق نماز پڑھ رہا تھا۔اس کے دل کو تسلی ہوئی کہ اس کو اس کے یوں رونے کا اندازہ بالکل نہیں ہوا ہو گا۔

اپنے آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے اب سونے کی کوشش کی لیکن نیند تو جیسے اسے چھو کر بھی نہ گزرے۔

سائیڈ ٹیبل پر رکھے نائٹ لیمپ کے سوئچ بند کرنے کی آواز پر اس نے مزید اپنے آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن سب بے سود رہا۔ براق نے اس کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے نائٹ لیمپ کو بند کیا تو نینا کو احساس ہو گیا کہ وہ جان گیا ہے کہ وہ اب تک سوئی نہیں۔ وہ ہمیشہ سونے سے پہلے اپنے سائیڈ ٹیبل پر رکھے لیمپ کو بند کرتی اور اس کے ساتھ رہ کر براق کو یہ بات تو اچھے سے معلوم تھی۔

وہ ساتھ ہی بستر پر ٹیک لگا کر بیٹھا۔ایک نظر نینا کو دیکھا جس نے ابھی تک اپنے چہرے کو چادر سے چھپایا ہوا تھا۔اس نے ایک گہری سانس لی۔

"تم واپس کب آؤ گی نینا؟"خاموشی ٹوٹی۔اسی سوال سے خوف زدہ تھی وہ۔جواب نہ پانے پر براق کے چہرے کے تاثرات بدلے۔

"میں جانتا ہوں تم نہیں سوئی۔"اس نے شانے اچکا کر کہا تو نینا نے ہلکی سی چادر چہرے سے ہٹائی اور پھر گردن گھما کر پیچھے براق کو دیکھا جو اسے ہی گھور رہا تھا۔وہ آہستگی سے اٹھ بیٹھی۔

اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر براق کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات اتر آئے۔

"آپ ہی مجھے بھیج رہے ہیں۔یہ تو آپ کو پتا ہو گا کہ مجھے کب واپس آنا ہے۔"اس نے چند لمحے بعد اس سے نظریں ملائے بغیر کہا۔براق اس کی بات سن کر ہلکا سا مسکرایا۔

"مگر تم نے تو کہا تھا کہ اگر میں تمہیں پاکستان جانے کا نہ کہتا،تب بھی تم نے جانا ہی تھا۔"اس نے فوراً کہا تو اب کی بار نینا کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔وہ سوچنے لگی کہ اب کیا کہے۔براق اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"میں جلد ہی آؤں گی براق۔"اب کی بار اس نے براق کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا جیسے وہ اسے تسلی دے رہی ہو۔اس نے یہ سن کر اثبات میں سر ہلایا۔

"تمہاری فلائٹ صبح آٹھ بجے کی ہے نا؟" چند لمحے بعد اس نے مغموم سے لہجے میں پوچھا۔

"جی۔" جواب بہت ہی مختصر تھا۔

"میں چھوڑ آؤں گا تمہیں ایئر پورٹ۔" اس نے کہا تو نینا کا تکلیف سے بھرا دل جیسے چند لمحے کے لیے کھل سا گیا۔ وہ اسے کہہ دیتی کہ وہ نہ آئے مگر دل کو یہ بات منظور نہ تھی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر خاموشی کا ایک اور وقفہ آیا۔ لیکن کون جانے کہ خاموشی کی بھی ایک آواز ہوتی ہے جو ہر کوئی نہیں سن سکتا۔

"آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟" اب کی بار خاموشی کو نینا نے توڑا۔ براق نے اس کی بات سنی تو اس کی جانب حیرت سے دیکھا۔

("اسے کیسے معلوم؟" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔)

"نہیں۔" براق نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"براق! آپ میرائے کے قاتل کو مت چھوڑنا۔ آپ جانتے ہیں آنے بہت تکلیف میں ہیں۔ مجھ سے ان کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی۔ اور نہ ہی آپ کی تکلیف۔ ایسے لگتا ہے جیسے میرائے کے جانے سے گھر کی رونق بھی چلی گئی ہے۔" براق کی طرف سے کچھ نہ کہے جانے پر اس نے خود ہی

وہ سب کہنا شروع کر دیا جو وہ کہنا چاہتی تھی۔آنکھوں میں نمی پھر سے بھر آئی لیکن اب وہ اسے صرف اپنی آنکھوں تک ہی رکھنا چاہتی تھی۔

اس کی بات سن کر براق نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔۔اور اس کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"نینا! تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے نا؟"اس نے اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بہت یقین کے ساتھ پوچھا۔

"آپ پر بھروسہ آخر کیسے نہیں ہو سکتا مجھے ؟"اس نے زخمی سے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"پھر تم فکر مت کرو۔میں اپنے دشمن سے اس کے ہر کام کا پورا حساب لیتا ہوں۔اگر میں سکون میں نہیں تو میرا دشمن بھی سکون میں نہیں رہ سکتا۔وہ بھی تڑپے گا۔"اس کی نیلی آنکھوں میں اب سرخی کی ایک لہر ابھر آئی۔

(لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا دشمن بھی تڑپ رہا تھا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ جہاں نظر دہراتا اسے سیاہ گپ اندھیرے کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا۔اس تاریکی میں اسے گھٹن محسوس ہو رہی تھی جس کی شدت ایک دم بڑھنے لگی۔وہ بھاگنا چاہتا تھا مگر اس کے قدم زنجیر تھے۔وہ اپنے ہاتھ بھی نہیں ہلا پا رہا تھا۔ایسے لگتا جیسے اسے کسی نے قید کیا ہو۔

اندھیرے کے باعث وہ یہ بھی دیکھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ پاؤں کیوں نہیں ہلا پا رہا۔ اور پھر اندھیرے کی شدت مزید بڑھی۔ ساتھ ہی اس کا دل بھی ڈوبنے لگا۔ اس نے بلند آواز میں چلانے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز نکل ہی نہ سکی یوں جیسے اس کی گردن کسی نے جکڑ لی ہو۔

اس کی آنکھیں سانس کی بندش کی وجہ سے چوڑی ہونے لگیں اور ان کے آگے عجیب سا جالا آ گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا کہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

اور پھر ایک روشنی نے اس کے ارد گرد اپنے پر پھیلائے۔ اس کی بوجھل آنکھوں نے اس روشنی کا تعقب کیا۔ اس روشنی نے جلد ہی ہر جگہ اپنا بسیرا کر لیا اور پھر اس کی سانس کی بندش ختم ہوئی۔ سانس پھر سے بحال ہوا۔ ہاتھ پاؤں ایک قید سے آزاد ہو گئے۔

اس نے فوراً اپنے ہاتھ پاؤں کو دیکھا۔ وہ زمین پر بیٹھا تھا۔ بنجر زمین پر۔ لیکن اس کے کچھ ہی فاصلے پر زمین بنجر نہ تھی۔

فاصلے پر زمین سبز گھاس کے مخملی قالین سے ڈھکی تھی۔ اس پر رنگ برنگے تازہ پھول کھلے تھے جن کی خوشبو ارد گرد رقص کر رہی تھی۔ آسمان ہلکے نیلے رنگ سے روشن تھا جس پر سورج کی سنہری کرنیں بھی اپنا رعب جمائے ہوئے تھیں۔

لیکن آسمان اس بنجر زمین کے اوپر بالکل مختلف تھا۔ اس پر گہرے سیاہ بادل چھائے تھے جو شاید کچھ ہی دیر میں زور و شور سے برسنے والے تھے۔

وہ زمین سے اٹھا اور ارد گرد نگاہ دہرائی۔اس کے علاوہ اس وقت وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

لیکن پھر اس سبز مخملی قالین پر کسی نے اپنا قدم رکھا۔اس کی نظر اس کی جانب گئی۔وہ روشن سفید رنگ کا لباس پہنے ہوئے ایک حسین و جمیل لڑکی تھی جسے پہچاننے میں اسے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی۔وہ **"میرائے یامان"** تھی جسے بھلا وہ کیسے نہ پہچان پاتا۔

وہ لڑکی اس گھاس پر چلنے لگی۔اس کے چہرے پر خوشی کی اس قدر چمک تھی کہ مرات کے دل میں اس خوشی کو دیکھ کر جلن پیدا ہوئی۔

وہ لڑکی ایک پھول توڑتی اور اسے جمع کرتی۔وہ یہ سب کرتے ہوئے بہت لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہ اسے ساکت سا کھڑا ہوا بس دیکھتا رہا۔

اور پھر آسمان پر ایک گرج کی آواز آئی۔بادل زور و شور سے برسنا شروع ہو گئے۔وہ بھیگنے لگا۔ لیکن اسے اس بات کا اندازہ نہ ہوا۔

جب اس نے اس لڑکی کو پھول توڑتے ہوئے رکتا دیکھا اور پھر اپنے اوپر ہنستے دیکھا،اس وقت اسے اپنی حالت کا اندازہ ہوا۔

وہ لڑکی اس پر مزید ہنسنے لگی۔وہ اس کا تمسخر اڑا رہی تھی۔

"خاموش ہو جاؤ!۔"اس لڑکی کی بلند ہوتی ہنسنے کی آواز سے گھبرا کر وہ چلایا۔

وہ لڑکی تب بھی نہ مانی۔اور اس کی ہنسنے کی آواز جن میں اب قہقہوں کا بھی اضافہ ہو گیا تھا، وہ مزید تیز ہو گئی۔اتنی تیز کہ اب یہ آواز اس کے کانوں میں تکلیف پیدا کرنے لگی۔

"میں نے کہا خاموش ہو جاؤ۔" وہ پھر چلایا مگر سب بے سود رہا۔

بارش تیز ہو گئی۔۔اتنی تیز کہ اب اس کے لیے اپنی آنکھوں کو کھلا رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔

اس لڑکی کے قہقوں کی آواز اور تیز بارش کے باعث اس کو چکر سے آنے لگے۔قدم لڑ کھڑا گئے۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ بارش اور اس لڑکی کی آواز بھی مزید بڑھ گئی۔

اس کا دل ڈوبنے لگا۔وہ جیسے کسی کھائی میں گر رہا ہو۔آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔اور جسم منجمد سا ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عشق کے داغ کا عبث ہے علاج

کوئی اب یہ نشان جاتا ہے

وہ گھبرا کر اٹھا۔اس کا جسم پسینے سے شرابور تھا۔دل کی دوڑ تیز تھی۔چہرے پر خوف تھا۔۔صرف خوف۔

دیوار پر لٹکی وال کلاک کو دیکھا تو ابھی چار بج رہے تھے۔ فجر ہونے والی تھی۔ کچھ ہی دیر میں سورج کی روشنی پوری آب و تاب سے آسمان پر چمکنے والی تھی۔ وہ بستر سے اٹھا اور سنگھار میز کے سامنے گیا۔ اپنے آپ کو شیشے میں دیکھا۔ اس کی حالت بالکل بدل چکی تھی۔ سیاہ بال پہلے کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ شیو بھی بڑھی ہوئی تھی۔ آنکھوں کے گرد حلقے نمایاں تھے۔ صحت بھی کافی خراب محسوس ہو رہی تھی۔ وہ پہلے سے کمزور معلوم ہوتا۔

اس نے سنگھار میز کا ایک دراز کھولا اور اس میں سے ایک تصویر نکالی۔ اس تصویر کو چند لمحے بوجھل آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔

تصویر ہاتھ میں لیے وہ واپس اپنے بستر پر آکر بیٹھا۔

"میرائے! تم میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتی؟" لہجے میں بہت کچھ تھا۔۔ خوف۔۔ بیزاری۔۔ اور اکتاہٹ۔

(براق اسٹڈی روم میں موجود تھا۔ ہاتھ میں ایک فوٹو فریم لیے وہ میز کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھا تھا۔ فوٹو فریم میں مختلف تصاویر کا کولاج بنا تھا۔۔ ان تصاویر میں گن کر چار افراد تھے۔ آج وہ ان میں موجود چوتھے شخص کو دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ ان میں موجود دوسرے شخص کو دیکھا کرتا۔ آج بھی اس نے پہلے اسی کو دیکھا، لیکن بعد میں وہ بس اس چوتھے شخص کو دیکھ رہا تھا۔

"میرائے! تم فکر مت کرو۔ میں تمہارا اور بابا کا بدلہ ضرور لوں گا۔ کیونکہ اب یہ میری ضد بن گئی ہے۔" اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے دل ہی دل میں اپنے آپ سے عہد کیا۔)

"تم میرے ذہن سے نکل کیوں نہیں جاتی؟" اس نے شکوہ کن لہجے میں میرائے کی تصویر دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آئی۔ اس نے وہ تصویر ایک ایک کر کے کئی ٹکروں میں تقسیم کر دی۔ یہ کرتے ہوئے اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ جیسے کوئی شخص کسی سے پیچھا چھڑانا چاہ رہا ہو، تو وہ اس کو جڑ سے ختم کرنے کی بجائے صرف اس کے اثرات ختم کر رہا ہو۔

وہ بھی یہ ہی کر رہا تھا۔ وہ نہیں دیکھ رہا تھا کہ اسے وہ کیوں یاد آتی ہے؟ وہ بس ان چیزوں کو ختم کر رہا تھا جو اسے اس کی یاد دلاتیں۔

(بیڈ کے ساتھ نائٹ لیمپ کی روشنی اس کی تصویر پر جھلک رہی تھی۔ اس تصویر پر اب تک ان کے آنسوؤں کی کئی بوندیں برس چکی تھیں۔ جیمرے خاتون میرائے کی تصویر ہاتھ میں تھامے روز ایسے ہی کرتیں۔ بس اشک بہانا شروع ہوتیں اور جب تک ان کی آنکھیں برس برس کر تھک نہ جاتیں، وہ اس تصویر کو دیکھنا بند نہ کرتیں۔

جب ان کے گھر میں موجود باقی لوگوں کو لگتا کہ وہ دوائیاں کھا کر سو گئی ہیں، اس وقت وہ اپنی بیٹی کی یادوں کے سائے کی گرفت میں ہوتیں۔)

"اب تم کبھی مجھے یاد نہیں آؤ گی۔"اس تصویر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے کے بعد اس نے جیسے اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اس نے اس تصویر کے ٹکڑوں کو ہاتھ میں ایک مٹھی بنا کر قید کیا۔۔اور اپنے کمرے کی کھڑکی تک بڑھا۔۔اس کا کمرہ بالائی مزل پر تھا۔ کھڑکی کے پردے ایک طرف کیے۔آسمان پر گہری سی نیلی روشنی چھائی تھی۔

اس نے اپنا ہاتھ کھڑکی سے باہر بڑھایا اور اس تصویر کے ٹکڑوں کو وہاں سے پھینک ڈالا۔وہ ٹکڑے ایک ایک کر کے زمین پر گرتے۔وہ انہیں یوں گرتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ان ٹکڑوں کو یوں گرتا ہوا دیکھ کر اس کی آنکھوں کے آگے پھر وہی منظر چھا گیا جب اس نے میر ائے کو ختم کیا تھا۔

دل کو اب ایک تسکین مل رہی تھی۔

(براق کو کمرے میں نہ پا کر نینا بستر سے اٹھی۔فجر ہونے میں کچھ ہی دیر باقی تھی۔وہ کمرے سے باہر نکلی۔گھر میں سناٹا چھایا تھا۔سیڑھیاں اترنے سے پہلے میر ائے کا کمرہ آتا۔اس کے قدم اس کے کمرے کے دروازے کے سامنے زنجیر ہوئے۔ایک نظر اس بند پڑے کمرے کو دیکھا۔اور پھر وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی۔

اسٹڈی روم کو روشن دیکھا تو وہ اس تک گئی۔اسٹڈی روم کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔اس نے کمرے میں جھانکا تو براق کو وہاں پایا۔پہلے اس نے اندر جانے کا فیصلہ کیا لیکن پھر جب اس نے براق کی

آنکھوں میں سے بہتے ہوئے آنسو دیکھے تو وہ وہیں رک گئی۔اس نے براق کو کبھی یوں ٹوٹا ہوا نہیں دیکھا تھا۔اسے یوں دیکھ کر اس کی آنکھیں بھی برسنے لگیں۔)

استنبول میں تمام مسجدوں کے اسپیکرز فجر کی اذان سے گونج اٹھے۔مرات نے کھڑکی پر پردہ واپس گرایا۔۔بستر پر جا کر لیٹ گیا۔کانوں کو تکیے سے ڈھک لیا تاکہ اذان کی آواز کانوں میں نہ آئے مگر پھر بھی لاکھ کوششوں کے باوجود اذان کی آواز کانوں تک پہنچتی۔

(جب وہ کم سن تھا تو اذان کی آواز اس کے کانوں کے لیے راحت کا سبب بنتی۔لیکن جب وہ بڑی عمر کو پہنچا یا یوں کہنا بہتر تھا کہ جب اس نے برائی کی دلدل میں قدم رکھا تب سے اسے اذان کی آواز سے خوف آتا۔اس کا دل گھبراتا۔دل کی عجیب سی کیفیت ہو جایا کرتی۔)

بتیاں جلائی رکھیں۔وہ آج کل بتیاں جلا کر ہی سوتا۔اسے امید تھی کہ اب وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دے گی۔

(فجر کی اذان کی آواز سن کر براق نے وہ تصویر میز کے دراز میں رکھی۔یہ دیکھ کر نینا اسٹڈی روم سے جانے لگی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ براق یہ جانے کہ وہ اسے دیکھ رہی تھی۔)

(جیمرے خاتون نے میرائے کی تصویر ساتھ سائیڈ ٹیبل پر رکھی۔آنکھوں کو اپنے ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔اور اللہ کے سامنے اپنے دکھ بیان کرنے کے لیے اٹھیں۔

انسان اللہ کے سامنے اپنے دکھ کیوں بیان کرتا ہے؟

کیونکہ وہ جانتا ہوتا ہے کہ وہ جس کے سامنے اپنے دکھوں کی داستان بیان کر رہا ہے، وہ سب کے دکھ سننے والا ہے۔ جب انسان اپنے دکھ کسی دوسرے انسان کے سامنے بیان کرتا ہے تو دوسرا انسان اکتا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کیونکہ ایسا انسان کی فطرت میں ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح کا سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی تیار ہو چکی تھی۔ موبائل کو پرس میں ڈالتے ہوئے وہ اپنے سوٹ کیس کی جانب بڑھی تو براق کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں کے چہروں پر ایک مغموم سی مسکراہٹ ابھری۔ وہ اس کی جانب بڑھا۔

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں ان سب کاموں کا بوجھ اٹھانے کی ضرورت نہیں۔"

سوٹ کیس کو ہینڈل سے پکڑتے ہوئے اس نے کہا۔ وہ مسکرائی اور پھر دروازے تک گئی۔ وہ اس کے ساتھ قدم ملاتا ہوا چلا۔ سیڑھیاں اترنے تک ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔ بس خاموشی رہی۔

جیمرے خاتون کے کمرے میں داخل ہو کر وہ ان سے ملی۔ انہوں نے اسے پیار سے گلے لگا لیا۔ نم آنکھوں میں مزید نمی اتر آئی۔

"تم مجھے میر ائے کی طرح ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر تو نہیں نا جا رہی؟" انہوں نے غمگیں ہوتے ہوئے پوچھا جیسے ان کے دل میں ایک خوف ہو۔ یہ سن کر وہ چند لمحے خاموش رہی۔ اس سوال کا جواب اس کے پاس بھی نہیں تھا۔

"آنے! آپ فکر مت کریں۔ نینا جلد ہی واپس آئے گی۔" براق نے جیمرے خاتون کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں تسلی دی تو وہ مسکرائیں۔

"وہاں جا کر مجھے روزانہ کال کرنا۔ ٹھیک ہے؟" انہوں نے اسے تاکید کی۔

"جی ضرور! میں آپ کو روزانہ کال کروں گی۔ آپ اپنی میڈیسنز ٹائم پر لیتی رہیے گا۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آنے! اور نینا! (اس نے وقفہ لیا۔۔ دونوں نے اس کی جانب دیکھا) آپ دونوں کو مجھ سے اب جب بھی رابطہ کرنا ہو تو اس نمبر پر نہ کیجیے گا جو آپ لوگوں کے موبائل میں سیو ہے۔ میں نے اپنا دوسرا نمبر آپ دونوں کے ساتھ شیئر کر دیا ہے۔ واٹس ایپ دیکھ لیں آپ دونوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو جیمرے خاتون کو تشویش ہوئی۔

"کیوں؟" سوال فوراً آیا۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔

"کیونکہ آنے! میری فون کالز ریکارڈ ہو سکتی ہیں۔ جس وجہ سے آپ دونوں کو خطرہ پہنچ سکتا ہے۔ نینا کا اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا آپ کا ہے۔ کیونکہ وہ تو پاکستان چلی جائے گی مگر آپ تو یہاں رہیں گی۔ "وہ انہیں ساری معلومات دے رہا تھا تو وہ مزید پریشان ہو گئیں۔ انہوں نے اب اس بارے میں کچھ کہا تو نہیں لیکن ان کے چہرے سے ان کی پریشانی کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کسی سے جدا ہونا اگر آسان ہوتا فراز

تو جسم سے روح کو لینے کبھی فرشتے نہیں آتے

کار کی رفتار آج کافی آہستہ تھی۔ وہ اس رفتار کے ساتھ ڈرائیو کبھی نہیں کرتا۔ لیکن آج وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ راستہ جلد ہی اختتام کو پہنچے۔ وہ کھڑکی سے باہر استنبول کی سڑکوں اور باقی دیگر اشیاء کو پیچھے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ وہ لوگ جو ٹھہرے ہوئے تھے۔۔ وہ بھی دور پیچھے کو بھاگتے ہوئے دکھائی دیتے۔

یہ راستہ بھی صرف **"خاموشی"** سے ہی گزرا۔ سلطان اور سلطانہ کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔ لیکن کون جانے کہ اس خاموشی کے باوجود بھی وہ ایک دوسرے کو سن سکتے تھے۔

یہ سفر مشکل تھا۔۔ بہت مشکل۔۔ سلطان اور سلطانہ دونوں کے لیے۔

اس دوران اس نے کئی ایسے فوڈ پوائنٹز، شاپنگ مالز اور سیاحوں کے گھومنے والی مشہور جگہیں دیکھیں جہاں وہ اور براق اکٹھے آئے تھے۔ اسی میں وہ آئیس کریم پارلر بھی تھا جہاں وہ کئی بار آئے تھے۔ اسے دیکھ کر نینا نے فوراً براق کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ اس نے پہلے کھڑکی سے باہر اس دور جاتے آئس کریم پارلر کو دیکھا اور پھر نینا کو۔ مسکراہٹ بھی خاموش تھی لیکن اس میں بہت کچھ تھا جو ان دونوں کے دل کو بہت سی یادوں میں گم جانے کی ہدایت کرتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں

جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں

ائیرپورٹ آچکا تھا۔ ان دونوں نے کھڑکی سے باہر اس جگہ کو دیکھا جہاں سے اب ان دونوں کی راہیں جدا ہونے والی تھیں۔ چہرے کے تاثرات بدل سے گئے۔

سلطانہ کی آنکھوں میں نمی سی اتر آئی۔ سلطان کے چہرے پر پہلے سے کئی زیادہ افسردگی چھاگئی۔ اس نے جب سلطان کی طرف دیکھا تو اس نے اپنے چہرے پر ایک مصنوعی سی مسکراہٹ بکھیر لی۔ سلطانہ جانتی تھی کہ یہ مسکراہٹ حقیقی نہیں لیکن پھر بھی خاموش رہی اور بدلے میں خود بھی اپنے چہرے پر ایک غیر حقیقی مسکراہٹ بکھیر لی۔ دونوں کو حقیقت معلوم تھی مگر کہنے کی ہمت نہ تھی۔

اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکلا۔نینا اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولنے لگی تو اسے اس کی ضرورت نہ پڑی۔ براق نے پہلے ہی اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔اس نے گاڑی سے باہر قدم رکھا۔

"میں نے کہا نا! میرے ہوتے ہوئے تمہیں ان سب کاموں کے کرنے کی ضرورت نہیں۔"

اس نے اپنی افسردگی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔نینا اب کی بار پھر ہلکا سا مسکرادی۔ اس کا دل خاموش سسکیوں کے ساتھ گونج رہا تھا جسے وہ سن سکتا تھا۔

ایک کے دل نے چاہا کہ وہ نہ جائے مگر پھر بھی اسے جانا تھا۔دوسرے کے دل نے چاہا کہ وہ سب چھوڑ کر اس کے ساتھ ہی رہے مگر وہ اپنے فرض سے دستبردار نہیں ہو سکتی تھی۔

(مسافروں کی ارد گرد ہلچل مچی تھی۔ یہاں ارد گرد کافی اور چائے کے سٹالز اور ان کی چھوٹی دکانیں بھی موجود تھیں۔ کچھ لوگ بریف کیس اٹھائے، تو کچھ سوٹ کیس اور دوسرے بیگز تھامے ٹرمینل پر کھڑے تھے۔لوگوں کا شور۔۔اعلانات کا اوپر سے گونجنا۔۔آج ان کے دل میں ایک عجیب سی بے چینی پیدا کر رہا تھا۔)

سوٹ کیس کو ہینڈل سے پکڑتے ہوئے وہ آگے کو بڑھا تو نینا اس کے ساتھ قدم ملاتی ہوئی ائیر پورٹ پر چلنے لگی۔قدموں میں سستی تھی۔ مگر اس سستی کا کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ جدائی مقدر میں لکھ دی گئی تھی۔

ٹرمینل پر سامان رکھوانے کے بعد وہ وقت آپہنچا تھا۔۔جدائی کا وقت۔

نینا کی سانسیں تھم سی گئیں۔دل مزید بھاری ہو گیا۔روح بوجھل سی ہونے لگی۔لیکن پھر بھی اس نے سامنے کھڑے شخص کے لیے خود کو مسکرانے اور مضبوط دکھنے پر مجبور کیا۔

وہ بھی اسے دیکھ کر مسکرایا۔اور اسے الوداعی نظروں سے دیکھا۔اس نے رخ موڑا اور ایک قدم آگے کو لیا۔یوں لگا کہ اب وہ آنسوؤں پر مزید قابو نہیں پا سکے گی۔

"نینا!۔" براق نے پکارا۔وہ اگر نہ پکارتا تو شاید وہ آنسو اس کی آنکھ سے ٹپک پڑتا۔وہ اس کی جانب مڑی۔

"ہاں؟" اپنی تکلیف چھپاتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔

"اپنا خیال رکھنا۔" جواب کچھ سوچنے کے بعد آیا جیسے وہ کہنا کچھ اور چاہ رہا تھا اور کہہ کچھ ڈالا۔

وہ اس کی توقع نہیں کر رہی تھی۔اسے ایسا لگا تھا کہ شاید کچھ اور تھا جو وہ کہنا چاہ رہا تھا لیکن یہ الفاظ بھی اس کے لیے بہت اہمیت رکھتے۔

"آپ بھی۔" اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"کال کرتی رہنا۔" اس نے فوراً کہا۔

"اور اگر نہ کروں؟" نینا کی آنکھوں میں شرارت سی ابھری۔وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔

"تم مجھے انکار کر رہی ہو؟"اس کے نزدیک آتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"ایسا ہی سمجھ لیں۔"جواب دوٹوک انداز میں آیا۔اسے سلطانہ کی یہ ادا پسند آئی۔

"گڈ۔تو کوئی بات نہیں۔تمہارا ہی نقصان ہے۔تم ہی مجھے مس کرتی رہو گی۔"نینا کو حیرت ہوئی۔

یہ خوش فہمی نہیں تھی یہ حقیقت تھی جس کا اعتراف نینا نے دل ہی دل میں کیا۔

"اف!اتنی خوش فہمی۔"اس نے حقیقت کا اعتراف براق کے سامنے نہ کیا لیکن پھر بھی اس کے اعتراف نہ کرنے میں بھی اعتراف تھا جو کہ صرف براق یا مان سمجھ سکتا تھا۔

"یہ خوش فہمی نہیں ہے۔میں جانتا ہوں۔مجھ سے بہتر تمہیں اور کوئی نہیں جانتا۔"اس نے اپنی نیلی آنکھوں سے اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کافی فاتحانہ انداز میں اپنی کامیابی کا اعلان کیا۔

"میں آپ کو مس نہیں کروں گی۔"اس نے ناک اونچی کرتے ہوئے اس کی کامیابی کو ناکامی میں بدلنا چاہا۔براق نے ابرو اچکائے۔

"اوہ!دیکھ لیں گے۔"سلطان نے سلطانہ کو چیلنج کیا جسے سلطانہ نے سر تسلیم خم کیا۔دونوں جانتے تھے کہ یہ چیلنج کس نے جیتنا ہے مگر پھر بھی ایک نے اپنی جیت کا اعلان کیا اور دوسرے نے اسے خوش فہمی قرار دیا۔

وقت ہو چکا تھا۔اس نے اپنی کلائی پر پہنی گھڑی کو دیکھا۔آٹھ بجنے میں صرف دو تین منٹ ہی باقی تھے۔اس نے جانے کی اجازت چاہی۔ براق نے اس کی کلائی تھام لی اور اس کا دل تھم گیا۔یہ اس کے لیے بہت بڑاامتحان تھا۔ براق نے اسے چند لمحے خاموشی سے دیکھا۔وہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرائی اور اپنا سر نفی میں ہلایا۔وہ اس کی نم آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔اور پھر اس نے اس کی کلائی چھوڑ دی۔وہ مسکرایا۔اس مسکراہٹ کے پیچھے چھپی تکلیف صرف وہی جانتا تھا۔

اس نے اب اس کی طرف سے چہرہ موڑ لیا۔ایک گہری سانس لی۔اور جانے لگی۔وہ اسے ساکن سا کھڑا یوں جاتا دیکھتا رہا۔ایک مرتبہ بھی نینا نے پیچھے مڑ کر اسے نہیں دیکھا۔اس کی آنکھوں میں سے آنسو کا ایک قطرہ لڑکھڑاتا ہوا ٹھوڑی تک آیا۔اس نے ارد گرد دیکھتے ہوئے فوراًاس آنسو کو اپنے ہاتھ کی پشت سے صاف کر لیا۔وہ ہوائی جہاز کی سیڑھیوں تک آئی۔کچھ لمحے وہاں ٹھہری۔نظر اٹھا کر اسے دیکھنا چاہا مگر ہمت نہ ہوئی اور ہوائی جہاز کے اندر چلی گئی۔بغیر اسے دیکھے۔۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اسے مسلسل دیکھ رہا تھا۔

براق کے چہرے کے تاثرات بالکل مختلف تھے۔وہ کچھ دیر پہلے جو تاثرات نینا کے سامنے قائم کیے ہوئے تھا وہ اب غائب ہو چکے تھے۔وہ ارد گرد لوگوں کی بھیڑ میں تنہا ہو گیا تھا۔

جب تک ہوائی جہاز ٹیک اوور نہیں کر گیا وہ اسے دیکھتا رہا۔ماحول میں کافی اور چائے کی خوشبو کے ساتھ جیٹ فیول کی تیز خوشبو بھی شامل ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد وہ چند لمحے وہاں موجود ایک بینچ پر خاموشی سے بیٹھا رہا۔اردگرد کی دنیا جیسے یک دم تبدیل سی ہو گئی تھی۔اس کا دل بھاری تھا۔

"یااللہ! مجھے صبر دے۔"الفاظ زبان سے خودبخود ادا ہوئے۔اور پھر اس کے دل کو کچھ تسلی ملی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آسمان پر سفید روئی جیسے بادلوں کو وہ ہوائی جہاز کی کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔استنبول اب تک جا چکا تھا اور وہ بھی۔اس کا دل بھاری تھا۔آنکھیں بوجھل سی تھیں۔اس کے موبائل کی اسکرین جگمگائی تو اس نے موبائل پر دیکھا۔حلیمہ صاحبہ کا میسج جگمگا رہا تھا۔اس نے انہیں کال کی۔

کچھ دیر ان سے بات ہوئی اور انہیں بتایا کہ وہ پاکستان کے لیے روانہ ہو چکی ہے۔زیادہ بات نہیں ہو پائی۔پھر فون رکھ دیا۔

چند لمحے کچھ سوچا اور پھر عریشہ کو کال ملائی۔

"عریشہ! میں پاکستان آرہی ہوں۔دوپہر تک پہنچ جاؤں گی۔مجھے تم سے کل ملنا ہے۔"معمول کی گفتگو کے بعد اس نے سنجیدگی سے کہا۔آنکھیں اب خشک تھیں۔

"ٹھیک ہے! تم کس ٹائم۔۔"وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔

"کل صبح دس بجے۔"اس نے فوراً کہا جیسے سب کچھ وہ پہلے سے ہی طے کر چکی ہو۔

"اوکے ڈن!۔" دوسری جانب سے اس نے سرد سے لہجے میں کہا۔اور پھر نینا نے فون بند کر دیا۔

عریشہ نے اس سے بات کرنے کے فوراً بعد اسے کال ملائی جسے اب کال ملانا اس کا کام تھا۔

"میکائیل صاحب! نینا مجھ سے کل صبح دس بجے ملنا چاہتی ہے۔" دوسری جانب سے فون اٹھتے ہی اس نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ تم وہی کروگی جو تمہیں کرنا چاہیئے۔" میکائیل نے سرد مہری سے کہہ کر فون کھٹرک سے بند کر دیا۔ عریشہ چند لمحے فون کو یونہی دیکھتی رہی۔ چہرے پر ناگواری سی اتری۔

"اگر تم **"میکائیل ملک"** کی جگہ صرف **"میکائیل"** ہوتے تو میں تمہیں تمہاری اوقات یاد دلا دیتی۔ ہونہہ!۔" اس نے لب بھینچتے ہوئے ناگواری سے کہا۔۔اور پھر سر جھٹکا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد، پاکستان۔

رات نے اپنے پر ہر سو پھیلا لیے تھے۔ چاند آج بادلوں میں چھپ سا گیا تھا جس وجہ سے وہ اپنی روشنی ٹھیک سے بکھیر نہیں پا رہا تھا۔

(نینا دوپہر میں ہی پاکستان پہنچ گئی تھی۔ اس کے وہاں پہنچتے ہی پہلا سوال جو حلیمہ صاحبہ اور اریحہ نے کیا وہ یہی تھا کہ

"میرائے کے ساتھ یہ سب کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟" جس کے جواب نینا نے وہی دیے جو دینے چاہیئے تھے۔اس نے سب کو سچ بتایا۔ لیکن اس طرح سے کہ کسی کے عیبوں پر سے پردہ بھی نہ ہٹے۔ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسے قتل مرات نے کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ وہ براق سے کسی قسم کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ یہ سچ تھا۔اس میں کچھ جھوٹ بھی نہ تھا۔ بات شک کیے بغیر مان لی گئی۔

نینا کے پاکستان آنے کی وجہ حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب کو معلوم تھی۔اس نے انہیں پاکستان آنے سے پہلے سب بتادیا تھا کہ وہ براق کے کہنے سے پہلے خود بھی پاکستان آنا چاہتی تھی۔ وجہ اس نے پاکستان میں کرنے والے اپنے کچھ اہم کام بتائے۔)

وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔ وہ کمرہ جس میں اس نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ وہ براق سے شادی کے بعد پاکستان کو یاد کرتی تھی۔۔ بہت یاد۔ وہ دوبارہ اپنے گھر آنا چاہتی تھی۔ اپنے کمرے میں رہنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ یہاں اس طرح سے آئے گی،اس کی اسے بالکل توقع نہ تھی۔

بیڈ کے کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے، لیپ ٹاپ اپنی گود میں رکھے،اس کی انگلیاں مسلسل لیپ ٹاپ پر کچھ ٹائپ کیے جا رہی تھیں۔۔ چہرے کے تاثرات سرد اور خشک تھے۔

لیپ ٹاپ پر ایک فائل بنانے کے بعد اس نے اس کی اسکرین بند کر دی۔ لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھا۔ ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔ آنکھیں چند لمحے کے لیے بند کیں۔ وہ آج پاکستان آئی تھی اور بغیر

تھوڑی دیر آرام کیے، وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔اس کے اعصاب تناؤ کا شکار تھے۔ سفر کی تھکن الگ تھی اور کام کی تھکن الگ۔

سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔اسکرین آن کی۔ میسجز کی لائن لگی تھی۔اس نے میسجز چیک کیے، کوئی بھی میسج اتنا اہم نہیں تھا کہ اس کا جواب وہ ابھی دے۔ لیکن ایک دم اسے حیرت ہوئی۔ اتنے سارے میسجز میں اس کا میسج نہیں تھا۔وہ پہلے حیران ہوئی اور پھر پریشان۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔ موبائل پر براق کا نمبر نکالا اور چند لمحے اسکرین پر روشن اس نمبر کو دیکھا۔ پھر اسے فون ملا دیا۔

چند لمحے فون رنگنگ پر رہا اور پھر دوسری جانب سے فون اٹھالیا گیا۔اس نے فوراً فون کان سے لگایا۔

"ہیلو؟"اس نے پریشان کن انداز میں بولا۔

"تم چیلنج ہار گئی۔"دوسری جانب سے براق نے فاتحانہ انداز میں کہا۔وہ اس کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ پہلے وہ سمجھ نہ سکی کہ وہ کس بارے میں بات کر رہا تھا۔۔اور پھر اسے سمجھ آ گئی۔

"تو آپ نے اس چیلنج کو اتنا سیریس لیا تھا؟"اس نے اپنی ناکامی چھپاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"سیریس تو تم نے بھی لیا تھا۔وہ الگ بات ہے کہ تم جیت نہیں پائی اس لیے ایسے کہہ رہی ہو۔"

یہ سن کر وہ مسکرائی۔مزید احتجاج اس نے بھی نہیں کیا۔وہ کرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔یہ ہار اس کے لیے اعزاز تھی۔

"تو پہنچ گئی تم خیریت سے؟"دوسری جانب سے براق نے پوچھا تو نینا کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھرے۔

"یہ تو اب آپ نہ ہی پوچھیں۔ایک میسج بھی نہیں کیا آپ نے۔مجھے اتنے زیادہ میسجز آئے ہوئے تھے لیکن افسوس! ان میں سے ایک میسج بھی آپ کا نہیں تھا۔ہونہہ!۔"اس نے شکوہ کن لہجے میں کہہ کر تاسف سے سر جھٹکا۔۔تو براق دوسری جانب سے زیر لب مسکرایا۔

"میں نے اس چیلنج کو بہت سیریس لیا تھا نینا! اسی لیے تمہیں میسج نہیں کیا۔"اس نے جتاتے ہوئے کہا۔

"اللہ! اللہ! اب اپنی اس لاپرواہی کو اس چیلنج کا نام نہ دیں۔"اس نے اپنا ہر لفظ چبا چبا کر کہا۔اسے براق پر جب بھی غصہ آتا،وہ اسی کے انداز میں اس سے بات کرتی۔

"اوکے اوکے! میں اپنی غلطی مانتا ہوں۔آپ جو سزا دیں گی ہمیں قبول ہے۔"اس نے ہتھیار ڈالے۔

"ٹھیک ہے۔میں نے معاف کیا آپ کو۔اب ذرا میں وہ بات کر لوں جس لیے میں نے آپ کو فون کیا ہے؟" اس نے جتاتے ہوئے کہا۔

"جی کہیے۔میں بھی بس آپ ہی کو سننے کے لیے تو یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔" اس نے بھی اپنا ہر لفظ چبا چبا کر کہا۔ وہ زیر لب مسکرائی۔

"آنے چلی گئیں؟"

"ہاں! تمہارے جانے کے بعد میں انہیں ایک محفوظ جگہ چھوڑ آیا تھا۔" اس نے بتایا تو اب کی بار اس کے لہجے میں افسردگی تھی۔

("مطلب وہ گھر میں اب بالکل اکیلا تھا۔" نینا نے دل ہی دل میں سوچا تو اسے اس کی پہلے سے زیادہ فکر ہونے لگی۔ وہ کیسے رہے گا؟ اس کے کھانے پینے کی فکر بھی اسے پریشان کرنے لگی۔)

"لیکن تم میری فکر نہ کرو۔ میں ایک فوجی ہوں اور مجھے اکیلا رہنا آتا ہے۔" نینا کی خاموشی کی وجہ وہ جان گیا تھا۔

"اپنا بہت خیال رکھیے گا براق!۔" اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔ خشک آنکھوں میں نمی پھر سے اتر آئی۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں اپنا خیال رکھوں تو تم اپنا بھی پورا خیال رکھنا۔ جانتی ہونا! تمہاری تکلیف میری تکلیف ہے۔اور تمہارا سکون میرا سکون۔" اس کے لہجے میں نینا کے لیے محبت تھی، جو ہمیشہ اس سے بات کرتے ہوئے موجود ہوتی۔ وہ جب بھی اس سے بات کرتی، وہ ضرور ایسی بات کہہ ڈالتا جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کے دل میں گھر کر جاتی۔

گفتگو چند لمحے مزید جاری رہی اور پھر نینا نے فون رکھ دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ترکی

استنبول

یہ منظر ایک کانفرنس روم کا تھا جہاں ایک لمبی میز کے دونوں اطراف میں کرسیاں پڑی تھیں۔۔ جس پر مرد حضرات ٹانگ پر ٹانگ جمائے کروفر سے بیٹھے تھے۔۔ادھر موجود ہر شخص میں ایک بات مشترکہ تھی۔۔ان کی گردنوں میں موجود سریا۔ چہرے سپاٹ تھے۔۔آنکھیں ویران تھیں۔۔ایک سیاہ سرمئی سی روشنی پھیلی تھی ہر سو۔

ایک شخص کانفرنس روم کی اعلیٰ عہدے کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ یہاں صرف دو ترک شہری موجود تھے جن میں اونور بھی شامل تھا۔۔اور باقی دوسرے ممالک کے افراد تھے۔

"اونور بے! مرات اب تک کچھ کر کیوں نہیں پایا؟" ایک شخص نے سرد مہری کے ساتھ پوچھا۔

وہ **"ملحد"** تھا۔

"مرات ہمارے مقصد کے بہت قریب ہے۔ جلد ہی وہ ترکیے میں اتنی تباہی مچائے گا کہ کوئی بھی شخص اس ملک میں سکون سے نہیں رہ پائے گا۔" انہوں نے بہت یقین کے ساتھ سامنے بیٹھے ملحد شخص سے کہا۔

(یہاں پر وہ لوگ موجود تھے جو ترکی کو ترقی کی راہ سے روکنے کے خواہشمند تھے۔ اس میں ترکی کے مخالف ممالک کے دہشت گرد۔۔ کچھ مخالف ممالک کے اعلیٰ عہدے دار بھی تھے۔۔ اور یہاں وہ افراد بھی شامل تھے جنہوں نے ترکی کی عظیم خلافت کا خاتمہ کیا۔)

"یہ سب باتیں پرانی ہو گئی ہیں۔ تم یہ بات بتاؤ کہ وہ اب تک کامیاب کیوں نہیں ہو سکا؟" اس ملحد نے فوراً دوٹوک لہجے میں پوچھا۔

"ایک فوجی افسر۔۔ میں نے بتایا تھا آپ سب کو اس بارے میں۔ براق یامان! وہ اب تک اس کے راستے میں اٹکا ہوا ہے۔ لیکن مرات بہت کوشش کر رہا ہے اسے راستے سے ہٹانے کی۔ یہاں تک کہ وہ اس کی بہن کو بھی موت کے منہ میں دھکیل چکا ہے۔" اس نے وضاحت کی۔

"اونور! **(لہجے میں اب طیش کی لہر تھی)** اگر وہ راستے کا کانٹا بنا ہوا ہے تو اسے مٹا دو۔ یہ کوئی مشکل

کام نہیں۔ہے نا؟"اب کی بار اعلیٰ عہدے کی کرسی پر بیٹھے شخص نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

وہ شخص ان میں سے کافی مختلف تھا۔اس نے ایک چھوٹی گول ٹوپی سر پر پہنی ہوئی تھی جسے **"کپاہ" (یرملکے)** کہتے ہیں جسے یہودی مرد عام طور پر ہر وقت پہنتے ہیں۔وہ ایک یہودی تھا۔ہاتھ کی ایک انگلی میں انگوٹھی پہنی تھی جس پر ایک ستارہ بنا ہوا تھا۔اس کے چہرے پر ایک ویرانی سی تھی جیسے یہاں موجود ہر شخص کے چہرے پر تھی۔وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ لگتا۔

(انسان کا دل جب مردہ ہو جاتا ہے تو چہرے پر بھی وہی تاثرات ظاہر ہوتے ہیں۔)

"تم ہمارا کام یاد رکھو!۔"

"ترکی میں امن نہیں ہونا چاہئے۔اگر امن ہوا تو یہ ترک اپنے مقصد تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔یہ ہم سے وہ سب چھین لیں گے جو ہم نے ان سے کافی عرصہ پہلے لے لیا تھا۔یہ چاہیں گے کہ یروشلم۔۔مسجد اقصیٰ۔۔دریائے نیل۔۔فرات کی برکتوں پر ان کا قبضہ ہو۔یہ ہمیں تباہ کرنا چاہیں گے۔اور تو اور یہ اپنی کھوئی ہوئی خلافت واپس لانا چاہیں گے۔جس کا نقصان ہم سب کو ہوگا۔سمجھ آئی؟"اس شخص کی آنکھوں میں ایک خوف تھا۔

اونور اور وہاں موجود ہر شخص اس کی بات سن کر اثبات میں سر ایسے ہلاتا جیسے وہ سب اس کے غلام ہوں اور وہ آقا۔

"یاد رکھو! ترکی کو یہاں تک لانے میں ہم نے بہت محنت کی ہے۔ یہاں کے نوجوان اپنی روایتیں بھول چکے ہیں۔ جنہیں اپنی روایتیں یاد ہیں، انہیں یہاں کے لوگ تنگ ذہن کہہ کر پیچھے کر دیتے ہیں۔ یہاں کے لوگ اپنے مذہب سے دور ہو کر مغرب کے طرز زندگی کو اپنانے میں مگن ہیں۔ یہاں باقی ممالک کی طرح **"ڈالرز"** کا راج چلتا ہے۔" اس نے ایک وقفہ لیا۔

"لیکن جس دن ان میں ایک عظیم رہنما نے قدم رکھا۔ جس دن ان کے نوجوان خواب غفلت سے جاگ گئے۔۔ اس دن۔۔ **(اس کے چہرے پر ایک عجیب سا خوف طاری ہو گیا)** اس دن ہم اپنے سامنے خلافت کو بنتا دیکھیں گے۔ اور ہم کچھ نہیں کر پائیں گے۔"

کانفرنس روم میں سناٹا چھا گیا تھا۔

"لیکن ایسا نہیں ہو گا۔ ہم یہاں امن قائم ہی نہیں ہونے دیں گے۔ ہم یہاں کے نوجوانوں کو دنیا کی عیش و عشرت میں اس قدر مگن کر دیں گے کہ وہ اپنا مقصد سب بھلا دیں گے۔ یہاں کے لوگ ہمیشہ پیسے کی دوڑ میں پڑے رہیں گے۔ ایسی دوڑ جس میں سے وہ کبھی نکل نہیں سکیں گے۔" اس نے اپنی بات مکمل کی۔

"آپ فکر مت کریں۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ ہم ایسا ہونے ہی نہیں دیں گے۔" اب کی بار ایک برطانوی اعلیٰ عہدے دار بہت یقین اور فخر سے بولا۔

"خلافت کے بخیے ادھیڑ دینے کے بعد ہم نے ترکی کو اپنا غلام بنالیا ہے۔یہ ہر طرف سے ہمارے پنجوں میں قید ہے۔اور اسے آزادی کبھی نہیں مل سکتی۔یہ جو لوگ ادھر آزادی کا پرچھار کرتے ہیں انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ آزادی ہے کیا۔" کانفرینس ہال میں اس کے قہقہے کی آواز گونجی۔

اونور یہ سب خاموشی سے سن رہا تھا۔

(یہاں پر موجود دو ترک افراد اپنے ملک کے غدار تھے۔ترکی کی خلافت کو اور خلافت کے بعد بھی۔۔ملک کو دوسرے دشمنوں کے ساتھ ساتھ غداروں نے بھی بہت نقصان پہنچایا ہے۔ان کی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ان کی غداری کا سبب صرف اور صرف **"پیسہ"** تھا۔۔ ہے۔۔اور رہے گا۔

یہ اپنے نفس۔۔پیسے۔۔اور شیطان کے غلام ہیں۔)

"اس فوجی افسر۔۔کیا نام لیا تھا تم نے؟" اس اسرائیلی نے لاپرواہی سے پوچھا۔

"براق۔ براق یامان۔" اونور نے بتایا۔

"ہاں وہی۔اسے جلد راستے سے ہٹاؤ۔اور اگر ایسا نہ کر سکے تم۔۔تو یاد رکھنا ہمارا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔تم سے زیادہ قابل لوگ ہیں ہمارے پاس۔" اب کی بار اس نے طیش کے عالم میں کہا تو اونور پر لرزہ طاری ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نیناسے فون پر بات کرنے کے بعد اس نے جب وال کلاک پر وقت دیکھا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے۔وہ اپنے کمرے میں تھا۔

میرائے کے جانے سے ان کے گھر کی ساری رونق چلی گئی تھی لیکن آج اسے اس بات کا شدت سے احساس ہورہا تھا کہ نینا کے جانے سے اس کے کمرے کا **"سکون"** اور **"رونق"** دونوں چلا گیا تھا۔وہ بیڈ پہ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

(نیناسے پہلے اس نے کافی دیر جیمرے خاتون اور پھر احمت۔۔اور دندار بے سے بھی فون پر بات کی تھی۔)

موبائل کو سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد ایک نظر اس نے کمرے میں دہرائی۔کمرے میں موجود ہر شے اس کی یاد تازہ کرتی۔اس نے نظریں پھیریں اور سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھایا اور پیا۔گلا فون پر کافی دیر بات کرنے سے خشک ہو چکا تھا۔

شیشے کا گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ بستر سے اٹھا اور کمرے کی بتیاں بجھادیں۔بستر پر آکر سیدھا لیٹا۔آنکھیں بند کیں۔سونے کی کوشش کی مگر نینداس کو چھو کر بھی نہیں گزر رہی تھی۔یہ اب اس کے لیے کوئی نئی بات نہ تھی۔

وہ جب بھی آنکھیں بند کرتا تو میر ائے اور یامان بے کا چہرہ اس کے سامنے آشکار ہو جاتا۔

آج اسے اس کمرے میں عجیب سی گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔اور اس کی وجہ صرف ایک ہی تھی۔۔

سلطان کی سلطانہ کا نہ ہونا۔اس نے آنکھیں کھول لیں۔چہرے پر بیزاری سی تھی۔

وہ تیز قدم چلتا ہوا کمرے سے باہر نکلا اور اسٹڈی روم میں چلا گیا۔یہ اس کا روزانہ کا معمول بن گیا تھا۔وہ یامان بے اور میر ائے کی تصویر کو گھنٹوں دیکھتا اور دل ہی دل میں اپنے سے کئی وعدے۔۔ اور شکوے کرتا۔

وہ کرسی کھینچ کر بیٹھا۔۔دراز سے وہ فوٹو فریم نکالا جو اس نے میر ائے کو سالگرہ پر دیا تھا۔۔اور اس تصویر کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

(کمرے کی تمام بتیاں جلی ہوئی تھیں۔صرف کمرے کی ہی نہیں۔۔پورے گھر کی۔وہ سر پر ہاتھ رکھے بستر پر بیٹھا تھا۔چہرے سے کافی پریشان دکھائی دیتا۔آنکھوں کے گرد حلقے مزید گہرے ہو گئے تھے۔

"مجھے کیا ہو گیا ہے؟"اس نے اپنے آپ سے ہی نا سمجھی سے پوچھا۔)

وہ اس تصویر کو دیکھ رہا تھا جب اسے کچھ یاد آیا۔ وہ اپنے کمرے میں بھاری قدم چلتا ہوا گیا۔ الماری کی جانب بڑھ کر اس کا لاکر کھولا اور ایک ڈائری نکالی۔ اس ڈائری کو غور سے دیکھا۔ اور پھر ساتھ رکھے صوفے پر اس ڈائری کو ہاتھ میں لیے آکر بیٹھا۔ ڈائری کھولی اور اس کے اوراق پلٹنا شروع کیے۔ وہ اسے کئی مرتبہ پڑھ چکا تھا لیکن آج وہ اسے پھر پڑھ رہا تھا۔

(وہ بستر سے اٹھا۔۔ سانسیں تیز تھیں۔۔۔ چہرہ ویران سا تھا۔۔ اکتایا ہوا۔۔ بیزار اور خوف زدہ۔

وہ سنگھار میز کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اپنے آپ کو ایک نظر آئینے میں دیکھا اور پھر سنگھار میز پر سجی اشیاء کو۔)

اس نے تھوڑی سی ہی دیر میں اس ڈائری کو مکمل پڑھ لیا۔ پھر اس کو ہاتھ میں پکڑے ہوئے غور سے دیکھا۔ ذہن کے پردوں پر کچھ ابھرا۔

(نیلی آنکھوں والی وہ لڑکی اکثر جب خفا ہو جاتی یا خوش ہوتی تو اپنی ڈائری نکال کر لکھنے لگتی۔ میرائے ہمیشہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر رات کے وقت ڈائری لکھا کرتی۔ یہ عادت اسے یامان بے سے ہی ملی تھی۔)

براق نے وہ ڈائری واپس لاکر میں رکھی اور اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

(مرات کی سانسیں مزید تیز ہوئیں۔ پریشانی طیش میں بدل گئی۔اس نے اپنے دونوں ہاتھ سنگھار میز پر سجی اشیاء کی جانب بڑھائیں اور ایک کے بعد ایک چیز توڑنا شروع کر دی۔ پرفیومز کی بوتلیں ریزہ ریزہ ہو گئیں جس طرح سے وہ خود کو ریزہ ریزہ محسوس کر رہا تھا۔ کمرے میں شور کی آواز اس کے دل و دماغ میں چلنے والے طوفان کے شور کے سامنے کچھ نہیں تھی۔ وہ چلانے لگا۔۔دیوانوں کی طرح۔ آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ پرفیومز کی ٹوٹی بوتلوں کے شیشے اس کے ہاتھ پر بھی لگے۔ ان زخموں میں سے اب خون بہنے لگا تھا۔

وہ زمین پر ڈگمگا سا گیا۔ وہ حواس باختہ تھا۔

"تم میرے ذہن سے نکل کیوں نہیں جاتی؟" وہ چیخا مگر وہاں کوئی نہیں تھا جو اسے خاموش کرواتا یا اسے سہارا دیتا۔

وہ تنہا تھا۔۔آج اسے اس کا شدت سے اندازہ ہو رہا تھا۔اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بہتے خون کو دیکھا تو اس کی آنکھوں کے آگے میرائے کا چہرہ آگیا۔ ہنستا مسکراتا چہرہ۔)

براق میرائے کے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے کی بتیاں جلائیں جو کئی دنوں سے بجھی تھیں۔

میرائے کے جانے کے بعد یہاں آنے کی کوئی ہمت نہ کرتا لیکن اس نے آج ہمت کر لی تھی۔ وہ اس کی الماری تک گیا۔

الماری کی چابیاں اس کے ہاتھ میں تھیں۔الماری کا دروازہ کھولتے ہی اس نے سامان ادھر ادھر کیا۔۔اور دراز کھولا۔اسے وہ مل گیا جس کی اسے تلاش تھی۔وہ میرائے کی ڈائریز تھیں جو وہ لکھا کرتی۔اس نے اس کی وہ ڈائری ہاتھ میں تھامی جس پر سال 2022ء لکھا تھا۔

پھر الماری اس نے بند کی۔باقی ڈائریز اس میں واپس رکھیں۔

وہ اس ڈائری کو لیے اسٹڈی روم میں گیا۔کرسی کھینچ کر بیٹھا اور میز پر اپنے سامنے اس ڈائری کے صفحے پھیلائے۔اس کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی۔

"میرائے!تمہارے مجرم کو سزا ضرور ملے گی۔ضرور!۔"

اس نے زیر لب کہا۔

("براق!میری اس حالت کے ذمہ دار صرف تم ہو۔تم زندہ ہو اس لیے بار بار وہ میرے ذہن میں آتی ہے۔وہ مجھے یہ یاد دلاتی ہے کہ تم زندہ ہو۔جب تک میں تمہیں ختم نہ کرلوں،تب تک میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔"اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے طیش کے عالم میں کہا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں موجود اسٹڈی ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھی تھی۔سامنے ایک پیکٹ پڑا تھا۔یہ وہی پیکٹ تھا جو اسے عباس احمد نے دیا تھا۔اس نے پیکٹ لاکر میں رکھوالیا تھا اور ترکی سے

واپسی پر یہ پیکٹ وہ اپنے ساتھ ہی لائی۔اس پیکٹ کے بارے میں اس کے اور عباس احمد کے علاوہ کسی کو معلوم نہ تھا۔اور اب اس بارے میں صرف نینا کو معلوم تھا۔

اس نے وہ پیکٹ کھولا۔اس میں سے کچھ تصاویر نکلیں اور کچھ یو ایس بیز،اس کے ساتھ اس میں سے ایک ڈائری بھی نکلی۔اسے یاد تھا کہ عباس احمد نے اسے اس ڈائری کے بارے میں بتایا تھا۔یہ ماریہ کی ڈائری تھی۔میکائیل کی بیوی ماریہ کی!

اس نے ان تصاویر کو دیکھا۔اس میں عباس احمد کی چند افراد سے کی گئی ملاقاتوں کی تصاویر تھیں۔اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ان تصاویر میں میکائیل ان لوگوں کے ساتھ دیکھا جاسکتا تھا جو ملک کے خلاف طرح طرح کی سازشوں میں ملوث تھے۔

(ان میں ایک تصویر ایسی تھی جس میں میکائیل کو **"راجیش"** کے ساتھ دیکھا جاسکتا تھا۔وہ ایک دہشت گرد تھا جو پاکستان کے اثر ورسوخ رکھنے والی شخصیات کو خریدتا اور ان سے اپنے مطلب کے کام کرواتا۔اس کو ایڈ ہندوستان سے ملتی۔میکائیل بھی راجیش کے لیے ہی کام کرتا۔ملک میں ہونے والی کئی بم دھماکوں اور تباہیوں کا ذمہ دار میکائیل ہی تھا۔۔اور تو اور میکائیل ملک منی لانڈرنگ میں بھی ملوث تھا۔

یہ بات ان تصاویر سے اور نینا کے پاس موجود معلومات سے واضح ہو رہی تھی۔)

لیکن ان تصاویر کو میکائیل آرام سے جعلی قرار دے سکتا تھا،یہ وہ جانتی تھی۔

اس کے بعد اس نے وہ ڈائری ہاتھ میں تھامی۔اس کا کور ہلکے بھورے رنگ کا تھا۔اسے حیرت بھی ہوئی کے میکائیل کو اس بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ ڈائری اس کے گھر سے غائب ہو چکی ہے۔

(میکائیل آہستگی سے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔وہ کافی عرصے سے اس کمرے میں نہیں گیا تھا جہاں اس نے ماریہ کے مرنے کے بعد اس کی ساری چیزیں رکھوالی تھیں۔وہ کمرہ صرف صفائی کے لیے کھلتا،اس کے بعد وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔)

نینا کے چہرے پر ایک کے بعد ایک تاثر آ کر جاتا۔وہ اس ڈائری کو متوجہ ہو کر پڑھ رہی تھی۔

"میکائیل کو جیسا میں سمجھتی ہوں وہ اس سے کافی مختلف ہے۔" ڈائری پر ماریہ کی لکھی یہ سطر پڑھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری،شاید اسے اس میں میکائیل کے خلاف بہت کچھ مل جائے۔

("بیچاری ماریہ !۔"اس نے افسردگی کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے زیر لب کہا۔)

وہ ایک کے بعد ایک صفحہ پلٹتی اور چند ہی منٹ میں اسے پڑھ لیتی۔

(اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔چہرے پر ایک مسکراہٹ سی ابھری۔ارد گرد اندھیرا تھا۔اس نے روشنی کرنا چاہی۔بتیاں جلائیں تو اس کی خواہش پوری ہوئی۔

"کافی دن ہو گئے ہیں تم سے ملے ہوئے ماریہ!۔" وہ اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا زیر لب بڑبڑایا۔)

ڈائری آدھی سے زیادہ وہ پڑھ چکی تھی اور باقی کا حصہ بھی وہ ابھی ختم کرنے میں مصروف تھی۔

"میکائیل بہت مختلف شخص ہے۔ میں اسے کبھی جان ہی نہیں پائی۔ اس کی باتیں مجھے عجیب سی کش مکش میں ڈال دیتی ہیں۔ میرے گھر والوں نے ہمیشہ مجھے اپنے ملک سے پیار کرنا سکھایا ہے۔ لیکن میکائیل کو دیکھ کر مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنی دولت۔۔ اپنے عہدے کا غلط استعمال کرتا ہے۔"

ماریہ کے الفاظ میں بہت کچھ تھا۔

"میکائیل کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اس کے لیے "پیسہ" ہی سب کچھ ہے۔ وہ پیسے کے پیچھے پاگل ہے بالکل۔" اگلے صفحے کی پہلی سطر تھی یہ۔

(میکائیل اس کمرے میں موجود ایک پرانی سی سنگھار میز کی جانب بڑھا۔ اس کمرے میں وہ فرنیچر موجود تھا جو ماریہ کو جہیز میں ملا تھا۔ اس سنگھار میز پر اس کی کچھ چیزیں بے ترتیب سے انداز میں رکھی گئی تھیں۔ اس پر ایک چوڑیوں کا سیٹ پڑا تھا۔ یہ وہ سیٹ تھا جو میکائیل نے ماریہ کو ان کی شادی کی پہلی سالگرہ پر تحفے میں دیا۔ اس کے جانے کے بعد یہ سیٹ میکائیل نے یہاں رکھوالیا اور اس کو یہاں سے اٹھانے کی ہمت کسی نے بھی نہ کی۔

میکائیل نے وہ سیٹ پکڑا اور اسے دیکھا۔ چہرے پر بہت سے تاثرات ابھر آئے۔

"کیوں ماریہ؟ تم جانتی تھی ناکہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ پھر بھی تم نے؟" اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔ اسے ماریہ کی غلطی پر دکھ ہوا جو صرف میکائیل ملک کے لیے "غلطی" تھی۔)

اس کے کمرے کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا تو وہ چوکنا ہوئی۔

"کون؟" سوال فوراً پوچھا گیا۔

"میں ہوں نینا۔" حلیمہ صاحبہ کی آواز پر اس نے اپنے سامنے رکھی چیزوں کو پیکٹ میں ڈالنا شروع کیا۔

"آ جائیں امی۔" ساتھ ہی وہ پیکٹ میں چیزیں واپس ڈال رہی تھی۔ حلیمہ صاحبہ نے کمرے کا دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کیا کر رہی ہو؟" اسے وہ سامان پیکٹ میں ڈالتا دیکھ کر انہوں نے معمولی سے انداز میں پوچھا۔

"کچھ نہیں بس تھوڑا کام تھا، وہی کر رہی تھی۔" اس نے پیکٹ میں سارا سامان ڈالا اور اسے اپنی الماری کے لاکر میں رکھ دیا۔ حلیمہ صاحبہ کو یہ جاننے میں کوئی دلچسپی نہ تھی کہ اس نے وہ پیکٹ لاکر میں کیوں رکھا ہے۔

وہ ان کے پاس بیڈ پر برابر میں آ کر بیٹھیں۔ دونوں کے چہروں پر ایک مسکراہٹ قائم تھی۔ وہ خاص مسکراہٹ جو ماں بیٹی کے چہروں پر ایک دوسرے کو دیکھ کر قائم ہوتی ہے۔

"نینا! تم سے ایک سوال پوچھوں؟" انہوں نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے پوچھا۔ان کی آنکھیں سیاہ تھیں، بالکل نینا کی طرح۔

"جی ضرور۔" اس نے فوراً کہا۔

"کیا کوئی مسئلہ ہے؟ تم یہاں کس سلسلے میں آئی ہو؟" ان کے لہجے میں پریشانی خوب واضح تھی۔

(وہ اب اس کمرے میں رکھی الماری کی جانب بڑھا۔الماری کو کھولتے ہوئے اس نے ایک نظر اس میں رکھیں چیزوں کو دیکھا۔اور پھر اس کی آنکھوں کو یک دم کچھ کھٹکا۔)

"امی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔بس میں یہاں اپنا ایک فرض پورا کرنے آئی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔

"کیسا فرض؟" سوال فوراً پوچھا گیا۔

"وہ آپ کو جلد معلوم ہو جائے گا۔" جواب بھی فوراً دیا گیا۔

(میکائیل کے چہرے پر پہلے ناسمجھی کی لہر آئی، پھر بے یقینی کی اور پھر وہ حواس باختہ سا ہو گیا۔وہ یہاں پڑی چیزوں کی ترتیب اچھے سے جانتا تھا۔لیکن آج یہاں موجود چیزوں کی ترتیب مختلف تھی۔اس الماری کو اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کھول سکتا تھا۔اس کی چابیاں اس کے ملازم اسلم کے پاس تھیں، جو وہ صرف اسے ہی دیتا۔)

اس نے حلیمہ صاحبہ کا ہاتھ نرمی سے تھاما۔آنکھوں میں نمی سی اتری۔

"آپ میرے لیے دعا کریں کہ میں جس کام کے لیے یہاں آئی ہوں وہ پورا ہو جائے۔"

"اللہ تمہیں اس میں ضرور کامیاب کرے گا بیٹا۔ کیونکہ اللہ نیک نیت سے کام کرنے والوں کو ہمیشہ کامیابی دیتا ہے۔" وہ اس کا ہاتھ نرمی سے سہلا رہی تھیں۔

(اس نے الماری کا دراز کھولا۔وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔اس نے دراز میں سے چیزیں ادھر ادھر کرنا شروع کیں مگر وہ نہ مل سکا جس کی اسے تلاش تھی۔دراز کھٹر ک سے بند کیا۔الماری کے سارے خانے بے چینی سے باری باری دیکھنا شروع کیے مگر سب بے سود رہا۔)

"تم پریشان ہو؟" انہوں نے اس کے چہرے کی پریشانی کو پہچانتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔میں بس انتظار کر رہی ہوں اس لمحے کا جب ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملے گی۔" آواز میں یقین تھا۔

(وہ حواس باختہ سا ہو کر الماری سے پیچھے کو ہٹا۔ایک نظر ارد گرد دہرائی۔اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔چہرے کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا جیسے کسی سے اس کی بہت قیمتی چیز چھین لی ہو۔ دل کی دوڑ تیز تھی۔آنکھیں بے یقینی سے چوڑی ہو چکی تھیں۔دل بھاری ہونے لگا۔اور پھر وہ اپنے سر کے بال نوچتا ہوا چلانے لگا۔۔بلند آواز میں۔)

حلیمہ صاحبہ اس کی باتوں کو سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔ لیکن پھر بھی وہ اسے اپنی طرف سے پوری تسلی اور حوصلہ دینے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"نینا! ویسے کیا کوئی خطرے کی بات تو نہیں؟" اب کی بار تسلی کی ضرورت انہیں تھی۔

"امی یوں سمجھ لیں کہ میں ایک جنگ لڑ رہی ہوں۔"

"ایسی جنگ جس میں فتح مجھے ہی ملے گی۔ پھر چاہے وہ زندہ رہ کر ملے یا پھر مر کر۔"

اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا، جو کہ اس کے کہے بغیر حلیمہ صاحبہ سمجھ گئی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر11

"آزمائش"

زندگی کے تھیٹر میں، ایک عظیم الشان اسٹیج کی سیٹ،

جہاں نادیدہ لڑائیاں، داؤ پر لگی ہوئی ہیں۔

وجود کی عظیم جنگ، ایک لازوال لڑائی،

جہاں فجر ابدی روشنی میں شام سے مل جاتی ہے۔

کوششوں کے میدانوں میں، ہمت جگانا،

جیسے خواب اور تقدیر گھوم رہے ہوں۔

ذہن گرج کی طرح ٹکراتے ہیں دل تلوار کی طرح

زندگی کے انعامات کی مہاکاوی کہانی میں۔

جدوجہد، شدید، فضل کی تلاش میں،

جیسے روحیں وقت اور جگہ کے ساتھ کشتی لڑ رہی ہوں۔

ہر قدم ایک جھڑپ، ہر سانس ایک آہ،

نہ ختم ہونے والے آسمان کے نیچے لامتناہی مارچ میں۔

وہ بے شمار بہادری کے ساتھ اٹھتے ہیں،

ان کی کہانیاں تاریخ کی گرفت میں لکھی گئیں۔

پھر بھی ہر فتح میں، سائے منڈلاتے ہیں،

فتح کی قیمت "ایک پختہ قبر"۔

لیکن افراتفری کے درمیان، ایک راگ بجتا ہے،

امید کا ترانہ، جہاں امید کی بہار ہوتی ہے۔

زندگی کے ڈیزائن کی عظیم جنگ میں،

حق اور سچ کا لازوال شعلہ چمکتا ہے۔

تو چلو چلتے ہیں جلتے ہوئے دلوں کے ساتھ

راتوں کی وادیوں اور دنوں کی چوٹیوں سے۔

کیونکہ آخر میں، جب جنگیں ختم ہوں گی،

سچ کی فتح ابدی سکون میں گونجے گی۔

زندگی کی عظیم جنگ پر ایک نظم لکھیں۔

وجود کے عظیم تھیٹر میں، ایک ہنگامہ خیز جھگڑا،

جہاں روحیں زندگی کی عظیم جنگ میں مصروف ہوں۔

خوشی اور غم کے دھاگوں سے بُنی ہوئی ٹیپسٹری،

جہاں تقدیریں آپس میں ٹکراتی ہیں، ہر آنے والے کل کو تشکیل دیتے ہیں۔

گہوارے سے قبر تک جنگ جاری ہے

جیسے خواب گھڑے جاتے ہیں اور وہم کھینچا جاتا ہے۔

وقت کی بھولبلیا میں، جہاں راستے آپس میں جڑے ہوئے ہیں،

بہادر ابھرتے ہیں، ان کی کہانیاں آپس میں جڑی ہوئی ہیں۔

دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ میدان جنگ بنتا ہے

جہاں ہمت اور حوصلے کا امتحان لیا جاتا ہے، بے باک۔

مایوسی کی گہرائیوں اور شان وشوکت کی بلندیوں میں،

زندگی کا ہر سفر ایک منفرد کہانی بنتا ہے۔

پھر بھی افراتفری کے درمیان، ایک سمفنی گونجتی ہے،

امید کا ایک راگ جو ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

کیونکہ زندگی کی عظیم جنگ میں، سچ غالب آجاتا ہے،

سب سے عظیم ترین کہانیوں میں۔

تو آیئے ہر ایک لمحے کی قدر کریں، ہر ایک سانس جو ہم لیتے ہیں،

کیونکہ آخر میں، حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔

طوفانوں اور جنگوں میں لڑ کر، ہم آگے بڑھیں گے

کیونکہ "سچ" زندگی کی عظیم جنگ میں فاتح ہوتا ہے۔

(نظم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کی تاریکی کو سورج کی تیز کرنوں نے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ آج آسمان پر یہ سورج اسے اپنی طرح ہی ویران سالگ رہا تھا۔ وہ اسی کمرے میں تھا جہاں وہ رات بھر رہا تھا۔ دونوں اطراف میں اس کے گھر کے ملازم ایک قطار بنائے مؤدب سے انداز میں سر جھکائے کھڑے تھے۔ وہ گردن اونچی کیے آنکھوں میں سرخی لیے چھوٹے چھوٹے قدم لیتا ہوا ٹہل رہا تھا۔

وہ ایک شکیہ نظر اپنے ہر ملازم کی جانب دہراتا اور ہر ملازم اس کی ان شکیہ نظروں کی وجہ سمجھنے میں ناکام تھے۔

"اسلم! میرے علاوہ یہاں اور کون آتا ہے؟"

میکائیل نے اسلم کو دیکھے بغیر ٹہلتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا تو اسلم گھبرا سا گیا۔

"کوئی نہیں میکائیل صاحب!۔"اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"پھر سوچ لو۔"اس نے اب کی بار اسلم کو دیکھتے ہوئے کہا تو اسلم مزید گھبرا گیا۔

"عنایہ بی بی یہاں صفائی کے لیے آتی ہیں۔"اس نے چند لمحے بعد کچھ سوچ کر کہا۔

یہ سن کر قطار میں کھڑیں عنایہ بی بی کے دل کی دوڑ تیز ہو گئی۔ان کے چہرے پر ایک عجیب سا خوف طاری ہو گیا اور انہوں نے میکائیل کی جانب دیکھا جو انہیں ہی گھور رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا جسے اب انہیں کافی خوف محسوس ہو رہا تھا۔

"اسلم اور عنایہ بی بی کے علاوہ باقی سب یہاں سے جا سکتے ہیں۔"میکائیل نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرد مہری سے کہا تو باقی ملازم فوراً ایک ایک کر کے وہاں سے جانے لگیں۔

ان کے جانے کے بعد میکائیل نے اسلم کو آنکھ سے اشارہ کیا تو اسلم نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ عنایہ بی بی کے دل کی دھڑکنیں مزید تیز ہو گئیں۔آنکھوں میں خوف کے مارے نمی سی اُمڈ آئی۔وہ خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"عنایہ بی بی! آپ اس گھر میں تب سے کام کر رہی ہیں جب میرے مرحوم والد زندہ تھے۔"

وہ کہہ رہا تھا کافی سنجیدگی سے۔وہ سن رہی تھیں کافی بے چینی سے۔

"کیا انہوں نے اور میں نے آپ کو کسی شکایت کا موقع دیا؟ آپ کو ہمیشہ آپ کی تنخواہ وقت پر ملی۔ آپ تو جانتی ہیں کہ ہمارے گھر میں کام کرنے والے ملازموں کو تنخواہ ان کے حق سے بڑھ کر ہی ملتی ہے۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔

"جی صاحب! ایسا ہی ہے۔" انہوں نے بمشکل آواز نکالتے ہوئے مختصر سا جواب دیا۔

"تو پھر آپ نے ایسا کیوں کیا؟" اس کی آواز بلند تھی اتنی کہ ساتھ کھڑا اسلم بھی یک دم خوف زدہ ہو گیا اور عنایہ بی بی مزید ناسمجھی اور خوف کا شکار ہو گئیں۔

"جواب دو تم۔ میں کیا دیواروں سے باتیں کر رہا ہوں۔" وہ اب انہیں "آپ" کی بجائے "تم" کہہ رہا تھا جو عنایہ بی بی کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ میکائیل کو جب بھی غصہ آتا تو وہ ادب و احترام کے سارے اصول بھول جاتا۔

"صاحب میں نے کیا کیا ہے؟ میں نہیں سمجھ پا رہی کہ آپ کیا کہہ رہے۔۔" انہوں نے لڑکھڑاتی آواز کے ساتھ اپنی بات مکمل کرنا چاہی لیکن وہ ناکام رہیں۔

"اتنی انجان مت بنو تم سمجھ آئی۔ مجھے بتاؤ ماریہ کی ڈائری تم نے کس کو دی ہے؟" اس کی آواز مزید بلند ہوئی۔ عنایہ بی بی نے اسے حیرت اور ناسمجھی سے دیکھا۔

"یہ۔۔یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟میں ماریہ بی بی کی کسی ڈائری کو نہیں جانتی۔اور اگر جانتی بھی ہوتی تو میں کیوں کسی کو دیتی۔میں تو آپ کو دھوکہ دینے کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتی۔"

ان کی آنکھیں اب برسنے لگی تھیں۔

"بکواس بند کرو نمک حرام!۔"وہ چلایا۔ساتھ کھڑا اسلم بھی یہ سب سہم کر دیکھ رہا تھا۔

"یہ مگرمچھ کے آنسو بہانا بند کرو اور مجھے سچ بتاؤ ورنہ!۔"وہ اپنی بات مکمل کرنے ہی لگا تھا کہ عنایہ بی بی نے اسے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔وہ نہیں سننا چاہتی تھیں کہ وہ اسے ان کی اولاد کی دھمکی دیتا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی۔لیکن۔۔"انہوں نے ایک وقفہ لیا اور سر پر لیے دوپٹہ کے کنارے سے اپنی آنکھوں کو رگڑا۔

"لیکن شاید میں آپ کو یہ کام کرنے والے کے بارے میں بتا سکتی ہوں۔مجھے کسی پر شک ہے۔" انہوں نے روہانسی آواز میں کہا تو میکائیل کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ابھری۔وہ ان کے قریب گیا اور ان کے بازوؤں کو اپنی گرفت میں لیا۔

"کیا یہ کوئی نیا کھیل ہے بڑھیا!۔"اس نے ان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے شک سے بھرپور لہجے میں کہا۔۔اور پھر ان کے بازوؤں کو جھٹکتے ہوئے چھوڑ دیا۔

"نہیں صاحب یہ کوئی کھیل نہیں ہے۔میں جانتی ہوں کہ یہ کام کس کا ہے۔" وہ اپنی بات پر قائم تھیں۔

"اچھا تو کس نے کیا ہے یہ؟" اس نے غصے سے لب بھینچتے ہوئے فوراً پوچھا۔

"ارم۔" انہوں نے چند لمحے بعد ایک گہری سانس لے کر کہا۔

وہ ان کی زبان سے ارم کا نام سن کر ہکا بکا رہ گیا تھا۔اسلم بھی یہ سن کر حیرت زدہ تھا۔ان دونوں نے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا اور پھر میکائیل دوبارہ عنایہ بی بی کی جانب متوجہ ہوا۔اس کے چہرے پر ابھی بھی تناؤ قائم تھا۔

"ارم۔۔وہی لڑکی جسے کچھ مہینے پہلے ہی یہاں کام پر رکھا تھا؟" اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اپنی تفتیش جاری رکھی۔جواباً عنایہ بی بی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔میکائیل نے ایک گہری سانس لی۔

"وہ ایسا کیوں کرے گی؟"

"میں نہیں جانتی۔۔لیکن وہ یہ سب نینا احسن کے لیے کر رہی ہے۔" اور ان کی زبان سے "نینا" کا نام سن کر اس کی بے یقینی اور حیرت میں مزید اضافہ ہوا۔

"کوئی ثبوت؟"اس نے پوچھا تو عنایہ بی بی چند لمحوں کے لیے ایک سوچ میں ڈوب گئیں۔ان کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

"اگر کوئی ثبوت نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ تم نے ہی یہ کام کیا ہے۔یوں کسی کو پھنسانے سے کچھ نہیں ملنے والا۔ سمجھ آئی؟"وہ اب پھر ان پر چلانے لگا تھا۔

"ایسا نہیں ہے۔آپ مجھے بس تھوڑا وقت دیجئے! مہربانی کریں۔ارم آپ کے پاس آکر خود اپنے جرم کا اعتراف کرے گی۔"انہوں نے اب کی بار التجایہ انداز میں کہا۔

"تمہارے پاس اپنی بے گناہی ثابت کرنے اور ارم کا جرم ثابت کرنے کے لیے صرف آج کا دن ہے۔کل صبح یا تو تم اپنے کیے کی سزا بھگتو گی یا پھر وہ۔اب دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"اس نے چند لمحے بعد دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

عنایہ بی بی نے اپنے دوپٹے سے اپنے آنسو صاف کیے اور وہاں سے جانے لگیں۔وہاں جانے سے قبل انہوں نے ایک مرتبہ میکائیل کو دیکھا۔

ان کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا جو میکائیل کے لیے خطرناک نہیں۔۔بہت خطرناک ثابت ہونے والا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نینا اپنے گھر کے لان میں موجود تھی۔آج اس نے عریشہ سے ملاقات کے لیے بھی جانا تھا۔وہ کچھ ہی دیر پہلے اپنے پورے خاندان کے ساتھ ناشتہ کر کے فارغ ہوئی تھی۔احسن صاحب دفتر روانہ ہو گئے تھے اور علی اپنے کام پر۔اریحہ سکول گئی تھی اور حلیمہ صاحبہ کچن کے کاموں میں مصروف تھیں۔

لان میں وہ ایک کرسی پر بیٹھی موبائل پر کسی فائل کو کافی غور سے پڑھ رہی تھی۔اس کے چہرے پر تناؤ خوب واضح تھا۔

لان میں موجود پودوں اور درختوں پر بیٹھنے والے پرندوں کی آوازیں جو کبھی اس کے لیے راحت کا سبب تھیں آج اسے بے چین کر رہی تھیں۔اس کے ساتھ ساتھ آج کا موسم بھی اس کا ناپسندیدہ تھا۔اسے صرف سردیاں پسند تھیں۔۔ گرمیاں نہیں۔

وہ سورج کی تپتی ہوئی دھوپ اور پرندوں کی چہچہاہٹ سے تنگ آکر کرسی سے اٹھی اور لان سے جانے لگی۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے ارد گرد نگاہ دہرائی۔ایک گہری سانس لی۔

اچانک اس کے موبائل کی اسکرین روشن ہوئی۔۔اس نے موبائل کی اسکرین پر نگاہیں جمائیں اور اس کی اسکرین پر جھلکنے والے میسج کو دیکھا۔۔چہرے پر ایک گہری مسکراہٹ قائم ہو گئی۔

”Derler ki Galata kulesi aşk hikayelerini gerçeğe

çevirir.

Ama Galata kulesi kendi aşkını yazar, senin

gözlerine

baktığında”

ہمیشہ کی طرح اس نے براق کی طرف سے ریسیو ہونے والے میسج کو گوگل ٹرانسلیٹ پر کاپی کر کے پیسٹ کیا۔۔اب اس کا ترجمہ موبائل کی اسکرین پر چمکنے لگا تھا۔

“It is said that the tower of Galata makes love stories

come true,

but Galata wrote its own love story

when it met your eyes”

اس کے چہرے کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی اور پھر وہ یک دم چہکی۔وہ ہمیشہ کی طرح اسے ہر روز یوں ہی صبح صبح میسج کیا کرتا۔اب وہ بھی اسے جواباً کچھ ٹائپ کرنے لگی۔

“I am but a captive of the present

while my true self lives in our old memories Happy and Free.”

اس نے یہ کہیں پڑھا تھا۔۔ مگر کہاں پڑھا تھا یہ اسے یاد نہیں تھا۔۔ لیکن اتنا ضرور یاد تھا کہ جب اس نے ان سطروں کو پڑھا تھا تو اس نے یہ سوچا تھا کہ کیا وہ کبھی کسی کو یہ کہے گی؟ کون اس سے دور ہو گا جس کی یاد اسے ستائے گی؟ اور آج اس نے یہ سطریں اسے لکھ کر بھیجیں۔۔ واقعی اس کی یادیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھیں۔۔ اور نہ ہی وہ ان یادوں سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔

میسج فوراً دوسری جانب سے سین کر لیا گیا۔۔ جواباً میسج پر سرخ رنگ کے دل سے ری ایکٹ کیا گیا۔۔ وہ زیر لب مسکرائی۔۔ موبائل بند کیا۔

اس نے اپنے بستر پر رکھا ہوا ہینگر اٹھایا جس پر اس کا استری شدہ سکارف لٹکا ہوا تھا۔ سکارف کو ہینگر سے اتار کر وہ سنگھار میز کی جانب بڑھی اور اسے اپنے چہرے کے گرد نفاست کے ساتھ اوڑھا۔ اپنا ہینڈ بیگ لیا اور کمرے کا دروازہ کھٹ سے بند کر دیا۔ وہ ہمیشہ کی طرح باوقار اور پر اعتماد لگ رہی تھی۔ اس کی شخصیت تھی ہی ایسی۔۔ شاندار!۔

گھر سے نکلنے سے پہلے اس نے حلیمہ صاحبہ کو بتا دیا تھا کہ وہ عریشہ سے ملنے جا رہی ہے اور شام تک یا ہو سکا تو شام سے پہلے واپس آ جائے گی۔ حلیمہ صاحبہ نے بھی اس سے مزید کوئی سوال کیے بغیر جانے دیا۔

وہ کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ کچھ ہی دیر پہلے اس نے عریشہ کو بھی کال کی تھی۔ وہ بھی بس پہنچنے والی تھی۔ کار کی رفتار درمیانی تھی۔۔ نہ بہت کم۔۔ نہ بہت زیادہ۔

اس نے کار ایک کافی شاپ کے سامنے روکی۔ کار سڑک پر ایک کنارے پر پارک کر کے وہ کار سے باہر نکلی اور چند ہی لمحے بعد کافی شاپ کی جانب بڑھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر ترک آرمی کی بیس کا تھا۔ وہ تینوں دنداربے کے آفس میں موجود تھے۔ میز کے ساتھ رکھی ایک کرسی پر دندار بے براجمان تھے اور ان کے سامنے رکھی میز پر کچھ فائلز کافی ترتیب کے ساتھ رکھی گئی تھیں۔ ان کے سامنے دو کرسیاں رکھی گئی تھیں جن میں سے ایک پر براق براجمان تھا اور ساتھ والی دوسری کرسی پر احمت براجمان تھا۔

"براق! مجھے میرائے کا دکھ ہے۔ میں تمہاری تکلیف سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن اس تکلیف کو اپنے مقصد کے آگے نہ آنے دینا۔ تمہارا مقصد ہمارے ملک کو دشمنوں کی سازشوں سے پاک کرنا ہے۔ "وہ کافی سنجیدگی سے اسے جیسے سمجھا رہے تھے۔ براق نے ایک گہری سانس بھری۔ اور چند لمحے دندار بے کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔

(دندار بے کے الفاظ سن کر اسے سمجھ آرہی تھی کہ انہیں ایسا لگ رہا تھا کہ براق میرائے کی موت کی تکلیف کے باعث اپنے مقصد کو کہیں فراموش نہ کردے۔ لیکن براق ایسا نہیں تھا۔۔ وہ اپنا مقصد کبھی نہیں بھول سکتا۔)

"دندار بے! میں نے کبھی بھی اپنی کسی بھی ذمہ داری کو انجام دینے میں کوتاہی نہیں کی۔ آپ میری طرف سے بے فکر ہو جائیں۔" اس نے بھی سنجیدگی سے ان سے کہا تو انہوں نے جواباً اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں جانتا ہوں براق! تم بالکل یامان کی طرح ہی ہو۔ وہ بھی تمہاری طرح ہی تھا۔ ہر ذمہ داری کو پورا کرنے والا پھر چاہے اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے اسے کچھ بھی کرنا پڑے۔" ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔ براق خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

"خیر۔۔ مرات کے بارے میں تم مجھے کیا بتانا چاہ رہے تھے۔" وہ کچھ دیر بعد اصل بات کی جانب آئے۔

"مرات اس وقت کہاں ہے، اس بارے میں معلوم ہو گیا ہے۔" اس نے کہا تو اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ یہ سن کر دندار بے ہکا بکا رہ گئے۔

"کیا؟ کیسے؟" انہوں نے حیرت قائم رکھتے ہوئے فوراً پوچھا۔

"کیسے کیا مطلب؟ ہمیں معلوم ہو ہی جانا تھا اس کے بارے میں۔ ہمارے فوجی افسران کو جب کوئی ذمہ داری سونپی جاتی ہے تو وہ اس کو پورا کر کے ہی دم لیتے ہیں۔" اس نے کافی فاتحانہ انداز میں کہا۔

دندار بے نے اس کی بات کا لوہا مانا۔ وہ واقعی بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"لیکن یہ ایک ٹریپ ہے۔" اور براق کی اگلی بات کی وہ توقع نہیں کر رہے تھے۔ اس دوران احمت ایک "ایکسٹرا کیریکٹر" کی مانند تھا جو صرف ان کی گفتگو خاموشی سے سن رہا تھا۔

"کیا مطلب؟" دندار بے نے نا سمجھی کے عالم میں پوچھا۔

"مطلب یہ کہ یوں اچانک مرات کے ٹھکانے کا معلوم ہو جانا صاف یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہم اس تک آئیں۔ اور اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ ہمیں معلوم ہے۔ ہمیں تباہ کر دینا۔۔ ہمیں نقصان پہنچانا۔۔ ہمارے ملک کے لوگوں پر زندگی کو حرام کر دینا۔۔ یہ ہی تو ان کا مقصد ہے!۔" اس نے اپنے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی کی ہلکی سی لہر نمایاں تھی۔

"تمام! تو اب کیا کرنا ہے۔" انہوں نے پوچھا۔

"جانتے ہیں تاریخ میں جتنے بھی سلطان گزرے ہیں ان میں سے کون اپنی ریاست کو اچھے سے چلا سکے تھے؟" براق کے اس سوال کی وہ توقع نہیں کر رہے تھے۔احمت نے بھی نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"براق! تاریخ یاد رکھنے کا کیا فائدہ؟" دندار بے نے کافی لاپرواہی سے کہا۔

"ان کی دانشوری۔" براق نے اپنے سوال کا جواب خود دیا تو دندار بے خاموش رہے۔

"اور وہ جو دشمن کے بچھائے گئے جال کو ان کے لیے ہی جال بنا دے۔یعنی شکاری خود شکار بن جائے۔"اس نے مزید کہا۔

"ایک اور بات! کسی نے بہت خوب کہا ہے کہ۔۔"اس نے ایک وقفہ لیا۔

"جو تاریخ یاد نہیں رکھتے وہ ہی اسے دہراتے ہیں۔"اس کے الفاظ نے جیسے یک دم دندار بے کو طیش کی آگ میں جلا دیا تھا۔وہ کرسی کھینچ کر وہاں سے اٹھا اور دندار بے کے آفس سے نکل گیا۔
دندار بے اسے کچھ کہہ تو نہیں سکے لیکن اگر **"براق یامان"** کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اسے اس کی اس بات اور لہجے کا خوب جواب دیتے۔احمت وہاں چند لمحے خاموشی سے بیٹھا رہا۔اس نے دندار بے کی سرخ پڑتی آنکھوں کو دیکھا اور پھر ان سے اجازت مانگ کر وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سورج کی آنکھوں کو چندھیا دینے والی کرنوں نے گرد نواح کو گھیر رکھا تھا۔ یہ منظر اس پرسکون کافی شاپ کا تھا جہاں وہ دونوں موجود تھیں۔ کافی شاپ سے باہر دیکھنے پر ایک فٹ پاتھ نظر آتا۔۔ جس پر پیدل چلنے والے لوگوں کی قدموں کی آواز ماحول میں گاڑیوں کے ہارن کی آواز کے ساتھ مل جاتی۔ لیکن پھر بھی۔۔ اسلام آباد میں ٹریفیک کا بہاؤ کافی رواں ہوتا ہے۔۔ ساتھ ہی گرمی کی شدت بھی بہت زیادہ نہیں ہوتی۔

ائیر کنڈیشنر کی ٹھنڈی ہوا کافی شاپ کو سورج کی گرم لہروں سے بچانے کی مکمل کوشش کر رہی تھی۔

کافی شاپ کے اندر۔۔ ایک کونے میں۔۔ ایک میز کے ساتھ دو کرسیاں رکھی گئی تھیں جس پر وہ دونوں براجمان تھیں۔

"آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی تھیں؟"

کچھ دیر معمول کی گفتگو اور ایک دوسرے کا حال چال معلوم کرنے کے بعد عریشہ نے اس سے پوچھا جس کے چہرے سے کش مکش صاف واضح ہو رہی تھی۔

(وہ دونوں کافی کا آرڈر دے چکی تھیں۔۔ ویٹر بس کچھ ہی دیر میں ان کی کافی لانے والا تھا۔)
"دیکھو۔۔ میں تمہیں جو کچھ بتانے جا رہی ہوں۔۔ ہو سکتا ہے تمہیں اس پر یقین نہ آئے لیکن۔۔"

وہ کہتے ہوئے رکی۔۔کچھ سوچا۔

"آپ میرے بارے میں ایسا سوچتی ہیں؟"

اس نے فوراً آنکھیں چھوٹی کر کے افسوس سے کہا تو نینا نے اس کے چہرے کو گھورا۔

"میں نے ہمیشہ آپ کی بات پر یقین کیا ہے۔ کبھی آپ کو غلط نہیں سمجھا۔"

اس نے شانے اچکا کر کہا تو یہ سن کر وہ دھیرے سے مسکرائی۔

"جانتی ہوں۔۔تب ہی تو میں تم سے یہاں بات کرنے آئی ہوں۔"

اس نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ اس سے کہا۔۔اس کی آنکھوں میں عریشہ کے لیے مان خوب واضح تھا۔۔لیکن وہ کیا جانے کہ اس کا مان کیسے ٹوٹنے والا تھا۔۔یا شاید ٹوٹ چکا تھا۔

"بات میکائیل ملک کے بارے میں ہے۔"

اس نے سنجیدگی سے دونوں ہاتھ میز پر رکھتے ہوئے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا؟" عریشہ نے چہرے پر ناسمجھی کے تاثرات قائم کیے۔

اس نے جواب دینا چاہا لیکن تب ہی ویٹر کافی لے کر آگیا۔۔اس نے کافی کے دونوں کپ ٹرے میں سے اٹھا کر باری باری ان دونوں کے سامنے میز پر رکھیں اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

"میں نے اس کی بیوی کی ڈیتھ کے متعلق کافی تحقیق کی۔۔اور اس کے بعد مجھے یہ بات معلوم

Fiction Shelve

ہوئی کہ۔۔"ویٹر کے جانے کے بعد اس نے اسے بتانا شروع کیا۔

"میکائیل ملک نے ہی اپنی بیوی کا قتل کیا ہے۔"اور اس نے اپنی بات مکمل کی تو عریشہ کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آ کر گیا۔

"آپ جانتی ہیں نا آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا۔

"میں اچھے سے جانتی ہوں عریشہ کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔"نینا نے کافی کا ایک گھونٹ بھرنے کے بعد کافی یقین سے کہا۔

"اور۔۔اب مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"اس نے مزید کہا۔۔عریشہ اب کافی پی رہی تھی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات نینا سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"مدد؟ کس لیے؟"اس نے کافی کا کپ سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔

"میکائیل ملک کو اس کے انجام تک پہنچانے کے لیے۔"اس نے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچ کر اس سے کہا تو وہ چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔۔اسے نینا کی آنکھوں میں بہت کچھ دکھائی دیا۔۔ یقین۔۔ہمت۔۔حوصلہ۔۔بہادری۔۔اور نہ جانے کیا کیا۔۔اور اسی دوران اس کے دل میں خوف کی عجیب سی لہریں دوڑیں۔۔کہ کہیں نینا کو عریشہ کی حقیقت معلوم ہو گئی تو؟

"میں آپ کے ساتھ ہوں۔"اس نے ایک مصنوعی سی مسکراہٹ قائم کرتے ہوئے نینا سے کہا۔ یہ سن کر نینا نے جواباً تشکر بھرے انداز میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں کافی پینے لگ

گئیں۔۔ مگر عریشہ سے یہ کافی پینا کافی مشکل ہو رہا تھا۔۔اس کا بس چلتا تو وہ ابھی کے ابھی بس میکائیل ملک کو اپنی اور نینا کی ملاقات میں کی گئی گفتگو کے بارے میں سب کچھ بتا دیتی۔ لیکن وہ ابھی ایسا چاہ کر بھی نہیں کر سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لاہور میں گرمی کی شدت کافی زیادہ تھی۔۔ارد گرد رقص کرتی ہوا بھی جابرانہ گرمی کے باعث کافی بھاری محسوس ہوتی۔۔آسمان پر بادلوں کا نام و نشان موجود نہیں تھا۔۔اور سورج کی کرنیں بے رحمی سے اپنے پر ہر سو پھیلانے میں مگن تھیں۔

ارم باورچی خانہ میں کام کر رہی تھی جب عنایہ بی بی اسے بازو سے پکڑ کر باہر لے کر آئیں۔۔وہ نا سمجھی سے ان سے پوچھ رہی تھی کہ آخر ہوا کیا ہے؟ لیکن وہ اسے کوئی جواب نہیں دے رہی تھیں۔ وہ اس کے ساتھ سرونٹ کوارٹرز میں آئیں اور اسے اپنے کمرے میں لے جا کر انہوں نے کھٹرک سے دروازہ بند کیا اور ایک نظر خستہ حال والی کھڑکی سے باہر دیکھا۔۔ باہر کوئی نہیں تھا۔۔انہوں نے ایک گہری سانس لی اور اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

"کیا ہوا ہے عنایہ بی بی؟" ارم نے نا سمجھی کے عالم میں ان سے سوال پوچھا۔

عنایہ بی بی خاموش رہیں۔۔جیسے سمجھ نہ پا رہی ہوں کہ کیا کہیں۔

"آپ اتنی پریشان کیوں ہیں؟"ان کے چہرے کے تاثرات کو سمجھتے ہوئے اس نے پوچھا تو وہ اس کی جانب بڑھیں۔

"میکائیل صاحب تمہارے بارے میں سب جان گئے ہیں۔"اس کے کندھوں کو نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے انہوں نے کہا تو وہ ہکا بکا رہ گئی۔۔ان کے الفاظ اس کو بے یقین کر دینے کے لیے کافی تھے۔

(یہ سچ تھا کہ عنایہ بی بی نے ارم کا اس گھر میں بہت خیال رکھا تھا۔۔یہاں تک کہ اب اسے عنایہ بی بی بالکل اپنی ماں جیسی لگتیں۔۔لیکن وہ اس کی "ماں "نہیں تھیں۔۔اگر ہوتیں تو اسے یوں مشکل میں نہ ڈالتیں وہ بھی صرف اپنے بچاؤ کے لیے۔)

"کیا مطلب؟"اس نے بمشکل گلے سے آواز نکالتے ہوئے پوچھا اور ان سے تھوڑا دور ہٹی۔۔یوں کہ ان سے کچھ چھپا رہی ہو۔

"بنو مت۔۔میں سب جانتی ہوں۔"انہوں نے کہا تو اس کے دل پر بوجھ مزید بڑھ گیا۔

"کیا؟"اس نے حواس باختگی کے عالم میں پوچھا۔

"یہی کہ تم اس صحافی۔۔کیا نام ہے اس کا۔۔نینا احسن۔۔اسی کے کہنے پر یہاں آئی ہو۔"اور یہ سن کر وہ جہاں تھی وہیں ساکت سی کھڑی رہی۔۔اسے اس بات کی بالکل توقع نہ تھی کہ وہ سب

جانتی ہوں گی۔چند لمحے وہاں خاموشی کا بسیرا رہا۔۔اور پھر اس نے نظریں اٹھا کر عنایہ بی بی کی جانب دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"آپ کو یہ کیسے معلوم؟" خاموشی میں خلل پیدا ہوا۔

وہ اس کے تھوڑا قریب گئیں اور ان کے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ قائم ہوئی۔

اور پھر انہوں نے اسے بتانا شروع کیا کہ آخر انہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ یہاں نینا احسن کے کہنے پر آئی تھی۔

(سورج کی کرنوں کو بادلوں کے زبردست جھنڈ نے گھیر رکھا تھا۔افق صبح ہونے کے باوجود رات اور شام کے سے ملے جلے رنگوں کو آشکار کر رہا تھا۔۔ہوا تیز اور کرکری تھی۔

وہ لان میں موجود تھی۔۔ایک کونے میں کھڑے ہوئے وہ کسی سے کافی بے چینی کے عالم میں فون پر بات کر رہی تھی۔۔ارد گرد کوئی نہیں تھا۔

"جی جی۔۔آپ فکر مت کریں۔۔نینا صاحبہ۔۔" دوسری جانب سے جب اس نے اسے ہمیشہ کی طرح وہاں رہنے اور وہاں کی معلومات اکٹھی کرنے کے بارے میں ہدایات دیں تو اس نے کہا۔

وہ یہ کہہ رہی تھی تو اس نے ساتھ ہی ایک سرسری سی نگاہ ارد گرد دہرائی تو یک دم اس کے پیروں تلے زمین ہی نکل گئی۔۔وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔دوسری جانب سے فون پر کوئی اسے "ہیلو

ہیلو۔۔آواز آرہی ہے" کہہ رہا تھا لیکن وہ بس اپنے ساتھ کھڑے اس وجود کو دیکھ رہی تھی جو اسے نا سمجھی سے تک رہا تھا۔

اس نے فون بند کیا اور دو تین سانسیں لیں۔۔اور ان کی جانب دیکھا۔۔یوں کہ اپنے حواس کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"کیا ہوا؟" عنایہ بی بی نے جب ارم کو یوں کنفیوز سا دیکھا تو انہوں نے پوچھا۔

"کس سے بات کر رہی تھی؟" کوئی جواب نہ ملنے پر انہوں نے ایک اور سوال پوچھ ڈالا۔

وہ چند لمحے خاموش رہی۔۔کچھ سوچا۔

"میں۔۔کسی سے نہیں۔۔بس ایک پرانی دوست تھی۔۔اسی کا فون آیا تھا۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے تھوک نگل کر کہا۔

"ہم۔۔م۔۔کچن میں کافی کام پڑے ہیں۔" انہوں نے اسے کچھ شکیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جیسے تاکید کی۔اس نے جواباً اثبات میں سر ہلا دیا اور مسکرائی۔

"جی۔۔میں کچن میں ہی جا رہی تھی۔" وہ یہ کہتے ہوئے تیز قدموں کے ساتھ وہاں سے جانے لگی لیکن عنایہ بی بی کچھ لمحے وہیں کھڑی رہیں۔۔سوچوں کے دائرے میں گم صم سی ہو کر۔)

وہ اب اسے یہ سب بتاتے ہوئے رکیں۔۔اس کمرے میں رکھی چٹائی پر وہ آکر بیٹھیں۔ارم بھی ان کے ساتھ ہی آکر بیٹھی۔انہوں نے مزید کہنا شروع کیا۔۔وہ انہیں سننے لگی۔

(ارم باورچی خانہ میں عنایہ بی بی کے ساتھ رات کا کھانا بنانے میں مصروف تھی۔عنایہ بی بی نے اس سے دوبارہ یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ دوپہر کو کس سے بات کر رہی تھی اور ان کے یوں اچانک نمودار ہو جانے پر وہ ایک دم حواس باختہ سی کیوں ہو گئی تھی۔

انہوں نے ایک نظر ارد گرد دہرائی۔۔دو تین اور ملازم بھی وہاں موجود تھے۔۔اور پھر انہوں نے ارم کی جانب دیکھا جو چولہے کے پاس کھڑی سالن بنا رہی تھی۔اس کے پاس اس کا موبائل نہیں تھا اس وقت۔۔مطلب وہ موبائل ضرور سرونٹ کوارٹر میں چھوڑ آئی ہو گی۔

چند لمحے بعد وہ کسی کام کے بہانے باورچی خانہ سے باہر نکلیں۔۔ارم کھانا بنانے میں مصروف تھی۔۔وہ تیز قدموں کے ساتھ سرونٹ کوارٹرز کی جانب بڑھیں۔

سرونٹ کوارٹرز میں پہنچ کر وہ ارم کے کمرے میں گئیں۔۔کمرے کا دروازہ کھولا۔۔اندر گھپ اندھیرا تھا۔۔وہ خاموشی سے ایک گہری سانس لے کر کمرے کے اندر بڑھیں اور دروازہ دھیرے سے بند کر دیا۔

کمرے میں اگر روشنی تھی تو وہ صرف ایک چیز کی۔۔چارجر کی جس کے ساتھ اس کا موبائل لگا ہوا تھا۔۔وہ اس چھوٹی سی میز کی طرف گئیں۔۔ساتھ ہی سوئچ بورڈ تھا۔۔کمرے کی بتیاں جلائیں۔۔روشنی نے اندھیرے کو مات دے دی۔

موبائل چارجر سے اتار کر انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا۔۔اس پر پاس ورڈ لگا ہوا تھا۔۔لیکن وہ اس کا پاس ورڈ جانتی تھیں۔۔ارم نے ایک دو بار ان کے سامنے موبائل پر پاس ورڈ لکھا تھا۔۔یہ جانے بغیر کہ وہ اسے دیکھ رہی تھیں۔

انہوں نے پاس ورڈ لکھا تو موبائل پر سارے آئی کنز وغیرہ نمودار ہوئے۔۔پہلے انہوں نے کال ہسٹری چیک کی۔۔دوپہر کے وقت وہ جس سے بات کر رہی تھی اس کا نام "عریبہ" تھا۔۔جب کہ انہوں نے سنا تھا کہ وہ اس وقت جس سے بات کر رہی تھی اس کا نام "نینا" تھا۔۔وہ سمجھ گئی تھیں کہ اس نے "نینا" نام کی لڑکی کا نام غلط نام سے سیو کیا ہے۔

انہوں نے اس کا واٹس ایپ کھولا اور عریبہ نام کے کانٹیکٹ کے سارے میسجز دیکھنا شروع کیے۔

میسجز صرف آج کے دن کے موجود تھے۔۔باقی دنوں کے یقیناً وہاں سے ڈلیٹ کر دیے گئے تھے۔لیکن جو میسجز انہوں نے پڑھے تھے وہ بھی ان پر سب کچھ آشکار کرنے کے لیے کافی تھے۔)

انہوں نے اپنی بات مکمل کی۔۔یہ سب سنتے ہوئے ارم کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گیا۔۔اسے اس بات کا شدت سے افسوس ہو رہا تھا کہ وہ کتنی بے وقوف ہے۔۔کیوں اس نے

میسجز اسی وقت ڈلیٹ نہیں کر دیے اور آخر کیسے وہ اتنی آسانی سے اس کا پاس ورڈ جان گئیں۔۔

اسے رہ رہ کر پچھتاوا ہو رہا تھا۔

"اگر آپ کو معلوم تھا کہ میں یہاں نینا صاحبہ کے کہنے پر آئی ہوں۔۔ تو آپ نے مجھے ماریہ صاحبہ کے بارے میں کیوں بتایا؟" اس نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ۔۔" وہ کہتے ہوئے رکیں۔۔ آنکھیں یک دم نم سی ہو گئیں۔

"میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی تھی۔" نہ جانے کیوں اسے ان کی آواز کچھ بھرائی ہوئی لگی۔

وہ کچھ سمجھ نہ پائی۔ وہ اب کی بار کچھ تھکے تھکے سے انداز میں چٹائی سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس سے نظریں چراتے ہوئے انہوں نے مزید کہنا شروع کیا۔

"میرے دل پر ہمیشہ ایک بوجھ رہا کہ میں ماریہ بیگم کے لیے کچھ نہیں کر پائی۔ اور جب مجھے معلوم ہوا کہ تم نینا احسن کے لیے کام کرتی ہو۔۔ تو مجھے لگا کہ اللہ نے مجھے ایک راستہ دکھا دیا ہے۔۔ اپنے دل سے بوجھ ہلکا کرنے کا۔" ان کے لہجے میں بہت کچھ تھا۔۔ تاسف۔۔ پچھتاوا۔۔ تکلیف۔

وہ یہ سن کر چٹائی سے اٹھی اور ان کے ساتھ جا کر لپکی۔۔ جیسے انہیں حوصلہ دے رہی ہو حالانکہ اس وقت خود ارم کو کسی حوصلہ دینے والے کی بہت ضرورت تھی۔

"اور اب میں چاہتی ہوں کہ تم آج رات ہی یہاں سے چلی جاؤ۔" انہوں نے اس کے گال نرمی سے تھپتھاتے ہوئے کہا۔ وہ یک دم ان سے جدا ہوئی اور ان کی نظروں میں بے یقینی سے جھانکنے

لگی۔

"تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔"انہوں نے دھیرے سے مسکرا کر کہا۔۔آنکھوں کی نمی ابھی تک قائم تھی۔اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"پر تم جاؤ گی کہاں ؟" یہ سوال سن کر وہ زیر لب مسکرائی۔۔جیسے وہ اس سوال کا جواب اچھے سے جانتی ہو۔

"آپ اس کی فکر مت کریں۔میں جانتی ہوں کہ مجھے کہاں جانا ہے۔"اس نے شانے اچکا کر کافی بے فکری سے کہا۔انہوں نے مسکرا کر اس کے کندھے تھپتھپائے۔

اور پھر اس نے انہیں ایک بار پھر سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔۔اب کی بار اس کے یوں انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے کی وجہ وہ اچھے سے سمجھ گئی تھیں۔

"میکائیل کو میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"اس نے پوچھا تو عنایہ بی بی نے اس سے نظریں پھیریں۔۔وہ کچھ سمجھ نہ پائی۔

"ماریہ صاحبہ کی ڈائری کسی نے چرا لی۔۔اور ان کے مطابق یہ کام تمہارا ہے۔"انہوں نے صاف گوئی کے ساتھ آدھی بات بتائی۔

(حالانکہ میکائیل کا شک عنایہ بی بی پر تھا۔۔وہ اسے اب یہ نہیں بتا سکتی تھیں کہ انہوں نے ہی میکائیل کو ارم کے بارے میں بتایا تھا۔۔صرف اس لیے کہ ان کا خاندان صحیح سلامت رہے۔

ان کے لیے اسے یہ بتانا انتہائی مشکل تھا کہ وہ ساری واردات اس کے سر تھوپ کر خود بری الذمہ ہونے والی تھیں۔

لیکن۔۔اگر انہوں نے اسے اس مشکل میں ڈالا تھا تو وہ اب اسے اس مشکل سے نکالنے کی کوشش بھی کر رہی تھیں۔

اسے مشکل سے نکال کر ایسا بھی نہ تھا کہ وہ خود مشکل میں پڑ جائیں۔)

"لیکن میں نے تو ڈائری نہیں چرائی۔" اس نے فوراً کہا۔۔تو عنایہ بی بی کے چہرے پر ندامت اور شرمندگی کے تاثرات مزید بھڑک اٹھے۔

"میں بے شک نینا صاحبہ کے لیے کام کرتی ہوں۔۔مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔" اس نے مزید کہا۔

"چلو تم یہ سب سوچنا بند کرو اور یہاں سے نکلنے کی تیاری کرو۔" انہوں نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا۔۔وہ اب کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔لیکن پھر بھی وہ جانتی تھی کہ اس وقت اس کا یہاں سے چلے جانا ہی بہتر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آفتاب کی کرنیں کھڑکیوں سے ہوتے ہوئے سید حامیز کے اوپر موجود فائلز اور دیگر اشیاء کے اوپر آ کر گر رہی تھیں۔وہ ساتھ رکھی کرسی پر براجمان تھا۔۔ہاتھ میں ایک فائل لیے اس کا مطالعہ

کرنے میں محو تھا۔۔ یہ منظر براق یامان کے آفس کا تھا۔۔ فوج کے اس ہیڈ کوارٹر میں اسے تب ہی اپنا آفس مل گیا تھا جب اسے کمانڈران چیف مقرر کیا گیا تھا۔

وہ اس کے آفس کے دروازے کی جانب آیا۔۔ چند لمحے کچھ سوچا۔۔ دروازہ آدھا کھلا تھا۔۔ براق نے ایک سرسری سی نگاہ فائل سے اٹھا کر ارد گرد دہرائی تو اسے دروازے کے پار کھڑا وہ وجود نظر آیا جو اس سے اندر آنے کی اجازت مانگنا چاہ رہا تھا۔

براق نے ہاتھ میں پکڑی فائل میز پر ایک طرف کھٹرک سے رکھی۔۔ اور اسے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اندر آنے کا کہا۔ احمت نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کمرے میں داخل ہوا۔

براق کا آفس باقی افسران کی طرح ہی ویل آرگنائزڈ تھا۔۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ جس طرح سے اپنے آفس کو آرگنائزر کھتا ویسے اور کوئی نہیں رکھ پاتا۔

وہ میز کے ساتھ رکھی خالی کرسی پر آ کر بیٹھا۔۔ براق اس کے سامنے والی کرسی پر براجمان تھا۔

دو تین باتیں بنا کسی مقصد کے یوں ہی احمت نے اس سے پوچھ ڈالیں۔۔ وہ اس کا مختصر سا جواب دیتا۔۔ اور پھر اس نے وہ فائل دوبارہ پکڑ لی جس کا وہ کچھ ہی دیر پہلے مطالعہ کر رہا تھا۔

"براق بے! آپ ٹھیک تو ہیں؟" احمت اصل بات کی جانب بڑھا۔ براق نے فائل سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔۔ اور پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔۔ وہ دوبارہ فائل پڑھنے لگا۔ احمت کی بھوری آنکھوں

میں پریشانی کی لہریں ابھی بھی موجود تھیں۔۔اس کی بھوری آنکھیں سورج کی کرنوں کے باعث سنہری لگتیں۔

"کیا آپ غصہ ہیں؟"اس نے تھوڑا ہچکچا کر پوچھا۔۔ براق کی پیشانی پر یک دم سلوٹیں نمایاں ہوئیں۔۔احمت کو لگا کہ اسے یہ نہیں پوچھنا چاہیئے تھا۔۔ لیکن جب تیر کمان سے نکل گیا ہو تو پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

اس نے وہ فائل میز پر رکھیں۔۔وہ اب احمت کی طرف متوجہ تھا۔

"اگر میں غصہ میں ہوتا تو آج میں یہاں نہ ہوتا۔۔ میں کب کا اپنی بہن کا بدلہ لے چکا ہوتا۔"

اس نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔۔احمت اسے خاموشی سے سننے لگا۔۔وہ یہی تو چاہتا تھا۔۔ کہ براق کچھ کہے۔۔یوں خاموشی نہ رہے۔

"لیکن تم جانتے ہو میں یہاں کیوں ہوں؟"اس نے معنی خیز انداز میں پوچھا تو احمت نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"کیونکہ میرا مقصد صرف میری بہن کا بدلہ لینا نہیں ہے۔"اس نے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچ کر میز پر ماری۔

"میرا مقصد اپنے وطن کے ہر شخص کی حفاظت کرنا ہے۔۔میں اپنے لوگوں کو مرات جیسے سنگدل شخص کے ہاتھوں مزید کچھ نہیں ہونے دوں گا۔میں نہیں چاہتا کہ جو تکلیف مجھے ملی ہے وہ کسی اور کو ملے۔"اب کی بار اس کی آنکھوں سے جھلکنے والی سچائی۔۔یقین۔۔اور امید نے احمت کو ستائش سے بھرے انداز میں مسکرانے پر مجبور کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ منظر ماریہ کے کمرے کا تھا۔۔وہ ایک میز کے ساتھ رکھی کرسی پر براجمان تھا۔۔سب بتیاں جلی تھی۔۔کمرہ لاک تھا۔۔میز پر دو شراب کی بوتلیں پڑی تھیں۔ایک بوتل اس کے ہاتھ میں تھی۔۔وہ مسلسل ڈرنک کیے جا رہا تھا۔

اسے یاد تھا۔۔ماریہ کے مرنے کے بعد اس نے ڈرنک کرنا شروع کیا تھا۔جب بھی وہ شدید غم میں مبتلا ہوتا۔۔وہ یوں ہی ڈرنک کرنا شروع کر دیتا۔یہ اس کی عادت بن چکی تھی۔اور اس بارے میں اس گھر کا ہر ملازم جانتا تھا۔

عنایہ بی بی اس بات سے واقف تھیں کہ میکائیل اس وقت ماریہ کے کمرے میں کیا کر رہا تھا۔۔اور وہ جانتی تھیں کہ وہ آج سارا دن ایسے ہی رہے گا۔۔اسی موقع کی تلاش تھی انہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے سیاہ گہرے سائے نے افق کو اپنے آغوش میں لے لیا تھا۔۔ ہر جانب خاموشی ہی خاموشی تھی۔ یہ منظر میکائیل کے گھر کا تھا۔

ارم ایک سیاہ برقع میں ملبوس تھی جو اس کے قد سے کچھ لمبا ہی تھا۔۔ یہ برقع اسے عنایہ بی بی نے دیا تھا۔ عنایہ بی بی ارم کو لے کر سرونٹ کوارٹرز سے باہر نکلیں۔ ارم نے ساتھ ایک بیگ لیا ہوا تھا جس میں اس کا سامان موجود تھا۔ وہ صرف ضرورت کی اشیاء ساتھ لے کر جارہی تھی۔

اس کے پاس پیسے تھے لیکن پھر بھی عنایہ بی بی نے اسے کچھ رقم دی۔۔ اس نے نہیں لینا چاہی لیکن عنایہ بی بی کے اصرار پر اس نے وہ رقم لے لی۔

(اس سے پہلے عنایہ بی بی گھر کے پچھلے گیٹ پر مقرر کیے گئے دو گارڈز کو چائے میں نیند کی دوا پلا کر انہیں نیند کی وادیوں میں گم کر چکی تھیں۔

وہ دونوں گارڈز اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے اب نیند کی وادیوں میں گم ہوئے پڑے تھے۔ اس لیے انہیں اب کوئی خطرہ نہیں تھا۔ باقی ملازمین بھی سو چکے تھے۔

میکائیل ملک تو ویسے ہی سارا دن ماریہ کے کمرے میں بند رہا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ بھی اب تک سو چکا ہو گا۔۔ اور صبح دیر سے ہی اٹھے گا۔)

وہ دونوں اب دھیرے سے چلتی ہوئیں گھر کے بیک ڈور تک پہنچیں۔۔دو گارڈز وہاں دونوں اطراف میں ایک ایک کرسی پر بیٹھے نیند کی وادیوں میں گم تھے۔۔انہیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔

وہ دونوں چند لمحے وہاں رکیں۔۔عنایہ بی بی نے ایک گہری سانس لی اور چہرہ دھیرے سے ہلاتے ہوئے انہوں نے ارم کو آگے بڑھ جانے کا اشارہ کیا۔یہاں سے آگے کا فاصلہ ارم نے خود طے کرنا تھا۔عنایہ بی بی نے اسے گیٹ کی چابی پکڑائی۔

(گیٹ کی چابی صرف ان میں سے ایک گارڈ کے پاس تھی۔۔جب وہ نیند کی دوا سے بھرپور چائے پی کر غفلت کی نیند سو رہے تھے تب ہی عنایہ بی بی نے وہ چابی کافی ہوشیاری کے ساتھ لے لی۔)

"عنایہ بی بی!۔"ارم نے انہیں کچھ نم آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔

"ہوں؟"وہ جو اس کے چہرے پر نقاب ٹھیک کر رہی تھیں اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔"اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور انہیں نرمی کے ساتھ گلے لگا لیا۔ عنایہ بی بی کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں اور ایک آنسو ان کی آنکھ سے لڑکھڑاتا ہوا ٹھوڑی کو چھو گیا۔

"چلو بس بس۔۔اب جاؤ۔۔اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔"انہوں نے اس سے گلے ملنے کے بعد کہا۔۔اور اپنی نم آنکھوں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔وہ دھیرے سے تشکر بھرے انداز میں مسکرائی۔۔اور پھر۔۔وہ مڑی اور قدم آگے بڑھائیں۔

گیٹ کھولنے کے بعد اس نے پیچھے مڑ کر ایک مرتبہ عنایہ بی بی کو دیکھا جن کی آنکھیں اب برس رہی تھیں۔۔اس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے انہیں الوداع کہا اور پھر چابی ان کی طرف اچھال دی۔۔ عنایہ بی بی نے ہوا میں اچھلتی وہ چابی پکڑ لی۔۔ارم نے انہیں تھمزاپ کا اشارہ کیا اور گیٹ دھیرے سے بند کر کے جانے لگی۔

اس کے جانے کے بعد عنایہ بی بی تیز سانسیں لیتی ہوئیں اس گارڈ کی جانب بڑھیں جس سے انہوں نے وہ چابی چھپکے سے لی تھی۔۔وہ چابی انہوں نے دوبارہ اس کی شرٹ کی جیب میں رکھ دی۔

وہ اب تیز قدموں کے ساتھ سرونٹ کوارٹرز میں جانے لگیں۔۔دل ارم کے لیے لاکھ دعائیں کرنے میں مشغول تھا۔

ارم کو یہاں (لاہور) سے اب اسلام آباد جانا تھا۔۔اس شخص کے پاس جس کے کہنے پر وہ یہاں آئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دندار بے سے ملاقات کے بعد اب اس نے ایمرے بے کو بلایا تھا۔۔انہیں بھی وہ سب کچھ بتانا چاہتا تھا جو اس نے دندار بے کو بتایا تھا۔۔اس کے ساتھ وہاں ہمیشہ کی طرح احمت بھی موجود تھا۔ یہ منظر براق کے آفس کا تھا۔استنبول میں آج رات کے وقت پچھلے دنوں کی نسبت فضا میں کچھ خنکی سی تھی۔۔ارد گرد چلتی ہوئی خنکی سے بھرپور ہوا دل کو کافی راحت پہنچاتی۔

میز کے اس پار رکھی کرسی پر وہ براجمان تھا اور سامنے والی دونوں کرسیوں پر وہ دونوں براجمان تھے۔

"ایمرے بے! ہمیں مرات کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ کہاں ہے۔" اس نے معمولی سی گفتگو کے بعد وہ کہنا شروع کیا جس کی بنا پر اس نے ایمرے بے کو یہاں بلایا تھا۔

ایمرے بے اسی کی طرح ایک فوجی افسر تھے لیکن ان کے کاموں کی ذمہ داریاں براق سے کم ہی تھیں۔۔اسی طرح آیاز بھی ایک فوجی افسر تھا لیکن اس کی ذمہ داریاں ان دونوں سے کم تھیں۔

"دراصل ایسا ہے کہ وہ خود ہم سے ملاقات کی امید رکھتا ہے۔جو جگہ ہمیں معلوم ہوئی۔۔وہاں وہ اکیلا نہیں ہو گا۔۔اس کے ساتھ کئی اور دہشت گرد اور ممکن ہے کہ اونور بھی موجود ہو۔"

وہ کہہ رہا تھا تو اس کی بات میں دم تھا۔

(وہ سب اتنے عرصے سے مرات کو ڈھونڈنے کی کوشش رہے تھے لیکن وہ انہیں نہیں مل سکا اور یوں اچانک سے اس کا پتا معلوم ہو جانا۔۔یہ یقیناً کوئی چال تھی۔)

"اس نے ہمارے لیے جال بچھایا ہے لیکن ہم شکاری کو خود اس کے جال میں پھنسا دیں گے۔"

اس نے معنی خیز نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کافی اعتماد سے کہا۔

"وہ کیسے ؟" سوال ایمرے بے کی جانب سے پوچھا گیا۔

"ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ وہ کہاں ہے۔اور یہ معلومات اس کے اپر وول کے بعد ہی یقیناً ہم تک پہنچی ہیں۔۔وہ ہمیں یہ بھی جلد ہی بتادے گا کہ اس سے ملاقات کے لیے کون کون آسکتا ہے۔"

چہرے پر ہلکی سی مسکان قائم ہوئی۔۔ایمرے بے اور احمت نے جواباً اثبات میں سر ہلادیا۔۔اور پھر اسے دیکھنے لگیں۔۔جیسے اسے مزید سننے کے منتظر ہوں۔

"اور میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے اکیلے میں ملنا چاہے گا۔۔لیکن یہ اسے معلوم ہے کہ میں وہاں اکیلا نہیں جاؤں گا۔" چند لمحوں کے وقفے کے بعد اس نے کہا۔

"اس لیے اب ہمیں ایک جنگ کی تیاری شروع کرنی ہے۔۔ایک عظیم جنگ کی !۔"

"یا تو شہید ہوں گے یا غازی !۔" اس کے لہجے میں بہت کچھ تھا۔۔جنون۔۔یقین۔۔پراعتمادی۔۔بے خوفی۔۔بہادری۔

"انشاءاللہ براق بے ! انشاءاللہ !۔" احمت خوش دلی سے مسکرایا۔۔وہ بھی اس وقت کا بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔۔برابر والی کرسی پر براجمان ایمرے بے بھی مسکرائیں۔۔انہیں براق اس بار پہلے سے کئی بہتر لگ رہا تھا۔۔میرائے کی وفات کے بعد اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ کافی اپ سیٹ تھا لیکن اب وہ کافی بہتر لگ رہا تھا۔

"میرا آپ سے ایک سوال تھا۔" کچھ دیر بعد احمت نے ان دونوں کو سوالیہ نگاہوں سے تکتے

ہوئے پوچھا۔

"ایمرے بے لاپتہ ہوئے۔۔ پھر آپ نے انہیں ڈھونڈ لیا۔" وہ پر سوچ نگاہوں سے براق کو دیکھتا ہو کہہ رہا تھا۔

"ہاں تو؟ تمہیں کوئی شک ہے؟" وہ مسکرایا۔۔ دوسری طرف اس نے بھی ہلکا سا مسکرا کر نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں شک نہیں۔ میں آپ سے یہ سوال کافی عرصے سے پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن ہر مرتبہ ذہن سے نکل جاتا۔ آپ نے انہیں کیسے ڈھونڈا؟" یہ سوال سن کر براق کی نظریں ایمرے بے سے ٹکرائیں اور پھر وہ دونوں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگیں۔۔ لیکن احمت ان کے یوں ہنسنے کی وجہ سرے سے ہی نہ سمجھ سکا۔۔ ایمرے بے نے نرمی سے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے تھپتھپائے اور پھر ایک گہری سانس لے کر اسے سب بتانا شروع کیا۔

(یہ منظر بیلگراد جنگل کا تھا۔۔ وہ درمیان میں لڑکھڑاتے ہوئے چل رہے تھے۔۔

ان کے ہاتھ بندھے تھے اور چہرے کو سیاہ رنگ کے کپڑے سے ڈھانپا گیا تھا یوں کہ انہیں کچھ دکھائی نہ دے۔۔ ان کے ساتھ برابر میں تین افراد چل رہے تھے جن میں سے دو کے چہرے سیاہ رنگ کے ماسک سے ڈھکے تھے جس کا مقصد یہ تھا کہ کوئی انہیں پہچان نہ سکے اور ان دونوں افراد

کو رہنمائی دینے والا تیسرا شخص تھا جس کا چہرہ آدھا سیاہ رنگ کے کپڑے سے ڈھکا تھا۔۔ سیاہ آنکھیں آشکار تھیں۔۔ سر پر ایک بھوری رنگ کی ہیٹ پہن رکھی تھی۔

ایمرے بے سے وہ فائلز مرات نے لے لی تھیں جس میں مرات کے بارے میں بہت سی معلومات موجود تھیں۔۔ وہ یہ فائلز براق کو دینا چاہتے تھے لیکن اب وہ مرات کے ہاتھ لگ چکی تھیں۔

انہوں نے کچھ ہی لمحوں بعد وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن سب بے سود رہا۔۔ ان کے سر پر مرات نے اپنی پوری قوت کے ساتھ پاس ہی میں رکھی درخت کی ایک بھاری لکڑی دے ماری۔۔ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے۔

ان کی آنکھ ایک تنگ و تاریک تہ خانے میں کھلی۔۔ اس کو سامنے سے جیل کی طرح باریک مگر تنگ سلاخوں کے دروازوں سے بند کیا گیا تھا۔۔ یہاں اور بھی اسی طرح کے کمرے تھے۔۔ وہ سب کمرے مربع کی شکل کے تھے اور بے حد تنگ۔۔ ہر کمرے کی پچھلی دیوار میں صرف ایک ہی چھوٹا سا روشن دان تھا جس پر مٹی کی گرد جمی تھی۔۔ اس میں سے بمشکل سورج کی کرنیں گزر پاتیں۔

یہاں مرات ان سے صرف دو تین مرتبہ ہی ملنے آیا اور ان ملاقاتوں میں اس نے ایمرے بے کو یہاں رکھنے کی وجہ صرف یہ ہی بتائی کہ وہ انہیں یہاں رکھ کر براق کو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے۔
ایمرے بے نے اس سے یہ پوچھا کہ آخر وہ اپنا چہرہ یوں چھپائے کیوں رکھتا ہے۔۔ اس نے پہلی

ملاقات میں وجہ نہیں بتائی اور دوسری ملاقات میں اس نے سب آشکار کر دیا۔۔اس نے انہیں بتا دیا کہ وہ "ایلدار از جان" ہے۔۔یہ جان کر ایمرے بے کو تکلیف نہیں۔۔بے حد تکلیف پہنچی۔۔ انہیں تب یہی معلوم تھا کہ براق اس بارے میں نہیں جانتا۔۔لیکن جلد ہی انہیں معلوم ہو گیا کہ براق کو اس بارے میں معلوم تھا۔

کچھ مہینے بعد یہاں اس تہ خانے میں ان سے ملنے ایک شخص آیا۔۔وہ جس کی آنکھیں سرمئی تھیں۔۔جس پر مرات کو پورا بھروسہ تھا کہ وہ شخص اسے کبھی دھوکہ نہیں دے سکتا۔۔وہ شخص تھا "**ایرن**"۔۔مرات یہ نہیں جانتا تھا کہ ایرن کو اس جگہ کے بارے میں معلوم ہے اور نہ ہی اسے یہ معلوم تھا کہ وہ یہاں ایمرے بے سے ملنے آیا تھا۔

ایرن ان سے ملنے آیا تو پہلے وہ کچھ سمجھ نہ سکیں۔۔اس نے انہیں بتایا کہ وہ بظاہر مرات کے لیے کام کرتا ہے لیکن در حقیقت وہ براق کے ساتھ کام کرتا ہے اور مرات کے پاس اسی نے اس کو بھیجا ہے تاکہ وہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اس تک پہنچا سکے۔اس نے انہیں یقین دلایا کہ وہ جلد ہی تہ خانہ کی چابی جو صرف مرات کے پاس تھی۔۔وہ لا کر دے گا۔۔اور پھر باقی کا کام ان کا اور براق کا تھا۔۔اس کی ذمہ داری صرف یہیں تک تھی۔

کچھ دن بعد۔۔ایرن وہاں آیا اور اس نے تہ خانے کی چابی ایمرے چچا کو دی۔۔یہ چابی اسے تب ملی تھی جب مرات براق کے آنے پر اپنے گھر سے بھاگ گیا تھا۔۔اس کے گھر میں ہی یہ چابی موجود

تھی۔۔ مرات کو اس وقت صرف اپنے آپ کو کسی محفوظ جگہ پر چھپانے کی پڑی تھی اسی لیے اس کا یہاں آنا ناممکن تھا۔ اسی بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے وہ چابی ڈھونڈی اور یہ بات یقینی بنا لینے کے بعد کہ اب وہاں پر مرات کا آنا ناممکن تھا۔ اور اگر وہ آ بھی گیا تو کچھ کر نہیں پائے گا کیونکہ وہاں پر انہوں نے کئی فوجی افسران تعینات کر دیے تھے۔۔ انہوں نے ایمرے چچا کو ڈھونڈ لیا۔)

ایمرے بے نے احمت کو سب کچھ بتایا تو اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔۔ یہ کام کافی مشکل تھا جو انہوں نے کتنی آسانی سے کر دکھایا۔

"ہم ایرن کے بھی بہت شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمارے اس کام میں بہت مدد کی۔" براق نے ان دونوں سے کہا تو ان دونوں نے بھی جواباً اثبات میں سر ہلا دیا۔۔ جیسے اس کی بات پر مکمل اتفاق کر رہے ہوں۔

"میں نے اسے بھی مرات کے بارے میں آگاہ کر دیا ہے۔۔ اسے بتا دیا ہے کہ مرات کہاں ہے اور جو کچھ بھی میں نے آپ دونوں کو بتایا ہے۔۔ وہ سب ایرن بھی جانتا ہے۔" اس نے مزید کہا اور پھر وہ تینوں مزید اسی بارے میں گفتگو کرنے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

افق پر اس وقت گہری نیلی رنگ کی روشنی کا بسیرا تھا۔۔پرندوں کے چہچانے کی آواز ماحول میں پھیلی تھی۔۔ہوا اس وقت کافی پر سکون محسوس ہو رہی تھی۔۔وہ ابھی فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی اور اب وہ لاؤنج میں بیٹھی تھی۔اسے فجر کے بعد دوبارہ سونے کی عادت نہیں تھی۔۔بہت کم ایسا ہوتا کہ وہ فجر کے بعد سو جاتی۔۔وہ لاؤنج میں بیٹھی موبائل کی اسکرین اسکرول کر رہی تھی جب اس کے کانوں میں گھر کی بیل بجنے کی آواز آئی۔

("اس وقت کون آیا ہوگا؟"اس نے دل ہی دل میں سوچا اور صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔)

وہ لاؤنج سے باہر نکلی اور چھوٹے قدم چلتی ہوئی گھر کے داخلی دروازے کی جانب بڑھی۔

دروازے کی بیل دوبارہ بجی۔۔اس کی ناسمجھی میں مزید اضافہ ہوا۔

اور پھر اس نے ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر دروازہ کھولا تو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر پہلے اس کے چہرے پر حیرت۔۔پھر بے یقینی۔۔اور پھر ناسمجھی اور پریشانی کے تاثرات ابھریں۔

"ارم! تم؟"اس نے ہکا بکا سے انداز میں پوچھا۔

ارم نے جواباً کچھ کہنا چاہا لیکن اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔۔وہ کچھ کہہ نہیں پائی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" نینا نے ایک اور سوال پوچھا۔

"وہ۔۔میکائیل۔۔" اس نے اب کی بار کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن پھر اس نے اپنی تیز تیز سانسوں کو بحال کرنے کی کوشش کی۔ وہ چہرے سے کافی خوف زدہ اور پریشان نظر آتی۔

"کیا؟" اس نے اسے کہنے پر مجبور کیا۔

"وہ۔۔" وہ کچھ نہ کہہ پائی۔

"اچھا تم اندر آؤ۔" اس کی یہ کیفیت دیکھ کر نینا نے اسے گھر میں آنے کو کہا۔۔اور راستے سے ہٹی یوں کہ اسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی ہو۔ ارم فوراً گھر میں داخل ہوئی۔

نینا نے اسے لاؤنج میں بٹھایا اور اس کے بعد وہ باورچی خانہ میں گئی۔ ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس لا کر اس نے اس کو تھمایا۔۔ارم نے وہ ٹھنڈے پانی کا گلاس ایک ہی سانس میں پی لیا۔ نینا اس کے برابر والے صوفے پر آکر بیٹھی۔

"اب بتاؤ۔۔کیا ہوا ہے؟" اس نے چند لمحے بعد سوال کیا۔

ارم نے ایک گہری سانس لی اور نینا کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھا۔۔اس کے اسے یوں گھورنے پر جیسے نینا کے ذہن میں خطرے کا ایک سگنل ابھرا۔ ارم نے پانی کا گلاس سامنے رکھی میز پر دھیرے سے رکھا۔

"میکائیل سب جان گیا ہے۔"اس نے پہلے آنکھیں میچیں اور پھر خود کو کمپوز کرتے ہوئے صاف گوئی سے کہہ ڈالا۔

یہ سن کر وہ ہکا بکا رہ گئی۔۔اسے لگا جیسے اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی تھی۔

"کیا؟"اسے ابھی بھی اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

"یہی کہ میں آپ کے لیے کام کرتی ہوں۔"اس نے شانے اچکا کر کہا۔۔نینا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"اور۔۔"اس نے مزید کہنا چاہا اور پھر خاموش ہو گئی۔۔اس کی خاموشی پر نینا کی بے چینی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"اور کیا؟"اس نے صوفے سے تھوڑا آگے ہو کر بے چینی کے عالم میں پوچھا۔۔ارم اپنے لب کاٹنے لگی۔

"اسے لگتا ہے کہ اس کی بیوی کی کوئی ڈائری بھی میں نے چرائی ہے۔"اس نے بتایا تو نینا کی ناسمجھی آسمان کو چھو گئی۔

"ڈائری؟"اسے بالکل کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"ہاں ڈائری۔"ارم نے ابرو اچکا کر پریشان کن لہجے میں کہا۔

یہ سن کر نینا کچھ دیر کے لیے خاموش رہی۔۔ارم اسے سننے کی منتظر تھی۔۔ مگر وہ خاموش رہی۔ اس کا ذہن اس وقت بہت سی سوچوں یا شاید پہیلیوں کو سلجھانے میں مشغول تھا۔ میکائیل ملک۔۔ماریہ۔۔عباس احمد۔۔ڈائری۔۔وہ سب ٹھیک سے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اگر ایسا ہے تو۔۔مجھے ماریہ کی ڈائری عباس احمد کے ذریعے ملی۔"اس نے سوچ میں گم سے انداز میں کہا تو ارم نے حیرانی سے نینا کو دیکھا۔۔وہ نہیں جانتی تھی کہ نینا کے پاس ماریہ کی ڈائری تھی۔

"ڈائری انہوں نے میکائیل کے گھر سے نکلوائی۔"اس نے مزید کہا۔۔ارم اسے سنتی رہی۔

"مگر سوال یہ ہے کہ۔۔"

"کیسے؟"اور اس سوال کا جواب اس وقت ان دونوں کے پاس نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آج صاف صاف اور اجلا سا دن چڑھا تھا۔۔جولائی کا آخر تھا۔۔حبس تھا لیکن آج اس کی شدت میں کافی کمی تھی۔ میکائیل کرسی پر بیٹھا تھا۔۔سر سامنے رکھی میز پر جھکائے وہ اب تک گہری نیند میں ڈوبا تھا۔۔اور پھر وہ کسمسایا۔۔آنکھیں رگڑیں اور ارد گرد دیکھا۔ صبح ہو چکی تھی۔۔کمرے میں کھڑکیوں سے آتی سورج کی شعاعیں ہر سو رقص کرنے میں مگن تھیں۔

وہ کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا اور ایک گہری سانس لی۔سامنے میز پر ڈرنک کی تین بوتلیں پڑی تھیں جن میں اب ڈرنک کا ایک قطرہ بھی موجود نہیں تھا۔۔اسے اپنا وجود کافی بھاری محسوس ہو رہا تھا جو عموما اس طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اس نے ضرورت سے زیادہ ہی پی لی تھی۔

ذہن کافی خالی خالی سا محسوس ہو رہا تھا۔۔اور پھر اس کے ذہن پر کچھ جھلکا۔۔وہ دھیرے سے کرسی سے اٹھا۔۔آنکھیں سرخ تھیں۔۔بہت سرخ۔اس نے تھکے تھکے سے انداز میں اس کمرے میں موجود سنگھار میز پر سے اپنا موبائل اٹھایا۔اسکرین بجھی ہوئی تھی۔۔موبائل کی پاور آف تھی۔اس نے موبائل کی پاور آن کی۔۔کچھ ہی لمحوں میں اسکرین روشن ہو گئی۔اور پھر اس کی نظر فوراً فون کے آئی کن پر گئی۔۔بہت سی کالز آئی ہوئی تھیں۔۔یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اس نے فون لاگ کھولا اور پھر اس نے دیکھا کہ عریشہ کی کئی بار کالز آچکی تھیں۔

اس کے چہرے پر ناسمجھی کی لہریں ابھریں۔چند ہی لمحے کال لاگ بغور دیکھنے کے بعد اس نے عریشہ کو کال بیک کی۔کال فوراً ریسیو کر لی گئی۔۔ایک دو رسمی سی گفتگو کے بعد اس نے کہا۔

"کل میں نینا سے ملی۔"میکائیل نے یہ سنا تو اس نے ابرو اچکائے۔۔یوں جیسے اسے یاد آیا تھا کہ کل عریشہ نے نینا سے ملنا تھا۔

"ہاں تو؟ کیا کہا اس نے؟"وہ یہ کہتا ہوا دوبارہ کرسی تک آیا اور کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھا۔دوسری

جانب سے ایک طویل خاموشی چھائی رہی۔

"اس نے جو بھی کہا۔۔مجھے اس پر بالکل یقین نہیں۔۔وہ محض ایک بہتان ہے لیکن پھر بھی۔۔"

اور پھر اس نے تمہید باندھنا شروع کی۔۔میکائیل کے ماتھے پر سلوٹیں نمایاں ہوئیں۔

"تم مجھے صاف صاف بتاؤ کہ اس نے کیا کہا؟"اس نے ناگواری سے کہا۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ۔۔آپ کی بیوی۔۔ماریہ۔۔"اور ماریہ کا نام سن کر اس کا دل یک دم جلا اور ساتھ ہی آنکھیں بھی جلیں۔۔دوسری جانب سے لمحے بھر کا وقفہ آیا۔

"ان کی ڈیتھ کسی حادثے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کا قتل کیا گیا تھا۔۔"وہ ہچکچاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اور ان کے قتل کے ذمہ دار آپ ہیں۔"یہ سن کر میکائیل نے گردن اونچی کی اور اپنے لب کچلنے لگا۔۔دوسری جانب سے عریشہ اسے سننے کی منتظر تھی۔

"ہیلو؟ہیلو؟"عریشہ کہہ رہی تھی تو میکائیل نے فون کھٹک سے بند کر دیا۔۔دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچیں اور ایک کھا جانے والی نظر موبائل کی اسکرین پر دہرائی۔۔طیش کے عالم میں اس کا وجود لرزنے لگا تھا۔۔چاروں اطراف میں ایک سہا دینی والی ویرانی چھا گئی تھی۔۔روشنی مدھم سی پڑ گئی اور یوں لگا کہ یہ کمرہ ایک اندھیر نگری بن گیا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد۔۔جو اپنے دلکش مناظر اور جدید فن تعمیر کے لیے مانا جاتا ہے۔۔یہ منظر تھا اس کے ایک کیفے ٹیریا کا۔۔یہ کیفے ٹیریا شکر پریاں پارک کے دلفریب اور سرسبز و شاداب نظارے پیش کرتا۔یہاں بیٹھنے کے آرام دہ انتظامات اور محیط روشنی ایک خوش گوار ماحول فراہم کیے ہوئے تھی۔کیفے سے باہر اوپن ائیر یا بنایا گیا تھا۔۔جولائی کا آخر ہونے کے باوجود بھی اسلام آباد کا موسم پاکستان کے باقی شہروں کے موسم کی نسبت کافی تروتازہ تھا۔

کیفے کے اندر۔۔میز کے آمنے سامنے دو کرسیوں پر وہ دو افراد براجمان تھے۔وہ ہمیشہ کی طرح عبایے اور سکارف میں ملبوس تھی۔۔ہمیشہ کی طرح باوقار اور پر کشش۔

(ارم سے ملنے کے بعد ہی اس نے عباس احمد کے اسسٹنٹ کو کال ملائی تھی۔

ان سے بات کرنے کے بعد انہوں نے آج کی ملاقات کا ارادہ کیا۔ارم کو اس نے اپنے گھر میں ہی رکھا تھا۔۔لیکن اس نے آج شام ہی اپنے گھر واپس چلے جانا تھا۔۔

وہ گھر جس میں وہ تنہا رہتی۔۔اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا۔۔اور ایسے مشکل وقت میں اللہ نے ارم کی مدد کے لیے نینا کو وسیلہ بنا کر اس کی زندگی میں بھیجا۔۔نینا نے اسے کرائے پر ایک گھر۔۔پڑھنے کے لیے اسکول بھیجا لیکن اس وجہ سے ارم کے دل میں ایک جذبہ بہت شدت اختیار کر گیا تھا۔۔

کسی کے احسان مند ہونے کا جذبہ۔۔اور وہ اس احسان کا بدلہ چکانا چاہتی تھی۔

اسی بناپر اس نے نیناسے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اس کے لیے کوئی بہت عظیم کام انجام دے۔ نیناکے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی وہ نہیں مانی اور پھر نیناکے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔۔وہ ارم کی ذہانت اور قابلیت کو اچھے سے جانتی تھی اسی لیے اس نے سوچا کہ وہ اسے میکائیل کے گھر اپنے "مخبر" کے طور پر بھیجے۔۔کیونکہ اس کام کے لیے اسے کسی بہت ہی قابل اعتماد شخص کی ضرورت تھی۔ارم نے یہ ذمہ داری دل سے قبول کرلی۔)

"یہ رہی آپ کی امانت۔"اس شخص نے ایک چھوٹاسابیگ نیناکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔۔وہ ایک ادھیڑ عمر شخص تھا۔۔عباس احمد کا اسسٹنٹ۔

"شکریہ۔"نینانے وہ بیگ لیتے ہوئے کہا۔

(ان دونوں نے کچھ ہی دیر پہلے ویٹر کو اپنے کھانے کا آرڈر دیا تھا۔۔ویٹر اب ان دونوں کا آرڈر لے کر آیا۔۔اور میز پر ان دونوں کے سامنے ان کی پلیٹ نفاست سے رکھنے لگا۔)

"ایک سوال تھامیرا۔"ویٹر کے جانے کے بعد نینانے دھیمے سے انداز میں پوچھا۔عباس احمد کے اسسٹنٹ "حارب صاحب "نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔۔اور پھر زیر لب مسکرایا جیسے وہ جانتا تھا کہ وہ کیا پوچھنے جارہی تھی۔

"مجھے ماریہ کی ڈائری عباس احمد کے ذریعے ملی۔"اس نے کہااور ایک وقفہ لیا۔حارب صاحب کرسی سے تھوڑاآگے کو ہوئے۔

"ہوں۔۔تو؟"انہوں نے پوچھا۔

"انہیں وہ ڈائری کیسے ملی؟"نینا نے نا سمجھی سے سر ہلا کر پوچھا تو حارب صاحب نے ایک گہری سانس لی۔انہوں نے کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگایا اور ان کے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ قائم ہوئی۔

"سمپل۔۔ان کے گھر کی ایک ملازمہ ہمارے لیے کام کرتی ہے۔"انہوں نے شانے اچکا کر کہا۔

نینا کو جس بات کا شک تھا وہی ہوا۔

"کون؟"اس نے فوراً پوچھا۔۔حارب صاحب کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوئے اور اسے بتانا شروع کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ طیش کے عالم میں لاؤنج میں ٹہل رہا تھا۔۔اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔۔آنکھیں سرخ انگارہ بنی پڑی تھیں۔اسلم اس کے ساتھ برابر میں ہمیشہ کی طرح مؤدب انداز میں کھڑا تھا۔

"عنایہ بی بی کو بلاؤ۔"اس نے حکم دیا تو اسلم تھوڑا گھبرا سا گیا۔

"جی صاحب۔۔وہ۔۔"وہ ہچکچایا۔

"کیا؟" وہ رکا اور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"وہ۔۔" اس نے کہنے کے لیے لب کھولے لیکن لب تو جیسے بالکل سل ہی گئے ہوں۔

"جلدی بولو۔۔ میرا صبر مت آزماؤ۔" وہ بلند آواز میں چیخا۔۔ اسلم کا جسم کانپ سا گیا۔

"کل رات ہی ارم بھاگ گئی۔" اس نے ایک ہی سانس میں کہہ ڈالا۔ میکائیل جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔

"کیا؟" اس نے بے یقینی سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

"جی صاحب۔۔ ارم بھاگ گئی۔" اس نے خوف کھاتے ہوئے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسے میکائیل کے ہاتھوں بہت ذلیل ہونا تھا۔

"کیا مطلب وہ بھاگ گئی؟ تم سب کہاں تھے اس وقت؟ سو رہے تھے کیا تم سب؟ ہاں؟ دھیان کہاں تھا تم سب کا اس وقت؟ بولو! منہ میں زبان نہیں ہے کیا؟" اس کے قریب آتے ہوئے وہ حواس باختگی کے عالم میں پھنکارا۔ وہ کچھ نہ بول سکا۔

"اس کا حساب تم سب کو دینا ہو گا۔" اس نے اسلم کو گریبان سے پکڑتے ہوئے غصیلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔ اسلم پر لرزا طاری ہو گیا۔

"صاحب! کیا میں اندر آسکتی ہوں؟" دروازے پر کھڑیں عنایہ بی بی نے نظریں جھکائے ہوئے

اجازت مانگی۔

میکائیل نے فوراً سلم کا گریبان چھوڑا۔۔ تھوڑا پیچھے کو ہٹا۔۔ ایک گہری سانس لی اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس نے انہیں لاؤنج میں آنے کی اجازت دی۔

"آپ نے دیکھ لیا کہ کون قصور وار ہے؟" لاؤنج میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے مؤدب سے انداز میں کھڑا ہوتے ہوئے کہا۔ میکائیل نے انہیں نہیں دیکھا۔۔ اس کی آنکھوں میں واضح شرمندگی تھی۔۔ اس نے خوامخواہ ہی عنایہ بی بی پر شک کیا۔۔ اسے افسوس ہو رہا تھا۔

"اب معلوم ہو گیا کہ کون نمک حرام ہے؟" انہوں نے زخمی سے انداز میں کہا۔

"ارم کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ آپ کا شک اس پر گیا ہے تو وہ فرار ہو گئی۔۔ کیونکہ وہی قصور وار تھی۔" انہوں نے ساری واردات سے خود کو بری الذمہ قرار دیا اور ساری واردات اس ارم کے سر تھوپ دیں۔

"لیکن اگر آپ کو ابھی بھی میں ہی قصور وار لگتی ہوں تو کوئی بات نہیں۔۔ آپ مجھے جو سزا دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔" وہ کہہ رہی تھیں تو میکائیل نے ہاتھ سے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"نہیں نہیں! آپ قصور وار نہیں ہیں۔"

"میں نے آپ کو غلط سمجھا۔" اس نے دھیمے انداز میں کہا۔

عنایہ بی بی زیر لب مسکرائیں۔۔کچھ ہی قدم کے فاصلے پر کھڑا اسلم کافی روہانسا منہ بنائے ہوئے تھا۔عنایہ بی بی نے واقعی کافی اچھا کھیل کھیلا تھا۔۔ارم کو بھی بچا لیا۔۔خود بھی بری الذمہ ہو گئیں۔

"اچھا۔۔تو اب معاملہ یہ ہے کہ وہ ارم نینا کے ہی کہنے پر یہاں آئی تھی۔" کھڑکی کے قریب جاتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا۔۔آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک جھلکی۔

"صاحب! کیا حکم ہے آپ کا؟ارم کے ساتھ کیا کرنا ہے اب؟"اسلم نے ہمیشہ کی طرح کہا۔

"نہیں! ارم نہیں۔۔یہ پوچھو کہ نینا کے ساتھ کیا کرنا ہے۔"اس نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خوشبو کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک

اس شہر میں سب کچھ ہے، بس اک تیری کمی ہے

شام کے پرفتن رنگوں نے افق کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔۔افق پر پرندے اپنی پناہ گاہوں کو لوٹ رہے تھے۔۔ایسے میں وہ اور حلیمہ صاحبہ لان میں بیٹھے تھے۔مرکز میں ایک سفید رنگ کی میز پڑی تھی اور آمنے سامنے دو سفید رنگ کی کرسیاں مخملی اور نرم گھاس پر رکھی گئی تھیں جن پر وہ دونوں براجمان تھیں۔

Fiction Shelve

اریحہ اپنے کمرے میں تھی۔۔اسکول کا ہوم ورک کرنے میں مصروف۔۔اور احسن صاحب اور علی نے آج گھر دیر سے آنا تھا۔

نینا کو چائے پینے کا زیادہ اشتیاق نہ تھا۔۔لیکن پھر بھی صرف حلیمہ صاحبہ کو کمپنی دینے کے لیے وہ اکثر ان کے ساتھ چائے پی لیا کرتی۔۔اور صرف حلیمہ صاحبہ کو ہی نہیں۔۔وہ اکثر براق کو کمپنی دینے کے لیے بھی اس کے ساتھ چائے پی لیا کرتی۔ حلیمہ صاحبہ اپنے اور اس کے لیے چائے بنا کر لائی تھیں۔۔نینا نے چائے کا کپ ہاتھوں میں تھاما تو دل و دماغ کئی یادوں سے بھر گیا۔ وہ کپ میں موجود چائے کو بغور دیکھنے لگی۔۔دل کہیں ڈوب گیا تھا۔

(یہ منظر اس کے اور براق کے کمرے کا تھا۔۔وہ بیڈ پر بیٹھی لیپ ٹاپ پر کسی ڈاکومینٹ کی فائل کو فائنلائز کر رہی تھی۔۔ سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔۔لیکن پھر بھی وہ اپنا کام مکمل کرنے میں مصروف تھی۔ کمرے کا دروازہ کب کھلا اور وہ کمرے میں کب داخل ہوا۔۔اسے اس کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا۔

"چائے!۔"لیپ ٹاپ کی اسکرین کے سامنے کسی نے چائے کا کپ بڑھاتے ہوئے کہا۔

اس کی توجہ یک دم اس شخص کی جانب گئی جو یہ چائے اس کے لیے بنا کر لایا تھا۔

"میرے لیے؟"اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے زیر لب مسکرا کر پوچھا۔

"تمہارے علاوہ کوئی اور ہے یہاں؟" براق نے چائے کا کپ اسے تھماتے ہوئے طنزیہ کہا۔۔وہ لاجواب ہوئی۔

اس نے چائے پر ایک نظر دہرائی۔۔وہ ترک چائے تھی۔۔جو پاکستان کی چائے سے قدرے مختلف ہوتی ہے۔

"اچھی ہے۔" اس نے چائے کا ایک گھونٹ لینے کے بعد کہا۔۔وہ مسکرایا۔

"کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔میں جانتا تھا۔" ہمیشہ کی طرح اس نے نینا کو لاجواب کیا۔

"کیسے؟" اس نے سوال کا جواب جانتے ہوئے بھی اس سے پوچھا۔

"کیونکہ یہ چائے میں نے بنائی ہے۔"

"مجھے اپنی قابلیت پر کوئی شک نہیں۔" وہ یہ کہتا ہوا بیڈ پر برابر میں اس کے ساتھ آکر بیٹھا۔

اس نے چائے کے ایک دو گھونٹ مزید لیے۔۔اور پھر اس کی طرف محبت سے بھری نگاہوں سے دیکھا۔

"تھینک یو! میرے لیے اتنی مزے کی چائے بنانے کے لیے۔" اس نے کہا تو وہ مزید مسکرایا۔

"اتنی سی بات پر تھینک یو؟" اس نے اپنی نیلی آنکھوں سے اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تو اس نے مسکرا کر نظریں پھیریں۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔ تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتی کہ میں تمہارے لیے کیا کیا کر سکتا ہوں۔" اور یہ سن کر اس کا چہرہ ہمیشہ کی طرح سرخ ہو گیا۔۔ سلطان کو سلطانہ کی یہ ہی ادا بہت پسند تھی۔)

"کہاں کھو گئی ؟" حلیمہ صاحبہ نے ہاتھوں سے چٹکی بجاتے ہوئے کہا تو وہ یک دم اپنی یادوں کی دنیا سے باہر نکلی۔

"کہیں نہیں۔۔ بس ایسے ہی۔" اس نے یہ کہتے ہوئے فوراً چائے پینا شروع کی۔ حلیمہ صاحبہ زیر لب مسکرائی اور چائے پینے لگ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ لان میں یونہی چہل قدمی کر رہی تھی۔۔ آسمان پر پورا گول چاند روشن تھا۔۔ ہوا بہت تیز نہیں تھی لیکن پھر بھی سکون اور راحت فراہم کر رہی تھی۔

وہ کچھ ہی دیر پہلے رات کا کھانا کھا کر فارغ ہوئی تھی۔۔ وہ براق کو کال کرنے کا سوچ رہی تھی۔۔ اس نے اسے چند ہی لمحے پہلے کال کی تھی مگر اس کا نمبر بزی جا رہا تھا۔۔ اس وجہ سے اس نے اسے دوبارہ کال کرنے کا ارداہ ترک کر دیا۔

("وہ فری ہوں گے تو خود ہی کال کر لیں گے۔" اس نے دل ہی دل میں خود کلامی کی اور لان میں موجود ایک کرسی پر آ کر بیٹھی۔)

اس نے ایک ہاتھ اپنی ٹھوری پر ٹکایا اور کچھ سوچنے لگی۔۔میکائیل۔۔ماریہ۔۔عباس احمد۔۔ ڈائری۔۔اور آگے اب اسے کیا کرنا تھا۔۔یہ سب اس کے ذہن میں کسی طوفان کی طرح چل رہا تھا۔۔اور پھر اس نے ایک گہری سانس لی جیسے خود کو اسٹریس سے نکالنے کی کوشش کی ہو۔

اس نے کرسی کے ساتھ ٹیک لگایا اور آنکھیں بند کیں۔۔تنے ہوئے اعصاب کو سکون ملا۔۔پھر آنکھیں کھولیں اور آسمان پر روشن چاند کو بغور دیکھا۔۔اس کے چہرے پر یک دم ایک ہلکی سی مسکراہٹ قائم ہوئی۔۔آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔

(کچھ یادیں ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتی ہیں۔۔اور ان یادوں کی بناپر انسان کے دل میں اپنے محبوب کے لیے محبت مزید گہری ہوتی جاتی ہے۔)

(وہ دونوں نیٹٹوریم میں موجود تھے۔۔رات کی مخملی تاریکی نے ہر سو جال بچھا رکھا تھا۔۔وہ دونوں یونہی ادھر آکر اکٹھے بیٹھ کر خوب باتیں کیا کرتے۔۔اس دن بھی ایسے ہی ایک دوسرے سے خوب باتیں کرنے کے بعد اب وہ خاموش ہو گئے تھے۔

"نینا! میں نے تمہیں تم سے شادی کرنے کی وجہ بلکہ وجوہات کئی بار بتائی ہیں۔لیکن تم نے کبھی مجھے اپنے بارے میں نہیں بتایا۔" براق نے اس کے ارد گرد باز پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" اس نے اس کا سوال سمجھنے کے باوجود بھی مصنوعی نا سمجھی کا اظہار کیا۔

"مطلب تم نے مجھ سے شادی کیوں کی؟" اس نے یک دم سر ہلایا جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔

اور وہ اسے یونہی سوچوں میں گم ہوئے دیکھتا رہا۔۔ نیلی آنکھیں سیاہ آنکھوں والی کے جواب کی منتظر تھیں۔

"کیونکہ آپ سگریٹ نہیں پیتے۔" اس کے جواب پر وہ چونکا۔۔ وہ چند لمحے کچھ بول ہی نہ سکا۔

"کیا؟ صرف یہی ایک وجہ تھی؟" اس نے اسے چھیڑا۔

"نہیں! یہ تو بس آپ سے شادی کرنے کی سیکڑوں وجوہات میں سے ایک وجہ ہے۔" اس نے اب کی بار ابرو اچکا کر کہا۔۔ براق نے اس کا ہاتھ ہمیشہ کی طرح نرمی سے تھام لیا اور اسے سہلانے لگا۔۔ وہ نظریں جھکائے زیر لب مسکرانے لگی۔)

وہ یک دم زخمی سے انداز میں مسکرائی۔۔ کچھ دوریاں کتنی تکلیف دہ ہوتیں ہیں۔

اس نے موبائل کی اسکرین روشن کی۔۔ براق نے اسے کال بیک نہیں کی۔۔ دل کچھ بجھا لیکن پھر اس نے خود کو تسلی دی۔۔ وہ جانتی تھی کہ وہ مصروف تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہوتی نہیں قبول دعا ترک عشق کی

دل چاہتا نہ ہو تو زباں میں اثر کہاں

آفتاب کی تیز روشنی افق پر پر پھیلائے ہوئے تھی۔۔یہاں سناٹا تھا۔۔بے حد سناٹا۔۔ماحول میں ہوا کے ساتھ زمین پر گری مٹی کی خوشبو شامل تھی۔۔یہ منظر اس قبرستان کا تھا جہاں وہ کبھی نہیں آنا چاہتا تھا۔۔لیکن وقت! ہاں وقت ہی اسے یہاں کھینچ لایا تھا۔

وہ سیاہ رنگ کی ٹی شرٹ اور سفید رنگ کی جینز میں ملبوس تھا۔۔شیو بڑھی ہوئی تھی۔۔ماتھے پر بکھرے سیاہ بال سرسری سے انداز میں کنگی کیے گئے تھے۔۔بڑی سیاہ آنکھوں کے ارد گرد گہرے حلقے خاصے نمایاں تھے۔

اس کے ایک ہاتھ میں اورنج للیز کا ایک گلدستہ تھا۔اورنج للیز۔۔جو "نفرت" کو ظاہر کرتے ہیں۔۔وہ یہاں اس کے لیے یہی لا سکتا تھا۔

چھوٹے چھوٹے قدم چلتا ہوا وہ اس کی قبر کے قریب گیا۔۔کتبہ پر سیاہ حروف میں اس کا نام تحریر تھا **"میرائے یامان"**۔اس کا نام زیر لب پڑھ کر وہ مسکرایا۔۔اس کی مسکراہٹ میں بہت کچھ چھپا تھا۔۔کبھی نفرت۔۔کبھی شرمندگی۔۔کبھی تکلیف۔۔تو کبھی نہ چاہتے ہوئے بھی محبت کے رنگ۔

"کیسی ہو میرائے؟" اس کی قبر کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس نے زخمی سے انداز میں پوچھا۔

ہاتھ میں تھامے اور نج للیزا اس نے اس کی قبر کے ساتھ رکھ دیے۔۔اور پھر اس کی قبر کو نم آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔۔یہ نمی کس بات کی تھی۔۔وہ نہیں جانتا تھا۔

"تم جانتی ہو اس دنیا میں مجھے سب سے زیادہ نفرت اب کس سے ہے؟" اس کی ویران آنکھیں مزید ویران سی ہو گئیں۔

"تم سے۔۔جانتی ہو کیوں؟" آواز کچھ بلند ہوئی۔۔دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"کیونکہ تم مر کر بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی۔" لہجہ تلخ تھا۔۔بے حد تلخ۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اس سے نفرت نہیں کرتا تھا۔۔وہ اس کیفیت کا شکار ہو چکا تھا جس کا وہ اقرار کبھی نہیں کرتا۔۔لیکن یہ کیفیت ہی اس کی **"سزا"** تھی۔ایسی سزا جو اس کو **"اللہ"** نے دی تھی۔

"آخر تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟" اس کے لہجے میں اب تھکن اور بیزاری سی جھلکی۔

(قبرستان میں موجود لمبے اور گھنے درختوں پر کچھ پرندے بیٹھے تھے۔۔ان کی آواز اس کی آواز کے ساتھ ماحول میں پھیلی تھی۔)

"کیوں تم میرے پیچھے پڑی ہو؟" اس نے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے لب کاٹتے ہوئے پوچھا۔

تمہیں معلوم ہے۔۔مجھے لگا تھا کہ تمہیں مار کر میں بہت خوش ہو جاؤں گا۔۔مجھے حد درجہ کا سکون ملے گا۔۔لیکن سب کچھ بالکل اس سے برعکس ہوا۔" وہ بیگانگی سے کہہ رہا تھا۔

"کیوں؟" وہ وجہ سمجھ سکتا تھا۔۔لیکن سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے ایک نظر کتبہ پر لکھے اس کے نام کو دیکھا۔۔اور پھر بالکل لاشعوری طور پر اس کا ہاتھ کتبہ پر لکھے اس کے نام کو نرمی سے چھو گیا۔۔وہ یک دم حیران ہو کر تھوڑا پیچھے ہوا۔

"کہیں مجھے تم سے۔۔محبت تو۔۔؟"سوال کا جواب جانتے ہوئے بھی اس نے اقرار نا کیا اور سر جھٹکا۔

"نہیں!۔"اس نے ماتھے پر بکھرے سیاہ بال کچھ پیچھے کیے۔۔ماتھے پر سبز لکیریں تنی ہوئی تھیں۔

"یہ جان لو میر ائے یامان! ایلدار از جان کو نہ ہی تمہارے جیتے جی تم سے محبت ہوئی اور نہ ہی تمہارے مرنے کے بعد۔" وہ تنفر سے کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔۔وہ خود کو "ایلدار" کہہ رہا تھا۔۔وقت ایسا آگیا تھا کہ وہ اس کے سامنے خود کو اس ہی نام سے پکارتا جس نام سے وہ اسے پکارتی۔

لیکن حقیقت تو یہ تھی کہ وہ خود کو یقین دلانے کے لیے یہ سب کہہ رہا تھا۔۔مگر سب بے سود تھا۔۔دل میں وہ رنگ چھا چکے تھے جن کو ماننے پر وہ تیار نہیں تھا۔

"میں تم سے نفرت کرتا ہوں!۔" بلند آواز میں کہتا وہ پیر پٹختا وہاں سے جانے لگا۔۔آنکھیں مزید نم ہو گئیں۔۔یہاں تک کہ چمکتا ہوا ایک موتی اس کی آنکھ سے بہہ گیا۔۔اس نے بے یقین سے اس آنسو کی بوند کو انگلی کے پور سے صاف کیا اور بنا پلٹے وہاں سے جانے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آفتاب نے اپنی تیز شعاعوں کے ساتھ افق پر ایک جنگ شروع کر رکھی تھی۔۔ جس میں اس وقت فتح بھی آفتاب کی تیز اور شدت والی شعاعوں کو ہی مل رہی تھی۔ وہ ابھی ہی ناشتہ کر کے فارغ ہوئی تھی اور اب وہ اپنے کمرے میں تھی۔۔ فون کان کے ساتھ لگائے۔۔ وہ چینل کے مینیجر سے بات کر رہی تھی۔۔ آج اس نے کافی عرصے بعد اپنے شو میں خود جانا تھا۔۔ نہیں تو شادی کے بعد سے وہ آن لائن انٹرویو وغیرہ لیتی۔

آدھا گھنٹہ فون پر بات کرنے کے بعد اس نے فون رکھا۔ ایک نظر کھڑکی سے باہر دیکھا۔۔ اس کے لان میں بہت سے دلکش پودے موجود تھے۔۔ جن پر کھلے کھلے سے مختلف رنگوں کے پھول لٹکے تھے۔۔ اس کے چہرے پر ایک دلفریب مسکراہٹ اُمڈی۔

وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی اور لان تک گئی۔۔ ایک نظر ان خوبصورت پودوں کو دیکھا جن پر سورج کی روشنی چمک رہی تھی۔۔ وہ گھٹنوں کے بل ان پودوں کے سامنے بیٹھی۔۔ کچھ دیر انہیں یوں خوش دلی سے دیکھنے کے بعد اس کی آنکھیں یک دم خالی ہونے لگیں۔۔ وہ اسے کیسے ایک دم یاد آنا شروع ہو جاتا۔۔ یہ وہ کبھی سمجھ ہی نہیں پاتی۔۔ یہ دوری کافی مشکل تھی۔۔ ان دونوں کے لیے۔

(یہ منظر تھا سلطان اور سلطانہ کے محل کے لان کا۔۔ سبز مخملی قالین۔۔ سورج کی سنہری روشنی

ہر طرف موجود سبزے پر رقص کر رہی تھی۔۔نازک پھول ہوا کے جھونکے سے آہستہ سے لہراتے۔۔گل داؤدی کے جھرمٹ۔۔گلاب کے پھول۔۔لیوینڈر کے لمبے ڈھنٹل فخر سے کھڑے تھے جن کے جامنی رنگ کے پھول ہوا میں ایک خوشبودار سمفنی قائم کیے ہوئے تھے۔۔ اس کے ساتھ ساتھ نازک اور حسین تتلیاں۔۔اور شہد کی مکھیاں ان پھولوں کے درمیان رقص کرنے میں مگن تھیں۔

وہ پودوں کو پانی دے رہی تھی۔۔پودے وہ پانی جذب کرنے میں مصروف تھے۔۔وہ کھل اٹھے تھے۔۔یوں کھلے کھلے پودے دیکھ کر وہ مسکرائی اور ہمیشہ کی طرح پودوں کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر انہیں دیکھنے لگی۔۔وہ جس پودے کے سامنے بیٹھی تھی اس پر کئی سرخ رنگ کے گلاب کے پھول کھلے ہوئے تھے۔

"کتنے خوش نصیب ہیں یہ پودے۔" وہ ایک گلاب کے پھول کو اپنی سفید اور لمبی مخروطی انگلیوں سے سہلا رہی تھی تو اسے اپنے پیچھے سے آواز آئی۔

اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو اس سے چند قدموں کے فاصلے پر ہی براق کھڑا تھا۔

"وہ کیسے ؟" اس نے پوچھا اور اب کی بار وہ اس پودے پر لگے باقی گلاب کے پھولوں کو نرمی سے سہلانے لگی۔

"انہیں تمہاری اتنی محبت جو ملتی ہے، اور تم ان کا اتنا خیال رکھتی ہو۔ یہ ہی وجہ ہے کہ یہ بہت خوش نصیب ہیں۔" اس نے کچھ قدم مزید اس کے قریب آتے ہوئے بے حد رومانوی انداز میں کہا۔

"اس طرح سے تو آپ بھی بہت خوش نصیب ہوئے۔" اس نے ابرو اچکاتے ہوئے کہا۔

"میں اتنا خوش نصیب کہاں؟" اس نے شانے اچکاتے ہوئے کہا اور چہرے پر ایک مصنوعی افسردگی قائم کی۔

"اف براق! آپ کی شکایتیں کبھی ختم ہوں گی کیا؟" اس نے بھی سر جھٹک کر کہا۔ یہ سن کر براق نے جواباً نفی میں سر ہلا دیا۔۔ وہ کھلکھلا کر ہنسی۔۔ اسے یوں ہنستا ہوا دیکھ کر براق نے دل ہی دل میں اعتراف کیا کہ اس کی مسکراہٹ ان پھولوں سے بھی کئی زیادہ دلفریب تھی۔

اور پھر اچانک اس کی ہنسی غائب ہو گئی۔۔ نیلی آنکھیں اس کی انگلی کے پور کی جانب بڑھیں جن پر اب سرخ رنگ کے دو تین قطرے نظر آ رہے تھے۔۔ گلاب کے پھول کو سہلاتے ہوئے اس کا ایک کانٹا اس کی انگلی کے پور پر چب گیا تھا۔

"کیا ہوا؟" اس کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات کو دیکھتے ہوئے اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔ وہ بس۔" اس نے اس سے نظریں چراتے ہوئے اپنی انگلی کے پور پر لگے خون کو دوپٹے سے صاف کرنے کیا لیکن خون نہیں رکا۔ براق اس کی جانب بڑھا اور اس نے اس کا ہاتھ

تھاما۔وہ کھڑی ہوئی۔۔اس نے اس کی انگلی کے پور پر لگے خون کے قطروں کو دیکھا اور پھر اپنی جیب میں سے ایک ٹشو نکالا اور خون کو صاف کیا۔

"گلاب کا پھول۔۔یہ بہت خوبصورت ہوتا ہے لیکن اس پر کانٹے موجود ہوتے ہیں۔اس لیے اس کی خوبصورتی میں کھو کر۔۔اس کے کانٹوں کو نہیں بھول جاتے۔"اس نے اس کے ہاتھ کو نرمی سے سہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ نے تو فلسفہ سنانا ہی شروع کر دیا۔"اس نے کہا تو اس کے لہجے میں اب تکلیف کم تھی۔

"لیکن مجھے آپ کی باتیں بہت پسند ہیں۔"اس نے اسے محبت سے بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور مجھے تم ساری کی ساری ہی بہت پسند ہو۔"ہمیشہ کی طرح سلطان نے سلطانہ کو لاجواب کر دیا۔گلاب کے پھول ان دونوں کی محبت کے گواہ بنے یہ خوبصورت منظر دیکھ رہے تھے۔

"اپنا خیال رکھا کرو۔تمہاری تکلیف میں کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اتنی محبت کرتے ہیں آپ مجھ سے؟"اس نے اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری سوچ ہے۔"اس نے اس کی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شانے اچکا کر کہا۔

وہ مسکرائی۔۔اور وہ اس کی سیاہ آنکھوں کو گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔۔اس نے نظریں پھیر لیں لیکن وہ اسے یوں ہی دیکھتا رہا۔۔ جیسے اس کی آنکھوں کے سحر میں ڈوب گیا ہو۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شام کے نارنجی۔۔گلابی۔۔اور گہرے رنگوں کا آسمان پر بسیرا تھا۔وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی تھی۔کچھ ہی دیر پہلے وہ اریحہ کے ساتھ اس کے اسکول کے کام میں ہیلپ کروا رہی تھی۔اور اب وہ وہاں بالکل اکیلی بیٹھی تھی۔

فون صوفے پر ایک طرف رکھا ہوا تھا۔۔بس خاموشی سے بیٹھی سوچوں کے دائرے میں گم سی تھی۔

تب ہی ارم وہاں آئی۔۔اس کے ہاتھ میں ایک سفید رنگ کی ڈش تھی۔۔ جس میں چاکلیٹ آئس کریم کے دو تین اسکوپ پڑے تھے۔

"بابا لائے ہیں آئس کریم۔امی نے آپ کے لیے بھجوائی ہے۔"اس کو آئس کریم کی ڈش پکڑاتے ہوئے اس نے کافی خوش دلی سے بتایا۔اس نے جواباً مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

ارم اسے آئس کریم دینے کے بعد وہاں سے چلی گئی۔نینا ہلکا سا مسکرائی۔۔صوفے پر ساتھ رکھا موبائل اٹھایا۔۔آئس کریم ایک تصویر کھینچی۔۔اور براق کو سینڈ کر دی۔

"مجھے اس طرح اکیلے اکیلے آئس کریم کھانے میں بالکل مزہ نہیں آرہا۔" تصویر بھیجنے کے بعد اس نے نیچے میسج ٹائپ کر کے اسے سینڈ کیا۔ میسج اسے پہنچ چکا تھا مگر اب تک سین نہیں ہوا تھا۔

یک دم اس نے اپنا ہاتھ ماتھے پر دے مارا۔ اسے یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔ وہ اگر اس وقت بزی ہوا تو۔۔؟ کہیں برا نہ مان جائے وہ۔

اس نے فوراً میسج ڈلیٹ کرنا چاہا لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔۔ ڈلیٹ کا آپشن اب شو نہیں ہو رہا تھا۔

اور پھر اس نے دیکھا کہ دوسری جانب سے میسج سین کر لیا گیا تھا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔ پندرہ منٹ تک کوئی جواب نہ آیا۔

لیکن پھر پندرہ منٹ بعد براق نے اسے ایک تصویر بھیجی۔ اس نے واٹس ایپ پر جا کر وہ تصویر دیکھی۔۔ یک دم دل کھل سا اٹھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی آئس کریم کی ایک ڈش تھی۔

"اب مزہ آرہا ہے؟" اور اس تصویر کے نیچے یہ میسج لکھا ہوا تھا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ہاں بہت۔" اور اسے یہ میسج بھیجا۔

"کیسی ہو؟" دوسری جانب سے پوچھا گیا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔اداس بھی نہیں۔"اس نے ابرو اچکاتے ہوئے تیزی سے ٹائپ کرتے ہوئے میسج سینڈ کر دیا۔۔اور اسے پر خوب پچھتاوا ہوا۔۔دوسری جانب سے میسج سین کر لینے کے باوجود بھی اس نے فوراً وہ میسج ڈلیٹ کر دیا۔

"ڈلیٹ کیوں کیا؟"میسج ڈلیٹ ہوتے ہی اس کی اسکرین پر یہ میسج جھلکا۔

"غلطی سے ڈلیت ہوا تھا۔"چند لمحوں بعد اس نے سوچ سوچ کر ٹائپ کیا۔

"تم نے جھوٹ بولنا کب سے شروع کیا؟"اور یہ میسج پڑھتے ہی اس نے اسے کال ملائی۔فون فوراً پک کر لیا گیا۔اس کا دل مزید کھل اٹھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔کچھ دیر ہی اس نے احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ سے معمولی سی گفتگو کی تھی۔۔البتہ علی اور اریحہ اسے شرارت بھری نگاہوں سے گھورتے رہے تھے۔وہ جانتی تھی کہ وہ دونوں اسے ایسے کیوں گھور رہے تھے۔کافی دن ہو گئے تھے انہوں نے اسے تنگ نہیں کیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں بیٹھی لیپ ٹاپ پر کوئی فائل بنا رہی تھی جب اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔اس نے کمرے میں آنے کی اجازت دی۔وہ علی تھا۔۔وہ فوراً کمرے میں داخل

ہوا۔۔صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھا۔۔نینا کی انگلیاں ابھی بھی لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر ٹائپنگ میں لگی تھیں۔

"کیا ہو گیا نینا؟"اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔نینا نے ایک نظر اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور پھر دوبارہ ٹائپنگ میں مصروف ہو گئی۔

"اب آپ کا یہاں ہم سب لوگوں کے ساتھ دل نہیں لگتا؟"اس نے خود کو دکھی دکھانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"فضول باتیں مت کرو۔"اس نے معمولی سے انداز میں کہا۔

"یہ فضول بات تو نہیں ہے۔آپ کو تو اب صرف ہمارے "بہنوئی صاحب"کی ہی یاد آتی ہے۔" اور اس کے منہ سے یوں براق کے لیے "بہنوئی صاحب"کا نام سن کر وہ بھی زیر لب مسکرائی۔

"علی! میں نے امی کو تمہاری شکایت کر دینی ہے۔" حالانکہ وہ بات اس کے دل کو کافی اچھی لگی تھی لیکن پھر بھی اس نے اسے دھمکایا۔

"جانتی ہیں۔۔میں نے آپ کی ان ہی باتوں کو بہت مس کیا۔"علی کے لہجے میں اب واقعی اداسی جھلکی۔

"امی!! علی مجھے بہت تنگ کر رہا ہے۔"نینا نے یک دم تھوڑا بلند آواز میں کہا۔

"ارے میں نے کب تنگ کیا ہے؟"وہ بوکھلا اٹھا۔

"شادی ہو گئی ہے آپ کی۔۔ابھی تک آپ کی شکایتیں لگانے اور یوں چلانے کی عادت نہیں گئی۔"اس نے افسوس سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"میں نے بھی تمہاری ان باتوں کو بہت مس کیا۔"اس نے بھی اب کی بار کہا تو اس کے لہجے میں اداسی خوب واضح تھی۔

وہ لیپ ٹاپ بند کرنے لگی۔۔تب ہی اس کے موبائل کی اسکرین روشن ہوئی۔۔اس نے موبائل بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا۔۔نیوز نیٹ ورک کے اسٹوڈیو کے ڈائیر ایکٹر کا میسج تھا۔۔وہ اسے کسی نئے انٹرویو کے بارے میں ڈیٹیلز دے رہا تھا۔

"کس کا میسج ہے؟"نینا کو غور سے میسج پڑھتا دیکھ کر اس نے اسے چھیڑا۔

"تم سے مطلب؟"اس نے منہ کا زاویہ بدلتے ہوئے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا۔

"بہنوئی صاحب کا ہے نا۔"اس نے شانے اچکا کر مسکرا کر کہا۔

"پہلے تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے بہنوئی صاحب بولنا کیا شروع کیا ہوا ہے؟"اس نے موبائل ایک طرف رکھتے ہوئے بظاہر سنجیدگی سے پوچھا۔۔وہ جواباً مزید مسکرایا۔

"ان کا نام "براق" ہے۔ہونہہ!۔"اس نے سر جھٹکا۔

"آئی نو اوکے!(میں جانتا ہوں ٹھیک ہے!) بٹ (لیکن)۔۔میری مرضی۔"وہ شانے اچکا گیا۔

نینا نے موبائل دوبارہ ہاتھ میں لیا اور وہ میسج پڑھنے لگی۔

"اچھا تو کیا لکھا ہے بہنوئی صاحب نے؟"اس نے اسے تنگ کرنا نہیں چھوڑا۔

"علی یہاں سے جاؤ۔ میرا سر مت کھاؤ۔" وہ چڑ اٹھی۔

علی صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ صوفے پر پڑا ایک چھوٹا سا کشن اٹھایا۔۔اور اس کے سر پر دے مارا۔۔ پھر مزید ہنسنے لگا۔

"امی !!۔" وہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں چلائی۔

"اچھا اچھا جا رہا ہوں۔" وہ مسکراتا ہوا کمرے سے بھاگ گیا۔

"اف !!۔"اس نے سر جھٹکا اور پھر چہرے پر ایک بہت ہی خوبصورت مسکراہٹ قائم ہو گئی۔

بہن بھائی واقعی ایک نعمت ہوتے ہیں۔۔ یہ آپ کو مشکل اور سنجیدہ سے سنجیدہ صورتحال میں ہنسا کر ہی چھوڑتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علی کے جانے کے کچھ دیر بعد ہی اریحہ اس کے کمرے میں آئی۔۔نینا اسے دیکھ کر مسکرائی لیکن اس کے سامنے اپنی مسکراہٹ چھپالی۔۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بھی علی کی طرح ہی اسے تنگ کرنے آئی تھی۔

وہ اب بیڈ کے کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے موبائل پر کچھ ٹیکسٹز چیک کر رہی تھی۔۔اریحہ برابر میں بیڈ پر اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔۔اس کے ہاتھ میں بھی اپنا موبائل تھا لیکن وہ پہلے کچھ ٹائپ کرنے کے بعد اب اسے گھور رہی تھی۔۔چہرے پر ایک شرارتی سی مسکان قائم تھی۔

"نینا آپی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ کن سوچوں میں گم ہیں؟" اور نینا ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔۔اس نے ایک نظر اریحہ کو بیزاری سے دیکھا اور اسے نظرانداز کرتے ہوئے موبائل پر دوبارہ ٹیکسٹز پڑھنے لگی۔

چند لمحے بعد اریحہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے اپنے موبائل کی اسکرین کی۔۔واٹس ایپ کھلا تھا۔۔کسی کو ایک میسج بھیجا گیا تھا۔۔اور وہ میسج کس کو بھیجا گیا تھا۔۔یہ بھی اس نے دیکھ لیا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے موبائل کی اسکرین پر جھلکنے والے اس میسج کو دیکھا تو یک دم اٹھ کر بیٹھی۔

"میسج۔" اس نے شانے اچکائے۔

"کس کو کیا ہے؟" یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ میسج کس کو کیا گیا ہے۔۔اس نے پوچھا۔

"خود ہی دیکھ لیں۔" اس نے شرمندہ ہوئے بغیر بڑی ڈھٹائی سے موبائل اس کی جانب بڑھایا۔

اس نے موبائل فوراً اس کے ہاتھ سے لیا اور وہ میسج دوبارہ پڑھا۔

"براق بھائی! نینا آپی آپ کو بہت مس کرتی ہیں۔آپ نے ان پر کیا جادو کیا ہے کہ ان کا آپ کے بغیر کہیں دل ہی نہیں لگتا۔" وہ میسج دوبارہ پڑھ کر اس کا ذہن ماؤف ہی ہو گیا۔

(نینا نے اپنے گھر والوں کو براق کی اجازت سے اس کا نیا نمبر دے دیا تھا۔)

"تمہارا دماغ خراب تو نہیں ہو گیا؟ چھوٹی ہو تو چھوٹی ہی رہو۔" اس نے بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔۔اریجہ ڈھٹائی سے مسکرا دی۔۔دل ہی دل میں وہ بھی مسکرائی۔

"ڈلیت کرو اسے۔" اس نے بظاہر غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"میری مرضی!۔" وہ یہ کہتے ہوئے مطمئن سے انداز میں بیڈ کے کراؤن کے ساتھ ٹیک لگانے لگی کہ تب ہی اس کی نظر اپنے موبائل کی اسکرین پر گئی۔

"اوہ! براق بھائی کچھ ٹائپ کر رہے ہیں۔" اس نے اسکرین پر نظریں جماتے ہوئے کافی پر جوشی سے کہا۔نینا نے افسوس سے سر ہلایا۔

"یہ سوال میں تم سے پوچھنا چاہ رہا تھا۔"

"آخر تمہاری بہن نے مجھ پر کیا جادو کیا ہے کہ اس کے بغیر میرا کہیں دل ہی نہیں لگتا۔"

براق کا میسج پڑھ کر اریجہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"اوہ! سو کیوٹ۔" اس نے وہ میسج نینا کو دکھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔نینا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"ادھر دو یہ موبائل۔امی سے کہتی ہوں کہ تمہارا موبائل یوز کرنا بند کردیں۔"اس کے ہاتھ سے موبائل لیتے ہوئے اس نے خفگی سے کہا۔

"ہاہاہا!اب آپ بے شک میرا موبائل یوز کرنا بند کروالیں۔میں نے تو جو کرنا تھاوہ کرلیا۔"وہ یہ کہتی ہوئی بیڈ سے اٹھی اور کمرے سے تقریباً بھاگ گئی۔

"اریحہ!!۔"وہ چلائی اور سر جھٹک کر موبائل بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔۔پھر مسکرانے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کار کی رفتار ہمیشہ کی طرح درمیانی تھی۔۔اارد گرد لمبے اونچے درختوں کا بسیرا تھااور درمیان میں سیدھی اور ہموار سڑک۔۔وہ اس پر کار ڈرائیو کرتی ہوئی جارہی تھی۔۔

منزل نیوز نیٹ ورک اسٹوڈیو تھا جہاں اس نے ملک کے دیگر صحافیوں سے ایک اہم ملاقات کرنی تھی۔۔

اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ ملاقات کینسل ہونے والی تھی اور آخر کس طرح سے؟

افق پر روشن آفتاب کی شعاعیں اس کی کار کی کھڑکیوں سے گزر کر اس کے چہرے پر گرتیں۔

وہ معمولی سے انداز میں ارد گرد سر سری سی نگاہ دہراتی اور کار ڈرائیو کرنے میں مگن رہتی۔۔اس کا موبائل ڈیش بورڈ پر پڑا تھا۔۔

اور پھر راس کے سامنے سے تین چار تیز رفتار سے چلتی ہوئی گاڑیاں اسی کی طرف آتی دکھائی دیں۔۔یوں کہ وہ اگر صحیح وقت پر بریک نہ لگاتی توان گاڑیوں کا اس کی کار کے ساتھ ٹکرا جانا یقینی تھا۔

دل کی دھڑکنیں آسمان کو چھو رہی تھیں۔۔اس نے ناگواری سے اب سامنے رکیں ان گاڑیوں کو دیکھا جن میں موجود افراد کا چہرہ ٹھیک سے عیاں نہیں تھا۔

اس نے اپنی کار کا دروازہ کھولا اور پیر پٹختی باہر نکلی۔۔کچھ کہنے کے لیے لب کھولے اور پھر اسے اپنے پیچھے سے کسی کے قدموں کی آواز آئی۔۔اس نے پیچھے مڑنا چاہا۔۔لیکن تب ہی اس کے چہرے پر کسی نے ایک کلوروفام سے بھرپور رومال رکھ دیا۔۔

اس نے خوب مزاحمت کی لیکن آخر میں سب بے سود رہا۔۔وہ گہرے اندھیرے کے سائے میں ڈوبتی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہر جانب تاریکی کے گہرے سائے منڈلا رہے تھے۔۔دن کا وقت تھا پھر بھی روشنی نہیں تھی یہاں۔۔یہ موٹی موٹی دیواروں سے بنا ایک وسیع کمرہ تھا۔۔یہاں دو تین پتلی لکیروں کے مانند روشن دان تھے جو اس اندھیر نگری میں آفتاب کی کرنوں کو ملنے والا واحد راستہ تھا۔۔دھول مٹی بھی ارد گرد موجود اشیاء پر جمی تھی۔ایسے میں اس بوسیدہ۔۔پرانی۔۔اور ویران عمارت کے اندر مر

کز میں دو کرسیاں رکھی گئی تھیں جن میں سے ایک پر وہ براجمان تھا۔۔اور اس کے سامنے رکھی کرسی پر وہ براجمان تھی۔۔اس کے ہاتھوں کو اس کرسی کے ساتھ رسیوں سے باندھا گیا تھا۔۔ آنکھیں بند تھیں۔۔وہ بیہوش تھی۔

میکائیل نے اپنے ساتھ کھڑے اسلم کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔۔وہ فوراً وہاں رکھی ایک چھوٹی سی میز کی جانب بڑھا اور اس پر سے ایک پانی کا گلاس اٹھایا۔۔اور اس وجود کی طرف مڑا جسے رسیوں سے باندھا گیا تھا۔

(میکائیل دو دن پہلے ہی اسلام آباد آیا تھا۔۔اور وہ یہاں جس کام کے لیے آیا تھا۔۔اسی کے لیے وہ آج یہاں موجود تھا۔ لیکن اصل کام ابھی ہونا تھا۔)

اس وجود کے پاس پہنچ کر اس نے گلاس میں موجود پانی اس کے چہرے پر پھینکا۔ وہ وجود ہڑبڑا کر اٹھا۔۔آنکھیں کھولیں۔۔ارد گرد نگاہ دہرائی۔۔چہرے پر ناسمجھی اُمڈی اور پھر اپنے سامنے کرسی پر براجمان شخص کو دیکھ کر اسے سب سمجھ آنے لگا۔

"ہم پھر مل رہے ہیں۔" اس نے بازو پھیلا کر کافی فاتحانہ سے انداز میں اس سے کہا جو اسے اب سرخ ہوتی نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"کیوں لائے ہو مجھے یہاں؟ ہاں؟" ایک تیکھی نظر میکائیل کے ساتھ کھڑے اسلم پر ڈالی اور پھر اس سے سرد مہری اور طیش کے ملے جلے لہجے میں پوچھا۔

"کتنا بے وقوفانہ سوال ہے۔"اس نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا۔۔وہ اسے بت بنی دیکھتی رہی۔۔خاموشی سے اور طیش کے عالم میں۔

اس کے ہاتھ میں سگریٹ موجود تھا۔۔اسلم کی طرف اشارہ کرنے پر اس نے اسے لائٹر دیا۔۔اس نے سگریٹ جلایا اور ایک گہرا کش لیا۔۔پھر سارا دھواں نینا کی طرف اڑایا۔۔نینا نے کراہیت سے چہرہ موڑ لیا۔

"کیا چاہتے ہو مجھ سے ؟"اس نے اب کی بار پر سوچ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

میکائیل خاموش رہا۔۔سگریٹ کے دو تین مزید کش لیے اور پھر اس کی جانب متوجہ ہوا۔۔جلتی ہوئی سگریٹ کی بو ہر سو پھیلی تھی جو اسے بہت تکلیف دہ محسوس ہو رہی تھی۔
"دیکھو۔۔میں جانتا ہوں کہ تم میرے خلاف کئی ثبوت اکٹھے کر چکی ہو۔۔اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ۔۔"وہ کچھ سوچنے لگا۔

"میری بیوی کی ڈائری تمہارے پاس ہے۔"اس نے کہا تو نینا کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات مزید بڑھے۔۔وہ لب کاٹنے لگی۔

"عباس احمد۔۔اس کا انجام دیکھا تھا تم نے ؟"

"کیا ہوا تھا اس کے ساتھ ؟"وہ کہہ رہا تھا تو اس کی آنکھیں یک دم پلک جھپکنا بھول گئیں۔

"ایک حادثے میں مارا گیا۔۔ چچ!۔"

"اسلم! تم نے دیکھا۔۔ کیسے ایک شخص کا قتل ایک "حادثہ" بن گیا۔"اس کا دل جلنے لگا تھا۔

"اس بیچارے کو ملک کی خدمت کرنے کا یہ صلہ ملا۔" میکائیل نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"عباس احمد کا قتل ہوا۔" وہ جیسے ابھی تک یقین نہیں کر پا رہی تھی۔۔اس کی آنکھیں ہلکی سی نم ہو گئیں۔

"تم نے اسے مار ڈالا!۔" وہ چیخی۔۔وہ خباثت کے ساتھ دانت نکالتا ہوا اسے دیکھے گیا۔

"بیچاری۔۔ کیا سمجھتی تھی خود کو۔۔اور دیکھو تو ذرا۔۔اب کیا ہو گیا؟۔۔ہاں؟۔۔تم تو میری قید میں ہو۔۔نینا احسن!۔"اس نے ارد گرد ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کافی مغرور انداز میں کہا اور پھر قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔

"اگر تم مجھے مار دینا چاہتے ہو تو مار ڈالو۔۔میں موت سے نہیں ڈرتی۔" کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد نینا نے کہا۔

"جانتا ہوں اسی لیے تمہیں ختم نہیں کر رہا۔" اس نے شانے اچکائے۔

"زندگی اللہ دیتا ہے۔۔وہ جب چاہے اسے واپس لے لیتا ہے۔۔انسان کسی کو نہ ہی زندگی دے سکتا ہے اور نہ ہی موت۔"اس نے اپنا ہر لفظ چبا چبا کر ادا کیا۔۔اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سر

جھٹکااور پھراس کی طرف متوجہ ہوا۔۔چہرے پر حد درجہ کی بے رحمی۔۔خباثت۔۔اور نہ جانے کیا کیا تھا۔

"میری بات سنو۔۔ہم ایک سودا کرتے ہیں۔"اس نے دونوں ہاتھوں کی پوائنٹر فنگرز ملاتے ہوئے کافی معنی خیز انداز میں کہا۔

"سودا؟ کیسا سودا؟"وہ کچھ سمجھ نہ پائی۔

"تم تو جانتی ہو۔۔جو تم نے میرا انٹرویو کیا تھا۔۔اس سے میری کتنی بدنامی ہوئی۔میں یہ سب بھول نہیں سکتا۔۔کبھی بھی۔"اس نے اسے جتاتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب وہ معاملہ کچھ ٹھنڈا ہو گیا ہے لیکن۔۔"وہ رکا۔

"لیکن؟"اس نے مزید سننا چاہا۔

"اگر یہ معاملہ ختم بھی ہو جائے تب بھی میں اپنی بے عزتی نہیں بھول سکتا۔"اس کی نگاہیں جیسے اسے کھا جانے والی تھیں۔۔لہجہ دھیما تھا مگر آواز بھاری۔

"میکائیل ملک کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ کوئی اس کی ساکھ خراب کرے۔۔اور جو ایسا کرتا ہے۔۔اسے خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔"اس نے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔

"صاف صاف کہو۔۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟" اس نے ایک گہری سانس لے کر پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم میرا ایک اور انٹرویو لو۔۔ اسی چینل پر۔۔ اسی شو میں۔۔ لیکن۔۔" وہ اپنی کرسی کو تھوڑا سا آگے کو ہوا۔

"اب کی بار تم وہ سوال پوچھو گی جو تمہیں بتائے جائیں گے۔۔ مگر اس سے پہلے تمہیں شو میں معافی مانگنی ہو گی۔" اور پھر اس نے اطمینان کے ساتھ کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا یا۔

اس کی بات مکمل ہوئی تو وہ پہلے زیر لب طنزیہ انداز میں مسکرائی اور پھر اس کی مسکراہٹ مزید بڑھی۔۔ اس کی مسکراہٹ پر اس کا دل پھٹا جا رہا تھا۔

"گریٹ جوک۔۔ ہونہہ!۔" اس نے سر جھٹکتے ہوئے میکائیل کا تمسخر اڑانے والے انداز میں کہا۔۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔۔ چہرے کی رگیں نمایاں ہو گئیں۔

"معافی کس بات کی؟" اس نے اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔

"اس دن جو تم نے میری بے عزتی کی۔۔ اس بات کی معافی۔۔ سمجھ آئی؟" کرسی سے آگے کو ہوتے ہوئے اس نے بلند آواز میں کہا۔

"تم اس شو میں کہو گی کہ۔۔ میں نے میکائیل ملک کے ساتھ وہ رویہ اختیار کیا جس کے وہ حقدار نہیں تھے۔۔ اور تم یہ قبول کرو گی کہ میرے ہی غلط رویے کی وجہ سے وہ کیمراز بند کروانے تک

پہنچ گئے تھے۔۔ کیونکہ انسان پر جب "جھوٹے الزامات "لگائے جاتے ہیں تو وہ اکثر حواس باختہ ہو جاتا ہے۔" وہ بے حد روانی میں اسے حکم دیے جا رہا تھا جسے وہ جھٹلاتی نظروں سے دیکھ کر رد کیے جا رہی تھی۔

"اوہ! سہی سہی! اور کیا کہنا ہو گا مجھے ؟"اس نے آنکھیں بڑی کرتے ہوئے طنزیہ پوچا۔

"اور تمہیں یہ قبول کرنا ہو گا کہ۔۔ اصل میں ان سوالات کے پوچھنے کی وجہ یہ تھی کہ تمہیں میری مخالف پارٹیز کی طرف سے اچھی خاصی رقم ملی تھی۔" یہ کہہ کر اس نے ایک سکھ کا سانس لیا۔۔ اسلم کی طرف اشارہ کیا۔۔ وہ اس کے لیے پانی سے بھرا گلاس لے کر آیا۔ میکائیل فوراً پانی پینے لگا اور پھر وہ یک دم رکا۔۔ اس کی نظریں نینا پر تھیں جو اب دوبارہ سے ہنس رہی تھی۔۔ اس کی ہنسی اب اسے تپا رہی تھی۔

"تم ہنس کیوں رہی ہو ؟"اس نے پانی کا گلاس ایک طرف اچھالتے ہوئے پوچھا۔

"میں ہنسوں نہیں تو اور کیا کروں ؟"اس نے ابرو اچکائے۔

"مطلب ؟"سب سمجھتے ہوئے بھی اس نے ناسمجھی کا اظہار کیا۔

"مطلب یہ کہ میں ایسا کوئی فضول شو نہیں کر رہی۔۔ میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ تم جیسے گھٹیا لوگوں پر اپنا ٹائم ویسٹ کروں۔"اس نے صاف گوئی کے ساتھ اسے ایک بار پھر بے عزت کیا۔۔ اس کے الفاظ سن کر میکائیل نے اپنے غصے کو بڑی ہی مشکل سے قابو میں کیا۔

اس نے کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگایا اور پھر ہاتھ کی ایک مٹھی بھینچ کر اپنے لبوں سے ٹکائی اور ارد گرد پر سوچ نگاہ دہرائی۔۔ پھر زیر لب مسکرایا۔

"میں جانتا تھا تم یہی کہو گی۔" اس کے انداز میں اب ہمیشہ کی طرح اس کا ظالمانہ پن دکھ رہا تھا جسے وہ کچھ ہی لمحوں میں جاننے والی تھی۔

"جانتے تھے تو میرا اور اپنا وقت کیوں ضائع کیا؟ تم ایک فارغ انسان ہو گے لیکن میں نہیں۔"

اس نے بھی عہد کر رکھا تھا کہ وہ اسے آج بہت۔۔ بہت ذلیل کرے گی۔

"رکو لڑکی! میں نے کہا تھا نا کہ یہ ایک سودا ہے۔" اس نے شہادت کی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے رکنے کو کہا۔

"اف اللہ! مجھے صبر دے۔" نینا نے ناگواری سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

میکائیل یک دم مسکرایا۔ ایک عجیب سے انداز میں اسے دیکھا اور پھر وہ کہنا شروع ہوا۔

"تم یہ نہیں چاہو گی کہ تمہاری پیاری بہن "اریحہ "تم سے دور ہو جائے۔"

"تم یہ نہیں چاہو گی کہ ٹی وی کی اسکرینز پر یہ خبر گونجے کہ تمہاری بہن **"اریحہ احسن"** کو۔۔ نا معلوم افراد نے زیادتی کا نشانہ بنا کر قتل کر ڈالا۔" وہ بے حد سرد مہری سے کہہ رہا تھا اور وہ جیسے چند لمحے کے لیے ایک پتھر کا مجسمہ بن گئی تھی۔۔ بالکل ساکت سی۔

"میکائیل!!۔"چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ چیخی۔

"شش! تم یہ بھی نہیں چاہو گی کہ تمہارا بھائی **"علی احسن"** کار ایکسیڈینٹ میں مارا جائے۔"

اس نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے مزید کہا۔۔وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچنے لگی۔۔دل کی دھڑکنیں بہت تیز تھیں۔

"اور تم نے کیا کبھی اپنے ماں باپ کے بغیر زندگی گزارنے کا سوچا ہے؟"اس نے اپنے ہاتھ سر کے پیچھے باندھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔
"نہیں۔"اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے دھیمے سے انداز میں کہا۔

"اب سوچ لو۔"وہ مسکرایا۔۔اس کی آنکھوں کی نمی مزید بڑھ گئی۔

"ہاں ایک اور بات۔۔تم یہ کیسے سہہ لو گی کہ وہ چینلز۔۔جن پر تمہاری بہادری۔۔ذہانت۔۔اور تمہارے کردار کی مثالیں دی جاتی ہیں۔۔ان چینلز پر یہ خبر گردش کرے کہ۔۔نینا احسن۔۔ "براق یامان" کی بیوی کے کسی غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات۔۔"اس نے اب کی بار اسے غضب ناک نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔
"شٹ اپ! جسٹ شٹ اپ!۔"وہ کمزور پڑتے لہجے میں بولی۔۔اور پھر اس کی آنکھوں میں سے آنسو برس پڑے۔۔وہ اس کے سامنے کبھی اتنا کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی لیکن پھر بھی آج وہ اس کے سامنے خود کو بہت کمزور محسوس کر رہی تھی۔

"اسلم پانی لاؤ۔" اسے کچھ دیر یوں روتا ہوا دیکھ کر میکائیل نے اسلم کو حکم دیا۔اسلم پانی کا گلاس لے کر آیا جو اس نے نینا کو دینا تھا لیکن وہ گلاس میکائیل نے اس سے لے لیا۔

"ہاتھ کھولو اس کے۔" اس نے حکم دیا۔۔اسلم نے میکینیکی سے انداز میں نینا کے رسیوں سے بندھے ہاتھ کھولنا شروع کیے۔

"نہیں پینا مجھے۔" میکائیل نے اس کی جانب پانی کا گلاس بڑھایا تو اس نے جھٹک دیا۔

اس نے اسلم کو پانی کا گلاس واپس لے جانے کا حکم دیا اور پھر اس کی طرف متوجہ ہوا جس کی آنکھیں اب اپنے آنسوؤں پر کافی حد تک قابو پانے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔

"تو کیا فیصلہ کیا؟" اس نے فاتحانہ انداز میں پوچھا۔

"میں راضی ہوں۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے دھیمے لہجے میں۔۔ نظریں جھکائے ہوئے کہا۔۔اور آنکھیں برسنے لگیں۔۔یوں جیسے شکست ملنے پر انسان پشیمانی سے آنسو بہاتا ہے۔

"میں تمہارا دوبارہ انٹرویو لوں گی۔۔جو کچھ تم نے کہا وہ سب کروں گی میں۔۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بس تم نے میرے گھر والوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا۔" اس نے شہادت کی انگلی سے اسے اشارہ کرتے ہوئے تنبیہ کی۔

"اس کی فکر نہ کرو تم۔" اس نے یوں کہا جیسے کوئی احسان کر رہا ہو۔

"اور ہاں! کسی بھی قسم کی چالاکی کرنے کی ضرورت نہیں۔ سمجھ آئی؟" لہجہ ہمیشہ کی طرح تلخ تھا۔

"اسلم! نینا میڈم کو ان کی گاڑی تک چھوڑ کر آؤ۔۔ تم انہیں گھر بھی چھوڑ سکتے ہو اگر یہ تمہارے ساتھ جانا چاہیں۔" اس نے بے شرمی سے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔۔ میں خود ہی چلی جاؤں گی۔" وہ یہ کہتے ہوئے سلگتے ہوئے دل کے ساتھ کرسی سے اٹھی۔۔ میکائیل اپنی نشست پر بیٹھا رہا۔ اس نے چند قدم آگے بڑھانا شروع کیے۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہارے پاس میرے خلاف کئی ثبوت ہوں گے لیکن۔۔ مجھے وہ ثبوت نہیں چاہیئے۔" وہ کہہ رہا تھا تو اس کے چلتے ہوئے قدم زنجیر ہوئے۔

"کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مجھے وہ سب ثبوت دینے کے باوجود بھی تمہارے پاس ان کا کوئی بیک اپ یا کاپیز ضرور موجود ہوں گی۔"

"اس لیے میں اس سب میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کروں گا۔" وہ کہہ رہا تھا تو اس نے نینا کی طرف اپنی گردن نہیں موڑی تھی اور نہ ہی وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا چاہتے ہو اب؟" ایک گہری سانس لے کر اس نے گردن موڑے بغیر سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہی کہ تم اپنا منہ ساری زندگی بند رکھو گی۔"

"ورنہ تمہاراانجام میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔"اس نے اپنی بات مکمل کی تو اس نے ایک تیکھی سی نظر اس پر ڈالی اور پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے تیز قدموں کے ساتھ جانے لگی۔۔ اسلم بھی اس کے ساتھ ہی جارہا تھا۔

اس عمارت سے باہر نکل کر اس کی جان میں جان آئی۔۔ ہر طرف سورج کی روشنی پھیلی تھی۔۔ صاف۔۔اجلا سا دن تھا جو اس اندھیر نگری میں گم سا لگ رہا تھا۔

اس کی کار کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر کھڑی تھی۔وہ اپنی کار کی جانب بڑھی۔۔ایک ناگواری سے بھرپور نظر اسلم پر ڈالی تو وہ کچھ قدم پیچھے ہٹ گیا۔۔اس نے کار کا دروازہ کھولا اور اپنی نشست سنبھالی۔۔دروازہ کھٹرک سے بند ہوا۔

اس نے کھڑکی سے باہر ایک نظر اس بوسیدہ سی عمارت کے اوپر ڈالی اور پھر وہاں سے جانے لگی۔ اس کے جانے کے بعد اسلم دوبارہ اس عمارت کے اندر جانے لگا۔۔مزید سازشیں چلنے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

منظر تھا ایک ایسے کمرے کا جس کی دیواروں پر مختلف قسم کے چارٹس۔۔نقشے۔۔تصاویر(عموما فوجی افسران کی تصاویر)وغیرہ لگی تھیں۔۔یہاں کئی افراد موجود تھے جو ایک صف میں کھڑے تھے۔۔ہاتھوں میں مشین گنز تھامے۔۔ان کے برعکس وہ دونوں ایک دیوار کے سامنے کھڑے تھے۔

اس دیوار پر ایک جگہ چار افراد کی تصاویر لٹکی تھیں۔۔ان میں سے ایک یامان بے کی تصویر تھی جن کے اوپر سرخ سیاہی سے کراس لگایا گیا تھا۔۔ایک میرائے یامان کی تصویر تھی جس پر بھی سرخ سیاہی سے کراس لگا دیا گیا تھا۔۔

مگر باقی دونوں تصاویر جیمرے خاتون اور براق یامان کی تھیں۔۔ان دونوں کی تصاویر پر کراس نہیں لگایا گیا تھا۔ لیکن ان دونوں کی تصاویر کا ان کے ساتھ لٹکے ہونا یہ اشارہ دے رہا تھا کہ وہ ان کی تصاویر پر بھی کراس لگانے کا منصوبہ بنا چکے تھے۔

"مرات !اس بار کسی قسم کی غلطی کی گنجائش نہیں۔" براق کی تصویر کو شاطر نگاہوں سے تکتے ہوئے اونور نے اپنے ساتھ کھڑے شخص سے کہا جس کی نگاہیں اس نیلی آنکھوں والی لڑکی کی تصویر پر جمی تھیں۔

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"اس نے میرائے یامان کی تصویر سے نگاہیں ہٹا کر اونور کو بہت اعتماد کے ساتھ دیکھا۔

"مرات جب کسی کام کو کرنے کا ارادہ کر لے۔۔ تو اسے مکمل کر کے ہی دم لیتا ہے۔"اس نے ابرو اچکائے اور دوبارہ اس نیلی آنکھوں والی لڑکی کی تصویر کو دیکھنے لگا۔۔اس کی نگاہوں میں نہ جانے کیا کیا تھا جس کی سمجھ اونور کو نہ آسکی۔

اس نے چند لمحے خاموشی سے اس کے ویران چہرے کو دیکھا اور پھر اس دیوار کی جانب سے رخ موڑ لیا اور جانے لگا۔۔ مرات وہیں کھڑا رہا۔۔ بالکل خاموش۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد میں آسمان گرم اور مربوط موسم کا تجربہ کر رہا تھا۔ موسم پھر بھی دن کی نسبت کچھ بہتر تھا۔۔ جولائی اگست میں نمی کی سطح اعتدال سے زیادہ تھی۔۔ خاص طور پر غروب آفتاب کے بعد۔۔ ہوا میں نمی گرمی کے احساس میں مزید اضافہ کرتی۔

یہ منظر نیوز نیٹ ورک کے اس اسٹوڈیو کا تھا جہاں کچھ ماہ پہلے اس نے اس کا پہلا انٹرویو لیا تھا اور آج وہ اس کا دوسرا انٹرویو لینے جا رہی تھی۔۔ جو اس کے مطابق ایک اسکرپٹڈ انٹرویو تھا۔

(کنٹرول روم میں ڈائیریکٹر انٹرویو کو ٹریک پر رکھنے کے لیے ہمیشہ کی طرح موجود تھا لیکن نینا احسن کے ہوتے ہوئے انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔۔ کیونکہ انہیں صرف ریٹنگز سے مسئلہ تھا۔۔ اور نینا نے جو بھی سوال پوچھنے تھے۔۔ سب جانتے تھے کہ ان سوالوں سے اس شو کی ریٹنگ ہمیشہ بڑھتی۔)

"تو ناظرین۔۔ آپ سب ہی کو میرے پروگرام میں خوش آمدید۔ میں ہوں آپ کی میزبان نینا احسن اور آج کے ہمارے مہمان ہیں۔۔ پاکستان کے معروف سیاست دان۔۔ میکائیل ملک۔"

Fiction Shelve

وہ کافی پر جوش تھی۔۔ میکائیل کو حیرت ہوئی۔

"سب سے پہلے تو میکائیل صاحب آپ کا بہت بہت شکریہ ہمارے شو میں آنے کا۔"

وہ اب اس کی طرف متوجہ تھی۔۔ کافی سنجیدگی سے۔ اپنی نشست پر باوقار انداز میں بیٹھی وہ ہمیشہ کی طرح لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی۔۔ لوگ اسے دیکھ کر ہمیشہ حیران رہ جاتے کہ آخر کوئی عورت اتنی باوقار اور پر اعتماد کیسے ہو سکتی ہے۔

"اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں۔" اپنی نشست پر براجمان میکائیل ملک نے بھی کافی خوش گوار لہجے میں کہا۔۔ آج اسے یقین تھا کہ وہ ایک فاتح ہو گا۔

"پروگرام کے آغاز سے پہلے میں آپ سے اور تمام ناظرین سے کچھ کہنا چاہوں گی۔"

چند لمحوں کے بعد ہی نینا نے ہمیشہ کی طرح اپنے چہرے پر سنجیدگی قائم رکھتے ہوئے کہا۔۔ یہ سن کر میکائیل کے دل میں ایک دم سے مسرت کی کئی لہریں دوڑیں۔۔ اسے یقین تھا کہ اب وہ اس لائیو شو میں سب کے سامنے اس سے معافی مانگے گی۔

"جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ میکائیل صاحب ہمارے پروگرام میں آئے تھے۔۔" وہ کہتے ہوئے رکی۔۔ دوسری جانب اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ابھری۔

"تب ماحول کچھ ناخوشگوار رہا تھا۔۔ لیکن۔۔" اس نے کچھ پر سوچ نگاہوں سے میکائیل کو دیکھا جو اپنی نشست کے ساتھ ہلکا سا ٹیک لگائے کافی شاہانہ سے انداز میں بیٹھا تھا۔

"مجھے پوری امید ہے کہ آج ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے اپنی بات مکمل کی۔۔اور پھر کچھ لمحوں کی خاموشی چھائی۔۔ میکائیل کے دل ودماغ میں یک دم کئی اندیشوں نے گھر کر لیا۔۔اسکرپٹ میں اس نے یہ بولنے کو تو نہیں کہا تھا۔۔اسے حیرت ہوئی اور نا سمجھی بھی۔

"جی۔۔مجھے بھی یہ ہی امید ہے۔" اس نے بظاہر معمولی سے انداز میں کہا۔

نینا نے اپنے سامنے میز پر رکھے کاغذ کے پنوں پر ایک نگاہ دہرائی جن پر وہ سوال تحریر تھے جو اس نے آج میکائیل ملک سے پوچھنے تھے۔

"میکائیل صاحب تو میرا پہلا سوال آپ سے یہ ہے کہ۔۔" اس نے کاغذ کے پنوں پر سے اب نگاہ ہٹاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔۔ دوسری جانب اس کا دل اب پہلے سے کچھ بے چین تھا۔

"آپ کی بیوی **"ماریہ"** کی وفات کو ایک سال گزر چکا ہے۔اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے۔" اور ماریہ کا نام سن کر اس کا ذہن بھک سے اڑ گیا۔

"تو سوال یہ ہے کہ ان کی ڈیتھ کیسے ہوئی؟ اور جس وقت ان کی ڈیتھ ہوئی اس وقت کون کون موجود تھا ان کے پاس؟" سوال کافی سنجیدگی سے پوچھا گیا۔۔ بغیر ہچکچائے۔۔وہ ہکا بکا رہ گیا۔

"دراصل آپ نے اس بارے میں کبھی کسی پروگرام میں آکر تفصیل سے نہیں بتایا۔۔بس ایک دو بیان ہی ہیں آپ کے اس بارے میں۔۔ تو میں اور ناظرین یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کی بیوی۔۔"اس کی خاموشی کو دیکھ کر اس نے اپنے سوال پوچھنے کی وجہ واضح کرنا چاہی۔۔اس کے لیے نہیں۔۔ناظرین کے لیے۔۔ لیکن اس نے اس کی بات کاٹ دی۔

"آہ! کیا آپ کو اس بارے میں نہیں معلوم؟ میری بیوی کی ڈیتھ کے بارے میں ساری معلومات انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔۔ میں اس کی ڈیتھ کی بات کر کے اپنے دل کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا۔"

اس نے چہرے پر مصنوعی سی رنجیدگی قائم کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"اس نے معمولی سے انداز میں کہا اور ایک سرسری سی نگاہ ان کاغذوں کے پنوں پر دہرائی۔۔ میکائیل نے ایک گہری سانس لی یوں کہ خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ماریہ صاحبہ کی ڈیتھ کے بعد جو ان کی میڈیکل رپورٹ آئی تھی۔۔اس میں یہ معلوم ہوا تھا کہ ۔۔ان کی گردن پر نشانات موجود تھے۔"اور اب کی بار وہ جو کہہ رہی تھی اس کی میکائیل کو بالکل بھی توقع نہ تھی۔۔ وہ اپنی نشست سے تھوڑا آگے کو ہوا۔

"آپ کے مطابق وہ سیڑھیوں سے گری تھیں۔۔ تو ان کی گردن پر وہ نشانات کیسے تھے؟ ان سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ۔۔"وہ صاف گوئی سے کہہ رہی تھی تو میکائیل نے ہر بار اکر اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

"آپ بھول رہی ہیں کہ ان رپورٹس کو جعلی قرار دے دیا گیا تھا۔" اس کی آواز اب قدرے بلند تھی۔

"میری مرحومہ بیوی سیڑھیوں سے گری تھی۔۔اسی وجہ سے وہ وفات پاگئی۔" اس نے مزید کہا۔

"کیا اس وقت کوئی موجود نہیں تھا وہاں؟" سوال فوراً پوچھا گیا۔۔اس نے ایک مٹھی بھینچ لی۔

"نہیں۔" بھینچی ہوئی مٹھی لبوں کے ساتھ لگاتے ہوئے اس نے کہا۔

"آپ بھی؟" سوال پھر فوراً پوچھا گیا۔

"نہیں۔" جواب بھی اب فوراً آیا۔

"آپ کہاں تھے اس وقت؟" سوالات کی رفتار کم ہونے کی بجائے مزید تیز ہو گئی۔

میکائیل نے اب کی بار ارد گرد سرسری سی نگاہ دہرائی جیسے اپنے غصے پر قابو رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"میں شہر سے باہر تھا۔" اس نے لب کاٹتے ہوئے گردن اونچی کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میکائیل صاحب۔۔ کیا آپ واقعی شہر سے باہر تھے؟" نینا نے ابرو اچکائے۔۔ میکائیل اسے زہر خندہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیونکہ۔۔ماریہ صاحبہ کی وفات کے بعد آپ نے یہ بیان دیا تھا کہ اس دن آپ لاہور کی ٹریفیک جام میں پھنس گئے تھے جس وجہ سے آپ کو گھر آتے ہوئے دیر ہو گئی۔"اس نے اب کی بار اپنا ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے ٹکاتے ہوئے پوچھا۔

"اس واقعے کو ایک سال گزر گیا ہے۔۔مجھے ٹھیک سے سب کچھ یاد نہیں۔"جواب کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد دیا گیا۔

"ویسے انسان کبھی ان واقعات کو نہیں بھولتا جس نے اسے کافی تکلیف پہنچائی ہو۔"اس نے شانے اچکائے۔

"خیر ہم اگلے سوال کی جانب موو کرتے ہیں۔"اور اب کی بار اس نے کاغذ کے پنوں پر نگاہ نہیں دہرائی۔

"لیکن اگلے سوال کی جانب بڑھنے سے پہلے میں آپ سب کو ایک کال ریکارڈنگ سنانا چاہوں گی۔"اس نے یہ کہا تو میکائیل کے دل کی دھڑکنیں یک دم تیز ہوئیں۔۔بہت تیز۔

جہاں جہاں یہ شو دیکھا جا رہا تھا۔۔وہاں اب ٹی وی۔۔موبائل۔۔ایل ای ڈی۔۔ان سب کی اسکرینز پر سے اب اس کال ریکارڈنگ کی آواز گونجنے لگی۔

اس کال ریکارڈنگ میں میکائیل ملک کسی سے کافی سنجیدگی سے بات کر رہا تھا۔۔اور دوسری جانب سے وہ شخص اسے کچھ بیانات دینے کے بارے میں ہدایات فراہم کر رہا تھا۔۔وہ کال ریکارڈنگ تین منٹ کی تھی۔۔ جیسے ہی وہ کال ریکارڈنگ ختم ہوئی۔۔ہر سو ایک سناٹا سا چھا گیا۔۔یہ کال ریکارڈنگ سنتے ہوئے میکائیل کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آیا اور گیا۔۔آج سب کچھ بالکل اس کی توقع کے برعکس ہو رہا تھا۔

"یہ۔۔یہ کیا ہے؟"ایک طویل خاموشی کے بعد اس نے پوچھا۔

"یہ آپ ہیں نا میکائیل صاحب؟"نینا نے کافی اطمینان کے ساتھ سوال پر سوال کر ڈالا۔۔اس کے چہرے پر اب زیر لب ایک معنی خیز مسکراہٹ امڈی۔۔ جیسے وہ شکاری کو خود اس کے جال میں پھنسا رہی ہو یا شاید پھنسا چکی ہو۔

"ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ آواز آپ کی ہے۔۔ مگر آپ جس سے مخاطب ہیں۔۔وہ کون ہے؟"اس نے ابرو اکٹھے کرتے ہوئے پوچھا۔

"رکیں۔۔اس بارے میں بھی ہم ابھی معلوم کر لیتے ہیں۔"اور پھر میکائیل کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔۔وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

"میں اس کال ریکارڈنگ کو ریوائن کرتی ہوں۔" اور پھر ہر طرف اس کال ریکارڈنگ کی آواز دوبارہ گونجنے لگی۔۔اسی کال ریکارڈنگ میں ایک پوائنٹ پر میکائیل کی زبان سے کسی کا نام لیا گیا۔۔نینا نے وہ نام ریوائن کیا۔

"راجیش" "یہ کون ہے میکائیل صاحب؟" میکائیل کی زبان سے اس نکلے جانے والے نام کو سن کر نینا نے پوچھا۔۔اس نے جواباً کچھ نہ کہا بس اسے لب کچلتے ہوئے غصب ناک نظروں سے گھورتا رہا۔

وہ زیر لب طنزیہ مسکرائی۔اور اب کی بار اس نے اسکرین پر ایک وڈیو چلانے کا حکم دیا۔۔

اس نیٹ ورک اسٹوڈیو کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں یہ شو چل رہا تھا وہاں اب وہ وڈیو کلپ چل رہی تھی جس میں ایک ہندوستانی ادھیڑ عمر شخص موجود تھا۔۔

اسے ایک پریس کانفرنس کرتے ہوئے دیکھا جا رہا تھا۔۔وہ شخص اس پریس کانفرنس میں اپنے اوپر لگائے گئے دہشت گردی کے الزامات کی نفی کر رہا تھا۔۔

یہ اس شخص کی تب کی پریس کانفرنس تھی جب اس پر لگائے گئے الزامات سچ ثابت نہیں ہوئے تھے۔وڈیو کلپ اپنے اختتام کو پہنچی۔۔نینا اب اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"یہ راجیش ہے۔۔ جانتے ہی ہوں گے آپ اس کو۔ دہشت گرد تنظیم کا سربراہ۔۔ جو آج تک قانون کے ہاتھوں سے چھپتا پھر رہا ہے۔" وہ کہنا شروع ہوئی۔۔ وہ اب بس اسے سن رہا تھا۔۔ کہنے کے لیے الفاظ ہی نہیں مل رہے تھے۔

"اس کی آواز کچھ ملتی جلتی نہیں اس شخص سے جس سے آپ مخاطب تھے؟"

"بلکہ کچھ نہیں "بہت" ملتی جلتی ہے۔" اس نے اپنا ہر لفظ چبا چبا کر ادا کیا۔۔ میکائیل نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچیں اور پھر اپنی نشست کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا۔۔ ماتھے پر سلوٹیں اب مزید بڑھ چکی تھیں۔

"جی ہاں! یہ راجیش کی ہی آواز ہے۔"

"لیکن بات یہ ہے کہ یہ کال ریکارڈنگ جعلی ہے۔" اس نے اپنے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

نینا نے یک دم طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا۔۔ میکائیل کے چہرے کے زاویے یہ دیکھ کر مزید خراب ہوئے۔

"ٹھیک ہے۔۔ لیکن یہ جعلی نہیں ہے۔۔ یہ مجھ تک بہت ہی reliable sources سے پہنچی ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"باقی۔۔اب یہ جعلی ہے۔۔یا اصلی ہے۔۔اس کا فیصلہ تو قانون ہی کرے گا۔" یہ سن کر وہ سمجھ گیا کہ اب وہ بری طرح پھنس چکا تھا۔۔اس معاملے پر اب قانونی کاروائی ہونی تھی۔۔اس کا اشارہ اسے نینا نے دے دیا۔

"لیکن چونکہ آپ کے مطابق یہ جعلی ہے تو میں اس بارے میں مزید سوالات کر کے ہم دونوں کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہوں گی۔" اس نے بے فکری سے کہا۔۔وہ جتنی بے فکر تھی اتنا ہی وہ اس وقت پریشان اور حواس باختہ سا تھا۔

اور اب وہ مزید حواس باختہ ہونے والا تھا۔

نینا نے اب کی بار اسکرین پر وہ وڈیو چلانے کا حکم دیا جس کو دیکھ کر میکائیل کی مزید بری حالت ہونے والی تھی۔۔وہ وڈیو اسکرین پر چل پڑی۔۔اس وڈیو میں میکائیل کو کسی غیر ملکی ہوٹل میں دیکھا جا رہا تھا۔۔جہاں اس کی میز کے برابر میں رکھی کرسی پر وہی شخص کافی اعتماد کے ساتھ بیٹھا تھا جس کی پریس کانفرنس کی کلپ اس نے کچھ لمحے پہلے ہی دکھائی تھی۔۔وہ دونوں آپس میں کیا گفتگو کر رہے تھے۔۔یہ سب واضح تھا۔

"اب کیا یہ وڈیو بھی جعلی ہے؟" اس نے میکائیل کا حواس باختہ چہرہ دیکھ کر پوچھا۔۔وہ خاموش رہا۔۔یوں کہ اس کے پیروں تلے زمین ہی نکل گئی ہو۔۔وہ کسی بت کی طرح بس اسکرین پر اسٹاپ ہوئی وہ وڈیو دیکھ رہا تھا۔

"ناظرین لگتا ہے میکائیل صاحب اس وڈیو کو ٹھیک سے دیکھ نہیں پائے۔۔تو میں یہ وڈیو ریوائن کر والیتی ہوں۔"اب کی بار وڈیو ریوائن کروائی گئی۔

"میکائیل صاحب !اس وڈیو میں آپ کو "راجیش "دہشت گرد تنظیم کے سربراہ کے ساتھ ملاقات کرتا ہوا دیکھا جا رہا ہے۔۔اور صرف یہی نہیں۔۔اس میں یہ شخص آپ کی کچھ بیانات دینے کے متعلق رہنمائی بھی کر رہا ہے۔"وہ وڈیو اسکرین پر دوبارہ چل رہی تھی تو اس وڈیو کو دیکھتے ہوئے نینا کہہ رہی تھی۔۔میکائیل کے چہرے سے اب اس کے دل میں چلنے والے طوفان کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔

"آپ اس پر اب کیا کہنا چاہیں گے ؟"وڈیو ختم ہوئی تو اس نے جتاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
"یہ جعلی ہے۔"ایک طویل خاموشی کے بعد اس نے کہا۔

"یہ فیصلہ تو قانون کرے گا۔"اس نے بھی ہمیشہ کی طرح ہار نہ مانی۔۔اس کی پر اعتمادی دیکھ کر وہ اپنی نشست سے اٹھا۔۔اسے اس وقت اس کے چہرے پر قائم طنزیہ مسکراہٹ اس قدر بری لگ رہی تھی کہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے ہاتھ میں پستول ہو اور وہ اسے اسی وقت ختم کر دے۔۔لیکن وہ ابھی اتنا بھی حواس باختہ نہیں ہوا تھا۔اس نے طیش سے بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔۔جیسے اسے ایک جنگ کی خبر دے رہا ہو۔۔اور پھر وہ مڑا۔۔تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔

"آپ ایسے نہیں جاسکتے۔پروگرام لائیو جارہا ہے۔" وہ اس کی حقیقت ابھی مزید سب کے سامنے لانا چاہتی تھی۔میکائیل کے قدم رکے۔۔اس نے پیچھے مڑ کر ایک تیکھی سی نگاہ اس پر ڈالی۔

"گیٹ لاسٹ یو۔۔" اور پھر اس نے لائیو شو میں ہی اسے گالی دے دی۔۔

اسے حیرت نہیں ہوئی۔۔وہ میکائل سے ایسے ہی رد عمل کی توقع کر رہی تھی۔

اس کے جانے کے بعد نینا نے شو کا اختتام الوداعی جملوں سے کیا۔۔میکائیل یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی اس حرکت پر اسے کس قدر تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا۔۔اور صرف اس حرکت پر ہی نہیں۔۔ بلکہ آج کے انٹرویو کے بعد اس کی بچی کھچی ساکھ بھی تباہ ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ نیوز نیٹ ورک کے اسٹوڈیو سے باہر نکلی۔۔رات کے دس بج رہے تھے۔۔وہ اپنی کار کی جانب بڑھی۔۔کار کا دروازہ کھولا اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے پہلے اسٹئیرنگ پر ہاتھ رکھا اور ایک گہری سانس لی۔۔کار کا دروازہ وہ بند کر چکی تھی۔۔اس نے اگینشن میں چابی گھمائی اور پھر ایک دو بار کی ٹرائی کے بعد کار اسٹارٹ ہو گئی۔

کار کی رفتار تیز تھی آج۔۔اور منزل بھی آج مختلف تھی۔۔وہ اپنے گھر نہیں جا رہی تھی۔۔وہ کہیں اور جا رہی تھی۔۔کار جس راستے پر چل رہی تھی وہ ایک غیر معروف شاہراہ تھی۔۔یہاں

مین روڈ کی نسبت زیادہ خاموشی تھی۔۔دونوں اطراف میں گھنے درختوں کا بسیرا تھا۔۔یہ راستہ ویسے کافی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ کار ایک فلیٹ کے سامنے آکر رکی جو اس کے گھر سے یقیناً کافی دور تھا۔۔اس نے کار کا دروازہ کھولا اور اس میں سے باہر نکلی۔۔کار کا دروازہ کھٹرک سے بند کیا اور پر سوچ نگاہوں سے اس فلیٹ کو دیکھا۔

"میکائیل! تمہیں کیا لگا تھا کہ میں بے وقوف ہوں؟" وہ زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرائی اور پھر اس فلیٹ کی طرف قدم بڑھانے لگی جو اس نے کچھ ہی دن پہلے کرائے پر لیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میکائیل ملک کے نینا احسن کو دھمکانے کے بعد۔

وہ اپنے گھر کافی متذبذب سے انداز میں لوٹی۔۔دل کئی اندیشوں۔۔وسوسوں سے بھرپور تھا۔۔وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ وہ کیا کرے۔۔کیا اسے والدین کو سب کچھ بتادینا چاہیئے؟ یا پھر اسے خاموشی سے میکائیل ملک کی بات مان لینی چاہیئے؟ وہ کچھ فیصلہ نہیں کر پارہی تھی۔۔اور پھر

شام ڈھل رہی تھی۔۔رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ روشنی کی آخری کرنوں کو بھی نگل رہا تھا۔۔اور طرف ایک عجیب سی ویرانی اور وحشت سی چھائی تھی۔۔وہ ویرانی اور وحشت بھی صرف اسے محسوس ہو رہی تھی کیونکہ اس کے دل و دماغ میں ایک طوفان چل رہا تھا۔

کافی دیر ٹھنڈے دماغ سے سوچنے کے بعد اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ میکائیل ملک کی بات نہیں مانے گی۔۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ حفاظتی اقدامات نہ کرتی۔۔اللہ بھی انہیں لوگوں کا ساتھ دیتا ہے جو خود بھی کچھ کریں۔

سب سے پہلا کام جو اسے کرنا تھا وہ یہ تھا کہ۔۔اسے احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ کو اس بات پر آمادہ کرنا تھا کہ وہ دونوں عارضی طور پر یہ گھر چھوڑ کر کراچی تایا جان کے پاس چلے جائیں۔۔لیکن وہ اس بات پر انہیں کیسے راضی کرے؟

اور وہ اس بات پر آخر کیسے راضی ہو جاتے کہ وہ نینا کو یہاں اکیلا چھوڑ کر کراچی چلے جاتے؟ کیونکہ یہ بات نینا جانتی تھی کہ وہ ان کے ساتھ کسی حالت میں نہیں جا سکتی تھی۔۔

در حقیقت کچھ ہی دنوں میں میکائیل کا لیے جانے والا انٹرویو ایک عظیم جنگ کی دعوت دے رہا تھا۔۔اور وہ میدان جنگ سے بزدلوں کی طرح بھاگ جانے والوں میں سے نہیں تھی۔

اس نے کافی ہمت کر کے رات کو کھانے کے بعد۔۔احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ کے ساتھ چائے پیتے ہوئے انہیں میکائیل ملک کے بارے میں بتانا شروع کیا۔۔اس نے انہیں یہ سب بتایا

کہ وہ اسے کیا دھمکیاں دے رہا تھا اور آخر وہ اس سے کیا چاہتا تھا۔۔اس نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اسے کس طرح زبردستی کسی ویران عمارت میں لے جا کر دھمکیاں دے رہا تھا۔۔وہ جانتی تھی اگر اس نے انہیں یہ بتا دیا تو جو کچھ چانسز تھے ان کے راضی ہو جانے کے وہ بھی غرق ہو جانے تھے۔

"بابا! میں چاہتی ہوں کہ آپ امی اور باقی سب کو لے کر یہاں سے چلے جائیں۔"اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔

وہ تینوں اب چائے پینا بھول چکے تھے۔ان کی چائے کے کپ سامنے سینٹر ٹیبل پر پڑے تھے جن میں موجود چائے اب ٹھنڈی ہو چکی تھی۔۔

علی بظاہر یہاں ان سب کے ساتھ لاؤنج میں موجود نہیں تھا لیکن در حقیقت وہ آدھے کھلے اور آدھے بند دروازے کے ساتھ کان لگائے اندر ہونے والی ساری گفتگو سن رہا تھا۔۔اریحہ اپنے کمرے میں اسکول کا کام نوٹ کرنے میں مصروف تھی۔

"تم پاگل ہو گئی ہو کیا؟"احسن صاحب بھڑک اٹھے۔

"آپ سب کراچی چلے جائیں۔۔صرف کچھ دنوں کے لیے۔۔یہ ہی بہتر ہے۔"اس نے ان کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو کیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو گی؟" احسن صاحب نے وہ بات پوچھی۔۔ جس کو بتانے میں وہ کافی ہچکچائی۔

"ن۔۔ نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔ نظریں جھکی تھیں۔۔ ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے۔

حلیمہ صاحبہ کی آنکھیں اس دوران صرف برس رہی تھیں۔۔ ابھی نینا نے انہیں وہ دھمکیاں جو میکائیل ملک نے اسے دی تھیں۔۔ وہ اس طرح سے بتائی تھیں کہ ان کی سنگینی کا اندازہ حلیمہ صاحبہ ٹھیک سے نہیں لگا پائی تھیں لیکن احسن صاحب سب سمجھ گئے تھے۔۔ وہ ملک کے کچھ مفاد پرست۔۔ منافق۔۔ اور جابر سیاست دانوں کی خصلتیں اچھے سے جانتے تھے۔

"نینا! تمہیں اس کا انٹرویو لینا ہو گا۔۔ اور وہ ہی کرنا ہو گا جو وہ کہے گا۔ ہاں! اور ہم یہاں سے کہیں نہیں جائیں گے۔" انہوں نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

"اور اس انٹرویو کے بعد تم صحافت کو الوداع کہہ دینا۔" اب کی بار ان کا لہجہ بھیگنے لگا۔۔ وہ ان کے الفاظ کی تکلیف کے باعث بلبلا اٹھی۔

"بابا!۔۔" اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تو احسن صاحب نے شہادت کی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے اس بارے میں اب مزید بحث نہیں کرنی۔" اسے تنبیہ کرتے ہوئے وہ صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور تیز قدموں کے ساتھ لاؤنج سے چلے گئے۔

حلیمہ صاحبہ وہیں صوفے پر بیٹھیں ابھی تک آنسو بہا رہی تھیں۔۔ نینا ان کے پاس گئی اور انہیں نرمی سے گلے لگا لیا۔۔ اس کی آنکھوں سے بھی اب کی بار متواتر آنسو بہنے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حلیمہ صاحبہ کچھ ہی دیر بعد اپنے کمرے میں چلی گئیں۔۔ انہوں نے نینا سے کچھ نہیں کہا۔۔ ان کے جانے کے بعد وہ لان میں آئی جہاں اس کی نظر علی پر گئی۔۔ وہ دونوں ہاتھ پشت سے باندھے لان میں ٹہل رہا تھا۔۔ چہرے سے صاف واضح تھا کہ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔۔ یقیناً اس نے ان کی باتیں سن لی تھیں۔

نینا نے ایک دو گہری سانسیں لیں اور اس کی جانب بڑھی۔۔ وہ اپنی سوچوں میں اس قدر گم تھا کہ اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہو سکی اسے۔

"تم نے ہماری ساری باتیں سن لی تھیں نا۔" اس نے اس کے قریب پہنچتے ہی جیسے پوچھا نہیں۔۔ بتایا تھا۔

علی نے جواباً خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ چند لمحے کے لیے کچھ کہہ نہ سکی۔

"تم بابا کو یہاں سے جانے پر راضی کر لو۔" اسے لگا کہ اب علی ہی ہے جو انہیں راضی کر سکتا تھا۔

"دیکھو تم سب یہاں سے چلے جاؤ گے۔۔ یہ ہی بہتر ہو گا۔ صرف کچھ ہی دنوں کی بات ہے۔" اس کی آنکھیں نم تھیں۔۔ دل شکستہ تھا۔۔ وہ اپنوں کو خود سے دور جانے پر راضی کر رہی تھی۔

اس کی باتیں سننے کے بعد علی نے کچھ دیر سوچا اور پھر اسے تسلی دلائی کہ وہ احسن صاحب سے خود جا کر بات کرے گا۔۔ وہ انہیں راضی کرنے کی اپنی پوری کوشش کرے گا۔۔ لیکن اگر وہ نہ مانے تو انہیں کچھ اور سوچنا پڑے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ہی ہوا جس کا ڈر تھا۔۔ علی کی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی احسن صاحب نہیں مانے۔۔ علی نے بھی تنگ آ کر نینا کو وہی سب کرنے کو کہا جو احسن صاحب نے کہا تھا کہ۔۔ میکائیل کی بات مان لو اور اس انٹرویو کے بعد صحافت کو الوداع کہہ دو۔

لیکن وہ نہیں مانی۔۔ اس نے ہمت نہیں ہاری۔۔ اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ احسن صاحب کو منا کر ہی رہے گی۔

اس طرح رات کو جب سب نے کھانا کھا لیا۔۔ احسن صاحب لان میں بیٹھے تھے۔۔ بالکل اکیلے۔۔ دو دن سے انہوں نے نینا سے کوئی بات نہیں کی تھی۔۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بظاہر اس سے

ناراضی کا اظہار کر رہے تھے۔۔ لیکن در حقیقت انہیں اس کی فکر تھی۔۔اوپر سے نینا کا مطالبہ بھی کافی انوکھا تھا۔۔ جس پر ان کا راضی ہونا کافی مشکل تھا۔

لان میں دو کرسیاں سبز مخملی گھاس کے اوپر رکھی گئی تھیں۔۔ درمیان میں ایک سفید رنگ کی میز پڑی تھی۔۔ احسن صاحب ایک کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے گہری سوچوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔۔ وہ ان کی جانب چھوٹے قدم چلتے ہوئے بڑھی۔۔ انہیں اس کی موجودگی کا احساس ہو گیا لیکن انہیں نے اس کی طرف نظریں نہیں دوڑائیں۔

وہ گھاس پر ان کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھی۔۔ دونوں ہاتھ نرمی سے ان کے گھٹنوں پر رکھیں اور انہیں نم آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔

"بابا! کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں؟" سوال فوراً پوچھا گیا۔ احسن صاحب خاموش رہیں۔

"آپ یقین رکھیں کہ میں اس مشکل سے بھی نکل آؤں گی۔" اس کی آواز بھر آئی تھی۔

"اچھا! اور کیسے نکلو گی تم اس مشکل سے؟ کون نکالے گا تمہیں اس مشکل سے؟ ہاں!۔" وہ شدید غصے میں تھے۔۔ یہ سن کر وہ زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"اس مشکل سے مجھے اللہ نکالے گا۔ وہ خدا جو "کن" کہتا ہے تو "فیکون" ہو جاتا ہے۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔۔ اس کا لہجہ نرم تھا۔

"وہ خدا جس کے پاس بادشاہت ہے آسمانوں اور زمینوں کی۔"

"وہ خدا جس کے حکم کے بغیر ایک پتا بھی ہل نہیں سکتا۔" وہ بولنے پر آئی تو رکنا بھول گئی۔احسن صاحب اسے خاموشی سے سنتے رہیں۔

"وہ خدا جو غیر مسلموں تک کو بھی رزق عطا کرتا ہے۔"

"وہ خدا اس جس کے ہاتھ میں زندگی۔۔موت۔۔عزت۔۔ذلت اور رزق ہے۔" وہ کہے جا رہی تھی۔۔احسن صاحب کی آنکھیں بھی اب نم ہو رہی تھیں۔

"وہ خدا جو ہر شے کا مالک ہے۔۔وہ خدا جو ہر بات پر قادر ہے۔" اس نے اپنی بات کا اختتام کیا۔

"بابا! اللہ نے ہی ہم انسانوں کو حق کی راہ پر ثابت قدمی کے ساتھ چلنے کا حکم دیا ہے۔۔اور اس راہ میں مشکلات تو آتی ہی ہیں۔۔تو کیا ہم ان مشکلات سے ڈر جائیں؟" اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے پوچھا تو اب کی بار احسن صاحب نے اسے دیکھا۔۔ان کی آنکھوں میں اب خفگی کچھ کم تھی۔

"آپ جان لیں کہ اللہ حق پر چلنے والوں کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا۔" اس نے کافی یقین سے کہا۔

"اور اگر میں ابھی پیچھے ہٹ گئی۔۔میں نے اگر باطل کا ساتھ دیا۔۔تو مجھے میرا رب کبھی معاف نہیں کرے گا۔۔کیونکہ میرے پاس باطل کے خلاف تمام ثبوت و شواہد تو موجود تھے لیکن میں صرف بزدلی کی وجہ سے حق کو حق اور باطل کو باطل نہیں کہہ سکی۔"

"میں غفلت نہیں برتنا چاہتی بابا! روز محشر تمام انسانوں کو اپنی ہر غفلت کا حساب دینا ہو گا۔"

اس میں اب مزید کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی۔۔وہ گھاس پر سے اٹھی اور نم آنکھوں سے کرسی پر بیٹھے احسن صاحب کو دیکھا جنہوں نے بظاہر چہرہ موڑا ہوا تھا۔۔لیکن دل و دماغ اس کی باتوں پر یقین کرنے اور اس کی بات مان لینے پر اصرار کر رہا تھا۔

وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔احسن صاحب کافی دیر تک لان میں ہی رہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

افق پر صبح کے دلکش رنگوں نے جال بچھالیا تھا۔موسم کافی صاف تھا۔۔ارد گرد چلتی ہوا نہ ہی زیادہ گرم تھی اور نہ ہی ٹھنڈی۔

ناشتے کی میز پر جب وہ سب ناشتہ کرنے میں مصروف تھے تو احسن صاحب نے یہ اعلان کیا کہ وہ نینا کی بات ماننے پر راضی ہیں۔۔اور اب وہ اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کریں گے۔

یہ نینا کے علاوہ باقی سب کے لیے کافی حیران کن تھا۔۔نینا کے لیے اس لیے حیران کن نہیں تھا کیونکہ وہ اپنے باپ کو جانتی تھی۔۔وہ اس کی ہر بات اگر مانتے تھے تو اس کی وجہ یہ ہی تھی کہ اس کی بات یا کسی مطالبے میں کچھ غلط نہیں چھپا ہوتا۔۔اس کی نیت صاف تھی۔۔اور یہ بات احسن صاحب اچھے سے جانتے تھے۔۔اس کے ساتھ ساتھ عقل کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ ابھی یہاں سے

چلے جاتے۔۔وہ ڈر کر نہیں بھاگ رہے تھے۔۔یہ حفاظتی اقدامات تھے۔۔اگر میکائیل ملک اس کے گھر والوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا تو وہ بیک وقت اس کے راز افشاں کرنے اور اسے اس کے انجام تک پہنچانے کے ساتھ ان معاملات میں بھی الجھ جاتی۔

احسن صاحب نے نینا کے سر پر نرمی سے ہاتھ پھیڑا اور اسے ڈھیروں دعائیں دیں۔۔اس کے بعد نینا نے ان سب کو بتانا شروع کیا کہ انہوں نے کراچی کس طرح سے جانا تھا۔

اس نے انہیں بتایا کہ میکائیل ملک نے ضرور اپنے کچھ مخبروں کو اس کی اور اس کے گھر والوں کی جاسوسی کے لیے رکھا ہوگا۔۔کہ وہ کب کہاں جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔اس لیے انہیں کراچی اس طرح سے جانا تھا کہ کسی کو کان و کان خبر نہ ہو سکے۔

اور ایسا ہی ہوا۔۔وہ سب کراچی اسی طرح سے گئے کہ کسی کو بھی اس بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔۔اور اس کا سہرا نینا کے سر جاتا تھا۔۔ان کے اس طرح نہایت راز داری کے ساتھ کراچی چلے جانے کے بارے میں معلوم میکائیل کو بھی نہ ہو سکا اور یوں میکائیل کے مخبروں کی نااہلی بھی خوب واضح ہو گئی۔

ان کے چلے جانے کے بعد نینا کو بھی اس گھر میں نہیں رہنا تھا۔۔اس نے اسلام آباد میں ایک فلیٹ کچھ دنوں کے لیے کرائے پر لے لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ لاؤنج کی صفائی کر رہی تھی۔۔ صبح کا وقت تھا۔۔ دھوپ کی شدت کافی زیادہ تھی۔۔ احسن صاحب باقی سب کے ساتھ اسلام آباد سے جا چکے تھے۔۔ اس نے کچھ دیر پہلے ہی ان سے فون پر بات بھی کی تھی۔ اس نے بھی آج اپنے گھر سے چلا جانا تھا۔ لیکن اس سے پہلے وہ اپنے گھر کی صفائی کر رہی تھی۔

وہ لاؤنج میں ہوور چلا رہی تھی کہ یک دم اسے کچھ یاد آیا۔۔ اس کی یادیں واقعی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی تھیں۔

(یہ منظر سلطان اور سلطانہ کے محل کا تھا۔۔ وہ ڈرائنگ روم میں موجود تھی۔۔ افق پر سورج کی کرنوں کو سیاہ گہرے بادلوں نے گھیر لیا تھا جس کی بنا پر دن کا وقت بھی شام کے مناظر پیش کرتا۔۔ آسمان برس رہا تھا اور اس کے یوں برسنے کی آواز اس کے دل کو سکون فراہم کر رہی تھی۔

وہ ڈرائنگ روم میں ہوور چلا رہی تھی۔۔ ملازمہ کی آج چھٹی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟" لونگ روم میں داخل ہوتے ہی اس نے جب نینا کو ہوور چلاتے ہوئے دیکھا تو فوراً اس کی جانب بڑھا۔

"صفائی۔ آج ملازمہ چھٹی پر ہے۔" وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ وہ اس کے ہاتھ سے ہوور لینے لگا۔۔ اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ اس سے ہوور لینے کے بعد وہ خود لونگ روم میں ہوور چلانے لگا۔۔ اس کے چہرے پر ناسمجھی اور بے یقینی کے تاثرات میں مزید اضافہ ہوا۔ وہ شخص

ترکیے کی فوج کا "کمانڈر ان چیف" تھا اور گھر میں وہ اپنی بیوی سے ہوور لے کر خود صفائی کر رہا تھا۔۔ اسے بے حد تعجب ہوا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں۔" اسے ہوور چلاتے ہوئے دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"صفائی۔" اس نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر شانے اچکاتے ہوئے کہا۔۔ اس نے منہ بنالیا۔

"کیوں؟" سب سمجھتے ہوئے بھی اس نے پوچھا۔

"تمہاری ہیلپ کرنے کے لیے۔" جواب تراخ سے آیا۔۔ وہ زیر لب مسکرائی۔۔ اسے وہ اس وقت واقعی کوئی دیوانہ لگا تھا۔

"اوہ ہو! مجھے آپ کی ہیلپ نہیں چاہیئے۔ یہ ہوور دیں مجھے۔" وہ اس کے ہاتھ سے ہوور چھیننے لگی تو اس نے مزاحمت کی۔۔ وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"کیا آپ ایسے صفائی کرتے ہوئے اچھے لگیں گے؟" اس نے کہا تو وہ طنزیہ مسکرایا۔۔ اس کے یوں مسکرانے پر اس کا مزید منہ بن گیا۔

"تم شاید یہ بھول رہی ہو کہ رسول ﷺ اپنا ہر کام خود کرتے تھے۔ اور ان ہی کی یہ سنت ہے کہ گھر کے کاموں میں اپنی بیوی کی مدد کرا وائی جائے۔" اس نے کہا تو وہ لاجواب ہوئی۔۔ ہمیشہ کی طرح اس کی باتیں اسے یوں ہی لاجواب کر دیا کرتیں۔

"اگر کسی کو میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اچھا نہیں لگتا تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔"

وہ اب پوری طرح سے ہوور چلانے میں مصروف تھا۔۔اور وہ اسے خاموش نگاہوں سے تکتی رہی۔۔دل ہی دل میں اس نے اللہ کا کئی بار شکر کیا کہ اسے اللہ نے کس قدر خیال رکھنے والا شوہر عطا کیا۔)

اس نے دل و دماغ میں چلنے والی ساری خوبصورت یادوں کو یک دم جھٹکا۔۔اور اپنی ساری متوجہ ہوور چلانے پر کی۔

دل شکستہ تھا۔۔دل غمگیں تھا۔۔لیکن اسے اس وقت صرف "صبر" کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔۔آفتاب کی سنہری کرنیں کھڑکیوں سے گزر کر پورے کمرے میں اب پھیل چکی تھیں۔۔کمرہ کافی مختلف لگ رہا تھا۔۔سنگھار میز پر سجا سامان اٹھالیا گیا تھا۔۔صرف یہ ہی کمرہ نہیں۔۔بلکہ پورا گھر ہی بہت خالی خالی سا لگ رہا تھا۔بے شک گھر کی ساری رونق اس میں رہنے والے لوگوں کے باعث ہی ہوتی ہے۔

وہ اب اپنے کمرے کو الوادعی نگاہوں سے تک رہی تھی جب اس کے قدم لاشعوری طور پر الماری کی جانب بڑھیں۔۔

اس نے خالی سے ذہن کے ساتھ الماری کا دروازہ کھولا۔۔ایک نظر الماری کے خانوں پر ڈالی۔۔ اور پھر الماری کے سب سے اوپر والے خانے میں اس کی نظر گئی۔وہاں ایک سنہرے رنگ کا ڈبہ پڑا تھا۔۔

اس نے احتیاط کے ساتھ وہ ڈبہ نکالا اور بیڈ پر آکر بیٹھی۔

اس ڈبے کو کھولا تو اس میں نازک اور حسین چوڑیوں کے چار پانچ سیٹ پڑے تھے۔اس نے ان میں سے ایک گلابی چوڑیوں کا سیٹ نکالا اور اسے بے حد خوبصورت نگاہوں سے دیکھنے لگی۔۔ آنکھوں کی نمی میں یک دم مزید اضافہ سا ہو گیا۔

(کھڑکیاں سیاہ رنگ کے مخملی پردوں سے ڈھکی تھیں۔۔شام ڈھل رہی تھی۔۔وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی تھی۔۔ہاتھ میں گلابی رنگ کی چوڑیوں کا سیٹ لیے۔۔وہ انہیں کافی خوش دلی سے دیکھ رہی تھی۔وہ انہیں پہننے کا سوچ ہی رہی تھی کہ تب ہی کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ وہ پلٹی۔۔وہ دراز قد آدمی کمرے میں داخل ہوا اور اسے دیکھ کر ہمیشہ کی طرح مسکرایا۔

"تم انہیں پہنتی کیوں نہیں؟"اس کے قریب آتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"آپ جانتے ہیں انہیں کیا کہتے ہیں؟"اس نے ابرو اچکائے۔

"ایوت! چوڑیاں ہیں یہ۔۔ تمہارے ہاتھوں میں بہت اچھی لگتی ہیں۔"اس کے مزید قریب آتے ہوئے اس نے نرمی سے کہا۔۔وہ مسکرائی۔

"آپ نے مجھے انہیں کب پہنے ہوئے دیکھا؟"سوال فوراً پوچھا گیا۔۔آنکھوں میں شرارت کی لہریں جھلکیں۔

"جس دن ہمارا نکاح تھا نینا۔"اس نے اسے یاد دلایا۔

"اوہ ہاں!۔"اس نے جانتے ہوئے بھی انجان بننے کی کوشش کی۔

"پہنو اب انہیں۔۔ بلکہ تم چھوڑو میں ہی تمہیں یہ چوڑیاں پہنا دیتا ہوں۔۔ تمہارے تو نخرے ہی ختم نہیں ہوتے۔"وہ یہ کہتا ہوا اسے چوڑیاں پہنانے لگا۔۔وہ جانتی تھی۔۔یہ اسے چوڑیاں پہنانے کا صرف ایک بہانہ تھا۔۔ورنہ اس نے اسے نخرے کب دکھائے۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔"وہ اسے چوڑیاں پہنا رہا تھا تو اس نے اس کی بات کی نفی کرتے ہوئے کہا۔۔وہ بھی جانتا تھا کہ اس کی سلطانہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔

"ویسے آپ میری تعریف نہیں کرتے۔"یہ سن کر وہ چونکا۔۔چند لمحے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لی۔۔وہ اسے اب تک چوڑیاں پہنا چکا تھا۔۔اس کے سفید نرم اور خوبصورت ہاتھ اب گلابی رنگ کی چوڑیوں میں بے حد دل نشین لگ رہے تھے۔

"ہیرے کو اگر یہ نہ کہا جائے کہ وہ "ہیرا" ہے۔۔ یا اسے یہ نہ کہا جائے کہ وہ "خوبصورت" ہے۔۔ تو کیا ہیرا اپنی خوبصورتی کھو دیتا ہے؟ یا پھر۔۔ کیا وہ ہیرا نہیں رہتا؟" اس کی بات میں دم تھا۔۔ اس نے اسے لاجواب کر دیا تھا۔

"اچھا مجھے اب کام ہے۔۔ میں اب جا رہی ہوں۔" اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑاتے ہوئے وہ تیز قدموں کے ساتھ اس کے پہلو سے گزرتے ہوئے وہاں سے جانے لگی۔۔

لیکن اس نے اس کا ہلکے گلابی رنگ کا دوپٹہ تھام کر اسے روک لیا۔۔ وقت تھمنے لگا۔۔ ہر طرف محبت کے دلکش رنگ رقص کرنے لگیں۔۔

وہ پلٹی نہیں۔۔ اس نے بھی جانے نہیں دیا۔۔ پھر ایک نظر موڑ کر اسے دیکھا اور نفی میں مسکرا کر سر ہلا دیا۔۔ اس نے دھیرے سے دوپٹہ چھوڑ دیا اور پھر وہ کھلکھلا کر ہنسی۔ پھر وہاں سے جانے لگی۔۔ وہ جب تک چلی نہ گئی وہ اسے الفت سے بھری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔)

وہ زخمی سے انداز میں مسکرائی اور وہ گلابی رنگ کی چوڑیوں کا سیٹ اس نے ڈبے میں واپس رکھ دیا۔۔ پھر کمرے میں ارد گرد ایک اداس سی نگاہ دہرائی۔۔ نہ جانے وہ اس کمرے کو دوبارہ دیکھ پائے گی یا نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

موجودہ دن۔

رات کے گہرے سائے میں عجیب سی وحشت اور ویرانی چھائی تھی۔اسلام آباد میں اس وقت ہمیشہ کی طرح خاموشی تھی لیکن آج یہ خاموشی کچھ زیادہ ہی تھی۔۔گلیوں کوچوں میں کتوں کے بھونکنے اور ٹڈیوں کی گونجتی سیٹیاں سناٹے کا وجود چیرتیں۔۔اور پھر وہی دل دہلا دینے والی خاموشی ہر سو طاری ہو جاتی۔

وہ اس وسیع اور دلکش ڈرائنگ روم کے صوفے پر بڑے تنفر کے ساتھ بیٹھا تھا۔ساتھ ہی اسلم دونوں ہاتھ باندھے مؤدب سے انداز میں سر جھکائے کھڑا تھا۔

میکائیل جس وقت سے آیا تھا اس وقت سے خاموش رہا تھا۔۔اس کی خاموشی بہت ظالمانہ تھی۔۔وہ مسلسل لب کچل رہا تھا۔۔مٹھیاں بھینچے ہوئے بس اس کی آنکھیں لال انگارہ ہوئی پڑی تھیں۔

"اب کیا کرنا ہے میکائیل صاحب؟"ایک طویل خاموشی کے بعد اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔
"آپ جو کہیں گے وہ ہو جائے گا۔۔آپ بس حکم کریں۔"جواب نہ ملنے پر اس نے مزید کہا۔

"تم۔۔"وہ کہتا ہوا رکا۔۔تلخی سے سر جھٹکا اور پھر اپنی سرخ پڑتی نگاہوں سے اسے گھورا۔

"سوشل میڈیا کے ہر پلیٹ فارم پر۔۔اسے بدنام کر دو۔اس کے خلاف اتنی خبریں پھیلاؤ کہ وہ پچھتائے۔۔"وہ دھاڑا۔۔پیشانی پر سبز لکیریں مزید تن سی گئیں۔

"ایسی خبریں چلاؤ جس میں اس کے کردار کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہوں۔۔اسے بھی تو پتا چلے کہ میکائیل ملک سے الجھنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔"اس کے الفاظ بے حد زہریلے تھے۔

"اسے اتنا ذلیل کرو کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔"وہ پھنکارا۔

"اور۔۔"ایک وقفہ لیا۔۔طیش کے مارے اس کا سانس پھول رہا تھا۔

"جی؟"اسلم نے پوچھا۔

"اس نے ہم سے کیا گیا سودا پورا نہیں کیا۔۔اب ہماری باری ہے۔۔اس سے کیے گئے سودے کو مکمل طور پر توڑنا۔"چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ قائم ہو گئی۔

"میں سمجھ گیا۔"اسلم نے چند لمحے بعد اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کام اچھے سے ہو جانا چاہیئے۔"اس کے حکم پر اس نے سر تسلیم خم کیا۔

(اسلم سمجھ گیا تھا کہ اس کا حکم کیا تھا۔۔نینا کے خاندان والوں کے ساتھ وہ سب کرنا جس کی میکائیل نے نینا کو دھمکیاں دی تھیں۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے نہ جانے کس پہر خاموشی میں دو تین بڑی گاڑیوں کے چیختے ہوئے انجنوں کے شور نے خلل پیدا کیا۔وہ بڑی گاڑیاں اس کے گھر کے سامنے آ رکیں۔۔ایک گاڑی کا دروازہ کھٹک سے

کھلا۔۔اس میں سے وہ شخص باہر نکلا جو یہاں اس کے حکم کے مطابق یہاں بسنے والے لوگوں کے لیے تباہی و بربادی لے کر آیا تھا۔

(لیکن افسوس! انسان یہ بھول جاتا ہے کہ ہر شے کا مالک صرف اللہ ہے۔انسان سازشوں کے جال بچھاتے ہوئے یہ بھول جاتا ہے کہ ایک تدبیر انسان چل رہا ہوتا ہے اور ایک تدبیر اللہ۔اور اللہ کی تدبیر کے آگے انسان کی تدبیروں کی کوئی حیثیت نہیں۔)

وہ شخص اس گھر کے گیٹ کے قریب گیا۔۔اور پھر اس کی نظر گیٹ کے ساتھ لگے تالے کی جانب بڑھی۔۔وہ یک دم بوکھلا سا گیا۔۔وہاں کوئی نہیں تھا۔۔اس نے ارد گرد نا سمجھی اور حواس باختگی کے ساتھ نگاہیں دہرائیں۔۔چاروں طرف کوئی نہیں تھا۔۔البتہ وہاں کے دوسرے گھروں کی بتیاں رات کے اس وقت جل گئی تھیں۔۔ان کی گاڑیوں کے شور کی وجہ سے ہر کسی کے آرام و سکون میں خلل پیدا ہوا تھا۔

اسلم نے دونوں ہاتھ اپنے بالوں میں پھنسائے اور چند قدم پیچھے ہوتے ہوئے اس نے گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائی۔وہ یہاں آیا تھا اس گھر میں موجود لوگوں کی زندگی اجیرن بنانے لیکن وہ لوگ یہاں موجود ہی نہیں تھے۔۔حالانکہ اس نے اور اس کے کئی ساتھیوں نے اس گھر میں بسنے والے ہر شخص پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی اس کے باوجود وہ یہاں سے چلے گئے۔وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ

وہ میکائیل کو یہ سب کیسے بتائے گا۔۔ کیونکہ اس میں اس کی اور اس کے ساتھیوں کی نااہلی صاف واضح تھی۔

(اللہ کے حکم کے بغیر بے شک کوئی کسی کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ اگر انسان کسی مشکل سے نکلے تو اس میں لوگ اس کی مدد تو کرتے ہیں۔۔ لیکن وہ لوگ صرف "وسیلہ" ہوتے ہیں۔۔ مشکل سے نکالنے والی ذات تو اللہ کی ہے۔

نینا نے اگر اپنی ذہانت کو بروئے کار لا کر انہیں ان کے ناپاک ارادوں کو پورا کرنے میں ناکام کیا تھا تو اس میں نینا کا کوئی کمال نہیں تھا۔ اسے یہ ذہانت اللہ نے ہی بخشی تھی۔۔ یہاں تک کہ سب اللہ کا کمال ہے۔۔ انسان کا کسی کام میں کوئی کمال نہیں۔)

اس نے شکشت تسلیم کرتے ہوئے باقی دونوں گارڈیوں کو حکم دیا کہ وہ اب یہاں سے چلے جائیں۔۔ ان کے جانے کے بعد وہ خود بھی وہاں سے جانے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میکائیل کو جب معلوم ہوا کہ وہ لوگ اپنے گھر میں نہیں تھے اور اسلم ناکام واپس لوٹا۔۔ وہ اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکا۔۔ وہ حواس باختہ سا ہو گیا اور اس نے کھینچ کر ایک تھپڑ اسلم کے منہ پر رسید کیا۔۔ اسلم کا پورا وجود لرزنے لگا۔۔ وہ معافی تلافی پر آ گیا لیکن میکائیل نے اسے معاف نہ کیا۔

اسے خوب ذلیل کرنے کے بعد۔۔ خوب گالیاں دینے کے بعد۔۔اس نے اسے حکم دیا کہ وہ لوگ جہاں تھے انہیں ڈھونڈے۔۔اور اس کے ساتھ ساتھ وہ سوشل میڈیا پر اس کے خلاف خبریں پھیلانا شروع کر دے۔

وہ چاہتا تھا کہ جتنا جلدی ہو سکے نینا کو ذلت نصیب ہو۔۔ کیونکہ وہ جتنا ذلیل ہو سکتا تھا ہو چکا تھا۔۔ اب اسے اپنی عزت کی پرواہ نہیں تھی۔۔نینا کو ذلیل و خوار کرنا اب اس کا جنون بن چکا تھا۔

وہ کسی بھیڑیے کی طرح اب اس کو تباہ و برباد کرنے کے پیچھے پڑا تھا۔

وہ اب بہت آگے بڑھ چکا تھا۔۔ وہ جانتا تھا کہ نینا سے جان چھڑانا بھی اب بہت ضروری ہو گیا تھا اس کے لیے۔۔اسی لیے ارادے اس کے یہی تھے کہ نینا کو ذلیل و رسوا کرنے کے بعد وہ اسے منظر عام سے غائب کر دے گا۔۔عارضی طور پر نہیں۔۔ہمیشہ کے لیے۔

اور اس بارے میں نینا کو بھی معلوم تھا۔۔ کہ اب میکائیل کے پاس اسے راستے سے ہٹانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ انسان کی زندگی اور موت صرف اور صرف **"اللہ"** کے ہاتھ میں ہے۔

میکائیل یہ جانتے ہوئے بھی کہ نینا موت سے نہیں ڈرتی۔۔اس کے باوجود اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ اب اپنے ہی قول سے منہ پھیر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اب نہ لہکے گی کسی شاخ پہ پھولوں کی حنا

فصل گل آئے گی نمرود کے انگار لیے

فلیٹ کے اس کمرے میں صرف ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جس پر ایک پتلا سا پردہ لٹکا تھا۔۔ سورج کے تیور آج خوب برہم تھے۔۔روشنی کمرے میں ہر سو رقص کر رہی تھی۔اس کی آنکھ کھلی۔۔وہ اس چھوٹے سے سنگل بیڈ پر لیٹی تھی۔۔آنکھیں رگڑتی وہ اس بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی۔

اس نے موبائل آن رکھا تھا مگر سائلنٹ پر کیا ہوا تھا۔ایک نظر موبائل کی جانب بڑھی جو تکیے کے ساتھ پڑا تھا۔۔اس نے فوراً موبائل اٹھایا اور اسکرین روشن کی۔۔میسجز کی تعداد آج عام طور پر زیادہ نہیں۔۔بہت زیادہ تھی۔

وہ جانتی تھی کہ میکائیل کے انٹرویو کے بعد ضرور بہت سے لوگ اس سے ملاقات کرنا چاہیں گے۔۔اس سے سوال کرنا چاہیں گے۔۔کہ آخر اسے میکائیل ملک اور راجیش سے متعلق وہ وڈیو اور کال ریکارڈنگ کہاں سے ملی۔

لیکن حیرت اسے تب ہوئی کہ جب ان خبروں کے ساتھ ساتھ اس میں ایک اور خبر بھی شامل تھی۔۔ بلکہ ایک نہیں بہت سی خبریں۔

وہ سب خبریں اس کے متعلق تھی۔۔ جس میں صرف اور صرف اس کی کردار کشی کی جارہی تھی۔ وہ یک دم بستر سے اٹھی۔۔ وہ جانتی تھی کہ میکائیل ایسی اوچھی حرکتیں کرے گا لیکن اپنے بارے میں یوں غلیظ اور گھٹیا خبریں دیکھ کر اس کا سانس بند ہونے لگا۔

اس کی ذات پر اس قدر تہمتیں لگائی جارہی تھیں کہ اس کی آنکھیں یک دم بھیگ سی گئیں۔ وہ بیڈ پر ڈھے سی گئی۔

اسے لگا تھا کہ اگر کبھی اس کے بارے میں ایسی خبریں پھیلائی گئیں تو وہ ان کو سہہ لے گی کیونکہ ان میں کوئی سچائی نہیں ہوتی۔۔ لیکن اپنے کردار کے بارے میں ان خبروں کو پڑھ کر اور اس کے بعد ان خبروں کے نیچے لوگوں کے کامنٹس پڑھ کر وہ حواس باختہ ہوگئی۔

وہ صحافی جو کبھی اس کی ذہانت اور قابلیت کا لوہا مانتے وہ بھی اس کی کردار کشی والی خبروں کو مزید اچھال رہے تھے۔۔ جس سے صاف واضح ہو رہا تھا کہ وہ صرف اس کے اچھے وقت میں اس کے ساتھ تھے۔

وہ لوگ جن کے دلوں میں نینا کے لیے کینہ اور عداوت تھی ان کو موقع مل گیا تھا کہ اب نینا کے خلاف ایک محاذ کھڑا کریں۔

اسے ان سب کے دوران وہ کامنٹس اور لوگوں کے وہ بیانات جو اس کے حق میں تھے وہ سب کوئی خوشی۔۔راحت۔۔ تسلی نہیں دے رہے تھے اور نہ ہی وہ حوصلہ افزا کامنٹس اور بیانات اس کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔

وہ جانتی تھی کہ اب تک احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ۔۔ علی اور اریحہ ان سب خبروں کے بارے میں آگاہ ہو گئے ہوں گے۔۔اور اگر انہیں ان خبروں کے بارے میں ابھی معلوم نہیں بھی ہوا تو جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔

وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے یک دم دل برداشتہ ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔۔ کسی بھی عورت کے کردار پر جب تہمتیں لگائی جائیں تو یہ اس کے لیے تکلیف دہ نہیں۔۔بے حد تکلیف دہ ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شام کے گہرے سائے ڈھل رہے تھے۔۔ کمرے میں بتیاں جل تو رہی تھیں لیکن پھر بھی ہر سو ایک عجیب سا اندھیرا پھیلا تھا جو اس کے دل کی کیفیت کی عکاسی کر رہا تھا۔

اس نے صبح سے کھانے میں کچھ نہیں کھایا تھا۔۔ کیا وقت آ گیا تھا۔۔ کوئی اس کے پاس نہیں تھا جو اس سے پوچھے کہ اس نے کھانا کھایا یا نہیں۔۔ وہ اپنے آپ کو بالکل تنہا محسوس کر رہی تھی۔

سامنے دیوار پر لگے ایک معمولی سے شیشے میں اس کا عکس نظر آرہا تھا۔۔وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔۔گھٹنوں پر سر جھکائے۔۔گھٹ گھٹ کر سسک رہی تھی۔۔موبائل بند پڑا تھا۔۔وہ اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اچانک اس شیشے میں ایک وجود قائم ہونے لگا۔۔بڑی سیاہ آنکھیں اور لمبے بال۔۔سفید رنگت۔۔گلابی گال۔۔وہ نینا احسن ہی تھی۔۔لیکن اس کی آنکھوں میں کچھ عجیب سا تھا۔۔ایک ویرانی۔۔اور چہرے پر ایک عجیب سی شاطر مسکان بکھری تھی۔

"تمہیں کس بات کا افسوس ہو رہا ہے؟" شیشے میں موجود اس وجود نے بڑے تنفر سے پوچھا۔

اس کی آواز سن کر اس نے یک دم سر اٹھا کر ارد گرد دیکھا۔۔اور پھر اس کی نظر شیشے میں موجود اس وجود کی جانب گئی جو اسے تمسخر بھری نگاہوں سے تک رہا تھا۔

"ہاں؟" اس وجود نے پھر پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" لب کاٹتے ہوئے نینا نے سر جھٹک کر کہا۔

"نہیں! یہ تو تم غلط کہہ رہی ہو۔" وہ وجود مسکرایا۔

"تو پھر؟ حقیقت کیا ہے؟" اس نے حقیقت جاننے کی کوشش کی۔۔وہ یہ بھول بیٹھی تھی کہ وہ جس سے حقیقت پوچھ رہی تھی وہ انسان کو صرف فریب میں ہی مبتلا کرتا ہے۔

(نینا نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھیں دونوں ہاتھوں کی پشت سے رگڑیں اور پھر بیڈ سے تھوڑا آگے کو ہو کر بیٹھی۔)

"تمہیں تکلیف اس بات کی ہو رہی ہے کہ وہ لوگ۔۔بلکہ کیا کہتے ہیں انہیں؟"اس نے تھوڑا سوچا۔

"تمہارے فینز۔۔ہاں تمہارے فینز تمہیں چھوڑ کر چلے گئے۔۔تمہارے خلاف ہو گئے۔۔ ہے نا!۔"اس وجود نے سر جھٹکا۔۔لہجہ نہایت تلخ تھا۔

"ن۔۔نہیں۔"وہ آگے کو لپکی اور نفی میں ہاتھ ہلاتے ہوئے جیسے اسے مزید بولنے سے روکا تھا۔

"شش!میری سنو۔"اس نے شہادت کی انگلی اپنے لبوں پر رکھتے ہوئے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔۔وہ خاموش رہی۔

"تمہیں تکلیف اس لیے ہو رہی ہے کیونکہ وہ سب چینلز جہاں پر صرف تمہاری تعریفوں کے پل باندھے جاتے تھے۔۔ان سب چینلز پر اب تمہاری کردار کشی کی جا رہی ہے۔"نینا کا سانس پھولنے لگا تھا۔۔دل میں گھٹن مزید بڑھنے لگی۔

"تمہارے مخالفین کو موقع مل گیا ہے کہ تمہارے خلاف ہر طرح کی بات کریں۔"اور ہر طرح کی بات کا مطلب وہ اچھے سے سمجھتی تھی۔

"تمہیں سب لوگ چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ تم نے اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو بھی خود سے دور کر دیا۔۔ انہوں نے بھی تو نیوز میں ہر جگہ تمہاری بدنامی کی خبریں دیکھ ہی لی ہوں گی۔ کیا وہ اب تم سے کوئی تعلق رکھنا چاہیں گے؟" یہ الفاظ اس کے دل کی بکھری ہوئی کرچیوں کو مزید چور چور کر رہے تھے۔ وہ ساکت سی اسے سنی جا رہی تھی۔

"کیا تمہارا شوہر۔۔ براق۔۔ تم سے اب بات بھی کرنا چاہے گا؟" اور پھر اس وجود کے قہقہے پورے کمرے میں گونجنے لگیں۔

"بس کر دو۔۔ پلیز۔" اس نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھتے ہوئے آنکھیں موندیں۔

"تم بدنام ہو گئی ہو نینا! بلکہ تم تو بدنام ہو چکی ہو۔" آواز پہلے سے آہستہ تھی۔۔ لیکن لہجے میں تلخی ابھی تک موجود تھی۔

"دیکھو یہ صلہ ملا ہے تمہیں حق کا ساتھ دینے کا۔" اور پھر اس نے آنکھیں کھولیں۔۔ اور بے یقینی اور زخمی سی نگاہوں سے شیشے میں وجود اس فریب کو دیکھا۔۔ وہ اس سے یہ سب نہیں سننا چاہتی تھی۔۔ لیکن وہ وجود یہی سب کہہ سکتا تھا۔۔ کیونکہ وہ تھا ہی انسان کا ابدی دشمن۔۔ جو اسے صرف اندھیرے کی وادیوں میں ڈبونا چاہتا تھا۔

"بہت کہتی تھی نا۔۔ کہ میں حق کے لیے لڑوں گی۔۔ باطل کا سر نیچا کروں گی۔ اور اب دیکھو کیا ہوا تمہارے ساتھ!۔" وہ بت بنی اسے سنی جا رہی تھی۔

"تم تو جانتی ہو کہ ہمارے ملک کا کیا دستور ہے؟ اگر کسی عورت کے کردار پر کوئی بھی بات کی جائے تو لوگ یہ تحقیق کرنے کی بجائے کہ آیا وہ خبر سچ ہے یا نہیں۔۔ بس عورت کے کردار پر مزید باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔" پھر کمرے میں چند لمحوں کا سناٹا چھا گیا۔

(اس کی سیاہ آنکھوں میں سے پھر ایک سیلاب نمودار ہو گیا۔۔ وہ اب دوبارہ سسک رہی تھی اور وہ وجود اسے یوں سسکتا ہوا دیکھ کر مسلسل مسکرا رہا تھا۔)

"آخر کیا پایا تم نے؟" آواز بلند تھی۔

"کچھ بھی نہیں۔" لہجہ دھیما تھا۔

"تمہیں کیا لگا تھا کہ۔۔ میکائیل کے خلاف بات کرنے کے بعد اگر وہ تمہارے بارے میں غلط خبریں پھیلائے گا تو اس سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا؟ یا تمہارے فینز بھی ان خبروں پر یقین نہیں کریں گے؟" یہ سوال سن کر اس نے سوچا۔۔ ہاں وہ یہ ہی سمجھتی تھی۔۔ اسے لگا تھا کہ اسے ان خبروں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔۔ اور نہ ہی ان لوگوں کو جو اسے چاہتے تھے۔۔ لیکن اب اسے ان سب خبروں سے صرف فرق ہی نہیں بہت تکلیف بھی پہنچ رہی تھی۔

"اور کیا۔۔ تمہارے گھر والے۔۔ تمہارا شوہر۔۔ وہ بھی ان خبروں پر یقین نہیں کریں گے؟"

"افسوس! کہ تم نے خوش فہمیاں پال رکھی تھیں۔"

"تمہارا ساتھ تو کسی نے نہیں دیا۔اور ہاں !۔۔ایک اور بات۔"اس وجود کی بڑی سیاہ آنکھوں میں عجیب سی چمک امڈ آئی۔

"کیا؟"اس نے بکھرے بکھرے سے انداز میں پوچھا۔

"تم ایسے کیوں ہنس رہی ہو؟"اس وجود کو یک دم فاتحانہ سے انداز میں مسکراتا ہوا دیکھ کر اس نے پوچھا۔۔وہ اس کے یوں مسکرانے کی وجہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"کیا تمہیں اللہ نے بھی نہیں بچایا؟ تمہیں تو اللہ پر بہت یقین ہے نا! تو پھر اس نے تمہارے ساتھ یہ سب کیوں ہونے دیا؟"یہ سوال سنا تو اس کا دل یک دم زور سے دھڑکا۔۔اور پھر اسے لگا کہ اس کے گلے میں کسی نے ایک پھندا ڈال دیا ہو۔

"خاموش ہو جاؤ۔۔مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔"اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے گھٹ گھٹ کر کہا۔۔دل میں تکلیف کی شدت اب بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔

(وہ وجود یعنی "شیطان" جو انسان کا ابدی دشمن ہے۔۔وہ اسے فریب میں مبتلا کر رہا تھا۔اسے ناامید اور مایوس کر رہا تھا۔۔اور یہی اس کا کام ہے۔

وہ شیطان اسے ناامید اور مایوس کر رہا تھا "اللہ" سے۔۔وہ اللہ جو ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔)

"تم جانتی ہو تمہیں صرف اور صرف **"ذلت"** ملی ہے۔۔تم تو رسوا ہو گئی ہو۔"

"نینا احسن رسوا ہو گئی ہے۔"

"ابھی بھی وقت ہے۔۔ سوچ لو۔ میکائیل ملک سے جا کر معافی مانگ لو۔ وہ تمہیں معاف کر دے گا۔ ساتھ ہی وہ جو کچھ کہے وہ مان لینا۔ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔" اس نے سرخ اور سوجھی ہوئی آنکھوں سے شیشے میں موجود اس وجود کو زخمی سے انداز میں دیکھا اور پھر بیڈ سے اٹھی۔۔ کچھ قدم اس شیشے کی جانب دہرائے۔

(اور اب وہ شیطان اسے "صراط مستقیم" سے ہٹا کر "غافل راہوں" کے انتخاب کرنے کی ترغیب دے رہا تھا۔)

"میکائیل ملک تمہیں تمہارا کھویا ہوا مقام واپس دلا سکتا ہے۔۔ اور صرف یہی نہیں۔۔ وہ تمہیں شہرت۔۔ دولت۔۔ سب دے سکتا ہے۔" نینا اس شیشے کے مزید قریب بڑھی۔۔ دل کی دھڑکنیں بہت تیز تھیں۔۔ اس کا حلیہ کافی رف سا تھا۔۔ وہ کھوئی کھوئی سی بکھری بکھری سی لگ رہی تھی۔

(غافل راہ۔۔ وہ راہ جس کو اپنا کر انسان "اللہ" کو اور "خود" کو بھلا دیتا ہے۔۔ وہ اندھیرے کے سائے میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔۔ اور وہ اندھیرے کے سائے وقت کے ساتھ ساتھ گہرے نہیں۔۔ بے حد گہرے ہوتے جاتے ہیں۔۔ اور پھر وہ انسان شیشے کی ٹوٹی ہوئی کرچیوں کی مانند بکھر جاتا ہے۔)

(لیکن!

کیا بکھرا ہوا دل کبھی جڑ نہیں سکتا؟

اور بکھرے ہوئے دل کو آخر جوڑتا کون ہے؟)

"پلیز۔۔خاموش ہو جاؤ۔۔پلیز۔۔میں التجا کرتی ہوں۔" وہ منت پر اتر آئی۔۔لیکن وہ وجود زہریلے الفاظ زبان سے نکالتا رہا۔

"مجھے خاموش کروا لینے سے تم حقیقت سے منہ نہیں موڑ سکتی۔اور نہ ہی میرے خاموش ہو جانے سے دنیا والوں کی زبانیں بند ہوں گی۔" اس کی آواز بلند تھی۔۔بے حد بلند۔۔یہاں تک کہ اس کے کانوں میں عجیب سی درد شروع ہو گئی۔

"پلیز! میں مزید نہیں سن سکتی۔" اس نے دونوں ہاتھ کانوں پر ٹکائے اور زور سے چلائی۔۔لیکن اس وجود کے بھیانک قہقہوں کی آواز اس کے کانوں میں اب تک آ رہی تھی۔۔اس وجود کے قہقہے تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

اور پھر اس سامنے رکھی چھوٹی سی میز پر سے ایک پھولوں کا ایک چھوٹا سا گلدان اٹھایا۔۔اور وہ گلدان اس نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اس شیشے پر دے مارا۔۔شیشہ ٹوٹنے کی دل دہلا دینے والی آواز پورے کمرے میں گونجی۔۔وہ شیشہ بکھر گیا۔۔ریزہ ریزہ ہو گیا۔۔بالکل اسی کی طرح۔

لیکن اس شیشے میں موجود وہ وجود صرف اس شیشے سے غائب ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات چھائی تو ہر اک درد کے دھارے چھوٹے

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔۔ ہر طرف عجیب سی خاموشی چھائی تھی۔۔ وہ اس فلیٹ کے کمرے میں تھی۔۔ کمرے کی سب بتیاں بجھی ہوئی تھیں بس ایک چھوٹا سا بلب جل رہا تھا جس کی سفید روشنی اب زرد سی معلوم ہوتی۔

کمرے کی کھڑکیاں پردوں کے شکنجے میں قید تھیں۔۔ وہ بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔۔ آنکھیں برس برس کر سوجھی ہوئی تھیں۔۔ اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔۔ بھوک کہیں دور بھاگ گئی تھی اور نیند بھی کہیں کوسوں دور چلی گئی تھی اس سے۔

اس وقت اس کے ذہن میں ایک طوفان چل رہا تھا۔۔ اس نے آج سارا دن کسی سے فون پر بات نہیں کی تھی۔۔ موبائل صبح سے بند پڑا تھا۔

دل میں جہاں بہت سے اندیشوں۔۔ وسوسوں۔۔ اور اوہام کا بسیرا تھا وہیں اس کے دل میں اس کی یادیں بھی بار بار امڈ رہی تھیں۔

(وہ گھر دیر سے آیا تھا۔۔رات کے گہرے اور تاریک سائے ہر طرف پھیلے تھے۔۔موسم میں خنکی کی لہریں ہر سو قائم تھیں۔وہ گھر آیا اور سیدھا لونگ روم میں گیا۔اس کے آتے ہی نینا نے اس کا ہمیشہ کی طرح خوش دلی سے استقبال کیا اور پھر اس کے لیے ٹھنڈے پانی کا گلاس لے کر آئی۔ گلاس سامنے موجود سینٹر ٹیبل پر رکھا اور کسی کام سے لونگ روم سے باہر نکلی۔

اس کے جانے کے بعد براق نے سینٹر ٹیبل پر سے پانی کا گلاس اٹھایا اور دل ہی دل میں اللہ کا بہت شکر ادا کیا۔۔اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اسے اتنا خیال کرنے والی شریک حیات ملے گی۔

"کیسا دن گزرا؟" کچھ ہی لمحوں بعد وہ لونگ روم میں واپس لوٹی۔

"ویسے ہی جیسے ہمیشہ گزرتا ہے۔" اس نے قدرے بے زاری سے کہا۔۔وہ مسکرائی۔

"کھانا لگاؤں؟" وہ جوتے اتار کر صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا تو اس نے پوچھا۔

"میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔"

"اوہ! ٹھیک ہے۔" وہ یہ کہتے ہوئے سینٹر ٹیبل کی جانب بڑھی۔۔شیشے کا خالی گلاس اٹھایا اور رخ موڑ لیا۔

"تم نے کھانا کھایا؟" براق کے سوال پر اس نے آنکھیں میچ لیں۔۔یوں کہ وہ اسی سوال سے بچنا چاہ رہی ہو۔

"مجھے لگا تھا کہ شاید آپ نے گھر پر کھانا کھانا ہے۔" اس نے رخ موڑ کر شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمہیں میسج کر دیا تھا کہ میں آج لیٹ ہو جاؤں گا۔" اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے میسج دیکھا نہیں۔" اسے یک دم یاد آیا۔

اب کی بار براق خاموش ہو گیا اور اس نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔۔نینا نے نظریں جھکا لیں ۔۔چہرہ ہمیشہ کی طرح سرخ ہونے لگا۔

"ایسے مت کیا کرو نینا۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"آئندہ خیال رکھوں گی۔" جواب فوراً دیا گیا۔

"اب کھانا لگاؤ اور کھاؤ۔ جب تک تم کھانا نہیں کھاؤ گی میں ڈائننگ روم میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔" وہ یہ کہتا ہوا صوفے سے اٹھا۔

"میں تھوڑی دیر تک کھانا کھاتی ہوں۔" اس نے ہمیشہ کی طرح نخرے دکھائے۔

"رات کے گیارہ بج رہے ہیں۔" اس نے دیوار پر لٹکی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے اسے باور کروایا۔

"اچھا! میں کھانا لگاتی ہوں۔" وہ یہ کہتے ہوئے رخ موڑنے ہی لگی تھی کہ براق نے اس کا ہاتھ نرمی سے تھام لیا۔

"نینا! اگر میں لیٹ ہو جایا کروں تو کھانا کھالیا کرو۔ چاہے میرے لیٹ ہو جانے کا میسج تمہیں آئے یا نہ آئے۔ ٹھیک ہے؟" اس نے اب کی بار اس کے کندھوں پر نرمی سے اپنی گرفت جماتے ہوئے کہا۔۔اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"مجھے ایسے بالکل اچھا نہیں لگتا کہ میری بیوی میری وجہ سے بھوکی رہے۔" وہ یہ سن کر خاموش رہی۔۔دل میں اللہ کا کئی بار شکر کیا کہ اسے اللہ نے اتنا خیال رکھنے والے شخص کی بیوی بنایا۔)

وہ خوبصورت اور حسین یادوں کے شکنجے سے باہر نکلی۔آنکھیں کب برسنا شروع ہوئیں اسے اندازہ ہی نہیں ہو سکا۔۔اس کے گال بھیگ چکے تھے۔

ایک گہری سانس لے کر اس نے تکیے کے ساتھ رکھا موبائل اٹھایا۔۔بے دلی کے ساتھ اس نے موبائل کو آن کیا۔اسکرین روشن ہوئی۔۔

اس کی روشنی نینا کی سرخ پڑی آنکھوں میں چبی تھی۔اس نے کال لاگ چیک کرنا چاہا لیکن تب ہی موبائل کی اسکرین پر وہ نام اور نمبر چمکا۔

"براق کالنگ۔" یہ نام پڑھ کر اس کے ہاتھ یک دم کپکپائے تھے۔۔دل کی دوڑ تیز ہو گئی۔۔
چہرے پر ناسمجھی کی کئی لہریں امڈ آئیں۔

فون کی رنگ ابھی تک جاری تھی۔۔اور پھر اس نے ناچاہتے ہوئے بھی فون پک کر لیا۔

(اگر براق اسے ابھی کال کر رہا تھا تو اسے یہی لگا تھا کہ وہ نہیں جانتا ہو گا ان خبروں کے بارے میں جس میں نینا کی کردار کشی کی جا رہی تھی۔۔اسے یہی لگا تھا کہ ان خبروں کو پڑھنے کے بعد براق اسے کال تو کیا میسج کرنا بھی نہیں پسند کرے گا۔

اور تو اور۔۔اسے اس بات کا بھی احساس ہو گیا تھا کہ اس کے ادھر اپنے ہی کئی مسئلے تھے۔۔ادھر کے مسائل کے بارے میں معلوم کرنے کا اس کے پاس وقت ہی کہاں ہو گا۔)

فون پک کرنے کے بعد دوسری جانب سے معمول کے مطابق حال چال پوچھا گیا۔۔اس نے بھی خود کو سنبھالتے ہوئے ہر بات کا جواب معمولی سے انداز میں دیا۔

پھر ایک طویل خاموشی چھا گئی۔۔سلطان اور سلطانہ ایک دوسرے سے کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئے۔۔یہ ہی الفت کی زبان ہے جو الفاظ کی محتاج نہیں ہوتی۔

"براق! لوگ کیوں چھوڑ جاتے ہیں؟" سلطانہ نے خاموشی توڑ ڈالی۔

"اور۔۔آخر لوگ آپ کا اعتماد کیوں توڑ دیتے ہیں؟" اس نے مزید پوچھا۔

دوسری جانب براق یہ سن کر زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرایا۔۔اس کی نیلی آنکھوں میں ایک خاص چمک اُمڈ آئی۔

"کیونکہ یہ دنیا پرفیکٹ نہیں ہے۔اور اگر یہ دنیا پرفیکٹ ہوتی تو اگلا جہاں کیا کہلاتا؟" جواب ہمیشہ کی

طرح گہرے انداز۔۔نرم لہجے میں دیا گیا۔اس کے یہ الفاظ تابناک دھاگوں کی مانند ابھر رہے تھے جو تاریکی کو روشنی میں بدلتے۔

"تم جانتی ہو اللہ قرآن میں کیا فرماتا ہے؟" اس کے سوال پر اس نے چند لمحے سوچا اور پھر کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔

"کہ ہر مشکل کے۔۔"اس نے مزید سوچا۔

"ہر مشکل کے بعد آسانی ہے؟"اور پھر بات مکمل کی۔دوسری جانب سے سلطان نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔اللہ فرماتا ہے کہ "ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔" اور یہ سن کر وہ خاموش ہو گئی۔۔یہ الفاظ اس کے انتہائی ویران دل میں امید اور اس کی زخمی روح کو شفا بخش رہے تھے۔اور بے شک شفا بخشنے والی ذات اللہ ہی کی ہے۔

"مطلب یہ کہ۔۔اگر آپ پر ایک مشکل آئی ہے۔۔تو اس کے ساتھ آسانی بھی آئے گی۔یہ ہی اس دنیا کا اصول ہے۔۔یہاں پر کچھ پرفیکٹ نہیں۔۔نہ سب کچھ ٹھیک ہے۔۔اور نہ سب کچھ غلط۔اگر کہیں آپ کے ساتھ کچھ غلط ہو رہا ہے۔۔تو کچھ اچھا بھی ضرور ہو گا۔" اس نے نرم لہجے میں اپنی بات مکمل کی۔وہ اس کے الفاظ سحر زدہ سی ہو کر سن رہی تھی۔

"کیا وہ لوگ جو آپ کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔۔وہ کبھی واپس لوٹ کر آتے ہیں؟" سوال پوچھا گیا تو اس کی پہلے سے نم آنکھیں مزید نم ہو گئیں۔

"کیوں نہیں۔۔" اس نے چند لمحے کا وقفہ لیا۔

"کیا حضرت یوسفؑ اپنے والد حضرت یعقوبؑ کے پاس نہیں لوٹے تھے؟ کیا حضرت موسیٰؑ اپنی والدہ کے پاس واپس نہیں لوٹے تھے؟" روشن ستاروں کی مانند یہ الفاظ اس کی بکھری ہوئی روح کو سمیٹ رہے تھے۔

"کیا حضرت ہاجرہ واپس نہیں آئی تھیں حضرت ابراہیمؑ کے پاس؟" یہ الفاظ تاریک راتوں میں رہنمائی کرنے والے چراغ کی مانند تھے۔

"اور۔۔کیا حضرت ایوبؑ کو اولاد۔۔صحت۔۔اور دولت واپس نہیں ملی تھی؟" اس نے اب اپنی بات مکمل کی اور وہ اب اس کے اگلے سوال کو سننے کا منتظر تھا۔وہ جانتا تھا کہ دوسری جانب اس کی آنکھیں برس رہی تھیں۔۔اور ایسا ہی تھا۔۔اس کی آنکھوں میں سے متواتر آنسو بہہ رہے تھے۔

"ایک بات کہوں؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تمہیں پوچھنے کی ضرورت ہے؟" جواب ہمیشہ کی طرح دوستانہ اور الفت سے بھرے انداز میں پوچھا گیا۔

"میں نے اپنے دل میں اس دنیا کی محبت کو کبھی نہیں آنے دیا۔تو پھر۔۔" وہ رکی۔۔آنسو ضبط

کیے۔۔لیکن اس کی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی سلطان سلطانہ کی حالت سے واقف ہو چکا تھا۔

"میرا دل کیوں ٹوٹا؟"اس کے انداز میں بہت کچھ تھا۔

"تمہارے حساب سے دنیا کی محبت کیا ہے؟"سوال کافی غیر متوقع تھا۔

"ام۔۔جیسے۔۔دولت۔۔اور۔۔شہرت سے محبت کرنا۔ان کی خواہش دل میں رکھنا۔یہ ہی تو ہے دنیا کی محبت۔"اس نے شانے اچکائے اور سوچ سوچ کر جواب دیا۔

"اوت!لیکن دنیا کی محبت میں صرف یہ چیزیں شامل نہیں۔"دوسری جانب سے فوراً کہا گیا۔

"تو پھر اور کیا شامل ہے؟"اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"اس دنیا کے لوگ۔۔یہاں کی یادیں۔۔لوگوں سے ملنی والی محبت۔۔مقام۔۔گزارے گئے لمحات۔۔ان سب سے محبت دنیا کی محبت میں ہی شامل ہے۔"اور اس کے ان الفاظ نے اسے یک دم بالکل گنگ کر دیا تھا۔وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیا کہے۔

("کیا میرا دل اس لیے ٹوٹا ہے کہ میرے دل میں دنیا کی محبت آ گئی تھی؟"

سوال ایک نہیں کئی بار اس کے ذہن میں آیا۔۔وہ اپنا مسئلہ سمجھ رہی تھی۔۔اور وہ اب یہ بھی جانتی تھی کہ اسے اب کیا کرنا ہے۔)

"میں فون رکھتی ہوں۔"اس نے فون رکھتے ہوئے کہا۔۔اس نے بھی یہ سن کر فون رکھ دیا۔

دوسری جانب سے براق نے موبائل کی اسکرین پر ایک نظر دہرائی۔۔وہاں اب ایک ویب سائٹ کھلی تھی۔۔

کچھ ہی لمحے پہلے اس اسکرین پر اس کا نام روشن تھا۔۔لیکن اب بھی اسی کا نام روشن تھا یہاں۔یہ وہ ویب سائٹ تھی جس میں وہ خبر روشن تھی جس کا نینا کو ڈر تھا۔۔

ڈر تھا کہ کہیں براق یہ خبر پڑھ نہ لے۔۔لیکن وہ کیا جانے کہ براق نے وہ خبر کب کی پڑھ لی تھی۔

ان خبروں کو دیکھ کر وہ زیر لب اداسی سے مسکرایا۔

"ہمت مت ہار نا نینا! اللہ حق پر چلنے والوں کے ساتھ ہے۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر12

"ہوائیں دستبردار"

جب کچھ نہ ہوے تو کہے کاش ہوے

جب سب ہوے تو کہے کاش نہ ہوے

یونہی اسماعیل سے ابراہیم دستبردار نہ ہوے

اصل پانے کے لیے "چاہ" سے دستبردار ہونا ہوے

ہوے جو دستبردار پالے خدا

ہوے جو دستبردار پالے خدا

اور مل جاوے اسے واپس اپنی چاہ

اور مل جاوے اسے واپس اپنی چاہ

(بقلم نگاہ راحیل)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات گہری ہو چکی تھی۔۔آسمان پر چاند اب ہلکا ہلکا سا دکھائی دیتا۔

فلیٹ کے اس کمرے میں ہر سو خاموشی چھائی تھی۔۔ تمام بتیاں جلی تھیں۔۔ ہر طرف سفید سی روشنی پھیلی تھی۔

وہ اس وقت ایک لمبے سے ریشمی فراک میں ملبوس تھی۔۔ سر اور کندھوں کو دوپٹے سے ڈھکا ہوا تھا۔۔ بیڈ پر بیٹھی اس نے اپنے سامنے قرآن پاک کو رحل میں رکھا ہوا تھا۔۔ نم سی سیاہ آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔

وہ قرآن پاک کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھتی رہتی تھی۔۔ اور آج بھی وہ قرآن پاک کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھ رہی تھی۔۔ بالکل شروع سے۔

پہلے اس نے تعوذ پڑھا۔۔ اس کے بعد اس نے اس کی تفسیر پڑھی۔ آج کچھ مختلف ہوا۔ وہ تعوذ کی تفسیر کئی مرتبہ پڑھ چکی تھی۔۔ لیکن آج وہ ایک جگہ آکر رک گئی۔

اسے یاد تھا۔۔ جب اس نے پہلی مرتبہ قرآن پاک کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھنا شروع کیا تھا۔۔ تب اس نے تعوذ کی تفسیر میں کچھ ایسا پڑھا تھا جس کا جواب اسے آج تک نہیں مل سکا تھا۔

("شیطان سے پناہ کے معنی ہیں شیطان سے حفاظت۔ چونکہ شیطان غیر محسوس طور پر انسان کی فکر پر اثر انداز ہوتا ہے اس لیے اس سے پناہ مانگی جاتی ہے۔")

وہ کافی متوجہ ہو کر تفسیر پڑھ رہی تھی اور اسی دوران اس کے ذہن کے پردوں پر ایک سوال ابھرا۔

" آخر اس کا کیا مطلب ہوا کہ شیطان انسان کی فکر پر غیر محسوس طور پر اثر انداز ہوتا ہے؟ ")

آج اسے اس سوال کا جواب مل رہا تھا۔اس نے کہیں پڑھا تھا کہ شیطان انسان کو ہر وقت بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔اگر ایک طریقے سے نہ بہکا پائے تو وہ مزید حربے آزماتا ہے انسان کو بہکانے اور گمراہ کرنے کے لیے۔ کبھی کبھی انسان سمجھ نہیں پاتا کہ اسے شیطان کس طریقے سے گمراہ کر رہا ہے۔۔لیکن اس کے جال سے نکلا جا سکتا ہے۔

اور اس جال سے نکلنے کا طریقہ صرف یہی ہے کہ انسان اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لے۔۔ ہر وقت اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرتا رہے۔

نینا نے ابرو اچکائے۔۔اسے سمجھ آگئی تھی کہ اس کے اوپر اللہ نے جو آزمائش ڈالی تھی اس پر شیطان اسے کس طرح سے گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔اس کے دل میں مایوسی۔۔ افسردگی۔۔شرمندگی۔۔اور نہ جانے کس کس منفی جذبے کو ڈال کر۔۔وہ اسے مایوس اور گمراہ کر رہا تھا۔

اس نے پہلے جب بھی کبھی قرآن پاک کی تفسیر میں شیطان کا انسان کی فکر پر غیر محسوس طور پر اثر انداز ہونے کے بارے میں پڑھا تھا۔۔تو وہ کبھی اس بارے میں ٹھیک سے نہیں سمجھ پائی تھی۔۔

یہ سوال ہمیشہ اس کے ذہن میں آتا کہ آخر شیطان انسان کی فکر پر غیر محسوس طور پر اثر انداز کیسے ہوتا ہے؟

اور آج اسے اپنے اس سوال کا جواب مل گیا تھا۔

اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔۔دل اب پہلے سے کچھ کم بھاری تھا۔اس نے موبائل کی پاور آف کر رکھی تھی۔۔ سنگل بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر اس کا موبائل پڑا تھا۔

اس نے براق سے فون پر بات کرنے کے بعد کال لاگ چیک کیا تھا۔۔احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ کی کوئی کال نہیں آئی ہوئی تھی۔ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ انہیں نینا سے متعلق خبروں کے بارے میں معلوم نہ ہوا ہو۔یقیناً احسن صاحب اس سے ناراض نہیں۔۔بہت ناراض ہوں گے۔۔اور تو اور انہوں نے ہی حلیمہ صاحبہ کو بھی منع کیا ہو گا اسے کال کرنے سے۔

وہ اب سورۃ الفاتحہ کا تعارف پڑھ رہی تھی۔صفحے پر تحریر کردہ سطور پر انگلی پھیرتے ہوئے وہ زیر لب وہ الفاظ پڑھ رہی تھی جو اس صفحے پر تحریر تھے۔

اس کے لب یک دم آپس میں جڑے۔۔وہ چند لمحے کے لیے صفحے پر لکھی ان دو سطور کو دیکھنے لگی۔

(باہر اب ہلکی ہلکی سی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔اگست کا پہلا ہفتہ چل رہا تھا۔موسم میں خنکی تو بالکل بھی شامل نہ تھی۔۔لیکن پھر بھی آج اس وقت ٹھنڈی ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے فضا میں رقص کر رہے تھے۔

کمرے کی کھڑکی پر گرے پردے ہلکی سی ٹھنڈی ہوا کے باعث لہرائے۔)

"الفاتحہ کے معنی ہیں دیباچہ۔"

"دیباچہ کے معنی ہوتے ہیں شروعات۔"

"کیسی شروعات؟"اس نے دل ہی دل میں خود سے سوال کیا۔اس سوال کا جواب اسے کبھی نہ مل سکا۔مگر آج اس کے دل میں کچھ تھا۔۔وہ چاہتی تھی کہ اس سوال کا جواب بھی ڈھونڈے جس طرح سے اسے اپنے پچھلے سوال کا جواب بھی مل گیا تھا۔

اس نے ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھا۔۔ابرو سکڑ گئے۔۔چہرے پر سوچ کی شکنیں نمایاں ہوئیں۔چند لمحے وہ سوچتی رہی۔۔جب اس نے اپنے اسکول میں مس آمنہ سے علامہ اقبال کی وہ شاعری سنی تھی جس کے باعث اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ قرآن کو سمجھ کر پڑھے گی۔

پھر اس نے یاد کیا۔۔جب اس نے قرآن کو سمجھ کر پڑھنا شروع کیا۔۔تو اس کی زندگی میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں۔

جب اس نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔۔ تو اسے کامیابیاں ملیں۔۔ جس پر اسے کوئی تکبر یا غرور نہیں تھا۔۔ کیونکہ قرآن پڑھ کر اسے یہ سمجھ آگئی تھی کہ کامیابیاں دینے والی ذات تو **"اللہ"** کی ہے۔ اگر اس نے اللہ کی کتاب کو نہ تھاما ہوتا۔۔ تو آج اسے اپنی کامیابیوں پر غرور ہوتا۔۔ اور کیا معلوم اسے یہ کامیابیاں ملی ہی نہ ہوتیں۔

اسے یاد آیا۔۔ جب جب وہ ناکام ہوئی۔۔ کیسے وہ مایوس ہونے کی بجائے اللہ کی رضا میں راضی رہی۔۔ کیونکہ یہ بھی اس نے قرآن سے ہی سیکھا تھا۔۔ کہ ناکامی پر مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ کو مایوسی پسند نہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ جب جب ناکام ہوئی۔۔ اس نے اپنی ذات کو پرکھا۔۔ اپنا موازنہ کیا کہ وہ کہاں کہاں غلط تھی؟ اس نے کیا غلط فیصلے کیے جس کے باعث اسے ناکامی ملی۔

اگر اس نے قرآن کو اپنی زندگی میں شامل نہ کیا ہوتا۔۔ تو وہ جانتی تھی کہ وہ ضرور مایوس ہو جاتی۔

اور اگر آج وہ کچھ پل کے لیے مایوسی کا شکار ہوئی تھی۔۔ تو اب وہ مایوسی کی ان لہروں سے چھٹکارا بھی حاصل کر چکی تھی۔۔ وجہ صرف ایک تھی۔۔ **"اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔"**

ذہن میں اب بھی بہت کچھ چل رہا تھا۔۔ وہ سمجھنا چاہ رہی تھی۔۔ اپنے سوال کا جواب ڈھونڈنا چاہ رہی تھی۔۔ اور پھر۔۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں یک دم ایک چمک اُمڈی۔۔ ابرو اچکاتے ہوئے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ جیسے وہ جس سوال کی تلاش میں تھی اس کا جواب اسے مل گیا ہو۔

"الفاتحہ کے معنی ہیں **"دیباچہ"** اور دیباچہ کے معنی ہیں **"شروعات"**۔اور اب سوال یہ ہے کہ یہ کس منزل کی شروعات ہے تو۔۔"وہ تیز لہجے میں خود کلامی کر رہی تھی۔

"نینا! آخر کار تمہیں اس کا جواب بھی مل گیا۔"اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔۔لہجہ خوشی سے بھیگا بھیگا سا تھا۔

"یہ دراصل اس راہ کی شروعات ہے جس پر انسان اگر چل پڑے تو کامیابی اس کا مقدر بنتی ہے۔صرف اس دنیا میں ہی نہیں بلکہ اگلے جہاں میں بھی۔"سیاہ آنکھوں میں سے ایک موتی لڑکھڑاتا ہوا گال کو چھو گیا۔

"یہ شروعات ہے **"صراط مستقیم"** کی۔یہ وہ راہ ہے جس پر قدم قدم پر آزمائشیں ملے گیں۔اور آخر میں وہ شخص ہی کامیاب ہو گا جو تمام آزمائشوں کا صبر اور ثابت قدمی سے سامنا کرے۔"وہ کہے جارہی تھی۔۔اور آنکھوں میں سے برسات ہنوز جاری تھی۔

"یہ میں پہلے کیوں نہیں سمجھ پائی؟ یااللہ! مجھے پہلے کیوں نہیں سمجھ آیا؟"اس نے نگاہ اٹھا کر اوپر دیوار کی طرف دیکھا جس پر لٹکا پنکھا اپنی متوازن رفتار کے ساتھ گول گول گھوم رہا تھا۔

"میں آخر اس آزمائش پر جو آپ نے مجھ پر نازل کی۔۔اس پر مایوس کیوں ہو رہی تھی؟آزمائشیں تو آپ اسی پر نازل کرتے ہیں نا اللہ جن کو آپ پسند کرتے ہیں۔میں کیوں مایوس ہو گئی؟"وہ یک دم سسکی۔

اسے اس بات کی بھی سمجھ آگئی تھی کہ آخر سورۃ الفاتحہ کا مطلب ہی کیوں دیباچہ یا شروعات ہے؟

کیونکہ ادھر سے ہی اس منزل یعنی **"صراط مستقیم"** کی شروعات ہو رہی ہے۔

چند لمحے بعد۔۔اس نے ایک دو گہری سانسیں اندر کو کھینچیں۔۔ہاتھ کی پشت سے گلابی پڑی آنکھیں رگڑیں۔۔اور قرآن کی تفسیر کی جانب متوجہ ہوئی۔دل میں سکون ہی سکون تھا۔۔کچھ دیر پہلے اس کا دل جتنا بھاری تھا۔۔اب اتنا ہی ہلکا ہو چکا تھا۔

اس نے اپنی خوبصورت اور نرم آواز میں سورۃ الفاتحہ کی چھٹی آیت کی تلاوت کی۔اور پھر اس آیت کا ترجمہ پڑھا۔

"ہمیں سیدھی راہ پر استقامت عطا فرما۔"

اس کی نم آلود آنکھوں کی روشنی مزید بڑھی۔اس نے ترجمہ پڑھنے کے بعد صفحے پر ترجمے کے نیچے تحریر کردہ اس آیت کی تفسیر پڑھنا شروع کی۔

"صراط مستقیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ وہ سیدھی راہ ہے جو بندے کو اللہ تک پہنچانے والی ہے۔اور اس میں کوئی پیچ و خم یا افراط و تفریط نہیں اور یہ ایک ہی ہو سکتی ہے جبکہ باطل راہیں لاتعداد ہیں۔اسی راہ کو اللہ نے حبل اللہ بھی فرمایا ہے۔" اس نے انگلی کی نوک سے اپنی نم آنکھوں کو ایک مرتبہ صاف کیا۔۔پھر دوبارہ سے تفسیر کی جانب متوجہ ہوئی۔

"صراط مستقیم کی دوسری تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حق کا وہ راستہ جو حضرت آدمؑ سے لے کر تا قیامت ایک ہی رہا اور رہے گا اور وہی راستہ توحید ہر نبی کو وحی کیا گیا ہے۔" اس نے سر کو سمجھنے والے انداز میں دھیرے سے خم دیا۔

"قرآن کریم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے جن میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔اور پہلی دعا "اھدنا الصراط المستقیم" سورۃ الفاتحہ میں ہی آگئی ہے۔ پھر بعض آیات میں دعا کے قبول ہونے کا ذکر بھی موجود ہے۔" آج قرآن کی آیات اس کے دل پر الگ طریقے سے اثر کر رہی تھیں۔ یہی تو قرآن کا معجزہ ہے۔۔اسے آپ جتنی مرتبہ پڑھ لو۔۔یہ ہر مرتبہ آپ کے دل پر الگ طریقے سے اثر انداز ہو گا۔اور ہر مرتبہ آپ کو اس میں نئی سے نئی معلومات ملیں گی۔اسے لیے تو اللہ نے قرآن پر غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس نے صفحہ پلٹا۔۔سورۃ الفاتحہ کی آخری آیت کی تلاوت کی۔اور پھر اس نے سورۃ الفاتحہ کی آخری آیت کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔

"ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان کا راستہ جن پر غضب کیا گیا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے۔"

اگلی سطور پر اس آیت کی تفسیر لکھی تھی۔اس نے تفسیر پڑھنا شروع کی۔دل۔۔دماغ۔۔کندھوں۔۔پر کچھ دیر پہلے اسے جو بوجھ محسوس ہو رہا تھا وہ اب غائب ہو چکا تھا۔اسے اب سکون نہیں۔۔بہت سکون مل رہا تھا۔

"جن پر تو نے انعام کیا" قرآن کی تصریح کے مطابق ان سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں (69:4)۔ وہ لوگ نہیں جنہیں مال و دولت یا حشمت و جاہ کی فراوانیاں حاصل ہیں۔"

"اور آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق "مغضوب علیھم" سے مراد تو یہود ہیں جو گناہ کے کاموں پر دلیر ہو گئے تھے اور ان پر اللہ کا عذاب اور پھٹکار نازل ہوئی۔ اور "ضالین" سے مراد عیسائی حضرات ہیں جو فلسفیانہ موشگافیوں میں پھنس کر تثلیت اور گمراہی کا شکار ہوئے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

"عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس (مدینہ) آیا۔ وہ اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔" اس کے ابرو سکڑے تھے۔۔ وہ کافی متوجہ ہو کر تفسیر پڑھ رہی تھی۔

"لوگ کہنے لگے کہ یہ عدی بن حاتم ہے جو بغیر کسی کی امان یا تحریر کے آیا ہے۔"

"چنانچہ مجھے پکڑ کر آپ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے پہلے آپ صحابہ کو خبر دے چکے تھے کہ میں امید رکھتا ہوں ہوں کہ اللہ تعالیٰ عدی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے گا۔" صفحے کے پلٹنے کی ہلکی سی آواز کمرے میں ابھری۔

"پھر آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا (راہ میں) ایک عورت اور اس کا بچہ ملے۔ وہ آپ ﷺ سے کہنے لگے:

"ہمیں آپ ﷺ سے کچھ کام ہے۔" چنانچہ آپ ﷺ ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور ان کا کام پورا کر دیا۔"

"پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر تشریف لائے۔ ایک لڑکی نے آپ ﷺ کے لیے بچھونا بچھایا۔ آپ ﷺ اس پر بیٹھ گئے اور میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔"

"آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر مجھے کہا:

"وہ کون سی بات ہے جو تمہیں لا الہ الا اللہ کہنے سے باز رکھتی ہے، کیا تم اللہ کے سوا کوئی اور الہٰ جانتے ہو؟"

"میں نے کہا" نہیں۔" پھر آپ ﷺ نے کچھ دیر باتیں کیں پھر پوچھا:

"تمہیں اللہ اکبر کہنے سے کون سی چیز دور رکھتی ہے؟ کیا اللہ سے کسی بڑی چیز کو تم جانتے ہو؟"

"میں نے کہا" نہیں۔" وہ معنی خیز انداز میں زیر لب ہلکا سا مسکرائی۔

"پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہود پر تو اللہ تعالیٰ کا غصہ ہے اور نصاریٰ گمراہ ہیں۔"

"میں نے کہا کہ میں تو یکطرفہ مسلمان ہوتا ہوں۔"

"پھر میں نے آپ ﷺ کے چہرے پر فرحت و انبساط دیکھی۔ پھر آپ ﷺ نے میرے بارے میں حکم دیا اور میں ایک انصاری کے ہاں مقیم ہوا۔ اب میں روزانہ صبح و شام آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا کرتا۔

(ترمذی۔ ابواب التفسیر۔ سورۃ الفاتحہ۔)"

"دور نبوی میں تو واقعی یہ فرقے "مغضوب علیھم "اور "ضالین" تھے۔ مگر آج مسلمانوں کے اکثر فرقے اس میں شامل ہو چکے ہیں اور صراط مستقیم پر تو مسلمانوں کا صرف وہی فرقہ ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما انا علیہ واصحابی۔(ترمذی کتاب)

فرقے والی سطور پڑھ کر اس کے دل و دماغ میں آج بھی وہی باتیں جگمگائیں جو ہمیشہ ان سطور کو پڑھ کر جگمگایا کرتیں۔

(''ان فرقوں میں تقسیم ہو کر ہم سب مسلمان گتھم گتھا ہو گئے ہیں۔ ہر کوئی اپنا عقیدہ۔۔اپنا فرقہ دوسرے پر مسلط کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔اور اسی فرقہ واریت کی وجہ سے مسلمانوں کا اتحاد ختم ہو گیا ہے۔

ان سب فرقوں میں تقسیم ہو کر ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ "آخر ہیں تو ہم سب **"مسلمان"** ہی۔"

جب انسان یہ بات سمجھ لے نا کہ ہے تو ہم سب مسلمان ہی،اس دن تمام فسادات ختم ہوں گے اور مسلمانوں کا اتحاد قائم ہو گا۔

اگر مسلمانوں کا اتحاد قائم نہیں ہوا تو دوسری قومیں ویسے ہی ہم پر سبقت حاصل کر لیں گی جس طرح سے آج کر رہی ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان دوسری قوموں سے پیچھے رہ گئے ہیں۔وجہ یہی ہے کہ ہم تفرقے کا شکار ہو گئے ہیں۔وہ باتیں۔۔وہ سادگی۔۔وہ روایتیں جو ہم نے اپنائی تھیں۔۔وہ دوسری قومیں۔۔دوسرے مذاہب کے لوگ اپنا گئے ہیں۔۔اور اسی وجہ سے وہ کامیاب بھی ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ہدایت دے۔آمین۔")

اس نے دوبارہ تفسیر پڑھنا شروع کی۔

"حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب امام ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو۔ جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے موافق ہو گیا۔اس کے پہلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔"

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ الفاتحہ۔)

"نیز عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور عبداللہ بن زبیر نے اور ان کے پیچھے مقتدیوں نے اس زور سے آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔"(بخاری۔ کتاب الاذان والجماعہ۔ باب جھر الامام بالتامین۔)

"وائل بن حجر جو عام الوفود یعنی 10 ہجری میں مدینہ تشریف لائے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ جب آپ ﷺ نے نماز میں "غیر المغضوب علیھم ولا اضالین" کہا تو اپنی آواز کو خوب لمبا کر کے آمین کہی۔"(ترمذی۔ ابواب الصلوٰۃ۔ باب ماجاء فی التامین۔)

وہ اس آیت کی تفسیر مکمل کر چکی تھی۔ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر مکمل ہو چکی تھی۔

اس نے مؤدب انداز میں قرآن کو دونوں ہاتھوں میں تھاما۔۔اسے چوما۔۔اور پھر اسے سینے سے لگایا۔ وہ اب کمرے میں موجود ایک چھوٹی سی الماری کی جانب بڑھی۔۔الماری کا دروازہ کھولا۔۔اور سب سے اوپر والے خانے میں قرآن مجید کو مؤدب انداز میں رکھ دیا۔

وہ اب کھڑکی کی جانب بڑھی۔۔ایک گہری سانس اندر کو اتاری۔۔چہرے پر سوچ کی لکیریں نمایاں ہوئیں۔

"ہر آزمائش کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔یہ آپ کو کچھ سکھانے کے لیے نازل کی جاتی ہے۔"اس نے یہ کہیں پڑھا تھا۔۔اور اب وہ سمجھنا چاہ رہی تھی کہ آخر اس کے اوپر اس وقت جو آزمائش اللہ کی طرف سے نازل کی گئی تھی۔۔اس کا کیا مقصد تھا؟آخر وہ کہاں غلطی کر رہی تھی؟

("تمہارے حساب سے دنیا کی محبت کیا ہے؟"

"ام۔۔جیسے۔۔دولت۔۔اور۔۔شہرت سے محبت کرنا۔ان کی خواہش دل میں رکھنا۔یہ ہی تو ہے دنیا کی محبت۔"

"ایوت!لیکن دنیا کی محبت میں صرف یہ چیزیں شامل نہیں۔"دوسری جانب سے فوراً کہا گیا۔

"تو پھر اور کیا شامل ہے؟"اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"اس دنیا کے لوگ۔۔یہاں کی یادیں۔۔لوگوں سے ملنی والی محبت۔۔مقام۔۔گزارے گئے لمحات۔۔ان سب سے محبت دنیا کی محبت میں ہی شامل ہے۔")

وہ دھیرے دھیرے سب سمجھ رہی تھی۔۔دل ودماغ پر روشنی مزید پھیل رہی تھی۔

("کیا میرا دل اس لیے ٹوٹا ہے کہ میرے دل میں دنیا کی محبت آگئی تھی؟")

اس کی سیاہ آنکھوں میں یک دم نمی گہری ہوگئی۔۔سر پر لیا دوپٹہ اب کندھوں پر گر چکا تھا۔وہ معنی خیز نگاہوں سے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی جہاں اس وقت آسمان بالکل خالی تھی۔۔چاند۔۔ستارے۔۔کچھ بھی وہاں موجود نہ تھا۔

"یہ سچ ہے۔میرے دل میں دنیا کی محبت آگئی تھی۔"اس نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔

"میں جو بھی کام کرتی۔۔ہمیشہ اللہ کی رضا کے لیے کرتی۔پھر جب مجھے لوگوں کی طرف سے تعریف۔۔ستائش۔۔عزت ملتی تو میرا دل باقی لوگوں کی طرح ہی کھل اٹھتا۔"اس نے ضبط سے لب کاٹے۔

"لیکن!دنیا کی تعریف۔۔ستائش۔۔عزت۔۔ان سب کو نا چاہتے ہوئے بھی میں نے کہیں نہ کہیں اپنے دل میں جگہ دے دی۔میں جو بھی کام کرتی۔۔تو یہ خیال جب بھی آتا میرے دل و دماغ میں کہ اللہ مجھ سے راضی ہوگا۔۔تب ہی یہ خیال بھی میرے دل ودماغ میں آتا کہ لوگ مجھے کتنی عزت دیں گے۔۔میری کتنی تعریف کریں گے۔"برسات ایک بار پھر جاری ہوگئی۔۔اس کی باتوں کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ دکھاوا کرتی تھی۔۔دکھاوا یہ نہیں ہوتا۔۔کیونکہ دکھاوے میں انسان جو کچھ کر رہا ہوتا ہے وہ سب مصنوعی ہوتا ہے۔۔اور اس میں انسان کو صرف ایک چیز چاہیئے ہوتی ہے۔۔لوگوں کی رضا!۔

"اللہ!میں یہ کیسے بھول گئی کہ ہر کام صرف اور صرف آپ کی رضا کے لیے ہونا چاہیئے۔دل تو صرف آپ کی جگہ ہے اللہ تعالیٰ۔۔اس میں کسی اور شے۔۔کسی شخص۔۔اور اس دنیا کی کوئی جگہ نہیں۔"اس نے آنکھیں موندلیں۔۔آنسو اس کی آنکھ سے لڑکھڑاتا ہوا اس کی ٹھوڑی کو چھو گیا۔

اسے اب اپنا مسئلہ سمجھ آگیا تھا۔

(دنیا کی محبت ناچاہتے ہوئے بھی انسان کے دل میں گھر کر جاتی ہے۔انسان جب اللہ کی رضا کے لیے کوئی کام کرے۔۔تو اسے اللہ ضرور نوازتا ہے۔وہ اللہ کی طرف سے ایک تحفہ ہوتا ہے۔جیسے نینا کو حق کے لیے آواز اٹھانے۔۔ہمیشہ حق کا ساتھ دینے پر اللہ کی طرف سے لوگوں کے ذریعے ستائش۔۔اور عزت ملی۔یہ سب اللہ کی طرف سے اس کے لیے تحفہ تھا۔

لیکن تحفے کی جگہ دل میں نہیں ہوتی۔۔تحفے کو کبھی دل میں جگہ نہیں دیتے۔۔اسے ہمیشہ ہاتھوں میں رکھنا ہوتا ہے۔جس دن یہ تحفہ آپ کے دل میں گھر کرلے۔۔اس دن توازن بگڑ جاتا ہے۔

کیونکہ دل خدا کا تخت ہے۔

نینا احسن کے خلاف جو خبریں پھیلائی گئیں۔۔اس پر اسے دکھ۔۔تکلیف بھی اسی لیے ہو رہی تھی کیونکہ اس کے دل میں دنیا کی محبت شامل ہوگئی تھی۔۔وہ دنیا سے اس کی توقع نہیں کر رہی تھی۔اسے لگتا تھا۔۔جو لوگ اسے اتنی عزت دیتے ہیں اور ہر وقت اس کی تعریفوں کے پل باندھتے رہتے ہیں۔۔وہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے۔۔اور یہی اس کی غلطی تھی۔

امید دنیا سے نہیں۔۔خدا سے لگائی جاتی ہے۔دنیا سے اگر امید لگائی جائے تو یہی ہوتا ہے جو نینا کے ساتھ ہو رہا تھا۔)

"اللہ! میں۔۔"اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔۔اس نے لحظے بھر کا وقفہ لیا۔

"میں اس دنیا کی محبت سے دستبردار ہوتی ہوں!۔" برسات ہنوز جاری تھی۔

"کوئی میرے بارے میں کیا کہتا ہے، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں ہر کام صرف اور صرف آپ کی رضا کے لیے کرتی ہوں اور کروں گی۔ مجھ سے پہلے جو غلطی ہوئی وہ اب میں دوبارہ نہیں دہراؤں گی۔ مجھے معاف کر دیں۔۔ مجھے اپنے دل میں آپ کے سوا اور کسی کو جگہ نہیں دینی چاہیئے تھی۔ بے شک سب سے زیادہ محبت کے حقدار تو صرف آپ ہیں اللہ تعالیٰ۔"

(اسی کا مطلب توحید ہے۔۔ کہ ہم صرف اور صرف اللہ سے ڈریں۔۔ صرف اور صرف اللہ کی عبادت کریں۔۔ ہر کام صرف اللہ کی رضا کے لیے کریں۔۔ اور سب سے زیادہ محبت اللہ سے کریں۔ اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنا ہمارے ایمان کو مکمل کرتا ہے۔

کیونکہ جو شخص اللہ سے عشق کرتا ہو۔۔ اس کے دل میں اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کیسے نہیں ہو سکتی؟ رسول ﷺ تو محبوب خدا ہیں۔

بات صرف یہ ہے کہ انسان کو سب سے زیادہ محبت صرف اللہ سے کرنی چاہیئے۔

"عشق پر حق صرف اور صرف "اللہ" کا ہے۔"

جس دن کسی اور کی محبت اللہ سے کی جانے والی محبت پر غالب آجائے۔۔ اس دن سب بگڑ جاتا ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

افق پر سیاہ رنگ کی جگہ پہلے گہری نیلاہٹ چھائی۔۔ پھر نیلاہٹ کا گہرا پن دھیرے دھیرے ہلکا ہونے لگا۔۔ وہ فجر کی نماز پڑھ کر دوبارہ سو گئی تھی۔ آسمان اب آفتاب کے سنہرے رنگوں سے روشن ہو چکا تھا۔ آج گرمی کی شدت کافی زیادہ تھی۔۔ حبس تھا۔۔ گھٹن تھی۔

پردے سے گزرتی سورج کی سنہری کرنیں جب اس کی آنکھوں پر پڑیں تو اس نے کوفت سے رخ پھیر لیا۔۔ یوں کہ اب وہ سنہری کرنیں اس کے چہرے کی بجائے پشت پر گر رہی تھیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں رگڑیں۔۔ پھر دھیرے سے اٹھ کر بیٹھی۔ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگایا اور ارد گرد کا جائزہ لیا۔

ٹوٹے ہوئے شیشے کی کرچیاں ابھی تک زمین پر گری تھیں۔ تمام بتیاں بجھی تھیں۔۔ لیکن کمرے میں پھیلی سورج کی کرنوں کے باعث یہ کمرہ پھر بھی روشن لگتا۔ وہ بیڈ سے اٹھی۔۔ اور باری باری کمرے کی ساری بتیاں جلائیں۔ کھڑکی پر سے پردہ ایک طرف کو سرکا۔۔ اور چند لمحے باہر کا منظر دیکھا۔ یہ ایک متوسط علاقہ تھا۔

وہ پلٹی۔۔ سنگل بیڈ کے ساتھ پڑی چھوٹی سی سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔ موبائل کی پاور آف تھی۔۔ چند لمحے بعد ہی اسکرین روشن ہوئی۔ سب سے پہلے اس نے کال لاگ چیک کیا۔۔ وہ جن لوگوں کی کال کا انتظار کر رہی تھی۔۔ ان کی طرف سے ایک بھی کال نہیں کی گئی تھی۔

اس نے میسجز چیک کیے۔۔ان کی طرف سے کوئی میسج بھی نہیں آیا تھا۔احسن صاحب یقیناً اس سے بہت ناراض تھے۔۔وہ ناراض اس بات پر ہوں گے کہ نینا نے آخر میکائیل ملک سے وہ سوالات کیوں کیے۔۔اور تو اور اس نے میکائیل ملک کا چہرہ سب کے سامنے کیوں آشکار کر دیا؟ اسی وجہ سے اس کے خلاف وہ خبریں پھیلائی گئیں۔۔(ایسا نینا کو لگ رہا تھا کہ احسن صاحب اس سے ناراض تھے۔)

وہ میسجز بند کرنے ہی لگی تھی۔۔کہ تب ہی اس نے دیکھا کہ براق یامان کی طرف سے ایک میسج آیا ہوا تھا۔یہ میسج صبح آٹھ بجے بھیجا گیا تھا۔۔اور ابھی صبح کے دس بج رہے تھے۔

اس نے فوراً وہ میسج کھولا۔۔دل کی دھڑکنیں تیز تھیں۔۔کہیں اسے معلوم تو نہیں ہو گیا ان خبروں کے بارے میں جو نینا کے خلاف سوشل میڈیا اور نیوز چینلز پر چل رہی تھیں؟

اور پھر۔۔اس نے اس کا میسج پڑھا۔

"And If Hardship approaches You...

Then say:

You are what I will use to blossom."

اور یہ پڑھ کر اس کا دل خوشی سے کھل اٹھا۔۔اس نے اس سے وہی کہا تھا جو وہ اس وقت سننا چاہ رہی تھی۔اسے یہی لگا کہ براق نے اسے یہ میسج اس لیے بھیجا ہے کیونکہ وہ رات کو اس سے فون پر بات کرتے ہوئے کافی پریشان لگ رہی تھی۔اور ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس کی پریشانی کو بھانپ نہ پائے۔اسی لیے اس نے اسے یہ میسج بھیجا۔

لیکن کون جانے کہ اس نے یہ میسج اسے اسی لیے بھیجا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ نینا اس وقت کس مشکل کا شکار ہے۔۔وہ جانتا تھا کہ نینا کے خلاف سوشل میڈیا اور نیوز چینلز پر کیا کیا خبریں گردش کر رہی ہیں۔

اس نے جواباً میسج ٹائپ کرنا چاہا۔۔ لیکن پھر اس سے رہا نہ گیا۔۔اس نے مزید کچھ بھی سوچے بغیر اسے کال ملائی۔۔اس کی پرواہ کیے بغیر کے وہ کال اٹھائے گا یا نہیں۔۔وہ بزی ہو گا یا نہیں۔۔ دوسری جانب رنگ جا رہی تھی۔۔چند ہی سیکنڈ بعد دوسری جانب سے کال ریسو کر لی گئی۔

"مرحبا!۔"دوسری جانب سے جب اس نے سنا تو اس نے بھی کافی خوش دلی سے جواب دیا۔

وہ اب اس سے اس کا حال چال پوچھ رہا تھا۔ معمولی سی گفتگو کچھ دیر ہی جاری رہی۔

"براق! وہ مجھے کچھ کہنا تھا آپ سے۔"اور پھر اس نے رک رک کر کہا۔

"ایوت! میں سن رہا ہوں۔" وہ اس وقت آرمی کی خفیہ بیس میں اپنے آفس میں پاور چیئر کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی احمت اس سے کچھ ضروری ہدایات لے کر آفس سے باہر نکلا تھا۔

سامنے پڑی میز پر بہت سی فائلز بکھری تھیں۔۔ وہ ضرور ان فائلز میں سے ہی اسے ہدایات دے رہا تھا۔ آج کے دن کا شیڈول اس کے لیے بزی نہیں۔۔ بہت بزی تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی سلطانہ کے لیے وقت نکال ہی سکتا تھا۔

"تھینک یو۔" اور جواب کچھ لمحے بعد دیا گیا۔۔ جیسے سب باتوں کو اس نے ان دو لفظوں میں قید کر لیا ہو۔

"کس لیے؟" اس نے سب سمجھتے ہوئے بھی نا سمجھی کا اظہار کیا۔

"فار ایوری تھنگ۔" اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔۔ وہ اس وقت اس کے سامنے نہیں تھی۔۔ لیکن پھر بھی براق سمجھ گیا تھا کہ اس کی آنکھیں اس وقت نم ہوں گی۔

براق نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔۔ لیکن پھر خاموش ہو گیا۔۔ وہ بھی خاموش رہی۔۔ جیسے دونوں ایک دوسری کی خاموشی کی آواز سن رہے ہوں۔۔ یہ آواز بھی صرف محبت کرنے والے ہی سن سکتے ہیں۔

"تم نے کچھ کہا؟" اسے لگا جیسے اس نے کچھ کہا۔

"ام۔۔ نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"ایوت! تو کچھ کہنا چاہتی ہو؟" سوال ترنت سے پوچھا گیا۔۔ نینا کے چہرے پر سوچ کی لکیریں نمایاں ہوئیں۔

"نہیں۔" چند لمحے بعد اس نے کہا تو دل اور دماغ ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"میں فون رکھتی ہوں۔" جب براق کی جانب سے مزید کچھ نہ کہا گیا تو اس نے کہا۔۔ دل اور دماغ ابھی بھی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"سنو!۔" اور اس نے کہا تو وہ رک گئی۔

"جی؟" اور فوراً سے پوچھا۔

"Seni Seviyorum."

("میں تم سے محبت کرتا ہوں۔")

اس کی آنکھیں مزید نم ہو گئیں۔۔ ان الفاظ کا معنی تو وہ اچھے سے جانتی تھی۔۔ شادی کے بعد یہ الفاظ وہ براق سے کئی بار سن چکی تھی۔۔ اس لیے ان الفاظ کے معنی تو اسے حفظ ہو چکے تھے۔

"Ben de seni çok seviyorum Burak!."

(میں بھی آپ سے بہت محبت کرتی ہوں براق!۔")

اور ان الفاظ کے جواب میں کیا کہنا ہے۔۔ یہ بھی اسے اچھے سے یاد ہو گیا تھا۔ لیکن آج ان کے انداز میں بہت کچھ تھا۔ پہلے جب وہ دونوں ایک دوسرے سے یہ کہتے۔۔ تو ہمیشہ لہجہ اور انداز مسرت سے بھرا ہوتا۔ مگر آج دل میں مسرت کی جگہ اداسی۔۔ غم۔۔اور تکلیف نے لے لی تھی۔

اس نے فون بند کر دیا۔۔ براق نے چند لمحے موبائل کی اسکرین پر روشن اس کے نام کو دیکھا۔۔ پھر آفس کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔۔اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی اور موبائل بند کر کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

اس نے اندر آنے کی اجازت دی تو وہ باوردی افسر اس کے آفس میں داخل ہوا۔۔میکانکی سے انداز میں اسے سیلوٹ کیا اور پھر سلام کیا۔۔ براق نے محض سر کے خم سے اس کے سلام کا جواب دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

وہ اس وقت ایک گہرے نیلے رنگ کے عبایے میں ملبوس تھی۔ یہ وہی عبایا تھا جو اس نے اقوام متحدہ میں تقریر کرتے وقت زیب تن کیا ہوا تھا۔

وہ کافی تروتازہ اور ہشاش بشاش سی لگ رہی تھی۔ کل اس کا چہرہ کافی بجھا بجھا سا لگ رہا تھا۔۔ دل بھی شکستہ تھا۔۔ لیکن آج ایسا کچھ نہیں تھا۔ سیاہ آنکھوں میں ایک خاص چمک پھیلی تھی۔

اب تک اسے احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ کی کوئی کال موصول نہیں ہوئی تھی۔۔ علی اور اریحہ نے بھی اسے کوئی کال اور میسج نہیں کیا تھا۔ وہ تھوڑا اداس ہوئی لیکن پھر دھیرے سے مسکرا کر سر جھٹکا۔۔ جیسے کہہ رہی ہو کہ یہ وقت بھی نکل جائے گا۔

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

وہ اس وقت آفس کی اس دیوار کے سامنے کھڑا تھا جو چمکتے ہوئے شیشے کی بنی تھی۔ وہ ایک گلاس وال تھی جس پر اس کا وجیہہ وجود دکھائی دے رہا تھا۔ اس وقت وہ فوجی وردی میں ملبوس تھا۔۔ شخصیت کا رعب ودبدبہ مزید بڑھ گیا تھا۔

ترک فوج کے افسران کے لیے معیاری سروس ڈریس گہرے سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ وہ بھی گہرے سبز رنگ کے یونیفارم میں ہی ملبوس تھا۔ اس کے برعکس بحریہ کی نیوی بلیو یونیفارم کی ہوتی ہے۔

سنہرے بال جیل سے نفاست سے ایک طرف کو سیٹ کیے ہوئے تھے۔۔ بھنویں سکڑی تھیں۔۔ چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔۔ نیلی آنکھیں روشن تھیں۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

اس نے چھوٹی سی میز پر پڑا اپنا موبائل اٹھایا۔۔ایک نمبر ڈائل کیا۔۔اور پھر فون کان سے لگایا۔

دوسری جانب ایک دو رنگ جانے کے بعد فون ریسیو کر لیا گیا۔

"ہاں جنید صاحب! میں بس نکلنے والی ہوں۔ساری بات آج میٹنگ میں ہی ہو گی۔" جنید شاہ اس کے نیوز چینل کا ڈائریکٹر تھا۔اس کی آج اپنے چینل کے پروڈیوسر اور ڈائریکٹر کے ساتھ ایک بہت ہی اہم میٹنگ تھی۔

یہ میٹنگ اس لیے بہت اہم تھی کیونکہ اس میٹنگ میں کیے جانے والا فیصلہ۔۔اور اس کے بعد اٹھائے جانے والے اقدامات میکائیل ملک کے لیے تباہی نہیں۔۔بہت بڑی تباہی لانے والے تھے۔

گفتگو چند لمحے مزید جاری رہی۔۔اور پھر اس نے فون رکھ دیا۔

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

اس نے ٹائی کی ناٹ کو سرسری سے انداز میں چھوا۔۔ٹائی بھی گہرے رنگ کی تھی۔۔پھر اس نے ایک نظر اپنے وجود کو دیکھا جو گلاس وال میں دکھائی دے رہا تھا۔

چند لمحے بعد اس نے ساتھ پڑی میز پر سے ایک گہرے سبز رنگ کی ٹوپی اٹھائی جو اس یونیفارم کا ایک مخصوص حصہ ہوتی ہے۔۔اسے "Kepi" کہتے ہیں۔۔اس پر سونے کی پٹی ہوتی ہے۔۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اسے ایک نشان سے آراستہ کیا جاتا ہے جو ترکیے کی مسلح افواج کی نمائندگی کرتا ہے۔

اس نے وہ ٹوپی سر پر پہنی۔۔پھر زیرلب معنی خیز انداز میں ہلکا سا مسکرایا۔

اس کے یونیفارم پر وہ بیج خاصا نمایاں تھا جو اس نے سینے کے بائیں طرف لگایا ہوا تھا۔اس بیج میں قومی نشان شامل تھا۔۔جو ترکیے کا ہلال اور ستارہ تھا۔۔یہ اسے کمانڈران چیف ہونے کی حیثیت سے ملا تھا۔۔اور تو اور اس کا یونیفارم بھی عام افسران کی نسبت اضافی آرائشی عناصر سے گھرا تھا جو اعلیٰ درجے کی نشاندہی کرتے۔

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری

تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

وہ اب اپنے چہرے کے گرد گہرے نیلے رنگ کا اسکارف لپیٹ رہی تھی۔۔ساتھ ساتھ کلائی پر پہنی گھڑی پر وقت دیکھ رہی تھی۔

ساڑھے دس بج رہے تھے۔۔اور اس نے ہر حال میں گیارہ بجے نیوز نیٹ ورک کے اسٹوڈیو پہنچنا تھا۔اس نے موبائل کا کیمرہ آن کیا۔۔اپنے آپ کو کیمرے میں ایک بار دیکھا۔۔پھر کیمرہ بند کر دیا۔کمرے میں کوئی آئینہ تھا ہی نہیں۔جو آئینہ تھا وہ اس نے کل ہی توڑ ڈالا تھا۔

اس نے ایک نظر فرش کے اس پار ڈالی جہاں پر کچھ ہی دیر پہلے ٹوٹے ہوئے شیشے کی کرچیاں بکھری تھیں۔۔لیکن اب وہ کرچیاں وہاں نہیں تھیں۔۔اس نے دائیں ہاتھ کو اپنے چہرے کے تھوڑا سامنے کیا جس پر ایک سرخ رنگ کا نشان پڑا تھا۔۔اس پر بینڈ تیج بھی نہیں ہوئی تھی بس پٹرولیم جیلی لگی ہوئی تھی۔یہ زخم اسے شیشے کی کرچیاں اٹھاتے وقت پہنچا تھا۔

مگر اسے اس زخم کی کوئی تکلیف نہیں ہو رہی تھی۔۔زندگی میں اب اس طرح کے زخم اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچاتے تھے۔اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔۔کمرے کی ساری بتیاں بجھائیں۔۔کھڑکی پردوں سے ڈھک دی۔۔پھر تیز قدموں کے ساتھ کمرے سے باہر نکلنے لگی۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم

سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

وہ آفس کے ایک کونے پر رکھی ہلکے بھورے رنگ کی الماری کی جانب بڑھا۔الماری کے دونوں دروازوں/پٹ کے ہینڈلز پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔اور پھر الماری کھولی۔

الماری کے اوپر والے خانے میں ایک اسٹینڈ پر چاندی کے رنگ کی مضبوط لوہے سے بنی تلوار پڑی تھی۔ یہ تلوار اسے کمانڈر ان چیف ہونے کی حیثیت سے ملی تھی۔ اس سے پہلے یہ تلوار دمیر بے کے پاس تھی۔

اس نے وہ تلوار اسٹینڈ پر سے اٹھائی۔۔ اور اسے بائیں ہاتھ میں تھام کر کھڑکی کی جانب بڑھا۔

تلوار اس نے کھڑکی کی جانب بڑھائی۔۔ ایک آنکھ بند کی۔۔ اور دوسری آنکھ سے تلوار کی تیز دھاڑ کو دیکھا جو سورج کی کرنوں کے باعث چمک رہی تھی۔

"کسی نے کیا خوب کہا ہے۔۔ تلوار اسی کے ہاتھ میں سجتی ہے جسے اس کا استعمال آتا ہو۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

یکلخت آفس روم کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔ اس نے تلوار سیدھی کی۔۔ اور "آ جاؤ" کہہ کر الماری کی جانب بڑھا۔

احمت جو کہ گہرے سبز رنگ کی فوجی وردی میں ملبوس تھا۔۔ اندر آتے ہی اسے سیلوٹ پیش کیا۔۔ براق اب الماری میں وہ تلوار واپس اسٹینڈ پر ٹکا رہا تھا۔

"کیا سب تیار ہیں احمت؟" پلٹ کر اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ایوت براق بے!۔سب تیار ہیں۔" احمت نے بھی اسی سنجید گی سے جواب دیا۔ براق نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔۔اور الماری بند کرتا ہوا احمت تک آیا۔

"اب ہمیں چلنا چاہیئے۔" وہ یہ کہتا ہوا کمرے کے دروازے تک بڑھنے لگا کہ تب ہی احمت کہنے لگا

"دندار بے بھی آگئے ہیں۔" براق کے قدم رکے۔۔چہرے پر زیر لب ایک مسکراہٹ قائم ہوئی۔اور اس نے اثبات میں سر ہلا کر احمت کو چلنے کا کہا۔ براق تیز اور بھاری قدموں کے ساتھ کمرے سے باہر نکلا۔۔احمت بھی اس کے ساتھ ساتھ قدم ملاتا ہوا کمرے سے باہر جانے لگا۔

اے گلستان اندلس! وہ دن یاد ہیں تجھ کو

تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا

وہ آج بھی کار خود ڈرائیو کر رہی تھی۔اسلام آباد میں افق پر سورج پورے زور و شور سے چمک رہا تھا۔ بادلوں کا تو نام و نشان بھی موجود نہ تھا۔ سڑک پر ٹریفک کم تھی۔ وہ اسٹیئرنگ سنبھالے۔۔فون کان اور کندھے کے درمیان ٹکائے کسی سے فون پر بات کر رہی تھی۔

چند لمحے فون پر بات کرنے کے بعد اس نے فون کھٹرک سے بند کیا۔۔موبائل ڈیش بورڈ پر رکھا اور ایک گہری سانس اندر کو اتاری۔

"میں نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا ہے۔اور میں مرتے دم تک حق کا ساتھ دیتی رہوں گی۔" دل میں بار بار یہ الفاظ گونج رہے تھے۔۔اور اس کی پر اعتمادی میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔

"بے شک اللہ حق کا ساتھ دینے والوں کے ساتھ ہے۔" چہرے پر زیر لب ایک مطمئن سی مسکان قائم ہو گئی۔

اے موج دجلہ ! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو

اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

یہ منظر آرمی کی خفیہ بیس کے وسیع ہال کا تھا۔وہ مرکز میں کھڑا تھا۔۔بہت اعتماد سے۔دونوں اطراف میں قطاریں بنائے کئی افسران بے حد چوکنا سا ہو کر کھڑے تھے۔سب تیار تھے۔۔آج کا دن ان سب کے لیے اہم نہیں۔۔بہت اہم تھا۔

بائیں طرف والی قطار میں پہلے نمبر پر کھڑا افسر احمت الپ تھا۔۔جس کی بھوری آنکھوں میں بھی ایک خاص چمک تھی۔۔ گردن باقی افسران کی طرح ہی بالکل سیدھی تھی۔۔چہرہ بھی بے حد سنجیدہ تھا۔۔اس کے ساتھ ہی سرمئی آنکھوں والا ایرن کھڑا تھا۔۔جس کے چہرے پر بھی حد درجہ کی سنجیدگی قائم تھی۔

براق نے ایک گہری سانس لی۔۔پھر لبوں پر زبان پھیر کر وہ کہنا شروع ہوا۔

"میری ایک بات یادر کھنا سپاہیوں! جب تک ہم اللہ کی بتائی گئی سیدھی راہ پر چل رہے ہیں، تب تک کوئی بھی ہمیں گرا نہیں سکتا۔"اس کے الفاظ یہاں موجود افسران کی روح میں راستے تراش رہے تھے۔

اس وسیع ہال کے اوپر نگاہ دہراؤ تو۔۔اوپر ریلنگ کے ساتھ وہ ادھیڑ عمر شخص کھڑے تھے جو یہ سب منظر دیکھ کر زیر لب ستائشی انداز میں مسکرا رہے تھے۔ان کی نگاہیں ہنوز براق پر جمی تھیں۔

"کوئی بھی شخص مرنے سے جنگ ہار نہیں جاتا۔۔جنگ تو تب ہاری جاتی ہے جب آپ دشمن کے آگے گھٹنے ٹیک دیں۔"اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک طاقتور جملہ دل میں انقلاب برپا کر سکتا ہے۔۔بالکل ویسے ہی جیسے اس کے الفاظ یہاں موجود افسران کے دلوں پر اثر کر رہے تھے۔

"اگر ہمیں فتح نصیب ہوئی۔۔تو جان لینا کہ فتح ہماری نہیں بلکہ اللہ کی ہو گی۔"آواز قدرے بلند ہوئی۔۔لہجہ پر جوش تھا۔

"کوئی نمرود کسی ابراہیم کو آگ میں نہیں جلا سکتا۔۔کوئی کنواں کسی یوسف کو غرق نہیں کر سکتا۔۔فرعون وقت کبھی کسی موسیٰ پر غالب نہیں آسکتا۔یہ بات ذہن نشین کر لو۔۔کیونکہ یہ حقیقت ہے۔" کہتے ہیں خوبصورت الفاظ جن میں حقیقت ہو۔۔وہ بیجوں کی مانند ہوتے ہیں۔۔جب انہیں دیکھ بھال کے ساتھ بویا جائے۔۔تو وہ گہری تبدیلی اور لازوال امید کے ساتھ کھلتے ہیں۔

"ہم وہ آواز ہیں جو ظالم کو مٹانے کے لیے گونجتی ہے۔" دندار بے کی آنکھیں نم سی ہو گئیں۔۔ انہیں براق کو دیکھ کر یامان بے کی یاد آرہی تھی۔وہ بالکل انہی کی طرح دلیر۔۔ہمت والا۔۔اور دانش ور تھا۔

"اور آخر میں۔۔ یہ مت بھولیے گا آپ سب۔۔ کہ ہمیں اس دنیا میں اللہ نے بھیجا ہے۔۔اور اسی کے پاس ہم سب نے لوٹ کر جانا ہے۔"

"یا تو آج ہم شہید ہوں گے یا پھر غازی۔" اور پھر اس نے اپنی بات کا اختتام کیا۔

لاشعوری طور پر اس کی نگاہ اوپر کچھ ہی فاصلے پر ریلنگ کی جانب گئی جہاں دندار بے کھڑے تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ زیر لب ہلکا سا مسکرایا۔۔ پھر سر کو خم دے کر انہیں سلام پیش کیا۔۔انہوں نے بھی جواباً سر کو خم دے کر اسے سلام پیش کیا۔

اے ارض پاک! تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم

ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

اس نے کلائی پر پہنی گھڑی پر وقت دیکھا۔۔ گیارہ بجنے میں صرف پندرہ منٹ باقی تھے۔۔اسے ہر حال میں پورے گیارہ بجے اپنی منزل پر پہنچنا تھا۔نیوز نیٹ ورک کے اسٹوڈیو کا فاصلہ بھی یہاں سے تھوڑا سا ہی رہتا تھا۔اس نے کار کی رفتار کچھ بڑھا دی۔

پھر ایک نگاہ اس نے سائیڈ مرر کی جانب بڑھائی۔اس کی سیاہ آنکھوں نے دیکھا کہ اس کی کار کے پیچھے ایک سیاہ رنگ کی کار متوازن رفتار کے ساتھ چل رہی تھی۔

اس نے یہ نوٹ کیا تھا کہ کافی دیر سے یہ کار اس کا پیچھا کر رہی تھی۔وہ کار کون ڈرائیو کر رہا تھا یہ وہ دور سے ٹھیک سے دیکھ نہیں پا رہی تھی۔اس کے ساتھ ساتھ اس کار کے شیشوں کو بلیک کورز سے ڈھکا گیا تھا۔

اس کے دل میں کچھ کھٹک رہا تھا۔۔کچھ ضرور غلط تھا۔۔اس نے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔ساتھ ہی اس نے دیکھا کہ اس سیاہ کار کی رفتار بھی تیز نہیں۔۔بہت تیز ہو گئی۔اس کے چہرے پر پریشانی کی شکنیں نمایاں ہوئیں۔۔مگر اس نے خود کو کمپوز سا ہی رکھا۔

سالار کارواں ہے میر حجازؐ اپنا

اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

یہ منظر بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان بسے ایک گھنے جنگل کا تھا۔۔قدیم درختوں کی بنی ایک سبز رنگ کی گھنی چھتری آسمان سے گرنے والی سورج کی کرنوں کا راستہ روکے ہوئے تھی۔۔یہ سہ پہر کا وقت تھا۔ارد گرد نم سی مٹی۔۔گرے ہوئے پتوں۔۔اور کھلتے جنگلی پھولوں کی ہلکی اور میٹھی سی خوشبو رقص کر رہی تھی۔

کچھ ہی فاصلے پر چھوٹی چھوٹی ندیاں بہہ رہی تھیں۔۔ جن کا پانی صاف اور شفاف تھا۔ پتوں کی سرسراہٹ اور ندیوں کی ہلکی ہلکی آواز ماحول کو کافی سکون بخش رہی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وقفے وقفے سے کسی پرندے کی دور سے آواز یا کسی چھوٹے جانور کی آواز بھی ارد گرد گونجتی۔

وہ تیز قدموں کے ساتھ اس جنگل میں چلتا ہوا ایک دم رک گیا۔۔ اب وہ یہاں کھڑا ارد گرد ایک متلاشی نگاہ دہرا رہا تھا۔ بالکل اکیلا تھا وہ یہاں۔ اس کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔۔ یہاں تک کہ احمت۔۔ ایرن۔۔ کوئی بھی نہیں۔

"میں جانتا ہوں تم یہیں ہو مرات!۔" وہ چلایا۔۔ اور ساتھ ساتھ ارد گرد دیکھتا رہا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچیں۔۔ اور غصے سے لب کاٹنے لگا۔

"کیا تم ڈر کر بھاگ گئے؟ ہاں؟" اس کی بھاری آواز بہت بلند تھی۔

"کیا تم میں میرا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے؟" اس نے استہزائیہ انداز میں سر جھٹکا۔۔ پھر پلٹنے ہی لگا کہ اسے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے دائیں جانب دیکھا۔۔ قدموں کی آہٹ مزید بڑھ گئی۔۔ اور پھر دائیں جانب درختوں کے درمیان میں سے ایک وجود نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ براق کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکان قائم ہوئی۔

اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن تب ہی اسے محسوس ہوا کہ اس کے سر پر پیچھے سے کسی نے ایک بھاری بھرکم چیز سے وار کیا ہے۔۔ اس کے ارد گرد کی دنیا گول گول گھومنے لگی۔۔ سر

بری طرح چکرا رہا تھا۔۔تکلیف کی کئی لہریں اس کے سر میں دوڑیں۔۔ سر پر پہنی گہرے سبز رنگ کی ٹوپی بھی زمین پر گر گئی۔۔وہ لڑکھڑا کر گھٹنوں کے بل زمین پر گر گیا۔

دائیں جانب سے آتا وجود اب اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔۔ مگر وہ اس کی شکل نہ دیکھ سکا۔۔ اسے صرف اس کے بوٹ دکھائی دے رہے تھے۔۔ ساتھ ساتھ اسے کئی لوگوں کے قہقہوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ان میں سے ایک شخص کی قہقے کی آواز وہ اچھے سے پہچانتا تھا۔

وہ اوندھے منہ زمین پر گر چکا تھا۔۔اس کی بند ہوتی آنکھوں نے دیکھا۔۔اس کے سامنے کھڑا وہ شخص جو قہقے لگا کر کافی کروفر سے اس پر ہنس رہا تھا۔۔اس کا تمسخر اڑا رہا تھا۔۔وہ اور کوئی نہیں بلکہ مرات کارابے تھا۔

اقبال کا ترانہ بانگ درا ہے گویا

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

اس کی کار کے پیچھے چلتی سیاہ کار کی رفتار اتنی تیز ہو گئی تھی کہ اب وہ کار بالکل اس کے برابر میں آ گئی تھی۔

اس کے دل کی دوڑ تیز نہیں۔۔بہت تیز ہو گئی تھی۔وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے بس ڈرائیونگ پر فوکس کر رہی تھی۔ڈیش بورڈ پر پڑے اپنے موبائل کو اس نے جلدی سے تھاما۔ایک نمبر ملانے کی ناکام کوشش کی۔

ایک زوردار آواز اس کے کانوں میں گونجی۔۔موبائل ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گیا۔۔اس نے گھبراہٹ سے لب کچلتے ہوئے کار کے بیک مرر کی جانب دیکھا۔۔اس کا خدشہ صحیح تھا۔۔اس کا پیچھا کرتی ہوئی سیاہ کار نے اس کی کار کو پیچھے سے زوردار ٹکر ماری تھی۔

وہ لوگ یہی چاہتے تھے کہ وہ کار روک لے۔۔لیکن وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔۔اس نے ابھی بھی اسٹئیرنگ سنبھالے رکھا۔۔لیکن پھر۔۔ایک زوردار اور بھیانک آواز اس کے کانوں میں گونجی۔ اس کی کار کے بریکز فیل ہو چکے تھے۔

اس نے ہینڈ بریک کھینچی۔۔لیکن یہ کام نہ آسکی۔۔اس نے دوبارہ ہینڈ بریک کھینچنے کی کوشش نہ کی کیونکہ اس سے گاڑی الٹنے کا ڈر تھا۔۔اس کے پاس ایک ہی چارہ تھا۔۔اس نے اپنی سائیڈ کا دروازہ تیزی سے کھولا۔۔ایک دو گہری سانسیں اندر کو اتاریں اور۔۔وہ چلتی ہوئی گاڑی سے کود گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دو دن قبل۔

کیا حقیقت کہوں کہ کیا ہے عشق

حق شناسوں کا ہاں خدا ہے عشق

افق پر آج سورج کے ساتھ ساتھ ہلکے ہلکے بادل بھی چھائے تھے۔ موسم میں کچھ خنکی سی شامل تھی۔ یہ منظر ترکیے کے شہر استنبول میں واقع معروف مسجد **"رستم پاشا مسجد"** کا تھا۔ یہ مسجد **1550-1561** میں رستم پاشا نے تعمیر کروائی۔۔ جو کہ سلطان سلیمان کا ایک عظیم وزیر ہونے کے ساتھ ساتھ داماد بھی تھا۔

اس مسجد کا بیرونی حصہ دیگر عظیم الشان عثمانی مساجد کے مقابلے میں نسبتاً معمولی سا ہے۔ اگوارڑا خوبصورت سنگ مرمر سے مزین ہے۔۔ لیکن یہ مسجد کے اندرونی حصے میں ہے جو واقعی اپنی خوبصورتی اور دلکشی سے دل موہ لیتا ہے۔

مسجد میں ایک خوبصورت اور منفرد ڈیزائن کا ایک مینار ہے۔۔ جس کے ساتھ وہ اس وقت ٹیک لگائے کافی متذبذب سے انداز میں ارد گرد دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک لمبے سے گہرے بھورے رنگ کے کوٹ اور سیاہ جینز میں ملبوس تھا۔۔ چہرہ ایک سیاہ رنگ کے ماسک سے ڈھکا ہوا تھا۔۔ جیسے لوگ کرونا کے دنوں میں ماسک پہنتے تھے۔۔ سیاہ بال بکھرے سے تھے۔۔ وہ خود بھی کافی بکھرا بکھرا سا دکھائی دیتا۔۔ حلیہ تو اس کا بہت ہی بے ڈھنگا اور رف سا لگ رہا تھا۔

وہ ایک دو گہری سانسیں لے کر مسجد کے اندرونی حصے کی جانب بڑھنے لگا۔۔رستم پاشا مسجد کا اندرونی حصہ اپنے غیر معمولی ٹائل کے کام کے لیے مشہور ہے۔۔یہ خاص طور پر ایزنک ٹائلوں سے مزین ہے۔یہ ٹائلیں دیواروں اور نماز والی جگہ (محراب) کو ڈھانپتی ہیں۔۔اور یہ ٹائلز ہندسی نمونوں۔۔پھولوں کی شکلوں۔۔اور بھرپور بلیوز۔۔اور سرخ رنگوں کی شاندار صف کو ظاہر کر رہی تھیں۔

ابھی مغرب کی اذان ہونے میں کچھ ہی دیر باقی تھی۔

وہ نماز گاہ پہنچا جو کشادہ اور اچھی طرح سے روشن تھی۔۔کھڑکیوں سے گزرتی سورج کی روشنی ارد گرد پھیلی تھی۔۔ماحول میں خاصا سکوت قائم تھا۔۔نماز گاہ میں ابھی چند افراد ہی موجود تھے۔۔جن میں سے کچھ ایک دوسرے سے بات چیت کر رہے تھے۔۔اور کچھ یونہی ٹہل رہے تھے۔

نماز گاہ کے ساتھ ہی کچھ فاصلے پر ایک کمرہ تھا۔۔اس نے ارد گرد دیکھا۔۔کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔۔اور پھر وہ دھیرے سے اس کمرے کی جانب بڑھا۔کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔۔اس نے دیکھا کہ اندر فرش پر ایک ہلکے بھورے رنگ کا صاف سا قالین بچھا تھا۔اس پر ایک بزرگ دو زانو ہو کر بیٹھے تھے۔۔ان کی سفید داڑھی۔۔سفید بال۔۔جھریوں سے بھرا چہرہ۔۔ان کی شخصیت کا رعب مزید بڑھا رہا تھا۔ان کے سامنے ہی ایک نوجوان لڑکا سر جھکائے دو زانو ہو کر بیٹھا ان کی باتیں کافی مؤدب انداز میں سن رہا تھا۔

وہ بزرگ جو اس مسجد کے مؤذن تھے۔۔اس نوجوان لڑکے کو کافی نرم لہجے میں کچھ نصیحتیں کر رہے تھے۔۔اس وقت وہ مؤذن ایک سفید رنگ کے چوغے نما لباس میں ملبوس تھے۔۔ساتھ ہی سر پر ایک ترک طرز کی نماز والی ٹوپی پہن رکھی تھی۔

وہ نوجوان لڑکا ان کی باتیں سن کر نرمی سے دھیرے سے مسکرا دیتا۔۔پھر مؤدب انداز میں اثبات میں سر ہلا کر دوبارہ سے سر جھکائے ان کی باتیں سننے لگتا۔اس کمرے کے دروازے کے ساتھ کھڑا وہ بکھرا بکھرا سا آدمی یہ منظر خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

اندر کمرے میں بیٹھے اس نوجوان لڑکے نے اس معزز بزرگ کے ہاتھ چومے۔۔پھر مؤدب سے انداز میں اجازت مانگ کر کمرے کے دروازے کی جانب بڑھا۔وہ بکھرا ہوا آدمی یک دم دروازے سے پیچھے ہٹا۔۔جب وہ نوجوان لڑکا اس کمرے سے چلا گیا تو اس نے دروازہ آدھا کھولا۔۔اس بزرگ کی نظر اس آدمی کی جانب گئی۔۔اور پھر انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

اس بکھرے ہوئے آدمی نے اپنے چہرے پر سے وہ ماسک ہٹایا۔۔اور اسے اپنی جینز کی جیب میں رکھا۔اس کے چہرے پر حد درجہ کی بے بسی۔۔ شکستگی۔۔اور نہ جانے کیا کیا تھا۔سیاہ آنکھوں کے گرد حلقے پہلے سے کئی زیادہ بڑھ گئے تھے۔

وہ دھیرے سے چلتا ہوا ان کے سامنے آکر بیٹھنے ہی لگا کہ تب ہی اسے یاد آیا کہ وہ نوجوان لڑکا جو پہلے یہاں موجود تھا وہ یہاں دوزانو ہو کر بیٹھا تھا۔۔ وہ بھی دوزانو ہو کر بیٹھا۔۔ پھر ایک گہری سانس اندر کو اتاری۔اس نے سر اٹھا کر اپنے سامنے کچھ ہی فاصلے پر بیٹھے معزز بزرگ کا چہرہ دیکھا۔۔ان کے چہرے پر سکون تھا۔۔ ہلکی سی نرم مسکراہٹ تھی۔۔آنکھیں روشن تھیں۔۔چند لمحے کے لیے تو وہ ان کے چہرے کو سحر زدہ سا ہو کر دیکھنے لگا۔۔ پھر نظریں پھیر لیں۔

"عشق کیا ہے ؟"لہجہ متذبذب سا تھا۔۔ سر جھکا تھا۔۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بزرگ اس کے چہرے کی شکستگی دیکھ لیں۔

"بیٹے! کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ تم کس عشق کے بارے میں بات کر رہے ہو؟"ان کا لہجہ انتہائی نرم تھا۔اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"مطلب؟"سیاہ آنکھیں سکڑیں تھیں۔۔وہ کچھ سمجھ نہیں پایا تھا۔

"یعنی تم عشق مجازی کے بارے میں جاننا چاہتے ہو یا پھر عشق حقیقی کے بارے میں؟"انہوں نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔۔ مرات کے چہرے پر گہری سوچ کی لکیریں نمایاں ہوئیں۔

"ان دونوں میں فرق ہے کیا؟"اس نے ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا تو وہ بزرگ معنی خیز انداز میں زیر لب مسکرائے۔

"فرق ہے! بالکل فرق ہے۔" ان کا لہجہ بھی معنی خیز تھا۔۔مرات آنکھوں کی پتلیاں سکیڑے۔۔ انہیں لحظے بھر کے لیے ناسمجھی سے دیکھتا رہا۔

اور تدبیر کو نہیں کچھ دخل

عشق کے درد کی دوا ہے عشق

"کیسا فرق؟" اس نے پوچھا۔۔ان بزرگ نے ایک گہری سانس لی۔

"عشق اگر "**خلق**" سے ہو تو "**سزا**" ہے لیکن اگر عشق "**خالق**" سے کیا جائے تو یہ "**جزا**" ہے۔" انہوں نے اپنے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔۔یہ الفاظ سن کر مرات بالکل سناٹے میں رہ گیا۔۔چہرے پر ناگواری۔۔بے بسی۔۔بکھراپن۔۔غم اور غصہ مزید بڑھ سا گیا۔

"عشق مجازی تو ناکام ہے۔بالکل ناکام۔" انہوں نے مزید کہا۔۔وہ متذبذب سے انداز میں کنپٹی مسلنے لگا۔

"اس مرض سے چھٹکارا کیسے پایا جائے؟" وہ جیسے اکتا سا گیا تھا۔۔لہجے میں تیزی تھی۔

"پہلی بات! یہ مرض صرف تب ہے جب یہ "**دنیا**" سے ہو۔" انہوں نے کہنا شروع کیا۔۔ان کا لہجہ ابھی بھی نرم اور معنی خیز تھا۔

"کیا تم مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ مرض کسے کہتے ہیں؟" اور اس سوال کی وہ توقع نہیں کر رہا تھا۔

"بیماری کو۔"اس نے چند لمحے بعد شانے اچکا کر جواب دیا۔۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔

"اور بیماری کیا ہوتی ہے؟"اسے ان کے اس سوال کی بھی توقع نہ تھی۔

"جو آپ کو تکلیف پہنچائے۔آپ اس سے دور جانا چاہو۔۔ لیکن یہ دور نہیں جاتی۔اور آخر میں کیا ہوتا ہے؟ یا تو آپ اس مرض کے ہاتھوں موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔۔یا پھر یہ مرض ختم ہو جاتا ہے۔" وہ اپنے سوال کا خود ہی جواب دے رہے تھے۔۔وہ انہیں خاموشی سے سن رہا تھا۔

"لیکن جب یہ مرض ختم ہوتا ہے تو کیا آپ پہلے جیسے ہو جاتے ہیں؟"انہوں نے ذرا سے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"نہیں۔"اس نے جواباً نفی میں سر ہلا دیا۔

"بلکہ آپ میں بیماریوں کو جھیلنے کی مزید قوت آجاتی ہے۔آپ میں مزید ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔"انہوں نے جب کہا تو مرات نے ہلکا سا اثبات میں سر ہلا دیا۔

عشق سے جا نہیں کوئی خالی

دل سے لے عرش تک بھرا ہے عشق

"میں اس مرض سے کیسے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہوں؟"اس کی سیاہ آنکھوں میں گہری نمی اٹھ آئی۔۔ان بزرگ نے ہلکا سا مسکرا کر سر جھٹکا۔۔وہ مزید بے چین ہو گیا۔

"بتایئے نا! مرض عشق کا علاج کیا ہے؟"اس نے جواب نہ پا کر اپنا سوال دہرایا۔

"یہ مرض لاعلاج ہے۔"انہوں نے ترنت سے کہہ ڈالا۔۔وہ بالکل گنگ رہ گیا۔

"صرف تب اگر تم عشق مجازی سے آگے کی منزل پر قدم نہ بڑھاؤ۔"یہ سن کر وہ کچھ سمجھ نہ پایا۔۔ان کی باتیں اسے بہت ہی مشکل سے سمجھ آ رہی تھیں۔۔یا شاید وہ خود ہی ان کی باتیں سمجھنا نہیں چاہ رہا تھا۔

"مطلب؟"وہ انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم عشق مجازی سے اگلی منزل طے کر سکتے ہو؟"اگلے سوال کی اسے توقع نہ تھی۔

"کون سی منزل؟"اسے لگا کہ اس کے حلق میں کچھ پھنسا تھا۔

"عشق حقیقی۔وہ عشق جو حقیقت ہے۔جس کا مقدر صرف کامیابی ہے۔"وہ زیر لب معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے نرمی سے کہہ رہے تھے۔

"عشق مجازی پر جو ٹھہر گیا۔۔وہ فنا ہو گیا۔۔گمراہ ہو گیا۔لیکن جو عشق مجازی سے عشق حقیقی تک پہنچ گیا۔۔وہ **"جزا"** پا گیا۔۔اور **"مومن"** بن گیا۔"وہ بالکل ساکت سا رہ گیا تھا۔۔اس وقت اس کی زبان سے کوئی الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔۔وہ ان کے الفاظ کے سحر میں جکڑ گیا تھا۔

"تم جانتے ہو بیٹے! توحید تک پہنچنے کا ذریعہ کیا ہے؟" اور یک دم وہ تھوڑا چوکنا ہوا۔۔ چند لمحے کچھ سوچا۔

"علم؟" پھر بھنویں اچکا کر پوچھا۔

"ہاں علم۔ لیکن صرف علم نہیں۔ عشق بھی۔" وہ متذبذب سے انداز میں لب کاٹنے لگا۔

"علم عشق کے بغیر آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔" ان کی آواز قدرے بلند ہوئی۔۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں نمی مزید بڑھ گئی۔ اس نے مٹھیاں بھینچیں۔۔ اور فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ سر کو خم دے کر ان سے اجازت مانگی۔۔ اور یہ دیکھے بغیر کہ انہوں نے اسے جانے کی اجازت دی ہے یا نہیں۔۔ وہ تیز قدموں کے ساتھ اس کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کی آنکھوں نے دیکھا کہ نماز گاہ میں اب کافی لوگ موجود تھے۔ وہ ان سے نظریں پھیر کر جانے لگا۔۔ سیاہ ماسک بھی جیب سے نہیں نکالا۔۔ وہ بالکل بے گانہ سا لگ رہا تھا۔

جب وہ رستم پاشا مسجد کے اندرونی حصے سے باہر نکلا۔۔ تو آسمان گہرے نیلے۔۔ گلابی۔۔ نارنجی۔۔ اور سرمئی رنگوں کے ایک پرفتن کینوس میں ڈھل چکا تھا۔

وہ ایک مینار کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔۔ دل کی دوڑ بے ترتیب تھی۔۔ اس کا دل جل رہا تھا۔۔ آنکھیں بھی بالکل دل کی طرح ہی جل رہی تھیں۔

"کیا مجھے عشق ہو گیا ہے؟" ذہن پر یہ سوال ابھرا۔۔ دل مزید جلنے لگا۔

"یعنی مجھے خدا کی طرف سے سزا مل رہی ہے۔" اور پھر اس کی سیاہ آنکھوں میں سے ابلتا ہوا پانی گرنے لگا۔ وہ فرش پر ہی ڈھے سا گیا۔۔ یہاں سے گزرتے کئی لوگ اسے اس حالت میں دیکھ کر یہی کہتے کہ وہ کوئی دیوانہ۔۔بے گانہ تھا۔

اس نے سر اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا۔۔آنکھوں میں سے آنسو ابھی تک برس رہے تھے۔۔اس نے ضبط سے آنکھیں میچ لیں۔

"ایسا نہیں ہے۔" پھر زور سے سر جھٹکا۔۔اور آنکھیں کھولیں۔

"مجھے کوئی سزا نہیں مل رہی۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔۔دل اور دماغ ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"میں نے جو بھی کیا بالکل ٹھیک کیا۔" اس نے مٹھیاں بھینچ کر خود کو جیسے یقین دلایا۔

رستم پاشا مسجد کے ساتھ ساتھ استنبول کی باقی مساجد کے اسپیکرز بھی مغرب کی اذان کی آواز سے گونج اٹھے۔ رستم پاشا مسجد میں جو شخص اذان دے رہا تھا اس کی آواز وہ پہچانتا تھا۔۔ یہ وہی بزرگ تھے جن سے ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ ملاقات کر کے آیا تھا۔

وہ فرش پر سے اٹھا۔۔دو تین لمبی لمبی سانسیں باہر کی طرف خارج کیں۔۔ پھر چہرہ اٹھا کر ارد گرد خالی خالی نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ عشق نہیں ہے۔یہ تو صرف بدلے کی آگ ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی ہے۔"

دل میں یہ الفاظ بجلی کی طرح کھڑک رہے تھے۔

"اور یہ بدلے کی آگ صرف تب ہی ٹھنڈی ہو گی جب میں براق یامان۔۔اور اس کی ماں کو بھی ختم کر دوں گا۔" سیاہ آنکھیں اب برس نہیں رہی تھیں۔۔لیکن ان میں گہری سرخی اتر آئی تھی۔

"پہلے میں اس کی ماں کو ختم کروں گا اور پھر اسے تاکہ۔۔اسے بھی اپنی ماں کی جدائی کا غم ملے۔" زیر لب ایک شیطانی مسکان قائم ہو گئی۔

"مرات! تم نے جو بھی کیا بالکل ٹھیک کیا۔اس میں کوئی شک نہیں۔" اور پھر یکلخت اس کی آنکھ میں سے ایک موتی لڑکھڑاتا ہوا گال کو چھو گیا۔۔اس نے انگلی کے پور سے آنکھ صاف کی۔۔دل اور دماغ ابھی بھی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"اور ہاں! تمہیں **"عشق"** نہیں ہے مرات۔آخر تمہیں عشق ہو کیسے سکتا ہے؟ یہ سب تو صرف فالتو کی باتیں ہیں۔" اس نے گردن اونچی کرتے ہوئے زیر لب خود سے کہا۔

وہ اب قدم بڑھاتا ہوا مسجد سے باہر جانے لگا کہ یک دم اس کے قدم زنجیر ہوئے۔وہ پلٹا۔۔اور مسجد کی جانب دیکھا۔۔کئی نمازی ابھی بھی مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔۔وہ ان سب کو ساکت سا کھڑا دیکھ رہا تھا۔۔نگاہیں ویران اور خالی خالی سی تھیں۔اس کے دل نے اسے قدم واپس مسجد

کے اندرونی حصے میں لے جانے کو کہا۔۔اس نے ایک قدم بڑھایا۔۔جس طرح سے وہاں باقی لوگ نماز پڑھ رہے تھے تو وہ کیوں نہیں پڑھ سکتا تھا؟

اس نے ایک اور قدم بڑھایا۔۔سیاہ آنکھوں میں ایک ہلکی سی چمک ابھری۔۔دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

اس کے ذہن کے پردوں پر یک دم کچھ جھلکا۔

(یہ منظر ایک چھوٹے سے لاؤنج کا تھا۔وہ بچہ جس کی عمر اس وقت گیارہ سال تھی۔۔کسی کھلونے کے ساتھ کافی مزے سے کھیل رہا تھا۔سیاہ بالوں میں اچھے سے کنگی کی گئی تھی۔۔وہ کافی ہشاش بشاس لگ رہا تھا۔اس کے خوبصورت چہرے پر چھائی حد درجہ کی معصومیت اسے مزید پرکشش بناتی۔

چند ہی لمحے بعد وہاں ایک کافی خوبصورت سی خاتون آئیں۔۔جو اس کے برابر میں صوفے پر آکر بیٹھیں۔وہ اس وقت ایک لمبے سے گلابی رنگ کے فراک میں ملبوس تھیں جس کے ساتھ انہوں نے کندھوں پر ایک سرمئی رنگ کا دوپٹہ پھیلا کر لیا ہوا تھا۔۔وہ ابھی ابھی مغرب کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں۔

صوفے پر بیٹھا وہ بچہ ابھی تک کھلونے کے ساتھ کھیلنے میں مگن تھا۔

"مرات! مغرب کی اذان ہو گئی ہے۔ میں نے کہا تھا نا! نماز پڑھ لو۔۔ ابھی تک کیوں نہیں نماز پڑھی؟" ان کی سیاہ آنکھیں بالکل اس بچے کی آنکھوں کی طرح تھیں۔۔ سیاہ بال بھی اسی کی طرح تھے۔

اس بچے نے ہاتھ میں پکڑا کھلونا میز پر رکھا۔۔ اور مسکرا کر اپنی ماں کا خوبصورت چہرہ دیکھا۔

"میں بھول گیا تھا۔ ابھی جا کر پڑھتا ہوں نماز۔ آپ کو معلوم ہے میں اب ساری نمازیں پڑھتا ہوں۔ جب سے آپ نے مجھے نماز پڑھنے کا کہا ہے نا تب سے میں نے ایک بھی نماز نہیں چھوڑی۔ اور آج تو میں فجر کی نماز کے لیے خود اٹھا تھا۔" وہ تیز تیز لہجے میں کہہ رہا تھا تو دیلارا خانم مسلسل ستائشی انداز میں مسکرا رہی تھیں۔

"تمام تمام! مجھے معلوم ہے تم اب ساری نمازیں پڑھتے ہو۔ اب باتیں ختم کرو اور جا کر مغرب کی نماز پڑھ لو۔ شاباش اٹھو۔" وہ نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہی تھیں تو وہ اثبات میں سر ہلا کر صوفے سے اٹھا۔۔ اور نماز پڑھنے کے لیے چلا گیا۔)

اسے احساس تک نہ ہو پایا کہ اس کی سیاہ آنکھیں پھر سے برس رہی تھیں۔۔ اس نے مسجد کی جانب ایک اور قدم بڑھایا۔۔ پھر سامنے کے سارے منظر دھندلا سے گئے۔۔ اب سامنے وہ مناظر باری باری آشکار ہو رہے تھے جب اس نے کئی انسانوں کا بے دردی سے قتل کیا۔

اس نے اپنے دونوں ہاتھ چہرے کے سامنے کیے۔۔اسے احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ کسی ایک نہیں۔۔بلکہ بہت سے لوگوں کے خون سے رنگے تھے۔۔چہرے کے آگے وہ نیلی آنکھوں والی لڑکی کی بھی شکل نمودار ہوئی جس کے خون کے داغ بھی اس کے ہاتھوں پر تھے۔

اس نے سر جھٹکا۔جیسے کہہ رہا ہو کہ میں اس جگہ کے قابل نہیں۔۔یا یہ کہہ رہا ہو کہ میں نماز پڑھنے یا اللہ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں۔۔ایک نظر مسجد کو دیکھا۔۔پھر پلٹ گیا۔۔اور مسجد سے باہر جانے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

موجودہ دن۔

اس کی آنکھیں بوجھل تھیں۔۔بے حد بوجھل۔اسے اپنا آپ بہت ہی کمزور اور نڈھال سا محسوس ہو رہا تھا۔بمشکل اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔اور ارد گرد دیکھا۔یہ جگہ پہلے وہ پہچان نہ پائی۔۔مگر جب اسے معلوم ہوا کہ یہ کون سی جگہ ہے تو اس نے ناگواری۔۔کوفت۔۔اور کرب سے آنکھیں موند لیں۔

اسے یاد تھا۔۔جب وہ چلتی ہوئی گاڑی سے باہر کود گئی تھی۔۔تو وہ سڑک کے ایک کنارے جا گری تھی۔۔سر زمین پر لگا تھا۔۔اسے ماتھے پر زخم سا محسوس ہوا جس میں سے خون گر گر کر اب سوکھ

چکا تھا۔۔ مگر اس زخم میں تکلیف ابھی بھی تھی۔ اسی طرح اسے پورے جسم پر بھی کئی چوٹیں لگی تھیں۔۔ کئی خراشیں آئی تھیں۔۔ جن میں تکلیف ابھی تک ہو رہی تھی۔

مگر اسے یاد تھا۔۔ وہ اتنا زخمی ہونے کے باوجود بھی بیہوش نہیں ہوئی تھی۔۔ اسے بیہوش کیا گیا تھا۔ وہ سیاہ کار جو اس کی کار کا پیچھا کر رہی تھی۔۔ اس میں سے دو تین افراد باہر نکلیں۔۔ ان میں سے ایک کو وہ پہچانتی تھی۔۔ میکائیل کا نوکر یا غلام۔۔ یا یہ کہنا بہتر تھا کہ اس کا "رائٹ ہینڈ"۔۔ اسلم۔۔ ہاں وہ اسلم ہی تھا۔۔ اسے اچھے سے یاد تھا۔ اسی نے کلوروفام سے بھرا رومال اسے سنگھا کر بیہوش کر دیا تھا۔۔ اس نے مزاحمت کی تھی۔۔ لیکن سب بے سود رہا۔

کیا وقت ہو رہا تھا۔۔ اسے نہیں معلوم تھا۔۔ اس نے اپنی کلائی میں پہنی گھڑی پر ایک نظر ڈالی۔۔ اس وقت بارہ بج رہے تھے۔۔ میٹنگ کا ٹائم کب کا نکل چکا تھا۔ اس نے کوفت سے ارد گرد دیکھا۔ روشن دانوں پر دھول مٹی جمی تھی جن میں سے بمشکل سورج کی کرنیں گزر رہی تھیں۔ یہ وہی ویران۔۔ پرانی اور بوسیدہ سی عمارت تھی جہاں اسے پہلے بھی لایا گیا تھا۔ اس عمارت کے اندر مرکز میں دو کرسیاں پڑی تھیں۔۔ ایک کرسی پر وہ بیٹھی تھی۔۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں کرسی کے ساتھ رسیوں سے بندھے تھے۔ سامنے کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر ایک اور کرسی پڑی تھی جو خالی تھی۔۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ یہ نشست کس نے سنبھالنی ہے۔

اسے کسی کی قدموں کی آہٹ سنائی دی۔۔ لیکن اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھنے کی زحمت نہ کی۔۔وہ جانتی تھی کہ کون آرہا ہے۔۔اس کا چہرہ بے خوف تھا۔۔وہ بھی نینا احسن تھی۔۔جو اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتی تھی۔

اس نے گردن اونچی کی۔۔چہرہ سپاٹ تھا۔۔ابرو تنے ہوئے تھے۔۔ساتھ ساتھ وہ مسلسل لب کچل رہی تھی۔

قدموں کی آہٹ مزید تیز ہوئی۔۔اور پھر وہ شخص بالکل اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔۔اس کے ساتھ اس کا ساتھی بھی تھا۔

وہ ان دونوں کو تیکھی نگاہوں سے نچلا لب کاٹتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"خوش آمدید نینا احسن!۔" میکائیل ملک نے دونوں ہاتھ فضا میں لہراتے ہوئے بے حد فاتحانہ انداز میں کہا۔۔ گردن تنی ہوئی تھی۔۔وہ ایک گہرے بھورے رنگ کی برانڈڈ مردانہ شلوار قمیص میں ملبوس تھا۔۔کلائی پر بھی ایک مہنگی گھڑی پہن رکھی تھی۔

"ویسے بندہ جگہ ہی تبدیل کرلیتا ہے۔اتنا حرام کا پیسہ کمایا ہے تم نے۔۔کم از کم اپنے دشمنوں کو اغوا کر کے لانے کے لیے جگہ ہی تبدیل کرلو۔"اس نے استہزائیہ انداز میں مسکرا کر کہا۔اس نے جواباً سر جھٹکا اور پھر مسکرایا۔

"تم نے ایک بار پھر بے وقوفی کی ہے میکائیل۔" وہ اسے شعلہ باز نگاہوں سے گھور رہی تھی۔۔ اپنی گھنی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا وہ طنزیہ انداز میں زیر لب مسکرایا۔

"شش! ایک لفظ بھی مت کہنا۔" پھر شہادت کی انگلی اپنے لبوں پر ٹکاتے ہوئے تیکھے لہجے میں کہا۔

"ہاں؟ تم نے کہا اور میں نے مان لیا؟ چچ! آخر کب تم عقلمندی کا مظاہرہ کرو گے؟" اب کی بار اس نے قدرے تیز لہجے میں کہا۔۔ میکائیل نے ایک گہری سانس لی۔۔ جیسے اپنے غصے پر قابو پا رہا ہو۔۔ پھر سامنے پڑی کرسی کھینچی اور اس پر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھا۔

"تمہیں اپنے آپ پر بہت ناز ہے نا۔ کوئی بات نہیں۔۔ مرتے ہوئے انسان سے میں آخر کیوں بحث کروں۔" اس کی آنکھوں میں درشتی۔۔ خباثت۔۔ نفرت۔۔ اور نہ جانے کیا کیا ابھرا۔

"یہی تمہاری سب سے بڑی غلطی ہے! تم ہمیشہ یہ بھول جاتے ہو کہ انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ سب کچھ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔" اس نے اپنے ہر لفظ پر زور دیا۔

"میرے پاس تمہاری باتیں سننے کا وقت نہیں۔" اس نے اسلم کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔۔ اور اسے معنی خیز نگاہوں سے تکا۔۔ اسلم نے سر کو خم دیا۔۔ پھر اپنی قمیص کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ نینا سمجھ گئی تھی کہ اب کیا ہونے جا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس کا سر ابھی بھی چکرا رہا تھا۔۔ بمشکل اس نے آنکھیں کھولیں۔۔اس کے چہرے پر تکان واضح تھی۔۔ خراشیں تھیں۔۔ سر کے پیچھے اسے بہت تکلیف ہو رہی تھی۔۔ لیکن یہ تکلیف اس کے لیے معمولی سی بات تھی۔۔ایک افسر اتنی سی تکلیف تو آرام سے برداشت کر سکتا ہے۔

اس نے ارد گرد نگاہ دہرائی۔۔دیکھنے میں یہ کوئی بہت ہی پرانی اور بوسیدہ سی جگہ معلوم ہوتی۔ چاروں اطراف میں کھڑکیاں تھیں جن کے اوپر موٹے موٹے شیشے لگے تھے۔ کھڑکیوں سے باہر دور دور تک پھیلے پہاڑ جن دکھائی دیتے۔اسے سمجھ آگئی تھی کہ وہ اس عمارت کی درمیانی یا کسی اوپر والی منزل پر تھا۔

سامنے ایک وسیع سی دیوار تھی جس پر کئی مانیٹرز نسب تھے۔اس جگہ پر سورج کی کرنوں۔۔اور مانیٹرز کی روشن اسکرینز کے علاوہ کہیں سے بھی روشنی نہیں آرہی تھی۔۔ یہاں تک کہ ادھر کوئی چھوٹا سا بلب بھی روشن نہیں تھا۔

اس نے کرسی کے ساتھ اپنے بندھے ہوئے ہاتھ دیکھے۔۔ پھر اپنے بندھے ہوئے پاؤں۔۔اس کی آنکھوں کے سامنے وہ چہرہ آیا جسے اس نے بیہوش ہونے سے پہلے دیکھا تھا۔وہ چہرہ جو کہ قہقہہ لگا کر ہنس رہا تھا۔۔اس کا تمسخر اڑا رہا تھا۔۔اس کی نیلی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔

یکلخت اس نے دیکھا کہ وہ دیوار جس پر کئی مانیٹرز لگے تھے۔۔اس دیوار سے کچھ ہی فاصلے پر ایک دروازہ تھا۔۔ جس کو کھول کر وہ شخص داخل ہوا۔ براق نے اس شخص کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔

سیاہ لمبا کوٹ۔۔ سیاہ جینز۔۔ بھوری ہیٹ۔۔ سیاہ آنکھیں جو کہ اندر دھنس چکی تھیں۔۔ بجھا بجھا اور ویران سا چہرہ۔۔ یہ وہی تھا۔۔ مرات کا راب۔

"کہا تھا نا میں نے۔۔ مرات تک پہنچنے کے لیے مرات ہی کی اجازت چاہیئے ہوتی ہے۔" اس کے قریب پہنچ کر مرات نے کندھے اچکا کر کافی فاتحانہ اور مغرور انداز میں کہا۔

"سچ! تمہیں یقین ہے؟" جواباً براق نے استہزائیہ انداز میں مسکرا کر سر جھٹکا۔

"اس دنیا میں سب سے زیادہ اعتماد مجھے اپنی قابلیت پر ہے۔" گردن اکڑا کر اس نے کہا تو براق ایک بار پھر اس کا تمسخر اڑانے والے انداز میں ہنسا۔۔ مرات نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"قابلیت پر یا بے وقوفی پر؟" اس نے چبا چبا کر کہا۔۔ اب کی بار وہ اسے چند لمحے غصیلی نگاہوں سے گھورتا رہا۔۔ پھر کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔

"تم اب بھی یہ کہہ رہے ہو براق؟" لہجہ بے حد معنی خیز تھا۔۔ براق نے فوراً اثبات میں سر ہلا کر اپنی بات کی تائید کی۔

"خیر میں تمہیں کسی سے ملوانا چاہوں گا۔" مرات ذرا سا مسکرایا۔۔ اس نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

مرات نے اب کی بار اس دروازے کی طرف اشارہ کیا جہاں سے وہ اندر داخل ہوا تھا۔۔وہ دروازہ آدھا کھلا تھا۔۔اور پھر اس دروازے کو کسی نے پورا دھکیل دیا۔

ہائی ہیلز کی ٹک ٹک کی آواز اس وسیع کمرے میں گونج رہی تھی۔۔وہ کافی پر اعتماد انداز میں چلتی ہوئی ان تک آ رہی تھی۔۔سنہرے اسٹریکنگ والے بالوں کا ایک جوڑا بنا تھا۔۔وہ ایک بغیر آستینوں والی شارٹ شرٹ اور جینز میں ملبوس تھی۔ براق کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے چہرے کی مسکان مزید بڑھی۔

وہ لڑکی مرات کے برابر میں آکر کھڑی ہو گئی۔ براق جب اسے دور سے آتا دیکھ رہا تھا تو وہ اسے تب ہی پہچان گیا تھا۔۔لیکن دل ہی دل میں اسے لگا کہ اس کی آنکھیں جو دیکھ رہی ہیں وہ سچ نہیں تھا۔۔یہ اس کا وہم تھا۔۔ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔لیکن اب اسے مرات کے ساتھ بالکل اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر اسے یقین آ گیا کہ اس کی آنکھیں جو دیکھ رہی تھیں وہ کوئی سراب نہیں بلکہ حقیقت تھی۔۔یہ کوئی وہم نہیں تھا۔

"نازلی۔۔تم؟ تم یہاں؟" اس کے چہرے پر بے یقینی ہی بے یقینی چھائی تھی۔اور چند ہی لمحے بعد یہ بے یقینی حیرت۔۔پھر افسوس۔۔اور پھر غصے میں تبدیل ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلم نے ایک پستول اپنی جیب سے نکالی۔۔اور اسے میکائیل کی ہتھیلی پر رکھا۔اس نے پستول مضبوطی سے تھامی۔۔اور ایک گہری سانس لے کر کرسی سے اٹھا۔چند لمحے نینا کو تنفر اور تیکھی نگاہوں سے دیکھا۔

اور پھر اس نے پستول اس کی جانب بڑھائی۔۔نینا کی سانسیں یک دم تیز ہوئیں۔۔وہ نچلا لب دانتوں سے کترا رہی تھی۔یک دم میکائیل نے پستول پیچھے کی۔۔جیسے اسے کچھ یاد آیا ہو۔

"تمہیں ختم کرنے سے پہلے۔۔میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔"اس نے سپاٹ سے لہجے میں کہنا شروع کیا۔نینا اسے اب کی بار اکتاہٹ اور بیزاری سے دیکھنے لگی۔

("اف اللہ ! اب یہ اپنی فضول باتوں سے میرا سر کھائے گا۔"اس نے دل ہی دل میں ناگواری سے سوچا۔)

"ماریہ کو میں نے ہی مارا۔۔وہ میرے بارے میں سب جان گئی تھی۔اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں منی لانڈرنگ میں ملوث ہوں۔۔اور میں راجیش کے ساتھ کئی کانٹریکٹس بھی کر چکا ہوں۔۔ وغیرہ وغیرہ۔"اس نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا۔۔نینا اسے سپاٹ تاثرات کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

"حالانکہ میں یہ سب اس کے اور اپنے فائدے کے لیے ہی کر رہا تھا۔"اس نے مزید کہنا چاہا لیکن نینا نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

"غلط تم سب کچھ صرف اور صرف اپنے فائدے کے لیے کرتے ہو۔"اس نے اس کی تصحیح کی۔۔

وہ جواباً تیکھے انداز میں مسکرایا۔

"ماریہ کو میں نے اس لیے مار ڈالا۔۔کیونکہ اسے مرنے سے ڈر لگتا تھا۔"اس کی آنکھوں میں عجیب سا کرب ابھرا۔۔پھر اس نے آنکھیں بند کیں اور دھیرے سے سر جھٹکا۔

"تمہیں میں نے پہلے مارنے کا ارادہ اس لیے نہیں کیا کیونکہ تم موت سے نہیں ڈرتی تھی۔"اور اس کی بات ایک بار پھر مکمل نہ ہو پائی۔

"تم پھر سے غلط کلامی کر رہے ہو۔میں ابھی بھی موت سے نہیں ڈرتی۔"لہجہ بے حد تیز۔۔پراعتماد۔۔پریقین۔۔اور بے خوف تھا۔

"لیکن ڈرنے لگ جاؤ گی۔"میکائیل نے ایک ہاتھ سے مونچھوں کو تاؤ دیا۔۔پھر ایک نظر ہاتھ میں پکڑی پستول کو دیکھا۔

"میں غلط سوچتا تھا کہ۔۔نینا احسن موت سے نہیں ڈرتی۔تم بھی انسان ہو۔۔اور ہر انسان موت سے ڈرتا ہے۔"اس نے ایک بار پھر پستول نینا کی جانب بڑھا دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"سرپرائز!۔" نازلی نے کافی فاتحانہ انداز میں شانے اچکا کر کہا۔۔چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ براق اسے لب کچلتا۔۔آنکھیں سکیڑے۔۔اور بھنچے ہوئے جبڑے کے ساتھ اشتعال انگیز نگاہوں سے گھورتا رہا۔

مرات نے اب کی بار سامنے رکھی کرسی کھینچی۔۔اس پر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھا۔۔اور اسے بتانا شروع کیا۔نازلی بالکل اس کے ساتھ ہی کھڑی۔۔انگلی پر اپنے سنہرے بالوں کی ایک لٹ کو لپیٹتے ہوئے اسے تندہی سے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

(براق یامان اور نینا احسن کی شادی کے ایک ہفتے بعد۔

یہ منظر ایک شاپنگ مال کا تھا۔ معمول کے مطابق یہاں لوگوں کی کافی بھیڑ تھی۔ہر طرف ہلچل سی مچی تھی۔۔یہاں روشنیوں اور رنگوں کا ایک سیلاب جگمگا رہا تھا۔سورج بھی آج پورے زور و شور سے اپنی سنہری کرنیں ہر سو پھیلانے میں مگن تھا۔ گرمی کی شدت آج کافی زیادہ تھی۔

دوسرے فلور کی ایک بوتیک کی ساری بتیاں روشن تھیں۔وسط میں مخملی صوفے بچھے تھے۔۔کپڑوں کے ریکس کونوں میں تھے۔۔مختلف پرفیومز کی اور نئے نئے کپڑوں کی دلفریب خوشبوئیں ماحول میں رقص کر رہی تھیں۔

وہ ایک قد آور آئینے کے سامنے کھڑی ایک سرخ رنگ کی کافتان نما شرٹ جو ہینگر پر لٹکی تھی۔۔اسے اپنے ساتھ لگا کر تنقیدی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔اس وقت اس کے سنہرے اسٹریکنگ

والے بال ایک کیچر میں بندھے تھے۔۔وہ آدھی آستینوں والے شارٹ فراک اور ٹائٹس میں ملبوس تھی۔

چند ہی لمحے بعد اس نے بے دلی سے اس لباس کو خود سے ہٹایا۔۔ہینگر مینجر کو تھمایا یہ کہہ کر کہ اسے کوئی بھی ڈریس پسند نہیں آیا۔۔اور پلٹ کر اس بوتیک سے جانے لگی۔گلاس ڈور کا دروازہ کھولا تو سامنے وہ وجود نمودار ہوا جس کو دیکھ کر وہ یک دم گھبرا سی گئی۔

عجیب بجھا بجھا سا چہرہ۔۔گہری سیاہ آنکھیں۔۔ماتھے پر بکھرے بال۔۔وہ اس وقت ایک گول گلے والی شرٹ اور جینز میں ملبوس تھا۔

"تم نازلی ہو نا! یوسف بے کی اکلوتی بیٹی ؟"اسے دیکھ کر فوراً ہلکا سا معنی خیز انداز میں مسکرا کر اس نے پوچھا۔

"ایوت! اور تم کون ہو ؟"اس نے سوالیہ انداز میں ابرو اچکائے۔۔جواباً وہ لحظے بھر کے لیے مسکرایا۔۔پھر جینز کی جیب میں سے ہاتھ نکال کر اپنے سینے پر لپیٹے۔۔اور ایک گہری سانس لی۔

ساتھ ہی وہ بوتیک کے دروازے سے تھوڑا دور ہوا۔۔نازلی بھی اس کے ساتھ ہی ایک طرف کو ہوئی۔

"میں بھی تمہاری طرح ہی ایک شخص کی بربادی چاہتا ہوں۔ **براق یامان**۔" اس شخص کے الفاظ سن کر نازلی چند لمحے کے لیے بالکل ساکت سی رہ گئی۔

"بس فرق اتنا ہے کہ تم پہلے اس سے محبت کرتی تھی اور اب نفرت۔ جب کہ میں پہلے اس سے نفرت کرتا تھا۔۔ اور اب پہلے سے بھی کئی زیادہ نفرت۔" اس نے تیز لہجے میں کہا۔۔ وہ خاموشی سے نچلا لب دباتے اسے سنتی رہی۔

اس کے چہرے پر گہری سوچ کی لکیریں نمایاں تھیں۔۔ مرات نے کلائی میں پہنی گھڑی پر وقت دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" اس نے ابرو سکیڑتے ہوئے پوچھا۔۔ مرات مسکرا دیا۔

"کیا ہم کہیں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟" لہجہ اب کی بار دوستانہ تھا۔

"شیور۔" وہ پھیکا سا مسکرا دی۔

کچھ دیر بعد۔

یہ منظر ایک کافی شاپ کا تھا جو شاپنگ مال سے کچھ ہی منٹ کے فاصلے پر تھا۔ وہ دونوں کافی آرڈر کر چکے تھے۔ نازلی کے چہرے پر اضطراب۔۔ بے چینی۔۔ کش مکش۔۔ اور بھی بہت کچھ چھایا تھا جب کہ مرات کافی اطمینان سے کرسی کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

"تو بتاؤ۔۔ کیا چاہتے ہو تم مجھ سے؟" وہ دونوں ہاتھ آپس میں ملائے۔۔ میز پر ٹکاتے ہوئے متذبذب سے انداز میں بولی۔

"چچ! تم اچھے سے جانتی ہو کہ میں کیا چاہتا ہوں۔" اس نے معنی خیز انداز میں سر جھٹکا۔۔ نازلی آنکھوں کی پتلیاں سکیڑتے ہوئے اسے ناسمجھی سے دیکھنے لگی۔

"تم براق کو اپنا بنانا چاہتی تھی۔۔ تم تو اس کی محبت میں پاگل تھی۔ یہاں تک کہ پیرس سے ترکیے بھی تم اسی کے لیے آئی۔" وہ اپنے ہر لفظ پر زور دے رہا تھا۔۔ نازلی کی آنکھیں جلنے لگیں۔

"اب جب کہ وہ تمہیں دھتکار چکا ہے۔۔ تو تم ابھی تک یہاں ترکیے میں کیوں ہو؟" اس نے ضبط سے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔۔ اور ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچ کر ٹھوڑی کے نیچے ٹکائی۔۔ وہ اسے سلگتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"صرف اسی لیے نا کہ تم اس سے بدلہ لے سکو؟" اس کے الفاظ اس کے دل میں بدلے کی اور نفرت کی آگ کو مزید بڑھا رہے تھے۔

"اس نے تمہاری محبت کی قدر نہیں کی۔۔ اس نے تمہاری قدر نہیں کی۔ تمہیں کتنی تکلیف پہنچی ہوگی۔۔ ہے نا؟" اس نے مصنوعی تاسف اور ہمدردی ظاہر کی۔۔ اس نے کرب سے نظریں پھیریں۔

"تم کہنا کیا چاہ رہے ہو؟"لہجہ تیز تھا۔۔وہ سب سمجھ گئی تھی لیکن پھر بھی نا سمجھی کا اظہار کر رہی تھی۔

"میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ ۔۔ براق کو تباہ کرنے میں تم میرا ساتھ دو۔"دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں میز پر ٹکاتے ہوئے اس نے ترنت سے کہہ ڈالا۔۔وہ یک دم تھوڑا پیچھے ہوئی۔۔کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگایا۔

نظروں کے سامنے کئی مناظر نمودار ہونا شروع ہوئے۔۔وہ پل جب وہ براق کے لیے تڑپی تھی۔۔جب جب وہ اس کے قریب جانے کی کوشش کرتی وہ اسے دھتکار دیتا۔۔ہر بار وہ اس کی ناقدری کرتا۔۔کبھی اسے اہمیت نہ دیتا۔۔اہمیت تو دور کی بات۔۔وہ اس سے ہنس کر یا مسکرا کر بات بھی نہ کرتا۔

("کتنی محبت کرتی تھی میں اس سے۔۔لیکن پھر بھی۔۔اس نے میری قدر نہ کی۔میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔اس نے مجھے ایک اجنبی کی خاطر چھوڑ دیا۔میں تم سے اس کا بدلہ ضرور لوں گی براق۔"اس کا دل جل رہا تھا۔)

"مجھے کیا کرنا ہو گا؟" اس نے تلخی سے ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔۔مرات کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکان پھیل گئی۔

ویٹر ان دونوں کے لیے کافی لے آیا تھا۔ نازلی نے کافی کا کپ اٹھایا۔۔اور اس میں سے دو تین گھونٹ بھرے۔ مرات نے بھی کافی کا ایک گھونٹ لیا۔۔ پھر کپ واپس میز پر رکھا۔۔اور اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"براق **"کمانڈران چیف"** ہے۔اس کے پاس بہت سی ایسی معلومات ہیں جو اگر مجھے مل جائیں تو میں اسے اور اس کے گھر والوں۔۔ سب کو تباہ کر ڈالوں۔" سیاہ آنکھوں میں گلابی سی ایک لہر ابھر آئی۔ نازلی نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا اور کافی کا ایک گھونٹ بھرا۔

مرات نے میز پر سے اپنا موبائل اٹھایا۔۔اس کی اسکرین روشن کی۔۔اور چند ہی لمحے میں اس پر ایک تصویر ڈھونڈی۔۔ پھر موبائل کی اسکرین نازلی کے سامنے کی۔

"تمہیں یہ فائل ڈھونڈنی ہے۔" ساتھ ہی کہا۔۔اس نے ناسمجھی سے اس کا چہرہ تکا۔

"کیوں؟" کافی کا کپ اس نے میز پر رکھ دیا۔

"اگر یہ فائل مجھے مل جائے تو میں اسے **"غدار"** ثابت کر سکتا ہوں۔" دھیرے سے مسکرا کر اس نے کافی یقین اور پر اعتماد انداز میں کہا۔

"اور وہ کیسے؟" اس کے چہرے پر بھی ایک ہلکی سی مسکان قائم ہو گئی تھی۔

"اس فائل میں وہ معلومات ہیں جو کسی حال میں disclose نہیں ہونی چاہیئے۔" وہ کہتا ہوا رکا۔۔ تو نازلی کی آنکھوں میں یک دم ایک چمک ابھری۔

"اور اگر یہ disclose ہو گئیں تو اس کا سارا الزام براق کے سر جائے گا کیونکہ یہ فائل اس کے پاس تھی۔"اس نے تیز تیز لہجے میں کچھ پر سوچ نگاہوں سے مرات کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں کچھ ہی دیر پہلے انڈر ایسٹمیٹ کر رہا تھا۔ مگر اب نہیں۔"اس نے اسے ستائشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔ نازلی نے جواباً تائیدی انداز میں شانے اچکا دیے۔

مرات نے کافی کا کپ میز پر سے اٹھایا۔۔اور اس میں سے کافی کے دو تین گھونٹ بھرے۔ نازلی کافی نہیں پی رہی تھی۔۔اس کے ماتھے پر اب کئی سلوٹیں نمایاں تھیں۔۔وہ تھوڑی سی متفکر بھی نظر آ رہی تھی۔

"میری ایک بات یاد رکھنا۔ تمہارا ساتھ دینے کا مقصد صرف یہ ہے کہ۔۔میں براق کو تباہ کر ڈالوں۔ میں اس سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لے سکوں۔اس نے میرے ساتھ ٹھیک نہیں کیا۔اور اب اسے اپنے کیے کا انجام بھگتنا ہو گا۔اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں۔ سمجھ آئی؟"طیش کے عالم میں لب کچلتے ہوئے اس نے کہا۔۔ مرات نے جواباً مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جو شخص میری ناقدری کرتا ہے۔۔اسے حساب دینا پڑتا ہے۔"اس نے دل ہی دل میں خود سے کہا۔)

مرات اپنی بات مکمل کر چکا تھا۔۔نازلی کے چہرے کی مسکان اب مزید گہری اور تلخ ہو چکی تھی۔ براق سمجھ گیا تھا کہ اس دن۔۔جب یوسف بے اور گوکچے خانم نازلی کے ساتھ اس کے گھر

آئے تھے۔۔تو نازلی کیوں اس کے کمرے میں گئی تھی۔۔اور اس کی الماری میں کیا تلاش کر رہی تھی۔۔اسے تب ہی اس پر شک ہو گیا تھا۔۔ لیکن اسے یقین نہ تھا کہ وہ ایسا کرے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یک دم اس کے ذہن کے پردوں پر کچھ ابھرا۔۔اس نے پستول ایک بار نینا کی جانب سے ہٹائی۔۔ اب کی بار نینا طنزیہ انداز میں مسکرائی۔

میکائیل نے مصنوعی تاسف سے سر جھٹکا۔۔پھر اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں بھی مصنوعی ہمدردگی اور افسوس شامل تھا۔

"عریشہ۔۔تمہاری اسسٹنٹ۔۔تمہاری پرانی دوست۔"اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔۔اس کی زبان سے عریشہ کا نام سننے کی اسے توقع نہ تھی۔۔وہ ناسمجھی اور حیرت سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"یاد ہے کہ بھول گئی؟"جب اس نے کچھ نہ کہا تو وہ فوراً گھنکھارا۔۔نینا کے چہرے پر ناسمجھی کی لہریں مزید بڑھ گئیں۔

"اس کا اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟آخر تم کہنا کیا۔۔"اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی تو میکائیل نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

"تعلق ہے۔۔ تعلق ہے۔۔یہی تو تم نہیں جانتی۔"اس نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا۔اس کے ساتھ کھڑا اسلم بھی استہزائیہ انداز میں سر جھٹک کر مسکرایا جیسے وہ اس کا تمسخر اڑا رہا ہو۔

"اسلم !اسے وہ وڈیو دکھاؤ۔" میکائیل نے تحکمانہ انداز میں کہا۔۔اسلم نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔۔اور کچھ ہی فاصلے پر ایک چھوٹی سی میز پر پڑے سیاہ رنگ کے بیگ کی جانب بڑھا۔اس بیگ میں سے ایک آئی پیڈ نکالا۔۔اس پر ایک وڈیو چلائی۔۔اور میکائیل کی جانب بڑھا۔

میکائیل نے وہ آئی پیڈ اس کے ہاتھ سے لیا۔۔پھر اس کی روشن اسکرین نینا کے سامنے کی۔وہ نا سمجھی سے آئی پیڈ کی اسکرین پر چلتی ہوئی اس وڈیو کو دیکھنے لگی۔

اس وڈیو میں تین افراد دکھائی دے رہے تھے۔۔ایک میکائل تھا۔۔دوسرا اسلم۔۔اور جو تیسرا شخص تھا۔۔اسے دیکھ کر نینا کے چہرے پر حیرت اور بے یقینی کی کئی لہریں امڈ آئیں۔۔دل پر ہتھوڑا سا پڑتا محسوس ہوا۔۔اسے لگا کہ اسے دیکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔۔ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔۔وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔۔وہ اس کے بچپن کی سہیلی۔۔اس کی اسسٹنٹ۔۔ عریشہ ہی تھی۔۔جو وڈیو میں میکائیل سے گفتگو کر رہی تھی۔۔اور ان کی آپس میں کی جانے والی گفتگو کی آواز بھی وڈیو میں بہت اچھے سے سنائی دے رہی تھی۔یہ وڈیو تب کی تھی۔۔جب عریشہ میکائیل سے کچھ رقم لینے آئی تھی۔۔اس وقت جب نینا ترکیے سے پاکستان واپس آ رہی تھی۔

"دیکھا تم نے۔پیسہ کیا کیا کر سکتا ہے۔" میکائیل نے آئی پیڈ کی روشن اسکرین اس کی نظروں سے دور کرتے ہوئے کافی تیکھے۔۔روکھے۔۔اور متکبر انداز میں کہا۔نینا تو بالکل گنگ رہ گئی تھی۔۔وہ خالی خالی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔۔سیاہ آنکھوں میں گہری سی نمی ابھر آئی۔۔اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا تھا۔

"اسی لیے مجھے پیسے سے عشق ہے۔یہ سب کچھ خرید سکتا ہے۔انسان کا ضمیر۔۔اس کی روح۔۔اس کا جسم۔۔اس کا ایمان۔۔سب کچھ۔" اسلم کو آئی پیڈ ہاتھ میں پکڑانے کے بعد اس نے فاتحانہ انداز میں شانے چوڑے کرتے ہوئے گردن اکڑا کر کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کراچی میں موسم اسلام آباد اور لاہور کی نسبت زیادہ گرم تھا۔سورج کے تیور خوب برہم تھے۔ہر طرف حبس کی فضا قائم تھی۔

ایسے میں ایک سفید پوش علاقے میں۔۔ایک معمولی سے گھر میں نگاہ دہراؤ تو لان میں وہ لڑکی کرسی پر بیٹھی بظاہر کوئی کتاب پڑھ رہی تھی لیکن اس کا دل اور دماغ ایک ہی طرف اٹکا تھا۔اریجہ نے گردن اٹھا کر اوپر بالکونی میں دیکھا جہاں اسے ایک سفید رنگ کی کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھے احسن صاحب دکھائی دیے جو خلا میں نہ جانے کیا دیکھ رہے تھے۔اس نے تاسف سے سر جھٹک کر دوبارہ کتاب کے صفحے پر نگاہ ڈالی۔

"کیا تھا اگر بابا نینا آپی کو کال کر لیتے۔اور اگر خود بات نہیں کرنی تھی۔۔تو کم از کم ہمیں ہی بات کر لینے دیتے۔" وہ دل ہی دل میں شکوہ کر رہی تھی۔

احسن صاحب نے ایک نظر نیچے لان میں بیٹھی اریحہ پر ڈالی۔۔پھر چند لمحے کچھ سوچا۔اور سامنے پڑی میز پر سے اپنا موبائل اٹھایا۔۔ایک نمبر ڈائل کیا۔۔دوسری طرف رنگ جا رہی تھی۔۔مگر کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

حلیمہ صاحبہ ان کے ساتھ والی کرسی پر کب آکر بیٹھیں۔۔انہیں معلوم ہی نہ ہو سکا۔

"نینا کو کال کر رہے ہیں؟" انہوں نے یک دم موبائل کی اسکرین سے نگاہ اٹھا کر حلیمہ صاحبہ کو دیکھا۔۔وہ بالکل ہکا بکا رہ گئے تھے۔

(احسن صاحب کو جب نینا کے متعلق گردش کرنے والی خبروں کے بارے میں معلوم ہوا۔۔تو انہوں نے سب کو نینا سے بات کرنے سے منع کر دیا۔لیکن اب وہ خود اسے کال کر رہے تھے۔۔جب یہ حلیمہ صاحبہ نے دیکھا۔۔تو احسن صاحب کو تھوڑی سی شرمندگی ہوئی۔۔کہ سب کو منع کر کے اب وہ خود اسے کال کر رہے تھے۔

ادھر نینا کے تایا جان اور تائی جان نے جب نینا کے متعلق سوشل میڈیا وغیرہ پر چلنے والی خبروں کے بارے میں سنا۔۔تو انہوں نے نینا کے خلاف کافی کچھ بولا۔۔احسن صاحب کو ان سے یہ توقع نہ

تھی۔۔ان کا موڈ اس وجہ سے کافی بگڑ گیا تھا۔اور اسی غصے میں آ کر انہوں نے سب کو نینا کو کال کرنے سے منع کر دیا۔)

"وہ فون نہیں اٹھا رہی۔" زخمی زخمی سے لہجے میں انہوں نے کہا۔

"بزی ہو گی کہیں۔آپ نے بھی تو کل سے اس سے بات نہیں کی۔" انہوں نے کہا تو لہجے میں طنز اور تاسف دونوں شامل تھا۔۔وہ جواباً خاموش رہے۔

"ویسے آپ کو اسے کل کال کرنی چاہیئے تھی۔" اب کی بار لہجہ قدرے نرم تھا۔۔انہوں نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ کو اسے حوصلہ دینا چاہیئے تھا۔یوں اسے تنہا کر کے ہم نے اسے بہت تکلیف پہنچائی ہے۔" ان کی سیاہ آنکھیں نمی سے بھر گئیں۔۔لہجے میں تکلیف خاصی نمایاں تھی۔

"میں بھی اسے کچھ دیر بعد کال کروں گی۔اگر اس نے فون ریسیو کر لیا تو۔۔آپ سے بات کرواؤں؟" احسن صاحب کے نینا کو کال ملانے سے انہیں یہ بات سمجھ آ گئی تھی کہ وہ لوگ اب نینا سے بات کر سکتے ہیں۔۔اسی لیے انہوں نے پوچھا۔لیکن احسن صاحب ان کی جانب متوجہ نہ تھے۔

"ہوں؟" احسن صاحب نے سوالیہ نگاہوں سے ابرو سکیڑتے ہوئے پوچھا۔۔وہ ان کی بات ٹھیک سے سن نہیں پائے تھے۔۔ان کا دل و دماغ کسی اور جانب اٹکا تھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ ان کی کیفیت سمجھ گئی تھیں۔۔اسی لیے نم سے لہجے میں کہہ کر صوفے سے اٹھیں۔۔اور بالکونی سے باہر چلی گئیں۔

ان کے جانے کے بعد احسن صاحب نے موبائل کی اسکرین پر نگاہ ڈالی جس پر نینا کا نمبر روشن تھا۔۔چند لمحے اس کا نام نرم نگاہوں سے دیکھا۔

"مجھ میں ہمت نہیں تھی نینا تمہیں حوصلہ دینے کی۔ میں تمہیں ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا میری بیٹی۔ لیکن میں جانتا ہوں۔۔ تم ہمت نہیں ہارو گی۔" وہ زیر لب بڑبڑائے تو ان کی آنکھیں گلابی پڑ گئیں۔

"حق کی راہ پر گامزن رہنا میری بیٹی۔" لہجے میں بہت کچھ تھا۔۔تاثرات انتہائی نرم پڑ گئے تھے۔

"خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔" اور پھر انہوں نے انگلی کی نوک سے اپنی ایک آنکھ صاف کی جس پر حد درجہ کی نمی پھیلی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مرات کرسی کھینچ کر اٹھا۔۔چند لمحے براق کو مصنوعی تاسف سے بھری نگاہوں سے دیکھا۔۔ براق نے سر جھٹک دیا۔۔ پھر زیر لب غصے سے کچھ بڑبڑایا۔

"اس فائل تک تو نازلی مجھے پہنچا نہیں سکی۔افسوس!۔۔لیکن پھر بھی اس نے میری کافی مدد کی۔"

اس نے نازلی کے کندھے کو ہلکا سا تھپتھپایا۔۔جواباً اس نے تشکر والے انداز میں سر ہلا دیا۔

"میں نے اسے ذمہ داری سونپی کہ یہ مجھے تمہارے بارے میں معلومات پہنچائے۔"براق کی نگاہیں اب ہنوز نازلی پر جمی تھیں۔۔جو سینے پر بازو لپیٹے اسے خشک تاثرات۔۔پھیکی اور تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

"اس نے یہ ذمہ داری بخوبی انجام دی۔"اس نے ستائشی انداز میں ہلکے سے دونوں ہاتھ ہوا میں لہرا کر کہا۔۔نازلی کی مسکان مزید بڑھی۔

"حالانکہ اس کام کے لیے میرے پاس اور بھی بہت سے لوگ تھے۔لیکن نازلی کے اصرار پر ہی میں نے اسے یہ ذمہ داری سونپی۔"اور پھر اس نے اپنی بات کا اختتام کیا۔

"میں تمہیں بہت چاہتی تھی براق!لیکن تم نے میری قدر نہیں کی۔"براق کے تھوڑا قریب بڑھتے ہوئے اس نے چبا چبا کر کہا۔

"اور جو میری قدر نہیں کرتا۔۔اسے حساب دینا پڑتا ہے۔"اس نے تھوڑا سا جھک کر سرد مہری سے کہا۔۔پھر پیچھے ہٹی۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی نازلی۔"تاسف اور زخمی سے لہجے میں سر ہلاتے ہوئے اس نے کہا۔

"مجھے بھی تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم میری محبت کو کسی ایرے غیرے کی خاطر دھتکار دو گے۔"اس نے فوراً سے کہا۔۔اس کی کنپٹیوں میں خون ابل رہا تھا۔۔دل جل رہا تھا۔۔اتنے دنوں کا اندر ابلتا ہوا لاوا پھٹ گیا۔

"کیا کہا؟ایرے غیرے کی خاطر؟ واللہ! تم شاید یہ بھول رہی ہو کہ وہ میری بیوی ہے۔جو کچھ کہنا ہے مجھے کہو۔۔لیکن اس کے بارے میں۔۔میں ایک لفظ نہیں سن سکتا۔"اس نے درشتی سے کہہ ڈالا۔۔نازلی کے چہرے کا رنگ پھیکا سا پڑ گیا۔۔بازوؤں کی رگیں ابھر آئیں۔

اس نے جواباً کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن مرات نے اسے کچھ کہنے نہ دیا۔

"تمام تمام! اب بس کرو یہ سب۔"وہ کچھ بیزار سا آگیا تھا۔۔جیسے ان کی باتوں سے خاصا بور ہو رہا ہو۔نازلی چند قدم اس سے دور ہٹی۔۔وہ مسلسل نچلا لب دبائے اسے گھور رہی تھی۔

"ایک بات کا جواب دو نازلی۔"لحظے بھر کے بعد براق نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"میں تمہیں جواب دینے کی پابند نہیں۔"لہجہ بے حد تلخ اور روکھا سا تھا۔

"کیا تمہیں معلوم تھا کہ مرات میرائے کو مارنا چاہتا ہے؟"اس کے جواب کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے ترنت سے پوچھا۔۔نازلی کو لگا کہ اس نے غلط سنا ہے۔۔لیکن ایسا نہیں تھا۔۔اس نے میرائے کا ہی نام لیا تھا۔اس کے چہرے کا رنگ یک دم فق پڑ گیا تھا۔

"جواب دو۔ کیا تمہیں معلوم تھا اس بارے میں؟" اس سے جواب نہ پا کر اس نے ایک بار پھر انتہائی سخت لہجے میں اپنا سوال دہرایا۔

اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔۔ آج کی دوپہر اسے دہکا رہی تھی۔۔ وہ کچھ نہ کہہ سکی۔۔ بس ایک نظر اس نے ساتھ کھڑے مرات پر ڈالی جو خشک تاثرات کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری لڑائی مجھ سے ہے۔۔ آخر تم نے اس میں میرائے کو کیوں گھسیٹا؟ کیا تم یہ بھول گئی کہ وہ تمہاری کتنی قدر کرتی تھی۔ اس نے تو کبھی تمہیں ہرٹ نہیں کیا۔" اس کے الفاظ اس کی روح کو گھائل کر رہے تھے۔

اس کی آنکھوں کے آگے وہ مناظر لہرانے لگیں جب وہ اور میرائے اکٹھے تھیں۔۔ جب وہ دونوں کم عمر تھیں۔۔ اس وقت وہ دونوں مل کر کھلونوں کے ساتھ کھیلا کرتیں۔۔ اسے یاد تھا۔۔ جب وہ پیرس گئی تھی۔۔ تب اس نے میرائے کو وڈیو کال کر کے پیرس کی کئی معروف جگہیں دکھائی تھیں۔۔ جنہیں دیکھ کر وہ چہک اٹھی تھی۔۔ اسے اس کا معصوم سا چہرہ یاد تھا۔

اسے یہ بھی یاد تھا کہ جب جب براق اسے ذلیل کرتا (اس کے مطابق وہ اسے ذلیل کرتا تھا حالانکہ اس نے اسے کبھی ذلیل نہیں کیا تھا۔ نازلی کو لگتا تھا کہ اگر اسے کسی نے انکار کیا ہے تو یہ اس نے اس کی بے عزتی۔۔ تذلیل کی ہے۔۔ حالانکہ انکار کرنا بے عزتی یا تذلیل کے مترادف نہیں۔) تو

میرائے ہی اسے کافی نرمی اور پیار سے حوصلہ دیا کرتی۔ان دونوں کی آپس میں دوستی نہ بہت زیادہ تھی اور نہ ہی بہت کم۔۔بس ان دونوں نے ایک ساتھ جو بھی وقت گزارا۔۔وہ کافی اچھے سے گزارا۔اسے میرائے کی طرف سے کبھی کوئی تکلیف نہیں ملی تھی۔

"تم مجھے تباہ کرنا چاہتی تھی۔۔ٹھیک ہے۔لیکن اس میں اس کا کیا قصور تھا۔تم اتنا کیسے گر سکتی ہو؟"اس کی آواز قدرے بلند ہوئی۔۔وہ یک دم اپنی سوچوں سے باہر نکلی۔

"براق !ایسا۔۔ایسا نہیں ہے۔"اس نے دبی دبی سی آواز میں کہا اور ساتھ ہی دونوں ہاتھ نفی میں ہلائے۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے مرات؟"وہ اب مرات کی جانب متوجہ ہوئی۔۔وہ بے نیازی سے شانے اچکا کر سا مسکرا دیا۔۔اور کوئی جواب نہ دیا۔

"میرائے کو تم نے مار ڈالا؟"اسے اپنی آواز ایک گہری کھائی میں سے آتی محسوس ہوئی۔

"ایوت !ایسا ہی ہے۔میرائے کو میں نے ہی ختم کیا۔"اس نے کہا تو اس کے چہرے پر کسی قسم کا ملال نہیں تھا۔۔نازلی بالکل ساکت سی رہ گئی تھی۔۔اس نے ایک نظر براق کو دیکھا جو اسے طیش سے بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔پھر اس نے نفی میں سر ہلا یا جیسے کہہ رہی ہو کہ وہ اس بارے میں نہیں جانتی یا اس نے کچھ نہیں کیا۔

(نازلی کو میر ائے کی موت کے بارے میں جب معلوم ہوا۔۔تو اسے یوسف بے اور گوکچے حانم نے یہی بتایا تھا کہ اس کی کار ایکسیڈینٹ میں ڈیتھ ہوئی۔وہ تو اس کی تعزیت کرنے بھی نہیں گئی تھی۔۔اسی لیے اس کی ملاقات جیمرے خاتون۔۔نینا۔۔اور براق سے نہیں ہوئی۔

براق نے یوسف بے اور گوکچے حانم سے یہ ہی کہا تھا کہ میر ائے کی ڈیتھ حادثاتی طور پر ہوئی۔۔ اس نے یہ بات سب کو نہیں بتائی تھی کہ میر ائے کی ڈیتھ اصل میں کیسے ہوئی۔)

"لیکن تم نے مجھ سے کہا تھا کہ ہمارا مقصد صرف براق کو تباہ کرنا ہے۔تم نے ایسا نہیں کہا تھا کہ۔۔"اس کی رگوں میں خون کی جگہ آگ دوڑ رہی تھی۔۔آنکھوں میں سے آنسوؤں کی بجائے شعلے برس رہے تھے۔۔مرات نے اس کی بات درشتی سے کاٹ دی۔

"میر ائے کو مار ڈالنے سے کیا براق تباہ نہیں ہوا؟"اس کے قریب بڑھتے ہوئے۔۔بے حد تلخی اور بلند آواز میں اس نے کہنا شروع کیا۔

"براق تباہ ہو گیا۔میر ائے اس کی بہن تھی۔اپنوں کی جدائی کا غم انسان کو تباہ کر دیتا ہے۔"وہ کہہ رہا تھا تو اب کی بار اس کے ہونٹ بھی دہک رہے تھے۔۔آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

"تم نے۔۔تم نے مجھے دھوکہ دیا۔"اس نے بکھرے بکھرے۔۔اور زخمی زخمی سے انداز میں سر جھٹکا۔

"میں نے تمہیں کوئی دھوکہ نہیں دیا۔تم سب جانتی تھی۔"اس نے بے نیازی سے شانے اچکا دیے۔۔نازلی کی سانسیں بند سی ہو رہی تھیں۔۔اس نے براق کو دیکھا جو اسے تلخ اور تیکھی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔اس کی نگاہیں صاف صاف یہ بتا رہی تھیں کہ وہ اسے مجرم سمجھ رہا تھا۔۔اور ایسا نہیں تھا کہ وہ مجرم نہیں تھی۔۔بس میرائے کے معاملے میں اس کا استعمال کیا گیا تھا۔۔باقی سب تو اس نے اپنی رضا سے ہی کیا تھا۔

"میری بات کا یقین کرو براق۔۔میں اس بارے میں نہیں جانتی تھی کہ مرات میرائے کو مارنا چاہتا ہے۔"وہ اب اس کے قریب آکر بری طرح بلک بلک کر کہہ رہی تھی۔۔براق نے اس سے نظریں پھیر لیں۔۔اسے مزید تکلیف ہوئی۔

"تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔میں تمہاری جان لے لوں گی۔"وہ طیش سے بپھر گئی تھی۔مرات کی طرف تقریباً دوڑتے ہوئے اس نے اس کا گریبان پکڑنا چاہا لیکن اس نے اس کے دونوں ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں لے لیے اور اسے خشک ویران آنکھوں سے دیکھنے لگا۔

"چچ! یہ مت کرنا۔میرائے کو میں نے نہیں مارا۔بلکہ اسے **"ہم نے"** مارا ہے۔"اس کے الفاظ خنجر کی مانند تھے جو اس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے تھے۔

"میں نے اسے نہیں مارا۔"اپنے ہاتھ اس کی مضبوط گرفت سے چھڑواتے ہوئے وہ پاگلوں کی طرح چلائی۔۔پھر دوبارہ سے بلک بلک کر رونے لگی۔۔وہ زمین پر گھٹنوں کے بل جھک گئی۔

"اونہوں! کیا تم نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ میراۓ کی جولائی میں award ceremony ہے؟" وہ بھی اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ نازلی نے سر اٹھا کر تلخی۔۔ نفرت۔۔اور شکست خوردہ انداز میں اس کا چہرہ دیکھا۔

"ایوت! میں نے۔۔ میں نے بتایا تھا۔ لیکن صرف اس لیے کیونکہ تم نے ہی کہا تھا کہ۔۔اس کے گھر کے ہر شخص کی خبر میں تمہیں لا کر دوں۔" یہ کہنے کے بعد اس نے ایک نظر براق کو دیکھا جس کے خشک تاثرات ابھی بھی یہی کہہ رہے تھے کہ وہ اس کی کسی بھی بات پر یقین نہیں کر رہا تھا۔

"یہ ڈرامے بند کرو۔ اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" مرات نے کھڑے ہو کر انتہائی تنفر سے کہا۔

"تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟" وہ بھی کھڑی ہوئی۔۔اور سوگواریت۔۔ ملال۔۔غصے۔۔اور شکستگی سے اسے دیکھا۔

مرات نے اب کی بار کمرے کے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے دو آدمیوں کے نام بلند آواز میں لیے۔ کمرے کا دروازہ کھلا۔۔ وہ دو نقاب پوش آدمی ان کی جانب بڑھیں۔ نازلی سمجھ گئی تھی کہ وہ اسے یہاں سے لے جانے کے لیے ہی آئے تھے۔

وہ فورا براق کی طرف بڑھی۔

"مجھے معاف کردو براق! میرا مقصد ہر گز یہ نہیں تھا۔ نفرت کی آگ میں۔۔ جانے کب مجھ سے بھول ہوگئی۔ مجھے معاف کردو براق! لتفین! (پلیز!)۔" وہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔۔ پھر سسکی۔۔ براق نے اس سے نظریں پھیر رکھی تھیں۔۔ وہ بار بار اس سے معافی مانگ رہی تھی۔۔ مگر وہ اسے معاف نہیں کر رہا تھا۔۔ اس نے اب کی بار اس کے پیر پکڑ لیے اور دوبارہ سے معافی مانگی۔۔ براق نے کرب سے آنکھیں موندلیں۔

وہ نقاب پوش آدمی نازلی کی جانب لپکے۔۔ سختی سے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑا۔۔ اور پھر اسے لے جانے لگیں۔۔ وہ معافیاں مانگتی رہی۔۔ مگر اس نے اسے ایک بار بھی معاف نہ کیا۔

"تم نے میرا استعمال کیا مرات۔ خدا غرق کرے تمہیں۔" جاتے جاتے اس نے مرات کو دیکھ کر انتہائی غصے اور تکلیف سے کہا۔۔ وہ جواباً تمسخر اڑانے والے انداز میں مسکرایا۔۔ پھر سر جھٹکا۔

وہ نقاب پوش آدمی نازلی کو اس کمرے سے لے گئے تھے۔ یہاں چند لمحے کے لیے عجیب سا دل دہلا دینے والا سکوت۔۔ خاموشی۔۔ اور تمکنت چھائی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوپہر دہک رہی تھی۔۔ فضا میں عجیب سی گھٹن۔۔ اور سڑانڈ چھائی تھی۔۔ یوں لگتا جیسے زیرزمین کوئی چیز بھن رہی ہو۔۔ جل رہی ہو۔

یہ منظر جیمرے خاتون کے کمرے کا تھا۔۔وہ فرش پر جائے نماز بچھائیں کچھ ہی لمحے پہلے عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں۔لیکن یہ کمرہ ان کے پرانے کمرے سے قدرے چھوٹا تھا۔وہ اس وقت استنبول میں نہیں تھیں۔۔براق انہیں اناکیہ چھوڑ آیا تھا۔

یامان بے جب حیات تھے۔۔تب انہوں نے اناکیہ میں ایک چھوٹا سا گھر خریدا تھا۔۔انہیں جس قدر استنبول سے لگاؤ تھا۔۔اتنا ہی لگاؤ انہیں اناکیہ سے بھی تھا۔

کھڑکی پر پردے ایک طرف کو کیے ہوئے تھے۔۔جس میں سے سورج کی تپتی ہوئی دھوپ کمرے میں آرہی تھی۔

انہوں نے دونوں ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لیے اٹھائیں۔۔آنکھیں نم آلود تھیں۔

"اے میرے اللہ! بے شک آپ ہی کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے۔"انہوں نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا پھر یک دم آنکھیں موندیں۔

"پہلے مجھ سے یامان بے جدا ہو گئے۔ان کی جدائی کی تکلیف میں کبھی نہیں بھول سکتی۔"انہوں نے آنکھیں کھولیں۔۔آنکھوں میں نم کی لہریں مزید گہری ہو گئیں۔۔لہجہ بھی بھیگ گیا۔

"پھر مجھ سے میری پیاری بیٹی۔۔میری لخت جگر۔۔میرائے جدا ہو گئی۔میرا دل تو بالکل کرچی کرچی ہو گیا ہے۔"آواز مزید بھرا گئی تھی۔

"میرے پاس اب صرف براق اور نینا ہیں۔یہ دونوں بھی آپ ہی کی امانت ہیں۔"لحظے بھر کے بعد انہوں نے کہا۔

"میں ماں ہوں۔۔اپنے بچوں کی جدائی کا غم برداشت کرنا بہت کٹھن ہے۔"

"اگر آپ نے مجھ سے براق کو بھی چھین لیا۔۔تو؟۔۔میں آخر براق کی جدائی کا غم کیسے برداشت کروں گی؟"ان کا لہجہ مزید بھیگ گیا۔۔آنکھیں برسنے لگیں۔

"میں نے کبھی اپنے شوہر۔۔اپنی اولاد۔۔اس دنیا۔۔اور کسی بھی شے کی محبت کو اس محبت پر غالب نہیں آنے دیا جس محبت کے حقدار صرف اور صرف آپ ہیں اللہ تعالیٰ۔"وہ ہنوز آنسو بہاتے ہوئے۔۔بکھرے بکھرے سے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"میرے خدا! اگر آپ نے مجھ سے براق کو چھین لیا تو (وہ یک دم سسکیں)۔۔اس بار بھی میں صبر کروں گی (انہوں نے ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کیے)۔وہی صبر جو میں نے یامان بے کے شہید ہونے پر۔۔اور میرائے کے مرنے پر کیا۔"لہجہ اب کی بار تھوڑا سا مضبوط تھا۔

"لیکن اس کے بعد۔۔میں کبھی مسکرا نہیں پاؤں گی۔"چہرہ سپاٹ ہو گیا۔

"میری آنکھیں نم رہیں گی۔۔لیکن کبھی برسیں گی نہیں۔"برسات تھم گئی تھی۔

"میری دنیا ویران ہو جائے گی۔۔ بہت ویران۔" انہوں نے انگلی کی نوک سے اپنی نم آنکھیں صاف کیں۔۔ پھر جائے نماز تہ کرنے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس نے چند لمحے براق کو تلخی سے دیکھا۔۔ پھر اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔۔ اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا رموٹ نکالا۔۔ وہ رموٹ عام رموٹز سے قدرے مختلف تھا۔ براق اس رموٹ کو دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ وہ رموٹ کس چیز کا ہے۔ مرات نے رموٹ اس کے سامنے لہرایا۔۔ پھر اس پر ایک بٹن دبایا۔

سامنے والی دیوار پر جو مانیٹرز لگے تھے۔۔ ان کی سفید روشن اسکرینز پر اب ترکیے کے مختلف علاقوں کی لائیو فوٹیج نمودار ہوئی۔

"جانتے ہو براق! اس رموٹ کا یہ بٹن دبا دینے سے کیا ہوگا؟" مرات نے اس رموٹ کے ایک سرخ رنگ کے بٹن کی طرف آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے بے حد سرد مہری سے ابرو اچکا کر پوچھا۔
"ان سب شہروں میں تباہی مچ جائے گی۔ لوگوں کی چیخیں گونج گیں۔ ہر جگہ خون سے رنگ جائے گی۔ کتنا مزہ آئے گا نا؟" وہ کسی وحشی درندے کی طرح یہ سب کہہ رہا تھا جسے لوگوں کی

چیخیں سننے۔۔ان کو مرتا دیکھ کر بے حد تقویت ملتی ہو۔۔ براق ہنوز اسے سخت شعلہ باز نگاہوں سے لب کچلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"اور ہاں! جانتے ہو تمہیں ختم کرنے سے پہلے میں تمہاری ماں کو ختم کرنا چاہتا تھا لیکن۔۔ تم نے انہیں کہیں چھپا دیا یچ!۔"اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔ براق زیر لب معنی خیز انداز میں ہلکا سا مسکرایا۔۔ مرات کو اس کا مسکرانا زہر لگا۔

(یامان بے کے اناکیہ والے گھر کے بارے میں صرف براق۔۔ میرائے۔۔اور جیمرے خاتون کو ہی معلوم تھا۔اس لیے اس گھر تک پہنچا مرات کے لیے کافی مشکل تھا۔)

"کوئی بات نہیں۔ میں انہیں بھی ڈھونڈ لوں گا۔ مگر افسوس تم ان سے نہیں مل سکو گے۔ تم زندہ رہو گے تو ان سے ملو گے نا۔"اس نے زہر خندہ لہجے میں بلند آواز میں کہا۔

"کتنی خوش فہمیاں ہیں تمہیں۔" براق نے جواباً اس کا تمسخر اڑایا۔

"ایک بات جان لو براق! تمہارے پورے خاندان کو ختم کر کے ہی مجھے چین ملے گا۔"اس نے دونوں ہاتھ کی مٹھیاں بھینچیں۔۔اور اس کے بالکل سامنے جا کھڑا ہوا۔۔ براق جواباً استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔ مرات اسے مزید غصیلی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔اس نے چند لمحے کچھ سوچا۔۔ پھر چہرے پر ایک خباثت سے بھرپور مسکان پھیل گئی۔

"اور ہاں! تمہاری بیوی۔۔ کیا نام تھا اس کا؟" یہ اس کی جانب سے کیا گیا ایسا وار تھا جس پر براق فوراً بھڑک اٹھا۔

"اس کا نام اپنی گندی زبان سے مت نکالنا۔" اس نے اس قدر درشتی سے اسے ٹوکا کہ مرات یک دم مزید طیش میں آگیا۔

"کیوں؟ ورنہ کیا کرو گے؟ مارو گے مجھے؟ ہاں؟" بھنچے ہوئے جبڑے۔۔ غصے سے سکڑی ہوئی بھنویں۔۔ اور تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"چچ چچ! غصہ اچھی بات نہیں ہے مرات۔" براق نے اب کی بار قدرے پرسکون انداز میں کہا۔ مرات سمجھ نہیں پارہا تھا کہ وہ اس طرح سے غصہ کیوں نہیں کر رہا تھا جس کی اسے توقع تھی۔۔ وہ اتنا پرسکون کیوں ہو گیا تھا۔۔ ضرور کچھ گڑبڑ تھی۔۔ اس نے کیسے خود کو ایک دم ایسے کمپوز کر لیا تھا؟ اسے سمجھ نہ آئی۔

"تم کچھ بھی نہیں کر سکتے براق! سنا تم نے۔" اس نے اسے گریبان سے پکڑ کر چبا چبا کر کہا۔۔ پھر جھٹکے سے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔ براق ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"ہاں تو کیا کہہ رہا تھا میں۔۔ تمہاری بیوی بھی جب ترکیے واپس آئے گی۔۔ تب میں اسے بھی ختم کر دوں گا۔" اس سے چند قدم دور ہوتے ہوئے۔۔ اس نے کہنا شروع کیا۔۔ لہجے میں بہت کچھ تھا۔۔ نفرت۔۔ تلخی۔۔ سختی۔۔ درشتی۔۔ اور نہ جانے کیا کیا۔

اس کے ہاتھ میں ابھی بھی وہ رموٹ تھا۔۔ براق بظاہر مرات کی طرف متوجہ تھا۔۔ لیکن درحقیقت وہ اس کے ہاتھ میں موجود رموٹ کو ترچھی نگاہوں سے دیکھ لیتا۔۔ اس کی نظریں اس رموٹ پر ہی تھیں۔

"وہ بیچاری ویسے تو فضول میں ماری جائے گی۔۔ لیکن۔۔ میں تم سے جڑے کسی بھی شخص کو زندہ نہیں رہنے دے سکتا۔" لہجے میں مصنوعی تاسف بکھرا۔

"تم سے جڑے ہر شخص کے مقدر میں صرف اور صرف میرے ہاتھوں مرنا لکھا ہے براق!۔" ایک ہاتھ کی مٹھی بھیچ کر اس نے بلند آواز میں کہا۔۔ وہ بے حد تمکنت سے اسے خاموشی سے سن رہا تھا۔۔ اس کے یوں پرسکون رہنے کی وجہ ابھی تک مرات کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"میں نے تمہاری بہن۔۔ میر ائے یامان کو بے رحمی سے مار ڈالا۔ مجھے ابھی بھی یاد ہے۔ وہ مجھ سے ملنے کے لیے کس طرح سے تڑپا کرتی تھی۔ میرے لیے پاگل تھی وہ۔"اس نے کڑوے لہجے میں جو بھی کہا۔۔ وہ بے حد سخت الفاظ تھے۔۔ براق کے دل میں یک دم کچھ چبھا۔۔ اس کے چہرے پر پہلے جو سکوت چھایا تھا۔۔ وہ اب غائب ہو گیا۔۔ تاثرات ایک بار پھر تن گئے۔ وہ خود کو کمپوز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ لیکن وہ بار بار اسے اشتعال میں لا رہا تھا۔

"چچ! بس تمہاری بہن ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ دیکھو۔۔ کیا ہو گیا۔"اس نے دکھی سے انداز میں سر ہلایا۔۔ براق کھولنے لگا۔

"یاد ہے تمہیں۔۔ تم نے مجھے تھپڑ مارا تھا۔وہ تھپڑ میں بھولا نہیں۔"اس نے ایک ہاتھ اپنے گال کی جانب بڑھایا۔

"اور جانتے ہواس تھپڑ کا بدلہ میں نے کیسے لیا؟"ابرو سوالیہ انداز میں ذرا سے اچکائے۔
"تمہاری بہن کو گولی مار کر۔اوراس کے زخمی وجود کو گاڑی تلے کچل کر۔"اور پھر وہ خباثت سے اونچے اونچے قہقہے لگانے لگا۔۔ براق کا ضبط ٹوٹ گیا۔

"Yeter!"(بس بہت ہو گیا!)وہ غرایا۔۔ مرات لحظے بھر کے لیے خاموش ہوا۔۔ پھراس کی جانب بڑھا۔۔اوراس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"مجھے چپ کرا لینے سے تم حقیقت سے نہیں بھاگ سکتے۔"اس کی سرخ پڑی نیلی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ براق نے ایک گہری سانس لی۔۔ پھر تاسف سے سر جھٹکا۔

"جانتے ہو مرات! پہلے مجھے تم پر غصہ آیا کرتا۔۔اور ایسا نہیں ہے کہ ابھی مجھے تم پر غصہ نہیں آ رہا۔"اب وہ اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے چبا چبا کر کہہ رہا تھا۔

"میرا بس چلے تو تمہیں ابھی کے ابھی زمین میں زندہ گاڑ دوں۔"آواز قدرے بلند ہوئی۔۔ پھر اس نے جیسے خود کو کمپوز کیا۔

"لیکن !۔۔"چند لمحے کا وقفہ لیا۔

"جانتے ہو میرے دل پر اب غصے کی جگہ ترس غالب آگیا ہے۔"اس نے کہا تو مرات پیچھے ہٹا۔۔ اور اسے ناسمجھی اور غصے سے دیکھا۔

"ایوت ! مجھے تم پر ترس آتا ہے۔"اس نے اپنے الفاظ کی تائید کی۔

"اپنی بکواس بند کرو۔"اس نے ترنت سے درشتی سے کہا۔

"سچ سننے کی ہمت ہے تم میں ؟"لہجہ اب کی بار کافی گہرا تھا۔۔وہ اسے معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔مرات کے چہرے پر ناسمجھی کی شکنیں مزید نمایاں ہوئیں۔

"کیسا سچ ؟ہاں ؟کیسا سچ ؟"وہ بھڑک کر اس کی طرف ایک بار پھر سے بڑھنے لگا تو براق نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔
"تم چاہے مجھے ابھی مار ڈالو یا کچھ دیر بعد۔دونوں صورتوں میں نقصان صرف اور صرف تمہارا ہے۔"اس نے کافی اطمینان سے کہہ ڈالا۔۔مرات کے قدم رک گئے۔

"البتہ تمہارے محسن۔۔اونور کا دونوں صورتوں میں بہت فائدہ ہے۔"اور اونور کا نام سن کر وہ لحظے بھر کے لیے حیران اور ساکت سارہ گیا۔

"جو بھی کہنا ہے جلدی کہو۔" وہ سامنے پڑی کرسی کھینچ کر بیٹھا۔۔ ابرو ناسمجھی اور تندہی سے سکڑے تھے۔

(میکائیل اب پستول لوڈ کر رہا تھا۔ لیکن نینا اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔۔ اس کا سر جھکا تھا۔۔ آنکھیں نم سی تھیں۔۔ اسے عریشہ سے بالکل یہ امید نہیں تھی کہ وہ اس سے غداری کرے گی۔۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔

"نینا احسن! جانتی ہو تم بہت بہادر ہو۔" اس نے کہا تو اب کی بار اس نے ابرو ستائشی انداز میں اچکائے۔

"مگر کیا ہے نا! تم تھوڑی سی بے وقوف بھی ہو۔ شاید نہیں۔" پھر ذرا سا سوچا۔

"اپنوں کی طرف سے انسان دھوکے کی امید نہیں کر رہا ہوتا۔" اور پھر مصنوعی تاسف سے کہا۔۔ لیکن نینا اسے نہیں سن رہی تھی۔۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں گم سی تھی۔

"مجھے عریشہ سے یہ امید نہیں تھی۔" اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"چچ! بہت دکھ ہوا مجھے۔" اس نے ایک بار پھر مصنوعی تاسف کا اظہار کیا۔۔ اور سر جھٹکا۔۔ پھر مسکرایا۔

"لیکن اب دکھی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔" لہجہ بے حد سخت تھا۔۔اس نے پستول ایک بار پھر اس کی جانب بڑھائی۔نینا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔میکائیل اور اسلم دونوں خباثت سے مسکرا رہے تھے۔)

"مرات! میں تم سے کچھ سوال پوچھوں گا۔جواب تم ٹھیک سے دو یا نہ دو۔۔ حقیقت تمہیں صاف معلوم ہو جائے گی۔" اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔۔ لہجہ سنجیدہ نہیں۔۔ بہت سنجیدہ تھا۔

"تمہاری ماں۔۔ دیلارا خانم۔۔انہیں کسی نے بے دردی سے مار ڈالا۔ تم اس وقت بچے تھے۔ان کے لیے کچھ نہ کر سکے۔" اس نے قدرے توقف سے کہا۔۔اور اس کی زبان سے اپنی ماں کا نام سن کر یک دم اسے اپنے دل میں عجیب تکلیف اور چبھن سی محسوس ہوئی۔

"تم پوچھنا کیا چاہ رہے ہو؟" اس نے مضطرب سے انداز میں پوچھا۔۔ آنکھوں میں نمی چھا گئی۔

"میری بات مکمل نہیں ہوئی۔ بہتر ہو گا کہ میری بات کے اختتام کے بعد ہی تم جو کہنا چاہتے ہو کہو۔ورنہ میں مزید کوئی بات نہیں کر رہا۔" اس نے صاف گوئی سے کہہ ڈالا۔۔ مرات نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔۔ پھر تلخی سے مبہم سا اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تمہاری ماں کو جنھوں نے مار ڈالا۔۔ کیا تم نے ان کی شکل دیکھی تھی؟" چند لمحے بعد جب اس نے پوچھا تو مرات کے چہرے کے تاثرات بگڑ سے گئے۔

"نہیں! لیکن ان ہی میں سے ایک شخص اپنا والٹ وہیں چھوڑ گیا تھا۔۔اور وہ والٹ تمہارے باپ کا تھا۔۔ تمہارے باپ "**یامان**"کا۔"اور یامان بے کا نام اس نے کافی چبا چبا کر ادا کیا۔

(نینا خود کو تھوڑا بہت کمپوز کر چکی تھی۔۔ لیکن دل میں ابھی بھی ایک خلش۔۔پچھتاوا تھا کہ۔۔ آخر کیوں اس نے عریشہ پر اعتبار کیا۔۔وہ اسے اپنی دوست کہتی تھی۔۔اور اس نے اسے اتنا بڑا دھوکہ دیا۔۔ چچ!۔

"اور جانتی ہو۔میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا۔لیکن تم نے میرے لیے اور کوئی آپشن نہیں چھوڑی۔"وہ زیر لب ہلکا سا مسکرایا۔نینا کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"ویسے کیا تھا اگر تم میرا ساتھ دے دیتی۔ہاں؟"اس کے سپاٹ سے تاثرات دیکھ کر اسے غصہ آ رہا تھا۔

"میں ظالم کا ساتھ کبھی نہیں دیتی۔ سمجھ آئی؟"وہ غرائی۔
"رسی جل گئی مگر بل نہیں گئے۔۔ چچ! چچ!۔"اس نے طنزیہ انداز میں چبا چبا کر کہا۔۔ پھر تلخی سے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"میں اپنے نفس کی۔۔پیسے کی۔۔ شیطان کی غلام نہیں ہوں۔میں صرف اور صرف اپنے اللہ کے احکامات کی پابند ہوں۔سب انسانوں پر صرف ایک ہی غلامی فرض ہے۔۔اور وہ ہے"اللہ کی غلامی"۔سیاہ آنکھوں میں ایک خاص چمک ابھر آئی۔۔ لہجہ بے خوف تھا۔)

"ایوت! وہ والٹ میرے باپ کا ہی تھا۔ لیکن وہ نقاب پوش شخص میرا باپ نہیں تھا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔۔ مرات یک دم استہزائیہ انداز میں قہقہہ لگا کر ہنسا۔۔ براق اسے خشک تاثرات سے دیکھتا رہا۔

"واللہ! تمہیں کیسے معلوم؟" لہجے میں ابھی بھی طنز تھا۔

"تمہارے ماں باپ کے مرنے سے چار دن پہلے میرے باپ کا والٹ چوری ہو گیا تھا۔ اور یہ خبر ترکیے کے ہر نیوز چینل پر بھی چلائی گئی تھی۔" اس نے دھیرے سے کندھے اچکا کر کہا۔۔ وہ جواباً اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ اس سے کوئی مذاق کر رہا ہو۔

"تمہیں یقین نہیں ہو رہا تو ابھی موبائل آن کرو اور انٹرنیٹ پر سرچ کر لو۔ سب خود ہی سمجھ آ جائے گا تمہیں۔" وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اس کی باتوں کو صرف ایک مذاق سمجھ رہا تھا۔۔ اور وہ بالکل اسی کی توقع کر رہا تھا۔

مرات نے بگڑے ہوئے تاثرات کے ساتھ اپنے کوٹ کی جیب سے موبائل نکالا۔۔ اسکرین روشن کی اور انٹرنیٹ پر اس بارے میں سرچ کرنے لگا۔

براق اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

مرات اب انٹرنیٹ پر روش ان خبروں کو پڑھ رہا تھا۔ یہ خبریں کئی سال پرانی تھی۔

"یامان بے۔۔ ترکیے کی فوج کے کمانڈران چیف۔۔ کل ہی ان کی گاڑی پر نامعلوم افراد نے حملہ کیا۔۔اور صرف یہی نہیں۔۔ بلکہ ان کی گاڑی میں موجود کچھ اہم ڈاکومنٹس اور والٹ بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے۔البتہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔پولیس ان نامعلوم افراد کی تلاش میں ہے۔"اس نے ایک بار نہیں۔۔ بلکہ ان گنت مرتبہ اسکرین پر روشن ان سطور کو زیر لب پڑھا۔۔اس کا رنگ فق پر گیا تھا۔۔ سیاہ آنکھیں یک دم بوجھل سی ہو گئی تھیں۔۔ دل بھی ایسے ہی بوجھل سا ہو رہا تھا۔

"تمہارے چہرے کا اڑا ہوا رنگ یہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ تمہیں سچائی دکھ گئی ہے۔"اور براق نے جیسے ہی کہا تو مرات نے موبائل کی اسکرین سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ وہ شاکڈ سا تھا۔۔ اسی وجہ سے کچھ کہہ نہ پایا۔

"لیکن ابھی بھی بہت کچھ ہے جو تم نہیں جانتے مرات۔"قدرے توقف سے براق نے کہا۔"کیا مطلب ہے تمہارا؟"اس نے اب کی بار خود کو نارمل کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔۔ ماتھے پر پسینے کے قطرے نمایاں تھے۔۔اس نے کوٹ کی جیب سے ایک رومال نکالا۔۔ پھر ماتھے سے پسینہ پونچھا۔

"میرے باپ پر بظاہر جو حملہ کیا گیا تھا۔۔اس کا مقصد صرف ان کا والٹ لینا تھا۔اور وہ والٹ ان نقاب پوش افراد نے ہی یقیناً چرایا تھا جنہوں نے تمہاری ماں کو قتل کر ڈالا۔"اس نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔۔ مرات کرسی سے اٹھا۔۔اسے بہت گھٹن سی محسوس ہونے لگی تھی۔۔ وہ اب

بے چینی سے ارد گرد بھاری قدموں کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔

"انہوں نے ایسا کیوں کیا؟" قدم لحظے بھر کے لیے رکے۔۔ ماتھے پر خاصے بل نمایاں تھے۔۔ آنکھوں کی پتلیاں سکڑی تھیں۔

"تاکہ تمہیں یہ یقین دلا سکیں کہ ان نقاب پوش افراد میں سے ایک شخص **"یامان بے"** تھے۔"

اس کی بے چینی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔۔ وہ پھر سے ٹہلنا شروع ہو گیا تھا۔۔ ساتھ ساتھ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔

"تم خود سوچو۔۔ کیا ایک افسر اتنا بے خبر ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کے گھر سے جاتے ہوئے اپنا والٹ گرا جائے؟ اور آخر اسے اپنا آپ چھپانے کی ضرورت کیا ہے؟" اس کا دل ڈوب رہا تھا۔۔ حلق میں کچھ اٹک سا گیا تھا۔

"ایک افسر ہمیشہ کھل کر وار کرتا ہے۔ اسے اپنا آپ چھپانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔" اب کی بار اس نے کافی پر اعتماد اور فخریہ انداز میں گردن اونچی کرتے ہوئے کہا۔

مرات کے قدم زنجیر ہوئے۔۔ اس نے مضطرب سے اور بے بس سے انداز میں براق کو دیکھا۔۔ اس کا چہرہ دیکھ کر براق کے تنے ہوئے تاثرات کچھ ڈھیلے پڑے۔۔ اسے اس پر ترس سا آیا۔

"ان نقاب پوش افراد نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" آواز دبی دبی سی تھی۔

"صرف اس لیے کہ وہ تمہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کر سکیں اور پھر آخر میں وہ تمہیں بھی

"**تمہارے باپ**" کی طرح ہی ختم کر دیں۔" اس نے ہر لفظ پر زور دیا۔۔ مرات کا دل پھٹا جا رہا تھا۔۔ کنپٹیوں میں خون سا ابل رہا تھا۔

"تم کہہ رہے ہو کہ میرے باپ کو بھی انہوں نے ہی ختم کیا؟" اس نے چند لمحے بعد پوچھا۔۔ لہجہ بھیگا بھیگا سا تھا۔

"ایوت !۔" براق نے مبہم سا اثبات میں سر ہلا دیا۔

" جھوٹ ! جھوٹ ہے یہ۔ انہیں تمہارے باپ نے بے دردی سے مار ڈالا تھا۔" وہ اب کی بار کچھ حواس باختہ سا ہو کر کہنے لگا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ انہیں "**نامعلوم افراد**" نے قتل کیا تھا۔" براق کا لہجہ بے حد ٹھنڈا تھا۔

"آخر میرے باپ "**یامان بے**" کا نام چھپانے کی انہیں کیا ضرورت تھی؟ یہ تو ان کے لیے اعزاز ہونا تھا کہ انہوں نے ایک "**غدار**" کو ختم کیا ہے۔" اس نے "غدار" تھوڑا چبا چبا کر کہا تو مرات یک دم بھڑک اٹھا۔

"میرا باپ غدار نہیں تھا۔" لہجے میں حد درجہ کی درشتی تھی۔ براق نے ایک گہری سانس اندر کو اتاری۔

"میں اتفاق کرتا ہوں۔ تمہارا باپ غدار نہیں تھا۔" لہجہ تھوڑا سا نرم اور مدھم تھا۔۔ مرات کچھ سمجھ نہ سکا۔۔ وہ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں میری بات سمجھ نہیں آئی۔ کوئی بات نہیں۔" اس نے یہ کہہ کر ارد گرد ایک متلاشی نگاہ دہرائی۔۔ پھر مرات کو دیکھا۔

"میرا موبائل تمہارے پاس ہے؟" اس نے ذرا سے ابرو اچکا کر پوچھا۔۔ مرات نے چند لمحے کچھ سوچا۔۔ پھر کچھ قدم چلتا ہوا ایک میز تک گیا۔ اس پر براق کا موبائل پڑا تھا۔۔ اس نے ایک مرتبہ پر سوچ نگاہوں سے اس کے موبائل کو دیکھا۔۔ پھر اسے ہاتھ میں پکڑا۔۔ دوسرے ہاتھ میں ابھی بھی وہ رموٹ تھا۔

وہ اب تیز قدموں کے ساتھ براق کی طرف آیا۔۔ لحظے بھر کے لیے اسے دیکھا۔۔ پھر اس کے ہاتھ رسیوں کی قید سے آزاد کرنا شروع کیے۔
"کوئی چالاکی مت کرنا۔ خوب پچھتاؤ گے۔" ساتھ ساتھ وہ اسے سختی سے کہہ رہا تھا۔۔ براق خاموش رہا۔

اس کے ہاتھ رسیوں کی قید سے آزاد ہو چکے تھے۔۔ اس نے ایک نظر اپنے ہاتھوں کو دیکھا جن میں اسے تھوڑی سی تکلیف ہو رہی تھی۔۔ لیکن یہ تکلیف اس کے لیے کچھ نہ تھی۔ مرات نے

اسے اس کا موبائل دیا۔ براق نے ایک گہری سانس لی۔۔ پھر کچھ ہی دیر میں اس پر ایک کال ریکارڈنگ ڈھونڈی۔۔اور موبائل مرات کی جانب بڑھایا۔

"یہ ریکارڈنگ سنو۔سب معلوم ہو جائے گا تمہیں۔"اس کے بالکل سامنے کھڑے مرات نے موبائل نا سمجھی اور غصے سے لیا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ یہ ریکارڈنگ تمہارے پاس کہاں سے آئی؟"کال ریکارڈنگ آن کرنے سے پہلے اس نے گہری پر سوچ نگاہوں سے اسے تکتے ہوئے پوچھا۔ براق زیر لب فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔

"یہ ریکارڈنگ کئی سال پرانی ہے۔ لیکن ہمارے لیے کئی سال پرانی کالز کو ہسٹری سے نکال کر ٹیپ کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔"اس نے ذرا سے کندھے اچکائے۔ مرات نے وہ کال ریکارڈنگ چلائی۔۔اس وسیع کمرے میں اب صرف اس کال ریکارڈنگ کی آواز گونج رہی تھی۔

(یہ منظر ترکیے کے شہر استنبول کا تھا۔۔ نومبر کا مہینہ تھا۔۔ کچھ ہی دیر پہلے خوب بارش برسی تھی۔ماحول میں اچھی خاصی خنکی شامل تھی۔ سڑک پر ٹریفک کا لوڈ زیادہ نہ تھا۔۔ایک نقاب پوش آدمی خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

اس کار کی بیک سیٹ پر بھی ایک نقاب پوش آدمی بیٹھا تھا۔۔ جس کی آنکھیں گہرے بھورے رنگ کی تھیں۔وہ فون کان سے لگائے کافی مضطرب سے انداز میں کسی سے بات کر رہا تھا۔

"یاوو زبے! اس نے ہمارے ساتھ ٹھیک نہیں کیا۔" لہجے میں حد درجہ کا غصہ شامل تھا۔۔ بھوری آنکھوں میں گلابی سی اتر آئی تھی۔

"کیا تم ابھی تک اسے ڈھونڈ نہیں سکے؟" دوسری جانب سے جواباً ایک بھاری مردانہ آواز میں درشتی سے کہا گیا تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔

"نہیں! مگر ہم اس کے گھر جا رہے ہیں۔ وہ یقیناً اپنے گھر پر نہیں ہو گا۔ لیکن اس کی بیوی اور بچہ تو گھر میں ہی ہوں گے نا۔" اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ابھری۔

"ان سے ہمیں کارابے کے متعلق کافی معلومات مل سکتی ہیں۔" اس نے مزید کہا۔۔ سیاہ نقاب کے پیچھے۔۔ لبوں پر زیر لب ایک شیطانی مسکان بکھری۔

"ایوت! یہ مت بھولنا اونور کہ مجھے ہر حال میں اس کا پتہ چاہیئے۔" دوسری جانب سے یاووز نے تحکم سے انداز میں کہہ کر فون کھٹک سے بند کر ڈالا۔ اونور نے ناگواری سے موبائل کی اسکرین کو دیکھا۔۔ پھر سر غصے اور ناگواری سے ہلا کر موبائل ساتھ ہی سیٹ پر اچھال دیا۔۔ اور پھر ونڈو اسکرین سے باہر دیکھنے لگا جہاں سے اب استنبول کی سڑکیں۔۔ درخت۔۔ سب پیچھے کو جاتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔۔ آسمان گہرے سرمئی رنگ میں ڈوبا تھا۔ شاید برسات کچھ ہی دیر میں پھر سے جاری ہو جائے۔)

"اگلی کال سنو۔" پہلی کال ریکارڈنگ ختم ہوئی تو براق نے چند لمحے بعد کہا۔۔اس کے چہرے کے تاثرات بے حد نرم پڑ گئے تھے جب کے مرات کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔اس کے ہاتھ ہلکے ہلکے سے کانپ رہے تھے۔

براق نے کہاتواس نے بغیر کوئی جواب دیے۔۔سر اثبات میں ہلائے۔۔اگلی کال ریکارڈنگ چلائی۔

(کاراہے کا گھر بس کچھ ہی فاصلے پر تھا۔ایک ہاتھ کی مٹھی لبوں پر ٹکائے وہ ابھی تک مضطرب سے انداز میں ونڈو اسکرین سے باہر دیکھ رہا تھا کہ تب ہی سیٹ پر پڑے اس کے موبائل کی اسکرین جگمگائی۔اس نے فوراً موبائل ہاتھ میں لیا۔۔یاووز کی دوبارہ سے کال آرہی تھی۔

اس نے ایک گہری سانس لی۔۔اور فون کان سے لگالیا۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے اونور۔" دوسری جانب سے ترنت سے معنی خیز انداز میں کہا گیا۔

کیسا فیصلہ ؟"اونور کے ماتھے پر ناسمجھی کی بناپر سلوٹیں نمایاں ہوئیں۔

"کاراہے کی بیوی۔۔اگر تمہیں اس کا پتہ بتادے تو تم اسے ختم کر دینا۔اس کا پتہ نہ بھی بتائے تب بھی اس کے ساتھ یہی کرنا۔" لہجہ سرد نہیں۔۔بے حد سرد تھا۔اونور کے لیے یہ کوئی نئی بات نہ

تھی۔وہ "تمام (ٹھیک ہے)" کہہ کر خاموش ہو گیا۔۔پھر چند لمحے بعد کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔

"اور اس کے بیٹے کا کیا کرنا ہے؟" اس کا لہجہ بھی بے حد خشک سا اور سرد تھا۔

"تم جانتے ہو اونور کہ اس کا کیا کرنا ہے؟" دوسری جانب سے کہا گیا تو اس کے لہجے میں بہت کچھ تھا۔۔اس وقت یاووز کے چہرے پر ایک شاطر اور شیطانی سی مسکان پھیلی تھی۔

(اونور جن لوگوں کے لیے کام کیا کرتا۔۔اس وقت ان میں سے اسے لیڈ **"یاووز"** کر رہا تھا جو ایک ادھیڑ عمر شخص تھا۔۔اسی کی طرح ترکیے سے غداری کرنے والا نامراد شخص۔)

"ایک یتیم اور مسکین بچے کا تم سہارا بنو گے۔اس کے دل میں انتقام کی آگ کو ان لوگوں کے خلاف استعمال کرو گے جو ہمارے دشمن ہیں۔" دوسری جانب سے اس نے کہا۔۔آنکھوں میں ایک خوفناک چمک پھیلی تھی جو ایک معصوم سے بچے کو اپنے مقصد کی خاطر ایک درندہ بنا دینے کی گواہی دے رہی تھی۔

اونور بھی زیر لب تلخی سے مسکرایا۔

"میں سمجھ گیا۔" اور یہ کہہ کر اس نے فون رکھ دیا۔بھوری آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی تھی۔)

دوسری کال ریکارڈنگ بھی ختم ہو چکی تھی۔۔اس وسیع کمرے میں اب صرف اور صرف خاموشی کا راج تھا۔مرات بالکل ساکت سا کھڑا تھا۔۔اس کے ہاتھ یوں کپکپا رہے تھے جیسے رعشے کے مریض کے ہاتھ کپکپاتے ہیں۔۔سیاہ ریموٹ اس کے ہاتھ سے گر چکا تھا۔

"تمہارا باپ غدار نہیں تھا۔وہ پلٹ آیا تھا۔لیکن اس نے واپس لوٹنے میں دیر کر دی تھی۔" براق نے تاسف سے کہا۔مرات نے موبائل کی اسکرین سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔اس کی سیاہ آنکھیں سرخ ہوئی پڑی تھیں۔۔چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا۔

براق نے اسے بتانا شروع کیا کہ آخر کیسے مرات کا باپ کارابے پلٹ آیا تھا۔وہ اسے متوجہ سا ہو کر سن رہا تھا۔

(اونور کا کارابے کی تلاش میں نکلنے سے چند گھنٹے پہلے۔

ایک سفید رنگ کی کار جو بارش میں بھیگ رہی تھی۔۔وہ ایک وسیع اور شاندار سے گھر کے سامنے آکر رکی۔یہ بڑا سا گھر ایک پوش علاقے میں تھا جو کسی محل سے کم نہیں تھا۔

اس سفید رنگ کی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر وہ شخص بیٹھا تھا جس کی آنکھیں سنہرے رنگ کی تھیں۔۔ہلکے بھورے رنگ کے بال گھنگریالے تھے۔وہ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔۔بارش کی بوندوں سے اب اس کے گھنگریالے بالوں کے ساتھ ساتھ اس کا پورا جسم بھی بھیگ رہا تھا۔اس کے پاس کوئی چھتری نہ تھی۔

آج بارش کے ویسے کوئی امکان نہ تھے کیونکہ صبح صبح آسمان پر بادلوں کا کوئی ایک ٹکڑا بھی موجود نہ تھا۔ یہ تو کچھ دیر پہلے ہی آسمان پر گہرے بادل چھائے۔۔اور پھر ان بادلوں نے خوب برسنا شروع کر دیا۔

وہ سنہری آنکھوں والا شخص اس وقت ایک سرمئی رنگ کے کوٹ اور سیاہ رنگ کی پینٹ میں ملبوس تھا۔اس نے اپنی پینٹ کی ایک جیب میں ذرا سا ہاتھ ڈال کر دیکھا کہ اس میں پستول موجود تھی یا نہیں۔

پستول موجود تھی۔۔ لیکن اس میں گولیاں کافی کم تھیں۔اس نے آدھی سے زیادہ گولیوں سے ایک ہی شخص کے جسم کو لہولہان کر دیا۔۔وہ شخص موقع پر ہی ختم ہو گیا تھا۔اس شخص کو مار کر۔۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی گھٹن ہو رہی تھی۔

"کیا میں نے ٹھیک کیا؟ کیا مجھے ایسا کرنا چاہیئے تھا؟" یہ سوچ بار بار اس کے ذہن کے پردوں پر نمودار ہو رہی تھی۔ لیکن اس نے تمام سوچوں کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا یہ مان کر کہ اس نے جو کیا وہ بالکل ٹھیک کیا۔۔ ہر انسان اس دنیا میں اپنا مفاد ہی دیکھتا ہے۔اس نے بھی اگر اپنے مفاد کو اوپر رکھا۔۔تو اس میں کیا غلط تھا؟ ہے نا؟ دل میں ابھی بھی عجیب سی خلش محسوس ہو رہی تھی۔

اپنے ذہن سے تمام سوچوں کو جھٹک کر۔۔ وہ اب تیز قدموں کے ساتھ اس گھر میں داخل ہوا۔

گیٹ پر دو باوردی گارڈز چوکنا ہو کر کھڑے تھے۔۔انہوں نے اسے اندر جانے سے نہیں روکا۔۔ کیونکہ اس شخص کا اس گھر میں ایک بار نہیں۔۔بلکہ کئی بار آنا جانا تھا۔اور اس کے گھر کے مالک نے ہی ان گارڈز کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ اس شخص کو آنے سے نہیں روکیں گے۔

کارابے راہداری پار کر رہا تھا۔۔یہ گھر مہنگی مہنگی اشیاء سے سجایا گیا تھا۔۔جتنا یہ گھر باہر سے خوبصورت اور دلفریب دکھائی دیتا۔۔اتنا ہی یہ گھر اندر سے بھی خوبصورت اور دلفریب تھا۔

اس گھر میں۔۔سیڑھیاں سرخ قالین سے ڈھکی تھیں۔۔یہ وہی گھر تھا جس میں کچھ سال بعد مرات نے رہائش اختیار کی۔یہ گھر یاووز کی ملکیت تھی۔۔اس کے بعد یہ اونور کو ملا۔۔پھر اس نے یہ گھر مرات کو دے دیا۔

یکلخت کارابے کے کانوں میں کچھ گونجا۔۔کچھ لوگوں کی گفتگو کی آواز آرہی تھی۔۔اس نے ارد گرد دیکھا۔۔پھر یک دم اس کی نگاہ ڈرائنگ روم کے دروازے کی جانب گئی جو پورا بند تھا۔۔اسے سمجھ آگئی تھی کہ اونور اور یاووز یہیں تھے۔

اس نے چند قدم ڈرائنگ روم کی جانب بڑھائیں۔۔اور ڈرائنگ روم کے دروازے پر لگے ہینڈل پر ابھی ہاتھ ہی رکھا تھا کہ یک دم وہ رک گیا۔

"کارابے کا میسج آیا ہے۔اس نے یامان بے کو ختم کر ڈالا ہے۔" یہ آواز وہ اچھے سے پہچانتا تھا۔۔یہ اونور ہی تھا۔

"اس کا کام اب ختم ہوا۔اس کی ہمیں اب مزید کوئی ضرورت نہیں۔" چند لمحے بعد اندر سے کسی نے کافی سرد لہجے میں درشتی سے کہا۔۔وہ یہ آواز بھی اچھے سے پہچانتا تھا۔۔یہ یاووز ہی تھا۔

(کارابے بھی اونور کی طرح ہی یاووز کے لیے کام کیا کرتا۔)

اس وقت کارابے کے چہرے پر بہت سے تاثرات بکھر گئے تھے۔۔اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔۔جسم ساکت سا رہ گیا تھا۔

"اونور! کارابے کو ٹھکانے لگادو۔" اور جب یاووز نے یہ کہا تو کارابے کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔۔گلے میں ایک گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔اتنے سرد موسم میں بھی اس کا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا تھا۔

"جو آپ کہیں۔" اونور نے مؤدب سے انداز میں کہا۔۔کارابے نے دروازے کے ہینڈل سے ہاتھ ہٹایا۔۔اس کے دل پر جیسے کسی نے پیر رکھ دیا ہو۔۔وہ اونور سے اس کی توقع نہیں کر رہا تھا۔۔وہ ابھی بھی دروازے کے ساتھ کان لگائے کھڑا تھا۔

"اور ہاں! اسے خبر نہ ہونے پائے کہ ہم اس کے پیچھے ہیں ورنہ وہ بھاگنے کی کوشش کرے گا۔" جیسے ہی اس نے تحکم سے کہا۔۔کارابے نے ارد گرد دیکھا۔۔پھر بوکھلاتے ہوئے الٹے قدم بھاگنے لگا لیکن تب ہی ساتھ پڑی ایک چھوٹی سی میز پر ایک مصنوعی پھولوں کا گلدان پڑا تھا۔۔اس

کی کہنی اس گلدان کے ساتھ ٹکرا گئی۔۔وہ گلدان میز سے گرا۔۔اور پھر اس کے دو حصے ہو گئے۔۔ اس کے ٹوٹنے کی آواز کافی اونچی تھی۔

کارابے نے ایک مرتبہ گھبرا کر دروازے کی جانب دیکھا۔۔پھر تیزی سے بھاگا۔

وہ بھاگ رہا تھا۔۔ساتھ ہی اس کے کانوں نے سنا کہ ڈرائنگ روم کا دروازہ کسی نے کھولا تھا۔۔اور تو اور ڈرائنگ روم سے جو شخص باہر نکلا تھا۔۔اس نے اس کا دوڑتا ہوا نیم وجود بھی دیکھ لیا تھا۔

اونور اس کے پیچھے تیز قدموں کے ساتھ دوڑا۔۔ساتھ ساتھ اسے بار بار رک جانے کا کہتا رہا۔۔ لیکن کارابے ایک بار بھی رکا نہیں۔۔وہ بس دوڑتا گیا۔۔اور وہ جیسے ہی اپنی کار تک آیا۔۔اس نے دروازہ کھولا۔۔ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔۔اسٹئیرنگ سنبھالا۔۔اور کار پوری رفتار سے پیچھے کو گھما دی۔

اونور گیٹ تک آیا۔۔ساتھ ہی وہ گارڈز پر بھی خوب چلایا کہ آخر انہوں نے کارابے کو جانے کیسے دیا۔۔وہ معافی تلافی پر آ گئے۔۔اونور ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔۔پھر غصے سے پلٹا۔۔دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے۔۔وہ بھاری قدموں کے ساتھ واپس ڈرائنگ روم میں گیا۔

اس کا سر جھکا تھا۔۔شاید شرمندگی سے۔۔یا شاید غصے سے۔یاوز کے ابرو سوالیہ انداز میں اکٹھے ہو گئے۔

"کیا ہوا اونور؟" وہ اسے نا سمجھی سے دیکھ رہا تھا۔

"کارابے۔۔کارابے نے سب سن لیا ہے۔" لمحے بھر کے بعد اس نے ہچکچا کر جواب دیا تو یاووز کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گیا۔ وہ فوراً اس کی جانب بڑھا۔۔اور اسے درشتی سے گریبان سے پکڑ لیا۔۔اونور کا سر ابھی بھی جھکا تھا۔۔پھر یک دم اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تو جاؤ اور اس کا کام تمام کرو۔ میری شکل کیا دیکھ رہے ہو تم؟ جاؤ!۔" اس کا گریبان چھوڑتے ہوئے اس نے بے حد سختی سے اور بلند آواز میں اسے حکم دیا۔ وہ بس سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے چلا گیا۔۔یاووز کھولتا رہا۔۔ساتھ ہی کھڑکی کی جانب دیکھا جس کے شیشے پہ بارش کی بوندیں تڑ تڑ گر رہی تھیں۔ بارش دھیرے دھیرے مدھم پڑ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد۔

کارابے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔۔اس کی منزل قریب تھی۔۔ونڈ واسکرینز بارش سے بھیگ کر نم سی ہو گئی تھیں۔اس کی سنہری آنکھیں بھی گہری نم تھیں۔۔چہرہ مرجھا گیا تھا۔

کچھ ہی پل میں وہ اپنی منزل تک پہنچ گیا۔ یہ ایک گھنا سا قدیم جنگل تھا۔ جہاں کچھ ہی دیر پہلے اس نے یامان بے کو شہید کیا تھا۔ وہ یہاں اس لیے آیا تھا۔۔کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ابھی تک کوئی یامان بے کی لاش تک نہیں پہنچا ہو گا۔افسران کے مطابق یامان بے یہاں نہیں تھے۔۔وہ کسی اور جگہ پر

کارا بے کا کام تمام کرنے آئے تھے۔۔ لیکن کارا بے نے دھوکے سے انہیں یہاں بلایا۔۔ وہ بھی بالکل اکیلے۔۔ تاکہ انہیں بغیر کسی خطرے اور رکاوٹ کے ختم کر ڈالے۔

کارا بے بوجھل آنکھوں۔۔ بہت سے بوجھ تلے دبے دل۔۔ اور بھاری وجود کے ساتھ وہاں پہنچا جہاں یامان بے کی لاش موجود تھی۔ اس کا اندازہ بالکل صحیح تھا۔۔ وہ اب تک یامان بے کی لاش تک نہیں پہنچے تھے۔

یکلخت وہ گھٹنوں کے بل ڈھے سا گیا۔۔ دونوں ہاتھ آپس میں جوڑے۔۔ چہرہ پشیمانی سے جھکا لیا۔۔ سنہری آنکھیں اب برسنے لگی تھیں۔۔ بارش اب نہ ہونے کے برابر تھی۔۔ بس پانی کے ہلکے ہلکے قطرے زمین پر گر رہے تھے۔

"مجھے معاف کر دیں یامان بے! میں نے آپ کے ساتھ بہت غلط کیا۔" اور بس اس سے اور کچھ کہا نہ گیا۔

آج اسے یقین آ گیا تھا کہ مکافات عمل ضرور ہوتا ہے۔ اسے پہلے مکافات عمل پر یقین نہیں تھا۔۔ کیونکہ اللہ نے اس کی رسی ڈھیلی کر دی تھی۔ اللہ ظالم کی رسی ڈھیلی کر دیتا ہے تاکہ اس کی اخیر دیکھ سکے۔

کارا بے کو یاد آیا۔۔ کیسے جب وہ فوج میں بھرتی ہوا۔۔ تب اس کی سب سے پہلے دوستی یامان بے سے ہی ہوئی۔ بہت ہی کم عرصے میں وہ دونوں کافی اچھے دوست بن گئے۔۔ بلکہ وہ دونوں بالکل

بھائیوں کی طرح تھے۔ ہر کوئی ان کی دوستی کی مثالیں دیتا۔ دندار بے کچھ عرصے بعد فوج میں بھرتی ہوئے۔ تب ان کی بھی ان دونوں کے ساتھ اچھی خاصی دوستی ہوگئی تھی۔

پھر اسے یاد آیا۔۔ کیسے ایک دن اس کے سامنے نوٹوں سے بھرا ایک سیاہ رنگ کا بریف کیس رکھا گیا۔۔ جسے دیکھ کر وہ سب بھول گیا۔۔ یہاں تک کہ اسے خدا بھی بھول گیا۔ اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی۔۔ سب سے بڑا گناہ تھا۔

قرآن مجید میں اللہ فرماتا ہے:

"سو یاد رکھو مجھے، میں یاد رکھوں گا تمہیں۔"

اس کا برا وقت تب سے ہی شروع ہوگیا تھا۔۔ جب سے وہ خدا کو بھول بیٹھا تھا۔ غداری کرنے پر اسے یاووز نے اچھی خاصی رقم دی۔۔ جس کی وجہ سے وہ بالکل پیسے کا دیوانہ بن گیا تھا۔ ہر وقت اسے اپنا مفاد ہی دکھائی دیتا۔ اونور بھی اس کا ساتھی تھا۔۔ اسے اونور پر کافی بھروسہ تھا کہ وہ ہمیشہ اس کا ساتھ دے گا۔ لیکن مکافات عمل تو ہوتا ہے۔۔ اور اس کے ساتھ بھی یہی ہوا۔

وہ یامان بے کو دھوکہ دے رہا تھا۔۔ کارابے منافق تھا۔۔ غدار تھا۔۔ اور جب یامان بے کو شک ہوا کہ ان کے درمیان کوئی غدار موجود ہے۔۔ تو کارابے نے ان کا شک دندار بے کی جانب بڑھانے کی کافی کوششیں کیں۔ ایک وقت آیا جب یامان بے کو یقین آنے لگا تھا کہ دندار بے ہی غدار ہیں۔۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے اپنی ایک ڈائرئی میں یہی لکھا کی دندار بے ہی غدار ہیں۔

مگر۔۔ حقیقت سب کے سامنے آ کر ہی دم لیتی ہے۔ کارابے کا چہرہ بھی سب کے سامنے آشکار ہو گیا۔۔ ہر کسی کو معلوم ہو گیا کہ کارابے ہی غدار ہے۔ یامان بے کو تکلیف نہیں۔۔ بہت تکلیف پہنچی تھی۔ مگر کارابے کو اس وقت کوئی شرمندگی محسوس نہ ہوئی۔۔ اس پر تو صرف پیسے کا جنون چھایا تھا۔

اور پھر اونور نے اس کے ساتھ وہی کیا جو اس نے یامان بے کے ساتھ کیا۔ اس نے یامان بے کو دھوکہ دیا۔۔ اونور نے اس کو دھوکہ دیا۔

وہ اب بلند آواز میں بلک بلک کر رو رہا تھا۔۔ ساتھ ساتھ اپنے بھورے گھنگریالے بال نوچ رہا تھا۔ بارش اب بالکل بھی نہیں برس رہی تھی۔

اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں سے ایک نوٹ پیڈ نکالا۔۔ ساتھ ہی ایک قلم بھی۔۔ اور اس پر برستی ہوئی آنکھوں کے ساتھ۔۔ کچھ تحریر کرنے لگا۔

"میرے پیارے بیٹے مرات!

میں تمہارا باپ "کارابے" ایک غدار۔۔ اپنے کیے پر خوب پشیمان ہے۔

میں جانتا ہوں کہ میرے پاس اب بہت کم وقت بچا ہے۔ میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں لیکن ایسا ممکن نہیں۔

اس لیے میں تمہیں صرف ایک ہی نصیحت کروں گا۔

اپنے باپ جیسا بالکل نہ بننا۔اپنے وطن کے ساتھ غداری کبھی مت کرنا۔

میں نے کہیں پر پڑھا تھا کہ۔۔غداری اگر "دولت" کی خاطر کی جائے تو "غربت" لاتی ہے۔۔ اگر غداری "عورت" کے لیے کی جائے تو "ذلت" لاتی ہے۔۔لیکن اگر غداری "ریاست" کی تباہی کے لیے کی جائے تو "موت" لاتی ہے۔

یہ تمہارا وطن ہے۔۔اس کی خدمت کرنا۔تم "یامان بے" جیسے بننا۔وہ جو اپنے وطن کی خدمت اور حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔تم بالکل بھی میری طرح نہ بننا۔میری طرح وطن کی حفاظت کرنے والوں اور وطن کی خدمت کرنے والوں کو ختم نہ کر دینا۔

یاد رکھنا!

غداری تباہی ہے۔۔خود کی۔"

اس نے یہ خط اپنے بیٹے مرات کے لیے لکھا تھا۔اس نے نم نگاہوں سے یامان بے کی لاش کو دیکھا۔۔پھر وہ خط اپنی پینٹ کی جیب میں اڑس دیا۔

یکلخت اسے کئی لوگوں کے قدموں کی آواز آئی۔۔وہ کھڑا ہوا اور اس نے پلٹ کر دیکھا۔۔سامنے اونور کھڑا تھا(جس کا لباس بھی سیاہ تھا۔۔اور نقاب چہرے سے ہٹا تھا)اور ساتھ دو تین نقاب پوش

افراد بھی۔ کارابے جانتا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ اس کے پاس پستول تھی۔۔ لیکن اس نے پستول نہ نکالی۔۔ وہ مزید جینا نہیں چاہتا تھا۔۔ اور اگر وہ پستول نکال بھی لیتا۔۔ تب بھی ان کا مقابلہ نہیں کر پاتا۔۔ کیونکہ وہ اس وقت اکیلا تھا۔

ایک کے بعد ایک گولی اونور نے کارابے پر چلادی۔۔ وہ چیخا چلایا نہیں۔۔ بس کرب اور تکلیف سے آنکھیں موندلیں۔۔ اور لڑکھڑا کر پتھریلی زمین پر گر گیا۔

اونور چند ہی لمحے بعد وہاں سے چلا گیا۔۔ کارابے کی لاش اس نے وہیں رہنے دی۔۔ تاکہ مرات کو بتا سکے کہ کیونکہ کارابے کی لاش یامان بے کی لاش کے ساتھ ملی۔۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یامان بے نے ہی کارابے کو مارا تھا۔۔ اور کارابے نے سیلف ڈیفینس کی خاطر یامان بے پر گولی چلائی تھی۔

حالانکہ یہ بات منظر عام پر آگئی تھی کہ کارابے کو نامعلوم افراد نے ہی قتل کیا ہے۔۔ لیکن مرات کو یہ یقین دلا دیا گیا تھا کہ اس کا قتل یامان بے نے کیا ہے۔)

براق نے پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اسے وہ خط دیا۔۔ چند ہی لمحے میں مرات نے وہ خط پڑھ لیا۔۔ ہاتھ ابھی بھی کپکپا رہے تھے۔۔ سیاہ آنکھوں میں سے آنسو ابل رہے تھے۔۔ چہرے پر بہت کچھ تھا۔۔ دل تو جیسے بند ہو رہا تھا۔

"تمہیں۔۔ تمہیں یہ خط کیسے ملا؟" اس نے لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔۔ نگاہیں ابھی بھی اس خط پر جمی تھیں۔

(دو دن پہلے۔

یہ منظر آرمی کی خفیہ بیس کا تھا۔۔دندارب کے آفس میں نگاہ دہراؤ تو ساری بتیاں جلی تھی۔۔ سورج کی کھڑکیوں سے گزرتی سنہری کرنیں ہر سو رقص کرر ہی تھیں۔میز کے ساتھ رکھی کرسی پر وہ ایک ہاتھ کی مٹھی لبوں پر ٹکائے سامنے والی کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھے براق کو کافی متوجہ ہو کر سن رہے تھے۔

"دندارب! مجھے لگتا ہے کہ مرات کو کچھ غلط فہمیاں ہیں۔"اس کے چہرے پر سوچ کی کئی شکنیں نمایاں تھیں۔

"مطلب؟"دندارب نے ناسمجھی سے ابرو اچکائے۔

"یعنی۔۔مجھے لگتا ہے کہ اسے اندھیرے میں رکھ کر اب تک استعمال کیا جارہا ہے۔"اس کا لہجہ ہمیشہ کی طرح کافی سنجیدہ۔۔معنی خیز۔۔اور گہرا تھا۔

"اور اسے استعمال کون کر رہا ہے؟"وہ ابھی بھی اسے سوالیہ نگاہوں سے تک رہے تھے۔

"اونور۔"ایک گہری سانس اندر کو کھینچ کر اس نے کہہ ڈالا۔

"تم جانتے ہو نا! تم یہ سب اپنی بہن کے قاتل کے بارے میں کہہ رہے ہو؟"انہوں نے اسے باور کروایا۔

"میں جانتا ہوں دندار بے۔" اس نے جواباً مبہم سا اثبات میں سر ہلا کر کہا۔۔ دندار بے کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر اسے دیکھنے لگیں جیسے اسے مزید سننے کے منتظر ہوں۔

"جانتے ہیں آپ۔۔ میرا فوج میں آنے کا مقصد یہ تھا کہ میں اپنے بابا کا بدلہ لے سکوں۔" اس نے معنی خیز انداز میں سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔۔ وہ اسے کافی دھیان سے سن رہے تھے۔

"لیکن فوج میں آنے کے بعد مجھے سمجھ آئی کہ میرا مقصد **"اپنے وطن"** کی حفاظت کرنا اور خدمت کرنا ہے۔" لحظے بھر کے وقفے کے بعد اس نے کہا۔۔ ہاتھ سے ذرا سی ٹھوڑی سہلائی پھر کہنا شروع کیا۔

"اور صرف یہ ہی نہیں میرا مقصد اس سے بھی بڑا ہے۔ ہر شخص کی مدد کرنا۔۔ چاہے وہ میرے وطن سے تعلق رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔۔ میرا فرض ہے کہ جہاں کہیں میں ظلم ہوتے دیکھوں۔۔ وہاں میں ظلم کو روکوں۔۔ بازو کے زور پر روک سکتا ہوں تو روکوں گا۔۔ زبان کے زور پر روک سکتا ہوں تو تب بھی روکوں گا۔ لیکن ظلم ہونے نہیں دوں گا کیونکہ یہ میرا **"دین"** کہتا ہے۔ وہ دین جس میں سب انسان برابر ہیں۔ جس دین میں کسی بھی شخص کو کسی پر برتری حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔۔ بے شک اسلام ہی سچا دین ہے۔" لہجہ بے حد پر اعتماد تھا۔۔ دندار بے اسے ستائشی نگاہوں سے دیکھتے رہ گئے۔۔ چہرے پر بھی ایک ہلکی سی ستائشی مسکان پھیلی۔۔ انہیں براق میں یامان بے کا ہی عکس دکھائی دے رہا تھا۔

"اگر میرے بابا حیات ہوتے۔۔تو وہ بھی یہی چاہتے کہ میں ہر قسم کے ذاتی عناد اور بدلے کی آگ کو ایک طرف کر کے اپنے دین۔۔اپنے وطن۔۔اور اپنی قوم کے لیے لڑوں۔۔جہاد کروں۔"

اس نے مٹھی ذرا زور سے میز پر رکھی۔۔چہرے پر سنجیدگی ہی سنجیدگی پھیلی تھی۔۔نیلی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

"میرا مقصد **"سچائی"** کو سامنے لانا ہے۔دھوکے کے جال کو مٹانا ہے۔اور ہاں! میں اب دستبردار ہو چکا ہوں ہر طرح کے ذاتی عناد اور بدلے سے۔"اس نے اپنے الفاظ پر زور دیا۔۔وہ اب اپنی بات مکمل کر چکا تھا۔

دندار بے نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔

"یعنی اب وقت آگیا ہے۔"معنی خیز انداز میں کہہ کر وہ کرسی کھینچ کر اٹھے۔

"کیسا وقت؟ میں کچھ سمجھا نہیں۔"وہ انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھتا رہ گیا۔

دندار بے نے کوئی جواب نہ دیا۔وہ الماری کی جانب بڑھیں۔۔ایک نظر براق کو دیکھا۔۔پھر زیر لب ہلکا سا مسکرائے۔۔الماری کا دروازہ کھولا۔۔کچھ دیر اس میں کچھ چیزیں ادھر ادھر کیں۔

براق ابھی تک کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

دندار بے نے الماری کا دروازہ بند کیا۔۔ براق نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔۔ جس پر جو بھی تحریر تھا۔۔ وہ یہاں سے پڑھ نہیں سکتا تھا۔

وہ اب اس کی جانب بڑھیں۔۔ براق بھی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ انہوں نے وہ خط اسے تھمایا۔

"یہ خط؟" وہ اب اس خط کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"پڑھو اسے براق۔" انہوں نے نرمی سے کہا۔ اس نے جواباً دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔ پھر وہ خط پڑھنے لگا۔ دندار بے غور سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔۔ اس کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گیا۔ وہ بالکل ساکت سا رہ گیا تھا۔ اس خط کو اس نے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار پڑھا۔ پھر حیرت سے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ کافی شاکڈ لگ رہا تھا۔

"یہ۔۔ یہ آپ کو کہاں سے ملا؟" اس نے حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا۔

"کارابے کے پاس سے۔ اسے تب نامعلوم افراد مار کر جا چکے تھے۔" انہوں نے ذرا سے شانے اچکا دیے۔۔ وہ ابھی بھی انہیں حیرت زدہ سا ہو کر دیکھ رہا تھا۔

"شکر ہے کہ یہ خط ان کے ہاتھ نہیں لگا۔" انہوں نے مزید کہا۔

"آپ نے یہ خط مجھے پہلے کیوں نہیں دیا؟" اس نے اب کی بار انہیں قدرے مشکوک نگاہوں سے دیکھا۔۔ دندار بے مسکرا دیے۔

"اگر میں یہ خط تمہیں پہلے دے دیتا تو کیا تم میرا یقین کرتے؟" زیر لب مسکراتے ہوئے انہوں نے کہنا شروع کیا۔

"تمہیں پہلے بھی بچپن میں مجھ پر شک تھا کہ تمہارے بابا کو کارابے کی جگہ میں نے دھوکہ دیا ہے۔" ساتھ ہی انہوں نے اس کے مضبوط کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"اگر میں تمہیں یہ خط پہلے دے دیتا تو تم اس بات کا یقین کر لیتے کہ تمہارے باپ کا قاتل پلٹ آیا تھا؟" وہ اب اس کی نیلی آنکھوں میں جھانک رہے تھے۔

"کیا تم یہ یقین کر لیتے کہ جس شخص نے تمہای بہن کو مار ڈالا۔۔اس کا باپ پلٹ آیا تھا؟ اور تو اور تمہاری بہن کے قاتل کو اتنے عرصے سے اندھیرے میں رکھا جا رہا تھا؟" براق نچلا لب دباتے انہیں سن رہا تھا۔

"آپ کو اب ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں آپ کی بات پر یقین کر لوں گا؟" اس نے پوچھا تو انہوں نے نرمی سے اس کے کندھے تھپتھپائے۔

"کیونکہ اب تم بھی اس بارے میں جانتے ہو۔۔میرے بتانے سے پہلے۔" انہوں نے ذرا سے ابرو اچکا دیے۔۔براق زیر لب مسکرا دیا۔

"میں نے تمہیں یہ خط اس لیے دیا ہے کہ تمہیں ہر بات صاف صاف واضح ہو جائے۔" انہوں نے مزید کہا۔۔اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"مرات بھی کارابے کی طرح پلٹ سکتا ہے۔" ان کے لہجے میں امید تھی۔

"اور اگر وہ پلٹ آیا تو وہ تمہیں خود اونور تک لے جائے گا۔" براق زیر لب مسکرایا۔

"تشکر! تشکر دندار بے۔" اس نے ستائشی انداز میں مسکرا کر کہا۔۔ساتھ ہی دندار بے کو گلے لگا لیا۔۔ان کی آنکھوں میں نمی امڈ آئی۔آج انہیں یامان بے کی بے حد یاد آئی۔وہ بھی جب کارابے کو ختم کرنے کے لیے نکلے تھے۔۔تو ان سے اسی طرح گلے ملے تھے۔)

مرات کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔۔اس کے سامنے کے سارے مناظر گول گول گھوم رہے تھے۔۔اسے لگ رہا تھا کہ اس کے گلے میں کوئی پھندا سا لٹکا دیا ہو جس وجہ سے اس کی سانسیں بند ہو رہی ہوں۔۔چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔۔ہر طرف اسے عجیب سا حبس محسوس ہو رہا تھا۔۔وہ دل برداشتہ ہو گیا تھا۔۔اور پھر وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر گیا۔

"یہ۔۔یہ تم نے کیا کیا مرات؟" خود کلامی کرتا ہوا وہ اپنے سیاہ بال نوچ رہا تھا۔۔سیاہ آنکھوں میں سے شعلے برس رہے تھے۔

"لعنت ہو تم پر۔" وہ چلایا۔۔ساتھ ہی اس نے خود اپنے دائیں گال پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔

"تم کتنے بد نصیب ہو۔ تم اپنے باپ کی آخری خواہش بھی نہ پوری کر سکے۔" اسے رہ رہ کر خیال آ رہا تھا کہ آخر وہ اپنے باپ کی آخری خواہش کیوں نہ پوری کر پایا۔۔ کیوں وہ ویسا بن گیا۔۔ جس طرح کا بننے سے اسے کارا بے نے منع کیا تھا۔

اس کے ہاتھ سے وہ خط بھی زمین پر گر چکا تھا۔۔ وہ بالکل حواس باختہ ہو گیا تھا۔۔ براق اسے متفکر سے انداز میں آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔ وہ اس سے اسی رد عمل کی توقع کر رہا تھا۔

"تمہارا باپ چاہتا تھا کہ تم **"یامان بے"** جیسے بنو۔۔ اور دیکھو تو ذرا۔۔ تم نے کیا کیا۔ تم نے اسی یامان بے کی بیٹی کو مار ڈالا۔ تم نے اسی یامان بے کے بیٹے کو تباہ و برباد کرنے کی کئی کوششیں کیں۔ تم ساری زندگی یامان بے کو اپنا دشمن سمجھتے رہے۔ ہائے افسوس!۔" اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا۔۔ اس کے سر میں شدید درد ہو رہی تھی جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔

"اور تو اور اسی یامان بے کے بھائی کو تم نے قید کیا۔۔ اس کے بیٹے **"آیاز"** کو بھی مار ڈالا۔۔ چچ!۔" اس نے پشیمانی۔۔ شرمندگی۔۔ اور تاسف سے سر جھٹکا۔

"لعنت ہو تم پر مرات! لعنت ہو!۔" وہ غرایا۔۔ اور پھر اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ براق کے ذہن کے پردوں پر خطرے کا سگنل ابھرا۔ وہ ترنت سے اپنے کرسی کے ساتھ بندھے پاؤں کو رسیوں کی قید سے آزاد کرنے لگا۔

"میں مر جانا چاہتا ہوں۔" اس کے ہاتھ میں پستول تھی۔۔وہ اب پستول لوڈ کر رہا تھا۔ براق تیز قدموں کے ساتھ اس کی جانب بڑھا۔اور پھر اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔

"مجھے زندہ نہیں رہنا۔ میں تو زندہ رہنے کے قابل ہی نہیں ہوں۔"اس نے پستول کے ٹریگر پر ہاتھ رکھا۔۔ براق نے فوراً سے اس کے ہاتھ سے پستول چھین لی۔۔وہ کچھ نہ کر سکا۔۔اس میں جیسے مزاحمت کرنے کی بھی سکت ختم ہو گئی تھی۔

"اللہ! مجھے ختم کر دے۔ میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔"وہ حواس باختگی کے عالم میں چلایا۔۔ساتھ ساتھ سیاہ آنکھیں برس رہی تھیں۔

"میں مر جانا چاہتا ہوں۔" براق کو اس پر بہت ترس آ رہا تھا۔

"مرات! تم نے دیر کر دی۔۔بہت دیر۔ لیکن اب بھی تم اپنے گناہوں۔۔اپنی غلطیوں کا ازالہ کر سکتے ہو۔"اس نے اس کے کندھے اپنی مضبوط گرفت میں لیے جیسے اسے نارمل کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

مرات نے برستی ہوئی سیاہ آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا۔

"تم مجھے اونور کا پتہ دو۔وہ اصل مجرم ہے۔۔تمہارا بھی اور میرا بھی۔"وہ ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر بکھرے سیاہ بالوں کو پیچھے کر رہا تھا۔

"تمہارا مجرم میں ہوں براق۔ تم مجھے مار ڈالو۔ لتفین ! میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔" وہ ابھی بھی خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔

"خود کو سنبھالو مرات !۔" اس نے قدرے سختی سے کہا۔

"نہیں سنبھال سکتا۔" اس نے جواباً زخمی سے اور بکھرے بکھرے سے انداز میں کہا۔اس کا دل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا تھا۔۔روح بے حد زخمی تھی۔

"مجھے خود سے نفرت ہے۔۔ نفرت ہے۔" براق اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ ساتھ ساتھ اسے کچھ کہنا بھی چاہ رہا تھا لیکن وہ کچھ نہیں سننا چاہتا تھا۔

"میں اپنے باپ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟" دل میں تکلیف مزید بڑھ گئی۔

"بلکہ میں اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ اس نے سوچا۔۔ پھر سسک اٹھا۔

"جب میں میرائے کو مارنے لگا تھا۔۔ تب میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں ہر طرح کے خوف سے خالی تھیں۔۔ خوف تھا تو صرف **"اللہ"** کا۔" وہ اب براق کو بے بس اور شکست خوردہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔ اس کی زبان سے میرائے کا نام سن کر یک دم اس کے دل میں بھی تکلیف ہوئی۔۔ وہ چاہتا تو ابھی اس سے بدلہ لے سکتا تھا۔۔ لیکن اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔ وہ ہر بدلے کی آگ اور ذاتی عناد سے دستبردار ہو چکا تھا۔

"میرا ئے نے مجھ سے کہا تھا کہ ۔۔" وہ کہہ رہا تھا تو براق نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

"خود کو سنبھالو مرات !۔اس طرح کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔" وہ اب قدرے نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا۔۔وہ ابھی بھی اپنے بال نوچ رہا تھا۔۔ برسات ہنوز جاری تھی۔

"میری بات سنو! سنبھالو خود کو لفتین !۔"اس نے اس کے کندھے تھپتھپائے۔

"مجھے معاف کردو براق۔"لحظے بھر کے بعد اس نے شکستگی۔۔شرمندگی۔۔اور زخمی سے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔۔ پھر سر جھکا لیا۔

"میں جانتا ہوں کہ میں معافی کے قابل نہیں۔لیکن پھر بھی۔۔میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔اگر تم مجھے معاف نہیں کرو گے۔۔تو خدا بھی مجھے معاف نہیں کرے گا۔" وہ بچوں کی طرح رو رہا تھا۔۔ براق کی آنکھوں میں اس کے لیے ہمدردی مزید بڑھ گئی۔

"میں نے تمہیں اس وقت ہی معاف کر دیا تھا مرات جب مجھے معلوم ہوا تھا کہ تمہارا استعمال کیا جا رہا ہے۔" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"پہلے مجھے صرف شک تھا کہ تمہارا استعمال کیا جا رہا ہے۔۔ مگر جب مجھے یقین ہو گیا کہ تمہارا استعمال کیا جا رہا ہے تو میں نے اسی وقت تمہیں معاف کر دیا۔" ساتھ ساتھ اس نے اس کے کندھے تھپتھپائے۔۔وہ ہنوز آنسو بہا رہا تھا۔

"تم صرف خدا سے معافی مانگو۔" اور یہ سن کر اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اللہ مجھے معاف نہیں کرے گا۔ میں ایک غدار۔۔ قاتل۔۔ گناہ گار۔۔ ظالم۔۔ بس میں ایک بہت ہی گھٹیا انسان ہوں۔ میں بہت بہت برا ہوں۔ خدا مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔" آواز بھرائی ہوئی تھی۔۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔۔ بے حد سرخ۔۔ چہرہ بھی سرخ ہو چکا تھا۔

براق نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن وہ کچھ کہہ نہ پایا۔

"اگر یہ ڈرامہ ختم ہو گیا ہو تو میں کچھ کہوں؟" ان دونوں نے چہرہ اٹھا کر دروازے کی جانب دیکھا۔ ایک ادھیڑ عمر شخص جو کہ سرمئی کوٹ اور پینٹ میں ملبوس تھا۔۔ ہاتھ میں ایک پستول تھی۔۔ اس کے ساتھ کئی نقاب پوش افراد بھی تھے۔۔ وہ سب ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"سرپرائز!۔" اونور نے فاتحانہ انداز میں ہاتھ ہوا میں لہرا کر کہا۔۔ براق اسے غصیلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے لب کچلنے لگا۔۔ اور زمین سے اٹھا۔

("اچھا ہاں! تمہیں یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہو گا نا کہ۔۔ سوشل میڈیا پر تمہارے خلاف خبریں اور کسی نے نہیں بلکہ میں نے۔۔ میکائیل ملک نے چلوائیں۔" اس نے پستول اس کے سر پر تان رکھی تھی۔۔ وہ اسے نفرت سے بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں رسوا کر دیا میں نے۔" وہ خباثت سے مسکرایا۔

"عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔" اس نے بے حد پر اعتماد انداز میں کہا۔

"مجھے ایک بات کا افسوس ہے کہ۔۔ کئی لوگ ابھی بھی تمہارا ساتھ دے رہے ہیں چچ!۔" اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔

(یہ سچ تھا کہ جہاں کئی لوگ اس کے خلاف بول رہے تھے۔۔ وہیں بہت سے لوگ نینا کا ساتھ دے رہے تھے۔۔ یہ کہہ کر کہ اس کے بارے میں جو خبریں پھیلائیں جا رہی ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

جس دن وہ خبریں پھیلائی گئیں۔۔ اس دن نینا اس قدر تناؤ کا شکار ہو گئی تھی۔۔ جس وجہ سے وہ ان کامنٹس کو پڑھ ہی نہیں سکی تھی جس میں لوگ اسے حوصلہ اور تسلی دے رہے تھے۔)

"میں دنیا کی محبت سے دستبردار ہو چکی ہوں۔ میرے دل پر اب دنیا کی کوئی گرد موجود نہیں۔" وہ معنی خیز انداز میں زیر لب مسکرائی۔

"میرے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ میرے ساتھ ہے۔" نینا نے گردن اونچی کر کے قدرے بلند آواز میں کہا۔ میکائیل اور اسلم اسے کاٹ کھانے والی نگاہوں سے تکتے رہے۔)

اونور کو دیکھ کر مرات دھیرے سے اٹھا۔ اس کے چہرے پر حد درجہ کا غصہ پھیل گیا۔ اس کا غم اب طیش میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اسے یاد تھا۔۔ کس طرح سے اونور نے اس کا استعمال کیا۔۔ کس طرح

سے اس نے اسے اس بات کا یقین دلایا تھا کہ اس کے باپ کا قتل اور کسی نے نہیں بلکہ یامان بے نے کیا۔ درحقیقت اس کے باپ کا قاتل اونور خود ہی تھا۔ اس کا سانس اب غصے سے پھول رہا تھا۔

"تمہیں تو میں چھوڑوں گا نہیں۔" وہ کسی زخمی شیر کی طرح اس پر جھپٹنے لگا تھا کہ تب ہی براق نے اسے بازو سے پکڑ کر روکا۔

"مرات! رک جاؤ۔" اس نے تحکم سے کہا۔

"چھوڑ دو مجھے براق! میں اس کی جان لے لوں گا۔" لیکن وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔۔ اونور کے چہرے پر عجیب سی افسردگی پھیلی۔۔ وہ چند قدم مرات کی جانب بڑھا۔

"اللہ اللہ! اتنا غصہ۔ چچ! مرات میرے بیٹے تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" اس نے تاسف سے سر جھٹک کر کہا۔۔ وہ دونوں اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔

"دیکھو براق تم سے جھوٹ کہہ رہا ہے۔ یہ تمہارا استعمال کر رہا ہے۔" اس کا لہجہ تیز تھا۔۔ براق نے مرات کا باز چھوڑ دیا۔

"اس کے دھوکے میں مت آؤ۔" مرات لب کاٹتے ہوئے اسے خاموشی سے سن رہا تھا۔

"کیا تم بھول گئے؟ جب تمہارا اس دنیا میں کوئی نہیں رہا تھا تو میں نے۔۔ میں نے تمہیں سہارا دیا۔ بھول گئے کیا؟" اس کی بھوری آنکھیں نم سی ہو گئیں۔

"میں نے بالکل تمہیں اپنے سگے بیٹے کی طرح پالا۔ تنفین! اس کے جھوٹ کو سچ نہ مانو۔" اور آواز بھی بھرا گئی تھی۔۔ مرات کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ سب مناظر پھر سے آنکھوں کے سامنے لہرائے جب اونور نے اسے سہارا دیا۔۔ جب اونور نے اس کا بالکل سگے باپ کی طرح خیال رکھا۔۔ اسے دنیا کی ہر آسائش مہیا کی۔

"یہ شخص تمہیں دھوکہ دے رہا ہے میرے بیٹے! حقیقت صاف ہے۔ یہ شخص جھوٹا ہے۔" مرات کی بھیگی آنکھوں میں یک دم نرمی سی جھلکی۔۔ لیکن اس نے اس نرمی کو چھپاتے ہوئے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھا۔

"تم مجھ پر شک نہ کرو۔۔ میں تو تم سے بہت پیار کرتا ہوں میرے بیٹے۔" اور یہ کہہ کر اونور کی آنکھیں برسنے لگیں۔۔ مرات کے دل کو بہت کچھ ہوا۔۔ وہ ایک قدم اس کی جانب بڑھا۔۔ دوسرا قدم بڑھانے ہی لگا تھا کہ براق نے اسے دوبارہ سے بازو سے پکڑ کر روکا۔ مرات اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔۔ براق نے نفی میں سر ہلا دیا جیسے اسے روک رہا ہو کہ اس تک مت جاؤ۔

مرات نے ایک نرم نگاہ اونور کی جانب بڑھائی۔ وہ سر جھکائے آنسو بہا رہا تھا۔۔ مرات نے اس سے اپنا بازو چھڑوایا۔۔ پھر ایک اور قدم اس کی جانب بڑھایا۔ تب ہی اونور نے اپنا چہرہ اٹھایا۔۔ پھر یک دم طنز و استہزا سے قہقہے لگا کر ہنسنے لگا۔ مرات بالکل ساکت سا رہ گیا۔

"کیا تمہیں لگا تھا کہ میں یہ سب کہوں گا؟" اس نے طنزیہ انداز میں کہہ کر ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو صاف کیے۔

"تمہاری بھول ہے مرات!۔" وہ خباثت سے دانت نکالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اپوت! تو میں نے ہی تمہارے باپ **"کاراب"** کو مار ڈالا۔ میں نے ہی تمہاری ماں **"دیلارا خانم"** کو بے دردری سے ختم ڈالا۔" بے حد اونچی آواز میں وہ یہ سب کہہ رہا تھا۔۔ مرات کے حلق میں کچھ ابھر کر معدوم ہوا۔۔اسے ایک بار پھر خود پر غصہ آیا۔

"ہاں! میں نے تمہارا خوب استعمال بھی کیا۔" دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے وہ چبا چبا کر کہہ رہا تھا۔

"اب بتاؤ کیا کر سکتے ہو تم؟" مرات نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"مجھے مار ڈالو گے؟" اس نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"مار ہی نہیں سکتے۔ تم میں ہمت ہی نہیں۔" وہ اب اس کا تمسخر اڑا رہا تھا۔

تم دنیا کے سب سے بڑے بے وقوف ہو۔" اور یہ الفاظ سن کر مرات کا غصہ آسمان کو چھونے لگا۔

"تمہیں تو میں۔۔" وہ تیز قدموں کے ساتھ اس کی طرف دوڑا کہ تب ہی۔۔اونور نے پستول اس کی جانب بڑھائی۔۔ٹریگر پر ہاتھ رکھا۔۔اور گولی چلا دی۔

"مرات !!۔" براق زور سے چلایا۔

گولی کی زوردار آواز ہر سو گونجی تھی۔۔ مرات لڑکھڑا کر زمین پر گر گیا۔۔اس کے کندھے پر گولی لگی تھی۔۔اسے اپنے کندھے میں شدید تکلیف ہو رہی تھی۔۔ لیکن وہ منہ سے اف تک نہیں کہہ رہا تھا۔

"چچ ! میں یہاں تم سب کو ختم کرنے آیا تھا۔ لیکن مرات ! تمہیں تو میں سب سے آخر میں مارنا چاہتا تھا۔" وہ اس کے بالکل سامنے کھڑا تلخی اور خباثت سے کہہ رہا تھا۔

براق نے دیکھا کہ جو پستول مرات کے پاس تھی وہ اس سے زمین پر گر گئی تھی۔۔اس نے دھیرے سے وہ پستول اٹھائی۔۔اور پھر۔۔تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ۔۔ تیز قدم چلتا ہوا اس کی طرف لپکا کہ تب ہی دو تین سیاہ نقاب پوش افراد اس کی جانب بڑھیں۔۔اس کے ہاتھ سے پستول چھینی۔۔اور اسے بازوؤں سے پکڑ کر اپنی گرفت میں لے لیا۔

"You're Trapped." اس کی جانب فاتحانہ انداز میں دیکھتے ہوئے اونور نے کہا۔

وہ اب مرات کو چھوڑ کر براق کی طرف بڑھا۔۔اس کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر اسے چند لمحے سلگتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔ پھر دیوار پر نسب مانیٹرز کو دیکھا۔ براق کی نگاہیں ہنوز اسی پہ جمی تھیں۔

"اب سب سے پہلے تو۔۔میں ان شہروں میں موجود لوگوں کو مرتے دیکھوں گا۔اور تم بھی دیکھنا! جب چھوٹے چھوٹے بچے خون سے لہولہان ہو جائیں گے۔۔عورتیں۔۔مرد۔۔بوڑھے۔۔سب کے سب موت کی نیند سو جائیں گے۔۔کتنا مزہ آئے گا۔اور تم کچھ نہیں کر پاؤ گے۔" وہ تنفر سے بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"تم ایسا نہیں کر پاؤ گے اونور!۔" براق نے اپنے الفاظ پر زور دیا۔

"اچھا؟ ٹھیک ہے دیکھ لیتے ہیں۔" اس نے طنزیہ انداز میں ابرو اچکائے۔۔براق یک دم معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

اور پھر۔۔اس نے بے حد مضبوطی سے اپنے بازو چھڑوائیں۔۔اور ایک نقاب پوش آدمی کے منہ پر بھنچی ہوئی مٹھی سے وار کیا۔۔وہ کراہ کر پیچھے ہٹا۔۔براق نیچے جھکا۔۔زمین پر وہ رموٹ گرا تھا جو پہلے مرات کے پاس تھا۔۔مرات سے یہ رموٹ بھی یہاں گر گیا تھا۔۔اس نے فوراً وہ رموٹ ہاتھ میں لیا۔۔اور کھڑا ہوا۔۔پھر مرات کو فاتحانہ انداز میں مسکرا کر دیکھا۔۔جیسے کہہ رہا ہو کہ فکر کی بات نہیں۔۔حالات اس نے سنبھال لیے ہیں۔

("ویسے نینا!۔" میکائیل نے ذرا سا سوچا۔

"Indeed! You Have Played Well." پھر ستائشی انداز میں ابرو اچکائے۔

"لیکن اب کھیل ختم کرنے کا وقت آگیا ہے۔" وہ اسے سلگتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"اس کھیل کو شروع تم نے کیا تھا۔۔اختتام میں کر رہا ہوں۔" لہجہ بے حد روکھا تھا۔

"میں اپنے خون کے آخری قطرے تک اپنے دین۔۔اپنے ملک۔۔اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے لیے کھڑی رہی۔" اس کا لہجہ بے حد پر اعتماد تھا۔ میکائیل کو اس کی یہی پر اعتمادی زہر لگتی تھی۔

"اگر اللہ نے میری زندگی یہاں تک لکھی ہے تو ٹھیک ہے۔۔میں اللہ کی رضا میں راضی ہوں۔" میکائیل کے چہرے پر ایک خباثت سے بھرپور مسکان پھیلی۔ اس نے پستول کے ٹریگر پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔"

اس کا لہجہ بے خوف تھا۔ اس کی یہ بہادری کے وہ دونوں گواہ تھے۔۔دل ہی دل میں ان دونوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ واقعی کافی بہادر تھی۔ نینا کی آنکھوں کے سامنے وہ مناظر لہرائے۔۔جب وہ احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ سے خوش دلی سے باتیں کر رہی تھی۔۔جب علی اور اریحہ کے ساتھ اس کی نوک جھوک چل رہی تھی۔۔اور جب براق یامان کے وہ باری باری سارے اصول توڑ رہی تھی۔۔وہ زیر لب دھیرے سے مسکرا دی۔

اور لحظے بھر کے بعد۔۔اس نے ٹریگر دبا دیا۔۔پستول سے نکلی اس گولی کی ہولناک آواز اس قدر بلند تھی۔۔کہ پاس ہی درختوں پر بیٹھے پرندے پھڑ پھڑا کر رہ گئے۔

فرش پر وہ چیز بہہ رہی تھی جو پانی سے زیادہ گاڑھی ہوتی ہے۔ہاں یہ خون ہی تھا جو فرش پر بہہ رہا تھا۔)

"اگر کسی نے بھی کوئی ہوشیاری کی۔۔تو میں یہ بٹن دبا دوں گا۔"اس نے رموٹ فاتحانہ انداز میں لہرایا۔۔اور رموٹ پر موجود اس سبز رنگ کے بٹن کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔۔اس بٹن کو دبا دینے سے۔۔ترکیے کے مختلف علاقوں میں لگے بمز خود بخود ڈسکنیکٹ ہو سکتے تھے۔

"تمام تمام !۔"اونور نے ہتھیار ٹال دیے۔براق فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔

اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے کہ تب ہی اس کے سر پر ایک نقاب پوش آدمی نے ایک بھاری چیز سے وار کیا۔وہ یک دم لڑکھڑا گیا۔اس کے ہاتھ سے وہ رموٹ بھی نیچے گر گیا۔

اس نے رموٹ اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔۔تو اس کی آنکھوں نے دیکھا۔۔کہ اس رموٹ کو کسی نے اپنے پیروں تلے کچل دیا تھا۔وہ حیرت اور بے یقینی سے یہ منظر دیکھتا رہ گیا۔۔پھر اس نے سر اٹھا کر اس شخص کو دیکھا جس نے اس رموٹ کو اپنے پیروں تلے کچل دیا تھا۔وہ اونور ہی تھا۔ براق غصے سے بپھر اٹھا۔۔دو نقاب پوش افراد نے اسے اپنی گرفت میں لیتے ہوئے کھڑا کیا۔۔وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔

"تم کچھ جلد باز ہو۔" اونور نے تلخی سے کہا۔۔اور پھر اس نے اپنی پینٹ کی جیب میں سے ایک ریموٹ نکالا۔۔یہ بالکل پچھلے ریموٹ کی طرح ہی تھا۔اسے سمجھ آگئی تھی کہ پچھلا ریموٹ اصلی نہیں تھا۔اس نے بے یقینی سے مرات کو دیکھا جو خود بھی یہ دیکھ کر بالکل شاکڈ رہ گیا تھا۔اونور نے ایک بار پھر مرات کو دھوکہ دیا تھا۔

"اب اپنی جلد بازی کی سزا بھگتو۔" اونور نے زمین پر رکھی اپنی پستول اٹھائی۔۔اور اس کی جانب بڑھائی۔مرات یہ دیکھ کر سلگ اٹھا۔

"نہیں! اس کی جگہ مجھے مار ڈالو۔ براق کو چھوڑ دو۔" وہ کہہ رہا تھا تو اس کی آواز میں بے حد تکلیف تھی۔اونور اسے نظر انداز کرتا ہوا بالکل براق کے سامنے جا کھڑا ہوا۔۔جو اسے زہر خندہ نگاہوں سے مسلسل لب کچلتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

"کتے! اسے چھوڑ دو۔مجھے مار ڈالو اس کی جگہ۔" مرات غرایا۔۔تو ایک نقاب پوش آدمی اس کی جانب بڑھا اور ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر رسید کیا۔

"کیا رحم کی بھیک نہیں مانگو گے تم؟" اس کی نیلی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اونور نے پوچھا۔
"میں اللہ کے سوا اور کسی سے رحم کی بھیک نہیں مانگتا۔" اس نے گردن اونچی کر کے بلند آواز میں کہا۔۔وہ سر جھٹک کر مسکرایا۔

"میں موت سے نہیں ڈرتا۔شہادت میرے لیے اعزاز ہے۔میں تو اس دن کے لیے بے تاب تھا۔"اس کے چہرے پر ایک مطمئن سی مسکان پھیل گئی۔۔اس کے برعکس مرات بے حد بے چین ہو گیا۔

"""اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔"

اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔۔اونور نے دل ہی دل میں اعتراف کیا کہ اس نے اس جیسا دلیر آدمی اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔

چند ہی لمحے بعد اس نے پستول براق کے سر پر تان دی۔۔اور پھر ٹریگر پر ہاتھ رکھا۔۔براق کا چہرہ بے خوف تھا۔

"نہیں!!۔"مرات بے بسی اور تکلیف سے بلند آواز میں چلایا۔

اونور نے پستول کا ٹریگر دبا دیا۔۔براق کی آنکھوں کے سامنے وہ چہرے لہرائے۔۔یامان بے جو اسے نصیحتیں کر رہے تھے۔۔جیمرے خاتون جو نماز پڑھ رہی تھیں اور وہ انہیں خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔۔میرائے جو اس سے خفا خفا سی تھی۔۔اور نینا احسن جو ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ اس سے باتیں کر رہی تھی۔۔وہ زیر لب ہلکا سا مسکرایا۔

پستول سے نکلی اس گولی کی زوردار اور بھیانک آواز ہر سو گونج اٹھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب نمبر 13

"اختتام یا شروعات؟"

ہم دیکھیں گے

لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے

وہ دن کہ جس کا وعدہ ہے

جو لوح ازل میں لکھا ہے

جب ظلم و ستم کے کوہ گراں

روئی کی طرح اڑ جائیں گے

ہم محکوموں کے پاؤں تلے

جب دھرتی دھڑ دھڑ دھڑکے گی

اور اہل حکم کے سر اوپر

جب بجلی کڑ کڑ کڑکے گی

جب ارض خدا کے کعبے سے

سب بت اٹھوائے جائیں گے

ہم اہل صفا، مردود حرم

مسند پہ بٹھائے جائیں گے

سب تاج اچھالے جائیں گے

سب تخت گرائے جائیں گے

بس نام رہے گا اللہ کا

جو غائب بھی ہے حاضر بھی

جو منظر بھی ہے ناظر بھی

اٹھے گا انا الحق کا نعرہ

جو میں بھی ہوں اور تم بھی ہو

اور راج کرے گی خلق خدا

جو میں بھی ہوں اور تم بھی ہو

(و یبقیٰ وجہ ربک، فیض احمد فیض)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جس سر کو غرور آج ہے، یاں تاج وری کا

کل،اس پہ یہیں شور ہے، پھر نوحہ گری گا

اس نے ٹریگر پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔۔بس ٹریگر دبانے میں کچھ ہی سیکنڈ باقی تھے کہ تب ہی نینا نے دیکھا کہ اس وسیع کمرے کے دروازے کو کسی نے اندر کی طرف پورا دھکیل دیا۔اس کی نگاہیں ان پر جمی تھیں۔۔وہ کئی باوردی پولیس افسران تھے۔۔وہ افسر جو سب سے آگے کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ایک پستول تھی۔

اس افسر نے جیسے ہی دیکھا کہ میکائیل ملک ٹریگر دبانے لگا ہے۔۔اس نے بغیر کچھ سوچے سمجھے دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑی پستول کے ٹریگر پر ہاتھ رکھا۔۔اور لحظے بھر کے بعد۔۔اس نے ٹریگر دبا دیا۔۔پستول سے نکلی اس گولی کی ہولناک آواز اس قدر بلند تھی۔۔کہ پاس ہی درختوں پر بیٹھے پرندے پھڑ پھڑا کر رہ گئے۔

فرش پر وہ چیز بہہ رہی تھی جو پانی سے زیادہ گاڑھی ہوتی ہے۔ہاں یہ خون ہی تھا جو فرش پر بہہ رہا تھا۔

نینا بالکل شاکڈ سی رہ گئی تھی۔ میکائیل فرش پر گھٹنوں کے بل گرا چلا رہا تھا۔۔ اسے ایک ٹانگ پر گولی لگی تھی۔۔ پستول بھی ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر ہی گر گئی تھی۔ وہ پولیس افسران دوڑتے ہوئے ان کی جانب بڑھیں۔۔ فرش پر سے پستول اٹھائی۔ اور ایک نظر اس آدمی کو دیکھا جس کی ٹانگ پر گولی لگی تھی۔ وہ پولیس افسر جس نے گولی چلائی تھی۔۔ وہ ششدر سا رہ گیا تھا۔۔ جب وہ گولی چلا رہا تھا۔۔ اس وقت اس نے میکائیل کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔۔ اس کی طرف تو اس کی پشت تھی جس وجہ سے وہ یہ جان نہیں پایا تھا کہ جس پر وہ گولی چلا رہا ہے وہ اور کوئی نہیں بلکہ میکائیل ملک تھا۔

(نینا احسن کو یہاں لانے سے پہلے۔

وہ اسٹئیرنگ سنبھالے کار متوازن رفتار کے ساتھ چلا رہی۔ ڈیش بورڈ پر اس کا موبائل پڑا تھا۔ اسے ابھی گھر (وہ فلیٹ جو اس نے کرائے پر لیا تھا) سے نکلے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی۔

ڈیش بورڈ پر پڑے اس کے موبائل کی رنگ ٹون بجی۔۔ اس نے موبائل ڈیش بورڈ سے اٹھایا۔۔ اسکرین پر جگمگاتا نمبر دیکھا اور پھر فون کان سے لگالیا۔

"جی عنایہ بی بی! خیریت تو ہے نا؟" دوسری جانب سے سلام کا جواب دینے کے بعد اس نے پوچھا۔

(نینا احسن کی عباس احمد کے اسسٹنٹ حارب صاحب سے ہونے والی ملاقات۔

"سمپل۔۔ان کے گھر کی ایک ملازمہ ہمارے لیے کام کرتی ہے۔" انہوں نے شانے اچکا کر کہا۔

نینا کو جس بات کا شک تھا وہی ہوا۔

"کون؟" اس نے فوراً پوچھا۔۔حارب صاحب کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوئے اور اسے بتانا شروع کیا۔

"عنایہ بی بی۔" انہوں نے دھیمی آواز میں کہا۔۔پھر کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگالیا۔

نینا لحظے بھر کے لیے خاموش رہی۔۔وہ کافی حیرت زدہ سی لگ رہی تھی۔

"وہ آپ کے لیے کب سے کام کر رہی ہیں؟" اس نے ذرا سے ابرو اچکا کر پوچھا۔۔چہرے پر حیرت قائم تھی۔

"جب سے میکائیل کی بیوی ماریہ کی وفات ہوئی۔" انہوں نے ترنت سے جواب دیا۔

"عنایہ بی بی نے ہمارے لیے اس لیے کام کرنا شروع کیا کیونکہ۔۔وہ ماریہ کے لیے کچھ نہیں کر سکی تھیں۔اور اپنے اس گلٹ سے چھٹکارا پانے کے لیے انہوں نے میکائیل کے خلاف ہمارا ساتھ دیا۔" نینا سکڑے ہوئے ابرو۔۔اور مسلسل نچلا لب دباتے انہیں سنجیدگی سے سن رہی تھی۔

"یہاں تک کہ ارم کو بھی انہوں نے میرے ہی کہنے پر بھگایا۔ اگر ہم اسے نہ بھگاتے ۔۔ تو اس نے بھی پھنسنا تھا ۔۔ اور عنایہ بی بی نے بھی۔" انہوں نے ذرا سے شانے اچکا دیے ۔۔ نینا نے تائیدی انداز میں ہلکا سا سر ہلا دیا۔

"میں آپ کو عنایہ بی بی کا نمبر واٹس ایپ کر دیتا ہوں۔" نینا کچھ سمجھ نہ سکی۔

"کیوں؟ مجھے ان کے نمبر کی کیا ضرورت؟" حارب صاحب زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرائے۔

"کیونکہ ۔۔ عباس احمد کو ختم کرنے کے بعد ۔۔ آپ میکائیل کی سب سے بڑی دشمن ہیں۔ عنایہ بی بی چونکہ اسی کے گھر پر ہوتی ہیں ۔۔ تو وہ آپ کو کافی معلومات فراہم کر سکتی ہیں۔" ان کی بات میں دم تھا۔ نینا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔)

"خیریت ہی تو نہیں ہے نینا صاحبہ۔" عنایہ بی بی کی آواز میں عجیب سی بے چینی تھی۔ اس کے ابرو سکڑ گئے۔

"اللہ خیر کرے۔ کیا ہوا ہے؟" لہجہ قدرے تیز تھا۔
"مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں آپ کو کیسے بتاؤں؟" وہ کافی کش مکش کا شکار لگ رہی تھیں۔
"جو بھی کہنا ہے کھل کر کہیے۔" اس نے ترنت سے کہا ۔۔ ماتھے پر بل نمایاں ہوئے۔
"میکائیل صاحب کو معلوم ہو گیا ہے کہ آپ آج کوئی اہم میٹنگ اٹینڈ کرنے جا رہی ہیں۔" انہوں

نے تھوک نگلنے کے بعد کہا۔۔نینا کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گیا۔۔وہ بالکل شاکڈ رہ گئی تھی۔اس میٹنگ کے بارے میں صرف اسے، جس نیوز چینل کے لیے وہ کام کرتی تھی اس کے ڈائریکٹر اور پروڈیوسر کے علاوہ اور کسی کو معلوم نہ تھا۔۔تو میکائیل کو اس بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟

"اسے کیسے معلوم ہوا؟"اس نے پریشانی اور ناسمجھی سے لب کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"وہ جی۔۔انہیں کسی **"عریشہ"** نے اس بارے میں فون پر بتایا تھا۔"اور ان کی زبان سے عریشہ کا نام سن کر وہ بالکل ساکت سی رہ گئی۔۔اسے لگا کہ اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

"ک۔۔کون؟"اس نے بمشکل پوچھا۔۔چہرے پر بہت کچھ تھا۔

"عریشہ۔۔میں نے ان کے منہ سے سنا تھا کہ وہ آپ کی کوئی پرانی سہیلی ہے۔۔اور کیا کہتے ہیں اسے۔۔"دوسری جانب انہوں نے فوراً اپنے ماتھے کو چھوا۔۔نینا کی آنکھوں میں گہرا کرب ابھر آیا۔

"اسسٹنٹ۔"اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

"ہاں جی!اسسٹنٹ۔"عنایہ بی بی نے ابرو اچکائے۔۔پھر کہنا شروع کیا۔

"میں نے آپ کو یہ بتانے کے لیے کال کی تھی کہ وہ۔۔ میکائیل صاحب اسلم اور مقبول کے ساتھ کچھ ہی دیر پہلے روانہ ہوئے ہیں۔" نینا کے ماتھے پر کئی سلوٹیں نمایاں تھیں۔۔ چہرہ اب بے تاثر سا اور سپاٹ سا تھا۔

"وہ ضرور آپ کے پیچھے ہی نکلے ہیں۔" انہوں نے اپنی بات مکمل کی۔ نینا چند لمحے خاموش رہی۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ عنایہ بی بی۔" پھر زخمی سا مسکرا کر کہا۔

"شکریہ کی بات نہیں۔ آپ بس اپنا بہت خیال رکھیے گا۔" انہوں نے نرمی سے کہا۔۔ نینا نے فون بند کیا۔۔ اور موبائل ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔ اسے ابھی بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ اس نے عنایہ بی بی کی زبان سے عریشہ کا نام سنا تھا۔

اس نے تو عریشہ کو بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ آج ایک اہم میٹنگ سے جا رہی ہے۔۔ اس کا مطلب اس نے نینا اور نیوز چینل کے پروڈیوسر اور ڈائریکٹر کی باتیں چھپ کر سن لی تھیں۔۔ کیونکہ جس وقت وہ میٹنگ کے سلسلے میں بات کر رہے تھے۔۔ اس وقت عریشہ بھی نیوز نیٹ ورک کے اسٹوڈیو میں ہی تھی۔

لیکن دل ہی دل میں۔۔ ابھی بھی نینا کو امید تھی۔۔ کہ شاید عنایہ بی بی کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔۔ شاید ان کے کانوں نے کچھ غلط سنا ہو۔ لیکن سچ تو یہ تھا کہ انہوں نے جو کچھ سنا تھا وہ بالکل سچ تھا۔

اس نے دو تین لمبی سانسیں اندر کو کھینچیں۔۔ جیسے خود کو کمپوز کر رہی ہو۔اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمایاں تھے۔۔ڈیش بورڈ پر پڑے ٹشو باکس سے اس نے ایک ٹشو نکالا۔۔اور ماتھے سے پسینہ پونچھا۔۔ایک ہاتھ اسٹئیرنگ سنبھالے ہوئے تھا۔

اس کے چہرے پر بے چینی۔۔پریشانی۔۔اور سوچ کی کئی لکیریں نمایاں تھیں۔اس نے ایک پر سوچ نگاہ ڈیش بورڈ پر پڑے اپنے موبائل پر ڈالی۔۔اور موبائل اٹھالیا۔۔واٹس ایپ آن کیا۔۔ اور پھر وہ اس پر اپنے نیوز چینل کے پروڈیوسر **"ساحل صاحب"** کو ایک وائس نوٹ بھیجنے لگی۔اسی دوران اس نے کار کے سائیڈ مرر سے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ دو تین سیاہ گاڑیاں اس کی کار کا تعاقب کر رہی تھیں۔۔وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کا پیچھا کون کر رہا ہے۔

"ساحل صاحب! کوئی میرا پیچھا کر رہا ہے۔میں ان کے چہرے تو نہیں دیکھ سکتی لیکن مجھے معلوم ہے کہ یہ کون ہیں۔۔اور مجھے یقین ہے کہ آپ بھی انہیں اچھے سے جانتے ہیں۔میرے پاس زیادہ وقت نہیں۔یہ لوگ جانتے ہیں کہ آج میں آپ سے میٹنگ کرنے آرہی تھی اور یقیناً یہ لوگ مجھے میٹنگ میں نہیں آنے دیں گے۔اگر مجھے دیر ہو گئی تو آپ سمجھ جایئے گا کہ میں کسی خطرے میں ہوں۔اب سب کچھ آپ کو ہینڈل کرنا ہے۔"اس نے وائس میسج سینڈ کر دیا۔۔پھر ایک گہری سانس لی۔۔وہ اب مزید متذبذب سی دکھائی دے رہی تھی مگر پھر بھی وہ خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔)

اسلم بہت زیادہ گھبراسا گیا تھا۔۔میکائیل کو گولی لگی تھی۔۔وہ فرش پر بیٹھا چلا رہا تھا۔۔اسلم چند لمحے بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر کھڑا رہا۔۔پھر جیسے ہی اس نے اپنے حواس پر قابو پایا۔۔تو میکائیل کی جانب بڑھا اور اس کی چوٹ دیکھنے لگا۔

"تم سب کتنے ("گالی") ہو۔۔مجھے گولی کیوں ماری؟ہاں؟"وہ بلند آواز میں ان پر چیخ رہا تھا۔۔اس کی آواز میں طیش۔۔تکلیف۔۔حواس باختگی شامل تھی۔دو تین پولیس افسران نینا کی جانب بڑھیں۔۔اس کے کرسی سے بندھے ہاتھ رسیوں کی قید سے آزاد کروائے۔نینا نے انہیں شکریہ کہا۔۔اور کرسی کے ساتھ بندھے اپنے پاؤں رسیوں کی قید سے آزاد کرنے لگی۔

"تم سب مجھے جانتے نہیں ہو۔میں میکائیل ملک ہوں۔تم لوگوں نے میرے ساتھ جو کیا ہے،اس کا خمیازہ تم لوگوں کو بھگتنا ہو گا۔"وہ اشتعال انگیز لہجے میں کہہ رہا تھا۔۔اس کی ٹانگ سے ابھی بھی خون بہہ رہا تھا۔۔ایک دو پولیس افسران فکرمندی سے اس کی جانب بڑھیں۔

"ہمیں معاف کردیں میکائیل صاحب۔ہمیں نہیں معلوم تھا کہ آپ یہاں ہیں۔۔نہیں تو قسم لے لیں۔۔ہم تو یہاں آتے۔۔"ایک افسر کافی تیز لہجے میں بے چینی اور فکر سے کہہ رہا تھا تو میکائیل نے اس کی بات درشتی سے کاٹ دی۔

"اپنی بکواس بند کرو۔اور جلدی مجھے ہسپتال لے کر جاؤ۔اتنی تکلیف ہو رہی ہے مجھے۔"وہ سختی سے کھنکھارا۔

"جی میکائیل صاحب! ہم آپ کو ہسپتال ضرور لے کر جائیں گے۔جب آپ کی مرہم پٹی ہو جائے گی۔۔اس کے بعد ہمیں آپ کو اریسٹ کرنا ہو گا۔"وہ پولیس افسر جس نے اسے گولی ماری تھی۔۔وہ بالکل اس کے سامنے کھڑا تحکم اور سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔میکائیل کے بگڑے ہوئے تاثرات مزید بگڑ گئے۔

"کیا؟کیا کہہ رہے ہو تم؟میں نے کیا کیا ہے؟"وہ حواس باختہ سا ہو گیا تھا۔

"ہمارے پاس آپ کے اریسٹ وارنٹ ہیں۔نینا صاحبہ کو جس نے اغوا کیا تھا۔۔ہمیں حکم ملا تھا کہ ہم اسے اریسٹ کر لیں۔اور یہاں آکر ہمیں معلوم ہوا کہ انہیں اغوا کرنے والے آپ ہیں۔۔اسی لیے ہمیں آپ کو ہی اریسٹ کرنا ہو گا۔"اس نے صاف گوئی سے کہہ ڈالا۔میکائیل کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گزرا۔

"لیکن۔۔میں نے کچھ نہیں کیا۔"اسے اپنی آواز گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

"آپ نے جو بھی کہنا ہے۔۔کورٹ میں کہیے گا۔"وہ اب میکائیل کو فرش پر سے اٹھا رہا تھا۔۔لیکن اس نے درشتی اور روکھے سے انداز میں اس افسر کے ہاتھ خود سے دور کیے۔

"مجھے ہاتھ مت لگانا۔سمجھ آئی؟"اس نے افسر کو آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔نینا کرسی سے اٹھی۔۔اور اس نے اپنے ماتھے کو چھوا۔۔زخم میں اب بھی تکلیف تھی۔۔لیکن اب اس کا دل بے

حد پر سکون تھا۔ وہ اب تیکھی نگاہوں سے فرش پر بیٹھے میکائیل کو دیکھ رہی تھی۔۔اسے اس کی بے بسی پر بے حد خوشی ہو رہی تھی۔

"آپ ہمیں مجبور مت کیجیے میکائیل صاحب۔۔ ہم آپ کو یہاں سے زبردستی نہیں لے جانا چاہتے۔" وہ افسر اب قدرے نرم مگر سنجیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"میرے ہوتے ہوئے میں دیکھتا ہوں کوئی کیسے میکائیل صاحب کو ہاتھ لگاتا ہے۔" اسلم بپھر کر ان افسران کی جانب بڑھا۔۔ دو افسران اس کی طرف لپکے۔۔ وہ انہیں پیچھے کی طرف درشتی سے دھکے دے رہا تھا۔۔ تو اسی وقت ان میں سے ایک افسر نے پینٹ کی جیب سے ہتھکڑی نکالی۔۔ اور اسلم کے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف مروڑتے ہوئے اس کے ہاتھ ہتھکڑی میں قید کر لیے۔۔ اس نے خوب مزاحمت کی لیکن سب بے سود رہا۔

"آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہی ہو گا میکائیل صاحب۔ کیونکہ باہر میڈیا بھی پہنچ چکا ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ بدنامی سے بچ جائیں تو ہمارے ساتھ چلیے۔" اس افسر نے "بہت زیادہ" پر کافی زور دیا۔ میکائیل بھونچکا رہ گیا تھا۔۔ اس نے حیرت اور بے یقینی سے اس افسر کا چہرہ تکا۔

"میڈیا کو یہاں کس نے بلایا؟" اس کی آنکھیں بے یقینی کے عالم میں پھیلی تھیں۔ نینا زیر لب مسکرائی۔ اس افسر نے یک دم نینا کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھا۔ میکائیل نے اس کی

نگاہوں کا تعاقب کیا۔اس کے ماتھے پر کئی بل نمایاں ہوئے۔۔سرخ پڑی آنکھیں سکڑ گئیں۔۔وہ لب کچلتے ہوئے اسے زہر خندہ نگاہوں سے دیکھنے لگا اور جواباً اس نے طنز و استہزا کے ساتھ مسکرا کر سر جھٹکا۔

وہ پولیس افسران اب میکائیل کو فرش سے اٹھا رہے تھے۔۔وہ مسلسل شعلہ باز نگاہوں سے نینا کو دیکھ رہا تھا۔۔اسے شدید غصہ آرہا تھا۔۔اس کا بس چلتا تو وہ ابھی کے ابھی نینا کو زمین میں زندہ گاڑ دیتا۔۔اس کی پستول جو زمین پر گری تھی۔۔وہ بھی پولیس نے اپنی تحویل میں لے لی تھی۔

وہ اب ان پولیس افسران کے ساتھ اس پرانی اور بوسیدہ سی عمارت سے باہر نکل رہا تھا۔سورج کی تپش مزید بڑھ گئی تھی۔۔اس وقت دوپہر کے دو بجنے والے تھے۔۔اور باہر سے اچھا خاصا شور آرہا تھا۔۔وہ جانتا تھا یہ شور کس بات کا ہے۔

اس کی آنکھوں نے دیکھا کہ کئی لوگ کیمرے اٹھائے۔۔مائیک پکڑے اس کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔۔وہ سب بھی میکائیل کو یوں زخمی دیکھ کر پہلے تو بالکل ششدر رہ گئے تھے۔۔اور پھر انہوں نے سوالوں کی بھرمار شروع کردی۔میکائیل ان سے نظریں چراتا پولیس اہلکاروں کے ساتھ گاڑی تک بڑھ رہا تھا۔۔کئی صحافی اس سے سوالات پوچھے جا رہے تھے لیکن وہ ان میں سے کسی کا بھی جواب نہیں دے رہا تھا۔۔اس کا دل جل رہا تھا۔

"میکائیل صاحب! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ یہاں نینا احسن کو اغوا کر کے لایا گیا ہے۔۔ تو آخر آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" وہ ایک نوجوان صحافی تھا جس نے یہ سوال پوچھا تھا۔۔ وہ میکائیل کے ساتھ قدم ملاتا ہوا چل رہا تھا۔۔ کچھ پولیس اہلکار اسے میکائیل سے دور جانے کا بار بار کہہ رہے تھے لیکن وہ بھی باقی صحافیوں کی طرح ہی ان کی بات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتا۔۔ میکائیل اب کی بار اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکا۔۔ اس نے ایک زور دار تھپڑ اس صحافی کے منہ پر دے مارا۔۔ وہ بوکھلا کر اور حواس باختہ سا ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔۔ تمام کیمراز میں یہ سین ریکارڈ ہو گیا تھا۔

میکائیل ملک اب پولیس اہلکاروں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔۔ انہیں پہلے اسے ہسپتال لے جانا تھا۔۔ میکائیل کے ساتھ ہی اسلم بھی بیٹھا تھا جس کے ہاتھ ہتھکڑیوں میں جکڑے تھے۔
میکائیل نے ایک کاٹ کھانے والی نگاہ اسلم پر ڈالی جیسے کہہ رہا ہو کہ یہ سب کچھ تمہاری نااہلی کی وجہ سے ہوا ہے حالانکہ درحقیقت یہ سب اسلم کے ساتھ ساتھ میکائیل کی نااہلی کی وجہ سے بھی ہو رہا تھا۔

وہ زیر لب کچھ بڑبڑاتے ہوئے اس بوسیدہ اور پرانی سی عمارت کو دیکھنے لگا۔۔ اس کی آنکھوں نے دیکھا کہ اب اس عمارت کے اندر سے نینا احسن ہمیشہ کی طرح پر اعتماد اور باوقار انداز میں چلتے ہوئے باہر آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ تین چار پولیس اہلکار بھی تھے۔

تمام صحافی اس کی جانب بڑھیں۔۔اور کئی سوالوں کی بھر مار شروع کر دی۔

"نینا صاحبہ کیا آپ ہمیں یہ بتا سکتی ہیں کہ آپ کو یہاں کون لایا؟" دو تین صحافیوں نے ایک ساتھ ہی سوال پوچھا۔اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔۔پھر جواب دینے کے لیے لب کھولے۔

"کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ مجھے یہاں کون لایا تھا؟" اس نے سوال پر سوال کر ڈالا۔۔سب سمجھ گئے تھے کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

"میکائیل صاحب کو گولی کس نے ماری؟ وہ آپ کو یہاں کیوں لائے؟" کئی سوال پوچھے جا رہے تھے۔

"ایکس کیوز می! اب ہمیں اجازت دیجیے۔ باقی سوال بعد میں۔" وہ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔۔اس کے ساتھ کھڑے پولیس اہلکار بھی اس کے ساتھ قدم ملاتے ہوئے چلنے لگے۔۔اور وہ صحافی جو ابھی سوال پوچھنے کی غرض سے بار بار آگے آ رہے تھے انہیں وہ پولیس اہلکار پیچھے کیے جاتے۔

نینا کی سیاہ آنکھوں میں ایک خاص فاتحانہ چمک تھی۔۔زیر لب ایک ہلکی سی مسکان پھیلی تھی۔۔ دل بار بار اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس نے ایک بار پھر اسے فتح نصیب کی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آفاق کی منزل سے گیا، کون سلامت

اسباب لٹا راہ میں، یاں ہر سفری کا

"نہیں !!۔" مرات بے بسی اور تکلیف سے بلند آواز میں چلایا۔۔اور ساتھ ہی فرش پر سے اٹھا۔۔اور پھر براق کی جانب لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ بڑھا۔۔ براق کی نگاہیں ہنوز اونور پر جمی تھیں۔

اونور نے پستول کا ٹریگر دبا دیا۔۔ پستول سے نکلی اس گولی کی زوردار اور بھیانک آواز ہر سو گونج اٹھی۔۔ براق نے دیکھا کہ اس کے بالکل سامنے مرات کھڑا تھا۔۔اس کے سامنے اس کی پشت تھی۔۔اونور بھی بالکل شاکڈ رہ گیا تھا۔۔ وہ گولی براق یامان کو نہیں بلکہ مرات کارابے کو سیدھا سینے پر جا کر لگی تھی۔

براق نے اپنے ہاتھ نقاب پوش افراد کی قید سے چھڑوائیں۔۔اور فرش پر گرتے ہوئے مرات کو بازوؤں سے پکڑ کر تھاما۔۔وہ اس کے ساتھ ہی گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔

"مرات !!۔"ساتھ ہی وہ زور سے چلایا۔۔ مرات کے سینے میں سے خون کی کئی لہریں اُمڈ کر باہر کی طرف نکل رہی تھیں۔۔اس تکلیف میں اس کا چہرہ بے حد پرسکون لگ رہا تھا۔

"تمہیں۔۔ تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔" اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے وہ تیز تیز لہجے میں کہہ رہا تھا۔۔ مرات زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟ ہاں؟" اس نے بے بسی اور تاسف سے پوچھا۔

"میں نے وہی کیا جو مجھے کرنا چاہیئے تھا۔" لحظے بھر کے بعد اس نے رک رک کر کہا۔۔ اس کی سانسیں دھیرے دھیرے بند ہو رہی تھیں۔

"کیوں؟" اس نے زخمی سے لہجے میں پوچھا۔

"تم جانتے ہو کیوں۔" جواب ترنت سے دیا گیا۔۔ اور پھر وہ کھانسنے لگا۔۔ براق کی نیلی آنکھیں نم پڑ گئی تھیں۔۔ وہ اسے بے بسی سے دیکھتا رہا۔

"میری ایک بات غور سے سنو براق!۔" اپنی کھانسی پر بمشکل قابو پانے کے بعد اس نے دبی دبی سی آواز میں کہا۔

"میں سن رہا ہوں۔ کہو کیا کہنا ہے۔" براق اس کے ماتھے پر بکھرے سیاہ بال نرمی سے پیچھے کر رہا تھا۔

"تم۔۔ تم مجھے معاف کر دینا۔ اور۔۔" وہ ایک بار پھر کھانسا۔۔ اس کے منہ سے اب خون نکل رہا تھا۔۔ براق کا دل خون کے آنسو رونے لگا۔

"میں تمہیں معاف کر چکا ہوں مرات۔"اس نے ترنت سے کہا۔

"اور اگر ہو سکے تو اللہ سے میری مغفرت کی دعا کرنا۔"اس نے اسے آس سے بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔یہ اس کی زبان سے نکلے بالکل آخری الفاظ تھے۔۔اس کے بعد براق نے دیکھا کہ وہ بمشکل سانس لے پا رہا تھا۔۔اور پھر۔۔اس کے ہونٹ ہلنا بند ہو گئے۔۔سیاہ آنکھیں بند ہوئیں تو دوبارہ کھل نہ سکیں۔۔نبضیں ہلکی ہلکی جنبش سے کانپ رہی تھیں لیکن لحظے بھر کے بعد یہ ہلکی ہلکی جنبش بھی بالکل بند ہو گئی۔براق بالکل ساکت سا رہ گیا تھا۔۔چند لمحے وہ اسے خاموشی سے خالی خالی اور زخمی سی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

اونور نے مصنوعی تاسف سے سر جھٹکا۔۔اور پستول ایک بار پھر براق کی طرف بڑھائی۔وہ نقاب پوش افراد ایک بار پھر براق کی جانب بڑھیں۔انہوں نے جیسے ہی براق کو بازوؤں سے پکڑنے کی کوشش کی۔۔تب ہی انہیں گولی کی ایک زوردار آواز سنائی دی۔

سب لوگوں کی نگاہیں اس وسیع کمرے کے داخلی دروازے کی جانب گئی۔وہاں جو نقاب پوش افراد کھڑے تھے۔۔وہ اب گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھے تھے۔۔ان پر مشین گنز تان دی گئی تھیں۔اور ایسا کرنے والے اور کوئی نہیں بلکہ براق کے دلیر سپاہی تھے۔

"براق بے! ہم آ گئے۔" احمت اور ایرن نے ایک ساتھ بے حد فاتحانہ انداز میں کہا۔۔ براق کے چہرے پر بھی ایک فاتحانہ مسکان پھیل گئی۔ گولی کی جو آواز کچھ دیر پہلے گونجی تھی۔۔ وہ گولی ہوا میں احمت نے چلائی تھی تا کہ سب آگاہ ہو جائیں کہ وہ سب آ گئے ہیں۔

(براق اور اس کے سپاہیوں کا مرات کی تلاش میں نکلنے سے پہلے۔

یہ منظر آرمی کی خفیہ بیس کے وسیع ہال کا تھا جس کے مرکز میں ہمیشہ کی طرح وہ بے حد پر اعتماد انداز میں سنجیدگی سے کھڑا تھا۔۔ دونوں اطراف میں کئی افسران اپنی اپنی صف میں کھڑے تھے۔

بائیں جانب والی صف میں پہلے نمبر پر بے حد چوکنا سا ہو کر احمت کھڑا تھا۔۔ اس کے ساتھ ہی پر کشش سرمئی آنکھوں والا ایرن۔

"میری بات غور سے سنو۔ میں ("جنگل کا نام") میں پہلے جاؤں گا۔ تم سب میرے پیچھے آؤ گے۔ ٹھیک ہے؟" براق نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

(یہاں ایک بات ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ جنگل کا نام اس لیے نہیں بتایا گیا کیونکہ اس طرح کے علاقے disputed ہوتے ہیں۔۔ اور ان کے نام نہ لکھنا ہی مناسب ہے۔)

"لیکن کیوں براق بے؟" احمت نے اپنی بھوری آنکھوں کی پتلیاں سکیڑتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ۔۔ایسے مرات کو لگے گا کہ میں اکیلا ہوں۔اور وہ ضرور مجھ پر حملہ کرے گا۔" اس نے ترنت سے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ ہم اسے ایسا کرنے دیں گے؟" ایرن نے فوراً ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچ کر۔۔ سرمئی آنکھیں سکیڑ کر۔۔لب کاٹتے ہوئے کہا۔ براق زیر لب ہلکا سا مسکرایا۔۔اور چند قدم اس کی جانب بڑھا۔

"ریلیکس! جذبات قابو میں رکھو ایرن۔" اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"معاف کیجیئے گا۔" ایرن سمجھ گیا کہ اسے یوں تیز لہجے میں نہیں کہنا چاہیئے تھا۔۔ براق نے ہلکا سا سر ہلایا۔۔ جیسے اس کی معافی قبول کی ہو۔۔ پھر دوبارہ سے اپنی بات کہنے کے لیے کچھ قدم پیچھے ہٹا۔

"جب وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائے گا۔۔تب تم لوگ اس کا پیچھا کرتے ہوئے وہاں پہنچ جانا جہاں ہم موجود ہوں گے۔" سب افسر اسے بے حد چوکنا ہو کر سن رہے تھے۔۔ان سب کی گردنیں بالکل سیدھی تھیں۔۔چہرے کے تاثرات تنے ہوئے تھے۔

"اور جب تم لوگ دیکھو کہ اونور پہنچ گیا ہے۔۔تب تم لوگ جانتے ہو کہ کیا کرنا ہے۔"اس نے ایک چھوٹا سا وقفہ لیا۔

"یاد رکھنا! ہمارا اصل حدف مرات نہیں۔۔اونور ہے۔"ہر لفظ پر زور دیا گیا اور اونور کے نام پر اس نے سب سے زیادہ زور دیا۔

"خدا ہماری مدد فرمائے۔"احمت نے سر کو خم دے کر کہا۔

"آمین! اگر فتح نصیب ہوئی۔۔تو بے شک یہ فتح ہماری نہیں بلکہ اللہ کی ہو گی۔اگر شہید ہوئے تو غم نہیں کریں گے ہم۔۔کیونکہ ہمارے بعد بھی کئی بہادر ایسے ہیں جو ہمارے مقصد کو پورا کریں گے۔۔جو باطل کا سر توڑ کر رکھ دیں گے۔"اس نے بے حد پر اعتماد انداز میں کہہ ڈالا۔۔تمام سپاہی یہ سن کر زیر لب مسکرائے۔۔اور سر کو خم دیا۔)

اونور نے وہ رموٹ فاتحانہ انداز میں ان سپاہیوں کے سامنے لہرایا۔

براق نے آنکھ سے احمت اور ایرن کو اشارہ کیا۔۔وہ اس کا اشارہ سمجھ گئے تھے۔

"تیار ہو جاؤ سپاہیوں! جنگ کا وقت آ گیا ہے۔"احمت نے بلند آواز میں کہا۔سب نے "اللہ اکبر" کہا اور پھر۔۔جنگ شروع ہو گئی۔۔اونور رموٹ کا سرخ رنگ والا بٹن دبانے ہی لگا تھا کہ تب ہی اونور نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں موجود رموٹ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔۔اس نے بے یقینی سے

نظریں اٹھا کر اس شخص کو دیکھا جس نے اتنی صفائی سے گولی چلائی تھی کہ اس کے ہاتھ کو کوئی آنچ بھی نہ آئی۔۔وہ احمت الپ ہی تھا۔اونور اسے خاموش تیکھی اور زہر خندہ نگاہوں سے دیکھتا رہ گیا۔ احمت نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر سر جھٹکا۔

اور اب۔۔احمت اور ایرن سب سپاہیوں کے ساتھ اونور اور ان نقاب پوش افراد کی جانب دوڑے۔جن نقاب پوش افراد نے براق کو مضبوطی سے بازوؤں سے پکڑ رکھا تھا۔۔انہوں نے اپنی گرفت اس پر مزید جمالی۔براق نے اپنی کہنی ایک نقاب پوش آدمی کے منہ پر دے ماری۔۔وہ کراہ کر پیچھے ہٹا۔۔دوسرے نقاب پوش آدمی کے منہ پر اس نے ایک زوردار گھونسا مارا۔۔اس کے تو چاروں طبق ہی روشن ہو گئے۔

"اے ماشااللہ براق بے! ماشااللہ!۔"ایرن یہ دیکھ کر ستائشی انداز میں مسکرایا۔اور ساتھ ہی وہ مشین گن سے ایک کے بعد ایک گولی نقاب پوش آدمیوں پر چلا رہا تھا۔کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر کھڑے احمت نے زمین پر گری ایک پستول اٹھائی جو ان میں سے ایک نقاب پوش آدمی کی تھی۔۔اس نے اپنی مشین گن براق کی طرف اچھالی۔۔اور خود اس پستول سے نقاب پوش افراد پر فائرنگ شروع کر دی۔

ہر طرف پستولوں سے چلتی گولیوں کی بھیانک۔۔ہولناک۔۔اور دل دہلا دینے والی آواز گونج رہی تھی۔۔ہر سو بھگدڑ مچی تھی۔

اس دوران اونور بھی پستول سے لگاتار فائرنگ کیے جارہا تھا۔۔وہ بمشکل ہی اپنا بچاؤ کر پارہا تھا۔اس کے سامنے اس کے ساتھی باری باری موت کے منہ میں جارہے تھے اور وہ کچھ نہیں کر پارہا تھا۔

براق نے دیکھا کہ مرات کی لاش پر سے ایک نقاب پوش آدمی گزر کر گیا۔۔اس کے دل کو کچھ ہوا۔وہ فوراً اس کی لاش کی جانب بڑھا۔۔اسے فرش پر سے اٹھایا۔۔ساتھ ساتھ وہ مشین گن سے فائرنگ بھی جاری رکھے ہوئے تھا۔اس نے اس کے بازوؤں کو تھاما۔۔اور گھسیٹتے ہوئے اس کی لاش کمرے کے ایک کونے میں لے گیا تاکہ کوئی اس کی لاش کی بے حرمتی نہ کرے۔

خاموش معنی خیز نگاہوں سے اس نے اس کی لاش کو دیکھا۔۔پھر اس سے توجہ ہٹادی۔

اب اس وسیع کمرے میں صرف چند ہی نقاب پوش افراد باقی تھے۔۔براق اور اس کے سپاہی ان نقاب پوش افراد پر غالب آنے والے تھے۔۔بلکہ غالب آہی چکے تھے۔

اونور کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گزر رہا تھا۔۔وہ جانتا تھا کہ سب کچھ غلط ہو رہا تھا۔۔وہ ہار رہا تھا۔۔اور اسے شکست براق یا مان دے رہا تھا۔۔بلکہ براق تو صرف ایک وسیلہ تھا۔۔فتح اور شکست تو "اللہ" دیتا ہے۔

کچھ دیر بعد۔

اس وسیع کمرے میں اب نگاہ دہراؤ تو فرش پر کچھ نقاب پوش افراد اوندھے منہ گرے اپنی آخری سانسیں لے رہے تھے۔۔کچھ نے تو گولی لگنے کے باعث موقع پر ہی موت کو گلے لگالیا تھا۔یہاں اب صرف دو تین ہی نقاب پوش افراد کھڑے تھے۔۔ایک نے تو سرنڈر کر دیا اور گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔اسے دیکھ کر باقی بچے کھچے نقاب پوش افراد نے بھی سرنڈر کر دیا۔

براق نے اپنے تمام سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان نقاب پوش افراد جنہوں نے سرنڈر کیا ہے۔۔انہیں اپنے ساتھ لے جائیں۔۔لیکن انہیں مارنا نہیں۔۔کیونکہ وہ سرنڈر کر چکے تھے۔

اونور نے ایک نظر ان نقاب پوش افرد کو دیکھا اور پھر براق کو۔اونور کا رنگ زرد ساپڑ چکا تھا۔۔اس نے ایک گہری سانس لی۔۔اور دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔۔براق اس کا ارادہ سمجھ چکا تھا۔۔وہ فوراً پلٹا۔۔اور تیز قدموں کے ساتھ دوڑنے لگا۔

براق بھی تیز قدموں کے ساتھ لب کاٹتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔۔اور اسے اس کے کوٹ کے کالر سے پکڑ کر اپنی پوری قوت کے ساتھ نیچے فرش پر پٹخ دیا۔۔وہ بالکل بوکھلا گیا تھا۔۔اور ابھی وہ مزید بوکھلانے والا تھا۔براق نے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے دائیں گال پر رسید کیا۔۔اس کی ارد گرد کی دنیا گول گول گھومنے لگی۔۔اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔وہ فرش پر بیہوش ہو کر لیٹ گیا۔براق اسے یوں دیکھ کر طنز۔۔استہزا اور فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔

"احمت اور ایرن ! اسے گاڑی میں ڈالو۔اور ان نقاب پوش افراد کو بھی۔اور ہاں ان کے نقاب بھی اتارو۔ان سب سے ابھی حساب لینا ہے۔"اس نے تحکم سے کہا۔۔احمت اور ایرن سر کو خم دے کر اس کے حکم کی تعمیل کے لیے آگے بڑھیں۔

"یااللہ ! لاکھ لاکھ شکر ہے آپ کا۔"اس نے زیرلب کہا۔۔دل بے حد خوش تھا۔۔اللہ نے اسے کامیاب کیا۔۔وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتا وہ کم تھا۔

وہ اس دیوار کی طرف پلٹا جس پر کئی مانیٹرز نصب تھے۔اس نے چند لمحے ان مانیٹرز کو پرسوچ گہری نگاہوں سے دیکھا۔۔پھر موبائل پر ایک نمبر ڈائل کیا اور فون کان سے لگایا۔

"دندار بے ! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔"اور پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

اس نے دندار بے کو ان علاقوں کے نام بتائیں اور ساتھ ہی ان علاقوں کی مزید کچھ معلومات دیں۔۔یہ وہ علاقے تھے جن میں کئی بم فٹ تھے۔۔انہیں ڈفیوز کروانے کی ذمہ داری اس نے دندار بے کو دی۔انھوں نے فوراً اسے تسلی دی کہ یہ کام آج ہی ہو جائے گا۔۔اور بالکل ایسا ہی ہوا۔۔یہ کام آج ہی ہو گیا تھا۔۔اور کسی کو کوئی بھی نقصان نہ ہوا۔بلاشبہ اس کا سہرا **"براق یامان"** کے سر ہی جاتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میکائیل جب ہسپتال پہنچا۔۔تو اسے اور بھی بہت سی نئی نئی خبریں ملنے والی تھیں جو اس کے لیے تباہی نہیں۔۔بہت بڑی تباہی لانے والی تھی۔

مرہم پٹی کے بعد اسے پولیس اہلکاروں نے بتایا کہ اس کے خلاف نینا احسن نے ایف آئی آر کٹوائی ہے۔۔اور وہ ایف آئی آر اس بات کی تھی کہ اسے اغوا کیا گیا تھا۔نینا نے اپنا بیان بھی ریکارڈ کروا لیا تھا۔

اور صرف یہی نہیں۔۔اس پر اور بھی بہت سے کیسز کروا دیے گئے تھے۔۔جن میں سے ایک کیس یہ تھا کہ اس نے اپنی بیوی **"ماریہ"** کا قتل کیا ہے۔

ماریہ کے قتل کیس کے علاوہ اس پر یہ کیس بھی ہو گیا تھا کہ وہ **"منی لانڈرنگ"** میں ملوث ہے۔۔اور کس کے ساتھ منی لانڈرنگ میں ملوث تھا؟ وہ شخص تھا راجیش۔۔وہی دہشت گرد جس کے ساتھ مل کر وہ منی لانڈرنگ کیا کرتا۔۔جس کے کہنے پر وہ کئی بیانات دیتا اور اس کے بدلے اسے ایک اچھی خاصی رقم ملا کرتی۔وہ اب ملٹری کی گڈبکس سے نکل چکا تھا۔۔اور یہ اس کے لیے ایک بہت ہی بری خبر تھی۔

اس کا سر چکرانے لگا تھا۔۔اس وقت اس کے ساتھ اسلم بھی نہیں تھا کیونکہ اسے پولیس اہلکار تھانے لے جا چکے تھے۔میکائیل کا بھی ہسپتال سے اگلا ٹھکانہ وہی تھا۔

پولیس اہلکاروں کو اوپر سے یہ آرڈرز آچکے تھے کہ اسی ہفتے میکائیل کو ہسپتال سے تھانے لے جایا جائے کیونکہ ڈاکٹرز نے یہ کہا تھا کہ اسے گولی ہلکی سی چھو کر ہی گزری تھی اس لیے یہ چوٹ کچھ ہی دنوں میں ٹھیک ہو جائے گی۔

میکائیل پر جو کیسز کیے گئے تھے۔۔ وہ بظاہر اس کی مخالف پارٹیز کی طرف سے کیے گئے تھے۔۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ ان سب کے پیچھے اور کسی کا نہیں بلکہ نینا احسن کا ہی ہاتھ ہے۔ اور ایسا ہی تھا۔۔ نینا احسن کے پاس میکائیل ملک کے خلاف جتنے ثبوت تھے۔۔ اس نے ان سب ثبوت کی کاپیز اپنے چینل کے پروڈیوسر کو میکائیل کے انٹرویو کے بعد ہی فراہم کر دی تھیں۔۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وقت کا بھروسہ نہیں۔۔ اگر اسے کچھ ہو بھی گیا تو کم از کم میکائیل کے خلاف اس کے پاس جو ثبوت تھے۔۔ وہ ضائع تو نہیں ہوں گے۔

اس کے چینل کے پروڈیوسر ساحل صاحب نے ہی وہ ثبوت میکائیل کی مخالف پارٹیز کے رہنماؤں کو فراہم کیے تھے۔۔ لیکن اس کے بدلے انہوں نے ان سے بھاری قیمت بھی وصول کی تھی۔۔ اس منافق اور مفاد پرست دنیا میں ہر کوئی اپنا مفاد ہی دیکھتا ہے۔۔ سو انہوں نے بھی اپنا مفاد ہی دیکھا۔

جب نینا نے انہیں وائس میسج کیا کہ کچھ لوگ اس کا پیچھا کر رہے ہیں تو انہوں نے ہی پولیس کو اس بارے میں آگاہ کیا۔ اس مشکل وقت میں یہ سچ تھا کہ ساحل صاحب نے اس کا کافی ساتھ دیا۔۔

وجہ یہ تھی کہ وہ نینا کو جانتے تھے۔۔وہ جانتے تھے کہ وہ کس قدر بہادر۔۔نڈر۔۔اور دیانت دار ہے۔۔اسے ان کے چینل کے ساتھ کام کرتے ہوئے پانچ چھ سال ہونے کو آئے تھے۔۔اور ساحل صاحب یہ بات اچھے سے جانتے تھے کہ نینا احسن ہی ہے جو ان کے چینل کی ٹی آر پی/ ریٹنگز maintain کیے ہوئے ہے۔۔ان سب باتوں کا مد نظر رکھ کر ہی انہوں نے نینا کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔

اگر نینا کو کچھ ہو جاتا تو انہیں اپنے چینل کی ٹی آر پی/ریٹنگز کی خاصی فکر پڑی رہتی۔۔اور وہ یہ بات بھی خوب جانتے تھے کہ نینا احسن کی طرح کا صحافی انہیں کافی عرصے تک نہیں مل سکتا تھا۔

جہاں تک بات تھی کہ پولیس اس بوسیدہ اور پرانی سی عمارت تک کیسے پہنچی؟ تو وہ اس طرح سے پہنچی تھی کہ۔۔نینا احسن کی کار میں ٹریکر لگا تھا۔۔اس کی کار کو ٹریک کرنے کے بعد انہوں نے اس کے نام پر جو سمز تھیں، انہیں ٹریس کیا۔انہیں معلوم ہوا کہ نینا احسن کے نام پر دو سمز تھیں۔ ایک سم انہیں اس موبائل سے ملی جو اس کی کار میں موجود تھا۔دوسری سم یقیناً اس کے "دوسرے موبائل" میں تھی۔یہ وہ چھوٹا سا بٹنوں والا موبائل تھا جس کو نینا نے صرف فون کالز کے لیے ہی رکھا ہوتا۔جب میکائیل ملک اسے اس بوسیدہ سی عمارت میں لے گیا تو وہ نہیں جانتا تھا کہ نینا نے اپنے عبایے میں ہی وہ موبائل چھپا رکھا تھا۔اور اس نے جب یہ دیکھا کہ کچھ لوگ اس کی کار کا پیچھا کر رہے ہیں، اس وقت اس نے اس موبائل کا آڈیو ریکارڈر آن کر دیا۔

پولیس ان تک اس کے اس چھوٹے سے بٹنوں والے موبائل میں موجود سم کو ٹریس کر کے ہی ان تک پہنچی تھی۔

نیناحسن کے پاس جو آڈیو ریکارڈنگ تھی جس میں میکائیل نے اپنے ہر جرم کا اعتراف کیا تھا، اس نے وہ ریکارڈنگ میڈیا کو فراہم کر دی تھی۔ اور تو اور جب اسے تھانے لے جایا گیا، اس نے وہ آڈیو ریکارڈنگ پولیس کو بھی فراہم کر دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسے گھر پہنچتے ہوئے شام ہو گئی تھی۔ وہ اب اس کرائے کے فلیٹ میں نہیں آئی تھی۔۔ وہ تو اپنے گھر آئی تھی۔ اسے اب اس فلیٹ میں چھپ کر رہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اپنے گھر آنے سے پہلے وہ تھانے میں تھی۔۔ میکائیل ملک کے خلاف رپورٹ اور ایف آئی آر درج کروانے۔۔ اور اس کے خلاف اپنا بیان ریکارڈ کروانے کے بعد وہ سیدھا اپنے گھر لوٹی۔

گھر پہنچتے ہی اس نے احسن صاحب کو میسج کر دیا تھا کہ وہ لوگ بھی اب گھر واپس آ سکتے ہیں۔ احسن صاحب نے جواباً بس "اوکے" لکھ کر بھیج دیا۔ اس نے انہیں میسج کرنے سے پہلے کال کی تھی۔۔ لیکن انہوں نے کال ریسیو نہ کی۔

اس نے جب تمام نیوز چینلز پر گردش کرتی ہوئی خبریں دیکھیں تو اس کا دل تشکر کے بہت سے جذبات سے بھر گیا۔۔ وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی وہ کم تھا۔۔ کیونکہ نیوز میں ہر طرف اس کی

بہادری۔۔ذہانت۔۔پر اعتمادی۔۔بے خوفی۔۔اور دلیری کے چرچے ہو رہے تھے۔وہ تو جیسے ایک **"ہیرو"** بن گئی تھی۔کچھ دن پہلے اسے جتنا بدنام کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔۔اس کے برعکس آج ہر طرف اس کی بہادری اور ذہانت کا لوہا مانا جارہا تھا۔

گھر پہنچتے ہی اسے کئی بڑے بڑے اور معروف نیوز چینلز اور پلیٹ فارمز سے انٹرویو کی کالز موصول ہوئیں۔۔یہ اس کے لیے اعزاز کی بات تھی۔۔اور وہ ان سب کو انٹرویو دینے کے لیے تیار بھی تھی۔

لوگ اس بہادر اور پر اعتماد لڑکی کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتے تھے جس نے میکائیل ملک جیسے شیطان کا چہرہ سب کے سامنے بے نقاب کیا۔

نینا احسن عورت ذات ہونے کے باوجود بالکل بھی نہ گھبرائی۔۔ہر کوئی اس بات کو بار بار اجاگر کر رہا تھا کہ جہاں ہمارے معاشرے میں عورتوں کو کمزور اور ڈرا سہما سا سمجھا اور دکھایا جاتا ہے۔۔اسی معاشرے میں نینا احسن جیسی بہادر اور بے خوف خواتین بھی سانس لیتی ہیں۔

نینا احسن بہت سی خواتین کے لیے ایک رول ماڈل بن گئی تھی۔

سوشل میڈیا پر بھی صرف اور صرف نینا احسن کے ہی چرچے ہو رہے تھے۔ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ احسن صاحب کو اس بارے میں معلوم نہ ہو۔۔پھر انہوں نے اس کی کال کیوں نہیں ریسیو کی؟کیا وہ اب تک اس سے ناراض تھے(اس کے مطابق)؟

نینا احسن کو اپنے خواب کا بھی مطلب آج اچھے سے سمجھ آگیا تھا۔ دو دن پہلے ہی اس نے اپنے اس عجیب و غریب خواب کا تیسرا حصہ بھی دیکھا جس کا مطلب اسے تب سمجھ نہ آیا۔۔ مگر اب اسے سب اچھے سے سمجھ آگیا تھا۔

(دو دن پہلے۔

طوفان کی شدت کافی بڑھ چکی تھی۔ وہ برف کے ڈھیر میں فنا ہو رہی تھی۔ سانس بہت رک رک کر آرہا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی بند ہو رہی تھیں۔ لحظے بھر کے بعد اس نے بمشکل آسمان پر گول گول گھومنے والے اس پرندے کو دیکھا۔

یہ وہی پرندہ تھا جسے اس نے برف کی قید سے آزاد کروایا تھا۔ وہ بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس پرندے کو دیکھ رہی تھی جس پر اس برفباری اور طوفان کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

اس کی آنکھیں جب بند ہوئیں تو اسے لگا کہ وہ اب کبھی اٹھ نہیں پائے گی۔ اسے لگا کہ سب بالکل ختم ہو گیا ہے۔ لیکن دل میں ایک سکون تھا کہ وہ اس چکور کو برف کی قید سے آزاد کروا چکی تھی۔

اس کا پورا جسم برف سے ڈھک رہا تھا۔ صرف چہرہ ہی تھا جس پر ابھی تک برف نے پوری طرح سے اپنا رعب نہیں جمایا تھا۔

دھیرے دھیرے برف اس کے چہرے کو بھی ڈھکنے لگی۔اس نے محسوس کیا کہ اس کے ساتھ ہی کوئی چیز پھڑ پھڑا رہی تھی۔اس نے آنکھیں کھولنا چاہیں لیکن وہ ناکام رہی۔

اسے لگا کہ اس کے اوپر گری برف کوئی ہٹا رہا تھا۔وہ ابھی بھی آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہتی تھی لیکن وہ مسلسل ناکام ہو رہی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد اسے اپنا آپ کچھ ہلکا ہلکا سا محسوس ہونے لگا۔اور اس بار اس کی آنکھیں بھی کھل گئیں۔

وہ پرندہ جسے اس نے برف کی قید سے آزاد کروایا تھا وہی پھڑ پھڑاتے ہوئے اپنے پروں سے اس کے اوپر گری برف ہٹا رہا تھا۔وہ چونک کر یہ منظر دیکھتی رہی۔

اس پرندے نے کچھ ہی دیر میں اس پر گری ساری برف کو ہٹا دیا۔جس طرح سے اس نے اس پرندے کو برف کی قید سے آزاد کروایا تھا ویسے ہی اس پرندے نے بھی اسے برف کی قید سے آزاد کروایا۔

اس نے برفیلی زمین سے اٹھنا چاہا۔۔اور وہ اس میں کامیاب رہی۔جب وہ کھڑی ہوئی تو وہ پرندہ بے حد فاتحانہ سے انداز میں آسمان پر اڑ گیا۔وہ اسے دور اڑتے ہوئے جاتا دیکھتی رہی۔

طوفان اب تھم رہا تھا۔اس نے ایک نظر اوپر آسمان پر دیکھا۔وہ جانتی تھی کہ اسے بظاہر اس پرندے نے برف کی قید سے آزاد کیا ہے۔۔لیکن اصل میں اسے آزاد تو اللہ نے کروایا تھا۔۔وہ پرندہ تو صرف ایک وسیلہ بنا تھا۔بالکل ایسے ہی نینا بھی اس پرندے کو برف کی قید سے آزاد کروانے کے لیے صرف ایک وسیلہ بنی تھی۔۔اس پرندے کو آزاد بھی اللہ نے ہی کروایا تھا۔

وہ یک دم ہڑبڑا کر اٹھی۔اس وقت اسلام آباد کی تمام مساجد کے اسپیکرز فجر کی اذان کی آواز سے گونج رہے تھے۔وہ بستر پر لیٹی تھی۔اسے اپنے خواب کا مطلب اس وقت بالکل بھی سمجھ نہ آیا۔)

شام کے گلابی۔نارنجی۔۔گہرے سنہرے۔۔اور سرمئی رنگوں کا آسمان پر بسیرا تھا۔تمام پرندے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ایسے میں نینا احسن کے کمرے میں نگاہ دہراؤ تو فرش پر ایک جائے نماز بچھی تھی جس پر وہ بیٹھی تھی۔۔اور اپنے ہاتھ اس نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لیے اٹھائے ہوئے تھے۔

مگر آج وہ کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔۔اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔۔یا یہ کہنا بہتر تھا کہ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ اللہ کا شکر کن الفاظ میں کرے۔

اس وقت اس کی سیاہ آنکھیں برس رہی تھیں۔۔یہ برسات بہت کچھ کہہ رہی تھی۔۔وہ یوں ہی اللہ کی بارگاہ میں اشک بہاتے بہاتے سجدے میں گر گئی۔

اللہ انسان کے دل کے کتنا قریب ہے نا۔۔انسان کچھ نہ بھی کہہ پائے۔۔پھر بھی اس کے دل کے ہر جذبے۔۔ہر احساس کو سمجھ لیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد اس نے اپنے کمرے میں ارد گرد نگاہ دہرائی۔۔ساری بتیاں روشن تھیں۔۔اسے اپنے کمرے کو دیکھ کر بہت سکون مل رہا تھا۔ہر سو تمکنت سی پھیلی تھی۔

وہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی جانب بڑھی۔۔اس پر سے اپنا موبائل اٹھایا۔۔ایک نمبر ڈائل کیا۔۔اور لحظے بھر کے لیے کچھ سوچا۔۔پھر فون کان سے لگالیا۔دوسری جانب ایک رنگ جارہی تھی۔۔پھر دوسری رنگ گئی تو فون اٹھالیا گیا۔

عریشہ نے اسے سلام کیا تو اس کا لہجہ اسے متذبذب سا لگا۔۔وہ جانتی تھی کہ وہ اتنی متذبذب کیوں تھی۔۔اس نے بھی جواباً اسے "واسلام" کہا۔۔پھر دونوں جانب چند سیکنڈ کی خاموشی چھا گئی۔

"عریشہ! مجھے تم سے کہنا تھا کہ (اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی)۔۔اب سے تم میری اسسٹنٹ نہیں ہو۔"اس نے بے حد سرد لہجے میں کہا۔۔عریشہ یک دم کافی حیران ہوئی۔۔اسے یاد تھا۔۔میکائیل نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ نینا احسن کو اس بارے میں کچھ نہیں بتائے گا کہ عریشہ میکائیل ملک کے لیے نینا کی مخبری کرتی ہے۔

("کہیں نینا کو معلوم تو نہیں ہو گیا میرے بارے میں؟" اور اگر اسے معلوم ہوا ہے تو اسے کس نے بتایا ہو گا؟ کیا میکائیل نے اسے بتایا؟" وہ دل ہی دل میں بے چینی سے سوچ رہی تھی۔)

"کیوں؟ کیا ہوا نینا؟" اس نے رک رک کر پوچھا۔۔نینا نے ایک ٹھنڈی سانس اندر کو کھینچی۔

"یہ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ کیا ہوا ہے؟" اس کی سیاہ آنکھوں میں گہرا کرب اُمڈ آیا۔۔عریشہ بالکل گنگ رہ گئی۔۔وہ سمجھ گئی تھی کہ اسے اس کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔

"تم نے بہت غلط کیا عریشہ۔مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔" اس نے چبا چبا کر کہا۔۔پھر چند لمحے کے لیے خاموش ہو گئی۔ عریشہ کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آکر گزرا۔۔اس نے خود کو کمپوز کیا اور پھر کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔

"تم کیا کہہ رہی ہو۔میں کچھ سمجھ نہیں پا رہی۔" وہ کہہ رہی تھی تو اس کے لہجے میں بے چینی مزید بڑھ گئی تھی۔۔وہ ابھی بھی اسے دھوکہ دے رہی تھی۔

"جھوٹ بولنا بند کرو۔آخر کتنا جھوٹ بولو گی۔تم اب سے میری دوست بھی نہیں ہو۔" اس نے تیز لہجے میں ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"تو کیا میں تمہاری دشمن ہوں؟" اس کا لہجہ بے تاثر۔۔سپاٹ سا تھا۔

"ہاں! کیونکہ ایک منافق سے بڑا دشمن اور کوئی نہیں۔" نینا کی آنکھیں ہلکی سی گلابی ہو گئیں۔۔عریشہ نچلا دباتے اسے خاموشی سے سنتی رہی۔

"تم جانتی ہو۔۔کسی نے کہا ہے کہ۔۔دل خدا کا **"تخت"** ہے۔۔اور دل دکھانے کی سزا **"سخت"** ہے۔"اس نے زخمی زخمی سے انداز میں کہا تو عریشہ کو لگا جیسے اس کے دل پر کسی نے ہتھوڑا مارا ہو۔

"نینا میری بات سنو۔۔" بے حد تیز لہجے میں اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن نینا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"مجھے اور کوئی بات نہیں کرنی۔"اور پھر اس نے فون کھٹرک سے بند کر دیا۔

عریشہ اپنے ہاتھ میں موجود موبائل کی اسکرین کو خالی خالی اور ویران نگاہوں سے دیکھتی رہی۔۔ اسے اپنے دل پر بہت سا بوجھ محسوس ہو رہا تھا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔ہر کوئی اس دنیا میں اپنا مفاد دیکھتا ہے۔میں نے بھی اگر اپنا مفاد چاہا تو اس میں کیا غلط ہے؟ہونہہ!۔"اس نے زیر لب بڑبڑا کر سر جھٹکا۔۔دل اور دماغ ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد میں آفتاب اپنی سنہری کرنیں افق پر ہر سو پھیلانے میں مگن تھا۔سفید روئی کی مانند بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آسمان پر لہرا رہے تھے۔آج فضا میں ہلکی ہلکی سی ٹھنڈی ہوا

بھی مچل رہی تھی جس کے باعث درختوں کی شاخیں ٹھنڈی ہوا کے ملائم جھونکوں سے ہلکے ہلکے ہلکورے لے رہی تھیں۔

وہ اس وقت کچن میں موجود تھی۔۔ چولہے پر مزے دار اور لذیذ کھانے پک رہے تھے۔۔ اس کے چہرے پر ایک نرم اور خوبصورت مسکان پھیلی تھی۔ حلیمہ صاحبہ کا کچھ ہی دیر پہلے میسج آیا تھا کہ وہ لوگ بس پہنچنے والے ہیں۔ نینا کافی خوش تھی۔۔ اتنی کہ اس کی آنکھیں وقفے وقفے سے بھیگ جاتیں۔

اس کے کانوں میں جب گاڑی رکنے کی آواز گونجی تو وہ دوپٹہ اپنے ارد گرد لپیٹتے ہوئے تیزی سے دوڑی۔۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔۔ وہ اپنے ماں باپ سے اتنے دنوں بعد ملنے جا رہی تھی۔۔ اس وقت وہ یہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی کہ احسن صاحب اس سے ملیں گے یا نہیں؟ وہ اس سے ناراض ہوں گے یا نہیں؟

جب وہ لان میں پہنچی تو اس کے قدم یک دم رک گئے۔۔ سیاہ آنکھیں نم ہو گئیں۔۔ بے حد نم۔ کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر احسن صاحب کھڑے تھے جو دونوں ہاتھ باندھے۔۔ گردن اونچی کیے۔۔ اسے خاموش نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے ان کے چہرے کو غور سے دیکھا۔۔ چشمے کے پیچھے سے ان کی آنکھیں نم دکھائی دیتیں۔۔ چہرے پر جھریاں بھی اسے پہلے سے کچھ زیادہ لگتیں۔۔ وہ یقیناً پچھلے دنوں کافی پریشان رہے تھے۔

نینا ان کی طرف بڑھی۔۔اور ان تک پہنچ کر اس نے انہیں زیر لب نرم مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا۔

"کیسے ہیں آپ بابا؟" اور پھر اس نے انہیں گلے لگالیا۔۔پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔احسن صاحب کی آنکھیں بھی برسنے لگیں۔

حلیمہ صاحبہ ایک دو قدم کے فاصلے پر کھڑیں یہ خوبصورت منظر دیکھ رہی تھیں۔۔اور نہ جانے کب ان کی آنکھوں سے بھی وہ بے رنگ مائع گرنے لگا۔

اریحہ ہینڈ بیگ لیے مین ڈور پار کرتے ہوئے لان میں آئی تو وہ بھی یہ منظر دیکھ کر رک گئی۔۔اور اس کے چہرے پر بھی ایک نرم اور مسرت سے بھری مسکان پھیل گئی۔اس کے چند لمحے بعد ہی علی دونوں ہاتھوں میں ایک ایک سوٹ کیس ہینڈل سے تھامے ہوئے لان میں آیا تو وہ بھی یہ منظر دیکھ کر بالکل ساکت سارہ گیا۔۔زیر لب ایک خوبصورت مسکان پھیل گئی۔
"نینا بیٹا! مجھے تم پر فخر ہے۔" انہوں نے اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔اس نے سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے ان کا چہرہ دیکھا۔۔اس کی آنکھیں ابھی تک برس رہی تھیں۔

"خدا تم جیسی بیٹی ہر کسی کو دے۔" احسن صاحب نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم پر بہت فخر ہے۔" پھر ستائشی اور فخریہ انداز میں اس کے کندھے تھپتھپائے۔۔برسات

ہنوز جاری تھی۔

"تھینک یو بابا! میں بہت خوش نصیب ہوں کہ اللہ نے مجھے آپ جیسے بابا دیے۔" اب کی بار اس نے انگلیوں کے پوروں سے باری باری ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے معاف کر دینا بیٹی۔ میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا۔ مشکل وقت میں مجھے تمہیں تنہا نہیں چھوڑنا چاہیئے تھا۔" انہوں نے تاسف اور شرمندگی سے سر جھکا لیا تو نینا کے دل کو کچھ ہوا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ بابا؟ آپ اس طرح معافی مت مانگیں۔ آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔" اس نے روہانسی آواز میں نفی میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

"شرمندہ تو میں ہوں۔ یہ سچ ہے کہ میں تم سے ناراض تھا لیکن۔۔ تم سے بات نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی۔۔ کہ میں تمہیں ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مجھے تمہیں حوصلہ دینا چاہیئے تھا۔۔ مگر میں نے تو تمہیں تنہا کر دیا۔ مجھے معاف کر دو نینا۔" وہ دونوں ہاتھ جوڑنے لگے تو نینا نے ترنت سے انہیں ایسا کرنے سے روکا۔

"بس بابا! ایسی باتیں مت کریں۔ پلیز۔" اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔۔ اور پھر انہیں دوبارہ گلے لگا لیا۔۔ اس کی آنکھیں ایک بار پھر برسنے لگی تھیں۔ احسن صاحب بھی آنسو بہاتے ہوئے ساتھ ساتھ اس کے کندھے تھپتھپا رہے تھے۔

"آئی لو یو بابا۔ آئی لو یو۔" اس نے ان کے سینے سے سر اٹھا کر کہا۔۔ جواباً انہوں نے نرمی سے اس

کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"کیا سارا پیار صرف نینا کے لیے؟ میرے لیے کچھ نہیں؟ میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں کیا؟" اریحہ نے مصنوعی تاسف کے ساتھ کہا تو احسن صاحب اور نینا کھل کر ہنسیں۔ نینا نے انگلی کے پور سے اپنی آنکھ صاف کی۔ احسن صاحب نے اریحہ کی جانب اپنا بازو بڑھایا تو وہ دوڑتی ہوئی ان کے پاس آئی اور ان کے سینے کے ساتھ لگ گئی۔

"میں پھر چلتا ہوں۔۔ کیونکہ میری تو یہاں ضرورت نہیں۔۔ رائٹ؟" علی پلٹنے لگا تھا۔۔ کہ تب ہی احسن صاحب نے ہاتھ سے اسے اشارہ کیا۔۔ وہ مسکراتا ہوا ان کی جانب بڑھا اور اریحہ کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔۔ پھر اپنا سر احسن صاحب کے کندھے پر رکھ لیا۔

"آپ بھی آجائیں۔ کیا آپ ہمارے خاندان کا حصہ نہیں؟" احسن صاحب نے حلیمہ صاحبہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو انہوں نے دوپٹے سے اپنی نم آنکھیں رگڑیں۔۔ پھر نم مسکراہٹ کے ساتھ ان کے پاس آئیں۔۔ وہ اس طرف کھڑی تھیں جس طرف نینا موجود تھی۔۔ انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

یہ منظر بے حد خوبصورت تھا۔۔ کیونکہ یہ منظر تھا ایک **"مکمل خاندان"** کا!۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دو دن بعد۔

شام کے پر فتن رنگوں پر اب دھیرے دھیرے رات کے سیاہ رنگ غالب آرہے تھے۔وہ کچھ دیر پہلے ہی ایک نیوز چینل کو انٹرویو دے کر آئی تھی اور اب وہ اپنے کمرے میں بیٹھی چائے پی رہی تھی۔اس کے ساتھ ہی بیڈ کے ایک طرف بیٹھی اریحہ بے حد تیز لہجے میں اسے کسی ڈرامے کی آخری قسط کا بتارہی تھی جو کچھ ہی دیر میں ٹی وی چینل پر نشر ہونے والی تھی۔

"معلوم ہے نینا آپی !اس قسط میں امتل کو پتا چل جائے گا کہ اس کا شوہر ہی اس کے بھائی کا قاتل ہے۔اور تو اور اسے یہ بھی پتا چل جائے گا کہ وہ اسے دھوکہ۔۔"نینا اسے مصنوعی دلچسپی اور تجسس سے سن رہی تھی۔۔در حقیقت وہ خاصی بور ہورہی تھی۔

حلیمہ صاحبہ اس وقت اپنے کمرے میں آرام کے لیے گئی تھیں۔۔احسن صاحب دفتر تھے۔۔ان کا دفتر میں کافی کام اکٹھا ہوا پڑا تھا۔۔اسی لیے وہ رات کو کھانے سے ایک آدھ گھنٹہ پہلے ہی گھر لوٹتے۔علی بھی کچھ ہی دیر میں گھر پہنچنے والا تھا۔

(میکائیل ملک کے خلاف جو کیسز چل رہے تھے۔۔اس پر اس کی ضمانت کی درخواست ابھی ہائی کورٹ میں چل رہی تھی۔۔جس کا فیصلہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔فیصلہ نہ آنے تک اسے جیل میں ہی رکھا جانا تھا۔نینا جانتی تھی کہ اس کے خلاف فیصلہ اتنا جلدی نہیں آئے گا۔۔لیکن اسے یقین تھا کہ بے شک دیر سے ہی سہی۔۔اس کے خلاف فیصلہ آئے گا ضرور۔وہ بے حد پر امید تھی۔وہ جانتی تھی کہ اللہ باطل کا سر ہمیشہ جھکا دیتا ہے۔)

اریحہ ابھی تک اسے اپنی باتوں سے بور کر رہی تھی کہ تب ہی بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑے اس کے موبائل کی اسکرین جگمگائی۔اس نے اریحہ کو بے حد نرمی سے دومنٹ کے لیے اپنا منہ بند رکھنے کا کہا۔۔پھر اپنا فون اٹھایا۔موبائل کی اسکرین پر روشن نمبر دیکھا تواس کے چہرے پر ایک بے حد خوبصورت مسکان پھیل گئی۔

"کس کی کال ہے؟براق بھائی کی؟"اریحہ نے شرارت سے بھرے انداز میں ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا تو نینا نے فوراًاسے دیکھا۔

"جی نہیں!ان کی امی کی کال ہے۔"اور پھر اس نے فون پک کیا۔۔اور فون کان سے لگاتے ہوئے کمرے سے باہر جانے لگی۔

"مرحبا!نینا میں۔۔جیمرے خاتون(انہوں نے یک دم اپنے ماتھے کو چھوا)۔۔آنے بول رہی ہوں۔"وہ کافی پر جوش اور خوش لگ رہی تھیں۔

"کیسی ہیں آپ آنے؟"اس نے بھی نہایت خوش دلی سے پوچھا۔۔اور لونگ روم کے ایک سنگل صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

"میں۔۔میں بالکل ٹھیک ہوں۔تم کیسی ہو؟"ان کا لہجہ بے حد تیز تھا۔

"میں بھی ٹھیک۔آپ۔۔"وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔

"میں تمہیں بہت مس کر رہی ہوں۔"انہوں نے کہا توان کے لہجے میں اسے ہمیشہ کی طرح اپنے

لیے محبت۔۔خلوص اور اپنائیت محسوس ہوئی۔

"میں بھی آنے۔"اس نے دکھی دکھی سے انداز میں کہا۔۔وہ واقعی انہیں یاد کر رہی تھی۔دوسری جانب جیمرے خاتون ہلکا سا مسکرائیں۔۔پھر ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔۔اور کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔

"براق کا میسج آیا تھا۔وہ کہہ رہا تھا کہ ایک دو دن میں وہ گھر واپس آرہا ہے۔اور۔۔اس نے مجھے بھی واپس گھر بلا لیا ہے نینا۔"ایک ہی سانس میں انہوں نے کہہ ڈالا۔۔نینا یہ سن کر بالکل ساکت سی رہ گئی۔

"کیا؟"اس نے حیرت اور بے یقینی کے عالم میں پوچھا۔

"ایوت! میں اس وقت اپنے گھر میں ہوں۔میں اس وقت **"ہمارے"** گھر میں ہوں۔"انہوں نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔۔اور"ہمارے گھر"پر انہوں نے خاصا زور دیا۔

"اللہ کا بہت بہت شکر ہے۔"اس نے خوشی سے نم پڑتی آنکھوں کے ساتھ تشکر بھرے انداز میں کہا۔

"تم کب آرہی ہو؟"لحظے بھر کے بعد جیمرے خاتون نے پوچھا۔

"میں۔۔میں کل ہی ترکیے واپس واپس آرہی ہوں۔آپ کے پاس۔۔براق کے پاس۔"اس نے بغیر کچھ سوچے ترنت سے کہہ ڈالا۔

"تمام تمام! لیکن کوئی جلدی نہیں ہے۔ اگر تم کچھ دن اور پاکستان میں رکنا چاہتی ہو تو۔۔" وہ کہہ تو رہی تھیں لیکن ان کا دل نہیں مان رہا تھا۔۔ وہ مزید اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔

"نہیں نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔۔ اور پھر کچھ سوچا۔۔ کہیں جیمرے خاتون کو یہ نہ لگے کہ وہ اپنے گھر سے کچھ تنگ آئی ہوئی ہے اس لیے تر کیے جلدی واپس آنا چاہتی ہے۔

"مطلب۔۔ میں اب براق کے بغیر مزید نہیں رہ سکتی۔ میں انہیں بہت یاد کر رہی ہوں۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا تو اس کی آنکھوں میں نمی گہری ہو گئی۔

اس نے تین دن سے براق سے بات نہیں کی تھی۔۔ وہ اسے میسجز بھی کرتی تو وہ سارے میسجز سین کرنے کے باوجود بھی اسے جواب نہیں دے رہا تھا۔۔ نہ ہی وہ اسے کوئی گڈ مارننگ میسجز بھیج رہا تھا۔

("شاید براق کہیں بزی ہوں۔ لیکن انہوں نے کبھی اس طرح تو نہیں کیا۔ وہ میسجز سین کر کے جواب تو ضرور دیتے ہیں لیکن اب کیوں نہیں جواب دے رہے۔" ہر بار اسے میسج کرنے کے بعد وہ یہی سوچتی۔ دو تین بار اس نے اسے کال بھی کی تھی مگر وہ فون ریسیو نہیں کرتا۔)

"تمام۔ پھر کل تم آرہی ہو؟" جیمرے خاتون نے پوچھا تو وہ یک دم اپنی سوچوں کے دائرے سے باہر نکلی۔

"ایوت آنے! میں کل آرہی ہوں۔" ایک گہری سانس لینے کے بعد اس نے کہا تو اس کے چہرے پر زیر لب ایک نم سی مسکراہٹ تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نینا احسن نے رات کے کھانے پر ہی سب سے بات کر لی تھی کہ وہ کل ترکیے واپس جانا چاہتی ہے۔ پہلے تو ان میں سے کوئی بھی راضی نہ ہوا۔۔ لیکن پھر اس نے تھوڑا اصرار کیا۔۔ اور بتایا کہ جیمرے خاتون چونکہ ادھر اکیلی ہیں۔۔ تو اس کا جانا ضروری ہے۔۔ اتنے دن تک ان کا اکیلا رہنا ٹھیک نہیں۔۔ ان کی طبیعت بھی تھوڑی خراب تھی۔۔ اسی لیے احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ دونوں مان گئے۔

مگر حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب یہ جانتے تھے کہ وہ اب براق کو بھی بہت مس کر رہی ہے۔۔ اسی لیے انہوں نے بھی مزید اسے رکنے کا نہیں کہا۔ اریحہ تو بہت ناراض ہوئی۔۔ اسے حلیمہ صاحبہ اور نینا دونوں نے بہت سمجھایا۔۔ لیکن وہ خفا رہی۔

"اچھا نا! اریحہ اب بس بھی کرو۔ دیکھو میرا جانا ضروری ہے۔ ادھر آنے بالکل اکیلی ہیں۔" وہ اسے سمجھا رہی تھی تو وہ اسے خفا خفا نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس وقت وہ دونوں لونگ روم میں موجود تھیں۔ صوفے کے ایک سرے پر اریحہ بیٹھی تھی اور دوسرے سرے پر نینا۔

"آنے کی فکر ہے آپ کو۔۔ میری فکر نہیں۔"اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔۔نینا نے چند لمحے کچھ سوچا۔

"اچھا ایک کام کرتے ہیں۔ میں اگلے مہینے امی اور بابا سے بات کروں گی کہ وہ تمہیں ترکیے بھیج دیں۔ ٹھیک ہے؟"اس نے کافی پرجوشی کے ساتھ کہا تو اریحہ یک دم چہکی۔۔اس کی آنکھیں بھی چمک اٹھیں۔۔ لیکن پھر اس کا چہرہ ایک بار پھر مرجھا سا گیا۔۔آنکھوں کی چمک بھی ماند پڑ گئی۔

"میں اکیلے آؤں گی کیا؟"وہ صوفے پر انگلی سے نہ جانے کیا نقش و نگار بنا رہی تھی۔

"نہیں۔ علی آئے گا نا تمہارے ساتھ۔"اس نے کہا تو بعد میں اسے خوب پچھتاوا ہوا کیونکہ اس نے ایک بہت ہی بچکانہ بات کی تھی۔

"بھائی کیسے آئیں گے؟انہیں اتنے کام ہیں یہاں۔وہ تو بالکل بھی نہیں آئیں گے۔آپ صرف مجھے جھوٹی تسلیاں دے رہی ہیں۔"اس نے کہا تو نینا ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"آل رائٹ۔ پھر میں امی سے بات کروں گی کہ۔۔ تم امی اور بابا کے ساتھ ترکیے آجانا۔ٹھیک ہے؟اور بابا سے بھی میں بات کرلوں گی۔امی تو ویسے ہی مان جائیں گی۔اور ہاں! میں جھوٹ نہیں بول رہی۔"اریحہ نے چند لمحے اسے مصنوعی تشویش سے بھری نگاہوں سے دیکھا۔۔پھر یک دم کھل کر مسکرائی۔۔اور اسے گلے لگالیا۔

"یو آر گریٹ نینا آپی۔" اس نے بے حد خوش دلی سے کہا۔ نینا کھلکھلا کر مسکرا دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ صبح سات بجے کی فلائٹ سے ترکیے کے لیے روانہ ہو گئی تھی۔ ابھی اسے مزید انٹرویوز دینے تھے۔۔ لیکن وہ یہ انٹرویوز آن لائن بھی آرام سے دے سکتی تھی۔ جہاں تک بات میکائیل کے کیس کی تھی۔۔ تو وہ اس کے وکیل سنبھال رہے تھے۔ انہوں نے نینا احسن کو یہ یقین دلایا تھا کہ اگر وہ ترکیے واپس جاتی ہے۔۔ تو اس کے کیس پر کسی قسم کا اثر نہیں ہو گا۔۔ اس کا کیس بہت مضبوط تھا۔

میکائیل ملک پر ویسے بھی اور بہت سے کیسز چل رہے تھے۔۔ اس وجہ سے انہیں یقین تھا کہ ان کے کیس کا فیصلہ کچھ دن۔۔ یا مہینے۔۔ یا پھر سال بعد ہی آئے گا۔

وہ جب ترکیے پہنچی تو اس وقت افق پر سہ پہر کے خوبصورت رنگ چھائے تھے۔ ٹیکسی سیدھا سلطان اور سلطانہ کے محل کے سامنے آ رکی۔ وہ ٹیکسی سے اتری۔۔ عبایے اور سکارف میں ملبوس۔۔ پرس کندھے پر لٹکائے۔۔ اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی اور اس محل نما بنگلے کو دیکھا۔ چہرے پر ایک بے حد خوبصورت اور نرم سی مسکان پھیلی تھی۔۔ سیاہ آنکھیں چمک رہی تھیں۔

وہ گیٹ تک پہنچی تو ہمیشہ کی طرح دو باوردی گارڈز نے اسے نہایت مؤدب انداز میں سلام کیا۔۔ آخر وہ سلطانہ تھی اس محل کی۔۔اس نے انہیں سر کے خم سے جواب دیا۔

گارڈز گیٹ کھول چکے تھے۔۔وہ چھوٹے چھوٹے قدم چلتی اس بنگلے میں داخل ہوئی۔۔سامنے وہ خوبصورت۔۔دلفریب سرسبز لان تھا جہاں جیمرے خاتون کھڑیں اس کا انتظار کر رہی تھیں۔وہ ان کی طرف بڑھی۔جیمرے خاتون نے جیسے ہی اسے دیکھا تو ان کی آنکھوں میں خوشی کے مارے نمی ابھر آئی۔وہ تیزی سے اس کی طرف لپکیں۔

اور پھر۔۔انہوں نے اسے نرمی سے سینے سے لگا لیا۔نینا مسکرانے لگی۔۔وہ پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔۔ساتھ ہی ان کی آنکھیں بھی برسنا شروع ہو گئیں۔

"اگر آپ ایسے روئے گیں تو میں واپس چلی جاؤں گی۔"اس نے شرارت سے بھرے انداز میں کہا تو جیمرے خاتون زخمی سے انداز میں مسکرادیں۔۔اور ہاتھ کی پشت سے اپنی نم آنکھیں رگڑیں۔

"میں کہاں رو رہی ہوں؟ ہاں؟" وہ ہلکا سا مسکرادیں۔۔نینا بھی نم آنکھوں سے ان کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"تمام! اب چلو۔۔میں نے تمہارے لیے بہت کچھ بنایا ہے کھانے میں۔" وہ بات بدلتے ہوئے پلٹنے لگیں تو نینا کے چہرے پر ہلکی سی ناگواری کی لہر ابھری۔

"آنے! میں آ رہی تھی نا۔۔خود ہی بنا لیتی۔۔آپ نے کیوں کھانا بنایا؟آپ کی پہلے سے ہی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔اور اب آپ نے کھانا بنا لیا۔۔" وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔

"بس بس! تم نے مجھے جتنا ڈانٹنا ہے ڈانٹ لینا۔۔لیکن کھانے کے بعد۔ٹھیک ہے؟" انہوں نے ہلکے سے ابرو اچکاتے ہوئے بے حد نرم لہجے میں کہا تو نینا کھل کر مسکرا دی۔۔اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ان کے ساتھ گھر کے اندر جانے لگی۔جیمرے خاتون نے اس سے اس کا حال چال پوچھا۔۔اور انہوں نے اسے یہ بھی بتایا کہ انہیں براق کا میسج آیا تھا۔۔کہ وہ آج یا کل گھر آ جائے گا۔

("اگر براق ان سے بات کر سکتے ہیں تو مجھ سے کیوں نہیں؟آخر انہیں ہوا کیا ہے؟ کیا وہ مجھ سے کسی بات پر ناراض ہیں؟ یا پھر۔۔وہ بہت بزی ہوں گے۔۔اسی لیے وہ میری کالز اور میسجز کا جواب نہیں دے رہے۔" اس نے دل ہی دل مین سوچ کر سر جھٹکا۔۔جیسے ان سب سوالوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہی ہو۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استنبول پر اب دوپہر کے تیز سنہرے رنگوں پر شام کے پر فتن رنگ غالب آ چکے تھے۔یہ منظر تھا ایک تاریک سے کمرے کا جو نہ بہت چھوٹا تھا اور نہ ہی بہت وسیع۔

مرکز میں ایک کرسی کے ساتھ وہ شخص بندھا تھا جس کے چہرے پر کئی خراشیں تھیں۔وہ اس وقت بیہوش تھا۔۔لحظے بھر کے بعد اس نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولیں۔۔اسے اپنا وجود بے حد تھکا تھکا۔۔نڈھال۔۔اور زخمی سا محسوس ہوتا۔اس نے ارد گرد نگاہ دہرائی۔۔ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا چھایا تھا۔

"میں کہاں ہوں؟"اسے چند لمحے لگے تھے یہ جاننے کے لیے کہ وہ وہیں تھا جہاں اسے کچھ دنوں پہلے لایا گیا تھا۔

جب سے اسے یہاں لایا گیا تھا۔۔دو افراد اس کمرے میں آتے۔۔اور اس سے وہ سب اگلوانے کی کوشش کرتے جو وہ انہیں کبھی نہیں بتاتا۔کافی مار پیٹ کے باوجود بھی اس شیطان نے اپنا منہ نہیں کھولا تھا۔

"مجھے نکالو یہاں سے۔تم لوگ جانتے نہیں ہو مجھے۔میں تم سب کو تباہ کر دوں گا۔نکالو مجھے یہاں سے!!۔"وہ چلایا تو یک دم وہ زور سے کھانسی کرنے لگا۔۔اس کا گلا بالکل سوکھ گیا تھا۔چند لمحے کے لیے ہر طرف ایک بار پھر خاموشی کا بسیرا ہو گیا۔

یکلخت اس تاریک کمرے کی خاموشی میں خلل پیدا ہوا۔اس نے اس کمرے کے دروازے کی جانب نگاہ دہرائی۔آج یہاں ان دو افراد کی بجائے وہ شخص داخل ہوا جس کا وہ منتظر تھا۔

سنہرے بال نفاست سے ایک طرف کو سیٹ کیے ہوئے تھے۔۔سیاہ ڈریس شرٹ جس کے کف مڑے تھے۔۔اور سیاہ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اس کمرے کے سوئچ بورڈ کی جانب بڑھا۔۔اس تاریک کمرے میں ہر سو سفید سرمئی سی روشنی پھیل گئی۔

"براق۔"اونور نے لب کاٹتے ہوئے اس شخص کا نام لیا جواب بالکل اس کے سامنے کھڑا اسے سپاٹ چہرے کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

براق نے ساتھ پڑی خالی کرسی کھینچی۔۔اس پر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھا۔۔ایک ہاتھ کی بھینچی ہوئی مٹھی ٹھوڑی کے نیچے ٹکائی۔۔اور اسے سنجیدہ اور تیکھی پر سوچ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"مجھے زندہ کیوں رکھا؟مار ڈالتے نا مجھے۔ہاں؟آخر کیوں رکھا مجھے زندہ۔بتاؤ!۔"وہ غصے سے تیز لہجے میں غرایا۔۔براق ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"کیونکہ مجھے ابھی تم سے بہت سی معلومات نکلوانی ہیں۔فکر نہ کرو۔۔ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں گا۔تمام؟"بے حد سنجیدگی سے اس نے کہا۔۔وہ لب کچلتے اس کی نیلی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

(جب سے اونور کو یہاں لایا گیا تھا۔۔تب احمت اور ایرن کو براق نے یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ وہ اونور سے سب معلومات اگلوائیں۔۔لیکن وہ اس میں ناکام رہے تھے۔مگران کی بے تحاشہ مار پیٹ کا فائدہ براق کو ہونے والا تھا۔)

"تم مجھے ابھی مار ڈالو۔ کیونکہ مجھے زندہ رکھ کر تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔" اس نے اپنے ہر لفظ پر زور دیا۔

"میں ہمیشہ صحیح ہوتا ہوں۔" براق نے ذرا سے شانے اچکائے۔

"ایسا میں کہا کرتا تھا۔ لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی انسان ہمیشہ صحیح نہیں ہوتا۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ اس وقت میں بالکل ٹھیک ہوں۔" کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوتے ہوئے اس نے مزید کہا۔۔ اونور اسے زہر خندہ اور تیکھی نگاہوں سے گھورتا رہا۔

"چلو اب ایک ایک کر کے مجھے میرے سارے سوالوں کے جواب دو ورنہ۔۔" اس نے قدرے سختی سے کہا تو اونور نے اس کی بات کاٹ دی۔ براق نے بمشکل اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔

"ورنہ کیا کرو گے؟" اونور نے بے حد درشتی سے پوچھا۔
"تم ابھی مجھے جانتے نہیں ہو۔ میرا صبر مت آزماؤ۔ تم جیسوں کے لیے تو میرا ایک تھپڑ ہی کافی ہے۔" اپنا دائیاں ہاتھ اس کے سامنے ہلکا سا لہراتے ہوئے اس نے سختی سے کہا۔

"تم مجھے ڈرا رہے ہو؟" اونور سر جھٹک کر طنز و استہزا سے مسکرایا۔
"میں نہ ہی کسی کو ڈراتا ہوں اور نہ ہی کسی کو دھمکی دیتا ہوں۔ سمجھ آئی یا پچھلی بھی گئی؟" اس کا لہجہ بے حد روکھا۔۔ سخت۔۔ اور سنجیدہ تھا۔ اونور نے گردن اونچی کر کے اسے دیکھا۔ براق نے اب

کی بار کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر رکھی میز کی طرف اشارہ کیا جس پر مختلف اوزار پڑے تھے جیسے تیز خنجر۔۔ قینچی۔۔ کٹرز۔۔اور بھی بہت سے اوزار جو مجرمین سے معلومات نکلوانے کے لیے ان پر تشدد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

اونور کے گلے میں ایک گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔۔چہرے کا رنگ چند لمحوں کے لیے بالکل اڑ سا گیا۔احمت اور ایرن نے اب تک اس پر ان اوزار کا استعمال نہیں کیا تھا۔

"دیکھو۔۔مار پیٹ سے میں سارا معاملہ حل کر سکتا ہوں۔لیکن مجھے مار پیٹ کا شوق نہیں۔"اس کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ ان اوزار کو تو دیکھ کر ہی ڈر گیا تھا۔

("کس طرح کا انسان ہے یہ اونور۔جب دوسرے معصوم لوگوں پر ان اوزار کا استعمال کرتا ہے تب اسے ڈر نہیں لگتا۔۔اور اب ذرا اسے دیکھو۔ہونہہ!۔"اس نے غصے سے لب کچلتے ہوئے سوچ کر سر جھٹکا۔)

"حالانکہ تم جیسے درندے کو جتنا مارا جائے۔۔چاہے تمہارے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہی کیوں نا کر دیے جائیں۔۔تب بھی یہ ناکافی ہوگا۔"اس کی نیلی آنکھوں میں ہلکی سی گلابی لہر ابھر آئی۔اونور اب کی بار اپنا ڈر۔۔اور اپنی بے بسی چھپاتے ہوئے اسے خاموشی سے گھور رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم مرنا نہیں چاہتے۔"لحظے بھر کے بعد براق نے کہا۔۔اور کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا لیا۔اونور اسے مزید سننے کا منتظر تھا۔

"ایک ڈیل کرتے ہیں۔"اس نے سنجیدگی سے دونوں ہاتھ آپس میں ملائے۔۔دونوں آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ لیں۔

"کیسی ڈیل؟"اونور نے ناسمجھی سے ابرو اچکائے۔

"تم مجھے میرے سب سوالوں کے ٹھیک جواب دو۔میں تمہیں یہاں سے زندہ سلامت جانے دوں گا۔"صاف گوئی سے کہنے کے بعد اس نے اپنے کالر کی کوئی نادیدہ شکن سرسری سے انداز میں درست کی۔اونور یک دم طنزیہ انداز میں سر جھٹک کر مسکرانے لگا۔۔براق کا چہرہ سنجیدہ رہا۔

"تمام تمام! تم نے مجھے کوئی چھوٹا بچہ سمجھ رکھا ہے کیا؟"اس نے استہزائیہ انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔میں نے تو ایسا کچھ سوچا بھی نہیں۔۔تم خود ہی کہہ رہے ہو۔" نفی میں سر ہلانے کے بعد براق نے قدرے چبا چبا کر کہا۔اونور کچھ دیر اسے لب کاٹتے ہوئے دیکھتا رہا۔براق نے کلائی میں پہنی گھڑی پر وقت دیکھا۔اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے۔

"میں تمہاری ڈیل کا کیسے یقین کر لوں؟"اونور نے پوچھا تو اس کے ماتھے پر سلوٹیں نمایاں تھیں۔

"تمہارے پاس اور کوئی آپشن نہیں ہے۔اور یہ جان لو کہ میں اپنی زبان سے نہیں پھرتا۔" براق نے بے حد یقین اور اعتماد سے شانے اچکا کر کہا۔

اونور اسے گھورتا رہا۔۔ چہرے پر سوچ کی لکیریں نمایاں تھیں۔اس کے ذہن پر وہ مناظر لہرائے جب اسے احمت اور ایرن مار پیٹ کا نشانہ بنا رہے تھے۔اسے ان کے زوردار تھپڑ۔۔لاتیں۔۔ مکے۔۔سب یاد آرہے تھے اور وہ اچھے سے جانتا تھا کہ اب ان کی مزید مار پیٹ برداشت کرنے کی سکت اس میں باقی نہ تھی۔اسے یہاں پر کھانا بھی صرف دو وقت کا مل رہا تھا۔۔وہ بھی بہت کم۔ اگر وہ یہاں رہتا تو اس نے ویسے بھی کچھ ہی دنوں میں مر جانا تھا۔اپنی جان بچانے کے لیے اس کے پاس یہ شاید ایک آخری موقع تھا۔اور وہ یہ موقع کسی قیمت پر گنوانا نہیں چاہتا تھا۔

"تمام !۔تم جو بھی پوچھو گے میں تمہیں سچ سچ بتاؤں گا۔بس تمہیں پھر مجھے یہاں سے زندہ سلامت جانے دینا ہو گا۔"اس کی نیلی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ براق نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔

"میں براق یامان ہوں اور میں اپنی زبان سے نہیں پھرتا۔اور اب یہ بات میں دوبارہ نہیں دہرا رہا۔"اس نے شہادت کی انگلی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اسے تنبیہ کی۔

"اور اگر تم نے یہ ڈیل نہ مانی۔۔تو میرے پاس اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔"اونور پر لرزہ طاری ہو گیا۔

"جو پوچھنا ہے پوچھو۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" خود کو بظاہر مضبوط دکھاتے ہوئے اس نے تیکھے لہجے میں کہا۔ براق کرسی سے تھوڑا آگے کو ہوا۔ اور پھر اس سے سوال پوچھنا شروع کیے۔

"مجھے بتاؤ۔۔ ترکیے کی فوج میں ایسے کون کون سے افراد ہیں جو تمہارے اور جن کے لیے تم کام کرتے ہو ان کے مخبر ہیں؟" اس نے بے حد سنجیدگی سے آنکھیں سکیڑتے ہوئے پوچھا۔ اونور نے لحظے بھر کے لیے کچھ سوچا۔۔ پھر جواب دینا شروع کر دیا۔ یوں براق اس سے ایک گھنٹے تک کئی سوال پوچھتا رہا۔۔ اونور سب کے جواب دیتا رہا۔ کچھ سوالوں کے جواب دیتے وقت وہ ایک گہری سوچ میں ڈوب جاتا۔۔ مگر پھر نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے جواب دے دیتا۔

"تمام! اب تم جا سکتے ہو۔" وہ اس سے سارے سوال پوچھ چکا تھا۔ اونور زیر لب ہلکا سا مسکرایا۔ گہری بھوری آنکھیں چمک اٹھیں۔

براق اپنی کرسی سے اٹھا۔۔ اور اونور کی جانب بڑھا۔ چند لمحے اسے سختی سے گھورا۔۔ پھر کرسی کے ساتھ اس کے رسیوں سے بندھے ہاتھ ایک ایک کر کے رسیوں کی قید سے آزاد کیے۔

اونور اپنے پاؤں خود رسیوں کی قید سے آزاد کرنے لگا۔۔ پھر کرسی سے اٹھا۔۔ اور ایک گہری سانس لی۔۔ چند لمحے کچھ سوچا۔

"میں باہر کیسے نکلوں گا؟" اور پھر بے حد روکھے انداز میں ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔ براق زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"میں چھوڑ کر آؤں گا تمہیں۔ آخر میں نے تمہیں زبان دی ہے تو تمہیں یہاں سے زندہ سلامت چھوڑ کر آنا میرا ہی فرض بنتا ہے۔ ہے نا؟" جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اس نے ہلکے سے شانے اچکا کر کہا۔

اونور نے تشویشی نگاہوں سے اس کا چہرہ گھورا۔۔ پھر سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ براق پلٹا اور کمرے کے دروازے کی جانب بھاری قدموں کے ساتھ بڑھنے لگا۔۔ اونور بھی اس کے ساتھ قدم ملاتے ہوئے کمرے سے باہر جانے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اور جیمرے خاتون کچھ ہی دیر پہلے رات کا کھانا کھا کر فارغ ہوئی تھیں۔ جیمرے خاتون اسے بتا چکی تھیں کہ براق آج یا کل ہی آئے گا۔ اور اب رات کے نو بج کر تیس منٹ گزر چکے تھے۔۔ مگر وہ اب تک گھر نہیں لوٹا تھا۔ اسے امید تھی کہ وہ آج ضرور آئے گا۔ لیکن دھیرے دھیرے اس کی امید کی روشنی مدھم پڑ رہی تھی۔ نینا بظاہر چہرے پر خوشی سے بھری مسکان پھیلائے اپنے کمرے میں آئی۔۔ جیمرے خاتون اپنے کمرے میں عشاء کی نماز پڑھنے چلی گئی تھیں۔

نینا نے بھی عشاء کی نماز پڑھی۔۔ پھر قرآن مجید پڑھا۔۔اور پھر دیوار پر لٹکی گھڑی پر وقت دیکھا۔اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔اس نے حلیمہ صاحبہ کو کال ملائی۔۔ تقریباً ایک گھنٹے تک اس نے ان سے۔۔احسن صاحب۔۔ علی اور اریحہ سے بات کی۔سب نے اس سے یہ سوال پوچھا تھا کہ براق کیسا ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ لیکن اس نے انہیں وہی بتایا جو سچ تھا۔اس نے بتایا کہ وہ اب تک گھر نہیں لوٹا۔۔ ضرور کہیں بزی ہو گا۔

حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب نے بھی جواباً یہی کہا کہ وہ بزی ہو گا اسی لیے اب تک نہیں آیا۔۔ آخر وہ کمانڈران چیف ہے۔۔اسے بہت سے کام ہوتے ہوں گے۔

ان سے بات کرنے کے بعد اس نے فون بند کیا۔۔ فون بک پر براق کا نمبر سرچ کیا۔۔ کچھ سوچا۔

("براق کو کال کروں یا نہیں؟"اس نے سوچا۔۔ پھر سر جھٹک کر فون بک بند کر دی۔)

وہ اب صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے کمرے میں ارد گرد خالی خالی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ یہ کمرہ اس کے بغیر بہت عجیب۔۔ ویران۔۔اور خالی خالی سا لگتا۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔ سر میں ہلکی سی درد ہو رہی تھی۔ سفر کی وجہ سے اسے کافی تکان ہو گئی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ نیند کی وادیوں میں گم ہو گئی۔اس نے سر صوفے کے ہتھے پر گرا دیا۔۔سیاہ بال جو ایک کیچر میں بندھے تھے۔۔ان میں سے دو تین لٹیں اس کے چہرے کے سامنے آ گریں۔

وہ اس وقت ایک پوری آستینوں والے گلابی رنگ کے خوبصورت سے فراک جس کے آخر میں سفید رنگ کی فرل لگی تھی، میں ملبوس تھی۔ایک گلابی رنگ کا دوپٹہ بھی اس نے کندھے پر لے رکھا تھا۔

کمرے کی کھڑکیاں کھلی تھیں۔۔پردے ایک طرف کو کیے ہوئے تھے۔۔اس میں سے گزرتی ہلکی سی ٹھنڈی ہوا کمرے میں ہر طرف رقص کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس سنسان سڑک پر اس کی سیاہ چمکتی ہوئی کار رواں دواں تھی۔وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔۔ اسٹئیرنگ سنبھالے ہوئے۔۔کار کافی متوازن رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔اس کے ساتھ والی فرنٹ سیٹ پر اونور بیٹھا تھا جس کی نظریں ونڈو اسکرین سے باہر گزرتے ہوئے مناظر کا تعاقب کرنے میں مصروف تھیں۔

رات کے سیاہ اور گہرے سائے ہر طرف چھائے تھے۔۔ہر سو خاموشی ہی خاموشی پھیلی تھی۔سڑک کے دونوں طرف لمبے اور گھنے درختوں کا جال بچھا تھا۔وہ سیاہ چمچماتی کار کچھ دیر بعد سڑک کے ایک طرف آ کر رک گئی۔

براق نے اپنی طرف کا دروازہ کھولا۔۔اور کار سے باہر نکلا۔اونور نے بھی اپنی طرف کا دروازہ کھولا اور کار سے باہر نکل کرارد گرد ایک سرسری سی نگاہ دہرائی۔۔پھر براق کی جانب بڑھا۔

"ویسے۔۔مجھے خوشی ہوتی اگر تم میرے لیے کام کرتے۔تم جیسے دلیر۔۔(اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔براق نے اپنے کندھے پر رکھے اس کے ہاتھ کو دیکھا۔۔اور پھر اسے) بہادر۔۔اور ہمت والے آدمی کا ہمارے ساتھ مل کر کام کرنا۔۔تمہیں بھی بہت فائدہ دے سکتا ہے۔۔اور ہمیں بھی۔" براق زیر لب طنزیہ انداز میں ہلکا سا مسکرایا۔اونور نے اس کے کندھے سے اپنا ہاتھ ہٹا دیا۔

اس نے اب کی بار ہاتھ سے سڑک کے اس پار اشارہ کیا جہاں گھنے اور لمبے درختوں کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا۔اونور نے سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلا دیا۔۔اور پھر پلٹا۔۔یہاں سے آگے کا فاصلہ اس نے خود ہی طے کرنا تھا۔

وہ تیز تیز قدم چلتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔۔ہر طرف اسے درخت ہی درخت دکھائی دیتے۔۔گھاس پر اس کے قدموں کی آواز۔۔اور اس جنگل نما جگہ میں موجود ٹڈیوں کی آواز کے سوا،ماحول میں اور کوئی آواز نہ تھی۔

چند لمحے بعد وہ دھیرے دھیرے قدم لینا شروع ہو گیا۔اسے اپنے پیچھے سے کسی کی بھی چلنے یا اس کا تعاقب کرنے کی آواز نہیں آرہی تھی۔

اونور کے چہرے پر اس وقت ایک فاتحانہ مسکان پھیلی تھی۔ براق نے اس سے جو سوال پوچھے تھے اس نے ان سب کے جواب بالکل ٹھیک ٹھیک دیے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ ان لوگوں کے پاس جاتا جن کے لیے وہ کام کیا کرتا، وہ یہ سن کر اسے ضرور معاف کر دیتے کہ اسے اپنی جان بچانے کے لیے اپنا منہ کھولنا پڑا۔ آخر وہ ان کا اتنا پرانا خادم جو تھا (ایسا صرف اسے لگتا)۔

اس وقت اونور کے ہاتھ میں ایک ٹارچ تھی جس کی مدد سے وہ راستے کو تلاش رہا تھا۔۔ ساتھ ہی افق پر روشن چاند کی روشنی بھی اسے راستہ تلاش کرنے میں مدد دے رہی تھی۔

وہ کافی فاتحانہ انداز میں قدم چلتا ہوا آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ تب ہی اس کے دھیرے دھیرے آگے بڑھتے ہوئے قدم زنجیر ہو گئے۔۔ دل کی دھڑکن کچھ سیکنڈ کے لیے جیسے بالکل رک ہی گئی۔۔ وہ بالکل ساکت سارہ گیا تھا۔

اور پھر۔۔ غصے سے نچلا لب دباتے ہوئے وہ پیچھے مڑا۔ وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔

کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر وہ شخص جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے شکاری اپنے شکار کو جال میں پھنسانے میں کامیاب ہو گیا ہو۔ اور یہ سچ بھی تھا۔۔ اونور اس کے جال میں پھنس چکا تھا۔

اس وقت براق یامان نے "یو آر ٹریپڈ (تم پھنس چکے ہو)" کہا تو نہیں لیکن اونور کو بالکل ایسا ہی لگا۔ اس نے کچھ دن پہلے ہی براق کو یہ کہا تھا۔۔ لیکن وہ ناکام ہو گیا تھا۔

"تم۔۔تم نے زبان دی تھی۔" اس نے دبی دبی سی آواز میں رک رک کر کہا۔۔ماتھے پر پسینے کے چند قطرے نمایاں ہوئے۔

"ایوت! میں نے زبان دی تھی۔" براق اس کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔

"اور کیا کہا تھا میں نے؟" اس نے ذرا سے ابرو اچکائے۔۔وہ اسے حواس باختگی کے عالم میں گھور رہا تھا۔

"میں نے کہا تھا کہ۔۔میں تمہیں **"صرف"** وہاں سے یعنی آرمی کی خفیہ بیس سے زندہ سلامت جانے دوں گا۔" اس نے "صرف" پر اچھا خاصا زور دیتے ہوئے کہا۔۔اونور کا خون کھولنے لگا۔

"(گالی)۔" اس نے بلند آواز میں اسے ایک گالی دی۔۔ براق نے گردن اونچی کر کے شعلہ باز نگاہوں سے اسے دیکھا۔اور پھر ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پر دے مارا۔۔وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔۔ٹارچ بھی زمین پر گر گئی۔اسے اپنے گال پر شدید تکلیف ہو رہی تھی۔۔وہ کراہ اٹھا تھا۔
"میں نہ ہی گالی دیتا ہوں اور نہ ہی کسی کو یہ اجازت دیتا ہوں کہ مجھے گالی دے۔" بے حد سختی سے اس نے بلند آواز میں کہا۔اونور کو چند لمحے لگے تھے واپس نارمل ہونے میں۔اس نے سر اٹھا کر اسے گھورا۔۔وہ اب اپنی جینز کی جیب سے پستول نکال رہا تھا۔
"لعنت ہو تم پر براق! لعنت ہو!۔" جب براق نے پستول اس کی طرف بڑھائی تو وہ بوکھلا سا گیا۔

"خدا تمہیں غرق کرے۔"اس نے پستول کے ٹریگر پر ہاتھ رکھا تو وہ مزید حواس باختہ اور بوکھلا سا گیا۔

"کوئی آخری خواہش؟" براق نے زیر لب معنی خیز انداز میں ہلکا سا مسکراتے ہوئے پوچھا۔اونور لب کچلتے ہوئے اسے بے بس۔۔ غصیلی۔۔اور تیکھی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

یکلخت کسی کے قدموں کی آہٹ کی آواز سنائی دی۔اونور نے دیکھا۔۔کچھ ہی فاصلے پر دائیں طرف سے ایک نیم ساوجود نمودار ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔۔بائیں طرف سے بھی ایک نیم ساوجود نمودار ہوتا دکھائی دیا۔

بائیں طرف سے نمودار ہوتا شخص بھوری آنکھوں والا احمت تھا جو براق کے ساتھ آکھڑا ہوا۔ دائیں جانب سے آتا شخص سرمئی آنکھوں والا ایرن تھا جو براق کے ساتھ آکھڑا ہوا۔ان تینوں کو دیکھ کر اسے بے حد غصہ آرہا تھا۔۔مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔اس وقت وہ ان پر صرف ملامتیں ہی بھیج سکتا تھا۔

براق نے ایک نظر احمت کو دیکھا۔اور پھر ایرن کو۔ان دونوں نے زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرا کر سمجھنے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

اونور کی گہری بھوری آنکھوں میں عجیب سی وحشت۔۔اور خوف سا چھا گیا۔

براق نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔۔اور پھر ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑی پستول کا ٹریگر دبا دیا۔ گولی چلنے کی خوفناک۔۔ ہولناک۔۔اور دل دہلا دینے والی بلند آواز ہر سو گونج اٹھی۔اس گولی نے اونور کے سینے کو چیڑ کرر کھ دیا۔۔ سرخ مائع کی کئی لہریں اس کے سینے سے نکلتی ہر سو بہنے لگیں۔وہ بمشکل سانس لیتا زمین پر سیدھا لیٹ گیا۔۔اور چند لمحے دبی دبی سی آواز میں کراہنے کے بعد اس کی گہری بھوری آنکھیں بالکل بند ہو گئیں۔

"یہ جن ملعونوں کے لیے کام کرتا ہے۔۔ان تک اس کی لاش پہنچا دو۔تا کہ انہیں سمجھ آجائے کہ ان کا انجام بھی بالکل اس کی طرح ہی ہو گا۔" براق نے تحکم سے کہا تو ان دونوں نے جواباً سر کو خم دیا۔

"ایوت بے !۔" اور پھر ایک ساتھ ہی ان دونوں نے کہا۔ براق نے پستول جینز کی جیب میں اڑسی۔۔اور چند قدم اونور کی لاش کی جانب بڑھا۔۔ پھر پنجوں کے بل بیٹھ کر اس کے چہرے کو دیکھا اور زیر لب فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔یہ وہی شخص تھا جس کے کہنے پر کارابے نے اس کے باپ یامان بے کو مار ڈالا۔۔یہ وہی شخص تھا جس نے کارابے کو دھوکہ دیا اور آخر میں اسے بھی مار ڈالا۔۔ہاں یہ وہی شخص تھا جس نے مرات کو بھی دھوکے میں رکھا۔۔اور اسے بھی مار ڈالا۔آج براق یامان نے اس شیطان صفت آدمی کو اس کے انجام تک پہنچا دیا تھا۔

وہ کھڑا ہوا۔۔ پھر پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ لیتا ہوا جانے لگا۔ وہ جا رہا تھا تو احمت اس کی طرف تیز قدموں کے ساتھ لپکا۔

"براق بے!۔" اور اسے قدرے تذبذب سے پکارا۔ اس کے قدم رکے۔۔ اور اس نے مڑ کر اسے دیکھا جو چہرے سے کافی مضطرب سا لگ رہا تھا۔ براق نے ابرو اکٹھے کرتے ہوئے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"کیا آپ نے مجھے معاف کر دیا؟" اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ براق کے چہرے پر پہلے نا سمجھی کی لکیریں نمایاں ہوئیں۔۔ لیکن چند ہی لمحے بعد اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ کس بارے میں بات کر رہا ہے۔ اس نے جواباً کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن تب ہی احمت تیز لہجے میں کہنے لگا۔
"میں جانتا ہوں۔۔ میں نے غلطی کی۔۔ مجھے غفلت نہیں برتنا چاہیئے تھی۔ میری غفلت ہی کی وجہ سے مرات نے آیاز کو مار ڈالا۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔۔ بہت بڑی غلطی۔ کیا آپ مجھے معاف۔۔" احمت سر جھکائے کہہ رہا تھا لیکن تب ہی براق نے اس کی بات کاٹ دی۔
"اگر میں نے تمہیں معاف نہ کیا ہوتا تو آج تم میرے ساتھ نہ ہوتے۔" اور پھر اس نے اس کے دونوں کندھے تھپتھپائے۔۔ احمت نے سر اٹھا کر اسے ہلکی سی نم آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔ براق مسکرایا۔۔ ساتھ ہی احمت بھی تشکر بھرے انداز میں مسکرایا۔ اور پھر احمت نے براق کو گلے لگا لیا۔

"تم تو میرے شیر ہو احمت! تمہیں میں آخر کیسے معاف نہ کرتا؟ غلطیاں تو ہر انسان سے ہوتی ہیں۔ بس ہمیں چاہیئے کہ ہم ان غلطیوں سے سبق سیکھیں نہ کہ انہیں دہرائیں۔" اسے خود سے دور کرتے ہوئے وہ اسے اب کافی نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"ایوت بے! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" احمت ستائشی انداز میں مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اب کی بار ایرن بھی ان کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ براق نے ستائشی انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"یہ دیکھو! میرا ایک اور شیر آیا۔" اس نے کافی فخریہ انداز میں کہا۔۔ ایرن جواباً تشکر کہنے لگا۔

"اللہ تم دونوں کو سلامت رکھے۔ تم دونوں بالکل میرے بھائیوں کی طرح ہو۔ تم دونوں نے ہی میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ اسی طرح بہادری سے ہر محاذ پر لڑتے رہنا۔ سمجھ آئی؟" وہ دونوں جواباً "تشکر بے! تشکر" اور "ایوت" کہتے رہے۔

"جب تک ہم زندہ ہیں بے! تب تک ہم آپ کا ساتھ دیتے رہیں گے۔" ایرن نے کافی یقین سے کہا۔۔ احمت نے بھی تائیدی انداز میں سر کو اثبات میں ہلا دیا۔ براق مسکرایا اور ان دونوں کے کندھے ستائشی انداز میں تھپتھپائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات بے حد گہری ہو چکی تھی۔ جیمرے خاتون کے کمرے میں نگاہ دہراؤ تو وہ اس وقت بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے گرانے میں مصروف تھیں۔ کمرے کی ساری بتیاں روشن تھیں۔

دیوار پر لٹکی وال کلاک پر اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے۔ان کی آنکھیں نیند کی وجہ سے بوجھل تھیں۔۔ لیکن وہ سو نہیں پا رہی تھیں۔۔ایک امید تھی ان کے دل میں کہ شاید وہ آج آ ہی جائے۔

بیڈ کے ساتھ رکھی سائیڈ ٹیبل پر ایک فوٹو فریم پڑا تھا جس میں اس نیلی آنکھوں والی خوبصورت سی لڑکی کی تصویروں کا کولاج بنا تھا۔۔ یہ وہی فریم تھا جو میرائے یامان کو براق یامان نے اس کی سالگرہ پر تحفے میں دیا تھا۔

یکلخت ان کے کمرے کا دروازہ کھلا۔۔انہیں لگا کہ نینا آئی ہے۔ لیکن جب انہوں نے کمرے کے دروازے کی جانب دیکھا تو وہ یک دم بالکل ساکت سی رہ گئیں۔

کمرے کے دروازے کے ساتھ کھڑا براق انہیں دیکھ کر زیر لب مسکرایا۔ جیمرے خاتون نم آنکھوں کے ساتھ مسکراتی ہوئیں بستر سے اٹھنے لگیں کہ تب ہی براق انہیں اٹھنے سے منع کرتے ہوئے تیز قدموں کے ساتھ ان کی جانب بڑھا۔

جیمرے خاتون بستر سے اٹھ چکی تھیں۔۔ براق جیسے ہی ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے فوراً گلے لگالیا۔ براق کی نیلی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔۔بے حد نم۔

"براق! تم آ گئے۔" جیمرے خاتون نے سسکتے ہوئے کہا۔۔ براق نے ان کے کندھے کو نرمی سے سہلایا۔

"آنے! سنبھالیے خود کو۔" اس نے کہا تو اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"مجھے رونے دو براق۔ مجھے رونے دو۔" انہوں نے بلک بلک کر کہا۔ براق نے نرمی سے انہیں خود سے الگ کیا۔۔اور انہیں دونوں کندھوں سے پکڑ کر دھیرے سے بیڈ پر بٹھایا۔۔اور خود ان کے قدموں میں گھٹنوں کے بل آ کر بیٹھ گیا۔ وہ اب ان کا چہرہ غور سے دیکھنے لگا۔۔اس کی آنکھیں یہ صاف بتا رہی تھیں کہ وہ انہیں کافی مس کر رہا تھا۔

"اللہ کا بہت بہت شکر ہے۔" براق کے ماتھے کو نرمی سے چومتے ہوئے انہوں نے تشکر بھرے انداز میں کہا۔۔ آنکھیں ابھی بھی برس رہی تھیں۔ وہ اس قدر زیادہ رو رہی تھیں کہ ان کا کمزور جسم ہلکا ہلکا سا کپکپانے لگا تھا۔ براق نے انہیں سینے سے لگا لیا۔۔اور ان کے سنہرے بال جن میں خاصی سفیدی پھیلی تھی۔۔اس پر نرمی سے ہاتھ پھیرنے لگا۔

انہوں نے اب کی بار خود کو سنبھالتے ہوئے انگلی کے پور سے آنکھ کا کونا صاف کیا۔ پھر براق کو دیکھا۔۔ان کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔

"کیا میرا ئے کا قاتل اپنے انجام تک پہنچ گیا؟" انہوں نے کافی یقین سے پوچھا۔۔ براق نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔

"ایوت۔" پھر اثبات میں سر ہلا کر کہا۔۔ اس کا لہجہ جیمرے خاتون کو تھوڑا عجیب سا لگا۔۔ وہ پہلے مرات کے ذکر پر بے حد سرد سا اور عصیلہ ہو جایا کرتا مگر آج ایسا نہیں تھا۔

"میری بد دعا ہے کہ اسے مر کر بھی سکون نہ ملے۔۔ اسے خدا۔۔" وہ طیش کے عالم میں کہنے لگیں تو براق نے ان کی بات کاٹ دی۔

"آنے! مرے ہوئے انسان کو بد دعا نہیں دیا کرتے۔" اس کا لہجہ بے حد نرم تھا۔۔ جیمرے خاتون نے غصے سے سر جھٹکا۔

"تم کیسے ہو؟" پھر چند لمحے بعد پوچھا تو ان کے لہجے میں اب غصہ نہیں تھا۔

"میں بالکل ٹھیک۔ آپ کیسی ہیں؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ دوائیاں وقت پر لی تھیں؟" اس کے ذہن میں جو سوال آئے اس نے تیز لہجے میں پوچھ ڈالے۔۔ جیمرے خاتون مسکرا دیں۔

"ایوت ایوت! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بلکہ تمہیں دیکھ کر تو میرے دل کو سکون مل گیا ہے۔" انہوں نے نرمی سے اس کے گال چھوئے۔ براق نے مؤدب سے انداز میں ان کا ہاتھ تھاما اور پھر اسے چوما۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"نینا کہاں ہے؟"لحظے بھر کے بعد اس نے ذرا سی آنکھیں سکیڑتے ہوئے پوچھا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہے۔"جیمرے خاتون نے مسکرا کر جواب دیا۔۔اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جاؤ۔۔کافی دیر سے وہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"انہوں نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا۔۔ براق مسکرا دیا۔

"تمام تمام! آپ اپنا خیال رکھیے گا۔"فرش پر سے اٹھتے ہوئے اس نے نرمی سے کہا۔

"اور وقت کافی ہو گیا ہے۔آپ اب سو جائیں۔"ساتھ ہی اس نے کلائی میں پہنی گھڑی پر وقت دیکھا۔

"ایسے کیسے سو جاؤں؟ ابھی تو مجھے شکرانے کے نفل بھی ادا کرنے ہیں۔"انہوں نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تمام آنے! تمام۔"براق نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

وہ جب کمرے سے باہر نکل گیا تو جیمرے خاتون نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔۔اور آنکھیں موند لیں۔۔پھر دل ہی دل میں کئی بار اللہ کا شکر ادا کیا۔ان کی آنکھیں ایک بار پھر برسنا شروع ہو گئی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس نے ایک گہری سانس لی۔۔ پھر اپنے کمرے کا دروازہ کھولا۔ کمرے کا دروازہ جیسے ہی کھلا تو اندر کا سارا منظر واضح ہوا۔ ساری بتیاں روشن تھیں۔۔ کھڑکیوں سے پردے ایک طرف کو کیے ہوئے تھے۔ اس کی نظر صوفے کی جانب گئی جس کے ہتھے پر سر رکھے وہ گہری نیند کے آغوش میں ڈوبی تھی۔ اسے دیکھ کر براق کے چہرے پر ایک بے حد خوبصورت مسکان پھیل گئی۔ نیلی آنکھوں میں نمی بھی مزید بڑھ گئی۔

وہ صوفے کی جانب بڑھا اور اس کے بالکل سامنے جا کر رک گیا۔۔ پھر گھٹنوں کے بل فرش پر بچھے سیاہ مخملی قالین پر بیٹھ گیا۔ اس نے اس کے حسین چہرے کو دیکھا۔۔ وہ کتنے دنوں بعد اس کے چہرے کو بالکل اپنے سامنے دیکھ رہا تھا۔

اس نے بے حد نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔ اس نے جیسے ہی اپنے ہاتھ پر اس کا لمس محسوس کیا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ براق نے اس کا ہاتھ تھامے رکھا۔ وہ براق کو اپنے سامنے دیکھ کر بالکل ہکا بکا رہ گئی۔

"مرحبا!۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو نینا فوراً حیرت زدہ سی ہو کر صوفے سے نیچے اتری اور اس سے چند قدموں کے فاصلے پر جا کھڑی ہوئی۔ براق بھی اسے دیکھ کر کھڑا ہوا۔

نینا کو لگا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی تھی۔ وہ ابھی تک بے یقینی کا شکار تھی۔ براق سینے پر بازو لپیٹے اسے محبت سے بھری نگاہوں سے تکتا رہا۔ اسے اب یقین آرہا تھا کہ وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہی تھی۔ جلد ہی اس کے گلابی رخسار سرخ پڑنے لگے اور سیاہ آنکھوں میں سے برسات شروع ہو گئی۔ وہ دھیرے دھیرے اس کے پاس گئی۔۔ براق نے اسے اپنے سینے سے لگالیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ براق اس کے سیاہ بال سہلانے لگا۔۔اور ساتھ ہی اس کی نیلی آنکھوں میں سے بھی برسات شروع ہو گئی جسے وہ اس سے چھپانا چاہ رہا تھا۔

"واللہ واللہ! میری سلطانہ نے مجھے اتنا مس کیا تھا۔" اس نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا تو نینا مزید رونے لگی۔ وہ اس کی کمر سہلانے لگا جیسے اسے چپ کرا رہا ہو لیکن ان دونوں کی آنکھوں میں سے برسنے والی بارش تھم نہیں رہی تھی۔

"اونہوں! تم نے مجھے رلا دینا ہے اب۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تو نینا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آپ تو پہلے سے ہی رو رہے ہیں۔" پھر ہلکا سا مسکرائی اور انگلی کے پور سے آنکھ صاف کی۔۔ لیکن اس کی آنکھیں ابھی بھی اشک بہا رہی تھیں۔

"میں رو نہیں رہا۔ یہ تو بس شکر کے آنسو ہیں کہ اللہ نے مجھے میری نینا سے دوبارہ ملوا دیا۔" اس نے یہ کہتے ہوئے نینا کی پلکوں پر موجود موٹے موٹے آنسو صاف کیے۔

"میں اب کہیں نہیں جاؤں گی براق۔" وہ بچوں کی طرح سسکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں تمہیں کہیں جانے بھی نہیں دوں گا۔" اس کی سیاہ آنکھوں میں گویا اپنی نیلی آنکھیں گاڑتے ہوئے اس نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ براق کی نگاہیں ہنوز اس کے چہرے پر ہی جمی تھیں۔ اپنے ماتھے پر اس کا لمس محسوس کر کے اس نے نظریں اٹھا کر براق کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے اب کی بار براق کی نم آنکھیں باری باری صاف کیں۔

"جواب کیوں نہیں دے رہے تھے میری کسی بھی کال یا میسج کا۔" لحظے بھر کے بعد اس نے کچھ شکوہ کن انداز میں پوچھا۔ وہ جواباً معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"ویسے ہی۔ بس تمہیں تنگ کر رہا تھا۔" اس نے ہلکے سے شانے اچکا دیے۔ نینا اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔

"کیوں؟" اس کے ابرو نا سمجھی اور حیرت سے اکٹھے ہو گئے۔

"دل کر رہا تھا۔" جواب شاندار پر اعتمادی کے ساتھ ترنت سے دیا گیا۔ وہ اب اسے زچ کر رہا تھا۔

"یہ بات میں بھولوں گی نہیں۔ دیکھنا! بدلہ لوں گی میں۔" اس نے گردن اونچی کر کے کافی دھمکانے والے انداز میں کہا۔۔ پھر زیر لب مسکرائی۔

"واللہ! میری سلطانہ مجھ سے پورا احساب لے سکتی ہیں۔ ہم آپ کو بالکل بھی نہیں روکیں گے۔" اس نے نینا کے دونوں ہاتھ نرمی سے تھام لیے۔

"اور اگر روکا تو؟" سوال چند لمحے بعد پوچھا گیا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اس نے کافی یقین سے کہا۔

"وہ کیوں؟"

"آخر کوئی اتنی خوبصورت آنکھوں والی لڑکی کو روک سکتا ہے؟" اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے بے حد رومانوی انداز میں کہا۔ وہ کھل کر مسکرا دی۔ براق نے ایک بار پھر اسے سینے سے لگا لیا۔

سلطان اور سلطانہ کے کمرے کی بے رونقی۔۔ ویرانی اب بالکل ختم ہو چکی تھی۔ ہر سو محبت اور مسرت کے خوبصورت اور دلفریب رنگ رقص کرنے لگے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے دن صبح ناشتہ کرنے کے بعد جیمرے خاتون لونگ روم میں ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ نینا اور براق بھی ان کے ساتھ ہی لونگ روم میں موجود تھے۔ آج اتوار تھا اسی لیے براق گھر پر ہی تھا۔ لیکن اسے دوپہر میں کچھ دیر کے لیے دندار بے سے ملاقات کرنے کے لیے جانا تھا۔ وہ اس سے ملنا چاہتے تھے۔ اسے مبارکباد دینا چاہتے تھے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔

جیمرے خاتون ریموٹ ایک ہاتھ میں پکڑے ایک کے بعد ایک چینل بدل رہی تھیں کہ تب ہی ایک دم ان کے ہاتھ رک گئے۔

وہ ایک نیوز چینل تھا جس پر اس وقت یہ خبر چل رہی تھی کہ

"براق یامان، ترکیے کی فوج کے قابل اور انتہائی ذہین کمانڈران چیف نے اونور جیسے دہشت گرد اور غدار کو اس کے انجام تک پہنچایا۔ اور صرف یہی نہیں اتنے سالوں بعد یہ خبر بھی سامنے آئی کہ کارابے کا قتل بھی اونور نے ہی کیا تھا کیونکہ وہ برائی کی دنیا سے پلٹ آیا تھا۔"

"نہ صرف یہ بلکہ اونور جیسے شیطان نے کارابے کو مار کر اس کے بیٹے کو بھی اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا، اسے یہ بتائے بغیر کہ وہ ہی اس کے باپ کا اصل قاتل ہے۔"

جیمرے خاتون کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آ کر گیا۔ وہ بالکل ساکن سی رہ گئی تھیں۔

براق صوفے سے اٹھ کر ان کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔ اور نرمی سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

نینا جیمرے خاتون کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھی تھی۔ وہ بھی یہ خبریں سنتے ہوئے بہت حیران ہو رہی تھی۔

"کمانڈران چیف براق یامان نے جب مرات کارابے کو حقیقت سے آگاہ کیا تو وہ پچھتاوے کا شکار ہو گیا۔ اور اسی لیے اس نے براق کو اونور سے بچاتے ہوئے خود گولی کھائی اور اس کی موت موقع پر ہی واقع ہو گئی۔"

"یہاں ناظرین کو ایک اور بات بھی ہم بتانا چاہیں گے کہ مرات کارابے وہی شخص ہے جس نے کمانڈران چیف براق یامان کی بہن کو قتل کیا۔اور مرات کارابے کے باپ نے براق یامان کے باپ کو قتل کیا۔اس سب کے باوجود بھی کمانڈران چیف براق یامان نے خود یہ کہا ہے کہ وہ مرات کارابے اور اس کے باپ کو معاف کرتے ہیں۔"ٹی وی پر وہ نیوز کاسٹر کہہ رہی تھی تو جیمرے خاتون نے یک دم ٹی وی بند کر دیا۔۔اور کھولتی ہوئی اور کرب سے بھری نگاہوں سے براق کو دیکھا۔(براق یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ مرات نے میرائے کا قتل کیا۔لیکن جب کئی صحافی اس سے معلومات لینے آئے، تو اس وقت دندارے بھی وہیں موجود تھے اور انہوں نے ہی صحافیوں کو اس بارے میں بتایا۔تب براق انہیں روک نہیں پایا تھا۔۔اور نہ ہی دندارے یہ جانتے تھے کہ براق نے زیادہ تر لوگوں کو اس بارے میں نہیں بتایا۔ان کے بتانے کی وجہ سے ہی یہ بات سب کے سامنے آگئی تھی کہ مرات کارابے نے ہی میرائے یامان کا قتل کیا۔)

"آنے! اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔اگر ہم اس کے بندوں پر رحم نہیں کریں گے تو وہ ہم پر رحم نہیں کرے گا۔"اس نے بے حد نرمی سے ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔وہ جواباً نم سی آنکھوں کے ساتھ لب کاٹتے اسے دیکھتی رہیں۔

"مرات مجھے بچاتے ہوئے اس دنیا سے چلا گیا۔آپ اسے معاف کر دیں۔"اس نے کچھ التجائیہ انداز میں نرمی سے کہا۔

"میں اپنی بیٹی کے قاتل کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔" اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے وہ پیر پٹختے لونگ روم سے باہر جانے لگیں۔۔ان کی آنکھیں برسنا شروع ہو گئی تھیں۔

"میں اپنی آنے کو جانتا ہوں۔ وہ اسے معاف کر دیں گی۔" اس نے کافی یقین سے نینا کو دیکھتے ہوئے کہا۔اس نے جواباً مسکرا کر ہلکا سا سر ہلا دیا۔وہ اب صوفے سے اٹھ کر جیمرے خاتون کے کمرے میں جانے لگی کہ تب ہی براق نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک لیا۔

"انہیں کچھ دیر اکیلا رہنے دو۔ وہ ابھی بہت اپ سیٹ ہیں۔" اس نے نرم سے لہجے میں کہا۔نینا نے بس "اوکے" کہا اور پھر اس کے ساتھ صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔اسے خود ابھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ براق سے کیا کہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چند دن بعد۔

افق پر رات کے تاریک سائے ہر سو پھیلے تھے۔آج آسمان تاروں سے بھرا تھا اور درمیان میں پورا گول چاند روشن تھا۔فضا میں ہلکی سی خنکی بھی شامل تھی۔

وہ دونوں نیٹٹوریم میں موجود تھے۔وہ اس وقت نیوی بلیو کلر کی ڈریس شرٹ جس کے کف مڑے ہوئے تھے۔۔اور سیاہ جینز میں ملبوس تھا۔اس کے ساتھ بیٹھی نینا بھی نیوی بلیو کلر کے لمبے

ریشمی فراک میں ملبوس تھی۔ وہ اپنا سر براق کے کندھے پر رکھے ہوئے آسمان پر روشن ستاروں اور چاند کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے پورے کھلے بال ایک طرف کو گر رہے تھے۔

"کتنا اچھا لگ رہا ہے نا یہ سب۔" اس نے آسمان کو دیکھتے ہوئے سحر زدہ سا ہو کر کہا۔ براق نے تائیدی انداز میں ہلکا سا سر ہلا دیا۔

"ایوت! بہت خوبصورت۔" اس کی نگاہیں نینا کے خوبصورت اور معصوم سے چہرے پر جمی تھیں۔

"میں اپنی بات نہیں کر رہی براق!۔" اس نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا پھر سر واپس اس کے کندھے پر رکھ لیا۔

"لیکن میں تو تمہاری ہی بات کر رہا ہوں۔۔اور کروں گا۔" اس نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔۔ پھر مسکرایا۔

"تمہیں نہیں اچھا لگتا کہ تمہارا شوہر تمہاری تعریفیں کرے؟" اس نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔

"مجھے آخر کیوں نہیں اچھا لگے گا؟" افق پر روشن چاند کو دیکھتے ہوئے اس نے سوال پر سوال کر ڈالا۔ براق نے نرمی سے اس کے بال سہلائے۔

نینا!۔" اس نے پکارا تو اس نے سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ جب مسکراتی تو اس

کی ٹھوڑی پر ایک گڑھا سا بن جاتا۔ براق کے لیے اس کی آنکھوں کے بعد اس کی ٹھوڑی پر بننے والے اس گڑھے سے نگاہیں ہٹانا بے حد مشکل ہو جاتا۔

“Seni Seviyorum.”

("میں تم سے محبت کرتا ہوں۔") اس نے نرمی سے اس کی ٹھوڑی چھوتے ہوئے کہا۔ ہمیشہ کی طرح اس کی نگاہیں جھک گئیں۔۔ رخسار سرخ پڑ گئے۔ سلطان کو سلطانہ کی یہی ادا بے حد پسند تھی۔

“Ben de seni çok seviyorum Burak!.”

(میں بھی آپ سے بہت محبت کرتی ہوں براق!۔") اس نے جواباً کہا۔۔اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ براق اس کے ہنستے مسکراتے چہرے کو سحر زدہ سا ہو کر دیکھتا رہا۔ آج وہ دونوں اگر ایک دوسرے کو یہ کہہ رہے تھے۔۔ تو ان کے دل میں پہلے کی طرح ہی مسرت اور محبت کی کئی لہریں چھائی تھیں۔۔ پچھلی مرتبہ کی طرح غم اور تکلیف نہیں۔

اس نے مسکراتے ہوئے سر دوبارہ سے اس کے کندھے پر رکھ لیا اور پول میں موجود نیلے پانی پر رقص کرتی ہوئی چاند کی روشنی کے دلفریب منظر کو دیکھنے لگی۔

"نینا! تمہارا ہنی مون کا کیا پلان ہے؟" اور یہ سن کر اس نے ایک بار پھر اس کے کندھے سے سر اٹھایا۔۔ اور اس کا چہرہ لحظے بھر کے لیے بے یقینی کے عالم میں دیکھنے لگی۔

"کیا؟"اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔ حیران ہونا بنتا بھی تھا۔۔ان کی شادی کے اتنے دنوں بلکہ مہینوں بعد اسے ہنی مون کی یاد آئی تھی۔اور وہ اب جیمرے خاتون کو اکیلا کیسے چھوڑ سکتے تھے ؟ان کی طبیعت آئے دن خراب رہتی تھی۔

"اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے ؟"اس کے حیران ہونے کی وجہ جانتے ہوئے بھی اس نے پوچھا۔

"حیران ہونے والی بات ہے۔ ہم آنے کو کیسے اکیلا چھوڑ کر جا سکتے ہیں ؟"اس نے حیران ہونے کی صرف ایک وجہ بتائی۔ براق دوسری وجہ بھی اچھے سے جانتا تھا۔

"کس نے کہا ہم آنے کو اکیلا چھوڑ کر جائیں گے ؟"اس نے ہلکے سے کندھے اچکا دیے۔نینا ناسمجھی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"میں کچھ ہی دن میں کپادو کیہ جا رہا ہوں۔۔وہاں کچھ کام ہیں مجھے۔۔میں نے سوچا تمہیں اور آنے کو بھی ساتھ لے جاؤں۔"اس نے بے حد صاف گوئی سے کہہ ڈالا۔اسے اب ساری بات ٹھیک سے سمجھ آئی۔

"اچھا میں سوچتی ہوں۔"سر سمجھنے والے انداز میں ہلا کر اس نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹائیں اور کچھ سوچنے لگی۔

"تمام! سوچو۔ تمہارے پاس دس منٹ ہیں۔" اس نے کلائی میں پہنی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے قدرے تحکم سے کہا۔نینا کے چہرے پر ناگواری کی کئی لہریں ابھریں۔۔اور اس نے کچھ غصے سے براق کو دیکھا۔

"یہ کیا بات ہوئی ؟اتنی جلدی کیسے سوچا جائے گا؟" اس کا لہجہ تیز تھا۔

"یہ کوئی اتنی سوچنے والی بات نہیں ہے۔۔اسی لیے صرف دس منٹ دیے ہیں۔" اس نے ذرا سے ابرو اچکا کر کہا۔۔پھر زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرایا۔نینا ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

اس نے ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے ٹکایا۔۔اور پول میں موجود نیلے پانی کو ایک بار پھر دیکھنے لگی۔ براق اس کے جواب کا منتظر تھا۔نینا اب آسمان پر روشن چاند کو دیکھنے لگی۔اس نے تنگ آکر کلائی میں پہنی گھڑی پر وقت دیکھا۔۔ابھی صرف پانچ منٹ گزرے تھے۔وہ اب متذبذب سے انداز میں اس کا چہرہ دیکھے گیا۔

"ٹھیک ہے۔ہم چلیں گے۔" اس نے پورے دس منٹ بعد ہی اپنا فیصلہ سنایا۔ براق نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔۔پھر کھل کر مسکرا دیا۔نینا دونوں ہاتھوں پر اپنی ٹھوڑی گرائے مسکراتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"تو بس ڈن ہو گیا۔دو ہفتے بعد ہم کپادوکیہ چلیں گے۔" اس نے دونوں ہاتھ ہلکے سے فضا میں لہراتے ہوئے کہا۔

"ڈن۔" نینانے تائیدی انداز میں سر ہلادیا۔۔وہ ہنوز مسکرارہی تھی۔۔وہ بھی خوش دلی سے مسکرا رہاتھا۔یوں مسکراتے ہوئے اس کی نگاہیں کبھی اس کی سیاہ آنکھوں کو دیکھتیں تو کبھی اس کی ٹھوڑی پر بننے والے اس ننھے سے گڑھے کو۔

سلطانہ نے سلطان کے کندھے پر اپنا سر رکھ لیا۔۔دل کو بے حد سکون ملا۔سلطان نے اس کے ارد گرد اپنے بازو پھیلا لیے۔وہ دونوں افق پر روشن چاند کو دیکھ رہے تھے۔سیاہ آنکھیں اور نیلی آنکھیں کافی روشن تھیں۔۔دونوں کے چہرے پر ایک بے حد خوبصورت مسکان پھیلی تھی۔

"براق ایک بات پوچھوں؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

"نہیں۔" براق نے فوراً مسکرا کر کہا۔۔وہ ہنس پڑی۔

"جب تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں کچھ بھی پوچھنے سے منع نہیں کرتا۔۔پھر کیوں بار بار اجازت لیتی ہو؟" اس نے مزید کہا۔۔نینانے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"ویسے ہی۔مجھے مزہ آتا ہے۔" پھر کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔۔اور مسکرادی۔

"اچھا خیر۔۔پوچھو تو سہی۔۔جو تم پوچھنا چاہ رہی تھی۔" جب نینانے کچھ نہیں کہا تو اس نے کہا۔

"ہاں! میں نے پوچھنا تھا کہ (اس نے چھوٹا سا وقفہ لیا)۔۔آپ نے مجھے پرپوز کیا۔۔جو کہ میرے لیے بہت ہی unexpected تھا۔یوں ایک دم پرپوز کر کے آپ کو نہیں لگتا آپ نے کچھ جلد بازی کی تھی؟"اس نے سوالیہ انداز میں ابرو اچکائے۔ براق اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔

"مطلب میں انکار بھی تو کر سکتی تھی۔آپ نے تھوڑا صبر کیوں نہیں کیا؟"اس نے مزید کہا۔ براق نے ایک گہری سانس لی۔

"سچ بتاؤں؟"پھر پوچھا۔

"آف کورس۔"اس نے ترنت سے کہا۔

"میں ان سیکیور ہو گیا تھا۔"اس نے ہلکے سے شانے اچکا کر کافی پر سکون لہجے میں کہا۔نینا یک دم کافی حیران ہوئی۔۔اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

"واٹ؟ان سیکیور؟اور آپ؟کیوں؟میں نہیں مان سکتی۔"وہ بے یقینی کے عالم میں تیز تیز لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"یہ سچ ہے۔میں ان سیکیور ہو گیا تھا۔جس دن تم نقاب میں اس ریسٹورینٹ میں آئی تھی۔تو۔۔ تمہیں کسی اور کے ساتھ دے کر میں کچھ غلط سمجھا۔اور اس دن مجھے شدید غصہ آیا تھا۔ تمہیں کسی اور کے ساتھ دیکھنا میں بالکل بھی برداشت نہیں کر سکتا۔"وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا تو نینا کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آ کر گیا۔

"لیکن کچھ ہی دیر میں مجھے سمجھ آگئی تھی کہ تمہارا اس شخص سے ملنے کا مقصد کچھ اور تھا۔" اس نے مزید کہا۔

"اور وہ کیسے ؟" نینا کے ابرو حیرانی۔۔بے یقینی۔۔اور ناسمجھی کے عالم میں سکڑے تھے۔

"میں ترکیے کی فوج کا **"کمانڈر ان چیف"** ہوں۔ میرے لیے یہ معلوم کرنا بہت آسان ہے۔" اس نے شاندار پر اعتمادی اور یقین کے ساتھ شانے اچکا کر کہا۔ وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"اوکے۔ تو مطلب آپ ان سیکیور ہو گئے تھے اسی لیے آپ نے مجھے اتنی جلد بازی میں پرپوز کیا۔۔ یہ جاننے کے باوجود بھی کہ اس دن میں جس شخص سے ملی۔۔ اس کے اور میرے درمیان ایسا ویسا کچھ نہیں تھا۔" اس نے چند لمحے بعد قدرے سنجیدگی سے کہا۔

"ایوت! کیونکہ اس دن کے بعد میرے ذہن میں بار بار یہی سوال آرہا تھا کہ۔۔ اگر میں نے تمہیں کھو دیا تو؟ یا پھر۔۔ اگر میں نے دیر کر دی تو؟ اسی لیے میں نے مزید کچھ سوچے بغیر ڈائریکٹ تم سے شادی کی بات کرلی۔ سمپل۔" اس نے اسی صاف گوئی سے کہا جو اس کی گفتگو میں ہمیشہ جھلکتی۔

"اس دن مجھے ایک بات سمجھ آگئی تھی کہ تمہارا کردار بہت بلند ہے۔ یاد ہے تمہیں! جب تم پہلی بار میرے گھر آئی تھی۔۔ شاید تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میں رات تک گھر آجاؤں گا۔ اسی لیے تم

مجھے دیکھ کر حیران ہوئی تھی اور حیران سے زیادہ پریشان۔ میں جان گیا تھا کہ تم میرے ہوتے ہوئے میرے گھر نہیں آنا چاہتی تھی۔" وہ کہہ رہا تھا تو وہ اسے خاموشی سے سن رہی تھی۔

"اور اس کی وجہ یہی تھی کہ تم نامحرم افراد سے یونہی نہیں مل لیتی۔۔ صرف ضرورت کے تحت ہی تم ان سے ملا کرتی ہو۔ شادی سے پہلی میری تم سے جب بھی کوئی بات ہوئی۔۔ تمہارا انداز ہمیشہ بے حد شائستہ ہوتا۔ وہ میٹھا میٹھا سا لہجہ جو عورتیں صرف مردوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانے کے لیے رکھتی ہیں۔۔ ویسا لہجہ تو تمہارا بالکل بھی نہیں تھا۔" قدرے توقف سے اس نے مزید کہا۔

"میں لوگوں کے لہجے اور انداز سے ہی پہنچان جاتا ہوں کہ ان کا کردار کس طرح کا ہے۔" اس نے اپنی بات مکمل کی۔ نینا تشکر بھرے انداز میں مسکرائی۔۔ اس کی آنکھیں نم سی ہو گئی تھیں۔۔ براق کی باتیں ہمیشہ کی طرح اس کے دل کو راحت بخش رہی تھیں۔ وہ دونوں ہمیشہ سے ایک دوسرے کے لیے راحت کا باعث بنا کرتے۔

"خیر۔۔ تم نے کیوں فوراً ہاں کر دی؟" اس سوال کی توقع اسے نہ تھی۔

"میں نے (اس نے لحظے بھر کے لیے کچھ سوچا)۔۔ میں نے کیوں فوراً ہاں کی؟ اس کا جواب میں بھی نہیں جانتی۔" پھر ہلکے سے کندھے اچکا دیے۔۔ زیرلب ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

براق نے غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔اس نے نظریں چرا لیں۔۔وہ اگر نہ بھی نظریں چراتی تب بھی اسے معلوم تھا کہ وہ سچ نہیں بول رہی۔

"جھوٹ۔سچ بتاؤ نینا۔۔میں نے بھی تو سچ بتایا ہے نا۔"اس نے اصرار کیا۔نینا نے پہلے اس کا چہرہ دیکھا۔۔پھر اس کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ میں بھی آپ کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔" براق فاتحانہ انداز میں مسکرا دیا۔

"میں جانتا تھا۔"اور اس نے فخریہ انداز میں ابرو اچکا دیے۔۔ساتھ ہی نرمی سے اس کے سیاہ بال سہلائے۔

"تو پھر پوچھا کیوں؟"سوال ترنت سے پوچھا گیا۔

"صرف تمہارے منہ سے سننے کے لیے۔"جواب بھی ترنت سے دیا گیا۔وہ دونوں کھل کر مسکرا دیے۔

"ویسے تم نے یہ سوال آج ہی کیوں پوچھا؟"لحظے بھر کے بعد براق نے پوچھا۔

"یہ سوال میں کافی عرصے سے پوچھنا چاہ رہی تھی۔۔مگر ہر بار ذہن سے نکل جاتا۔"اس نے جواب دیا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کچھ دیر بعد نینا کے ذہن کے پردوں پر کچھ ابھرا۔۔اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔چہرے پر بہت سے تاثرات بکھر گئے۔

"آپ جانتے تھے نا براق؟" اس نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔ براق جانتا تھا کہ وہ اب کس بارے میں بات کر رہی ہے۔

"کیا؟" وہ انجان بنا۔

"ان خبروں کے بارے میں جو میرے بارے میں سوشل میڈیا اور نیوز چینلز پر پھیلائی جا رہی تھیں۔" اس نے کہا تو براق نے کوئی جواب نہ دیا۔ نینا نے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اسے کیوں نہیں دیکھ رہا تھا۔۔ کہ کہیں وہ اس کی آنکھیں نہ پڑھ لے۔ لیکن وہ سلطان کی سلطانہ تھی۔۔ وہ اس کا چہرہ تک پڑھ سکتی تھی۔

"ایوت!۔" اس نے اور کچھ نہ کہا۔۔ وہ ابھی بھی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"پھر آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ آپ اس بارے میں جانتے ہیں؟" اس نے نظریں جھکاتے ہوئے رک رک کر پوچھا۔ اب کی بار براق نے اسے دیکھا۔ پھر نرمی سے اس کے چہرے کو ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر کیا۔

"اسی لیے۔ کہ تم میرے سامنے اپنا سر مت جھکاؤ۔" اس نے تاسف سے کہا۔۔ نینا مسکرائی تو اس کی آنکھیں بے حد نم ہو گئیں۔ براق جانتا تھا کہ اب اس کی سیاہ آنکھیں برسنے والی تھیں۔ اسی لیے اس نے اسے سینے سے لگا لیا۔ برسات اب جاری ہو چکی تھی۔۔ وہ دل ہی دل میں اللہ کا لاکھ شکر ادا کر رہی تھی کہ اسے اللہ نے اس قدر اچھے (لفظ **"اچھا"** اس کے لیے کم تھا) آدمی کی بیوی بنایا۔ وہ

بھی ہمیشہ کی طرح ابھی بھی اللہ کا لاکھ شکر ادا کر رہا تھا کہ اسے اللہ نے اتنی باوقار۔۔ باکردار۔۔اور اتنی اچھی(اس کے لیے بھی لفظ **"اچھا"** کم تھا)ہمسفر عطا کی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Rose Valley, Cappadocia, Turkiye.

آفاق پر ہر سو خوبصورت سی نیلاہٹ پھیلی تھی۔ چھوٹے چھوٹے سفید بادلوں کے ٹکڑے بھی آفاق پر منڈلا رہے تھے۔ فضا میں آج ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا بھی رقص کر رہی تھی۔

ایسے میں ترکیے کے شہر کپادوکیہ میں، روز ویلی(وادی) میں نگاہ دہراؤ تو ہر طرف منفرد چٹانیں دکھائی دیتیں جن میں دلکش غاروں میں رہائش گاہیں اور گرجا گھر بنائے گئے ہیں۔ان غاروں کو قدیم تہذیبوں نے تخلیق کیا۔یہ اکثر پیچیدہ فریسکوز سے مزین ہوتے ہیں،اور علاقے کے بھرپور تاریخی اور ثقافتی ماضی کی جھلک پیش کرتے ہیں۔

(یہ وادی اپنے شاندار مناظر اور منفرد ارضیاتی تشکیلات کے لیے مشہور ہے۔اس دلکش وادی کا نام ان گلابی اور سرخ رنگوں کی وجہ سے رکھا گیا ہے جو یہاں موجود پتھروں اور چٹانوں پر ہوتے۔

یہ وادی اپنی پریوں کی چمنیوں، سمیٹنے والی پگڈنڈیوں اور چٹان سے کٹے ہوئے گرجا گھروں کی وجہ سے خاصی مشہور ہے۔۔جو ایک غیر حقیقی تجربہ پیش کرتی ہے۔)

اس وادی کے نرم گلابی رنگت والے ٹف چٹان ان غاروں کے ڈھانچے کی قدرتی فن کاری کے ساتھ مل کر ایک مسحور کن اثر پیدا کرتے۔ان غاروں کو تلاش کرنے سے پوشیدہ چیمبرز، سرنگوں اور پر سکون جگہوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے جو صدیوں سے استعمال ہو رہے ہیں، یہ وادی کے درمیان ایک پر فتن اور عمیق تجربہ فراہم کرتے ہیں۔

صاف نیلے آسمان کے مقابل چٹانوں کے متحرک رنگوں کے تضاد سے اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

اس دلکش منظر کے درمیان وہ ایک گہرے بھورے رنگ کے بے حد خوبصورت گھوڑے پر سوار تھا۔اس گھوڑے کا چہرہ درمیان میں سے سفید رنگ کا تھا۔۔اور یہ سفید رنگ ناک اور منہ تک پہنچ کر ہلکا ہلکا سا بھورا سا ہو جاتا۔۔اس کے پاؤں آخر سے بے حد ہلکے سے بھورے رنگ کے تھے اور اوپر جاتے ہوئے وہ سفید رنگ کے ہو جاتے۔۔اس کے بعد پھر سے گہرہ بھورا رنگ اس کی کھال پر دکھائی دیتا۔

اس وقت وہ ہلکے نیلے رنگ کی جینز۔۔سفید شرٹ جس کے کف مڑے تھے اور اوپر کے دو بٹن کھلے تھے۔۔اس کے اوپر لیدر کی ایک سیاہ رنگ کی واسکٹ پہنے ہوئے تھا۔پیروں میں اس نے سیاہ رنگ کے لانگ بوٹس پہن رکھے تھے۔سیاہ چمکتے ہوئے گلاسز کے پیچھے سے اس کی نیلی آنکھیں اسی پر جمی تھیں جو اسے ستائشی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

اس وقت نینا احسن ایک سرخ رنگ کے ریشمی عبایے اور سیاہ رنگ کے سکارف میں ملبوس تھی۔ چہرے پر ایک بے حد خوبصورت مسکان پھیلی تھی۔ سیاہ آنکھیں اپنے سلطان پر جمی تھیں۔

وہ گھوڑے پر سوار اس تک پہنچا۔۔ سلطانہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اس گھوڑے کو۔اس نے اپنے نرم اور ملائم ہاتھ سے گھوڑے کے چہرے کو سہلایا اور اس کی ریشمی سی کھال کو چھوا۔۔ پھر مسکرا کر براق کو دیکھا۔

"یہ کتنا خوبصورت ہے نا۔" اس نے ستائشی انداز میں کہا تو براق نے جواباً تائیدی انداز میں سر کو خم دیا۔

"تم بھی آؤ۔" براق نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تو اس کی مسکراہٹ کچھ مدھم پڑی۔۔ گلے میں ایک گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"نہیں۔مجھے نہیں آنا۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔۔وہ اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

"کیوں؟" براق کے ابرو نا سمجھی سے سکڑ گئے۔

"بس ویسے ہی۔مجھے ہارس رائڈنگ سے ڈر لگتا ہے۔" اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مڑورتے ہوئے کہا۔ براق یک دم زیر لب ہلکا سا مسکرایا۔۔وہ کافی حیران ہوا تھا۔

"اور وہ کیوں؟"لحظے بھر کے بعد اس نے پوچھا۔

(نینا کے ذہن کے پردوں پر یک دم کچھ جگمگایا۔

یہ منظر ایک پارک کا تھا جہاں ہر طرف خوبصورت سے گھنے درخت پھیلے تھے۔ایک طرف بہت سے جھولے لگائے گئے تھے جس پر بچوں کا خاصا رش تھا۔ساتھ ہی کچھ قدموں کے فاصلے پر تین چار بینچ پڑے تھے جن میں سے ایک دو خالی تھے اور کچھ پر بچے، بوڑھے بیٹھے تھے۔

ایسے میں اس پارک کے ایک طرف وہ اور علی ساتھ کھڑے تھے۔نینا کی عمر اس وقت بارہ سال تھی اور علی کی عمر اس وقت گیارہ سال تھی۔ حلیمہ صاحبہ گود میں اس وقت اس چھوٹی سی معصوم سی بچی کو اٹھائے ہوئے تھیں جو ارد گرد کے ماحول کو دیکھتے ہوئے کافی محظوظ ہو رہی تھی۔ وہ اریحہ احسن ہی تھی۔احسن صاحب بھی ان سب کے ساتھ ہی کھڑے تھے۔

سامنے ایک بوڑھا سا آدمی کھڑا تھا جس نے گھوڑے کو اس کی لگام سے پکڑ رکھا تھا۔کچھ ہی دیر پہلے اس گھوڑے پر علی سوار تھا۔اور اب نینا کی باری تھی۔ وہ چہرے سے کافی پر جوش اور خوش دکھائی دے رہی تھی۔اس کے سیاہ بال ایک ہائی پونی ٹیل میں بندھے تھے۔اس وقت وہ ایک ہلکے گلابی رنگ کی شلوار قمیص میں ملبوس تھی۔۔اسی رنگ کا دوپٹہ اس نے گلے میں مفلر کے اسٹائل سے لیا ہوا تھا۔

وہ گھوڑے کی لگام کو پکڑتے ہوئے اس پر دھیرے سے اور احتیاط سے چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ حلیمہ صاحبہ نے تو کہا تھا کہ وہ اس کی مدد کروائیں لیکن وہ نہ مانی۔

''کم آن نینا ! تم کر سکتی ہو۔'' احسن صاحب اس کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔

"میں کر سکتی ہوں۔" اس نے دل ہی دل میں کافی یقین سے کہا۔

اس نے احتیاط سے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھا۔۔اور اس پر بیٹھنے ہی لگی تھی۔۔ لیکن وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکی۔۔اور سیدھا زمین پر منہ کے بل آ گری۔اس کا ہونٹ بھی نیچے سے پھٹ گیا تھا۔احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ فوراً گھبرا کر اس کے طرف کو ہو لیے۔اس نے اپنی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں بہایا۔۔بس اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔اور یہ بات صرف وہ جانتی تھی کہ اس کا چہرہ تکلیف کے مارے نہیں بلکہ شرمندگی کے باعث سرخ پڑ گیا تھا۔

اسے یوں سب کے سامنے گر کر بے حد شرمندگی ہوئی تھی۔دور کھڑے کچھ چھوٹے بچے اسے یوں دیکھ کر تمسخر اڑانے والے انداز میں مسکرا رہے تھے۔احسن صاحب اسے یہی کہہ رہے تھے کہ وہ بچے ناسمجھ ہیں۔۔انہیں نظر انداز کرو۔ لیکن اس وقت ان کی ہنسی کی آواز اس کے کانوں میں چبھ رہی تھی۔۔اور اس کی شرمندگی کو مزید بڑھا رہی تھی۔)

"جب میں چھوٹی تھی۔۔میں نے ایک بار ہارس رائڈنگ کی کوشش کی تھی۔ مگر اس گھوڑے پر سوار ہوتے وقت۔۔میں منہ کے بل جا گری تھی۔" آخری جملہ اس نے قدرے توقف سے ادا کیا۔وہ ابھی بھی اس سے نگاہیں نہیں ملا رہی تھی۔

"تمام! تو تمہیں گرنے سے ڈر لگتا ہے۔" چند لمحے بعد براق نے غور سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔نینا کا چہرہ ہلکا ہلکا سا سرخ پڑ گیا تھا۔

"ایسا ہی سمجھ لیں۔" اس نے دھیرے سے شانے اچکا دیے۔ براق نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔ پھر کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔

" گرنے سے نہیں ڈرا کرتے نینا!۔" اور معنی خیز انداز میں کہہ ڈالا۔ نینا اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔

"کیونکہ گرنا ہی آپ کو سکھاتا ہے کہ جب آپ کا جسم اور آپ کی روح زخمی ہو۔۔تب کیسے کھڑا ہوا جاتا ہے۔" اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔۔اس کے الفاظ نے اس کے دل پر بے حد اثر کیا۔۔یہ الفاظ یقیناً اس کے دل پر ایک انمٹ نشان چھوڑ گئے تھے۔

نینا معنی خیز انداز میں مسکرائی۔۔وہ اب اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ براق نے اپنا ہاتھ ایک بار پھر اس کی جانب بڑھایا۔ اس نے چند لمحے کچھ سوچا۔۔پھر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

("یا اللہ! میری مدد فرمائیے گا۔" دل ہی دل میں اس نے کہا۔)

گھوڑے کی لگام پکڑنے کے بعد اس نے رکاب پر پاؤں رکھا۔۔ براق نے ایسا کرنے میں اس کی مدد کی۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔۔اور پھر وہ اس خوبصورت سے گھوڑے پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئی۔ وہ براق کے پیچھے بیٹھی تھی۔ اس بار وہ اپنا توازن برقرار رکھ پائی تھی۔ کیونکہ اس بار اسے گرنے کا ڈر نہیں تھا۔۔اور پچھلی بار اس نے کہا تھا کہ وہ ایسا کر سکتی ہے۔۔اس نے ایک بار بھی اللہ کو نہیں پکارا تھا۔ اس بار اس نے اللہ کو پکارا بھی اور اسے یہ یقین بھی تھا کہ اگر اللہ نے چاہا تو وہ آج

گرے گی نہیں۔۔اور اگر گر بھی گئی تو کوئی بات نہیں۔اللہ ہی ہے جو ہر انسان کو عروج اور زوال دیتا ہے۔اللہ ہی ہے جو انسان کو گراتا ہے اور گرانے کے بعد کھڑا بھی کرتا ہے۔

اس خوبصورت اور پر فتن وادی کے درمیان وہ دونوں اس گھوڑے پر سوار تھے۔براق نے گھوڑے کی لگام سنبھال رکھی تھی۔وہ ارد گرد کی گلابی اور سرخ سی چٹانوں کو گزرتا دیکھتے ہوئے بے حد محظوظ ہو رہی تھی۔۔ساتھ ہی وہ براق سے ان چٹانوں اور اس جگہ کے بارے میں کافی تجسس سے بہت سے سوالات پوچھتی۔۔وہ اس کے ہر سوال کا جواب دیتا۔وہ کافی حیران ہوئی تھی کہ براق کو اس جگہ کے اور اس کی تاریخ کے بارے میں کافی علم تھا اسی لیے وہ اس کے ہر سوال کا جواب کافی آسانی سے دے رہا تھا۔

فضا میں رقص کرتی ٹھنڈی ہوا کی سرسراتی آواز پہلے سے زیادہ پر سکون محسوس ہو رہی تھی اور یہ ٹھنڈی ہوا پہلے سے تیز بھی ہو چکی تھی۔وہ گہرے بھورے رنگ کا گھوڑا اب پہلے سے زیادہ تیز رفتار سے دوڑ رہا تھا۔سلطان اور سلطانہ کے چہروں پر ایک بے حد خوبصورت اور مسرت سے بھری مسکان پھیلی تھی۔۔دونوں کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔فضا میں ان کے کھلکھلا کر ہنسنے کی آواز بھی ٹھنڈی ہوا کے ساتھ ساتھ رقص کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دو سال بعد۔

استنبول، ترکیے۔

یہ نومبر کی ایک خوبصورت صبح تھی۔ آسمان بالکل صاف تھا۔۔ ہوا بے حد کرکری اور پر جوش تھی۔ سورج دھیرے دھیرے طلوع ہوا تو باسفورس اور تاریخی اسکائی لائن پر سنہری سی رنگت چھا گئی بشمول میناروں اور قدیم گنبدوں کے سیلوٹس۔

ایسے میں اس سلطان کے محل میں نگاہ دہراؤ تو اوپر والے پورشن میں سلطان اور سلطانہ کا کمرہ دکھائی دیتا۔ جواب صرف ان دونوں کا کمرہ نہیں رہا تھا۔

وہ بیڈ کے ایک طرف بیٹھی فون کان سے لگائے حلیمہ صاحبہ سے ہمیشہ کی طرح بے حد خوش دلی سے بات کر رہی تھی۔ اس کے سیاہ بال کیچر میں بندھے تھے۔۔ بالوں کی دو تین لٹیں اس کے چہرے پر گر رہی تھیں۔۔ اس وقت وہ ایک لمبے سے ریشمی فراک اور ٹائٹس میں ملبوس تھی۔

"تم پاکستان کب آ رہی ہو نینا؟ ہم سب یہاں تمہیں۔۔ بلکہ تمہیں اور براق کو چھوڑو۔۔ ہم سب **"اسلان"** اور **"نائمے"** کو بہت زیادہ یاد کر رہے ہیں۔" انہوں نے اسلان اور نائمے پر کافی زور دیا۔ نینا نے حیرانی سے ابرو اچکائے۔

"امی !!۔" اور پھر قدرے بلند آواز میں کہا جیسے وہ ان کی بات سن کر کافی حیران اور ناراض بھی ہوئی ہو۔

اس کے ساتھ بیڈ پر نگاہ دہراؤ تو ایک ننھا سا وجود ہلکے گلابی رنگ کے پورے آستینوں والے چھوٹے سے فراک اور اسی رنگ کے چھوٹے سے ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔اس کی نیلی آنکھیں بڑی بڑی اور گہری سی تھیں۔۔ بالکل براق کی طرح۔چہرے کا رنگ سفید گلابی سا تھا۔۔اس کے تیکھے نقوش براق پر گئے تھے۔لیکن اس کی رنگت زیادہ نینا سے ملتی تھی۔نرم ملائم سے بال سیاہ رنگ کے تھے۔۔ بالکل نینا جیسے۔وہ **"نائمے براق"** تھی۔۔ سلطان اور سلطانہ کی شہزادی۔اس کا نام نینا نے رکھا تھا۔نائمے کا مطلب **"خوشی یا سکون"** ہے،اور چونکہ اس کی پیدائش پر وہ سب ہی بہت خوش ہوئے تھے اور جیمرے خاتون کو اس میں میرائے کا عکس دکھائی دیتا،اس وجہ سے انہیں بے حد خوشی اور سکون ملا تھا اسی لیے نینا نے اس کا نام نائمے رکھا۔

اس کے ساتھ ہی ایک اور ننھا سا وجود لیٹا تھا جو ہلکے نیلے رنگ کی چھوٹی سی شرٹ اور اسی رنگ کے چھوٹے سے ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔اس کے نقوش بھی براق کی طرح تیکھے تھے۔۔رنگت بھی براق کی طرح ہی بالکل گوری گوری سی تھی۔اس کی آنکھیں بھی بڑی بڑی اور گہری تھیں لیکن ان کا رنگ سیاہ تھا۔۔ بالکل نینا جیسا۔اس کے بال سنہرے رنگ کے تھے۔۔ بالکل براق کی طرح۔یہ **"اسلان براق"** تھا۔۔ سلطان اور سلطانہ کا شہزادہ۔اسلان کا مطلب **"شیر"** ہے اور اس کا نام براق یامان نے رکھا تھا۔

یہ دونوں Twins ("جڑوا") تھے۔ وہ دونوں ابھی تقریباً نو ماہ کے ہوئے تھے۔ نائمے اسلان سے صرف کچھ منٹ پہلے ہی پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے وہ چند منٹ کے حساب سے اس سے بڑی تھی۔ جیمرے خاتون تو ان دونوں کی پیدائش پر اس قدر خوش تھیں کہ ان کی خوشی کو بیان کرنے کے لیے الفاظ کم پر جاتے۔ انہیں اسلان اور نائمے دونوں بہت عزیز تھے۔۔ لیکن نائمے سے انہیں اسلان کی نسبت کچھ زیادہ لگاؤ تھا۔۔ اس کی وجہ یہ ہی تھی کہ انہیں نائمے میں میرائے کا عکس دکھائی دیتا۔ اس کی آنکھیں بھی نیلی ہی تھیں اسی لیے انہیں نائمے میرائے جیسی لگتی۔

(ان کی پیدائش کے دو تین گھنٹے بعد سلطانہ نے سلطان سے ایک مطالبہ کیا۔ وہ اس وقت ہسپتال کے کمرے میں موجود تھے۔ براق اس کے بیڈ کے کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر رکھے صوفے پر بیٹھا تھا۔ کمرے میں سفید سی روشنی ہر سو پھیلی تھی۔ یہ فروری کا مہینہ تھا۔ موسم میں خنکی اپنے پورے جوبن پر تھی۔ احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ سب ترکیے دو دن پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔ وہ سب کچھ لمحے پہلے ہی اس کمرے سے باہر گئے تھے۔

"براق! ایک بات پوچھوں؟" اس نے پوچھا تو براق کھل کر مسکرا دیا۔

"میں اب یہ نہیں کہوں گا کہ تم مجھ سے اجازت مت مانگا کرو۔" اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"اور وہ کیوں؟" اس نے ذرا سے ابرو اچکا دیے۔۔ ساتھ ہی اپنی گود میں موجود اس ننھی سی نائمے کے سر کو سہلایا۔ اسلان اس وقت براق کی گود میں تھا۔

"کیونکہ میری سلطانہ پر میری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔" اس نے مصنوعی تاسف سے سر جھٹک کر کہا تو وہ کھلکھلا کر دلکش انداز میں مسکرا دی۔

"تمام! تو میں نے پوچھنا تھا۔۔ آپ نے میرے لیے گڈ مارننگ کے جو میسجز سیو کیے تھے۔۔ وہ کب کیے؟ آپ نے کہا تھا وہ ایک راز ہے۔ لیکن اب مجھے وہ راز جاننا ہے۔" اس نے اصرار کیا۔ وہ اب ترک زبان بولنا سیکھ گئی تھی۔

"تمام تمام! چلو تمہیں آج یہ راز بتا دیتا ہوں۔" اس نے ایک لمبی سانس لی۔ پھر اسلان کو گود میں لیے نینا کی جانب بڑھا۔

"جب ہمارا نکاح ہوا تھا۔ اس رات میں سارا وقت انٹرنیٹ پر گڈ مارننگ میسجز۔۔ اور شاعری سرچ کرتا رہا۔ اس رات میرے خیال سے میں نے کوئی تین چار ہزار پوسٹس ہی ڈھونڈی تھیں۔ پھر جب بھی مجھے وقت ملتا، میں تمہارے لیے اس طرح کی پوسٹس ڈھونڈ کر سیو کر لیتا۔ اور ابھی بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔" اس نے نائیے کو بھی نرمی سے اس کی گود سے لیتے ہوئے کہا۔ نینا اس کی بات سن کر ہکا بکا سی رہ کر اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے آج بھی بالکل ایک **"دیوانہ"** لگ رہا تھا۔

"تو اب آپ کے پاس میرے لیے کتنے گڈ مارننگ میسجز اکٹھے ہو گئے ہیں؟" اس نے تجسس کے عالم میں پوچھا۔

"زیادہ نہیں۔ صرف پانچ لاکھ۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کچھ ہی دنوں میں چھ لاکھ ہو جائیں گی۔ تمہارے موبائل کی میمری اتنی ہے نا کہ وہ اتنے سارے میسجز سیور کھ سکے؟" وہ بالکل حیران رہ گئی تھی۔۔اور اسی حیرت سے مسکرا کر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ براق کو نائمے اور اسلان کے ساتھ مسکراتا ہوا دیکھ کر بے حد خوش ہو رہی تھی۔۔ساتھ ہی دل ہی دل میں اللہ کا لاکھ شکر ادا کر رہی تھی۔)

"مذاق کر رہی ہوں۔ بیٹا ہم سب تم "سب" کو بہت مس کر رہے ہیں۔" انہوں نے اس کی مصنوعی خفگی محسوس کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔۔اور اس نے پیار سے نائمے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسلان کے گال بھی نرمی سے سہلائے۔ وہ دونوں بچے خلا میں نہ جانے کیا دیکھ کر رہے تھے۔

"امی ابھی پچھلے مہینے تو میں پاکستان آئی تھی براق کے ساتھ۔ آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے میں کئی سالوں سے پاکستان نہیں آئی۔" اس نے انہیں باور کروایا۔

"اچھا بتاؤ نا کب آ رہی ہو؟" انہوں نے اس کی بات مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"امی! ابھی تو براق کو چھٹی ملنا بہت مشکل ہے۔" اس نے فوراً اسے جواب دیا۔

"اوہ!۔" اسے ان کے لہجے میں تاسف محسوس ہوا۔۔اس کے دل کو کچھ ہوا۔

"لیکن۔۔آپ فکر نہ کریں۔ میں براق سے بات کروں گی۔ آپ جانتی ہیں نا۔۔وہ مجھے کبھی انکار

نہیں کرتے۔"اس نے انہیں تسلی دی۔۔اس نے انہیں کوئی جھوٹی تسلی نہیں دی تھی۔یہ سچ تھا کہ براق اسے کبھی انکار نہیں کرتا۔

"معلوم ہے معلوم ہے۔اللہ تمہیں اور براق کو ایسے ہی اپنے بچوں کے ساتھ ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے۔"انہوں نے شفقت سے بھرے انداز میں دعا دی۔

"آمین۔"اس نے جواباً ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

"اچھا مجھے اسلان اور نائمے سے وڈیو کال کروانا دوپہر میں بھی۔جانتی ہو نا!انہیں دیکھے بغیر میرا دن ہی نہیں گزرتا۔"انہوں نے اسے قدرے تحکم سے کہا۔نینا کھلکھلا کر ہنس دی۔

"جی جی میں ضرور آپ کی ان سے وڈیو کال کرواؤں گی۔آپ بے فکر رہیے۔"اس نے انہیں یقین دلایا۔کچھ دیر مزید وہ ان سے بات کرتی رہی۔۔اور پھر فون بند کرنے کے بعد اس نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر اپنا موبائل رکھا۔پھر باری باری نائمے اور اسلان کے ماتھے کو چوما۔

"دیکھو ذرا۔۔تم لوگوں کی نانو مجھ سے زیادہ تم لوگوں سے پیار کرتی ہیں۔"پھر خوش دلی سے مسکراتے ہوئے کہا۔وہ کہہ رہی تھی تو وہ دونوں ابھی بھی خلا میں ہی کچھ دیکھ رہے تھے۔اسلان ساتھ ساتھ اپنا دائیں ہاتھ کا انگوٹھا منہ میں ڈالے ہوئے تھا۔نینا نے نرمی سے اس کا انگوٹھا منہ سے نکالا۔

"اور وہ بالکل صحیح کرتی ہیں۔ تم دونوں ہو ہی اتنے پیارے۔" وہ اب دونوں ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے ٹکائے ان دونوں کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ حلیمہ صاحبہ کو کال کرنے سے پہلے اس نے ان دونوں کو سر پر ٹوپی پہنائی تھی لیکن ان دونوں نے کچھ ہی لمحے بعد ٹوپی اتار دی۔ نینا نے ایک بار پھر ان دونوں کو باری باری سر پر ٹوپی پہنائی۔

"نینا!!۔" چند ہی لمحے بعد انہیں جیمرے خاتون کی آواز آئی تو وہ یک دم اپنا دوپٹہ سنبھالتے ہوئے بیڈ سے اٹھی۔

"اونہوں! چلو اٹھو تم دونوں جلدی سے۔ آنے بلا رہی ہیں۔" اس نے نائمے کو اٹھایا۔۔ پھر اسلان کو۔ اپنے بازوؤں میں ان دونوں کو تھامے ہوئے اس نے باری باری ان دونوں کو مسکرا کر دیکھا۔۔ پھر نائمے کے ماتھے کو چومنے لگی کہ تب ہی اسلان نے اس کے چہرے پر گری بالوں کی لٹ اپنی گرفت میں لے لی۔ نینا نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔۔ پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے مسکرائی جیسے اسے کہہ رہی ہو کہ بال چھوڑو۔ اس نے جس بازو میں اسلان کو لیا ہوا تھا اسی ہاتھ سے بمشکل اپنے بال چھڑوانا چاہیں لیکن اسلان کی گرفت مزید مضبوط ہو گئی۔

"اسلان! میرے بال چھوڑو۔ اسلان کیا کر رہے ہو؟ اسلان!۔" جب وہ اس کے بال نینا کی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی اپنی گرفت سے آزاد نہیں کر رہا تھا تو وہ غصے سے چلائی۔

اس کمرے کا دروازہ پورا کھلا تھا۔ براق جو اس وقت سیاہ رنگ کی شرٹ اور سیاہ رنگ کی جینز میں ملبوس تھا۔۔ یہ دیکھ کر تیز قدموں کے ساتھ اس کی جانب بڑھا۔اس نے اسلان کا ہاتھ پکڑا۔۔ اسلان نے ایک نظر اپنے باپ کو دیکھا۔۔وہ ابھی بھی اس کے بال اپنی گرفت سے آزاد نہیں کر رہا تھا۔ براق نے اس کے ہاتھ سے اس کے بال چھڑوانا چاہیں۔۔چند لمحے کی کوشش کے بعد ہی اس نے اس کے بال چھوڑ دیے۔اسلان کی گرفت واقعی کافی مضبوط تھی۔۔ براق نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔نینا نے اب سکھ کا سانس لیا۔

براق نے اسلان کو اس کے بازو سے نکالتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور اس کا چہرہ بالکل اپنے سامنے کیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم اسلان؟ ہاں؟" اور پھر ابرو سکیڑ کر قدرے سختی سے کہا۔۔اسلان کی آنکھیں بھر آئیں۔۔نینا کے دل کو کچھ ہوا۔۔اور وہ تب ہی اس کی طرف بڑھی۔

"براق آرام سے۔دیں اسے مجھے۔" اس نے کافی غصے سے کہا۔۔اور اسلان کو براق کے ہاتھوں سے لینا چاہا لیکن براق یک دم پیچھے ہوا یوں کہ اسے اسلان کو لینے سے منع کیا ہو۔نینا نچلا لب دباتے اس کا چہرہ گھورنے لگی۔

"ویسے جب تم خود انہیں ڈانٹ دو تو ٹھیک ہے۔اور جب میں انہیں "تمہاری" وجہ سے ذرا سا ڈانٹ دوں تو اتنا غصہ۔واللہ واللہ!۔" اس نے اپنے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔۔اور اب وہ

بالکل اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔اس نے دونوں ہاتھوں میں نائمے کو تھاما ہوا تھا۔۔ براق نے مسکرا کر نائمے کے نرم سے گلابی رخسار سہلائے۔وہ کھل کر مسکرائی۔اس کی مسکراہٹ دیکھ کر براق بھی دل کھول کر مسکرایا۔

"کیونکہ میں ماں ہوں۔اور مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا کہ میرے بچوں کو کوئی ڈانٹے۔"اس نے خفا خفا سے انداز میں کہا۔

"اوران کی ماں ہونے سے پہلے تم میری بیوی ہو۔اور مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا کہ میری بیوی کو کوئی تکلیف دے۔"اس کا لہجہ دوٹوک تھا۔

"اف اللہ! ایک تو آپ اور آپ کی باتیں۔"وہ سر جھٹکتے ہوئے اسلان کو جو اسے دیکھ کر بار بار دونوں ہاتھ اس کی طرف بڑھا رہا تھا،اسے براق سے لینا چاہا لیکن براق نے اسے پیچھے کر دیا۔

"میں لے کر جا رہا ہوں نا۔"اس نے نرمی سے کہا تو جوابا اُس نے نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن تب ہی نائمے نے مسکرا کر دونوں ہاتھ براق کی طرف بڑھائے۔

"ایسا کرو تم اسے پکڑو۔۔اور نائمے کو مجھے دو۔" براق نے اسلان کو نینا کو پکڑایا اور خود نائمے کو اپنی گود میں لے لیا۔۔نائمے کھلکھلا اٹھی۔

"کیسی ہے میری نائمے؟ کتنی پیاری لگ رہی ہو اے ماشاءاللہ ماشاءاللہ!(اس نے اس کے ماتھے کو

چوما)۔ چلو اب بابا آنے (دادی) کے پاس چلتے ہیں۔ وہ اپنی نائیے کو بلا رہی تھیں۔" وہ یہ کہتا ہوا کمرے سے باہر جانے لگا۔۔ نینا ان دونوں کو مسکرا کر دیکھتی رہی۔

"چلو! اب ہم بھی چلتے ہیں۔" اس نے اسلان کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر پیار سے اس کی چھوٹی سی اٹھی ہوئی ناک چھوئی۔ پھر وہ بھی کمرے سے باہر جانے لگی۔

ان کے کمرے کی سنگھار میز کو دیکھو تو اب وہاں پہلے کی طرح پرفیومز اور میک اپ وغیرہ نہیں سجا تھا بلکہ انہیں سنگھار میز کے درازوں میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ نائیے اور اسلان کو جب بھی یہاں سے لے جایا جاتا۔۔ تو وہ ہاتھ مار کر کچھ نہ کچھ ضرور گرا دیتے یا پھر اسے پکڑ کر کسی کھانے والی چیز سمجھ کر منہ میں ڈال لیتے۔

جب براق نائیے کو لے کر نیچے لونگ روم میں گیا تو اس نے دیکھا کہ جیمرے خاتون اس دیوار کے سامنے کھڑیں تھیں جس پر اب کئی تصاویر خوبصورت فوٹو فریمز میں سجی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک تصویر میرائے یامان کی بھی تھی۔ بلکہ میرائے کی ادھر اور بھی بہت سی تصاویر تھیں۔ اس دیوار پر نینا اور براق۔۔ نائیے اور اسلان۔۔ جیمرے خاتون۔۔ میرائے اور یامان بے۔۔ ان سب کی تصویریں موجود تھیں۔

براق نائیے کو گود میں لیے جیمرے خاتون کے پاس بڑھا۔ وہ اس وقت نم آنکھوں کے ساتھ میرائے کی تصویر دیکھ رہی تھیں۔ ان کے چہرے کی جھریاں کافی بڑھ سی گئی تھیں۔ انہوں نے

یک دم براق کو دیکھا اور پھر اس کی گود میں بیٹھی اس پیاری سی اور معصوم سی نائے کو۔انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے گود میں لیا اور باری باری اس کے گلابی سے رخسار چومے۔

"اگر میرائے زندہ ہوتی تو وہ کتنا خوش ہوتی نا۔" انہوں نے نم سے لہجے میں ہلکے سے مسکراتے ہوئے براق سے کہا۔۔اور میرائے کی تصویر دوبارہ سے دیکھنے لگیں۔

نینا بھی اب اسلان کو گود میں اٹھائے ان کے پاس آئی۔

"آنے! میرائے واقعی بہت خوش ہوتی۔ لیکن مجھے امید ہے کہ وہ اب بھی جہاں ہے۔۔وہاں یہ سب دیکھ کر بہت خوش ہو رہی ہو گی۔" اس نے کہا تو جیمرے خاتون نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔ان کی آنکھ سے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک آنسو لڑکھڑاتا ہوا گال کو چھو گیا۔

"اور آپ کو اس طرح سے روتا دیکھ کر وہ یقیناً بہت ناراض ہوتی ہو گی۔" اس نے انگلی کے پور سے ان کے گال پر چمکتے ہوئے اس آنسو کے قطرے کو صاف کیا۔وہ جواباً مسکرا دیں۔اور پھر نینا کی گود میں سے اسلان کو بھی لیتے ہوئے میرائے کی تصویر دیکھنے لگیں۔اس تصویر میں میرائے کو ترکیے کی بیسٹ سوشل ورکر کا ایوارڈ ملا تھا۔وہ اس چمکتے ہوئے ایوارڈ کو تھامے، خوشی اور تشکر کے باعث نم آنکھوں۔۔اور ایک دلکش مسکان کے ساتھ کیمرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

وہ اب پلٹیں۔۔اور نائمے اور اسلان کے ساتھ صوفے پر آکر بیٹھیں۔ براق اور نینا وہیں کھڑے رہیں اور رخ موڑ کر جیمرے خاتون کو دیکھنے لگیں جو بالکل بچوں کی طرح نائمے اور اسلان سے خوش دلی سے باتیں کر رہی تھیں۔

جیمرے خاتون نے اس دن سے مرات کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا جس دن سے انہوں نے اس کے متعلق نیوز میں وہ خبر سنی تھی۔

وہ اب مرات کو برا بھلا تو کیا اس کا نام تک نہیں زبان سے نکالتیں۔ براق سمجھ گیا تھا کہ وہ اسے معاف کر چکی ہیں۔ وہ اپنی ماں کو اچھے سے جانتا تھا۔ اگر انہوں نے اسے معاف نہ کیا ہوتا تو وہ ضرور اسے برا بھلا کہتیں۔ براق خوش تھا کہ انہوں نے اسے معاف کر دیا۔۔اسے ان سے یہی توقع تھی۔اسے بہادری اور ذہانت اپنے باپ **"یامان بے"** سے ملی تھی۔۔ لیکن اسے رحم دلی اپنی ماں **"جیمرے خاتون"** سے ہی ملی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میرائے یامان کی ویلفئیر آرگنائزیشن/ویلفئیر سینٹر اب براق یامان اور نینا احسن مل کر سنبھال رہے تھے۔ براق نے میرائے کی ڈائری میں پڑھا تھا کہ وہ بہت جلد اپنی آرگنائزیشن کے لیے بہت سے فنڈز اور ڈونیشنز اکٹھی کر کے اسے صرف ترکیے کے پسماندہ لوگوں کے لیے نہیں، بلکہ وہ مسلم ممالک جن پر ظلم کیا جارہا ہے یعنی وہ جو **Oppressed** ہیں،ان کے مظلوم مسلمانوں

کے لیے وہ اپنے فنڈز اور ڈونیشنز کا ساٹھ فیصد حصہ دینا چاہتی ہے۔ لیکن اس کے لیے پہلے بہت سے وسائل۔۔فنڈز اور ڈونیشنز کی ضرورت تھی۔

براق اور نینا نے ان دو سالوں میں اس کا یہ خواب نوے فیصد تک پورا کر دیا تھا۔اس کی آرگنائزیشن کی ساری پروموشن نینا احسن نے کی تھی۔اس نے ایک بہت ہی قابل سوشل میڈیا ٹیم ہائر کی جس نے اس کے ویلفئیر سینٹر کی سوشل میڈیا پر ایک بہت ہی بڑے پیمانے پر پروموشن کی۔اس نے اس کے ویلفئیر سینٹر کی پروموشن پرنٹ میڈیا کے ذریعے بھی کروائی۔

انہیں امید تھی کہ میرائے یامان کا یہ خواب جس میں وہ فلسطین، لیبیا، اور کشمیر جیسے علاقوں میں بسنے والے مظلوم مسلمانوں کے لیے اپنے سینٹر سے امداد فراہم کرے گی، وہ کچھ ہی مہینوں میں سو فیصد تک پورا ہونے والا تھا۔

آج میرائے یامان زندہ نہیں تھی، لیکن اس کی نیکیاں اس کے لیے صدقہ جاریہ تھیں۔ کئی چھوٹے اور معصوم بچے جن کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا، وہ اگر آج اسکول میں پڑھ رہے تھے تو اس کی وجہ میرائے یامان تھی۔ وہ بچے ہر بار اسکول جاتے ہوئے اللہ سے اپنے اس محسن کے لیے دعا کرتے جس کو اللہ نے ان کے لیے وسیلہ بنایا تھا۔

کئی گھرانوں کے چولہے اگر آج جل رہے تھے تو اس کی وجہ بھی میرا ئے یامان ہی تھی۔ ان گھرانوں کے لوگ بھی ہر بار روٹی کا نوالہ لینے سے پہلے اللہ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے محسن کے لیے بھی خوب اجر و ثواب اور کامیابی کی دعا کرتے۔

انسان مر جاتا ہے، مگر اس کی نیکیاں زندہ رہتی ہیں۔ جو اس کے لیے صدقہ جاریہ بنتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹھہر گئی آسماں کی ندیا، وہ جا لگی ہے افق کنارے

اداس رنگوں کی چاند نیا، اتر گئے ساحل زمیں پر

یہ منظر استنبول کے ایک پوش علاقے کا تھا۔ اس خوبصورت سے قصر نما گھر میں نگاہ دہراؤ تو ہر طرف کئی نوکر چاکر گھوم رہے تھے۔ ایسے میں اس گھر کے اوپر والے پورشن کے اس کمرے میں دیکھو جہاں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھایا تھا۔ یہ دن کا وقت تھا۔۔ پھر بھی کمرے میں روشنی نہیں تھی۔

کھڑکیاں موٹے موٹے پردوں سے ڈھکی تھیں۔ تمام بتیاں بجھی تھیں۔ بیڈ پر وہ ایک موٹا کمبل منہ تک اوڑھے بظاہر سو رہی تھی۔ کمرے کے دروازے کے باہر سوٹڈ بوٹڈ ڈاکٹر کھڑے تھے جو گوکچے حانم اور یوسف بے کو بے حد سنجیدگی سے کچھ کہہ رہے تھے۔

"نازلی صاحبہ کی طبیعت بہت خراب ہے۔انہوں نے اینٹی اسٹریس ٹیبلیٹس زیادہ کھالی تھیں اسی لیے ان کی طبیعت اس قدر خراب ہوگئی۔آپ کوشش کریں کہ انہیں زیادہ اسٹریس نہ دیں۔" وہ اندر کمرے سے ان کی باتوں کی ہلکی ہلکی آواز سن رہی تھی۔۔ساتھ ہی اس کی آنکھیں برس رہی تھیں۔

اس کے کمرے کا دروازہ لاک تھا۔وہ بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔اس کے سنہرے بال جو کچھ سال پہلے کبھی کسی نے اسٹریکنگ کے بغیر نہیں دیکھے تھے۔۔آج انہیں دیکھ کر ایسا لگتا کہ ان میں کبھی اسٹریکنگ ہوئی ہی نہیں۔اس کی ویران آنکھیں اندر کو دھنس چکی تھیں۔چہرہ مردہ مردہ۔۔اور بے حد بجھا بجھا سا تھا۔

"میں نے بہت غلط کیا۔میں گناہ گار ہوں۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔کافی دنوں سے وہ یہ الفاظ خود سے بار بار کہتی۔

"کاش میں گزرا وقت واپس لا سکتی۔۔تو میں اپنا ہر گناہ۔۔ہر غلطی سدھار سکتی۔" نازلی نے زیر لب کہا تو وہ یک دم سسک اٹھی۔آنکھوں کے آگے وہ سب مناظر لہرانے لگیں جب اس نے ایک کے بعد ایک گناہ کیے۔کبھی اسے یاد آتا کہ وہ کس طرح براق یامان کے پیچھے بھاگا کرتی۔۔کیسے اس نے براق کے گھر جا کر نینا کے ساتھ عجیب روکھا روکھا سا برتاؤ رکھا۔اور پھر کس طرح سے اس نے حسد۔۔ہوس اور جلن کی آگ کی وجہ سے مرات کا ساتھ دیا۔کس طرح سے اس نے براق

اوراس کے گھر والوں کے بارے میں معلومات مرات تک پہنچائیں۔اسے سب یاد آرہا تھا۔۔وہ یہ سب چاہ کر بھی نہیں بھول سکتی تھی۔

(اسلام آباد کے خستہ اور بوسیدہ سے علاقے میں نگاہ دہراؤتو ایک چھوٹا سا گھر دکھائی دیتا۔اس کے اندر جاؤتو ایک کمرے میں بستر پر وہ کمزور سا وجود لیٹا تھا جو وقفے وقفے کے ساتھ بری طرح کھانستا۔اور جب بھی وہ کھانستا۔۔تو کھانسی کے ساتھ اس کے منہ سے خون نکلتا۔وہ کمزور سی بوڑھی عورت ٹی بی کی مریض تھی۔

اس کمرے سے باہر لونگ روم میں نگاہ دہراؤتو وہ لڑکی صوفے پر ٹانگ جمائے۔۔سر دونوں ہاتھوں پر گرائے بے بسی اور کرب سے آنسو بہا رہی تھی۔

"میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا نینا۔" عریشہ زیر لب بڑبڑائی۔

(میکائیل ملک کے جیل جانے کے بعد اسے اس کی طرف سے جتنی بھاری رقم ملی تھی۔۔وہ اس کے لیے کافی تھی۔اس نے اس رقم کو اپنے کاروبار کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کے لیے استعمال کرنا تھا۔لیکن قدرت کا فیصلہ کچھ اور ہی تھا۔

اس کا بزنس پارٹنر اس کے ساتھ فراڈ کر کے ملک سے باہر بھاگ گیا۔وہ بھاری رقم جو اسے میکائیل ملک کی طرف سے ملی تھی،وہ اس کا بزنس پارٹنز چرا لے گیا۔اس وقت وہ بالکل حواس باختہ ہو گئی

تھی۔اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا۔اپنے کاروبار کو بڑے پیمانے پر پھیلانے کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے تھے۔

اس نے اپنے بزنس پارٹنر کے خلاف ایف آئی آر بھی کٹوائی لیکن ہوا وہی جو اسے سب نے کہا۔۔ اور جو وہ خود بھی اچھے سے جانتی تھی۔لاکھ کوششوں کے باوجود بھی اس کا بزنس پارٹنر نہیں مل سکا۔

وہ اس وجہ سے اس قدر ڈپریسڈ تھی کہ دھیرے دھیرے اس کا اپنے بچے کھچے کاروبار سے بھی دل کھٹا ہونے لگا۔اور کچھ ہی مہینوں بعد اس کا کاروبار ڈھپ ہو گیا۔

اور صرف یہی نہیں۔۔اس کی والدہ کو بھی اس کے کاروبار کے ختم ہونے کے کچھ ہفتے بعد ہی ٹی بی ہو گیا اور ان کے علاج کے لیے اسے اچھی خاصی رقم کی ضرورت تھی۔

اس نے ایک جگہ نوکری تلاش کی۔۔ تنخواہ بہت کم تھی لیکن اس وقت اسے نوکری کی اشد ضرورت تھی اس لیے اس نے وہیں نوکری شروع کر دی۔وہ ایک چھوٹی سی کمپنی تھی جہاں اسے ریسیپشنسٹ کے طور پر رکھا گیا تھا۔

عریشہ کو اپنا وہ بڑا اور خوبصورت گھر بھی بیچنا پڑا جو اسلام آباد کے ایک پوش علاقے میں اس کے والد صاحب نے بنایا تھا۔اس کے والد کی وفات تو کافی سال پہلے ہی ہو گئی تھی۔ان کے مرنے کے بعد یہ گھر انہوں نے عریشہ کے نام کر دیا تھا۔

اس سب کے دوران اس کے ذہن میں وہیں الفاظ جگمگاتے جو اسے نینا احسن نے کہے تھے۔

"تم جانتی ہو۔۔کسی نے کہا ہے کہ۔۔دل خدا کا "تخت" ہے۔۔اور دل دکھانے کی سزا "سخت" ہے۔")

اس نے سر اٹھا کر اوپر دیوار پر دیکھا جس پر لگا پنکھا بند تھا۔ یہ سردیوں کے دن تھے۔

"مجھے تمہارا اعتبار نہیں توڑنا چاہیئے تھا۔" اس نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ ذہن پر وہ مناظر لہرائے جب اس نے اپنے مفاد کی خاطر اپنی پرانی سہیلی جس کو اس پر بے حد اعتماد تھا، اسے دھوکہ دیا۔ اسے آج بھی اچھے سے یاد تھا کہ کس طرح اس نے اپنا ضمیر بیچ ڈالا۔۔ کس طرح وہ پیسے کی۔۔ اپنے نفس کی اور شیطان کی غلام بن گئی۔)

سبھی کھویا، تمام تارے

اکھڑ گئی سانس پتیوں کی، چلی گئیں اونگھ میں ہوائیں

وہ کمبل ایک طرف کو کرتے ہوئے بستر سے اٹھی۔ اور دھیرے دھیرے سنگھار میز کی جانب بڑھی اور خود کو آئینے میں دیکھنے لگی۔

آئینے میں اس کا مردہ سا چہرہ اچھے سے دکھائی دے رہا تھا۔

"مجھے معاف کردو براق! اگر تم نے مجھے معاف نہیں کیا۔۔تو میری سزا جاری رہے گی۔" وہ سنگھار میز کے سامنے بالکل ڈھے سی گئی۔

(کچھ سال پہلے ہی اس کا پیرس میں ایک اچھا خاصا کاروبار تھا۔جواب بالکل ختم ہو چکا تھا۔وجہ یہی تھی کہ وہ پچھلے دو سالوں سے اس قدر اسٹریس میں رہی تھی کہ وہ دوبارہ پیرس نہیں گئی اور اس نے وہاں سے اپنا سارا بزنس ختم کر دیا۔

یوسف بے اور گوکچے حانم اس کی اس حالت سے بے حد پریشان تھے۔انہوں نے کئی ڈاکٹرز۔۔سائیکولوجسٹ سے اس کا علاج کروایا۔۔لیکن وہ سب یہی کہتے کہ اسے ڈپریشن ہے۔۔اور جب تک یہ خود ٹھیک نہیں ہونا چاہے گی تب تک وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے۔نازلی نے یوسف بے اور گوکچے حانم کو اس بارے میں نہیں بتایا تھا کہ وہ کس طرح براق کو تباہ کرنے کی خاطر مرات کے ساتھ جاملی۔۔بس وہ ہر وقت ان سے یہی کہتی رہتی کہ وہ گناہ گار ہے۔۔اس سے کئی غلطیاں ہوئی ہیں۔۔اور اب وہ زندہ نہیں رہنا چاہتی۔)

"اگر تم نے مجھے معاف نہ کیا براق۔۔تو خدا بھی مجھے معاف نہیں کرے گا۔" وہ سر گھٹنوں پر جھکائے بری طرح بلک بلک کر رونے لگی۔اس کمرے میں ابھی بھی صرف اور صرف اندھیرا چھایا تھا۔

(وہ صوفے سے اٹھی۔۔اور اپنی ماں کے کمرے کی جانب بڑھی۔کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھولا

اور بستر پر لیٹے اس کمزور سے وجود کو دیکھا جو ابھی بھی کھانس رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں سے ہنوز آنسو بہہ رہے تھے۔

"میں کتنی کم ظرف۔۔ کتنی لالچی تھی۔۔ بلکہ ہوں۔"اس نے ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کیے۔کمرے کا دروازہ بند کیا اور کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر موجود اپنے کمرے میں گئی۔

وہ کمرے میں جا کر بستر پر ڈھے سی گئی۔بستر کی چادر اپنے دونوں ہاتھوں سے دبوچ لی اور پھر سسک اٹھی۔

"آج میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے۔۔اس کی وجہ یہی ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا نینا۔"وہ کئی بار خود سے یہ کہہ چکی تھی۔۔اور ابھی بھی وہ خود سے یہی کہہ رہی تھی۔)

یہ وقت زنجیر روز شب کی

کہیں سے ٹوٹی ہوئی کڑی ہے

یہ ماتم وقت کی گھڑی ہے

اس نے سر اٹھا کر ارد گرد اس کمرے کو دیکھا جہاں سب کچھ تھا۔۔ہر طرح کی آسائش۔۔سب کچھ۔۔لیکن سب کچھ ہونے کے باوجود بھی اسے یہ سب بہت خالی خالی سا لگ رہا تھا۔دو سال سے اسے ہر چیز بالکل ویران لگتی۔

(جب انسان کے دل کی دنیا ویران ہو جائے تو اسے ہر شے ہی ویران لگتی ہے۔)

"تم مجھے معاف کیوں نہیں کر دیتے؟" وہ رک رک کر دبی سی آواز میں بولی۔

"میرے پاس کوئی نہیں ہے جس سے میں اپنا دل کا حال بیان کروں۔ میں تنہا ہوں۔ مجھے گائیڈ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ہر جگہ ویران ہے۔۔ بے حد ویران۔ میں کیا کروں؟" اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرادیا۔

"تم ٹھیک تھے براق! بالکل ٹھیک تھے۔ مجھے لگتا تھا کہ تم میری ناقدری کرتے ہو۔ لیکن در حقیقت تم میری طرح **character less** نہیں تھے۔" اور خود کو بدکردار کہتے اور قبول کرتے ہوئے اس کے دل کو بے حد تکلیف پہنچی۔۔ لیکن یہ سچ تھا۔۔ بالکل سچ۔

"تم مجھ سے دور بھاگتے تھے۔۔ کیونکہ تم میری خراب نیت سے واقف تھے۔ تم میرے کردار سے واقف تھے۔ ایوت! میں ایک بدکردار عورت ہوں۔ لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں ایک قاتل بھی بن جاؤں گی۔" اس کا دل بے حد بھاری تھا۔ آنکھیں ابھی بھی آنسو بہا رہی تھیں۔

"میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا تھا۔ میں میرائے کے لیے برا نہیں چاہتی تھی۔" لحظے بھر کے بعد اس نے خود کلامی کی۔ اور پھر فرش پر سے اٹھی۔ اس نے ایک بار پھر خود کو آئینے میں دیکھا۔ کمرے میں ساری بتیاں بجھی تھیں اور کھڑکیاں موٹے پردوں سے ڈھکی تھیں لیکن اس کے

باوجود بھی دن ہونے کے باعث کمرے میں اتنی روشنی ضرور تھی کہ اسے اپنا چہرہ ٹھیک سے دکھائی دیتا۔

اس نے کمرے کی دو تین بتیاں جلائیں۔۔اور خود کو آئینے میں دیکھا۔اسے اپنا چہرہ مزید مردہ سا لگتا۔وہ خود سے خوفزدہ سی ہوگئی۔اوراس نے کمرے کی ساری بتیاں جلادیں۔پھر کھڑکیوں پر گرے موٹے پردے بھی ایک طرف کو کردیے۔

ایک گہری سانس اندر کو کھینچ کر وہ دوبارہ آئینے میں خود کو دیکھنے لگی۔اب کی بار وہ مزید خوفزدہ اور بوکھلا سی گئی۔اسے اپنا چہرہ اب کی بار بالکل کسی لاش کی طرح لگ رہا تھا۔وہ بری طرح چلا اٹھی۔۔اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ایک بار پھر وہ فرش پر ڈھے سی گئی۔چند لمحے آنسو بہانے کے بعد اس نے اوپر دیوار کو خالی خالی نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ سب شروع ہوا تھا میری **"ہوس"** کی وجہ سے۔نہ میں نے اپنی ہوس کو اپنی محبت سمجھا ہوتا۔۔نہ میں آج اس حال میں ہوتی۔"اس نے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔یہ اعتراف اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔۔کچھ اعتراف یقیناً بہت تکلیف دیتے ہیں۔

کمرے میں ایک طرف الیکٹرک ہیٹر چل رہا تھا۔۔جس کی وجہ سے کمرے میں خنکی اور ٹھنڈک کافی کم تھی۔

"میں نے خود پر ظلم کیا۔ میں نے اپنی ذات پر ظلم کیا۔ اللہ! مجھے مار ڈال۔ میں جینا نہیں چاہتی۔ دل پر اس بھاری بوجھ کے ساتھ میں جی نہیں سکتی۔" وہ چلا اٹھی۔ اس کے چیخنے چلانے کی آواز سن کر گوکچے خانم اس کے کمرے کے دروازے کی طرف دوڑیں۔۔اور پھر زور زور سے اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے لگیں۔

"چلی جائیں یہاں سے آپ۔ مجھے کسی سے بات نہیں کرنی۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو سب۔ لتفین ! (پلیز!)۔" وہ حواس باختہ سا ہو کر کہنے لگی۔

گوکچے خانم بے بسی کے عالم میں چند لمحے دروازہ زور زور سے کھٹکھٹاتی رہیں۔۔ پھر خاموشی سے تاسف سے سر ہلا کر لونگ روم میں چلی گئیں۔

(عریشہ نے موبائل اٹھایا۔۔اس پر نینا کا نمبر ڈھونڈا۔ وہ اس نمبر پر کئی بار کال کر چکی تھی مگر دوسری جانب سے وہ اس کی کال ریسیو نہیں کرتی۔ ضرور اس نے اس کا نمبر بلاک کر رکھا تھا۔

"میں نے پیسے کی پرستش شروع کر دی۔ پیسہ ہی میرے لیے سب کچھ بن گیا تھا۔۔ میری آنکھوں کے آگے تاریکی کی ایک پٹی بندھ گئی تھی۔ جس وجہ سے مجھے سچ دکھنا بند ہو گیا۔۔ اچھائی دکھنا بند ہو گئی۔ بس لالچ ہی لالچ میرے دل پر غالب آ گیا۔" موبائل بیڈ پر ایک طرف اچھالتے ہوئے اس نے خود سے سسک سسک کر کہا۔

"مجھے کیا ہو گیا تھا آخر؟" وہ بوکھلا سی گئی۔

"جس پیسے کے لیے میں نے اپنے ضمیر کا سودا کیا۔۔آج اسے پیسے کی وجہ سے میں اور میری ماں اس حال میں ہیں۔" اس نے کرب سے ارد گرد نگاہ دہرائی۔

وہ بیڈ سے اٹھی۔۔اور چھوٹی سی سنگھار میز کی جانب بڑھی۔چند لمحے خالی خالی نگاہوں سے خود کو آئینے میں دیکھا۔اسے یک دم جیسے چکر سے آئے تھے۔وہ فرش پر ڈھے گئی۔اس کمرے میں اچھی خاصی ٹھنڈک تھی۔زمین سے سیت آتی محسوس ہوتی۔سردی سے اس کا جسم ہلکا ہلکا سا کپکپانے لگا۔

"اللہ! مجھے معاف کر دیں۔" اس نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اللہ مجھے کیوں معاف کرے گا؟ میں اتنی گناہ گار ہوں۔۔مجھے آخر معافی کیسے مل سکتی ہے؟" اسے لگ رہا تھا جیسے اس کا دل بند ہو جائے گا۔

"جب تک نینا مجھے معاف نہیں کرے گی۔۔تب تک خدا بھی مجھے معاف نہیں کرے گا۔" وہ سسک اٹھی۔

"اللہ! میں مر جانا چاہتی ہوں۔" وہ بلند آواز میں چلائی۔اور پھر ٹھنڈے یخ فرش پر سجدے کی حالت میں جھک گئی۔آنکھوں سے آنسو ابھی تک بہہ رہے تھے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(آج دو سال بعد میکائیل ملک پر ثابت ہو گیا تھا کہ وہ منی لانڈرنگ میں ملوث تھا۔ پچھلے سال سپریم کورٹ نے نینا احسن کے اغوا والے کیس میں نینا کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔ اللہ نے اسے بہت بڑی فتح دی تھی۔ میکائیل کو سزا کے طور پر کافی لمبے عرصے کی عمر قید اور بھاری جرمانہ ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ پچھلے سال اس پر بہت سے کرپشن کیسز بھی ثابت ہو گئے تھے۔

ماریہ کے قتل کیس کا اب تک فیصلہ نہیں آیا تھا۔ عدالت چاہتی تو ان سب کیسز کا فیصلہ ایک سال بلکہ کچھ مہینوں میں ہی دیا جا سکتا تھا لیکن بس۔۔ تاریخ پر تاریخ پڑتی رہی۔ (ماریہ والے کیس میں میکائیل کے خلاف گواہی اور کسی نے نہیں بلکہ عنایہ بی بی نے دی تھی۔ لیکن ان کی گواہی اور بہت سے ثبوت کے باوجود بھی اب تک اس کیس کا فیصلہ نہیں آیا تھا۔)

انصاف کا بھی ایک وقت ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑا **"ظلم"** ہے کہ انصاف اپنے وقت پر نہ ہو۔

نینا احسن کو اس دن میکائیل ملک سے جن پولیس افسران نے بچایا تھا انہیں ایک موٹی رقم دے کر میکائیل کے حق میں گواہی دینے کا کہا گیا تھا۔ اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ نینا کو اس پر بالکل حیرت نہ ہوئی۔ وہ اپنے ملک کے اس نظام سے واقف تھی۔ مگر پھر بھی اس نے ہار نہ مانی۔ وہ اس کیس کو فالو اپ کرتی رہی۔ براق یامان نے بھی اس میں اس کا خوب ساتھ دیا۔ اسے اگر کبھی پاکستان جانا ہوتا تو اس کی پوری کوشش ہوتی کہ وہ اس کے ساتھ جائے۔۔ بہت کم ہی ایسا ہوتا کہ وہ اکیلے پاکستان جاتی۔ نائے اور اسلان کی پیدائش کے بعد تو وہ ہمیشہ اس کے ساتھ ہی پاکستان جایا کرتا۔

چند ماہ پہلے ہی سوشل میڈیا اور بہت سے نیوز چینلز پر یہ خبر بھی گردش کرنے لگی کہ نینا احسن کے خلاف کچھ عرصہ پہلے جو خبریں پھیلائی گئی تھیں جن میں اس کی کردار کشی کی گئی تھی وہ سب خبریں جھوٹی اور جعلی تھیں۔۔اور ان خبروں کو پھیلانے والا میکائیل ملک تھا۔

نینا احسن نے ایک پوری سوشل میڈیا ٹیم ہائر کی تھی جن کا کام یہ تھا کہ وہ ان لوگوں کو ڈھونڈیں جنہوں نے اس کے خلاف اس طرح کی جھوٹی خبریں پھیلائیں۔)

افق پر آفتاب کی روشنی سفید روئی کی مانند بادلوں کے جھنڈ کے باعث کھل کر اپنے پر ہر سو پھیلانے سے قاصر تھی۔

وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔ براق اس وقت گھر پر نہیں تھا۔نائے اور اسلان جیمرے خاتون کے کمرے میں تھے۔

اس کا آن لائن انٹرویو چل رہا تھا۔آج منی لانڈرنگ والے کیس میں میکائیل ملک کے خلاف فیصلہ آیا تھا۔سب یہ بات جانتے تھے کہ اس کیس کی بنیاد نینا احسن نے ہی ڈالی تھی کیونکہ اسی نے سب سے پہلے اپنے پروگرام میں میکائیل ملک کے منی لانڈرنگ میں ملوث ہونے کی بات کی تھی۔

"مس نینا! آپ میکائیل ملک جیسے لوگوں کے بارے میں ہماری عوام کو کیا پیغام دینا چاہیں گی؟"
اس کا انٹرویو لینے والی ہوسٹ (میزبان) مہر اکرم نے سوال کیا۔

(ٹی وی کی اسکرینز پر نگاہیں جمائے کئی لوگ بشمول احسن صاحب۔۔ حلیمہ صاحبہ۔۔اریحہ اور علی اس کا انٹرویو کافی خوش دلی اور پرجوشی کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔مہر اکرم نے جب یہ سوال پوچھا تو ان کا تجسس بڑھا۔)

"سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہوں گی کہ۔۔"اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔

"عوام کا یہ حق ہے کہ وہ ووٹ دیں۔حق کے ساتھ یہ ان کا فرض بھی ہے۔اور یاد رکھیں کہ ووٹ ایک **"امانت"** ہے۔"وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

(ان دو سالوں میں نینا احسن کی مقبولیت کافی بڑھی تھی۔وہ اب پاکستان کے ٹاپ تھری نامور اور قابل صحافیوں میں سے ایک تھی۔اور ان میں سے سب سے زیادہ کم عمر بھی وہی تھی۔

باقی دو صحافی اس سے عمر میں کافی بڑے تھے اور انہیں اس رینک تک پہنچنے میں کافی عرصہ لگا تھا۔ لیکن نینا احسن بہت ہی کم عرصے میں اپنی قابلیت کی بدولت اس رینک تک پہنچ گئی تھی۔ٹاپ تھری نامور اور قابل صحافیوں میں وہ ہی ایک عورت تھی۔۔باقی دونوں مرد حضرات تھے۔)

"ووٹ چونکہ ایک امانت بھی ہے تو اس لیے اسے کسی ایسے شخص کو دینا جو صرف اور صرف اپنا **"مفاد"** دیکھے۔۔وہ سراسر غلط ہو گا۔"اس نے"مفاد"کے اوپر خاصا زور دیا۔مہر اکرم ساتھ ساتھ تائیدی انداز میں سنجیدگی سے سر ہلا رہی تھی۔

(نینا احسن کا یہ انٹرویو دیکھتے ہوئے احسن صاحب کی آنکھیں نم سی ہو گئی تھیں۔انہیں اس وقت نینا پر بے حد فخر محسوس ہو رہا تھا۔ایسی ہی کچھ حالت حلیمہ صاحبہ کی بھی تھی۔اپنی بیٹی کو اتنا کامیاب دیکھ کر آخر کون سے ماں باپ خوش نہیں ہوتے؟احسن صاحب اور حلیمہ صاحبہ دل ہی دل میں بار بار اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے کہ اللہ نے ان کی بیٹی کو اتنا کامیاب کیا۔)

"یہ بات کسی سے چھپی نہیں کہ میکائیل ملک کچھ سال پہلے **"CM(Chief Minister)"** (چیف منسٹر) کی سیٹ سنبھال چکا ہے۔" قدرے توقف سے وہ بولی۔

"اور اگر میکائیل اس سال جیل میں نہ ہوتا تو obviously اس نے اس سال بھی الیکشن میں کھڑا ہونا ہی تھا۔اور ہماری عوام نے اس جیسے شخص کو ووٹ بھی دینا تھا۔" وہ اپنے ہر لفظ پر زور دے رہی تھی۔

"وجہ یہ ہے کہ ہماری عوام ان جیسے مفاد پرست اور ظالم لوگوں کے جھوٹے وعدوں کو سچ سمجھ لیتی ہے۔" اس کے لہجے میں تاسف سا ابھرا۔

"آپ کے حساب سے ہماری عوام کیوں اس طرح کے لوگوں کو ووٹ دیتی ہے؟ کیوں وہ ان کے جھوٹ کو سچ سمجھ لیتی ہے؟" مہر اکرم نے اگلا سوال پوچھا۔نینا نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔

"پہلے میں یہ بات کلئیر کر دوں کہ اب ان جیسے لوگوں کو ووٹ کافی کم پڑتے ہیں۔اور جو لوگ انہیں ووٹ دیتے ہیں اس کی دو وجوہات ہیں۔" اس نے ذرا سا وقفہ لیا۔

(ٹی وی کی اسکرینز پر نگاہیں جمائے لوگ۔۔اور موبائل کی اسکرینز پر چہرہ جھکائے لوگ۔۔اسے سننے کے منتظر تھے۔)

پہلی وجہ ہے **"شعور"** کی کمی۔دوسری وجہ تو وہی ہے جو آپ سب جانتے ہیں۔"اس نے ذرا سے کندھے اچکادیے۔

"ووٹ اکثر خرید بھی لیے جاتے ہیں۔اکثر دھاندلی بھی ہو جاتی ہے۔میکائیل **ملک** جب **چیف منسٹر** بنا تھا تو بہت زیادہ دھاندلی کے الزامات لگے تھے۔یاد ہے نا آپ کو؟"اس نے ابرو اچکاتے ہوئے کہا۔

"جی جی مجھے یاد ہے۔اچھا ہماری عوام کو پھر کس طرح کے حکمران کو ووٹ دینا چاہیئے؟ہماری عوام کیسے معلوم کر سکے کہ جسے وہ ووٹ دے رہے ہیں وہ شخص صحیح ہے یا غلط؟"اس نے ایک کے بعد ایک سوال پوچھا۔

"اس کا ایک طریقہ ہے۔اور وہ یہ کہ ہم **"ویژن"** دیکھیں۔وہ شخص جو آپ کو ایک نیا ویژن دے۔ویسے وہ ویژن ہمیں پہلے ہی مل جانا چاہیئے تھا،اگر وہ ویژن پہلے ہی دے دیا جاتا تو یہ ہمارے لیے نیا نہ ہوتا۔"اس کا انداز بے حد سنجیدہ۔۔گہرہ۔۔اور معنی خیز تھا۔

"کیا پہلے کبھی وہ ویژن ہمیں کسی شخص نے دیا ہے؟"مہر اکرم نے سوالیہ نگاہوں میں ابرو سکیڑتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ویژن ہمیں سب سے پہلے قائد اعظم نے دیا تھا۔انہوں نے ہمیں وہ ویژن دیا جس کی ہمیں آج بحیثیت قوم بے حد ضرورت ہے۔جو ویژن انہوں نے ہمیں دیا۔۔ان کے بعد وہ ویژن ہمیں کوئی اور دے ہی نہیں سکا۔"آخر میں اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔

"آپ اس شخص کو اپنا حکمران تسلیم کریں اور صرف اسے ووٹ دیں جو **"خود مختار"** ہو۔جو شریعت اور پاکستان کے آئین کے تمام قوانین کی پاسداری کرے۔جو اپنے مفاد کی بجائے اپنے ملک اور قوم کا مفاد دیکھے۔"اس کے الفاظ میں اس قدر تاثیر تھی کہ وہ سننے والوں کے دلوں پر ایک گہرہ اثر ڈال رہے تھے۔

"اگر ایک خود مختار اور قابل شخص ہمارے ملک کا حکمران بنے تو میکائیل ملک جیسے لوگ آسانی سے اپنے حساب کو پہنچ جائیں۔مسئلہ سارا تب ہوتا ہے جب ہم میکائیل جیسے لوگوں کو ووٹ دیتے ہیں اور انہیں اپنا قائد مانتے ہیں۔"اس کے الفاظ میں سچائی تھی۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں مس نینا!۔شو کو ختم کرنے سے پہلے آپ ویسے ہمارے ملک۔۔ہماری قوم کے بارے میں کیا کہنا چاہیں گی؟یا آپ انہیں کوئی اور پیغام بھی دینا چاہیں گی؟"وہ کہہ رہی تھی تو اس کے انداز میں نینا کے لیے ستائش اور عزت خوب جھلک رہی تھی۔

"ضرور۔"اس نے زیر لب معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔

"دیکھیں۔۔آپ سب پاکستانی۔۔جو چاہیں وہ بن سکتے ہیں۔ بڑا سوچیں، بڑا خواب دیکھیں۔ کیونکہ بڑے خواب دیکھنے والے ہی فتح کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔" کسی نے کہا ہے کہ الفاظ دنیا بنا سکتے ہیں۔۔اسی طرح یہ ایک معاشرے کو بھی بدل سکتے ہیں۔۔نینا احسن کے الفاظ بھی اس وقت لوگوں کے دل و دماغ پر ایک گہرا اثر چھوڑ رہے تھے۔

"مولانا رومی کہتے ہیں کہ

"جب اللہ نے تمہیں پر دیے تو تم کیوں چیونٹیوں کی طرح رینگ رہے ہو؟" اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"اللہ نے آپ کو اشرف المخلوقات بنایا۔اور فرشتوں کو کہا کہ انسان کے سامنے جھکو۔اللہ نے آپ کو وہ **potential** اور **talent** دیا ہے کہ آپ جو چاہو وہ بن سکتے ہو۔" اس کی آواز میں پرجوشی خوب جھلک رہی تھی۔

"آپ سب اپنی سوچ کا دائرہ وسیع کریں۔ایسے مت بنیں کہ فلاں نے ہمارے لیے سڑکیں بنائیں۔۔فلاں نے ہماری گلی کوچے کا چکر لگایا۔۔فلاں میرے کسی عزیز کی فوتگی میں آیا اس لیے ہم اسے ووٹ دے رہے ہیں۔ یا میرے والدین یا بڑے ہمیشہ سے فلاں کو ووٹ دیتے ہیں تو ہم بھی انہیں ہی ووٹ دیں گے۔ کیوں بھئی؟ آپ کی اپنی سوچ نہیں ہے؟ اللہ نے آپ کو خود مختار پیدا نہیں کیا کیا؟" اس کا لہجہ قدرے تیز ہوا۔

"پاکستان ایک عظیم خواب کا نام ہے۔ وہ خواب کس نے دیکھا؟ علامہ اقبال نے، اور آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ علامہ اقبال کی سوچ کس قدر وسیع تھی۔ اور اس خواب کو کس نے پورا کیا؟ قائد اعظم نے جو خود بھی ایک بہت عظیم انسان تھے۔" اس نے ستائش سے بھرے انداز میں کہا۔

"یہی وقت ہے! اپنی **"سوچ"** بدلنے کا۔ یہی وقت ہے اپنی **"تقدیر"** بدلنے کا۔ یہی وقت ہے **"اصل پاکستانی"** بننے کا۔" وہ ہر لفظ پر بے حد زور دے رہی تھی۔

"یاد رکھیں! ہمارے پاس دو راستے ہیں۔ جیسے ہم نماز پڑھتے ہوئے مانتے ہیں کہ اللہ ہمیں ان کے راستے پر چلا جن کو آپ نے نعمتیں بخشیں۔ اور نعمتیں اللہ کن کو بخشتا ہے؟ جو اللہ کی مخلوق سے پیار کرتے ہیں۔ جو یہ مانگنے والے۔۔ مزدور۔۔ محنت کش طبقہ۔۔ وہ ماں باپ جو اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے دن رات محنت کرتے ہیں۔۔ جن کو معاشرہ پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔۔ ہم نے ان کے ساتھ کھڑا ہونا ہے۔" اس کے الفاظ لوگوں کے دل و دماغ پر گہرے نقوش چھوڑ رہے تھے۔

"اگر ہم نے ان مگرمچھوں کا سامنا نہ کیا جو ہمارا اور ہمارے ملک کا خون چوستے ہیں۔۔ جو ہمارے ملک کا پیسہ باہر بھیجتے ہیں۔ تو جان لو کہ ہم پیچھے رہ جائیں گے۔" اس نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

"میں ہمیشہ اپنے ملک کے ساتھ کھڑی ہوں۔ یہ وہ وقت ہے کہ ہم ان پرانے لوگوں کے، جنھوں نے ظلم کیا۔۔ جنھوں نے غریب اور عام انسان کی پرواہ نہیں کی۔۔ جن کی وجہ سے آج پولیس چوروں کو پکڑنے کی بجائے چوروں کے ساتھ جا ملتی ہے۔۔ جن کی وجہ سے آج لوگ پولیس کا نام

سن کر تحفظ محسوس کرنے کی بجائے ڈر جاتے ہیں،ان کے خلاف کھڑے ہوں۔"وہ شاندار پر اعتمادی کے ساتھ بولے جارہی تھی۔

"آپ خود سوچیں۔کیسے اللہ کی برکت اس ملک پر آسکتی ہے جہاں ظلم ہوتا ہو؟ جہاں انصاف نہ ملتا ہو۔"اس نے ذرا سے ابرو اچکا کر کہا۔

"ہم اپنے ملک کا نظام تب تک نہیں چلا سکتے جب تک ہم **"ظالم"** کے خلاف نہ کھڑیں ہوں،اور جب تک ہم **"مظلوم"** کے ساتھ نہ کھڑے ہوں۔ہمیں ان بچوں کے ساتھ کھڑا ہونا ہو گا جن کو محنت مزدوری پر لگا دیا گیا وہ بھی اس عمر میں جب انہیں اسکولوں میں پڑھ رہا ہونا چاہیئے تھا۔صرف تب ہی اللہ کی برکت ہمارے ملک پر آئے گی۔" صحیح الفاظ جب صحیح وقت پر کہے جائیں تو یقیناً یہ تاریخ رقم کر سکتے ہیں۔

"نماز میں ہم کیا کہتے ہیں؟ قدرے توقف سے وہ بولی۔

"کہ اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں اس منزل تک پہنچا۔ایسا کیوں ہے؟ کیونکہ اللہ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اس راستے پر چل پڑیں۔ہم کوشش کریں گے تو اللہ ہمیں کامیابی دے گا۔"اس کی آواز تھوڑی سی بلند ہوئی۔

"اگر ہم اس خراب نظام کو ٹھیک کرنے کی کوشش کریں گے۔۔صرف تب ہی اللہ ہمیں کامیابی دے گا۔"اور پھر اس نے اپنی بات کا اختتام کیا۔

(اس کا انٹرویو دیکھتے ہوئے حلیمہ صاحبہ کی آنکھیں خوشی۔۔ستائش۔۔اور فخر سے برس رہی تھیں۔احسن صاحب کی آنکھیں بھی فخر اور خوشی سے مزید نم ہو چکی تھیں۔

وہ تمام افراد جنہوں نے نینا احسن کا یہ انٹرویو دیکھا۔۔ان سب نے اس کی خوب تعریف کی۔ہر شخص نے اس کی تمام باتوں سے اتفاق کیا۔۔کچھ نے اس پر اختلاف بھی کیا۔مگر اکثر نے اس کی سب باتوں سے اتفاق ہی کیا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سورج کی کرنیں اس چھوٹے سے روشن دان سے گزرتی ہوئی ہر سو پھیل رہی تھیں۔وہ سلاخوں کے پیچھے بیٹھا طیش سے سرخ پڑتی آنکھوں کے ساتھ اوپر چھت کو گھور رہا تھا۔اس وقت وہ قیدیوں والے بوسیدہ سے لباس میں ملبوس تھا۔اس کے چہرے پر صرف اور صرف غصہ تھا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔میں نے سب کچھ بالکل ٹھیک کیا۔میرے سے پہلے سیاست دان اور اب کے سیاست دان بھی یہی سب کر رہے ہیں جو میں نے کیا۔میرے باپ نے بھی یہی سب کیا اور وہ سیاست میں بہت کامیاب رہا۔مجھے اپنے کسی بھی عمل پر کوئی پچھتاوا نہیں۔" میکائیل ملک نے اپنی بڑھی ہوئی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے قدرے بلند آواز میں غصے سے خود کلامی کی۔

("اے لوگو! ان (چیزوں) میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال (اور) پاکیزہ ہیں اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔بے شک وہ تو تمہیں صرف برائی اور بے

حیائی کا ہی حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرو جو تم نہیں جانتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اگرچہ ان کے باپ دادا (دین کی) کچھ نہ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔" (قرآن۔ سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر 168-170)

اس نے ایک گہری سرد سانس اندر کو کھینچی۔

"میں باہر آؤں گا۔ اور سب دیکھیں گے کہ میں مزید طاقتور بن کر لوٹوں گا۔ اور نینا!۔" اس نے نینا کا نام لیا تو اس کی آنکھوں کی سرخی مزید بڑھ سی گئی۔

"تمہیں تو میں نہیں چھوڑوں گا نینا احسن۔" اس نے لب کچلتے ہوئے زہر خندہ لہجے میں کہا۔ اور جیل کی خالی خالی سی بوسیدہ دیواروں کو شعلہ باز نگاہوں سے گھورنے لگا۔

"تم سب دیکھ لینا! میکائیل ملک یہاں سے نکل جائے گا۔ کوئی بھی مجھے یہاں نہیں روک سکتا۔ سمجھ آئی!!۔" وہ حواس باختہ سا ہو کر زور سے چلایا۔ پھر غصے اور بے چینی سے سلاخوں کے پیچھے ٹہلنے لگا۔

("اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہی (جہنم) ان کے لیے کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔" (قرآن، سورۃ التوبہ، آیت نمبر: 68)

وہ دوبارہ سے زمین پر دیوار کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔اس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر لہرایا جب اس نے ماریہ کو سیڑھیوں سے نیچے گرا دیا تھا۔

"میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا تھا مگر تم نے مجھے مجبور کر دیا ماریہ۔ لیکن یہ کبھی ثابت نہیں ہو گا کہ تمہارا قتل میں نے کیا۔سچ کبھی سامنے نہیں آئے گا۔"وہ زیر لب کہہ رہا تھا تو اس کی نگاہیں یک دم سلاخوں کے پار اس وجود پر ٹک گئیں۔ وہ چند لمحے کے لیے بالکل ششدر سا رہ گیا۔

سلاخوں کے پار وہ سفید رنگ کے خوبصورت اور چمکتے ہوئے لباس میں ملبوس تھی۔۔ چہرے پر ایک بے حد فاتحانہ مسکان پھیلی تھی۔وہ اس کا چہرہ اچھے سے پہچانتا تھا۔یہ چہرہ وہ کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔وہ ماریہ ہی تھی۔

وہ زمین پر سے اٹھا۔۔اور جیسے ہی سلاخوں کے پاس بھاگا تو وہ وجود یک دم غائب ہو گیا۔وہ ہڑبڑا کر رہ گیا۔اسے اپنے سر میں بھی شدید درد ہونے لگی۔دونوں ہاتھوں سے اپنے بال نوچتے ہوئے وہ زمین پر ڈھے گیا۔

"مجھے کیا ہو رہا ہے ؟ میں پاگل تو نہیں ہو رہا؟ نہیں میں پاگل نہیں ہوں۔میں پاگل نہیں ہوں۔" وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر زور زور سے چلانے لگا۔اس کی آواز میں عجیب سا خوف تھا۔

"(منافقو! تم بھی)ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے تھے وہ قوت میں تم سے زیادہ طاقتور تھے اور مال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے تو وہ اپنے (دنیوی) حصہ سے مزہ اڑا چکے پھر تم بھی اپنے

(دنیوی) حصہ سے مزہ اڑاؤ جس طرح انہوں نے اپنے (دنیوی) حصہ سے مزہ اڑایا جو تم سے پہلے تھے اور تم بھی فضول بحثوں میں پڑے جس طرح وہ فضول بحثوں میں پڑے یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہوگئے اور یہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔"(قرآن، سورۃ التوبہ، آیت نمبر:69)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استنبول میں یہ ایک بے حد خوبصورت صبح کا منظر تھا۔ شہر برف کی نرم تہہ کے اندر دھنس چکا تھا جس نے زمین کی تزئین کو موسم سرما کے عجوبے میں تبدیل کر دیا۔

برفباری رات سے ہو رہی تھی۔ ایک پر سکون اور جادوئی سا ماحول ہر سو قائم تھا۔ ہوا کرکری اور حوصلہ افزا تھی۔۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے سمندر کی مدھم خوشبو کو لے کر جا رہے تھے۔ جب سورج طلوع ہوا تو اس کی روشنی برف سے ڈھکے درختوں سے گزری جس نے شہر پر ہلکی سی چمک بکھیر دی۔

باسفورس اپنی ساکن، برفیلی سطح کے ساتھ نرم روشنی کی عکاسی کر رہا تھا۔ جب کہ برف استنبول کے قدیم فن تعمیر اور خوبصورت محلوں کی دلکشی کو مزید بڑھا رہی تھی۔

ایسے میں اگر اس قبرستان میں نگاہ دہراؤ تو ہر طرف سناٹا ہی سناٹا تھا۔ وہ قبر جس کے کتبے پر **"میرائے یامان"** لکھا تھا۔۔ اس کے سامنے دو افراد کھڑے تھے۔ یہ دوپہر کا وقت تھا۔ وہ کچھ ہی دیر پہلے یہاں آئے تھے۔

براق آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھ رہا تھا۔ اس کے برعکس جیمرے خاتون اس کی قبر کے ساتھ بیٹھیں مسلسل آنسو بہا رہی تھیں۔ براق انہیں ہفتے میں ایک دو بار ان کے اصرار پر یہاں لے آیا کرتا اور وہ ہر بار اسی طرح آنسو بہاتیں۔

میرائے یامان کی قبر پر اس وقت سرخ گلاب کے پھولوں کے دو بکے پڑے تھے۔ ایک بکے براق نے رکھا تھا اور دوسرا جیمرے خاتون نے۔ نینا بھی ان کے ساتھ آنا چاہتی تھی لیکن گھر پر نائے اور اسلان کو اکیلا چھوڑنا ٹھیک نہیں تھا۔ اور وہ انہیں یہاں ساتھ لا بھی نہیں سکتی تھی۔

تقریباً چالیس منٹ بعد براق نے جیمرے خاتون کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ انہوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ پھر سمجھنے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

وہ اب انہیں اپنے ساتھ لیے قبرستان سے جانے لگا۔ برفباری ابھی بھی جاری تھی۔ وہ اس وقت ایک لمبے سے سرمئی رنگ کے کوٹ اور سیاہ رنگ کی جینز میں ملبوس تھا۔

جیمرے خاتون کو گھر چھوڑنے کے بعد اس نے اپنی گاڑی سڑک پر رواں دواں کر دی۔ نیلی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔ اس نے راستے میں ہی ایک اور سرخ گلاب کے پھولوں کا بکے خرید ااور اسے ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی فرنٹ سیٹ پر رکھ دیا۔

کچھ ہی دیر بعد سڑک کے ایک طرف اسے وہی قبرستان دکھائی دیا جہاں میرائے یامان دفن تھی۔ اس نے کار کی رفتار تھوڑی کم کر دی۔ سڑک کے بائیں طرف کئی قبرستان تھے۔ پہلے والے میں میرائے یامان دفن تھی۔ اس نے چند ہی منٹ بعد کار ایک قبرستان کے سامنے روک دی۔ یہ قبرستان اس قبرستان سے جہاں میرائے یامان دفن تھی، اس سے کچھ ہی فاصلے پر تھا۔

اسے یہاں پہنچتے ہوئے شام ہو گئی تھی۔ برفباری ہنوز جاری تھی۔

ایک گہری سانس اندر کو کھینچ کر وہ قبرستان کے اندر بڑھا۔ خنک اور خاموش شام میں یہ قبرستان مردہ سکوت میں غرق تھا۔ دور کسی دھنسی ہوئی قبر میں کسی الو کی کرخت کی آواز سنائی دیتی۔ ہوا سرسراتی ہوئی جھاڑیوں سے گزرتی۔

وہ ایک قبر کے سامنے آکر کھڑا ہوا جس کے کتبے پر تحریر تھا **"مرات کارابے"**۔ باقی قبروں اور کتبوں کی طرح اس کی قبر اور کتبے پر بھی برف گری تھی۔

براق نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فاتحہ پڑھنا شروع کی۔ وہ پہلے **"مقتول"** کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آیا تھا اور اب وہ اس کے **"قاتل"** کی قبر پر فاتحہ پڑھ رہا تھا۔ وہ پہلے ایک **"معشوق"** کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر

آیا تھااور اب وہ اس کے **"عاشق"** کی قبر پر فاتحہ پڑھ رہا تھا۔اس عاشق کا معشوق اس کا عاشق نہیں تھا۔۔کیونکہ اس کا معشوق اس سے عشق کرتا جو اصل میں صرف اور صرف عشق کے قابل ہے۔

ہاں ! میر ائے یامان کو **"اللہ"** سے عشق تھا۔

فاتحہ پڑھنے کے بعد اس نے چند لمحے اس کی قبر کو نم آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔پھر اس پر ہاتھ میں پکڑا سرخ گلاب کے پھولوں کا ایک بکے رکھ دیا۔

"اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔آمین۔" ساتھ ہی اس نے زیر لب دعا کی۔۔اور پلٹ کر وہاں سے خاموشی سے جانے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دریائے آتش میں ہم، بس یونہی جل جائیں گے

گر تو سہارا بنے، یارب سنبھل جائیں گے

وہ کھڑکی سے باہر آسمان سے گرتی برف باری کو خالی خالی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں کے ارد گرد حلقے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید بڑھ رہے تھے۔۔چہرہ بھی مزید بجھا بجھا سا لگ رہا تھا۔

وہ ایک لمبی سی شرٹ اور ٹائٹس میں ملبوس تھی۔ سنہرے بال ڈھیلے سے جوڑے میں بندھے تھے۔

وہ کھڑکی پر پردے گرا کر بیڈ پر آکر بیٹھی اور پھر اس پر سیدھا لیٹ گئی۔ چند لمحے کے لیے اس نے آنکھیں موند لیں۔

(وہ اس وقت اپنی والدہ کو دوائیاں کھلا کر اپنے کمرے میں آئی تھی۔ اسلام آباد بارش سے بھیگ رہا تھا۔ اس کے کمرے کی کھڑکی پر بارش کی ٹپ ٹپ کرتی بوندیں گر رہی تھیں۔

وہ کھڑکی تک گئی۔۔ اور آسمان سے برسنے والی باران رحمت کو خاموش نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

وہ اس وقت شلوار قمیص میں ملبوس تھی جس کے اوپر اس نے شال لے رکھی تھی۔۔ چہرے پر حد درجہ کی ویرانی پھیلی تھی۔)

تو ہی تو وہ روشنی ہے کہ جس سے میں غافل ہوا

جانے انجانے گناہوں سے کچھ بھی نہ حاصل ہوا

نازلی ایک گہری سانس اندر کو کھینچ کر بیڈ سے اٹھی۔ اس کے چہرے پر گہری سوچ کی لکیریں نمایاں تھیں۔

وہ تیز قدموں کے ساتھ اپنے کمرے سے باہر نکلی۔اس وقت یوسف بے اور گوکچے حانم کسی دور کے رشتہ دار کی شادی پر گئے ہوئے تھے۔وہ نازلی کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے لیکن وہ نہ مانی۔انہوں نے اصرار بھی نہ کیا۔اس وقت گھر میں کچھ ہی ملازم موجود تھے۔

وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے والے پورشن میں آئی تو ایک ملازمہ اس کی طرف لپکی۔

"آپ کو کچھ چاہیئے تھا تو مجھے بلا لیتیں؟"اس نے کافی مؤدب سے انداز میں کہا تو جواباً اس نے بس نفی میں سر ہلا دیا۔۔اور اسٹڈی روم میں چلی گئی۔

(برستی ہوئی بارش کو دیکھتے ہوئے عریشہ کے ذہن کے پردوں پر کچھ ابھرا۔اس نے چند لمحے کچھ سوچا۔۔اور تیز قدموں کے ساتھ اپنے کمرے سے باہر نکلی۔

اس نے اپنی بیمار والدہ کے کمرے میں جھانکا۔۔وہ اس وقت سو رہی تھیں۔اس لیے وہ کمرے کا دروازہ دھیرے سے کھول کر بغیر آواز کیے کمرے میں چھوٹے چھوٹے قدم چلتی ہوئی ایک الماری تک بڑھی۔)

روز حشر کا اندازہ نہیں

بخشش کا سامان لایا نہیں

وہ اسٹڈی روم میں گئی تو اس نے سب سے پہلے ساری بتیاں جلائیں۔ ہر طرف سفید سی روشنی پھیل گئی۔ یہ اسٹڈی روم کم، لائبریری زیادہ لگتی۔ وہ کتابوں کے ریکس میں متلاشی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

کافی دیر تک وہ کتابوں کے ریکس میں کتابیں ادھر اھر کرتے ہوئے اس کتاب کو ڈھونڈتی رہی جس کی اسے تلاش تھی لیکن اسے وہ کتاب نہ ملی۔

وہ مایوسی اور بے دلی سے میز کے ساتھ رکھی کرسی پر ڈھے سی گئی۔ اس کی آنکھ سے ایک آنسو لڑھکتا ہوا اس کے گال کو چھو گیا۔

"کیا میں اس قابل بھی نہیں کہ مجھے وہ کتاب مل سکے؟" وہ یک دم بری طرح رونے لگی۔

(عریشہ نے الماری کے دونوں پٹ کھولے۔ اسے امید تھی کہ وہ جس کتاب کو یہاں ڈھونڈ رہی ہے وہ اسے مل جائے گی۔

اس نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔۔ اور الماری کے سب سے اوپر والے خانے میں اس کتاب کی تلاش شروع کر دی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کتاب الماری کے سب سے اوپر والے خانے میں ہی ہو سکتی ہے۔)

ہے میری التجا، کر دے قربت عطا

کر دے رحم و کرم، مسکین ہے تیرے در پہ کھڑا

وہ اسٹڈی روم سے باہر نکل کر لونگ روم میں گئی۔ وہاں ایک بڑی سی خوبصورت اور مہنگی شیلف پڑی تھی۔ وہ اس شیلف کی طرف بڑھی۔ اس میں دور دراز کے ممالک سے منگوائے گئے قیمتی تحائف سجے تھے۔۔ تھوڑی بہت کتابیں اور میگزینز بھی پڑے تھے لیکن وہ کتاب نہیں موجود تھی جس کی اسے تلاش تھی۔

اسے یک دم یاد آیا۔۔ اس نے کبھی گوکچے خانم اور یوسف بے کو قرآن مجید پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔ مطلب ان کے گھر میں قرآن مجید موجود ہی نہیں تھا؟ اسے حیرت کا ایک دھچکا لگا۔

یہ لوگ کس قسم کے مسلمان تھے؟ ان کے گھر میں وہ مقدس کتاب ہی موجود نہیں جو ان کی پہچان ہے۔

وہ خالی خالی نگاہوں سے اس بڑے اور وسیع لونگ روم کو دیکھنے لگی جہاں دنیا کی ہر شے موجود تھی۔۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی شے اس وقت اس کے کام نہیں آسکتی تھی۔۔ اور صرف اس وقت ہی نہیں۔۔ بلکہ آخرت میں بھی ان میں سے کوئی شے اس کے کام نہیں آسکتی تھی۔

وہ ان سب کھوکلی چیزوں کو یوں دیکھنے لگی جیسے اسے ان سب چیزوں سے گھن آرہی ہو۔

اس نے ضبط سے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔۔اور پھر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔اسے آج اس بات کا شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ وہ اور اس کی فیملی صرف اور صرف نام کے مسلمان ہیں۔

(اسے الماری کے سب سے اوپر والے خانے میں رحل میں موجود قرآن مجید مل گیا۔وہ اس وقت وضو میں نہیں تھی۔۔اسے یک دم یاد آیا۔

وہ دھیرے سے کمرے سے باہر نکلی۔۔اور وضو کر کے دوبارہ اس کمرے میں آئی۔وہ قرآن مجید احتیاط سے اور مؤدب انداز میں دونوں ہاتھوں میں اٹھائے اپنے کمرے میں آئی۔

اس کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔

وہ اپنے کمرے میں موجود صوفے پر بیٹھی۔رحل میں موجود قرآن مجید کو اس نے چند لمحے دیکھا۔اس پر دھول مٹی کی ایک لہر تھی۔۔اسے یاد تھا۔۔اس نے آخری بار قرآن پاک صرف تب پڑھا تھا جب اس کے والد صاحب کی وفات ہوئی تھی۔تب اس نے یٰس پڑھنے کے لیے قرآن کھولا تھا۔اور اس کے بعد اس نے قرآن مجید دوبارہ کبھی نہیں پڑھا۔

اس کی والدہ قرآن مجید کی تلاوت باقاعدی سے کیا کرتیں لیکن جب سے انہیں ٹی بی ہوا تھا تب سے وہ قرآن مجید پڑھ نہیں پائیں۔اور تب سے ہی یہ رحل میں موجود قرآن پاک الماری کے سب سے اوپر والے خانے میں رہا۔اسی لیے اس پر اتنی دھول مٹی جم گئی تھی۔

عریشہ نے اپنی شال سے ہی سر ڈھک لیا۔۔قرآن مجید کھولنے سے پہلے اس کے ذہن پر کئی سوال اُمڈ کر آئے۔

"کیا میں اس مقدس کتاب کو پڑھنے کے قابل بھی ہوں؟"

"کیا مجھ جیسا گناہ گار اس کتاب کو پڑھ سکتا ہے؟"یک دم اس کی آنکھوں میں سے کئی آنسو بہنے لگیں۔)

میرے ارادے جو ٹوٹے تو مجھ کو پتا یہ چلا

تیری حکومت میں ہو گا وہی بس جو تو نے کہا

نازلی کے ذہن کے پردوں پر کچھ ابھرا۔

"میں نے تو آج تک قرآن پڑھا ہی نہیں۔تو پھر۔۔اگر مجھے قرآن پاک مل بھی جاتا۔۔تو میں کیا کرتی؟ میں تو قرآن پڑھ ہی نہیں سکتی۔"وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

گو کہ حانم اور یوسف بے نے اسے کبھی دینی تعلیمات نہیں دلوائیں۔۔یہاں تک کہ اسے قرآن مجید کی تلاوت کرنا بھی نہیں سکھایا۔وہ جب بھی جیمرے خاتون کے گھر جایا کرتی تو وہ انہیں نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا کرتی۔اس نے ہمیشہ ان کے چہرے پر ایک سکون دیکھا تھا جب بھی وہ نماز اور قرآن پڑھا کرتیں۔وہ بھی آج اسی سکون کی تلاش میں تھی۔

نماز تو اس نے ساری زندگی پڑھی ہی نہیں تھی کیونکہ اسے نماز پڑھنا بھی کسی نے نہیں سکھایا تھا۔ وہ اپنے اصل سے بہت دور تھی۔

یا رحیم

کر دے تو مجھ کو قربت عطا

یا کریم

در گزر کر دے میری خطا

(وہ نم آنکھوں کے ساتھ رحل میں موجود قرآن پاک کو دیکھتی رہی۔ اس نے مزید کچھ سوچے بغیر کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ قرآن مجید کے صفحات کھولے۔ وہ آج اس کتاب کو اس لیے ڈھونڈ رہی تھی کیونکہ اسے اچھے سے یاد تھا کہ اس کی والدہ اسے ہمیشہ سے کہا کرتیں۔

"عریشہ بیٹا! قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔ یہ دل کو سکون دیتا ہے۔ یہ تکلیف دور کرتا ہے۔ یہ آپ کو کبھی بھٹکنے نہیں دیتا۔ اور اگر کوئی بھٹکا ہوا اس تک آئے، تو یہ اسے بھی ہدایت دیتا ہے۔"

وہ قرآن مجید کے صفحات کھول چکی تھی۔ سب سے پہلی سورت **"سورۃ الفاتحہ"** پہلے صفحے پر تحریر تھی۔ اس نے دیکھا کہ سورۃ الفاتحہ کی آیات کے ساتھ ساتھ ہی ان آیات کا اردو میں ترجمہ بھی لکھا تھا۔

وہ بھرائی ہوئی اور کپکپاتی آواز کے ساتھ تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے لگی۔اسے امید تھی۔۔اس کتاب سے اسے ہدایت ملے گی۔۔اسے امید تھی کہ اس کتاب کو پڑھ کر اسے کوئی راستہ ملے گا۔۔اسے راستہ ملے گا کہ وہ کیسے نینا احسن سے معافی مانگے اور وہ اسے معاف بھی کر دے تاکہ اللہ بھی اسے معاف کر دے۔۔وہ کافی پر امید تھی۔

اسے یہ بھی امید تھی کہ اس کتاب کو پڑھ کر اسے اپنے گناہوں کا بوجھ ہلکا کرنے کا کوئی ایک راستہ نہیں بلکہ بہت سے راستے ملیں گے۔وہ نا امید نہیں تھی۔)

یا رحیم

رحمت کا تیری طلب گار ہوں

یا کریم

بندہ میں تیرا گناہ گار ہوں

نازلی یک دم صوفے سے اٹھی۔اور تیز قدموں کے ساتھ اپنے کمرے میں گئی۔اس نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر سے اپنا موبائل اٹھایا۔اور پھر انٹرنیٹ پر کچھ سرچ کیا۔

چند ہی لمحے بعد موبائل کی اسکرین پر کئی Apps شو ہوئے۔ان سب apps میں سے کسی کو بھی ڈاؤن لوڈ کر لینے سے قرآن مجید کو آن لائن پڑھا جا سکتا تھا۔وہ قرآن پڑھ نہیں سکتی تھی۔۔

لیکن اسے سن تو سکتی تھی۔اس نے وہ ایپ ڈاؤن لوڈ کیا جس میں مکمل قرآن پاک تلاوت کے ساتھ سنا جا سکتا تھا۔

اس نے وہ ایپ کھولا۔۔چند لمحے اس ایپ کو دیکھا۔اس میں سب سے پہلے سورۃ الفاتحہ کی تلاوت موجود تھی۔اس کے ساتھ لکھا تھا"**The Opening**"**(دیباچہ یعنی شروعات)**۔یہ سورۃ الفاتحہ کا معنی تھا۔۔اسے سمجھ آئی۔

اس نے ایپ میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت چلائی۔اس کمرے میں ہر سو خوبصورت مردانہ آواز میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت شروع ہو گئی۔اس کی آنکھوں میں سے ہنوز آنسو بہہ رہے تھے۔قرآن پاک کی یہ تلاوت انگریزی ترجمے کے ساتھ تھی۔وہ اس کتاب تک سکون حاصل کرنے کے لیے آئی تھی۔۔اسے اس وقت صرف اور صرف سکون کی تلاش تھی۔اور جیسے جیسے وہ قرآن پاک کی تلاوت سن رہی تھی۔۔اس کی آنکھیں مزید برس رہی تھیں۔۔دل دھیرے دھیرے ہلکا ہو رہا تھا۔اسے امید تھی۔۔یہ مقدس اور عظیم کتاب اسے راستہ دکھائے گی کہ وہ کس طرح اپنے گناہوں کا بوجھ ہلکا کرے۔۔وہ کس طرح خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔

اس کے دل میں ایک بات بار بار کھٹکتی۔۔اگر براق نے اسے معاف نہ کیا تو خدا بھی اسے معاف نہیں کرے گا۔۔اور صرف یہی نہیں اس نے تو جیمرے خاتون کا بھی دل دکھایا تھا۔۔میرائے

آخر تھی تو جیمرے خاتون کی ہی بیٹی۔۔اس کا مطلب اسے جیمرے خاتون سے بھی معافی مانگنی تھی۔

اسے یقین تھا کہ یہ کتاب اسے راہ دکھائے گی کہ وہ آخر کس طرح جیمرے خاتون اور براق سے معافی مانگیں۔۔کہ ان کے معاف کرنے کے بعد خدا بھی اسے معاف کر دے۔وہ ناامید نہیں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ جب گھر لوٹا تو شام کے گہرے سائے ڈھل رہے تھے۔آسمان پر اب گہرے نیلے رنگ پر رات کے سیاہ رنگ چھا رہے تھے۔برفباری اب کچھ مدھم پڑ گئی تھی لیکن جاری ابھی بھی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں آیا تو بیڈ پر اسے وہ دو ننھے ننھے سے وجود دکھائی دیے جو اس وقت گہری نیند کے مزے لوٹ رہے تھے۔کمرے میں بیڈ کی سائیڈ ٹیبلز پر رکھے لیمپ روشن تھے۔باقی اور کوئی بتی نہیں جل رہی تھی۔اس نے نرمی سے پہلے نائمے کے ماتھے کو چوما پھر اسلان کے ماتھے کو۔

بالکونی بند تھی لیکن پھر بھی اس کے جالی دار دروازے کے پار اسے سفید رنگ کی کرسی پر بیٹھی نینا احسن دکھائی دی۔وہ لیپ ٹاپ گود میں رکھے بالکل محو سی ہو کر اس پر مسلسل کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔وہ ایک لمبے ریشمی فراک کے اوپر مخملی شال لیے ہوئے تھی۔سیاہ بال ایک کیچر میں بندھے تھے۔

وہ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے بالکونی تک گیا۔اس نے بالکونی کا دروازہ کھولا۔۔وہ اپنے کام میں اس قدر محو تھی کہ اسے اس کی آمد کا بھی اندازنہ ہو سکا۔

براق نے زیر لب ہلکا سا مسکرا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے یک دم چونک کر اسے دیکھا۔۔پھر مسکرائی اور اسے سلام کیا۔ براق اسے سلام کا جواب دیتا ہوا ساتھ رکھی سفید کرسی کھینچ کر بیٹھا۔

بالکونی سے باہر آسمان پر اب اندھیرا سا چھایا تھا۔۔ہلکی ہلکی برفباری ابھی بھی ہو رہی تھی۔

"کیا کر رہی ہو؟"اس نے ذرا سے ابرو اچکا کر پوچھا۔۔لہجہ ہمیشہ کی طرح مسرت سے بھرا اور دوستانہ تھا۔نینا نے ایک گہری سانس اندر کو کھینچی۔لیپ ٹاپ کی اسکرین بند کی اور ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے ٹکاتے ہوئے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

"میں ایک کتاب لکھ رہی ہوں۔" پھر ذرا سے شانے اچکا کر اس نے کہا۔ براق یک دم بہت حیران اور ششدر سا رہ گیا۔

"کیا؟واقعی؟"اس نے پوچھا تو نینا مزید مسکرائی۔

"ایوت! میں ایک کتاب لکھ رہی ہوں۔" براق ستائشی انداز میں مسکرایا۔

"اے ماشاللہ ماشاللہ! اللہ میری سلطانہ کو ہر بار کی طرح اس میں بھی بہت کامیابی عطا کرے۔"وہ بے حد پر جوشی اور خوش دلی کے ساتھ بولا۔

"آمین۔تشکر۔"اس نے سر کو خم دے کر کہا۔نینا نے ساتھ رکھی ایک چھوٹی سی میز پر کافی کا ایک کپ رکھا ہوا تھا۔اس میں کافی آدھے سے بھی کم پڑی تھی۔اس نے براق سے پوچھا کہ اس نے کافی پینی ہے تو اس نے منع کر دیا۔۔وہ رات کو کھانے کے بعد ہی کافی پینے کا عادی تھا۔

"ویسے نام کیا ہے تمہاری کتاب کا؟"چند لمحے بعد براق نے تجسس سے بھرے انداز میں پوچھا۔

"اس کتاب کا نام۔۔میں نے ابھی تک reveal نہیں کیا۔۔لیکن آپ کو بتا دیتی ہوں۔"اس نے کافی کا ایک گھونٹ لیا۔

"اس کتاب کا نام ہے **"دیباچہ"**۔"پھر بے حد گہرے انداز میں کہا۔براق کے چہرے پر ناسمجھی کی کئی لہریں ابھریں۔۔اس کے ابرو بھی سکڑ گئے۔

"دیباچہ؟یہ کیسا نام ہے؟اور اس کا مطلب کیا ہے؟"اس نے قدرے تیز لہجے میں پوچھا۔نینا نے کافی کے ایک دو گھونٹ لیے۔

"دیباچہ کا مطلب ہے **"شروعات"**۔قرآن پاک کی پہلی سورت **"سورۃ الفاتحہ"** کو دیباچہ کہا جاتا ہے۔"اس نے ٹھہر ٹھہر کر جواب دیا۔

"انٹرسٹنگ۔تو اس کتاب کا نام تم نے دیباچہ ہی کیوں رکھا؟"براق نے ایک اور سوال پوچھا۔اس کے چہرے پر نینا کے لیے ستائشی مسکان ہنوز قائم تھی۔

"یہ تو آپ کو کتاب پڑھ کر ہی معلوم ہو گا۔"اس نے ابرو اچکاتے ہوئے کہا۔

"تمام! تمہیں لگتا ہے میں یہ کتاب پڑھوں گا؟" براق نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ یہ کتاب ضرور پڑھیں گے۔" اس کے لہجے میں بہت مان تھا۔

"ایوت! ایسا ہی ہے۔" براق نے اس کا مان اور یقین نہیں توڑا۔

یک دم ٹھنڈی ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا۔۔ نینا کانپ کر رہ گئی۔ وہ کافی پی چکی تھی۔ اس نے کافی کا خالی کپ ساتھ پڑی میز پر رکھ دیا۔ براق اس کی طرف بڑھا۔۔ اور نرمی سے اس کی شال اس کے ارد گرد ٹھیک سے پھیلانے لگا یوں کہ اسے ٹھنڈ نہ لگے۔ وہ مسکرا کر اسے دیکھتی رہی۔

"اس کتاب کا مرکزی کردار کون ہے؟" کرسی پر دوبارہ ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ یہ سوال سن کر نینا کے چہرے پر کچھ تذبذب سا ابھرا۔ اس کے گلے میں ایک گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ براق سوالیہ نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"میرائے۔ میرائے یامان۔" اس نے بے حد سنجیدگی سے اس کے سوال کا جواب دیا۔ براق اس کا جواب سن کر بالکل ساکت سا رہ گیا۔ اس کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔۔ یادوں کی تکلیف۔۔ کرب۔۔ حیرانی۔۔ اور نہ جانے کیا کیا۔

"ایوت! میرائے یامان ہی اس کتاب کا مرکزی کردار ہے۔" کچھ دیر تک جب براق نے کچھ نہ کہا تو اس نے کہا۔

براق بھنچی ہوئی مٹھی لبوں پر ٹکائے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھیں اس سے بہت کچھ پوچھ رہی تھیں۔۔نینا سمجھ گئی تھی۔اس نے ایک گہری سانس لی۔۔پھر کرسی سے اٹھی۔اور بالکونی سے باہر نکلی۔براق وہیں ساکت سا بیٹھا رہا۔

وہ چند لمحے بعد بالکونی میں واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں دو تین ڈائریز تھیں۔وہ ان ڈائریز کو دیکھتے ہی پہچان گیا تھا کہ وہ کس کی تھیں۔۔اور ان میں کیا کیا لکھا تھا، وہ بھی اسے اچھے سے معلوم تھا۔

"میں معافی چاہتی ہوں۔میں نے میرائے کی ڈائریز پڑھ لی تھیں۔میں جانتی ہوں۔۔یہ غلط ہے۔۔بلکہ بہت غلط ہے۔لیکن مجھے اس کتاب کو لکھنے کے لیے ان ڈائریز کو پڑھنا پڑا۔"اس نے وہ ڈائریز اسے پکڑاتے ہوئے کہا اور پھر کرسی پر دوبارہ آکر بیٹھی۔براق چند لمحے خاموشی سے ان ڈائریز کو دیکھتا رہا۔

"تمہیں یہ ڈائریز کہاں سے ملیں؟"چند لمحے بعد اس نے ڈائریز سے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں الماری صاف کر رہی تھی۔۔تو آپ کے دراز میں سے ملی۔"اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں مڑورتے ہوئے کہا۔

"ویسے اگر تم مجھ سے اجازت مانگ کر یہ ڈائریز لیتی تو میں منع نہیں کرتا۔"اس نے چند لمحے بعد ذرا سا مسکرا کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔" نینا نے مسکرا کر شانے اچکا دیے۔

"پھر تم نے پوچھا کیوں نہیں؟" اس نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ لیں۔

"میں اس وقت کسی کو یہ نہیں بتانا چاہتی تھی کہ میں کوئی کتاب لکھنے کا ارداہ رکھتی ہوں۔" جواب ترنت سے دیا گیا۔

"اور وہ کیوں؟" سوال بھی فوراً پوچھا گیا۔

"اس وقت مجھے ڈاؤٹ سا تھا کہ پتا نہیں میں کتاب لکھ بھی پاؤں گی یا نہیں۔" اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"تمام تمام!۔ مرکزی کردار کا نام تم میرا ئے ہی رکھو گی؟" اس نے پوچھا تو نینا نے کچھ سوچا۔

"میں تو یہی رکھنا چاہ رہی۔ لیکن اگر آپ کو اعتراض ہے تو میں اس کا نام تبدیل کر سکتی ہوں۔" پھر بے حد نرم لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" براق نے زیر لب مسکرا کر کہا۔ نینا کھل اٹھی۔

وہ اب لیپ ٹاپ آن کر کے دوبارہ اس پر اپنی کتاب لکھنا شروع ہو گئی۔ براق اسے معنی خیز نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

"آپ کو معلوم ہے میرا اس کتاب کو لکھنے کا مقصد کیا ہے ؟"اس نے لیپ ٹاپ کی چند کیز دباتے ہوئے پوچھا۔ براق نے سوالیہ انداز میں ابرو اکٹھے کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"سب سے پہلا مقصد میرا یہ ہے کہ۔۔لوگ اس کتاب کو پڑھ کر **"اس کتاب"** تک پہنچیں جسے اگر مضبوطی سے تھام لیا جائے۔۔تو انسان **"صراط مستقیم"** پر چل پڑتا ہے۔لوگ اس کتاب کو پڑھ کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا عہد کریں۔۔اور اس کتاب کے احکامات پر عمل بھی کریں۔لوگ اس کتاب تک پہنچیں جس کا موضوع ہم انسان ہیں۔"اس نے بے حد سنجیدگی اور نرمی سے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔ براق اسے بہت غور سے سن رہا تھا۔

"لوگ اس کتاب تک پہنچیں جو انسان کو **"ہیل"** کرتی ہے۔ جس طرح سے اس کتاب نے میرائے یامان۔۔اور اس کے ساتھ ساتھ کئی لوگوں کو ہیل کیا۔۔اور کرے گی۔"اس نے مزید کہا۔ میرائے کا نام سن کر براق کی آنکھیں نم سی ہو گئیں۔

"یہ وہی کتاب ہے جس نے مجھے کبھی مایوس نہیں ہونے دیا۔۔ کبھی گمراہ نہیں ہونے دیا۔"اس نے اپنی بات مکمل کی۔

"اور یہ کون سی کتاب ہے جس نے تمہیں گمراہ نہیں ہونے دیا۔۔ تمہیں مایوس نہیں ہونے دیا۔۔ جس نے میرائے کو ہیل کیا؟ آخر کون سی کتاب ہے یہ ؟"اس سوال کا جواب جانتے ہوئے بھی

اس نے پوچھا۔

"قرآن مجید۔"اس نے فوراً سے جواب دیا۔۔پھر زیر لب مسکرائی۔

وہ اب دوبارہ سے لیپ ٹاپ پر سر جھکائے اپنی کتاب لکھنے لگی۔

"ابھی تک دیباچہ تم نے کتنا لکھ لیا ہے؟"لحظے بھر کے بعد براق نے پوچھا۔

"ابھی تک تو صرف کچھ صفحات ہی لکھے ہیں۔"اس نے لیپ ٹاپ کی اسکرین سے نگاہ ہٹائے بغیر جواب دیا۔

"تم اسے مکمل کر لو گی ایک دن انشااللہ!۔"اس نے بہت یقین سے کہا۔

"انشااللہ!۔"جواباً وہ مسکرا کر بولی۔

"ویسے جب یہ کتاب مکمل ہو جائے گی۔۔تو کیا تم کوئی نئی کتاب بھی لکھو گی؟"اس نے پوچھا۔

"ضرور۔جانتے ہیں کیوں؟"نینا نے لیپ ٹاپ کی اسکرین سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا۔۔اس کا لہجہ بے حد معنی خیز تھا۔۔براق کو تجسس ہوا۔

"کیوں؟"اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیونکہ ہر کہانی کا اختتام کسی ایک نہیں۔۔بلکہ بہت سی نئی کہانیوں کی شروعات ہوتا ہے۔" اس نے اپنے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ براق نے ستائشی انداز میں ابرو اچکا دیے۔

نینا ایک بار پھر لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں جمائے اپنی کتاب لکھنے لگی۔ براق کرسی سے اٹھا اور اس کے قریب جا کر نرمی سے اس کندھے تھپتھپائے۔ چند لمحے اس کے ساتھ کھڑے ہو کر لیپ ٹاپ کی اسکرین کو دیکھا۔ اس پر میرائے یامان کا نام اسے دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا دل کیا کہ وہ جو لکھ رہی ہے۔۔ وہ سب وہ پڑھتا جائے۔ لیکن نہیں۔۔ اس نے ایسا نہیں کیا۔۔ وہ یہ کتاب تب ہی پڑھتا جب یہ مکمل ہو گی۔۔ اسی لیے وہ مسکراتا ہوا بالکونی سے باہر جانے لگا۔

اس نے لیپ ٹاپ کی اسکرین سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

وہ اب نائے اور اسلان کے پاس بیڈ پر جا کر بیٹھا۔ اسلان اٹھ گیا تھا۔ وہ اب اس کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ چند ہی لمحے بعد نائے بھی اٹھ گئی۔ وہ لیپ ٹاپ بند کر کے ان کے پاس جانے لگی۔

اس نے کمرے کی ساری بتیاں جلائیں۔۔ لیپ ٹاپ الماری میں رکھا۔ اور ان کے پاس جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

نائے اور اسلان دونوں براق کی گود میں چڑھے تھے۔ وہ ہاتھ بڑھا کر نائے کو لینے لگی تو اسلان اس کی گود میں آنے لگا۔ اس نے نرمی سے مسکرا کر اسلان کو گود میں لے لیا۔ اور پھر اس نے براق کو دیکھا۔۔ پھر نائے کو۔۔ سب کچھ مکمل تھا۔ وہ بے حد دلکش انداز میں مسکرا دی۔ براق بھی اسے مسرت سے بھرے انداز میں مسکرا دیا۔ سلطان اور سلطانہ اپنے شہزادے اور شہزادی کے ساتھ ہمیشہ کی طرح بے حد خوش اور پر سکون لگ رہے تھے۔

(ختم شد!)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆